تفہیم البخاری

تالیف

شیخ الحدیث علامہ غلام رسول رضوی

فیصل آباد

وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا

اور جو کچھ تمہیں رسول عطاء فرمائیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو (۲۸ سورۂ حشر)

تفہیم البخاری

شرح

صحیح البخاری

حصہ ہفتم

شیخ الحدیث علامہ غلام رسول رضوی فیصل آباد

ناشر: صاحبزادہ محمد حبیب الرحمن رضوی جامعہ سراجیہ رسولیہ رضویہ اعظم آباد فیصل آباد

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجُزۡءُ التَّاسِعُ عَشَرَ

سُوۡرَۃُ بَرَاۗءَۃ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورہ برائت

اُنیسواں پارہ

یہ سورت مدنی ہے اس میں سب کا اتفاق ہے، لیکن آخری دو آئتیں : لَقَدۡ جَآءَکُمۡ آخر تک مکہ مکرمہ میں نازل ہوئیں اس سورت کے تیرہ نام ہیں۔ ان میں سے دو نام برائت اور توبہ مشہور ہیں۔ اس کا تیسرا نام مُقَشۡقِشَۃ بمعنی مُتَبَرِءَۃ ہے۔ کہا جاتا ہے تَقَشۡقَشَہُمۡ " یعنی اُن سے بری ہوا۔ یہ سورت آخر میں نازل ہوئی۔ چوتھا نام البحوث ہے کیونکہ یہ منافقوں کے اسرار ظاہر کرتی ہے۔ پانچواں نام فاضحہ ہے۔ کیونکہ یہ منافقوں کو رسوا کرتی ہے۔ چھٹا نام مُبَعۡثِرہ ہے کیونکہ یہ لوگوں کی خبریں ظاہر کرتی ہے اور ان کے خفیہ راز ظاہر کرتی ہے۔ ساتواں نام مُثیرہ ہے کیونکہ یہ منافقوں کی رسوائی کے مقامات ظاہر کرتی ہے اور ان کے خفیہ راز ظاہر کرتی ہے۔ ساتواں نام مُثیرہ" ہے۔ کیونکہ یہ منافقوں کی رسوائی کے مقامات ظاہر کرتی ہے۔ آٹھواں نام" حافرہ" ہے۔ کیونکہ یہ اُن کے دل کریدتی ہے۔ نواں نام "مُخۡزِیَہ" ہے کیونکہ یہ ان کو رسوا کرتی ہے۔ دسواں نام : مُنَکِّلَہ،، ہے کیونکہ یہ منافقوں کو نکال و عذاب کرتی

فِیْہٖ یَجْمَحُوْنَ یُسْرِعُوْنَ وَالْمُؤْتَفِکَاتُ ائْتَفَکَتْ اِنْقَلَبَتْ بِھَا الْاَرْضُ اَھْوٰی
اَلْقَاہُ فِیْ ھُوَّۃٍ عَدْنٍ خُلْدٍ عَدَنْتُ بِاَرْضٍ اَیْ اَقَمْتُ وَمِنْہُ مَعْدِنٌ
وَیُقَالُ فِیْ مَعْدِنِ صِدْقٍ فِیْ مَنْبَتِ صِدْقٍ اَلْخَوَالِفُ اَلْخَالِفُ الَّذِیْ

برأت کا مضمون انفال کے مضمون کے مشابہ تھا۔ اسی لئے دونوں کو ملا دیا۔

ع ۸ امام مالک رضی اللہ عنہ نے کہا سورہ براءت کا پہلا حصہ ساقط ہو گیا تو بسملہ بھی ساقط ہو گئی، چنانچہ ابن عجلان نے کہا سورۂ براءت سورۂ بقرہ کے برابر یا اس کے قریب تھی اس سے پہلا حصہ ترک ہو گیا تو بسملہ بھی نہ لکھی، لیکن یہ قول نادر ہے۔ بلکہ غیر معتمد علیہ ہے (عینی و تیسیر القاری)

قولہ وَلِیْجَۃً ،، اس سے اس آیت کریمہ : وَلَمْ یَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ وَلَا رَسُوْلِہٖ وَلَا الْمُؤْمِنِیْنَ وَلِیْجَۃً کا (اور انہوں نے) اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں کو سوا کسی کو اپنا محرم راز نہ بنائیں گے،، (اشارہ کیا) ولیجہ کی کل شیٔ اَدْخَلْتَہٗ فِیْ شَیْئٍ ،، سے تفسیر کی یعنی ہر شئی کہ تو اسے کسی چیز میں داخل کرے ولیجہ ہے۔ ولیجہ کی تفسیر ,, بطانہ ،، سے بھی کی جاتی ہے۔ اس کے معنی ہیں خفیہ دوست ،،

قولہ اَلشُّقَّۃُ آہ اس سے اس آیت کریمہ لَوْ کَانَ عَرَضًا قَرِیْبًا وَّسَفَرًا قَاصِدًا لَّاتَّبَعُوْکَ وَلٰکِنْ بَعُدَتْ عَلَیْھِمُ الشُّقَّۃُ ،، کی طرف اشارہ کیا پھر شُقَّۃ کی سفر سے تفسیر کی یعنی اگر کوئی قریب مال یا متوسط سفر ہوتا تو ضرور تمہارے ساتھ جاتے مگر اُن پر تو مشقت کا راستہ دور پڑ گیا۔

قولہ اَلْخَبَالُ آہ اس سے اس آیت کریمہ : لَوْ خَرَجُوْا فِیْکُمْ مَا زَادُوْکُمْ اِلَّا خَبَالًا ،، کی طرف اشارہ کیا پھر خبال کی فساد سے تفسیر کی۔ خبال دراصل فساد ہے یہ کبھی بدن میں کبھی فعل میں اور کبھی عقل میں ہوتا ہے اس کو جنون کہتے ہیں نیز خبال کی تفسیر موت سے بھی کی جاتی ہے۔ کہا گیا ہے کہ درست یہ ہے کہ یہ بمعنی مُوْتَہ ہے۔ مُوتہ جنون کی قسم ہے۔ اس کا معنی صرع بھی ہے۔ جو آدمی کو عارض ہوتا ہے۔ جس وقت ہوش میں آئے تو پوری عقل عود کر آتی ہے۔ جیسے سونے والا شخص یا مست بیدار ہو یا ہوش میں آئے تو عقل واپس آجاتی ہے۔ قولہ وَلَا تَفْتِنِّیْ آہ اس سے اس آیت کریمہ مِنْھُمْ مَّنْ یَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّیْ وَلَا تَفْتِنِّیْ" کی طرف اشارہ کیا اور تُوَبِّخْنِیْ ،، سے اس کی تفسیر کی یعنی اُن میں سے کوئی تم سے یوں عرض کرتا ہے کہ مجھے رُخصت دیجئے اور فتنہ میں نہ ڈالئے۔ تُوَبِّخْنِیْ ،، توبیخ سے ہے۔ مستملی اور جرجانی کی روائت میں بمعنی لَا تُوْھِنِّیْ ہے اور وھن کے معنی ضعف کے ہیں۔ ابن سکن کی روائت میں لَا تُؤَثِّمْنِیْ ہے۔ قاضی عیاض نے اسے صواب کہا ہے۔ یعنی مجھے گنہگار نہ کریں۔

شان نزول : یہ آیت کریمہ جد بن قیس منافق کے حق میں نازل ہوئی جب سرکار نے صلی اللہ علیہ وسلم

اَلنِّسَآءِ مِنَ الْخَالِفَةِ وَاِنْ کَانَ جَمْعَ الذُّکُوْرِ فَاِنَّہٗ لَمْ یُوْجَدْ عَلٰی تَقْدِیْرِ جَمْعِہٖ

کی تکذیب کی اور بدکرداریاں کیں جو اُن سے پہلے کسی نے نہیں کی تھیں ان کی تکذیب کے باعث اللہ نے ان کو ہلاک کر دیا۔ اے منافقو! تم بھی ان کی طرح اپنے نبی علیہ السلام کو جھٹلاتے ہو ڈرو کہ انہیں کی طرح مبتلائے عذاب نہ کئے جاؤ۔ افکہ ،، عذاب ہے جو قوم لوط پر بھیجا گیا اُس نے ان کے شہروں کو اُلٹ پلٹ کر دیا تھا۔ شہر کو مُؤتفکہ کہتے ہیں۔ اس کی جمع مُؤتفکات ،، ہے۔

قولہ اَھْوٰی ،، یہ سورۂ نجم کا لفظ ہے۔ امام نے والمؤتفکات اھوی ،، کی مناسبت سے یہاں ذکر کیا ہے ھُوَّۃ ،، بضم الھاو تشدید الواو بمعنی گہری جگہ ہے۔ یعنی ان کو گہری جگہ میں ڈال دیا۔ کشاف میں ذکر کیا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ان کو آسمان کی طرف اٹھایا پھر زمین پر پھینک دیا۔

قولہ عَدْن آہ اس سے اللہ تعالیٰ کے اس قول ,, جَنّٰتِ عَدْنٍ ،، کی طرف اشارہ کیا۔ اور خلد سے عدن کی تفسیر کی یعنی ہمیشہ باقی رہنے والی جنت۔ عدن کا معنی اقامت ہے۔ کہا جاتا ہے۔ عَدَنَ بالمکان جب اس میں ہمیشہ رہے۔ اس سے مَعْدن ہے جس سے سونا چاندی وغیرہ نکالا جاتا ہے۔ جب کوئی شخص کسی جگہ قائم دائم رہے اسے معدنِ صدق کہا جاتا ہے۔ گویا وہ صدق کی معدن ہے۔ اور جہاں پودا قائم رہے۔ اس کو منبت صدق کہا جاتا ہے اور مقعد صدق کی تفسیر پسندیدہ مکان سے کرتے ہیں جس میں ہمیشہ خوش رہے۔

قولہ اَلْخَوَالِفِ آہ اس سے آیت کریمہ ,, رَضُوْا بِاَنْ یَّکُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ ،، کی طرف اشارہ کیا۔ یہ اور اس سے پہلی آیت کریمہ غزوۂ تبوک کے متعلق ہے۔ اس کا اجمالی بیان یہ ہے کہ جب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غزوۂ تبوک کی تیاری کریں تو چند کمزور لوگ تیاری نہ کر سکے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا عذر یوں بیان فرمایا وَلَیْسَ عَلَی الضُّعَفَآءِ وَلَا عَلَی الْمَرْضٰی الآیۃ اس میں اللہ تعالیٰ نے اُن سے ملامت کی نفی کی۔ اور ان لوگوں کو ملامت کی جو مالدار تھے اور تبوک نہ جانے کی اجازت طلب کرتے تھے۔ ان کی یوں ملامت کی کہ یہ لوگ خوالف یعنی عورتوں کے پاس رہنے میں خوش ہیں۔ قولہ الخالف آہ یعنی خَوَالِف خالِف کی جمع ہے۔ اس کے معنیٰ ہیں کوچ کرنے میں پیچھے رہ جانے والا۔ امام نے اس قول: اَلَّذِیْ خَلَفَنِیْ فَقَعَدَ بَعْدِیْ ،، میں اس معنی کی طرف اشارہ کیا یعنی وہ شخص جو میرے پیچھے رہ گیا اور میرے جانے کے بعد بیٹھا رہا۔ اس کی جمع خَالِفِین ،، بھی آتی ہے جیسے قرآن کریم میں ہے فَاقْعُدُوْا مَعَ الْخَالِفِیْنَ ،، پیچھے رہ جانے والوں کے ساتھ بیٹھے رہو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا خالفین جمع مذکر ہے اور اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو پیچھے رہ گئے تھے ہے کہا کہ جمع مؤنث واؤ اور نون کے ساتھ نہیں آتی۔ اور انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کو ترجیح دی ہے کہ اس سے مراد مرد ہیں۔ اسی سے ہے۔ یَخْلُفُہٗ فِی الْغَابِرِیْنَ ،، یہ اس کے لئے دُعاء ہے جس کا کوئی قریبی

خَبِرَةٌ وَهِيَ الْفَوَاصِلُ مُرْجَوْنَ مُؤَخَّرُوْنَ اَلشَّفَا شَفِيْرٌ وَهُوَ حَدُّهٗ وَالْجُرُفُ مَا تَجَرَّفَ مِنَ السُّيُوْلِ وَالْاَوْدِيَةِ هَارٍ هَائِرٌ يُقَالُ تَهَوَّرَتِ الْبِئْرُ اِذَا انْهَدَمَتْ وَانْهَارَتْ مِثْلُهٗ لَاَوَّاهٌ شَفَقًا وَفَرَقًا وَقَالَ الشَّاعِرُ اِذَا مَا قُمْتُ اَرْحَلُهَا بِلَيْلٍ ❊ تَاَوَّهُ اٰهَةَ الرَّجُلِ الْحَزِيْنِ

مُرارہ بن ربیع، کعب بن مالک اور ہلال بن امیہ ہیں یہ وہ حضرات ہیں جنہوں نے سستی کی آرام کی طرف میلان کیا پھل پکنے کا انتظار کیا اور غزوۂ تبوک میں شامل نہ ہوئے۔ یہ منافق نہ تھے اور نہ ہی دین اسلام میں ان کو شک تھا۔

قولہ الشفا آہ اس سے اس آیت کریمہ اَمْ مَّنْ اَسَّسَ بُنْیَانَہٗ عَلٰی شَفَا جُرُفٍ ھَارٍ، کی طرف اشارہ کیا اور شفا کی شفیر سے تفسیر کی پھر کہا یہ اس کی طرف اور کنارہ ہے جس پر اس کی انتہاء ہوتی ہے۔ اور جُرُف وہ گڑھا ہے جو سیلاب کے پانی سے بنا ہو اور نہایت کمزور ہو۔ یعنی جس نے اپنی بنیاد گڑھے کے کنارے رکھی جو سیلاب کے پانی سے بنا ہو اور ہار کی ہائر سے تفسیر کی چنانچہ کہا جاتا ہے: تَھَوَّرَتِ الْبِئْرُ اِذَا انْھَدَمَتْ، جبکہ کنواں منہدم ہو جائے اور اِنْھَارَ بھی اسی طرح ہے۔ اس میں یہ اشارہ بھی ہے کہ ھارٍ ہائر سے منقلب ہے یا کولام کی جگہ کیا پھر اس میں قاض کا اعلال کیا گیا۔ بعض نے کہا یہ دراصل ھَوِر تھا۔ واؤ کو الف سے بدل کیا ہے۔ یہ الف فاعل کا الف نہیں ہے۔ ھَور کا معنی سقوط ہے۔

قولہ لَاَوَّاہٌ آہ .... اس سے اس آیت کریمہ اِنَّ اِبْرٰھِیْمَ لَاَوَّاہٌ حَلِیْمٌ، کی طرف اشارہ کیا اَوَّاہ بروزن فعّال صیغۂ مبالغہ ہے۔ یعنی بہت متضرع یعنی ابراہیم علیہ السلام کا بہت گریہ زاری کرنا خوف کے باعث تھا۔ اَوّاہ کی تفسیر ثواب سے بھی کی جاتی ہے اور بعض نے اس کی تفسیر اللہ کے بندوں پر رحم کرنے والا سے کی ہے۔

قولہ قال الشاعر آہ، یعنی جب میں رات کو اونٹنی پر پالان ڈالنے کھڑا ہوتا ہوں تو وہ غمناک مرد کی طرح آہ و زاری کرتی ہے۔ جوہری نے کہا تَاَوَّہَ، کے معنی ہیں آہ آہ کرنا، امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس بیت سے استدلال کیا ہے کہ اَوّاہ بروزن فعّال تَاَوُّہٌ سے ہے۔ یہ بیت مُثقّب عبدی کا ہے۔ یہ اس کا لقب ہے اور نام جحاش عائذ بن محصن ہے۔

ان کے حق میں دعاءِ خیر کرو! بے شک تمہاری دُعاء ان کے دلوں کا چین ہے پھر زکوٰۃ کی تفسیر طاعت اور اخلاص سے کی۔ مفسرین نے کہا ابولبابہ اور اس کے ساتھیوں نے جب توبہ کی تو اُنھوں نے کہا یارسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ ہمارے مال ہیں ان کو صدقہ کر دیں اور ہمارے لئے اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دُعا کریں کہ ہمیں معاف کر دے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے تمہارے اموال سے کچھ لینے کا حکم نہیں کیا گیا۔ تو یہ آئت کریمہ نازل ہوئی۔ تطہیر اور تزکیہ ہم معنیٰ ہیں۔ عرب کے کلام میں دو لفظ جن کا مادہ مختلف ہو اور معنی واحد ہو بہت ہیں۔ علامہ زمحشری نے کہا: تطہرھم صدقہ کی صفت ہے اور تطہر کی تاء واحد مخاطب یا واحد مؤنث غائب کی ہے اور تزکیہ تطہیر میں مبالغہ ہے۔ اس میں یہ اشارہ ہے کہ تزکیہ کا معنی تطہیر ہے لیکن اس میں زیادتی ہے اور تزکیہ کے معانی بڑھنا، برکت اور مدح بھی ہیں۔ یہ تینوں معانی قرآن میں مستعمل ہیں۔

قولہ والزکوٰۃ یعنی زکوٰۃ فرماں برداری اور اخلاص دونوں معنوں میں مستعمل ہے۔

قولہ لَا يُؤْتُونَ آہ اس سے اس آئت کریمہ "وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِينَ الَّذِينَ لَا يُؤْتُونَ الزَّكَاةَ" کی طرف اشارہ کیا اور اس کی لَا يَشْهَدُونَ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، سے تفسیر کی، لیکن یہ آئت سورۃ توبہ میں نہیں۔ سورۃ فُصِّلَتْ کی ہے یہاں تبعًا ذکر کیا ہے۔

قولہ يُضَاهُونَ آہ اس سے اس آئت کریمہ "ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِأَفْوَاهِهِمْ يُضَاهِئُونَ قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَبْلُ" کی طرف اشارہ کیا اور يُضَاهُونَ کی يُشْبِهُونَ سے تفسیر کی۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کا عقیدہ ذکر کیا ہے کہ وہ حضرت عُزیر علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا کہتے تھے جبکہ نصاریٰ عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا مانتے تھے۔ اس آئت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ان کی تکذیب کی کہ صرف افتراء اور بہتان کے سوا ان کے پاس اس دعویٰ کی کوئی سند نہیں۔ ان کا یہ عقیدہ ان سے پہلے کافر لوگوں کے عقیدہ کے مشابہ ہے جو فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں کہتے تھے۔ ان کی طرح یہ لوگ بھی گمراہ ہیں۔

آئت کریمہ کے معنی یہ ہیں "اور یہودی بولے عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور نصرانی بولے مسیح اللہ کا بیٹا ہے یہ باتیں وہ اپنے منہ سے بکتے ہیں اگلے کافروں کی سی بناتے ہیں اللہ انہیں مارے کہاں اوندھے جاتے ہیں"

۴۳۳۹ — ترجمہ: ابواسحاق نے کہا میں نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سُنا کہ آخری آئت جو نازل ہوئی وہ "يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ" ہے اور آخری سورت جو نازل ہوئی وہ براءت ہے۔

۴۳۳۹ — شرح: علامہ کرمانی نے کہا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا سب سے آخر میں آئت الربا نازل ہوئی لیکن یہ اس کے منافی نہیں کیونکہ براء بن عازب اور ابن عباس رضی اللہ عنہم نے یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل نہیں کیا بلکہ انہوں نے اپنے اجتہاد سے یہ کہا ہے یا آخریت مخصوصہ مراد ہے۔ کیونکہ اولیت اور آخریت امور نسبیہ سے ہیں اور سورت سے مراد

۴۳۲۹ ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ يَقُولُ آخِرُ آيَةٍ نَزَلَتْ يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ وَآخِرُ سُورَةٍ نَزَلَتْ بَرَاءَةٌ

بَابُ قَوْلِهِ فَسِيحُوا فِي الْأَرْضِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ وَأَنَّ اللّٰهَ مُخْزِي الْكَافِرِينَ سِيحُوا سِيرُوا

۴۳۳۰ ـ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ وَأَخْبَرَنِي حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ بَعَثَنِي أَبُو بَكْرٍ فِي تِلْكَ الْحَجَّةِ فِي مُؤَذِّنِينَ بَعَثَهُمْ يَوْمَ النَّحْرِ يُؤَذِّنُونَ بِمِنًى أَنْ لَا يَحُجَّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ وَلَا يَطُوفَ

[illegible] سورت ہے [illegible] اس میں شک نہیں کہ یہ سورت کا زیادہ حصہ غزوہ تبوک [illegible] (حدیث [illegible] کی شرح دیکھیں)

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد! تو چار مہینے زمین پر چلو پھرو اور جان رکھو کہ تم اللہ کو تھکا نہیں سکتے اور یہ کہ اللہ کافروں کو رسوا کرنے والا ہے۔

سیحوا کے معنی ہیں سیروا یعنی زمین میں چلو پھرو، آزادانہ کسی سے لڑائی کا خوف نہ کرو اور [illegible] قتل و غارت اور فساد [illegible] سیاحۃ، سیاحا [illegible] کہا جاتا ہے۔

۴۳۳۰ ـ ترجمہ: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ ابوبکر صدیق نے اس حج میں جس میں وہ امیر حج تھے، نحر کے دن [illegible]

بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ قَالَ حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ثُمَّ أَرْدَفَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ وَأَمَرَهُ أَنْ يُؤَذِّنَ بِبَرَاءَةٍ قَالَ أَبُوهُرَيْرَةَ فَأَذَّنَ مَعَنَا عَلِيٌّ يَوْمَ النَّحْرِ فِي أَهْلِ مِنًى بِبَرَاءَةٍ وَأَنْ لَا يَحُجَّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ وَلَا يَطُوفَ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ قَالَ أَبُوعَبْدِ اللّٰهِ أَذِّنْهُمْ أَعْلِمْهُمْ

میں بھیجا کہ وہ منیٰ میں اعلان کریں کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے اور نہ ہی کوئی شخص برہنہ بیت اللہ کا طواف کرے۔ حُمَیدُ بن عبدالرحمٰن نے کہا پھر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی بن ابی طالب کو پیچھے بھیجا اور انھیں حکم دیا کہ براٴت کا اعلان کرے۔ ابو ہریرہ نے کہا علی نے ہمارے ساتھ نحر کے دن منیٰ میں موجود لوگوں میں براءت کا اعلان کیا اور یہ کہ اس سال کے بعد مشرک حج نہ کریں اور نہ ہی کوئی ننگا شخص بیت اللہ کا طواف کرے۔

۴۳۴۰ — شرح : یہ وہ حج ہے جس میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ امیر حج تھے۔ یہ حج نو ہجری میں ادا کیا گیا۔ امام احمد رحمہ اللہ نے اپنے اسناد کے ساتھ روایت کی کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورت براٴت کے ساتھ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بھیجا جس وقت وہ ذوالحلیفہ پہنچے تو فرمایا اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا ہے کہ براءت کا اعلان کرنے میرے یا میرے اہلبیت سے کسی مرد کے سوا کوئی نہ جائے پھر آپ نے حضرت علی کو سورت براءت کے ساتھ بھیجا۔ عبداللہ بن احمد بن حنبل نے اپنے اسناد کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی جس وقت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سورۂ براءت کی دس آیات نازل ہوئیں تو آپ نے ابوبکر صدیق کو بلایا اور ان دس آیات کے ساتھ ان کو بھیجا کہ مکہ والوں پر یہ آیات پڑھیں پھر مجھے بُلایا اور فرمایا جہاں ابوبکر کو ملو اُن سے لکھی ہوئی دس (۱۰) آیات لے کر اہلِ مکہ کے پاس جاؤ اور ان پر یہ پڑھو۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا ابوبکر اپنے حال پر بدستور امیر حج رہے۔ نیز ایک روایت میں ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابوبکر سے مکتوبہ آیات طلب کیں تو ابوبکر نے علی المرتضیٰ سے کہا کہ آپ امیر ہیں یا مامور ہیں۔ حضرت علی نے کہا میں مامور ہوں۔ ابوبکر صدیق نے حج سے واپسی پر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے حق میں کوئی شئی نازل ہوئی تھی؟ کہ علی بن ابی طالب مجھ سے سورت براٴت لے لیں۔ آپ نے فرمایا : اے ابوبکر تمہارے بارے میں کوئی شئی نازل نہیں ہوئی لیکن میرے پاس جبرائیل علیہ السلام آئے اور کہا کہ یہ آیات آپ یا آپ کے اہل بیت سے کوئی مرد اہلِ مکہ پر پڑھے۔ کیونکہ عربوں میں یہی رسم ہے۔ شیخ نورالحق صاحب التیسیر

بَابُ قَوْلِهِ وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِيْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَرَسُوْلُهٗ فَاِنْ تُبْتُمْ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ اٰذَنَهُمْ اَعْلَمَهُمْ

نے امام طحاوی سے نقل کیا کہ یہ حدیث پھر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پیچھے حضرت علی کو براءت کا اعلان کرنے بھیجا۔ ان روایات کے منافی ہے جو امام احمد اور ان کے صاحبزادے عبداللہ نے ذکر کی ہیں کہ ابوہریرہ نے کہا ابوبکر نے مجھے اعلان کرنے والوں میں بھیجا کیونکہ ابوبکر صدیق کے مکہ پہنچنے کے بعد اعلان حضرت علی کے سپرد تھا جس میں ابوبکر صدیق کا کچھ دخل نہ تھا لہٰذا ابوبکر کا ابوہریرہ اور دوسرے اعلان کرنے والوں کو بھیجنا بے معنی ہے۔

اقول یہ مسلم ہے کہ مدار اعلان حضرت علی پر تھا لیکن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کی امداد کے لئے اور مؤذن بھیجے تھے کہ حضرت علی کی تلقین سے اعلانِ براءت میں ان کی مدد کریں جبکہ مستقل بالذات اعلان کرنے میں صرف حضرت علی المرتضیٰ ہی تھے۔ اس طرح عربوں کی رسم بھی بحال رہتی ہے کہ براءت کا اعلان سربراہ مملکت کرتا ہے یا اس کا کوئی قریبی مرد کرتا ہے۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ اعلم!

(حدیث ۳۶۴ کی شرح دیکھیں)

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد! **اللہ اور اللہ کے رسول کی طرف سے منادی پکار دینا ہے سب لوگوں میں بڑے حج کے دن**

کہ اللہ اور اللہ کا رسول مشرکوں سے بیزار ہیں۔ پس اگر تم کفر سے توبہ کرو تو یہ تمہارے لئے دنیا و آخرت میں بہتر ہے اور منہ پھیر لو تو جان لو تم اللہ کو تھکا

۴۳۳۱ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَأَخْبَرَنِي حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ

نہیں سکو گے۔ اور جن لوگوں نے کفر کیا ہے انہیں سخت دردناک عذاب کی خبر سنا دو مگر وہ مشرک جن سے تمہارا وعدہ تھا پھر انھوں نے تمہارے عہد میں کچھ کمی نہ کی اور تمہارے مقابل کسی کو مدد نہ دی تو ان کا عہد مقرّرہ مدت تک پورا کرو! بے شک اللہ پرہیزگاروں کو دوست رکھتا ہے۔

حج اکبر

حج اکبر وہ دن ہے جو حج کے تمام دنوں سے افضل ہے۔ اس دن کی تعیین میں متعدد اقوال ہیں چنانچہ عبدالرزاق نے معمر کے ذریعہ ابواسحاق سے روایت کی کہ میں نے ابوجحیفہ سے حج اکبر کا دن دریافت کیا تو انھوں نے کہا حج اکبر عرفہ کا دن ہے۔ ابن عباس، عبداللہ بن زبیر اور اکثر صحابہ کرام یہی کہتے ہیں کہ حج اکبر عرفہ ہے۔ حدیث مرسل میں ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفہ کے دن خطبہ دیا کہ یہ دن حج اکبر کا دن ہے۔ ہشیم نے اپنے اسناد کے ساتھ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حج اکبر کا دن نحر کا دن ہے۔ یعنی دسویں ذوالحجہ کا دن، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے کئی وجوہ سے منقول ہے کہ حج اکبر یوم نحر ہے۔ ابوجحیفہ، سعید بن جبیر، ابراہیم نخعی، مجاہد، زہری اور عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم سب نے یہی کہا کہ حج اکبر یوم نحر ہے۔ سعید بن مسیّب سے روایت ہے کہ دوسرا دن نحر ہے۔ نیز مجاہد سے منقول ہے کہ ذی الحجہ کے تمام دن حج اکبر ہے۔ ابوعبیدہ نے کہا حسن بصری سے حج اکبر کے متعلق پوچھا گیا تو انھوں نے کہا تمہیں حج اکبر سے کیا کام ہے۔ حج اکبر کا دن وہ سال تھا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم حج کیا تھا شیخ نورالحق صاحب تیسیر القاری نے کہا ہم نے یہ اقوال اس لئے ذکر کئے ہیں کہ عوام کی زبان پر یہ مشہور ہے کہ جمعہ کے دن حج اکبر ہوتا ہے اس کی کوئی سند نہیں ہے۔ علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا کہ ابن جریر نے اپنے اسناد کے ساتھ نافع کے ذریعہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع میں نحر کے دن جمرات کے پاس کھڑے فرمایا۔ یہ حج اکبر کا دن ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم!

اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ بَعَثَنِیْ اَبُوْبَكْرٍ فِیْ تِلْكَ الْحَجَّةِ فِی الْمُؤَذِّنِیْنَ بَعَثَهُمْ يَوْمَ النَّحْرِ يُؤَذِّنُوْنَ بِمِنًى اَلَا يَحُجُّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ وَلَا يَطُوْفُ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ قَالَ حُمَيْدٌ ثُمَّ اَرْدَفَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ فَاَمَرَهٗ اَنْ يُؤَذِّنَ بِبَرَاءَةٍ قَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ فَاَذَّنَ مَعَنَا عَلِیٌّ فِیْ اَهْلِ مِنًى يَوْمَ النَّحْرِ بِبَرَاءَةٍ وَّاَنْ لَّا يَحُجَّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ وَلَا يَطُوْفَ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ

آذَنَهُمْ بمعنی اَعْلَمَهُمْ ہے اس سے مراد مطلق اعلام ہے۔ ابن اثیر نے کہا اَذَنَ يُؤْذِنُ اِيْذَانًا اور اَذَّنَ يُؤَذِّنُ تَاذِيْنًا ، کہا جاتا ہے۔ مشدد یعنی اَذَّنَ نماز کے وقت کے اعلام کے ساتھ مخصوص ہے اور مخفف یعنی آذَنَ مطلق اعلام کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

۱۴۳۴ — ترجمہ : حُمَیْد بن عبد الرحمٰن نے بیان کیا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مجھے اس حج میں اعلان کرنے والوں میں بھیجا جن کو نحر کے دن منیٰ میں بھیجا تھا کہ وہ اعلان کریں کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے اور نہ ہی کوئی برہنہ بیت اللہ کا طواف کرے۔ حُمَید نے کہا حضرت علی نے ہمارے ساتھ نحر کے روز اہلِ منیٰ میں براءت کا اعلان کیا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے اور نہ ہی کوئی برہنہ شخص بیت اللہ کا طواف کرے۔

۱۴۳۴ — شرح : امام طحاوی حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہاں ایک اشکال ذکر کیا ہے کہ ابو ہریرہ نے کہا مجھے ابو بکر صدیق نے بھیجا کہ میں براءت کا اعلان کروں حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے براءت کے اعلان کے لئے ابو بکر کو بھیجا تھا پھر اُن کے بعد حضرت علی کو بھیجا کہ وہ اعلانِ براءت کریں تو ابو بکر کا ابو ہریرہ کو بھیجنا بے معنیٰ ہے پھر خود ہی اس کا جواب دیا کہ جب سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے علی المرتضیٰ کو براءت کا اعلان کرنے بھیجا تھا اس وقت میں حضرت علی کے ساتھ تھا۔ تو میں ان کے ساتھ اعلان کرتا رہا حتیٰ کہ میری آواز پست ہوگئی۔ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابو بکر کے حکم سے وہ ندا کرتے رہے جو ان کو حضرت علی تلقین کرتے تھے جس کی تبلیغ کا انہیں حکم کیا گیا تھا۔ براءت

بَابُ قَوْلِهٖ اِلَّا الَّذِيْنَ عَاهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ

۴۳۴۲ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ قَالَ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبِيْ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ اَنَّ حُمَيْدَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَخْبَرَهٗ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ اَخْبَرَهٗ اَنَّ اَبَا بَكْرٍ بَعَثَهٗ فِي الْحَجَّةِ الَّتِيْ اَمَّرَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهَا قَبْلَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ فِيْ رَهْطٍ يُّؤَذِّنُ فِي النَّاسِ اَلَا لَا يَحُجَّنَّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ وَّلَا يَطُوْفُ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ فَكَانَ حُمَيْدٌ يَقُوْلُ يَوْمُ النَّحْرِ يَوْمُ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ مِنْ اَجْلِ حَدِيْثِ اَبِيْ هُرَيْرَةَ ـــــــــ

ہے مراد ساری سورت نہیں، چنانچہ محمد بن کعب قرظی سے روایت ہے کہ لوگوں نے کہا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر کو ۹ ہجری میں امیر حج بنا کر بھیجا اور علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو ... سورت برأت کی چالیس آیات کے ساتھ بھیجا۔ یہاں علامہ کرمانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اشکال کیا ہے کہ حضرت علی صرف برادت کا اعلان کرنے پر مامور تھے۔ انھوں نے یہ کیسے کہا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے

پھر خود ہی اس کا جواب دیا کہ حضرت علی کو برادت کا اعلان کرنے بھیجا تھا۔ اس کے ضمن میں یہ بھی تھا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے۔ یہ اس آیت سے مفہوم ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا ؕ ،، مشرک پلید ہیں اس سال کے بعد وہ مسجد حرام کے قریب نہ جائیں۔ یہ بھی احتمال ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ برادت کے اعلان ... پر مامور تھے اور جس کا ابوبکر کو حکم کیا گیا تھا اس کا بھی انہیں حکم کیا گیا تھا۔

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد! مگر وہ مشرک جن سے تمہارا معاہدہ ہے "

۴۳۴۲ ترجمہ: حُمید بن عبد الرحمٰن نے بیان کیا کہ ابوہریرہ

بابٌ قَوْلُهٗ فَقَاتِلُوْٓا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ اِنَّهُمْ لَآ اَيْمَانَ لَهُمْ

۴۳۴۳ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ وَهْبٍ قَالَ كُنَّا عِنْدَ حُذَيْفَةَ فَقَالَ مَا بَقِيَ مِنْ اَصْحَابِ هٰذِهِ الْاٰيَةِ اِلَّا ثَلٰثَةٌ وَلَا مِنَ الْمُنَافِقِيْنَ اِلَّا اَرْبَعَةٌ فَقَالَ اَعْرَابِيٌّ اِنَّكُمْ اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ تُخْبِرُوْنَا لَا نَدْرِيْ فَمَا بَالُ هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ يَبْقُرُوْنَ بُيُوْتَنَا وَيَسْرِقُوْنَ اَعْلَاقَنَا قَالَ اُولٰٓئِكَ الْفُسَّاقُ اَجَلْ لَمْ يَبْقَ مِنْهُمْ اِلَّا اَرْبَعَةٌ اَحَدُهُمْ شَيْخٌ كَبِيْرٌ لَوْ شَرِبَ الْمَآءَ الْبَارِدَ لَمَا وَجَدَ بَرْدَهٗ

نے انہیں خبر دی کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس حج میں ابوبکر صدیق کو حجۃ الوداع سے پہلے امیر حج بنا کر بھیجا تھا اس میں ابوبکر نے مجھے چند لوگوں میں بھیجا کہ وہ لوگوں میں یہ اعلان کریں کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے اور نہ ہی کوئی برہنہ شخص بیت اللہ کا طواف کرے۔ حمید ابوہریرہ کی حدیث کی وجہ سے کہا کرتے تھے کہ نحر کا دن حج اکبر کا دن ہے (اس کی شرح ابھی ابھی گزری ہے)

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد! جہاں کافروں کو پاؤ قتل کرو اللہ اور رسول کی طرف سے ان کے کوئی امان نہیں،،

اس آیت کریمہ سے پہلے یہ آیت ہے۔ وَاِنْ نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْٓا،، یعنی اگر مشرکوں نے عہد کرنے کے بعد عہد شکنی کی ہے اور تمہارے دین میں طعن کی ہے تو ان کو قتل کردو!۔ قتادہ نے کہا ائمۃ کفر یعنی کفر کے امام وہ ابوجہل، عتبہ، شیبہ، امیہ بن خلف اور ان کی ساتھی ہیں لیکن صحیح یہ ہے کہ اس سے عام کافر مراد ہیں جو ان کو اور دوسرے کافروں کو شامل ہیں چنانچہ ابن عباس سے روایت ہے کہ یہ آیت کریمہ ابوسفیان بن حرب، حارث بن ہشام، سہیل بن عمرو، عکرمہ ابن ابی جہل اور باقی رؤسائے قریش کے بارے میں نازل ہوئی۔ جنہوں نے عہد شکنی کی تھی اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ مکرمہ سے نکالنے کا قصد کیا تھا۔ مجاہد نے کہا اس سے فارس اور روم مراد ہیں۔

بَابُ قَوْلِهِ تَعَالَى وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ

۴۳۴۲۔ ترجمہ: زید بن وہب نے کہا ہم حذیفہ رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے تھے۔ اُنھوں نے کہا اس آئت والوں میں سے سوا تین آدمیوں کے کوئی باقی نہیں رہا اور نہ ہی چار کے سوا کوئی منافق باقی رہا ہے۔ ایک اعرابی نے کہا تم جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہو ہمیں خبر دو ہم نہیں جانتے کہ ان لوگوں کا کیسا حال ہے جو ہمارے گھروں میں نقب لگاتے ہیں۔ اور ہمارے عمدہ مال چوری کر لیتے ہیں۔ حذیفہ نے کہا یہ چور فاسق ہیں ہاں اُن میں صرف چار کے سوا کوئی باقی نہیں رہا اُن میں سے ایک بوڑھا آدمی ہے۔ اگر وہ ٹھنڈا پانی پیئے تو اس کو ٹھنڈا محسوس نہیں کرتا۔

۴۳۴۲۔ شرح: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ صاحب اسرار تھے انہیں تمام منافقوں کا علم تھا۔ بقر بمعنی شق ہے۔ خطابی نے کہا اکثر بقر کا استعمال درخت اور لکڑی پر ہوتا ہے۔ بعض روایات میں "یَنْقُرُوْنَ" نقر سے ہے۔ اعلاق علق کی جمع ہے اس کے معنی عمدہ شی کے ہیں۔ نفیس مال کو علق اس لئے کہتے ہیں کہ اس کا تعلق دلوں سے ہوتا ہے۔ قولہ اُولٰئِكَ الْفُسَّاقُ یعنی یہ لوگ چور ہیں فاسق ہیں کافر اور منافق نہیں ہیں جن کے بارے میں یہ آئت کریمہ نازل ہوئی ہے۔ ان منافقوں میں ایک عمر رسیدہ شخص ہے جو ٹھنڈا پانی پیئے تو اس کو پانی کی ٹھنڈک محسوس نہیں ہوتی یعنی اللہ تعالیٰ نے اس کو دنیا میں اس عذاب میں مبتلا کر رکھا ہے جو پانی کی لذت اور اس کی برودت نہیں پاتا ہے۔

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد! جو لوگ سونا چاندی جمع کرتے ہیں اور اس کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ان کو دردناک عذاب کی خبر دو!

یہ آئت کریمہ عام لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی وہ اہل کتاب ہوں یا مسلمان ہوں۔ ابن عباس اور عام مفسرین کہتے ہیں کہ یہ کلام اس امت میں سے زکوٰۃ منع کرنے والوں کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ اور مستانف کلام ہے۔ امیر معاویہ بن ابی سفیان نے کہا یہ اہل کتاب کے حق میں نازل ہوئی۔ اس آئت کے مصداق میں ان کا حضرت ابوذر غفاری سے جھگڑا ہو گیا تھا۔ جبکہ ابوذر اس کو عموم پر محمول کرتے تھے۔ امیر معاویہ

۴۳۴۴ ـ حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ نَافِعٍ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ الْأَعْرَجَ حَدَّثَهُ أَنَّهُ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو هُرَيْرَةَ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ يَكُونُ كَنْزُ أَحَدِكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ شُجَاعًا أَقْرَعَ

۴۳۴۵ ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ قَالَ مَرَرْتُ عَلٰى أَبِي ذَرٍّ بِالرَّبَذَةِ قُلْتُ مَا أَنْزَلَكَ بِهٰذِهِ الْأَرْضِ قَالَ كُنَّا بِالشَّامِ فَقَرَأْتُ وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ قَالَ مُعٰوِيَةُ مَا هٰذِهِ فِينَا مَا هٰذِهِ إِلَّا فِي أَهْلِ الْكِتَابِ قَالَ قُلْتُ إِنَّهَا لَفِينَا وَفِيهِمْ

لے قول کے مطابق زکوٰۃ پانچواں رکن اسلام نہ ہوگا، حالانکہ بے شمار احادیث زکوٰۃ کی فرضیت میں وارد ہیں جو متواتر المعنی ہیں۔ امام مالک رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن دینار کے ذریعہ ابن عمر سے روایت کی کہ خزانہ وہ مال ہے جس کی زکوٰۃ ادا نہ کی جائے۔ اسی پر وعید آئی ہے۔

۴۳۴۴ ـ ترجمہ: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا تم میں سے کسی ایک کا خزانہ قیامت میں گنجا سانپ ہوگا۔ (گنجا سانپ زہریلا ہوتا ہے حدیث ۱۳۲۴ کی شرح دیکھیں)

۴۳۴۵ ـ ترجمہ: زید بن وہب نے کہا میں ربذہ میں ابوذر کے پاس سے گزرا تو میں نے اُن سے کہا آپ اس زمین میں کیسے آئے ہیں۔ انھوں نے کہا میں شام میں تھا تو میں نے یہ آیت کریمہ: وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ، پڑھی تو امیر معاویہ نے کہا یہ ہمارے بارے میں نازل نہیں ہوئی یہ تو صرف اہل کتاب کے بارے میں نازل ہوئی۔ ابوذر نے کہا میں نے معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہا یہ ہم اور ان

بَابُ قَوْلِهٖ عَزَّ وَجَلَّ يَوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِىْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ وَ قَالَ اَحْمَدُ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا اَبِىْ عَنْ يُوْنُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ خَالِدِ بْنِ اَسْلَمَ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ فَقَالَ هٰذَا قَبْلَ اَنْ تُنْزَلَ الزَّكٰوةُ فَلَمَّا اُنْزِلَتْ جَعَلَهَا اللّٰهُ طُهْرًا لِلْاَمْوَالِ

بَابُ قَوْلِهٖ اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِىْ كِتَابِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَا اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ اَلْقَيِّمُ هُوَ الْقَائِمُ

دونوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے (حدیث ع۱۳۲۶ کی شرح دیکھیں)

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد جس روز اس کو دوزخ کی آگ میں گرم کیا جائے گا اور اس کے ساتھ ان کے چہرے، پہلو اور پشتیں داغ دار کی جائیں گی

ان سے کہا جائے گا یہ وہ ہے جس کو تم اپنی جانوں کے لئے خزانہ بناتے تھے اس چیز کا مزہ چکھو جو تم خزانہ بنا کر رکھتے تھے۔"

احمد بن شبیب بن سعید نے کہا مجھے میرے باپ نے یونس سے خبر دی انہوں نے ابن شہاب زہری سے روایت کی کہ ان سے خالد بن اسلم نے بیان کیا کہ ہم عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ہمراہ باہر نکلے تو انہوں نے

۴۳۴۶ ـــ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ ابْنُ زَيْدٍ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنِ ابْنِ اَبِيْ بَكْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الزَّمَانَ قَدِ اسْتَدَارَ كَهَيْأَتِهٖ يَوْمَ خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَلسَّنَةُ اِثْنَا عَشَرَ شَهْرًا مِنْهَا اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ثَلٰثٌ مُتَوَالِيَاتٌ ذُو الْقَعْدَةِ وَ ذُو الْحِجَّةِ وَالْمُحَرَّمُ وَرَجَبُ مُضَرَ الَّذِىْ بَيْنَ جُمَادٰى وَشَعْبَانَ

کہا یہ زکوٰۃ کے فرض ہونے سے پہلے کی بات ہے جب زکوٰۃ کی آیت نازل ہوئی تو زکوٰۃ کو اللہ تعالیٰ نے اموال کی پاکیزگی کا سبب بنایا (تفہیم البخاری حصہ دوم ص۴۵۹ ، ص۴۶۲ پر اس کی تشریح دیکھیں)

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد! بے شک مہینوں کی گنتی اللہ کے نزدیک بارہ مہینے ہیں۔ اللہ کی کتاب میں جب سے اُس نے آسمان اور زمین بنائے ان میں سے چار حرمت والے ہیں

تفسیر کتاب اللہ لوح محفوظ ہے۔ ان بارہ مہینوں میں سے چار مہینوں میں کافروں سے جنگ حرام ہے۔ ان میں تین مہینے متصل ہیں وہ ذوالقعدہ ، ذوالحجہ اور محرم الحرام ہیں ایک جُدا رجب المرجب ہے۔ عرب لوگ زمانہ جاہلیت میں بھی ان مہینوں کی تعظیم کرتے تھے اور ان میں قتال حرام جانتے تھے۔ اسلام میں ان مہینوں کی حرمت و عظمت اور زیادہ کی گئی۔ امام قسطلانی نے کہا ان مہینوں میں قتال کی حرمت منسوخ ہے ، کیونکہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف کا محاصرہ ذوالقعدہ میں کیا جو ماہ حرام ہے۔ چنانچہ بخاری ، مسلم میں ثابت ہے کہ یہ محاصرہ چالیس روز رہا تھا۔ علامہ بیضاوی نے عطاء سے روایت نقل کی ہے کہ حرم اور حرام کے مہینوں میں جنگ حلال نہیں ہے۔ صحیح تر یہ ہے کہ ان مہینوں میں جنگ مطلق حرام ہے۔ اَلْقَيِّمُ معنی قائم دائم ہے۔ یعنی حرم کے مہینوں کی تحریم یہی دین مستقیم ہے اور یہی دین ابراہیم ہے۔

۴۳۴۶ ـــ ترجمہ : ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

بَابُ قَوْلِهٖ تَعَالٰی ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ مَعَنَا
نَاصِرُنَا السَّکِیْنَةُ فَعِیْلَةٌ مِنَ السُّکُوْنِ

فرمایا زمانہ یعنی سال اسی حال پر پھر رہا ہے۔ جس حال پر تھا جس روز سے اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے۔ سال کے بارہ مہینے ہیں اُن میں سے چار مہینے حرام ہیں ان میں سے تین تو مسلسل متصل ہیں وہ ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم الحرام ہیں اور چوتھا رجب مضر ہے جو جُمادی اور شعبان کے درمیان ہے۔

۴۴۴۶ — شرح : اس حدیث کا معنیٰ یہ ہے کہ عرب جب چاہتے کہ لڑائی کریں اور حرم کا مہینہ ہوتا تو اس کو حلال کر لیتے اور اس مہینہ کی جگہ دوسرا مہینہ حرام کر دیتے۔ مثلاً اگر محرم ہوتا تو صفر کو محرم قرار دیتے۔ ہر سال وہ اسی طرح کیا کرتے تھے۔ دوسرا محرم جو صفر ہوتا اس کو حلال جانتے اور ربیع الاول کو محرم کر دیتے تھے اور محرم الحرام ماہ بماہ منتقل ہوتا رہتا تھا۔ وہ ہر مہینہ کی خصوصیت کو ترک کر دیتے اور صرف مہینوں کی تعداد کا اعتبار کرتے تھے۔ نیز عرب کے حساب دان تیرہ مہینے شمار کرتے ہیں۔ اس صورت میں مہینہ اور دُور ہو جاتا ہے۔ رجب مضر وہ ہے جو جمادی اور شعبان کے درمیان ہے۔ علامہ عینی نے کہا جمادی کو مذکر و مؤنث اعتبار کر کے جمادی الاول اور جمادی الاخریٰ کہتے ہیں۔ اس کی جمع جمادیات ہے جیسے حُباریٰ کی جمع حباریات ہے۔ رجب کو مضر کی طرف اس لئے منسوب کیا ہے کہ مُضر قبیلہ ہے جو رجب کی تعظیم کیا کرتے تھے اور اس کو اپنے مقام سے تبدیل نہیں کرتے تھے۔ رجب ترجیب سے بمعنی تعظیم ہے۔ اس کی جمع ارجاب، رجاب اور رجبات آتی ہے۔

(حدیث ۲۹۸۵ کی شرح دیکھیں)

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد! صرف دو جان سے جب وہ دونوں غار میں تھے

جب اپنے یار سے فرماتے تھے غم نہ کھا بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ یعنی ہمارا ناصر ہے۔ سکینہ بروزن فعیلہ سکون سے ہے“

تفسیر : یعنی غار ثور میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسُول صلی اللہ علیہ وسلّم کی مدد کی اور سکون و تائید نازل فرمائی مشہور قول یہی ہے۔ بعض مفسّرین نے ”علیہ“ کی ضمیر کا مرجع ابوبکر

۴۳۴۷ــــ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَبَّانُ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ قَالَ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَنَسٌ قَالَ حَدَّثَنِي اَبُوبَكْرٍ قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْغَارِ فَرَاَيْتُ اٰثَارَ الْمُشْرِكِيْنَ قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْاَنَّ اَحَدَهُمْ رَفَعَ قَدَمَهٗ رَاٰنَا قَالَ مَاظَنُّكَ بِاثْنَيْنِ اَللّٰهُ ثَالِثُهُمَا

۴۳۴۸ــــ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنِ ابْنِ اَبِي مُلَيْكَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهٗ قَالَ حِيْنَ وَقَعَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ ابْنِ الزُّبَيْرِ قُلْتُ اَبُوْهُ الزُّبَيْرُ وَاُمُّهٗ اَسْمَاءُ وَخَالَتُهٗ عَائِشَةُ وَجَدُّهٗ اَبُوْبَكْرٍ وَجَدَّتُهٗ صَفِيَّةُ فَقُلْتُ لِسُفْيٰنَ اِسْنَادُهٗ فَقَالَ حَدَّثَنَا فَشَغَلَهٗ اِنْسَانٌ وَلَمْ يَقُلِ ابْنُ جُرَيْجٍ

ذکر کیا ہے یہ ابن عباس سے مروی ہے اُن کے غیر نے کہا رسُول کے ساتھ سکینہ ہمیشہ رہتی ہے اور یہ بات غیر مخفی ہے کہ یہ اس حال میں خاص سکینہ کی تجدید کے منافی نہیں - اسی لئے فرمایا : "وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا "، اللہ نے رسولِ کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی فرشتوں کے لشکر سے مدد کی جن کو تم نے نہیں دیکھا یہ پہلے معنی کے اعتبار سے ہے -

۴۳۴۷ ــــ ترجمہ : انس نے کہا مجھ سے ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں غار میں نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ تھا تو میں نے مشرکوں کے قدم دیکھے میں نے عرض کیا یا رسولَ اللہ اگر ان میں سے کوئی اپنا قدم دیکھے تو ہمیں دیکھ لے گا - آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا (اے ابا بکر) تمہارا دو کے متعلق کیا گمان ہے جن میں تیسرا خدا ہے -
(یعنی اللہ ہمارا حافظ اور نگہبان ہے وہی ہمیں کافی ہے حدیث ع ۳۴۱۸ کی شرح دیکھیں)

۴۳۴۸ ــــ ترجمہ : ابن ابی ملیکہ نے کہا جب ابن عباس اور ابن زبیر کے درمیان بیعت کے متعلق گفتگو ہوئی تو میں نے ابن عباس سے کہا اس کا باپ زبیر ہے

والدہ اسماء خالہ عائشہ نانا ابوبکر اور دادی صفیہ ہے۔ عبداللہ بن محمد نے کہا میں نے سفیان بن عُیینہ سے کہا اس حدیث کا اسناد بیان کریں کہ وہ کیا ہے؟ سفیان نے کہا حَدَّثَنَا تو ان کو کسی انسان نے مشغول کر دیا اور ابن جریج نے نہ کہا۔

۴۲۴۸ **شرح:** یہ واقعہ اس طرح ہے کہ جس وقت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے وفات پائی اور یزید نے حکومت سنبھالی تو عبداللہ بن زبیر نے یزید کی بیعت نہ کی۔ جب انہیں یزید کی موت کی خبر پہنچی تو لوگوں کو دعوت دی کہ وہ اس کی بیعت کریں چنانچہ عبداللہ بن زبیر کی بیعت کرلی گئی اور اہلِ حجاز، مصر، عراق، خراسان اور اکثر شامیوں نے ان کی اطاعت قبول کرلی۔ ابن عباس اور محمد بن حنفیہ دونوں مکہ مکرمہ میں تھے۔ عبداللہ بن زبیر نے ان کو بلایا کہ اس کی بیعت کرلیں، لیکن انھوں نے بیعت نہ کی اور کہا جب تمام لوگ متفق ہو جائیں گے تو ہم بیعت کریں گے۔ بہت سے لوگوں نے ان دونوں کی موافقت کی اور ابن زبیر کی بیعت نہ کی تو اس نے ان پر سختی کی اور ان کا محاصرہ کرلیا۔ جب یہ خبر مختار بن ابی عُبید ثقفی کو پہنچی جبکہ اسے کوفہ میں غلبہ حاصل تھا تو اس نے لشکر بھیج کر ابن عباس اور محمد بن حنفیہ کو مکہ سے باہر نکال لیا اور ان سے کہا کہ ابن زبیر کا مقابلہ کریں۔ انھوں نے مختار کی یہ بات تسلیم نہ کی اور طائف میں چلے گئے اور وہیں اقامت کرلی اور ۶۸ ہجری میں وفات پا گئے۔ اس وقت عبداللہ بن زبیر شہید ہو چکے تھے ابن ابی ملیکہ نے کہا میں نے ابن عباس سے کہا کہ آپ عبداللہ بن زبیر کی بیعت کیوں نہیں کرتے حالانکہ وہ خلافت کے مستحق ہیں۔ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے والد زبیر کو اپنا حواری فرمایا ہے اور وہ عشرہ مبشرہ سے ہیں ان کی والدہ اسماء بنت ابی بکر ہے۔ خالہ ام المؤمنین عائشہ، نانا ابوبکر صدیق اور دادی صفیہ بنت عبدالمطلب ہے جو زبیر کی والدہ ہے یقیناً جس میں یہ فضائل پائے جاتے ہیں وہ خلافت کا مستحق ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ کے شیخ عبداللہ بن محمد نے کہا میں نے سفیان بن عیینہ سے کہا کہ اس حدیث کا اسناد بیان کریں کہ وہ کیا ہے سفیان نے کہا حدثنا پھر کسی انسان نے ان کو مشغول کر دیا تو انھوں نے ابن جریج نے نہ کہا اور یہ معلوم نہ ہوا کہ ابن جریج سے یہ روایت بالواسطہ ہے یا بلا واسطہ ہے۔ اگر یہ سوال پوچھا جائے اسناد تو مذکور ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مقصود یہ ہے کہ مذکور اسناد میں عَنعَنہ کی کیفیت معلوم نہیں کہ اس میں واسطہ ہے یا نہیں اسی لئے امام بخاری نے اس حدیث کو دو اور طرق سے ذکر کیا ہے۔

اسماء رجال

٭ ابن عیینہ وہ سفیان بن عیینہ ہیں ٭ ابن جریج وہ عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج ہیں۔ ٭ اور ابن ابی ملیکہ وہ عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی ملیکہ ہیں۔

۴۳۴۹ ـــ حَدَّثَنِیْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ یَحْیَی بْنُ مَعِیْنٍ
قَالَ حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ قَالَ ابْنُ جُرَیْجٍ قَالَ ابْنُ اَبِیْ مُلَیْکَةَ وَکَانَ بَیْنَهُمَا شَیْءٌ
فَغَدَوْتُ عَلَی ابْنِ عَبَّاسٍ فَقُلْتُ اَتُرِیْدُ اَنْ تُقَاتِلَ ابْنَ الزُّبَیْرِ فَتُحِلَّ حَرَمَ
اللّٰهِ فَقَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ کَتَبَ ابْنَ الزُّبَیْرِ وَبَنِیْ اُمَیَّةَ مُحِلِّیْنَ وَاِنِّیْ
وَاللّٰهِ لَا اُحِلُّهٗ اَبَدًا قَالَ قَالَ النَّاسُ بَایِعْ لِابْنِ الزُّبَیْرِ فَقُلْتُ وَاَیْنَ بِهٰذَا
الْاَمْرِ عَنْهُ اَمَّا اَبُوْهُ فَحَوَارِیُّ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُرِیْدُ الزُّبَیْرَ وَ
اَمَّا جَدُّهٗ فَصَاحِبُ الْغَارِ یُرِیْدُ اَبَا بَکْرٍ وَاُمُّهٗ فَذَاتُ النِّطَاقِ یُرِیْدُ
اَسْمَآءَ وَاَمَّا خَالَتُهٗ فَاُمُّ الْمُؤْمِنِیْنَ یُرِیْدُ عَائِشَةَ وَاَمَّا عَمَّتُهٗ فَزَوْجُ النَّبِیِّ
صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُرِیْدُ خَدِیْجَةَ وَاَمَّا عَمَّةُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ
فَجَدَّتُهٗ یُرِیْدُ صَفِیَّةَ ثُمَّ عَفِیْفٌ فِی الْاِسْلَامِ قَارِیٌٔ لِلْقُرْاٰنِ وَاللّٰهِ اِنْ

۴۳۴۹ ـــ ترجمہ : ابن جُریج نے کہا کہ ابن ابی ملیکہ نے کہا ابن عباس اور ابن زبیر کے درمیان کوئی چیز تھی (جو دو مخالفوں کے درمیان ہوتی ہے) میں صبح کو ابن عباس کے پاس گیا اور اُن سے کہا کیا آپ ابن زبیر سے جنگ کرنا چاہتے ہیں؟ اور اللہ کے حرم کو حلال کرو گے۔ ابن عباس نے کہا (معاذاللہ) میں ایسے کام سے پناہ چاہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے ابن زبیر اور بنی اُمیّہ کا یہ مقدر کیا ہے کہ وہ حرم کو حلال کرتے ہیں اور میں بخدا! حرم کو کبھی حلال نہ کروں گا۔ ابن عباس نے کہا لوگ کہتے ہیں ابن زبیر کی بیعت کر لو تو میں اُن سے کہتا ہوں خلافت ابن زبیرؓ سے دُور نہیں (وہ اس کے لائق ہے کیونکہ وہ صاحبِ فضائل ہے) اس کا والد یعنی زبیر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حواری (مددگار) ہے۔ اس کا نانا یعنی ابوبکر صاحبِ غار ہے۔ اس کی والدہ یعنی اسماء صاحبِ نطاق ہے۔ اس کی خالہ یعنی عائشہ رضی اللہ عنہا ام المؤمنین ہے۔ اس کی پھوپھی یعنی خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رفیقۂ حیات ہے۔ اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی یعنی صفیہ بنت عبدالمطلب اس کی دادی ہے۔ پھر وہ خود اسلام میں پاکدامن اور قرآن کریم کا قاری ہے۔ خدا کی قسم! اگر بنو امیّہ ہم سے اچھا برتاؤ کریں

وَصَلُوْنِيْ صَلُوْنِيْ مِنْ قَرِيْبٍ وَإِنْ رَبُّوْنِيْ رَبَّنِيْ أَكْفَاءٌ كِرَامٌ فَآثَرَ التُّوَيْتَاتِ وَالْأُسَامَاتِ وَالْحُمَيْدَاتِ يُرِيْدُ أَبْطُنًا مِنْ بَنِيْ أَسَدٍ بَنِيْ تُوَيْتٍ وَبَنِيْ أُسَامَةَ وَبَنِيْ أَسَدٍ إِنَّ ابْنَ أَبِي الْعَاصِ بَرَزَ يَمْشِي الْقُدَمِيَّةَ يَعْنِيْ عَبْدَ الْمَلِكِ بْنَ مَرْوَانَ وَإِنَّهُ لَوَّى ذَنَبَهُ يَعْنِي ابْنَ الزُّبَيْرِ۔

تو یہ ان کے لائق ہے کہ وہ ہمارے قریبی ہیں اگر وہ ہماری پرورش کریں تو یہ ان کے لائق ہے وہ بزرگوں جیسے ہیں۔ ابن زبیر نے تویتات، اُسامات اور حُمیدات کو اختیار کیا۔ ابن عباس کی مراد، بنی اسد، بنی تویت بنی اُسامہ اور بنی حُمید چھوٹے چھوٹے قبیلے ہیں۔ ابن ابی العاص یعنی عبدالملک بن مروان ظاہر ہوا اس حال میں کہ وہ تکبر سے چلتا تھا اور اس یعنی ابن زبیر نے اپنی دم مروڑلی ہے (بزدل بن گیا ہے)

4349 **شرح:** امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ابن عباس اور ابن زبیر کے درمیان جو چیز بھی اس کی وضاحت نہیں کی۔ بعض علما نے کہا وہ ان کا باہم بعض قراءت میں اختلاف تھا اسی لئے اُنھوں نے عبدالملک بن مروان کی امارت کی طرف رجوع کیا تھا۔ ابن ابی ملیکہ نے ابن عباس سے کہا کیا آپ ابن زبیر سے مقاتلہ کا ارادہ کرتے ہیں۔ اس حال میں اللہ کے حرم کو حلال کریں گے؟ ابن عباس نے کہا میں اس سے پناہ چاہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ ابن زبیر اور بنی امیہ کے مقدر میں کیا ہے کہ وہ اللہ کے حرم کو حلال کرتے ہیں اور اس کی توہین کرتے ہیں۔ میں ایسا ہرگز نہیں کروں گا۔ ابن عباس نے کہا ابن زبیر کے ساتھی لوگ مجھے کہتے ہیں کہ میں اس کی بیعت کرلوں یہ درست ہے۔ ابن زبیر خلافت کے لائق ہے۔ کیونکہ اس کے بہت فضائل ہیں جو معیار خلافت ہیں کیونکہ اس کے والد حضرت زبیر ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حواری اور مددگار رہے ہیں اور ان کی والدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما صاحب نطاق ہیں جنہوں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ہجرت کے وقت تیار کیا تھا اور ان کی خالہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا بنت ابی بکر صدیق ہیں اور ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ زوجۂ محترمہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی پھوپھی ہیں۔ یہ مجاز ہے کیونکہ خدیجہ بنت خویلد بن اسد عوام بن خویلد کی ہمشیرہ ہیں۔ عبداللہ بن زبیر کے والد کی پھوپھی ہیں۔ پھر ابن عباس نے کہا سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی صفیہ بنت عبدالمطلب ان کی نانی ہیں۔ اتنے فضائل ہوتے ہوئے وہ خلافت کے کیوں نہ لائق ہوں جبکہ اسلام میں پاکدامن اور قرآن کریم کے قاری بھی ہیں۔ پھر ابن عباس نے عبداللہ بن زبیر کو عتاب کرتے ہوئے بنی امیہ کی تعریف کی اور

۴۳۵۰ — حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ بْنِ مَيْمُوْنٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ عِيْسَى ابْنُ يُوْنُسَ عَنْ عُمَرَ بْنِ سَعِيْدٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ ابْنُ أَبِيْ مُلَيْكَةَ قَالَ دَخَلْنَا عَلَى ابْنِ عَبَّاسٍ فَقَالَ أَلَا تَعْجَبُوْنَ لِابْنِ الزُّبَيْرِ قَامَ فِيْ أَمْرِهِ هٰذَا فَقُلْتُ لَأُحَاسِبَنَّ نَفْسِيْ لَهُ مَا حَاسَبْتُهَا لِأَبِيْ بَكْرٍ وَلَا لِعُمَرَ وَلَهُمَا

کہا اگر بنو اُمیّہ میرے ساتھ بھلائی کریں تو وہ اس کے لائق ہیں کیونکہ وہ میرے بہت قریب ہیں یہ اس لئے کہ عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف ہیں جبکہ امیہ بن عبدشمس بن عبدمناف ہیں۔ یعنی عبدمناف دونوں کے جدامجد ہیں اور یہ نسب میں بہت قریب ہیں اور عبدالمطلب مروان بن حکم بن ابی العاص کے دادے امیہ کے چچا کے بیٹے ہیں۔ اس طرح ابن عباس نے بنی امیہ کی ثناء کی اور ابن زبیر پر عتاب کیا۔

قولہ فآثر التوبیتات الخ یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہما نے تو یتات، اسامات اور حمیدات چھوٹے خاندانوں کو بطور تحقیر و تقلیل ذکر کیا۔ اسی لئے ان کو جمع قلت ''اَبْطُنًا'' کے صیغہ سے ذکر کیا۔ تویتات تویت کی جمع ہے اور وہ ابن حارث بن عبدالعزیٰ بن قصی ہیں اور اسامات اسامہ کی جمع ہے یہ بنی اسامہ بن اسد بن عبدالعزیٰ ہیں اور حمیدات بنی حمید بن زہیر بن حارث بن اسد بن عبدالعزیٰ کی طرف منسوب ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ابن الزبیر نے ان کمزور اور حقیر خاندانوں کا سہارا لیا اور ان کو مجھ پر ترجیح دی میں ایسی ذلت سے راضی نہیں ہوں۔ پھر ابن زبیر نے یہ کمزوری ظاہر کی کہ عبدالملک بن مروان بن حکم بن ابی العاص ٹہلتا ہوا فخر سے چلتا ہوا آیا تو ابن زبیر جبانت اور آرام کو اختیار کرتے ہوئے رہ گیا۔ داؤدی نے کہا ابن زبیر ٹھہر گیا نہ آگے بڑھا اور نہ پیچھے ہٹا۔ ابن تین نے کہا اپنے ارادے کو پورا نہ کیا واقعہ بھی ایسا ہی تھا کیونکہ عبدالملک آگے بڑھتا رہا اور فتوحات میں کامیابی حاصل کرتا رہا حتی کہ عراق کو ابن زبیر سے چھین لیا اور ان کے بھائی مصعب بن زبیر کو قتل کیا پھر ابن زبیر کی طرف لشکر بھیجے۔ پھر ہوا جو ہوا اس طرح ابن زبیر تنزل و انحطاط میں اترتے رہے حتی کہ شہید ہو گئے اناللہ وانا الیہ راجعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

قولہ یمشی القدمیہ یعنی فخر سے چلتا ہے یہ اس شخص کی مثال ہے جو امور میں ارتقا کے منازل پر فائز ہو اور ان میں کوشش کرتا رہے۔ ابن اثیر نے کہا بخاری کے نزدیک قدمیہ کے معنی ہیں شرافت و فضیلت میں بلند مقام حاصل کرنا یعنی عبدالملک ہر لحظہ ان مقامات پر فائز رہا۔

كَانَا أَوْلَى بِكُلِّ خَيْرٍ مِنْهُ وَقُلْتُ ابْنُ عَمَّةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَابْنُ الزُّبَيْرِ وَابْنُ أَبِي بَكْرٍ وَابْنُ أَخِي خَدِيجَةَ وَابْنُ أُخْتِ عَائِشَةَ فَإِذَا هُوَ يَتَعَلَّى عَنِّي وَلَا يُرِيدُ ذَالِكَ فَقُلْتُ مَا كُنْتُ أَظُنُّ أَنِّي أَعْرِضُ هٰذَا مِنْ نَفْسِي فَيَدَعُهُ وَمَا أُرَاهُ يُرِيدُ خَيْرًا وَإِنْ كَانَ لَا بُدَّ لِأَنْ يَرُبَّنِي بَنُو عَمِّي أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ يَرُبَّنِي غَيْرُهُم

۴۳۵۰ — **ترجمہ**: ابن ابی ملیکہ نے روایت کی کہ ہم ابن عباس کے پاس گئے تو اُنھوں نے کہا تم ابن زبیر پر تعجب نہیں کرتے کہ وہ خلافت کے لئے کھڑے ہوئے تو میں نے کہا ابن زبیر کے متعلق اپنے نفس کا محاسبہ کروں گا۔ ابوبکر صدیق اور عمر فاروق کے متعلق میں نے اپنے نفس کا محاسبہ نہیں کیا تھا البتہ وہ دونوں ہر خیر میں ابن زبیر سے بہتر تھے۔ میں نے سوچا کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی کے بیٹے۔ زبیر کے صاحبزادے ابوبکر صدیق کے نواسے خدیجۃ الکبریٰ کے بھتیجے اور ام المؤمنین عائشہ کے بھانجے ہیں پھر کیا دیکھتا ہوں کہ وہ مجھ سے علیحدہ رہنے لگے ہیں اور میری مدد نہیں چاہتے ہیں پس میں نے دل میں کہا میں یہ گمان نہیں کروں گا کہ میں اس کے لئے خضوع ظاہر کروں اور وہ اس کو ترک کرے (اور مجھ سے خوش نہ ہو) میں اس کو گمان نہیں کرتا کہ وہ میرے ساتھ نیکی کا ارادہ کرے گا۔ اگر یہ ضروری بات ہے (جو انہوں نے کیا ہے) تو میرے چچا کے بیٹے میری پرورش کریں (بنو امیہ امراء ہو جائیں) مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ ان کا غیر میری پرورش کرے۔

۴۳۵۰ — **شرح**: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا میں ابن زبیر کے متعلق اپنے نفس کا محاسبہ کروں گا یعنی میں ابن زبیر کی مدد کے لئے اپنی پوری کوشش کروں گا اور اس کے ساتھ پورا اخلاص کروں گا اور اُن سے ہر تکلیف زائل کروں گا جو میں نے ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے لئے نہیں کیا کیونکہ وہ بذاتِ خود بہتر تھے۔ داؤدی نے اس کے معنی یہ بیان کئے ہیں کہ میں ابن زبیر کی وہ خوبیاں بیان کروں گا جو شیخین کے لئے بیان کرنا نہ سمجھیں کیونکہ وہ ان میں اظہر من الشمس تھے اور ابن زبیر کے مناقب اور خوبیاں اتنی شہرۂ آفاق نہیں جتنی ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی خوبیاں معروف ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ اس لئے فرمایا کہ لوگوں پر واضح کر دیں کہ وہ ابن زبیر کے حق میں بہت مخلص ہیں (قسطلانی)

بعض نے اس کے معنی یہ بیان کئے ہیں کہ میں ابن زبیر کے خلافت کے لئے کھڑے ہونے میں ان کی

بَابُ قَوْلُہٗ تعالیٰ وَالْمُؤَلَّفَۃِ قُلُوْبُھُمْ
وَقَالَ مُجَاھِدٌ یَتَأَلَّفُھُمْ بِالْعَطِیَّۃِ

خیر خواہی کروں گا اور انہیں اس سے منع کروں گا کہ وہ خلافت کے معاملہ میں نہ پڑیں (تیسیر القاری و عینی)
قولہ ماحاسبتُھا ،، میں کلمہ " ما " نافیہ ہے۔ یعنی میں نے ابوبکر کے لئے اپنے نفس کا محاسبہ نہیں کیا اور نہ عمر فاروق کے لئے کیا ہے اس حال میں کہ وہ دونوں ہر خیر میں ابن زبیر سے بہتر تھے۔
قولہ فَاِذَا ھُوَ یَتَعَلّٰی آہ یعنی ابن زبیر مجھ پر اعراض کرتے ہیں میری مدد کی خواہش نہیں رکھتے اور مجھ سے دُور دُور رہتے ہیں۔ ان کی یہ خواہش نہیں کہ میں ان کا مقرب بنوں تو میں بھی یہ خیال نہ کروں گا کہ میں تو ان کے حق میں اخلاص کا اظہار کروں اور رضامندی ظاہر کروں اور وہ اس کا خیال تک نہ کریں اور نہ اس کی خواہش کریں اور وہ مجھ سے اعراض کر کے اچھا نہیں کر رہے ہیں ۔ اگر یہی بات ہے جو وہ کر رہے ہیں تو پھر بنو امیہ امراء ہو جائیں اور وہ میرے جملہ امور سرانجام دیں حالانکہ وہ میرے چچا کے بیٹے ہیں تو میرے لئے وہی اس سے بہتر ہیں کہ کوئی اور شخص یہ کام سرانجام دے اور میرا ان کی اطاعت کر لینا دوسروں کی اطاعت کرنے سے بہتر ہے جو نسب میں اُن سے کتنے دُور ہیں۔

باب اور مؤلفۃ القلوب
مجاہد نے کہا ان کو عطا یا دے کر ان کی تالیف کرے ،،

اس سے اس آیت کریمہ اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاکِیْنِ وَالْعَامِلِیْنَ عَلَیْھَا وَالْمُؤَلَّفَۃِ قُلُوْبُھُمْ وَفِی الرِّقَابِ ،، کی طرف اشارہ کیا۔ یہ آیت صدقہ ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے صدقات کے مصارف بیان فرمائے ہیں اور وہ آٹھ قسمیں ہیں، لیکن ان میں سے مؤلفۃ القلوب ساقط ہو چکے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غالب کر دیا ہے اور ایسے لوگوں کی اسلام کو ضرورت نہیں رہی جن کو مال و دولت دے کر اسلام کی طرف راغب کیا جائے اور ان کی تالیف قلب کی جائے کیونکہ وہ لوگ مسلمانوں کو اذیت نہیں پہنچا سکتے۔ سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ان کو صدقات دینے میں اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ ان کو صدقات نہ دیئے جائیں۔ بعض کہتے ہیں کہ دیئے جائیں کیونکہ سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ اور ہوازن کی شکست کے بعد ان کو صدقات عطا کیئے تھے۔ پھر صدیق اکبر یا عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے عہدِ خلافت میں ان کو صدقات دینے ختم کر دیئے گئے۔ یہ لوگ پچاس افراد کے

۴۳۵۱ ـــ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ أَبِي نُعْمٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ بُعِثَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَيْءٍ فَقَسَمَهُ بَيْنَ أَرْبَعَةٍ وَقَالَ أَتَأَلَّفُهُمْ فَقَالَ رَجُلٌ مَا عَدَلْتَ فَقَالَ يَخْرُجُ مِنْ ضِئْضِئِ هٰذَا قَوْمٌ يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ

بَابُ قَوْلِهِ الَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ يَلْمِزُوْنَ يَعِيْبُوْنَ جُهْدَهُمْ وَجَهْدَهُمْ طَاقَتَهُمْ

لگ بھگ تھے۔ ان میں سے ابو سفیان اور ان کے بیٹے معاویہ، حکیم بن حزام اور عباس بن مرداس تھے۔ اس بات میں بھی اختلاف رائے پایا جاتا ہے کہ ان سے تالیف ان کے اسلام لانے سے پہلے یا ان کے اسلام لانے کے بعد ان کی تالیف کی۔

۴۳۵۱ ـــ ترجمہ : ابو سعید رضی اللہ عنہ نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک شئی بھیجی گئی تو آپ نے وہ چار شخصوں میں تقسیم کردی اور فرمایا میں ان کے دلوں کو اسلام کی طرف مائل کرتا ہوں۔ ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہ آپ نے انصاف نہیں کیا۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس آدمی کی نسل سے ایک قوم ظاہر ہوگی جو دین سے باہر نکل جائیں گے "

۴۳۵۱ ـــ شرح : جن چار اشخاص میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مال تقسیم کیا وہ اقرع ابن حابس، عیینہ بن بدر، زید بن مہلہل اور علقمہ بن علاثہ چاروں نجدی تھے۔ جس آدمی نے اعتراض کیا تھا وہ ذوالخویصرہ تھا۔

قولہ ضئضئ بمعنی نسل ہے اور یمرقون بمعنی یخرجون ہے ،

(حدیث ۳۱۲۸ کی شرح میں اس کی تفصیل دیکھیں)

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد! وہ جو عیب لگاتے ہیں اُن مسلمانوں کو جو دل سے خیرات کرتے ہیں " یَلْمِزُوْنَ بمعنی یَعِیْبُوْنَ ہے "

۴۳۵۲۔ حَدَّثَنِیْ بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ اَبُوْ مُحَمَّدٍ قَالَ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سُلَیْمَانَ عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ عَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ قَالَ لَمَّا اُمِرْنَا بِالصَّدَقَةِ کُنَّا نَتَحَامَلُ فَجَآءَ اَبُوْ عَقِیْلٍ بِنِصْفِ صَاعٍ وَجَاءَ اِنْسَانٌ بِاَکْثَرَ مِنْهُ فَقَالَ الْمُنٰفِقُوْنَ اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِیٌّ عَنْ صَدَقَةِ هٰذَا وَمَا فَعَلَ هٰذَا الْاٰخَرُ اِلَّا رِیَآءً فَنَزَلَتْ اَلَّذِیْنَ یَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِیْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ فِی الصَّدَقَاتِ وَالَّذِیْنَ لَا یَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ

تفسیر: اس آیت کریمہ میں منافقوں کے صفات کا ذکر ہے کہ اُن کے عیب لگانے سے کوئی نہیں بچتا۔ وہ ہر حال میں مسلمانوں کو عیب لگانے میں کوشش کرتے ہیں حتیٰ کہ اللہ کی راہ میں خیرات کرنے والے بھی ان کی نکتہ چینی سے سالم نہیں رہتے۔ اگر کوئی اللہ کی راہ میں کثیر مال صدقہ کرے تو وہ اس کو ریاکار بناتے ہیں۔ اگر کوئی معمولی سی شئی خیرات کرے تو کہتے ہیں اس حقیر شئ کو اللہ کیا کرے گا

جُهْدَهُمْ اس سے اس آیت کریمہ وَالَّذِیْنَ لَا یَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ" کی طرف اشارہ کیا اور "جُهد" کی طاقت سے تفسیر کی جُهد بضم الجیم بمعنی طاقت ہے اور بفتح الجیم بمعنی مشقت ہے۔ شعبی نے اس کو برعکس ذکر کیا ہے۔ بعض نے کہا دونوں لغات بیک معنی ہیں"

۴۳۵۲ — ترجمہ: ابومسعود رضی اللہ عنہ نے کہا جب ہمیں صدقہ کا حکم دیا گیا تو ہم مزدوری کرتے (بوجھ اُٹھا کر اُجرت لیتے) ابوعقیل نصف صاع صدقہ لے کر آئے اور ایک اور انسان اس سے زیادہ صدقہ لایا تو منافقوں نے کہا اللہ اس صدقہ سے مستغنی ہے اور دوسرے انسان نے یہ ریاکاری کی ہے تو یہ آیت کریمہ اَلَّذِیْنَ یَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِیْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ فِی الصَّدَقَاتِ وَالَّذِیْنَ لَا یَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ"، یعنی وہ جو عیب لگاتے ہیں ان مسلمانوں کو جو دل سے خیرات کرتے ہیں اور ان کو جو نہیں پاتے مگر اپنی محنت سے تو اُن سے ہنستے ہیں۔ اللہ ان کی ہنسی کی سزا دے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

۴۳۵۲ — شرح: ابوعقیل بفتح العین وکسر القاف ہے۔ اس کا نام حبحاب ہے۔ ذہبی نے

۴۳۵۳ــ حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ قُلْتُ لِأَبِي أُسَامَةَ أَحَدَّثَكُمْ زَائِدَةُ عَنْ سُلَيْمٰنَ عَنْ شَقِيْقٍ عَنْ أَبِي مَسْعُوْدٍ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُنَا بِالصَّدَقَةِ فَيَحْتَالُ أَحَدُنَا حَتّٰى يَجِيْءَ بِالْمُدِّ وَإِنَّ لِأَحَدِهِمُ الْيَوْمَ مِائَةَ أَلْفٍ كَأَنَّهُ يُعَرِّضُ بِنَفْسِهِ

تجرید صحابہ میں ذکر کیا۔ صاع یا نصف صاع صدقہ لانے والا شخص ابو عقیل تھا جس پر منافقوں نے عیب لگایا تھا۔ ابن عمر نے کتاب الاستیعاب میں ذکر کیا۔ ایک صاع صدقہ لانے والا شخص ابو عقیل ریاشی بنی انیف سے ہے جو بنی عمرو بن عوف کے حلیف ہیں وہ ایک صاع کھجوریں لائے اور ان کو بالاخانہ میں رکھ دیا۔ یہ دیکھ کر منافقین ہنسنے لگے اور کہا اللہ ابو عقیل کے ایک صاع کھجور سے مستغنی ہے۔ طبرانی نے کہا ابو عقیل کا نام حُبَاب ہے۔ عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن ثعلبہ بھی بتایا جاتا ہے۔ اس حدیث میں تصریح ہے کہ نصف صاع صدقہ لانے والا شخص ابو عقیل ہے اور حدیث ع۱۳۳۴ میں ایک صاع مذکور ہے اور لانے والے کے نام کی تصریح نہیں، لیکن اس میں منافات نہیں کیونکہ واقعہ متعدد ہو سکتا ہے۔ دوسرا انسان جو اس سے زیادہ خیرات لے کر آیا تھا وہ عبدالرحمٰن بن عوف تھے جو امراء صحابہ کرام میں سے تھے؛ بعض نے کہا وہ دو ہزار درہم لائے۔ بعض نے چار ہزار کہا ہے بعض نے کہا چار سو اوقیہ سونا لائے۔ بعض نے آٹھ ہزار درہم ذکر کئے ہیں۔ اس کو ابن حجر نے فتح الباری میں صحیح تر کہا ہے۔

(حدیث ع۱۳۳۴ کی شرح دیکھیں)

۴۳۵۳ــ ترجمہ: اسحاق بن ابراہیم نے کہا میں نے ابو اُسامہ سے کہا۔ کیا زائدہ نے سلیمان، شقیق کے ذریعے تمہیں ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے خبر دی ہے ــــ ؟ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں خیرات کرنے کا حکم دیتے تو ہم میں سے کوئی شخص مشقت و محنت کرتا اور ایک مد یعنی ایک سیر کھجور لاتا اور اب ان میں سے ایک آدمی کے پاس ایک لاکھ درہم یا دینار وغیرہ ہیں۔ گویا ابومسعود اپنی طرف اشارہ کرتے تھے۔

۴۳۵۳ــ شرح: یہ شقیق کا قول ہے کہ ابومسعود نے اپنی طرف اشارہ کرکے یہ کہا تھا علامہ کرمانی کی تقریر سے ظاہر ہوتا ہے کہ ابومسعود کا مقصد یہ ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم زمانۂ رسالت میں تنگدست تھے کہ ایک یا نصف صاع کھجور محنت کرکے لاتے

بَابُ قَوْلِهٖ تعالیٰ اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْلَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً ؕ

٤٢٥٤ — حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ عَنْ اَبِيْ اُسَامَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ لَمَّا تُوُفِّيَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اُبَيٍّ جَآءَ ابْنُهٗ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَاَلَهٗ اَنْ يُّعْطِيَهٗ قَمِيْصَهٗ يُكَفِّنُ فِيْهِ اَبَاهُ فَاَعْطَاهُ ثُمَّ سَاَلَهٗ اَنْ يُّصَلِّيَ عَلَيْهِ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُصَلِّيَ فَقَامَ عُمَرُ فَاَخَذَ بِثَوْبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ تُصَلِّيْ عَلَيْهِ وَقَدْ نَهَاكَ

تھے۔ اور اب یہ حال ہے کہ ان کے پاس لاکھوں درہم و دینار ہیں۔ یہ معنی باب کے زیادہ مناسب ہے۔
(حدیث ع۱۳۳۶ کی شرح دیکھیں)

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد! تم ان کی معافی چاہو یا نہ چاہو اگر تم ستّر بار ان کی معافی چاہو گے تو اللہ ہرگز انہیں نہیں بخشے گا اس لئے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول سے منکر ہوئے اور اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا

تفسیر: اوپر والی آیات سے منافقوں کا نفاق کھل کر سامنے آگیا۔ اور مسلمانوں پر ظاہر ہوگیا تو منافقین سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر کہنے لگے کہ ہماری معذرت قبول فرمائیں اور ہمارے لئے استغفار فرمائیں تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ ہرگز ان کی مغفرت نہ فرمائے گا چاہے آپ استغفار میں مبالغہ کریں۔

سبعین کے عدد سے مخصوص عدد مراد نہیں بلکہ کلامِ عرب میں اس سے مراد عدد کثیر ہوتا ہے اور اگر زیادہ ہو
تو اس عدد کے منافی نہیں (قسطلانی) صاحبِ تیسیر القاری نے کہا ہر جگہ یا ہر وقت یہ معنیٰ مراد نہیں ہوتا بہت
جگہیں ایسی بھی ہیں کہ وہاں یہی عدد مخصوص ہوتا ہے نہ اس سے زیادہ اور نہ کم مراد ہوتا ہے۔

۴۳۵۴ — ترجمہ: ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا جب عبداللہ بن اُبی (رئیس المنافقین) مرگیا
تو اس کا بیٹا عبداللہ بن عبداللہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔
نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہوئے تو عمر فاروق اُٹھے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کپڑا پکڑ کر عرض کیا
یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ اس کی نماز جنازہ پڑھیں گے حالانکہ آپ کے ربّ نے آپ کو اس کی نماز
جنازہ پڑھنے سے منع کیا ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے اختیار دیا اور
فرمایا ان کے لئے استغفار کریں یا استغفار نہ کریں اگر ان کے لئے ستّر بار بھی استغفار کریں
ہم اسے ہرگز نہیں بخشیں گے۔ میں ستّر سے زیادہ استغفار کروں گا۔ عمر فاروق نے کہا وہ تو منافق ہے
لیکن سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی نماز جنازہ پڑھا دی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیتِ کریمہ نازل فرمائی:
منافقوں میں سے جو کوئی مرجائے اس کی کبھی نماز جنازہ نہ پڑھیں اور نہ ہی اس کی قبر پر کھڑے ہوں۔

۴۳۵۴ — شرح: اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے منافق
کو اپنی قمیص کیوں دی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے اپنی قمیص
اس کو نہیں دی تھی بلکہ اس کے بیٹے کو دی تھی۔ علماء نے کہا ہے کہ عبداللہ بن ابی نے بدر کے روز اپنی قمیص حضرت
عباس رضی اللہ عنہ کو دی تھی۔ جبکہ وہ بدن سے ننگے تھے۔ اس کی مکافات کے لئے آپ نے منافق کو اپنی قمیص
دی تاکہ منافقوں کا آپ پر احسان نہ رہے۔ صاحبِ تیسیر نے ذکر کیا کہ جواب کی دونوں صورتوں سے تسلی نہیں
ہوتی کیونکہ اس میں یہ ہے کہ اس کے بیٹے نے قمیص طلب کی تھی۔ اس کے بعد لاحق باب میں یہ نہیں اس میں یہ
ہے کہ فَاَعْطَاہُ وَاَمَرَہٗ ان یکفنہ فیہ،، کہ آپ نے اس کو قمیص دی کہ اس میں اپنے باپ کو کفن دے
دوسری صورت میں بھی کلام ہے کیونکہ اگر مقصود مکافات ہی تھی تو اس کی زندگی میں دینا چاہیئے تھا یا اس کے
وارثوں کو دیتے۔ تسلی بخش جواب یہ ہو سکتا ہے کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ظاہری حال پر عمل کرنے میں مامور
تھے بظاہر وہ کلمہ پڑھتا تھا اس کے ضمن میں مصلحت تھی وہ یہ کہ آپ کے اس عمل سے عبداللہ کی قوم سے بہت
لوگ مسلمان ہوگئے تھے۔ اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ یہ آیتِ کریمہ کہ آپ منافقوں کی نماز جنازہ نہ پڑھیں،،
اس واقعہ کے بعد نازل ہوئی تھی تو اس سے پہلے آپ کو منع نہیں کیا گیا تو عمر فاروق کا یہ کہنا کہ اللہ نے آپ
کو منع کیا ہے کیسے صحیح ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد: مَاکَانَ لِلنَّبِیِّ وَالَّذِیْنَ
اٰمَنُوْٓا اَنْ یَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِکِیْنَ،، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنوں کے یہ لائق نہیں کہ وہ مشرکوں کے لئے
استغفار کریں سے عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے یہ سمجھا تھا یا اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِیْنَ مَرَّةً فَلَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ

رَبُّكَ اَنْ تُصَلِّیَ عَلَیْهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا خَیَّرَنِیَ اللّٰهُ فَقَالَ اِسْتَغْفِرْلَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْلَهُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْلَهُمْ سَبْعِیْنَ مَرَّةً وَسَاَزِیْدُهٗ عَلَی السَّبْعِیْنَ قَالَ اِنَّهٗ مُنَافِقٌ قَالَ فَصَلّٰی عَلَیْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓی اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِهٖ

سے سمجھا کہ منافقوں کے لئے نمازِ جنازہ پڑھنا ممنوع ہے۔ کیونکہ استغفار سے مغفرت کا فائدہ نہیں تو وہ عبث ہے۔ لہٰذا استغفار ہی ممنوع ہے۔ علامہ قرطبی نے کہا یہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو الہام ہُوا تھا اور اس کے مطابق ہی بعد میں منافقوں کے لئے نماز پڑھنا ممنوع قرار دیا گیا۔

سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے منافق کی نمازِ جنازہ کیوں پڑھی؟

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہر کلمہ گو پر بہت شفیق و رحیم تھے۔ اسی لئے عبداللہ بن ابی کی نمازِ جنازہ پڑھی کیونکہ وہ بظاہر کلمہ گو تھا پھر اس میں اس کے بیٹے کی خاطرداری اور اس کی قوم کے لئے تسکین بھی تھی۔ اس لئے آپ نے دو امور سے احسن اور افضل کو اختیار کیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ دین میں بہت متصلب اور مضبوط تھے اور منافقین کے بارہ میں سخت پالیسی رکھتے تھے جبکہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی نظرِ پاک کو انِ مستقبلہ پر تھی۔ چنانچہ آپ کے اس عمل سے ہزار دں لوگ کلمۂ اسلام سے مشرف ہُوئے۔ علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا کہ طبری نے اس قصہ کے متعلق سعید کے طریق سے قتادہ سے روایت کی کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓی اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ نازل فرمائی۔ اُنھوں نے کہا ہم سے سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر فرمایا کہ میری قمیص عبداللہ ابن ابیّ کو کچھ فائدہ نہ دے گی اور مجھے اُمید ہے کہ اس عمل کے سبب اس کی قوم سے ایک ہزار آدمی مسلمان ہو جائے گا۔ اس کے بعد آپ نے منافقوں پر نماز جنازہ پڑھنا ترک کر دی چنانچہ ابن عباس سے روایت ہے کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ کی نماز جنازہ پڑھی پھر اس کے تھوڑی دیر بعد یہ آیت نازل ہُوئی کہ آپ منافقوں کی نماز جنازہ نہ پڑھیں اور نہ ان کی قبروں پر کھڑے ہوں۔ ابن اسحاق نے مغازی میں ذکر کیا کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بعد کسی منافق کی نماز جنازہ نہیں پڑھی حتیٰ کہ وفات

۴۳۵۵ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ
ح وَقَالَ غَيْرُهُ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ
أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ
أَنَّهُ قَالَ لَمَّا مَاتَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أُبَيٍّ ابْنُ سَلُولَ دُعِيَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُصَلِّيَ عَلَيْهِ فَلَمَّا قَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَثَبْتُ
إِلَيْهِ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَتُصَلِّي عَلَى ابْنِ أُبَيٍّ وَقَدْ قَالَ يَوْمَ كَذَا كَذَا وَكَذَا
قَالَ أُعَدِّدُ عَلَيْهِ قَوْلَهُ فَتَبَسَّمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ أَخِّرْ
عَنِّي يَا عُمَرُ فَلَمَّا أَكْثَرْتُ عَلَيْهِ قَالَ إِنِّي خُيِّرْتُ فَاخْتَرْتُ لَوْ أَعْلَمُ أَنِّي إِنْ
زِدْتُ عَلَى السَّبْعِينَ فَغُفِرَ لَهُ لَزِدْتُ عَلَيْهَا قَالَ فَصَلَّى عَلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ انْصَرَفَ فَلَمْ يَمْكُثْ إِلَّا يَسِيرًا حَتَّى نَزَلَتِ الْآيَتَانِ
مِنْ بَرَاءَةَ وَلَا تُصَلِّ عَلَى أَحَدٍ مِنْهُمْ مَاتَ أَبَدًا إِلَى قَوْلِهِ وَهُمْ فَاسِقُونَ
قَالَ فَعَجِبْتُ بَعْدُ مِنْ جُرْأَتِي عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللَّهُ

پاگئے۔ (حدیث ۱۱۹۸، ۱۱۹۹ کی شرح دیکھیں)

۴۳۵۵ — ترجمہ : ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روائت ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب عبداللہ بن اُبَیّ بن سلول مرگیا تو اس کی نماز جنازہ کے لئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کو بلایا گیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم (نماز جنازہ پڑھنے) کھڑے ہوئے تو میں جلدی سے آپ کی طرف بڑھا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم! آپ ابن ابی کی نماز جنازہ پڑھنے لگے ہیں، حالانکہ اُس نے فلاں روز یوں یوں کہا تھا۔ عمر فاروق نے کہا میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلّم سے اس کی باتیں گن گن کر بیان کر رہا تھا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے تبسّم فرماتے ہوئے فرمایا اے عمر! مجھ سے پیچھے ہوجاؤ! جب میں نے آپ سے زیادہ کہا تو فرمایا مجھے اختیار دیا گیا ہے (کہ اس کے لئے استغفار کروں یا نہ کروں)

وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ تعالیٰ

بَابُ قَوْلِہٖ وَلَا تُصَلِّ عَلٰی اَحَدٍ مِّنْھُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِہٖ

تو میں نے ایک طرف اختیار کر لی ہے۔ اگر میں جانتا کہ ستر سے زیادہ بار استغفار کروں تو اللہ اس کو بخش دے گا تو اس پر زیادہ کرتا۔ عمر فاروق نے کہا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ پڑھی پھر واپس تشریف لے آئے ابھی تھوڑی دیر ہوئی تھی کہ سورۂ براءت کی یہ دو آیتیں نازل ہوئیں ولا تصلی منافقوں میں سے جو مر جائے اس کی نماز جنازہ نہ پڑھائیں۔ فاسقون تک نازل ہوئی۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا اس کے بعد میں نے آپ پر اتنی جراءت کرنے پر تعجب کیا۔ حالانکہ اللہ اور اس کے رسول مجھ سے زیادہ جانتے ہیں۔ واللہ ورسولہ اعلم!

۴۳۵۵ — شرح: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن ابی کے وہ اقوال ذکر کئے جو اس نے مسلمانوں کے متعلق کہے تھے کہ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰی مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ حَتّٰی یَنْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِہٖ ،، کہ ان لوگوں پر خرچ نہ کرو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہیں حتی کہ وہ چلے جائیں اور اس نے کہا لَیُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْھَا الْاَذَلَّ ،، مدینہ منورہ سے غالب کمزور کو نکال دے گا۔ یہ اس نے جنگ اُحد کے موقعہ پر کہا تھا جبکہ مسلمان سخت مصیبت سے دوچار تھے۔ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں ذکر کیا گیا ہے کہ جب عبداللہ کے لڑکے عبداللہ نے یہ سنا تو اسے راستہ میں پکڑ کر تلوار برہنہ کر لی اور کہا کہو کہ میں اور میرے ساتھی ذلیل وخوار ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ معزز ترین اصحاب ہیں۔ اگر اس وقت یہ نہ کہے گا تو میں تیرا سر کاٹ ڈالوں گا۔ عبداللہ بن ابی نے اپنے بیٹے سے خلاصی پانے کے لئے کہا کہ وہ اور اس کے ساتھی ذلیل وخوار ہیں اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب عزیز ترین معزز بزرگ ہیں۔ پھر عبداللہ نے اس کو چھوڑ دیا۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم عمر فاروق کے دینی تعصب پر خوش ہوئے اور تبسم کرتے ہوئے فرمایا اے عمر ذرا پیچھے ہو جاؤ نماز پڑھیں مجھے اللہ نے صراحۃً منع نہیں فرمایا۔ (حدیث ع ۱۱۹۹ کی شرح دیکھیں)

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد! اور اُن میں سے کسی کی میت پر کبھی نماز نہ پڑھنا اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہونا ،،

۴۳۵۶ — حَدَّثَنِیْ اِبْرَاهِیْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ عِیَاضٍ عَنْ عُبَیْدِ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ قَالَ لَمَّا تُوُفِّیَ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ اُبَیٍّ جَآءَ ابْنُهٗ عَبْدُ اللّٰهِ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَعْطَاهُ قَمِیْصَهٗ وَاَمَرَهٗ اَنْ یُّکَفِّنَهٗ فِیْهِ ثُمَّ قَامَ یُصَلِّیْ عَلَیْهِ فَاَخَذَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ بِثَوْبِهٖ فَقَالَ تُصَلِّیْ عَلَیْهِ وَهُوَ مُنَافِقٌ وَقَدْ نَهَاكَ اللّٰهُ اَنْ تَسْتَغْفِرَ لَهُمْ ۞ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِیْنَ مَرَّةً فَلَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ فَقَالَ سَاَزِیْدُهٗ عَلٰی سَبْعِیْنَ قَالَ فَصَلّٰی عَلَیْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَصَلَّیْنَا مَعَهٗ ثُمَّ اُنْزِلَ عَلَیْهِ وَلَا تُصَلِّ عَلٰی اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِهٖ اِنَّهُمْ کَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ

تفسیر: اس آیت کریمہ میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو منافقین کے جنازے کی نماز اور اُن کے دفن میں شرکت کرنے سے منع فرمایا گیا۔ معلوم ہُوا کہ کافر کے جنازے کی نماز کسی حال میں جائز نہیں اور کافر کی قبر پر دفن و زیارت کے لئے کھڑا ہونا بھی ممنوع ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا ہے کہ وہ فاسق ہی مر گئے اس فسق سے مراد کفر ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "کیا جو مومن ہو فاسق جیسا ہو سکتا ہے؟ بظاہر اس آیت کریمہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تمام منافقوں کا یہی حال ہے لیکن دیگر روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مخصوص منافقوں کے بارے میں نازل ہُوئی ہے۔ چنانچہ واقدی نے کہا ہمیں معمر نے زہری سے خبر دی کہ انہوں نے کہا حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ جو جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رازدان ہیں نے کہا
مجھے جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تم سے ایک راز کی بات کہتا ہوں وہ کسی سے ذکر نہ کرنا مجھے فلاں فلاں شخص کی نماز جنازہ پڑھنے سے منع کیا گیا ہے اور چند منافقوں کے نام ذکر کئے۔ اسی لئے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جب کسی شخص کی نماز جنازہ پڑھنے کا ارادہ کرتے تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو ہمراہ لے جاتے تھے۔ اگر وہ ہمراہ نہ جاتے تو عمر فاروق اس میت پر نماز نہ پڑھتے۔ جبیر بن مطعم سے روایت ہے کہ وہ بارہ منافق تھے (تیسیر القاری)

۴۳۵۶ — ترجمہ : ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روائت ہے کہ جب عبداللہ بن اُبی بن سلول کی خدمت میں حاضر ہُوا تو آپ نے اس کو اپنی قمیص عطا کی اور اسے فرمایا کہ اس میں عبداللہ بن ابی کو کفن دے پھر آپ اس کی نمازِ جنازہ پڑھنے کھڑے ہُوئے تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آپ کا کپڑا پکڑ کر عرض کیا یا رسول اللہ! آپ اس کی نمازِ جنازہ پڑھنے لگے ہیں حالانکہ یہ شخص منافق ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو منافقوں کے لئے مغفرت طلب کرنے سے منع فرمایا ہے۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے اختیار دیا ہے یا فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ ان کے لئے استغفار کریں یا نہ کریں اگر اُن کے لئے ستر بار استغفار کریں اللہ تعالیٰ ان کو ہرگز نہیں بخشے گا۔ آپ نے فرمایا میں عنقریب ستر بار سے زیادہ استغفار کروں گا پھر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ساتھ نمازِ جنازہ پڑھی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ پر یہ آیت کریمہ وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓی اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِهٖ ۭ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ نازل فرمائی۔

۴۳۵۶ — شرح : علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا اس آیت کریمہ سے اختیار سمجھنا مشکل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان لوگوں نے کفر کیا لہٰذا تخییر کا معنیٰ ہے کیونکہ کافر کے لئے مغفرت کی دعا منع ہے۔ چنانچہ قاضی ابوبکر نے کہا اس حدیث کو قبول کرنا جائز نہیں اور نہ ہی یہ صحیح ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو۔ ابوبکر باقلانی نے تقریب میں کہا یہ حدیث ان اخبار احاد سے ہے جو ثابت نہیں ہیں۔ امام الحرمین نے کہا یہ حدیث صحیح میں نہیں اور برہان میں ذکر کیا محدثین اس کو صحیح نہیں کہتے۔ امام غزالی نے مُستَصفیٰ میں کہا اظہر یہ ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں۔ دلوُدی نے کہا یہ حدیث غیر محفوظ ہے۔ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ ان علماءِ کرام نے یہ گمان کیا ہے کہ یہ آیت کریمہ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا الخ اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ کے ساتھ نازل ہُوئی ہے۔ حالانکہ اس کا نزول آیت کے پہلے حصّہ کے دیر بعد ہے۔ لہٰذا اشکال مرتفع ہے اور تخییر کا مفہوم صحیح ہے۔
شیخ دہلوی نے کہا یہ جواب اس وقت صحیح ہے جب یہ ثابت ہو جائے کہ اس کا نزول صدرِ آیت کے دیر بعد ہے اور اس واقعہ سے اس کا نزول متاخر ہے اور یہ بھی ثابت ہو کہ اس کا نزول سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد "خیّرنی اللہ" کے بعد ہے۔ لیکن جو آیت کریمہ سے ظاہر ہے وہ یہی ہے کہ ان کے نزول میں اتصال ہے تقدم و تاخر نہیں کیونکہ اس میں عدمِ مغفرت کی طرف اشارہ اور اس کی علت کا بیان ہے کہ عدمِ مغفرت کفر کے باعث ہے۔
علامہ زمخشری نے کہا اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم جو ساری مخلوق سے فصیح تر اور بلیغ ترین ہیں اور عربی کلام کے تمام اسالیب سے خوب باخبر ہیں۔ پر یہ کیسے مخفی رہا کہ اس عدد سے مراد یہ ہے کہ استغفار اگرچہ زیادہ کی جائے نفع نہیں دے گی۔ خصوصاً جبکہ اس کے

بعد ذَالِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ الاٰیۃ ،، مذکور ہے ۔ اور یہ ان کی مغفرت سے صارف ہے یعنی ان لوگوں نے کفر کیا تھا اس لئے ان کی مغفرت محال ہے ۔۔۔۔۔۔۔

[illegible] اگرچہ زیادہ سے زیادہ ان کے لئے مغفرت کی دعا کی جائے ۔ علامہ زمخشری نے اس اشکال کا جواب یہ دیا ہے کہ مذکور تقریر کا مفہوم سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر مخفی نہ تھا ۔ آپ جانتے تھے کہ ان کی مغفرت محال ہے لیکن آپ نے جو کچھ بھی کیا یا فرمایا وہ امت پر رحمت اور شفقت کے لئے تھا اس کی واضح مثال حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ " مَنْ عَصَانِیْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ " ،، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مذکورہ مہربانی کرنا امت پر رحمت کے باعث تھا ۔ ابن منیر نے اس کا تعاقب کرتے ہوئے کہا کہ جو کچھ زمخشری نے کہا ہے اس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت کرنا صحیح نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ وہ کافروں کو نہیں بخشے گا اور جب وہ کافروں کو بخشے گا ہی نہیں تو ان کے لئے مغفرت طلب کرنا محال ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم محال کی طلب نہیں کر سکتے ۔ لہٰذا اچھا جواب یہ ہے کہ استغفار کی نفی ان لوگوں سے ہے جو حالتِ شرک میں مر گئے کہ ان کے لئے مغفرت طلب کرنا جائز نہیں اور اس کو یہ لازم نہیں کہ اس شخص کے لئے بھی مغفرت طلب نہ کی جائے جو اسلام ظاہر کرتا ہو کیونکہ ممکن ہے کہ اس کا اعتقاد صحیح ہو ۔ شیخ دہلوی صاحب تیسیر القاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا کہ یہ بات مخفی نہیں کہ اس آیت کریمہ اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِیْنَ مَرَّةً فَلَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ،، میں منافقوں کے لئے استغفار سے منع کیا گیا ہے ۔ اور ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے کہ اللہ ان کو نہیں بخشے گا ۔ اسی تقدیر پر علماء نے اس حدیث کی صحت کی نفی کی ہے ۔ جس کے سبب علماء کو مذکور اشکال پیش آیا ہے ۔ علامہ بیضاوی رحمہ اللہ نے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں اس حدیث جس میں تخییر کا ذکر ہے کو ذکر نہیں کیا اور سبعین کے متعلق کہا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے لفظ سبعین کی وضع جو مخصوص عدد کے لئے ہے کے مقتضیٰ کو ملحوظ فرمایا ہے جبکہ قاعدہ یہ ہے کہ لفظ کو اس کے حقیقی معنیٰ پر محمول کیا جاتا ہے ۔ حقیقی معنیٰ پر محمول کر کے فرمایا میں ستر بار پر زیادہ کروں گا ۔ ابھی آپ نے استغفار نہ کی تھی کہ یہ آیت کریمہ : سَوَاءٌ عَلَیْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ لَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ،، نازل ہوئی تو اس سے یہ ظاہر ہو گیا کہ سبعین کا مجازی معنیٰ مراد ہے جو فصحاء کے کلام میں شائع ذائع ہے اس لئے آپ نے استغفار ترک کر دی اور وَلَا تُصَلِّ عَلٰۤی اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا الاٰیۃ کی تفسیر میں کہا کہ ایک روایت میں ہے کہ عبد اللہ بن اُبَی اپنی بیماری کی حالت میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے تشریف لانے کی درخواست کی ، جب آپ تشریف لائے تو آپ کو تین معروضات پیش کیں اوّل یہ کہ اس کے لئے مغفرت طلب فرمائیں دوم یہ کہ اس کو اپنی قمیص میں کفن دیں جو آپ کے بدن شریف سے متصل ہے سوم یہ کہ اس کی نماز جنازہ پڑھائیں چونکہ تینوں آرزوئیں اس کے اخلاص اور اعتقاد کی غماض تھیں اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں قبول

بَابُ قَوْلِہٖ تعالیٰ سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ اِذَا انْقَلَبْتُمْ اِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوْا عَنْهُمْ فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمْ اِنَّهُمْ رِجْسٌ وَّمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ جَزَآءً بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ

فرمایا اور اس کو اپنی قمیص عطاء فرمائی اور اس کی نماز جنازہ پڑھانے کا ارادہ کیا تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ادب سے آپ کا کپڑا پکڑا اور عرض کیا یہ منافق ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ کا کپڑا پکڑ کر عرض کیا یہ منافق ہے۔ شیخ دہلوی رحمہ اللہ نے کہا شائد جبرائیل علیہ السلام عمر فاروق کی شکل میں ظاہر ہوئے تھے۔ اس کے بعد یہ آیت کریمہ: لَا تُصَلِّ عَلٰۤى اَحَدٍ مِّنْهُمْ الآیۃ نازل ہوئی۔ ایک روایت میں ہے کہ نماز پڑھنے کے بعد یہ آیت نازل ہوئی اور قمیص دینے سے منع نہ کیا گیا، کیونکہ اس عطیۃ سے بخل کرنا جود و کرم کے خلاف ہے۔ نیز سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت تھی کہ آپ سائل کو خالی نہیں جانے دیتے تھے۔ اس عادت کریمہ اور خلق عظیم کی حفاظت کے لئے کوئی تعرض نہ کیا صلی اللہ علیہ والہ وصحبہ وبارک وسلم سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سَاَزِیْدُ عَلَى السَّبْعِیْنَ،، ابن ابی کے قبیلہ کے قلوب مائل کرنے کے لئے فرمایا کہ میں ستر بار پر زیادہ کروں گا۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ نے یہ ارادہ کیا تھا کہ اگر آپ ستر پر اضافہ کریں گے تو اس کی بخشش ہو جائے گی۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں جانتا کہ اگر میں ستر پر اضافہ کروں گا تو یہ بخشا جائے گا تو میں زیادہ کرتا۔ ایک روایت میں ہے جب آپ نے یہ فرمایا تو یہ آیت کریمہ: سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ،، نازل ہوئی پھر آپ نے استغفار کرنا ترک کر دیا

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد! اب تمہارے آگے اللہ کی قسمیں کھائیں گے،،

جب تم ان کی طرف پلٹ کر جاؤ گے اس لئے کہ تم ان کے خیال میں نہ پڑو تو ہاں تم ان کا خیال چھوڑو وہ نرے پلید ہیں اور ان کا ٹھکانا جہنم بدلہ اس کا جو کماتے تھے،،

۴۳۵۷ ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ سَمِعْتُ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ حِيْنَ تَخَلَّفَ عَنْ تَبُوْكَ وَاللّٰهِ مَا أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيَّ مِنْ نِعْمَةٍ بَعْدَ إِذْ هَدَانِيَ اللّٰهُ أَعْظَمَ مِنْ صِدْقِيْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ لَا أَكُوْنَ كَذَبْتُهُ فَأَهْلِكَ كَمَا هَلَكَ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا حِيْنَ أُنْزِلَ الْوَحْيُ سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ إِذَا انْقَلَبْتُمْ إِلَيْهِمْ إِلَى الْفَاسِقِيْنَ ـ

تفسیر : اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں منافقوں کے حال کی خبر دی ہے کہ جب وہ مدینہ منورہ میں واپس آئیں گے تو منافق عُذر خواہی کریں گے اور اللہ کی قسمیں کھائیں گے کہ تم اُن کے خیال میں نہ پڑو اس لئے تم ان کو زجر و تہدید نہ کرو اور اُن کے خیال میں نہ پڑو کیونکہ وہ ذلیل لوگ ہیں اور بزدل ہیں ان کا باطن نجس اور اعتقاد فاسد ہے اور آخرت میں اُن کا مقام دوزخ ہے یہ ان کے عملوں کی سزا ہے جو کچھ وہ کسب کرتے ہیں۔

۴۳۵۷ ـ ترجمہ : عبدالرحمٰن بن عبداللہ سے روایت ہے کہ عبداللہ بن کعب بن مالک نے کہا میں نے کعب بن مالک کو یہ کہتے ہوئے سُنا جس وقت وہ غزوۂ تبوک سے پیچھے رہ گئے تھے۔ اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ نے مجھ پر ایمان کی راہنمائی کرنے کے بعد کوئی انعام نہیں کیا جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میرے سچ بولنے سے بڑا ہو کہ میں اس حال میں نہ تھا کہ مجھ سے جھوٹ صادر ہو پس میں ہلاک ہو جاتا جیسے وہ لوگ ہلاک ہوئے جنہوں نے جھوٹ بولا جبکہ وحی نازل ہوئی کہ عنقریب منافق اللہ کی قسمیں کھائیں گے الآیۃ "

۴۳۵۷ ـ شرح : قولہ أَنْ لَا أَكُوْنَ آہ قاضی عیاض نے کہا بخاری، مسلم کے نسخوں میں اسی طرح ہے اور حدیث کا معنیٰ یہ ہے اگر میں نے آپ کے پاس جھوٹ بولا اور "لا" زائدہ ہے۔ جیسے اس آیت کریمہ : مَا مَنَعَكَ أَنْ لَا تَسْجُدَ " میں لا " زائدہ ہے۔ یعنی دراصل أن تسجد ہے کیونکہ ہلاک کذب پر مرتب ہے عدم کذب پر مرتب نہیں۔
(حدیث ۴۱۱۷ کی شرح دیکھیں)

بَابُ قَوْلِہٖ تعالیٰ يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ فَاِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضٰى عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ وقولہ وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد! تمہارے آگے قسمیں کھاتے ہیں کہ تم اُن سے راضی ہو جاؤ!"

تو اگر تم ان سے راضی ہو جاؤ تو بے شک اللہ تو فاسق لوگوں سے راضی نہ ہو گا! یہ آیت کریمہ منافقوں کے بارے میں نازل ہوئی کہ وہ تمہارے سامنے اس لئے قسمیں کھائیں گے کہ تم اُن سے راضی ہو جاؤ، اگر تم ان کی قسموں پر اعتماد کر کے اُن سے راضی ہو جاؤ تو یقیناً اللہ ایسے لوگوں سے راضی نہ ہو گا جو اس کی طاعت اور اس کے رسول کی طاعت سے خارج ہیں

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد! اور کچھ اور ہیں جو اپنے گناہوں کے مُقِر ہوئے

اور ملایا ایک کام اچھا اور دُوسرا بُرا قریب ہے کہ اللہ ان کی توبہ قبول کرے بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے "

تفسیر: جب اللہ تعالیٰ نے اُن منافقوں کی خبر دی جو جہاد کرنے نہ جاتے تھے اور اس سے روگردانی کرتے تھے اور اسلام کی تکذیب کرتے تھے تو اب اُن منافقوں کا بیان کرنا شروع کیا جو کاہلی اور جسمانی آرام کی خاطر جہاد کے لئے نہ جاتے حالانکہ وہ

۴۳۵۸ - حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ هُوَ ابْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيلُ ابْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا عَوْفٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو رَجَاءٍ قَالَ حَدَّثَنَا سَمُرَةُ بْنُ جُنْدَبٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَنَا أَتَانِي اللَّيْلَةَ آتِيَانِ فَابْتَعَثَانِي فَانْتَهَيْنَا إِلَى مَدِينَةٍ مَبْنِيَّةٍ بِلَبِنِ ذَهَبٍ وَلَبِنِ فِضَّةٍ فَتَلَقَّانَا رِجَالٌ شَطْرٌ مِنْ خَلْقِهِمْ كَأَحْسَنِ مَا أَنْتَ رَاءٍ وَشَطْرٌ كَأَقْبَحِ مَا أَنْتَ رَاءٍ قَالَا لَهُمْ اذْهَبُوا فَقَعُوا فِي ذٰلِكَ النَّهَرِ فَوَقَعُوا فِيهِ ثُمَّ رَجَعُوا إِلَيْنَا قَدْ ذَهَبَ ذٰلِكَ السُّوءُ عَنْهُمْ فَصَارُوا فِي أَحْسَنِ صُورَةٍ قَالَا لِي هٰذِهِ جَنَّةُ عَدْنٍ وَهَا ذَاكَ مَنْزِلُكَ قَالَا أَمَّا الْقَوْمُ الَّذِينَ كَانُوا شَطْرٌ مِنْهُمْ حَسَنٌ وَشَطْرٌ مِنْهُمْ قَبِيحٌ فَإِنَّهُمْ خَلَطُوا عَمَلًا صَالِحًا وَآخَرَ سَيِّئًا تَجَاوَزَ اللّٰهُ عَنْهُمْ

حق کی تصدیق کرتے تھے۔ فرمایا کچھ اور ہیں جو اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہیں اور اُن کے اور بھی اچھے عمل ہیں اور ان کو باہم ملا دیا ہے۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے عفو و مغفرت کے تحت داخل ہیں۔ یہ آئت کریمہ اگرچہ خاص لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی لیکن یہ تمام گنہگاروں کو شامل ہے جو خطاء کار اور اچھے بُرے ملے جلے عملوں کے حامل ہیں۔ مجاہد نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روائت کی کہ یہ آئت کریمہ ابولبابہ اور چند صحابہ کرام کے حق میں نازل ہوئی جو غزوہ تبوک میں پیچھے رہ گئے تھے اور اس میں شرکت نہ کر سکے تھے (عینی)

۴۳۵۸ — ترجمہ : سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں فرمایا کہ آج رات میرے پاس دو شخص آئے اور مجھے اُٹھا کر ایک شہر کی طرف لے گئے جو سونے اور چاندی کی اینٹوں سے بنایا گیا تھا۔ ہمیں چند لوگ ملے کہ اُن کا آدھا بدن نہائت ہی خوبصورت اور آدھا بدن نہائت بدصورت جو تو نے کبھی نہ دیکھا ہوگا اُن دو شخصوں نے انہیں کہا جاؤ اور اس نہر میں گھس جاؤ وہ نہر میں گھس گئے پھر ہمارے پاس آئے تو ان کی وہ بدصورتی جاتی رہی تھی اور وہ نہائت ہی خوبصورت ہو گئے تھے۔ ان دونوں نے مجھے کہا یہ ہمیشگی کی جنت ہے اور یہ آپ کا

بَابُ قَوْلِهٖ تعالیٰ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ

۴۳۵۹۔ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ لَمَّا حَضَرَتْ اَبَا طَالِبٍ الْوَفَاةُ دَخَلَ عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدَهٗ اَبُوْ جَهْلٍ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِيْ اُمَيَّةَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيْ عَمِّ قُلْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اُحَاجُّ لَكَ بِهَا عِنْدَ اللّٰهِ فَقَالَ اَبُوْ جَهْلٍ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِيْ اُمَيَّةَ يَا اَبَا طَالِبٍ اَتَرْغَبُ عَنْ مِلَّةِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ مَا لَمْ اُنْهَ عَنْكَ فَنَزَلَتْ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ

مقام ہے اور جو لوگ آدھے خوبصورت اور آدھے بدشکل تھے انھوں نے اچھے اور بُرے ملے جلے عمل کئے اللہ تعالیٰ نے اُن سے درگزر کر دیا ہے (وہ خوبصورت ہو گئے ہیں یہ دونوں شخص فرشتے تھے) حدیث ۲۵۵۹ کی شرح دیکھیں۔

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد! نبی اور ایمان والوں کو لائق نہیں کہ مشرکوں کی بخشش چاہیں اگرچہ وہ رشتہ دار ہوں

تفسیر: قتادہ نے کہا سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے چند صحابہ کرام نے کہا یا نبی اللہ! ہمارے آباؤ اجداد میں سے بعض ایسے لوگ بھی تھے جو ہمسایوں سے اچھا برتاؤ کرتے۔ رشتہ داروں اور اقرباء سے حسنِ سلوک کرتے، قیدیوں کو رہائی دلاتے اور ذمہ داریاں پوری کرتے تھے کیا آپ ان کی بخشش کے لئے دُعا نہیں فرماتے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیوں نہیں؟ بخدا! میں اپنے چچا کے لئے ضرور دعا کروں گا!

لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ

بَابُ قَوْلِهٖ تَعَالٰى لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ

جیسے ابراہیم نے اپنے چچا آذر کے لئے کہا تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے مذکور بالا آیت کریمہ نازل فرمائی!

۴۳۵۹ — ترجمہ : سعید بن مسیب نے اپنے والد سے روایت کی کہ جب ابوطالب کی وفات کا وقت آیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اُن کے پاس تشریف لے گئے جبکہ وہاں ابوجہل، عبداللہ بن ابی اُمیہ دونوں بیٹھے ہوئے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے چچا! لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ " پڑھیں میں اللہ کے پاس اس کے ذریعہ تیرے لئے حجت قائم کروں گا۔ ابوجہل اور عبداللہ بن ابی اُمیہ دونوں نے کہا اے اباطالب کیا عبدالمطلب کی ملت سے اعراض اور روگردانی کروگے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تیرے لئے بخشش چاہوں گا! اگر مجھے آپ کے متعلق منع نہ کیا گیا تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

۴۳۵۹ — شرح : قرطبی نے کہا میں نے سُنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کو زندہ کیا اور وہ آپ پر ایمان لایا۔ سہیلی نے روض میں اپنے سند کے ساتھ ذکر کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کو زندہ کیا اور وہ ایمان لائے۔ شیخ دہلوی نے شرح بخاری میں ذکر کیا۔ متاخرین کی تحقیق یہی ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام آباؤ اجداد حضرت آدم علیہ السلام تک سب مومن ہیں اور حدیث من الاصلاب الطاہرۃ والارحام الطاہرات اور اس کے علاوہ دیگر احادیث اسی تحقیق کی مفید ہیں۔ الحاصل سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شرافت وکرامت جو رب العزت کے حضور ہے ناممکن ہے کہ آپ کے آباء کو آگ میں جلائے حالانکہ شفاعت کی صحیح احادیث میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے حبیب آپ جو چاہتے ہیں آپ کو دیا جائے گا " الیوم یومک کل یطلب رضائی وانا اطلب رضاک یا محمد "، ما از خدائے خواہیم کہ بریں عقیدہ از دُنیا رفتہ ملازمت انحضرت کردہ باشیم انشاء العزیز المتعال۔

(اس مسئلہ کی پوری تقریر حدیث نمبر ۱۲۸۰ کی شرح میں دیکھیں۔ وہاں ہم نے مسئلہ کی خوب وضاحت کی ہے)

۴۳۶۰ـ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِي يُوْنُسُ ح قَالَ اَحْمَدُ وَحَدَّثَنَا عَنْبَسَةُ قَالَ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ كَعْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ كَعْبٍ وَكَانَ قَائِدَ كَعْبٍ مِّنْ بَنِيْهِ حِيْنَ عَمِيَ قَالَ سَمِعْتُ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ فِي حَدِيْثِهِ وَعَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا قَالَ فِي اٰخِرِ حَدِيْثِهِ اِنَّ مِنْ تَوْبَتِي اَنْ اَنْخَلِعَ مِنْ مَّالِي صَدَقَةً اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمْسِكْ بَعْضَ مَالِكَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكَ

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد! بے شک اللہ کی رحمتیں متوجہ ہوئیں نبی کریم اور آپ کے صحابہ کرام مہاجرین و انصار پر جنہوں نے مشکل وقت میں آپ کا ساتھ دیا۔ بعد اس کے کہ قریب تھا کہ ان میں کچھ لوگوں کے دل بھر جائیں۔ پھر ان پر رحمت سے متوجہ ہُوا بے شک وہ اُن پر نہائت مہربان رحم کرنیوالا۔"

تفسیر: علامہ زمخشری نے کہا یہ "لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ" کے قبیلہ سے ہے یعنی عدم معصیت کے باوجود توبہ اور مغفرت کی نسبت کی گئی ہے۔ اس میں یہ تنبیہ ہے کہ تمام مسلمان توبہ اور استغفار کے محتاج ہیں حتیٰ کہ انبیاء کرام اور مہاجرین و انصار بھی اس کے محتاج ہیں تو عوام الناس کیونکر توبہ کے محتاج نہ ہوں گے۔ بعض مفسرین نے کہا نبی پر توبہ کا معنی یہ ہے کہ یہ بطور تبرک شروع کرنے کا طریقہ ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تائبین کی توبہ کا سبب ہیں۔ اس لئے آپ کو ان کے ساتھ ذکر کیا ہے جیسے "فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ" میں اللہ کا ذکر بطور تبرک ہے۔ مجاہد نے کہا یہ آئت کریمہ غزوہ تبوک کے وقت نازل ہوئی۔ جبکہ شدت کی گرمی، مسافت بعید اور مال کی قلت

بَابُ قَوْلِهِ تعالیٰ وَعَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ خُلِّفُوا حَتّٰى إِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ أَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوا أَنْ لَا مَلْجَأَ مِنَ اللّٰهِ إِلَّا إِلَيْهِ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوبُوا إِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ

تھی ۔ مجاہد سے روایت ہے یہ آیت کریمہ غزوہ تبوک میں نازل ہوئی اس وقت سخت گرمی تھی ۔ سفر بھی دُور کا تھا لوگوں میں کھانے پینے کی وسعت بھی نہ تھی ۔ حتیٰ کہ دو شخص ایک کھجور کے دو ٹکڑے کرتے اور اسے کھا کر پانی پی کر گزارہ کرتے تھے پھر اس حد تک نوبت پہنچی کہ ایک شخص کھجور چوستا پھر پانی پیتا اور کھجور دوسرے کو دے دیتا وہ اس کو چوس کر پانی پیتا اور کھجور تیسرے کو دیتا اس طرح ایک کھجور پر کئی آدمی اکتفاء کرتے تھے اُن پر اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمتیں کیں اور انہیں صحیح سلامت فاتحین واپس لایا ۔

۴۳۶۰ — **ترجمہ** : ابن شہاب نے کہا مجھے عبدالرحمٰن بن کعب نے خبر دی انہوں نے کہا مجھے عبداللہ بن کعب نے خبر دی وہ کعب کے بیٹوں میں سے اُن کے قائد تھے جبکہ کعب نابینا ہو گئے تھے ۔ انہوں نے کہا میں نے کعب کی حدیث میں اُن سے سُنا جو وہ تین پیچھے رہ جانے والوں کے متعلق بیان کرتے تھے ۔ اُنھوں نے حدیث بیان کرتے ہوئے آخر میں کہا میں نے اپنی توبہ قبول ہونے کی مسرت میں چاہا کہ اپنا سارا مال اللہ اور اس کے رسُول کے لئے صدقہ کر دوں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا اپنا کچھ مال روکو وہ تمہارے لئے بہتر ہو گا !

۴۳۶۰ — **شرح** : حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ آخر عمر میں نابینا ہو گئے تھے اُن کے تین صاحبزادے عبداللہ ، عبدالرحمٰن اور عبیداللہ تھے ان میں سے عبداللہ نے اپنے والد کعب بن مالک سے روایت کی ہے یہ حدیث بہت لمبی ہے جو کتاب المغازی میں مذکور ہے ۔ حدیث ۱۱۱۷ کی شرح دیکھیں ۔

باب ۴ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ! اِن تین آدمیوں پر مہربانی کی جو پیچھے رہ گئے تھے حتیٰ کہ

۴۳۶۱ — حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي شُعَيْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ أَعْيَنَ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ رَاشِدٍ أَنَّ الزُّهْرِيَّ حَدَّثَهُ قَالَ أَخْبَرَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ وَهُوَ أَحَدُ الثَّلٰثَةِ الَّذِينَ تِيبَ عَلَيْهِمْ أَنَّهُ لَمْ يَتَخَلَّفْ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةٍ غَزَاهَا قَطُّ غَيْرَ غَزْوَتَيْنِ غَزْوَةِ الْعُسْرَةِ وَغَزْوَةِ بَدْرٍ قَالَ فَأَجْمَعْتُ صِدْقَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضُحًى وَكَانَ قَلَّمَا يَقْدَمُ مِنْ سَفَرٍ سَافَرَهُ إِلَّا ضُحًى وَكَانَ يَبْدَأُ بِالْمَسْجِدِ فَيَرْكَعُ رَكْعَتَيْنِ وَنَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ كَلَامِي وَكَلَامِ صَاحِبَيَّ وَلَمْ يَنْهَ عَنْ كَلَامِ أَحَدٍ مِنَ الْمُتَخَلِّفِينَ غَيْرِنَا فَاجْتَنَبَ النَّاسُ كَلَامَنَا فَلَبِثْتُ كَذٰلِكَ حَتّٰى طَالَ عَلَيَّ الْأَمْرُ وَمَا مِنْ شَيْءٍ أَهَمُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَمُوتَ

زمین فراخ ہونے کے باوجود اُن پر تنگ ہوگئی ،، اور وہ اپنی جان سے تنگ آئے اور انہیں یقین ہُوا کہ اللہ سے پناہ نہیں مگر اسی کے پاس پھر ان کی توبہ قبول کی کہ تائب رہیں ۔" بے شک اللہ ہی توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے ،،

۴۳۶۱ — ترجمہ : عبداللہ بن کعب بن مالک نے کہا میں نے اپنے والد کعب بن مالک سے سُنا جبکہ وہ اُن تین میں سے ہیں جن کی توبہ قبول کی گئی ۔ وہ جناب رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے کسی غزوہ میں پیچھے نہیں رہے ۔ سوائے دو جنگوں کے غزوۂ عسرت (غزوۂ تبوک) اور غزوۂ بدر کعب نے کہا میں نے جناب رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے حضور سچ کہنے کا عزم کر لیا تھا جبکہ آپ چاشت کے وقت تشریف لائے (سیّد عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی عادت تھی) کہ آپ جو بھی سفر کرتے اس سے چاشت کے وقت واپس تشریف لاتے تھے ۔ آپ پہلے مسجد میں آتے اور دو رکعت نماز ادا کرتے تھے جناب رسول اللہ

فَلَا يُصَلِّيْ عَلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْيَمُوْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَكُوْنَ مِنَ النَّاسِ بِتِلْكَ الْمَنْزِلَةِ فَلَا يُكَلِّمُنِيْ اَحَدٌ مِّنْهُمْ وَلَا يُصَلِّيْ عَلَيَّ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَوْبَتَنَا عَلٰى نَبِيِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى بَقِيَ الثُّلُثُ الْاٰخِرُ مِنَ اللَّيْلِ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ اُمِّ سَلَمَةَ مُحْسِنَةً فِيْ شَاْنِيْ مَعْنِيَّةً فِيْ اَمْرِيْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اُمَّ سَلَمَةَ تِيْبَ عَلٰى كَعْبٍ قَالَتْ اَفَلَا اُرْسِلُ اِلَيْهِ فَاُبَشِّرَهٗ قَالَ اِذًا يَحْطِمُكُمُ النَّاسُ فَيَمْنَعُوْنَكُمُ النَّوْمَ سَائِرَ اللَّيْلَةِ حَتّٰى اِذَا صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةَ الْفَجْرِ اٰذَنَ بِتَوْبَةِ اللّٰهِ عَلَيْنَا وَكَانَ اِذَا اسْتَبْشَرَ اسْتَنَارَ وَجْهُهٗ حَتّٰى كَاَنَّهٗ قِطْعَةٌ مِّنَ الْقَمَرِ وَكُنَّا اَيُّهَا الثَّلٰثَةُ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا عَنِ الْاَمْرِ الَّذِيْ قُبِلَ مِنْ هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اعْتَذَرُوْا حِيْنَ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَنَا التَّوْبَةَ فَلَمَّا ذُكِرَ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمُتَخَلِّفِيْنَ وَاعْتَذَرُوْا بِالْبَاطِلِ ذُكِرُوْا بِشَرِّ مَا ذُكِرَ بِهٖ اَحَدٌ

صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو میرے اور میرے دو ساتھیوں سے کلام کرنا منع کر دیا تھا۔ ہمارے (ذیلنوں کے) سوا پیچھے رہ جانے والوں میں سے کسی سے کلام کرنے سے منع نہ کیا تھا۔ لوگوں نے ہم سے کلام کرنے میں اجتناب کیا میں اسی حال میں کچھ عرصہ ٹھہرے رہا (کوئی شخص ہم سے کلام نہ کرتا تھا) حتیٰ کہ معاملہ طول پکڑ گیا مجھے کوئی شئے اس سے زیادہ غمزدہ نہ کرتی تھی کہ میں فوت ہو جاؤں تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری نماز جنازہ بھی نہ پڑھیں یا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا جائیں اور میں لوگوں میں اسی حال میں رہوں تو مجھ سے کوئی آدمی کلام نہ کرے گا اور نہ میری جنازہ پڑھے گا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ہماری قبولِ توبہ کی آیت نازل فرمائی جبکہ رات کی آخری تہائی باقی رہ گئی تھی اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ام المؤمنین ام سلمہ کے گھر تشریف فرما تھے۔ ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا میرے حال

قَالَ اللّٰہُ یَعْتَذِرُوْنَ اِلَیْکُمْ اِذَا رَجَعْتُمْ اِلَیْھِمْ قُلْ لَّا تَعْتَذِرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَکُمْ قَدْ نَبَّاَنَا اللّٰہُ مِنْ اَخْبَارِکُمْ وَ سَیَرَی اللّٰہُ عَمَلَکُمْ وَرَسُوْلُہٗ الآیۃ

میں بہت مخلص تھیں اور میرے معاملہ میں میری مددگار تھیں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
اے ام سلمہ! کعب کی توبہ قبول ہو گئی ہے۔ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا کیا میں اس کے پاس کسی شخص کو نہ بھیجوں؟ جو اس کو خوشخبری دے۔ آپ نے فرمایا اس وقت تمہارے پاس بہت لوگ جمع ہو جائیں گے اور باقی رات تمہیں سونے بھی نہ دیں گے حتیٰ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز ادا کی تو ہماری توبہ کی قبولیت کا اعلان فرمایا (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت تھی) کہ جب خوش ہوتے تھے تو آپ کا چہرۂ انور روشن ہو جاتا تھا گویا وہ چودھویں رات کے چاند کا ٹکڑا ہے۔ ہم تین شخص تھے جو ایسے امر سے پیچھے رہ گئے تھے جو اُن لوگوں سے قبول کر لیا گیا تھا جنہوں نے آپ سے معذرت کی تھی جس وقت کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری توبہ نازل کی پھر جس وقت پیچھے رہ جانے والوں کو ذکر کیا گیا جنہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور جھوٹ بولا تھا اور جھوٹا عذر کیا تھا۔ ان سب کو ایسے بُرے طریقہ سے ذکر کیا گیا جو کسی کو ذکر نہیں کیا گیا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ لوگ تمہارے پاس عذر خواہی کریں گے جبکہ تم ان کی طرف واپس آؤ گے آپ فرما دیں بیہودہ عذر مت کرو۔ ہم ہرگز تمہاری تصدیق نہیں کریں گے۔ اللہ نے ہمیں تمہارے حالات سے خبردار کر دیا ہے اور حال یہ ہے کہ اللہ اور اس کا رسول تمہارے عمل دیکھتے رہیں گے (کہ تم نفاق سے توبہ کرو گے یا نہ) اور تم مرنے کے بعد پوشیدہ اور ظاہر جاننے والے کی طرف رد کئے جاؤ گے وہ تمہیں تمہارے عملوں کی خبر دے گا (جو تم کرتے رہے ہو اور اس کی جزا بھی دے گا)

۴۳۶۱ — شرح: قولہ کُنَّا اَیُّھَا الثَّلَاثَۃَ آہ،، اس کا مفہوم یہ ہے کہ اس آیت کریمہ: وَعَلَی الَّذِیْنَ خُلِّفُوْا،، میں جو ذکر کیا گیا اس سے مراد غزوہ سے پیچھے رہنا نہیں ہے بلکہ ان جیسے لوگوں کے حکم سے تخلف مراد ہے۔ جنہوں نے غزوہ سے تخلف کیا تھا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں شرافت و کرامت کے ساتھ ہمیں ممتاز کیا ہے۔ جبکہ منافقوں کی سخت قباحت بیان کی ہے (حدیث ۴۱۱۷ کی شرح دیکھیں)

باب — اللہ تعالیٰ کا ارشاد! اے ایمان والو اللہ سے ڈرتے رہو اور سچوں کا ساتھ دو!،،

بَابُ قَوْلِهٖ تَعَالٰی يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ

۴۳۶۲ ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ وَكَانَ قَائِدَ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ سَمِعْتُ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ يُحَدِّثُ حِيْنَ تَخَلَّفَ عَنْ قِصَّةِ تَبُوْكَ فَوَاللّٰهِ مَا اَعْلَمُ اَحَدًا اَبْلَاهُ اللّٰهُ فِيْ صِدْقِ الْحَدِيْثِ اَحْسَنَ مِمَّا اَبْلَانِيْ مَا تَعَمَّدْتُ مُنْذُ ذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى يَوْمِيْ هٰذَا كَذِبًا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى يَوْمِيْ هٰذَا كَذِبًا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ تَابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ اِلٰى قَوْلِهٖ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ

بَابُ قَوْلِهٖ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ مِنَ الرَّافَةِ

۴۳۶۲ — ترجمہ : عبد الرحمٰن بن کعب بن مالک سے روایت ہے کہ عبد اللہ بن کعب بن مالک جو کعب کے قائد تھے نے کہا میں نے کعب کو یہ حدیث بیان کرتے ہوئے سنا جبکہ وہ تبوک سے پیچھے رہ گئے تھے۔ اللہ کی قسم! میں کسی کو نہیں جانتا ہوں جس کا اللہ تعالیٰ نے صدق کلام میں امتحان لیا ہو کہ وہ اس سے بہتر ہو جو مجھ سے امتحان لیا گیا۔ جب سے میں نے یہ خیاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا کہ میں نے آج تک کبھی بھی جھوٹ کا قصد نہیں کیا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم پر یہ آیت کریمہ لَقَدْ تَابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ الاٰیة نازل فرمائی۔

(یہ حدیث کعب بن مالک کی طویل حدیث کا حصہ ہے)

۴۳۶۳ ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ السَّبَّاقِ أَنَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ الْأَنْصَارِيَّ وَكَانَ مِمَّنْ يَكْتُبُ الْوَحْيَ قَالَ أَرْسَلَ إِلَيَّ أَبُو بَكْرٍ مَقْتَلَ أَهْلِ الْيَمَامَةِ وَعِنْدَهُ عُمَرُ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ إِنَّ عُمَرَ أَتَانِي فَقَالَ إِنَّ الْقَتْلَ قَدِ اسْتَحَرَّ يَوْمَ الْيَمَامَةِ بِالنَّاسِ وَإِنِّي أَخْشَى أَنْ يَسْتَحِرَّ الْقَتْلُ بِالْقُرَّاءِ فِي الْمَوَاطِنِ فَيَذْهَبَ كَثِيرٌ مِنَ الْقُرْآنِ إِلَّا أَنْ تَجْمَعُوهُ وَإِنِّي لَأَرَى أَنْ تَجْمَعَ الْقُرْآنَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ قُلْتُ لِعُمَرَ كَيْفَ أَفْعَلُ شَيْئًا لَمْ يَفْعَلْهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد بیشک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے، تمہاری بھلائی کے نہائت چاہنے والے مسلمانوں پر کمال مہربان مہربان ،،

تفسیر : اس آئت کریمہ کا معنیٰ یہ ہے کہ تمہارا دوزخ میں جانا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر بہت گراں ہے۔ اس آئت کریمہ میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی چھ صفات مذکور ہیں اور وہ مدرسالت، نفاست عزّت، امت کو دنیا و آخرت کی بہتریاں پہنچانے میں حرص کرنا رافت اور رحمت ہیں۔ حسین بن فضل نے کہا۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اپنے ناموں سے دو نام کسی نبی کے لئے ذکر نہیں کئے چنانچہ فرمایا : بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ،، اور فرمایا إِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ یعنی اللہ تعالیٰ رؤف رحیم ہے اور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم بھی رؤف رحیم ہیں (عینی)،

محدّث دہلوی نے صحیح کی شرح میں ذکر کیا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء صفاتی اور بھی بہت ہیں لیکن اس طرح قرآن کریم میں ایک جگہ واقع نہیں ہیں ،،

فَقَالَ عُمَرُ هُوَ وَاللّٰهِ خَيْرٌ فَلَمْ يَزَلْ عُمَرُ يُرَاجِعُنِي فِيهِ حَتَّى شَرَحَ اللّٰهُ لِذٰلِكَ صَدْرِي وَرَأَيْتُ الَّذِي رَأَى عُمَرُ قَالَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ وَعُمَرُ عِنْدَهُ جَالِسٌ لَا يَتَكَلَّمُ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ إِنَّكَ رَجُلٌ شَابٌّ عَاقِلٌ وَلَا نَتَّهِمُكَ كُنْتَ تَكْتُبُ الْوَحْيَ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَتَبَّعِ الْقُرْآنَ فَاجْمَعْهُ فَوَاللّٰهِ لَوْ كَلَّفَنِي نَقْلَ جَبَلٍ مِنَ الْجِبَالِ مَا كَانَ أَثْقَلَ عَلَيَّ مِمَّا أَمَرَنِي بِهِ مِنْ جَمْعِ الْقُرْآنِ قُلْتُ كَيْفَ تَفْعَلَانِ شَيْئًا لَمْ يَفْعَلْهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ هُوَ وَاللّٰهِ خَيْرٌ فَلَمْ أَزَلْ أُرَاجِعُهُ حَتَّى شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرِي لِلَّذِي شَرَحَ اللّٰهُ لَهُ صَدْرَ

۴۳۶۳ — ترجمہ : زہری سے رواتت ہے کہ مجھے ابن اسباق نے خبردی کہ زیدبن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ جو اُن حضرات میں سے ہیں جو وحی لکھا کرتے تھے نے کہا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اہل یمامہ کی لڑائی کے وقت (جو مسیلمہ کذاب سے جنگ ہورہی تھی) پیغام بھیجا جبکہ اُن کے پاس عمر فاروق رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے۔ ابوبکر صدیق نے کہا میرے پاس عمر فاروق آئے ہیں اور کہا ہے یمامہ کی جنگ بہت سخت ہورہی ہے۔ مجھے خطرہ لاحق ہے کہ اگر جنگی مقامات میں زیادہ قاری قتل ہوگئے تو قرآن کا بہت حصہ جاتا رہے گا۔ مگر یہ کہ قرآن کو ایک جگہ جمع کرلو۔ میری رائے یہ ہے کہ آپ قرآن کو ایک جگہ جمع کریں۔ ابوبکر صدیق نے کہا میں نے عمر سے کہا ہے کہ میں وہ کام کیسے کروں جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا ہے۔ عمر نے کہا یہ بخدا بہتر ہے وہ میرے ساتھ اس بارے میں تکرار کرتے رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے میرا سینہ کھول دیا اور میں نے عمر فاروق کی رائے کو بہتر دیکھا ہے۔ زیدبن ثابت نے کہا جبکہ عمر فاروق اُن کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اس حال میں کہ وہ خاموش تھے کوئی بات نہیں کرتے تھے۔ ابوبکر صدیق نے زیدبن ثابت سے کہا تم نوجوان عقلمند ہو ہم تمہیں کسی بُری شئی سے متہم نہیں کرتے ہیں۔ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وحیٔ خُدا لکھا کرتے تھے۔ لہٰذا قرآن کو تلاش کرکے ایک جگہ جمع کردو! اللہ کی قسم! اگر پہاڑوں میں سے کسی پہاڑ کو اُٹھالانے کی مجھے ابوبکر تکلیف دیتے تو وہ مجھ پر اس سے گراں بار نہ ہوتی جو مجھے قرآن کریم جمع کرنے کا حکم دیا۔ میں نے کہا تم وہ کام کیسے کروگے

إِلَى بَكْرٍ وَعُمَرَ فَقُمْتُ فَتَتَبَّعْتُ الْقُرْآنَ أَجْمَعُهُ مِنَ الرِّقَاعِ وَالْأَكْتَافِ
وَالْعُسُبِ وَصُدُورِ الرِّجَالِ حَتَّى وَجَدْتُ مِنْ سُورَةِ التَّوْبَةِ
آيَتَيْنِ مَعَ خُزَيْمَةَ الْأَنْصَارِيِّ لَمْ أَجِدْهُمَا مَعَ أَحَدٍ غَيْرِهِ لَقَدْ
جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ
إِلَى آخِرِهِمَا وَكَانَتِ الصُّحُفُ الَّتِي جُمِعَ فِيهَا الْقُرْآنُ عِنْدَ أَبِي بَكْرٍ
حَتَّى تَوَفَّاهُ اللهُ ثُمَّ عِنْدَ عُمَرَ حَتَّى تَوَفَّاهُ اللهُ ثُمَّ عِنْدَ حَفْصَةَ بِنْتِ
عُمَرَ تَابَعَهُ عُثْمٰنُ بْنُ عُمَرَ وَاللَّيْثُ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ وَقَالَ
اللَّيْثُ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ خٰلِدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ وَقَالَ مَعَ
أَبِي خُزَيْمَةَ الْأَنْصَارِيِّ وَقَالَ مُوسٰى عَنْ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا ابْنُ
شِهَابٍ مَعَ أَبِي خُزَيْمَةَ وَتَابَعَهُ يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِيهِ

جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا ابوبکر نے کہا یہ بخدا بہتر ہے۔ میں اُن سے اس بارے میں تکرار کرتا رہا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے میرا سینہ اس کام کے لئے کھول دیا جس کے لئے ابوبکر صدیق اور عمر فاروق کے سینے کھولے تھے۔ میں اٹھا اور قرآن کریم تلاش کرنا شروع کیا اس حال میں کہ اس کو چمڑے کے ٹکڑوں، شانہ کی ہڈیوں، کھجور کی چھڑیوں اور لوگوں کے سینوں سے جمع کیا۔ حتیٰ کہ سورۂ توبہ کی دو آیتیں خزیمہ انصاری کے پاس پائیں اُن کے علاوہ وہ کسی سے نہ پائیں اور وہ یہ ہیں: لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ الآیۃ وہ اوراق جن میں قرآن جمع کیا گیا تھا۔ ابوبکر صدیق کے پاس رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو وفات دی پھر عمر فاروق کے پاس رہے حتیٰ کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے وفات دی۔ پھر ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا بنت عمر فاروق کے پاس رہے۔ شعیب کی عثمان بن عمرو اور لیث نے یونس کے ذریعہ ابن شہاب سے روایت کرنے میں متابعت کی۔ لیث نے کہا مجھے عبدالرحمٰن بن خالد نے ابن شہاب سے خبر دی اور کہا ابوخزیمہ انصاری (لفظ ابو کا اضافہ کیا) اور موسیٰ نے ابراہیم سے روایت کرتے ہوئے کہا مجھے ابن شہاب زہری نے خبر دی کہ ابوخزیمہ کے پاس ،، موسیٰ کی یعقوب بن ابراہیم

وَقَالَ أَبُو ثَابِتٍ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ وَقَالَ مَعَ خُزَيْمَةَ أَوْ أَبِي خُزَيْمَةَ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ

نے اپنے باپ سے روایت کرنے میں متابعت کی ہے۔ ابو ثابت نے کہا ہمیں ابراہیم نے خبر دی اور خزیمہ یا ابو خزیمہ کے پاس کہا۔ اور وہ یہ آیت ہے۔

۴۳۶۳ شرح: یمامہ یمن کا شہر ہے۔ یمامہ ایک عورت کا نام ہے جس کو اس کے دروازے پر قتل کیا گیا تھا۔ وہ عورت تین دن کی مسافت سے دیکھا کرتی تھی اس کی آنکھیں نیلی تھیں اس لئے اس کو زرقا بھی کہا جاتا تھا۔ بکری نے کہا جاہلیت میں یمامہ کا نام جَوّ بفتح الجیم وتشدید الواو۔ حمیری بادشاہ نے جب یمامہ عورت کو قتل کیا تو اس کے نام پر یمن رکھا۔

قولہ مَقْتَلَ أَهْلِ الْيَمَامَہ آہ " یہ ظرفِ زمان ہے یعنی أَيَّامَ مَقْتَلِ يَمَامَةَ "، لیکن اس سے مراد صحابہ کرام کا مُسَیلمہ سے جنگ کرنے کے بعد ہے۔ مُسَیلمہ کذّاب نے نبوّت کا دعویٰ کیا تھا۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے گیارہ ہجری میں اس سے جنگ کی جس میں گیارہ سو اور ایک روایت کے مطابق چودہ سو صحابہ کرام شہید ہوئے اُن میں سے ستر قاری تھے جنہوں نے قرآن جمع کیا تھا۔

قولہ اِسْتَحَرَّ آہ باب استفعال کی ماضی کا صیغہ بمعنی اشتدّ اور کثر ہے۔ اس کا مادہ حرّ ہے مکروہ شئ کی نسبت حرّ کی طرف اور محبوب کی برد کی طرف نسبت کی جاتی ہے۔ کہا جاتا ہے " تَوَلَّىٰ حَارَّهَا مَنْ تَوَلَّىٰ قَارَّهَا "، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے عمر فاروق نے کہا تھا آئے دن لڑائیوں میں حفاظِ قرآن شہید ہوتے رہیں گے اس طرح قرآن کا بیشتر حصہ جاتا رہے گا۔ اس لئے قرآن کو محفوظ کرلیا جائے اور ایک جگہ جمع کیا جائے۔ یمامہ کی لڑائی کے بعد عمر فاروق نے یہ مشورہ دیا تھا کہ یہ کام اچھا ہے۔

ابن جوزی نے کہا ایسا کلام وہ کرسکتا ہے جو سراپا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مُتبع ہو اور ابتداع سے ڈرتا ہو کیونکہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن جمع نہیں کیا تھا اس کا سبب یہ تھا کہ آپ کے زمانہ میں آیاتِ قرآن نازل ہوتی تھیں اور منسوخ بھی ہوتی تھیں۔ اگر قرآن جمع کرلیا جاتا تو بعض لوگوں کے پاس ناقص ہوتا اور وہ زیادتی جو دوسروں کے پاس ہوتی کے منکر ہو جاتے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم انتقال فرما گئے تو نزول آیات اور نسخ وغیرہ اختتام پذیر ہوئے اور زیادتی نقصان کا احتمال اُٹھ گیا تو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مشورہ سے ابوبکر صدیق نے قرآن جمع کیا۔ اس کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ قرآن میں کچھ نہ کیا۔ انہوں نے صرف ام المؤمنین حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس موجود صحائف اور اوراق لئے تھے اور زید بن ثابت

عبداللہ بن زبیر، عبداللہ بن حارث بن ہشام، سعید بن عاص اور قریش و انصار کے بارہ آدمی بشمول اُبی بن کعب رضی اللہ عنہم کو حکم دیا تھا اور صحائف کو اجتماعی شکل دے کر قرآن کی صورت میں تمام شہروں میں بھیج دیا، کیونکہ حذیفہ نے ان کو اس میں اختلاف کی خبر دی تھی۔ جب ام المؤمنین حفصہ کا انتقال ہُوا تو مروان بن حکم نے ان صحائف کو دھوڈالا اور کہا مجھے ڈر ہے کہ اس میں کوئی شئ ہو جو عثمان کے نسخوں کے خلاف ہو۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس طرح عثمان نے کیا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کیوں نہ کیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ابوبکر صدیق کا مقصد یہ تھا کہ قرآن کریم کو جمیع حروف اور جمیع وجوہ جن میں وہ نازل ہُوا جمع کیا جائے وہ حروف قریش کی لغت ہو یا غیر قریش کی لغت ہو اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی غرض یہ تھی کہ قریش کی لغت دوسری قراءت سے خالی کیا جائے لہٰذا ابوبکر صدیق کا جمع کرنا حضرت عثمان کے جمع کرنے سے مختلف ہے۔

اگر یہ سوال پوچھا جائے صحیفے حاضر کرنے سے حضرت عثمان کا مقصد کیا تھا، حالانکہ زید بن ثابت اور دیگر حضرات نے ان کو محفوظ کیا تھا اس کا جواب یہ ہے کہ قیل وقال کا سدِّ باب کرنے کے لئے صحیفوں کو حاضر کیا تھا تاکہ کوئی یہ گمان نہ کرسکے کہ صحیفوں میں قرآن کو نہیں لکھا گیا اور جو کچھ اُنہوں نے لکھا تھا صحیفے اس کے شاہد تھے کہ یہ قرآن ہی لکھا گیا ہے۔

قولہ ہُوَ خَیرٌ واللہ آہ اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ اگر قرآن کو جمع کر کے لکھنا خیر ہے تو سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کیوں ترک کیا اس کا جواب یہ ہے کہ جمع کرنا لکھنا اس زمانہ میں بہتر تھا جبکہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اس کو ترک کرنا اور جمع کر کے لکھنا بہتر نہ تھا کیونکہ اس زمانہ میں بعض آیات منسوخ ہوتی رہتی تھیں جبکہ قرآن پُورا نازل نہ ہُوا تھا۔ اگر سب کو جمع کر لیا جاتا تو منسوخ آیات بھی جمع ہوجاتیں اور ناسخ و منسوخ میں امتیاز نہ رہتا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے زید بن ثابت سے کہا کہ تم نوجوان ہو یہ اہم کام تمہارے سپرد کرتا ہوں، کیونکہ جب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تھے اس وقت زید کی عمر گیارہ برس تھی۔ اور حضرت ابوبکر صدیق کا انہیں یہ فرمانا اُن کے عہدِ خلافت میں تھا۔ ظاہر ہے کہ اس وقت زید کی عمر پچیس سال کے لگ بھگ ہوگی یہی جوانی کی عمر ہے چونکہ زید سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ شریف میں وحی لکھا کرتے تھے اور نہایت ہی امانت دار تھے۔ بایں ہمہ وہ فضلاءِ صحابہ کرام میں سے تھے۔ علاوہ ازیں وہ اصحابِ فتویٰ میں سے بھی تھے۔ اس لئے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں کہا ہم تجھے متہم نہیں جانتے ہیں۔

زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اگرچہ قرآن کو جمع کرنے والے تھے اس کے لئے تمام آیات اور سورتوں کا محفوظ ہونا ضروری ہے، لیکن قرآن کے وجوہ، طریقے اور قراءات تلاش کرتے تھے تاکہ جن حروف سبعہ پر قرآن نازل ہُوا ہے اُن میں سے کوئی لغت اخفاء میں نہ رہے اور وہ قراءتیں بھی معلوم کرنا چاہتے تھے جو اُن کی اپنی قراءت کے علاوہ تھیں۔ زید نے کہا میں نے سورۂ توبہ کی آخری دو آیات خزیمہ انصاری کے پاس پائیں۔ یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے وہ یہ کہ قرآن کریم نقل تواتر سے منقول ہے اور یہ سارے کا سارا متواتر ہے تو

تو یہ دو آیتیں قرآن کیسے ہو سکتی ہیں جبکہ ان کا راوی صرف خزیمہ انصاری ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ دو آیتیں خزیمہ کے سوا کسی کے پاس لکھی ہوئی نہ تھیں، لیکن یاد سب کو تھیں اس اعتبار سے کہا کہ یہ دو آیتیں خزیمہ کے علاوہ کسی سے نہ ملیں ۔ اس کا یہ معنی نہیں کہ یہ دو آیتیں صرف خزیمہ ہی سے معلوم ہوئی تھیں۔ بعض علماء نے کہا تواتر علم یقینی کا مفید ہوتا ہے اور جو خبر قرآن میں محفوف ہو وہ بھی علم یقینی کا مفید ہوتی ہے اور یہاں بہت سے قرائن ہیں ۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ خزیمہ کی شہادت دو گواہوں کی شہادت کے برابر ہے۔ دوسرے یہ کہ انہوں نے تمام صحابہ کی موجودگی میں یہ لکھی تھیں۔ اسی لئے تمام صحابہ کرام نے اس کو قبول کیا۔ ایک روایت میں ہے کہ زید کے متعلق کہتے ہیں کہ وہ دو گواہوں کی گواہی سے آیات کو صحائف میں داخل کرتے تھے، لیکن اس روایت کے مطابق یہ اشکال ہوگا کہ دو گواہوں کی گواہی سے تواتر ثابت نہیں ہوتا اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ دو گواہوں کو کتابت وحفظ پر گواہ بناتے تھے اور جو بطریق تواتر مذکور ہوا اگر اس کی کتابت میں تواتر نہ ہو تواتر حفظ تو باقی ہے۔ اس کو یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ بطریق تواتر ثابت نہیں ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم!

حضرت خزیمہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اُن کا نسب یہ ہے خزیمہ بن ثابت بن فاکہ انصاری خطمی ہیں ان کی تنہا کی گواہی دو گواہوں کی شہادت کے برابر تھی وہ جنگِ صفین میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ تھے اور ۳۷ ہجری کو صفین میں شہید ہوئے۔

"جامع قرآن"

اس جگہ یہ جاننا ضروری ہے کہ اس حدیث اور دوسری صحیح احادیث سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے مشورہ سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جامع قرآن ہیں اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اس اعتبار سے جامع قرآن کہا جاتا ہے کہ جو قرآن ابوبکر صدیق نے جمع کیا تھا۔ وہ عرب کی تمام لغت پر مشتمل تھا۔ ایک دفعہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں دو مسلمانوں نے قرآن کریم کے ایک کلمہ میں جو لغاتِ مختلفہ میں سے تھا جھگڑا کیا حالانکہ دونوں میں سے ہر ایک نے اپنی لغت کے اعتبار سے محفوظ کیا ہوا تھا ان میں سے ہر ایک نے قسم کھائی کہ دوسرا غلط پڑھتا ہے۔ بعد میں انہیں معلوم ہوگیا کہ دونوں کلمے قرآن ہیں۔ اس لئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عہد صدیقیت کا جمع کردہ قرآن ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا سے طلب کر کے اسے اہل حجاز کی لغت پر اس کی تجرید کی کیونکہ قریش کی لغت

سُورَۃُ یُونُسَ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَاخْتَلَطَ فَنَبَتَ بِالْمَآءِ مِنْ كُلِّ لَوْنٍ وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحَانَهُ هُوَ الْغَنِيُّ وَقَالَ زَيْدُ بْنُ اَسْلَمَ اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ مُجَاهِدٌ خَيْرٌ يُقَالُ تِلْكَ

یہی قرآن نازل ہُوا تھا۔ علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا کہ جب ام المؤمنین حفصہ رضی اللہ عنہا وفات پا گئیں تو مروان بن الحکم نے ابوبکر صدیق کا جمع کردہ مصحف لے کر اس کو پانی سے دھو دیا اور کہا مجھے ڈر ہے کہ ناواقف لوگ یہ سمجھیں گے کہ قرآن کے کلمات مختلف ہیں۔ الحاصل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قرآن کریم جمع کیا تھا اس لئے دراصل جامع قرآن وہی ہیں چونکہ یہ قرآن مختلف لغات پر مشتمل تھا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے تمام لغات سے خالی کر کے صرف قریش کی لغت پر رہنے دیا اس اعتبار سے ان کو بھی جامع قرآن کہا جاتا ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم!

سورۂ یونس

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شیخ دہلوی نے ذکر کیا کہ ابوالعباس نے مقاماتِ تنزیل میں کہا کہ یہ سورت مکی ہے مگر ایک آیت کریمہ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ،، مدنی ہے۔ ایک روایت کے مطابق مِنْهُمْ مَّنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّا يُؤْمِنُ ،، بھی مدنی ہے۔ مقاتل نے کہا یہ دو آیات فَاِنْ كُنْتَ

اٰیاتٌ یعنی ھٰذہٖ اَعلامُ القراٰنِ وَمثلہٗ حتّٰی اِذا کُنتُم فی الفُلکِ وَجَرَینَ بِہِم المعنیٰ بِکُم دَعواھُم دُعاؤھُم اُحِیطَ بِھِم دَنَوا مِن

فِی شَکٍّ مِمَّا اَنزَلنَا اِلَیکَ ،، مِنَ الخَاسِرِینَ ،، تک بھی مدنی ہیں۔
ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا۔ فَاختَلَطَ بِہٖ نَبَاتُ الاَرضِ ،،
اس سے اس آیت کریمہ اِنَّمَا مَثَلُ الحَیٰوۃِ الدُّنیَا کَمَاءٍ اَنزَلنٰہُ مِنَ السَّمَآءِ فَاختَلَطَ بِہٖ نَبَاتُ الاَرضِ ،، دُنیا کی زندگی کی کہاوت تو ایسی ہی ہے جیسے وہ پانی کہ ہم نے آسمان سے اُتارا تو اس کے سبب زمین سے اُگنے والی سب گھنی ہو کر نکلیں جو کچھ آدمی اور چوپائے کھاتے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کی تفسیر میں بیان کیا کہ دنیاوی زندگی کا حال پانی کی طرح ہے جو ہم آسمان سے بھیجتے ہیں تو اس کے ساتھ زمین کی نباتات مل جاتی ہیں اور پانی کے زمین سے ملنے کے بعد زمین سے ہر قسم گندم کا غلہ وغیرہ اُگتا ہے۔ ،، قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰہُ وَلَدًا ،،
مکہ کے کافروں نے کہا اللہ نے اپنے لئے اولاد بنائی۔ پاکی اس کو وہی بے نیاز ہے اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے مشرکین مکہ فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں کہتے تھے جبکہ یہودی عزیر کو اللہ کا بیٹا اور نصاریٰ عیسیٰ کو اللہ کا بیٹا کہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے اور بیوی بچے سے بے نیاز ہے۔

"قَالَ زَیدُ بنُ اَسلَمَ اَہ ،،

عمر فاروق کے مولی زید بن اسلم نے اَنَّ لَھُم قَدَمَ صِدقٍ ،، کی تفسیر میں کہا کہ وہ محمد رسول اللہ ہیں "صلی اللہ علیہ وسلم" مجاہد نے کہا قدم صدق سے مراد خیر ہے۔ ابن عباس نے "منزل صدق ،، سے تفسیر کی ہے بعض نے کہا وہ نیک عمل ہے۔ سدی نے کہا وہ قدم ہے جس کے ساتھ چل کر دربارِ الوہیت میں حاضر ہوں گے ،،

"یُقَالُ تِلکَ اٰیٰتٌ ،،

اس سے اس آیت کریمہ "الر تِلکَ اٰیٰتُ الکِتٰبِ الحَکِیمِ ،، کی طرف اشارہ کیا اور ھٰذہٖ اَعلَامُ القُراٰنِ ،، سے اس کی تفسیر کی ہے یعنی تِلکَ اسم اشارہ مخاطب بمعنی ھٰذہٖ ہے جو غائب کے لئے ہے اس کا معنی یہ ہے کہ یہ قرآن حکیم کے اَعلام ہیں جو حکمت اور مضبوط علم پر مشتمل ہیں اور تِلکَ اٰیٰت کی طرح یہ ہے کہ اس آیت کریمہ : حَتّٰی اِذَا کُنتُم فِی الفُلکِ وَجَرَینَ بِھِم ،، میں بِھِم بمعنی بِکُم ،، ہے یعنی ضمیر غائب بجائے ضمیر مخاطب ہے اور دونوں میں مماثلت یہ ہے کہ دونوں میں التفات کیا گیا ہے یعنی خطاب کا صیغہ بصورت صیغہ غیب ذکر کیا ہے۔
قولہ دَعوٰاھُم ،، اس سے اس آیت کریمہ دَعوٰھُم فِیھَا سُبحٰنَکَ اللّٰھُمَّ کی طرف اشارہ ہے۔

اور دُعَاؤُهُمْ ،، سے اس کی تفسیر کی ہے یعنی دَعْوٰی المعنی دُعَاءٌ ہے ،،
قولہ اُحِيْطَ بِهِمْ آہ ،، اس سے اس آیت کریمہ : وَظَنُّوْا اَنَّهُمْ اُحِيْطَ بِهِمْ ،، کی طرف اشارہ کیا اور دَنَوْا مِنَ الْمَهْلَكَةِ سے اس کی تفسیر کی یعنی اُنھوں نے گمان کر لیا کہ وہ ہلاکت کے قریب آگئے ہیں ۔ قولہ اَحَاطَتْ بِهٖ آہ اس سے اس آیت کریمہ : بَلٰى مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَّاَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْٓئَتُهٗ ،، کی طرف اشارہ کیا ۔ یعنی جس نے بُرا کسب کیا اور اس کی برائی اس پر غالب آئی اور نجات کی راہ اس کے لئے مشکل ہو گئی ۔
قولہ فَاَتْبَعَهُمْ آہ اس سے اس آیت کریمہ : وَجَاوَزْنَا بِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْبَحْرَ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُوْدُهٗ ،، میں یہ اشارہ کیا کہ " اِتَّبَعَهُمْ ،، بکسر الہمزہ و تشدید التاء اور اَتْبَعَهُمْ بفتح الہمزہ ہم معنیٰ ہیں ۔ یعنی ہم نے بنی اسرائیل کو دریا سے پار کر دیا اور فرعون اور اس کے عسکر نے ان کا پیچھا کیا ۔ اصمعی نے کہا پہلا معنی لاحق اور دوسرا معنی مدرک ہے یعنی اُن کا پیچھا کیا ۔
قولہ عَدْوًا ،، اس سے اس آیت کریمہ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُوْدُهٗ بَغْيًا وَّعَدْوًا ،، میں اشارہ کیا کہ عدو المعنی عدوان اور دشمنی ہے ۔ یعنی سرکشی اور دشمنی کے باعث ان کا پیچھا کیا ۔
قولہ قَالَ مُجَاهِدٌ ،، يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الاٰيَة اس سے اس آیت کریمہ : وَلَوْ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ الاٰيَة کی طرف اشارہ کیا ۔ یعنی اور اگر اللہ لوگوں پر بُرائی ایسی جلد بھیجتا جیسی وہ بھلائی کی جلدی کرتے ہیں تو اُن کا وعدہ پُورا ہو چکا ہوتا ۔ مجاہد نے اس کی تفسیر میں کہا غصہ کی حالت میں انسان کا اپنی اولاد اور مال کے متعلق کہنا ،، اے اللہ اس میں برکت نہ کر اور اس پر لعنت بھیج ،، اگر اللہ بھی ایسی جلدی کرتا تو اُن کا یہ کہنا پُورا ہو چکا ہوتا ۔

شانِ نزول

،، یہ آیت کریمہ اس وقت نازل ہوئی جبکہ نضر بن حارث مشرک نے کہا اے اللہ اگر دین اسلام حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا ۔ تو یہ آیت نازل ہوئی ،،

ترکیب

لَوْ يُعَجِّلُ اللّٰهُ ،، محل کے اعتبار سے مبتدا اور قَوْلُ الْاِنْسَانِ ،، خبر ہے ۔ اور اَللّٰهُمَّ لَا تُبَارِكْ ،، قول کا مقولہ ہے اور لَقُضِيَ اِلَيْهِمْ اَجَلُهُمْ ،، لو کا جواب ہے ۔ یعنی انسان غصہ کی حالت میں اپنی اولاد اور مال پر بد دُعا کرتا ہے ۔ اگر اللہ ان لوگوں کی طرح جلدی کرتا تو جس پر انسان بددعا کرتا وہ کبھی کا ہلاک ہو چکا ہوتا اور مرگیا ہوتا ۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد : لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ

بھلائی والوں کے لئے بھلائی ہے اور اس سے بھی زائد ،، اور وہ مغفرت گناہ و رضوان ہے ۔ (اللہ کی رضا)

اُلْهَلَكَةِ اَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْئَتُهٗ فَاَتْبَعَهُمْ وَاَتْبَعَهُمْ وَاحِدٌ عَدْوًا مِنَ الْعُدْوَانِ وَقَالَ مُجَاهِدٌ وَلَوْ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ قَوْلُ الْاِنْسَانِ لِوَلَدِهٖ وَمَالِهٖ اِذَا غَضِبَ اَللّٰهُمَّ لَا تُبَارِكْ لَهٗ فِيْهِ وَالْعَنْهُ لَقُضِيَ اِلَيْهِمْ اَجَلُهُمْ لَاُهْلِكَ مَنْ دُعِيَ عَلَيْهِ وَلَاَمَاتَهٗ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى مِثْلُهَا حُسْنٰى وَزِيَادَةٌ مَغْفِرَةٌ وَقَالَ غَيْرُهُ النَّظَرُ اِلٰى وَجْهِهٖ اَلْكِبْرِيَاءُ الْمُلْكُ

بَابٌ وَجَاوَزْنَا بِبَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ الْبَحْرَ

فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُوْدُهٗ بَغْيًا وَّعَدْوًا حَتّٰٓى اِذَا اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآئِيْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ نُنَجِّيْكَ نُلْقِيْكَ عَلٰى نَجْوَةٍ مِّنَ الْاَرْضِ وَهُوَ النَّشَزُ الْمَكَانُ الْمُرْتَفِعُ

حسن بصری رحمۃ اللہ سے روایت ہے کہ زیادہ وہ اضافہ ہے جو اللہ تعالیٰ ایک نیکی پر دس گنا ثواب دیتا ہے اور دس پر زیادہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ زیادہ جنت الفردوس میں ایک موتی سے بنا ہوا بالاخانہ ہے جس کے چار دروازے ہیں۔ مجاہد کے غیر نے زیادہ کی تفسیر میں کہا کہ یہ جنت میں اللہ تعالیٰ کا مشاہدہ ہے جو اللہ کی ذات کا نگاہوں کا مرکز ہوگی!

اس سے اس آیت کریمہ: قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا عَمَّا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا وَتَكُوْنَ لَكُمَا الْكِبْرِيَآءُ فِي الْاَرْضِ وَمَا نَحْنُ لَكُمَا بِمُؤْمِنِيْنَ ،، کی طرف اشارہ کیا۔ یہ فرعون اور اس کی قوم نے موسیٰ علیہ السلام اور ان کے بھائی ہارون علیہ السلام کو کہا تھا کہ کیا تم ہمارے پاس اس لئے آئے ہو کہ ہمیں اس پھیر دو جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا اور زمین میں تمہیں دونوں کی بڑائی رہے اور ہم تم پر ایمان لانے کے نہیں ،، مجاہد نے کبریا کی تفسیر مالکیت کی ہے۔ ایک روایت کے مطابق کبیر یا معنی عظمت ہے۔

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد! وَجَاوَزْنَا بِبَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ الْبَحْرَ الاٰیۃ

یعنی ہم بنی اسرائیل کو دریا پار لے گئے تو فرعون اور اس کے لشکروں نے ان کا پیچھا کیا سرکشی اور

ظلم سے۔ یہاں تک کہ جب اسے ڈوبنے نے آلیا تو بولا میں ایمان لایا کہ کوئی سچا معبود نہیں سوا اس کے جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے اور میں مسلمان ہوں کیا اب اور پہلے سے نافرمان رہا اور تو فسادی تھا۔ آج ہم تیری لاش کو اترا دیں گے کہ تو .... اپنے پچھلوں کے لئے نشانی ہو اور بے شک لوگ ہماری آیتوں سے غافل ہیں۔

تفسیر: فرعون نے یہ خواہش کرتے ہوئے کہ اس کا ایمان قبول کرلیا جائے گا۔ تین بار کہا تکرار کے ساتھ ایمان ادا کیا۔ لیکن یہ ایمان قبول نہ ہوا کیونکہ ملائکہ اور عذاب کے دیکھنے کے بعد ایمان مقبول نہیں اگر حالتِ اختیار میں وہ ایک مرتبہ بھی کلمہ کہتا تو اس کا ایمان قبول کرلیا جاتا، لیکن اُس نے وقت کھو دیا اس لئے اس سے یہ کہا گیا۔ کیا اب ایمان لاتا ہے حالانکہ تو پہلے سے نافرمان رہا۔ اور تو فسادی تھا۔

قولہ ننجیک،، یعنی تجھے اونچی جگہ پھینک دیں گے۔ نجوہ اونچی جگہ ہے۔ فرعون لعین نے یہ نہ جانا کہ عذاب کے فرشتے دیکھنے اور عذاب آخرت کا مشاہدہ کے بعد ایمان لانا نافع نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جب کافروں نے ہمارا عذاب دیکھا تو ایمان لائے اس ایمان نے اُن کو نفع نہ دیا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرعون کے جواب میں فرمایا کیا اب اضطرار کے وقت ایمان لاتا ہے اس سے پہلے تو نافرمان رہا۔

امام احمد نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوع روایت کی کہ جب فرعون نے کہا اٰمَنْتُ اَنَّہٗ لَا اِلٰہَ اِلَّا الَّذِیْ اٰمَنَتْ بِہٖ بَنُوْا اِسْرَاۗءِیْلَ،، کہا مجھے جبرائیل نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ مجھے دیکھتے حالانکہ میں نے سمندر کی مٹی پکڑ کر اس کے منہ میں بھر دی تھی تا کہ اس کو اللہ کی رحمت نہ آلے تو آپ عظیم شئی دیکھتے جس کی حقیقت کوئی نہیں بیان کرسکتا، کیونکہ جب میں نے یہ حالت دیکھی تو اللہ کے دشمن پر میرا غیظ و غضب بھڑکا کیونکہ اُس نے الوہیت کا دعویٰ کیا تھا۔ اس لئے یہ خیال کرتے ہوئے کہ اللہ کی رحمت اس کو آلے گی۔ میں نے سمندر کی سیاہ مٹی سے اس کا منہ بھر دیا تا کہ دوسری بار یہ کہنا نہ پاتے۔ الحاصل حضرت جبرائیل علیہ السلام نے یہ اس لئے کیا تھا کہ فرعون پر اللہ کا غضب تھا اور وہ یہ جانتے تھے کہ اس کو ایمان نفع نہ دے گا۔ یہ نہیں کہ جبرائیل فرعون کے ایمان سے خوش نہ تھے کیونکہ کافر کے ایمان لانے کو اچھا نہ جاننا کفر ہے۔ لیکن ابو منصور ماتریدی نے کہا تاویلات میں ذکر کیا کہ کفر سے رضا مطلقاً کفر نہیں۔ یہ اس وقت کفر ہے جب وہ اپنے کفر سے راضی ہو اور اگر غیر کے کفر سے راضی ہو تو یہ کفر نہیں ہے۔ اس کی تائید عبداللہ بن ابی سرح کے واقعہ سے ہے کہ جب وہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آیا اور تین بار بیعت کرنے کی تمنا کی اور ہر بار سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بیعت کرنے سے انکار کیا پھر اس کو بیعت کرلیا اور صحابہ کرام سے فرمایا کیا تم سے کوئی شخص سمجھدار نہیں کہ جب وہ یہ دیکھتا کہ میں اس کو بیعت نہیں کرتا ہوں تو اس کو قتل کر دیتا۔ (ابو داؤد والنسائی)

حضرت جبرائیل علیہ السلام کا فرعون سے فتوے لینا،،

علامہ قسطلانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا کہ جبرائیل علیہ السلام نے فرعون سے سوال پوچھا کہ اس شخص کے متعلق تیرا کیا فتویٰ ہے جس نے کسی شخص کے مال سے پرورش پائی ہو اور اس کی نعمتوں میں پلا ہو پھر اس کے حق کا انکار کرتے ہوئے اس کی عظمت کو پامال کرنا چاہے اور خود اپنی سیادت اور عظمت کا دعویٰ کرے فرعون نے اس کا یہ جواب لکھا۔

فرعون کے جواب کا متن

ولید بن مصعب کہتا ہے جو بندہ اپنے مالک کی طاعت سے خارج ہو جائے اور اس کی نعمتوں کا انکار کرے اس کو سمندر میں غرق کیا جائے۔ جب فرعون سمندر میں غرق ہونے لگا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اس کو وہ جواب دکھایا جس کو اُس نے پہچانا۔

فرعون کی لاش باہر کیوں پھینکی گئی؟

علامہ ابن حجر عسقلانی نے شرح میں ذکر کیا کہ عبدالرزاق نے اپنے اسناد کے ساتھ قیس بن عباد وغیرہ سے روایت کی کہ بنو اسرائیل نے کہا فرعون مرا نہیں۔ اس لئے اللہ نے اس کو باہر پھینکا تاکہ اس کو دیکھیں وہ سُرخ بیل کی طرح تھا۔ یہ روایت موقوف ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ معمر نے قتادہ سے روایت کی جب اللہ نے فرعون کو غرق کیا تو بعض لوگوں نے اس کی تصدیق نہ کی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو باہر نکالا کہ لوگ اس کو دیکھ لیں اور عبرت حاصل کریں۔ ابن ابی حاتم نے ضحاک کے طریق سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اور اُن کے ساتھی سمندر سے نکلے تو فرعون کی قوم سے جو لوگ پیچھے رہ گئے تھے انہوں نے کہا فرعون اور اس کی قوم غرق نہیں ہوئی وہ سمندر کے جزائر میں شکار کرنے میں مشغول ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سمندر کو حکم دیا کہ فرعون کو ننگا باہر پھینک دے۔ سمندر نے اس کو باہر پھینک دیا جبکہ اس کا بدن برہنہ اور سر گنجا تھا۔

کیا فرعون مسلمان ہو کر مرا تھا؟

شیخ ابن عربی اور ان کے معتقدین نے قرآن کی مذکور آیت سے استدلال کیا کہ فرعون مسلمان ہو کر مرا تھا۔ فصوص الحکم میں اس کی تصریح موجود ہے۔ بعض علماء نے کہا۔ شیخ کا یہ اعتقاد نہیں بلکہ انھوں نے

۴۳۶۴ — حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ وَالْيَهُودُ تَصُومُ يَوْمَ عَاشُورَاءَ فَقَالُوا هٰذَا يَوْمٌ ظَهَرَ فِيهِ مُوسَىٰ عَلَىٰ فِرْعَوْنَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَصْحَابِهِ أَنْتُمْ أَحَقُّ بِمُوسَىٰ مِنْهُمْ فَصُومُوا

بطور جدل و احتمال یہ آئت ذکر کی ہے کہ اس آئت سے یہ معنی مفہوم ہے، ورنہ اُنھوں نے فتوحاتِ مکیہ میں تصریح کی ہے کہ دوزخ میں بعض سخت حصے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے متکبر لوگوں کے لئے تیار کر رکھے ہیں وہ فرعون ونمرود ایسے لوگوں کا ٹھکانہ ہے۔ جمہور مشائخ اور علماء کا مذہب یہ ہے کہ فرعون کافر مرا ہے اور قرآن کریم میں جہاں بھی اس کو ذکر کیا قباحت اور اہانت سے ہی ذکر کیا ہے ابوجہل بدر کی جنگ میں مرا تو سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس امت کا فرعون مرگیا ہے۔

فرعون کون تھا؟

فرعون مصر کا حاکم تھا۔ اس کا نسب یہ ہے فرعون ولید بن مصعب بن ریان اس کی کنیت ابومرہ ہے۔ ابوالعباس نے کہا وہ بنی عملیق سے ہے جنہیں عمالقہ کہا جاتا ہے وہ سام بن نوح علیہ السلام کی اولاد سے تھا۔ اس کو قبطی بھی کہا جاتا ہے۔ سدی نے کہا موسیٰ علیہ السلام چھ لاکھ بیس ہزار جنگ آزما مرد لے کر نکلے جن میں کوئی بھی بیس سال سے کم نہ تھا اور نہ ہی کوئی ساٹھ سال سے زیادہ تھا۔ اس کا مقدمہ ہارون علیہ السلام تھے جو دس لاکھ ستر ہزار مردوں کو لے کر باہر نکلے جن میں کوئی عورت نہ تھی جبکہ فرعون کے ساتھ ستر(کئی) سردار تھے۔ ہر سردار کے ساتھ ستر ہزار آدمی تھے۔ اس کا مقدمہ ہامان تھا جس کے ہمراہ کئی لاکھ آدمی تھے ان میں ایک لاکھ صرف گھوڑے تھے جن میں کوئی مادہ نہ تھی۔ اُنھوں نے موسیٰ علیہ السلام کا تعاقب کیا اور سب غرق ہو گئے۔ یہ عاشورا کے دن کا واقعہ ہے۔ اسی لئے یہودی اس روز روزہ سے ہوتے تھے۔ وہ اس دن کی تعظیم کرتے تھے ہمیں بھی اس دن روزہ رکھنے کا حکم ملا ہے۔

۴۳۶۴ — ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف لائے جبکہ یہودی عاشوراء کا روزہ رکھا کرتے تھے۔ اُنھوں نے کہا اس دن میں موسیٰ علیہ السلام کو فرعون لعین پر غلبہ حاصل ہُوا تھا۔ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے

سُوْرَةُ هُوْد

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَقَالَ اَبُوْمَيْسَرَةَ الْاَوَّاهُ الرَّحِيْمُ بِالْحَبْشِيَّةِ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ بَادِيَ الرَّاْيِ مَاظَهَرَ لَنَا وَقَالَ مُجَاهِدٌ اَلْجُوْدِيُّ جَبَلٌ بِالْجَزِيْرَةِ وَقَالَ الْحَسَنُ اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِيْمُ يَسْتَهْزِءُوْنَ بِهٖ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَقْلِعِيْ اَمْسِكِيْ عَصِيْبٌ شَدِيْدٌ لَاجَرَمَ بَلٰى وَفَارَ التَّنُّوْرُ نَبَعَ الْمَاءُ وَقَالَ عِكْرِمَةُ وَجْهُ الْاَرْضِ

سُوْرۂ هُوْد

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ؕ

اسماعیل بن عبدالرحمن سدی نے کہا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا یہ سورت مکّی ہے لیکن اَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَیِ النَّهَارِ الآیۃ مدنی ہے۔ قرطبی نے ابن عباس سے روایت کی کہ یہ مطلقاً مکّی ہے۔ مذکورہ آیت کریمہ ایک شخص کے حق میں نازل ہوئی جس نے دربارِ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ میں نے اجنبیہ عورت کو بوسہ دیا ہے لیکن اس پر تجاوز نہیں کیا اور میں حدّ تک نہیں پہنچا ہوں۔ سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تو نے نماز ہمارے ساتھ پڑھی ہے؟ اُس نے کہا جی ہاں! فرمایا اللہ نے تیرا گناہ معاف کر دیا ہے اور یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَیِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ اللَّيْلِ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ،، اور نماز قائم رکھو! دن کے دونوں کنارے اور کچھ رات کے حصوں میں بے شک نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں،، یہ واقعہ مدینہ منورہ میں ہوا تھا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ یہ سورت مکی ہے اور یہ آیت کریمہ: فَلَعَلَّكَ تَارِكٌ بَعْضَ مَا يُوْحٰى اِلَيْكَ ،، مدنی ہے۔ مقاتل نے کہا یہ مکّی ہے۔ مگر دو آیات اَقِمِ الصَّلٰوةَ اور اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ

جو عبداللہ بن سلام اور اس کے مسلمان ساتھیوں کے بارے میں نازل ہوئی۔ مدنی ہیں۔
ابومیسرہ نے کہا حبشی زبان میں اوّاہ بمعنی رحیم ہے۔ اس سے اس آیت کریمہ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَحَلِيْمٌ اَوَّاهٌ مُّنِيْبٌ،، کی طرف اشارہ ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ,, بَادِيَ الرَّاْيِ ،، کی تفسیر مَا ظَهَرَ لَنَا سے کی ہے یعنی جو کچھ ظاہر ہے۔ مجاہد نے کہا ,, جُوْدِيّ ،، جزیرہ میں پہاڑ کا نام ہے جو دجلہ اور فرات کے درمیان مُوصل کے قریب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تین نبیوں کی خاطر تین پہاڑوں کا اکرام کیا ہے۔ اُن میں ایک حری ہے جو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے۔ دوسرا جودی یہ نوح علیہ السلام کے ساتھ، تیسرا طور موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مختص ہے۔ حسنؒ نے کہا ,, اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِيْمُ ،، اس سے اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِيْمُ الرَّشِيْدُ کی طرف اشارہ ہے۔
قولہ يَسْتَهْزِءُوْنَ بِهٖ ،، اس وصف کے ساتھ حضرت شعیب علیہ السلام کو مذاق کرتے تھے۔
قولہ اَقْلِعِيْ ،، اس سے اس آیت کریمہ ,, يٰۤاَرْضُ ابْلَعِيْ مَآءَكِ وَيٰسَمَآءُ اَقْلِعِيْ ،، کی طرف اشارہ کیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا اَقْلِعِيْ بمعنی اَمْسِكِيْ ہے۔ یعنی اے زمین پانی کو جذب کرلے اور اے آسمان پانی کو روک لے اور اس آیت کریمہ هٰذَا يَوْمٌ عَصِيْبٌ ،، میں ابن عباس رضی اللہ عنہما نے عَصِيْبٌ ،، کی تفسیر شدید سے کی۔ یہ حضرت لوط علیہ السلام کا کلام ہے جبکہ اُن کے پاس امرد آدمیوں کی صورت میں فرشتے آئے اور لوط علیہ السلام نے اپنی بدکار قوم سے خوف محسوس کیا تھا

قولہ لَا جَرَمَ الخ : اس سے اس آیت کریمہ لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ ،، کی طرف اشارہ کیا اور ,, لَا جَرَمَ ،، کی بلی سے تفسیر کی لَا جَرَمَ ،، فراء نے کہا لا جرم دراصل بمعنی لَا بُدَّ اور لَا مَحَالَةَ ہے۔ اس میں استعمال بکثرت ہونے کے باعث قسم کے معنی میں ہوگیا حتیٰ کہ حَقًّا کی طرح ہوگیا اسی لئے اس کے جواب میں "لام" آتی ہے جیسے قسم کے جواب میں لام داخل ہوتی ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے لَا جَرَمَ لَاٰتِيَنَّكَ ،، بخدا میں تیرے پاس ضرور آؤں گا۔ بصری علماء اس کو فعل کہتے ہیں۔ جبکہ یہ کوفی علماء کے نزدیک اسم ہے۔ جس وقت یہ اسم ہوگا تو آیت کا معنیٰ یہ ہوگا ,, وہ یقیناً آخرت میں خسارے میں پڑنے والے ہیں اگر بصری علماء کے مطابق یہ فعل ہو تو ,, لا کلمہ سے کافروں کے کلام کا ردّ ہے اور جَرَمَ بمعنی كَسَبَ ہے یعنی ان کے کفر نے آخرت میں خسارہ کسب کیا ،، (عینی)
قولہ فَارَ التَّنُّوْرُ آہ اس سے آیت کریمہ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ وَفَارَ التَّنُّوْرُ ،، کی طرف اشارہ کیا اور نَبَعَ الْمَآءُ ،، سے اس کی تفسیر کی۔ یعنی اس کے تنور سے پانی جوش سے نکلا جیسے ہنڈیا جوش سے اُبلتی ہے۔ لفظ ,, فَارَ ،، فور سے ہے بمعنی جوش مارنا۔ دیگ کے اُبلنے کو فوران کہتے ہیں۔ عکرمہ نے کہا تنور بمعنی روئے زمین ہے۔ ابن درید نے کہا تنور فارسی لفظ ہے۔ عربوں

نے جب کوئی دوسرا اسم اس معنی میں نہ پایا تو اسی کو استعمال کرنے لگے۔ قرآن کریم میں بھی اسی طرح آیا ہے کہ عربوں نے اس کا کوئی اور نام نہ پایا۔

شیخ دہلوی نے ذکر کیا اس تنور کی جگہ میں مختلف روایات ہیں۔ مجاہد نے کہا یہ کوفہ کے ایک کنارے میں ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ حضرت نوح علیہ السلام نے کوفہ کی مسجد کے درمیان کشتی بنائی اور اسی جگہ تنور تھا۔ مقاتل نے کہا شام میں آدم علیہ السلام کا تنور ایک مقام تھا جسے وردہ کہتے ہیں۔ عکرمہ سے روایت ہے کہ یہ تنور ہندوستان میں تھا۔ واللہ ورسولہ اعلم!

قولہ اَلَآ اِنَّھُمْ آہ یعنی خبردار ہو جاؤ کہ بعض لوگ اپنے سینے اور منہ مروڑتے ہیں تاکہ اپنے آپ کو اللہ سے چھپائیں، "یَثْنُوْنَ" صیغہ جمع مذکر غائب ہے اس میں ضمیر غائب کا مرجع منافقین ہیں۔ اور صدُوْرَھُمْ منصوب مفعول بہٖ ہے۔

قولہ اَلَا حِیْنَ آہ یعنی خبردار جس وقت وہ لباس پہنتے ہیں۔ وہ ان کی ہر وہ شئی جانتا ہے جسے وہ چھپاتے یا ظاہر کرتے ہیں۔ وہ سینوں کی باتیں جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اُن کا چھپانا اور ظاہر کرنا برابر ہے۔ مفسرین نے اسی طرح تفسیر کی ہے اور جو معنی حدیث سے معلوم ہوتا ہے وہ اس سے مختلف ہے۔ غیر عکرمہ نے کہا "حَاقَ" بمعنی نزل ہے اور "یَحِیْقُ" بمعنی یَنْزِلُ ہے۔

قولہ یَؤُسٌ بروزن فعول یئسُ سے ماخوذ ہے۔ تَبْتَئِسْ بمعنی تحزن ہے۔ یعنی غمزدہ نہ ہو۔

قولہ یَثْنُوْنَ صُدُوْرَھُمْ، یعنی وہ حق میں شک کرتے ہیں تاکہ اگر انہیں اخفاء کی طاقت ہو تو اللہ سے اخفاء کرلیں۔ یثنون، ثنی سے ماخوذ ہے۔ اس کی حق میں شک اور اس سے اعراض کرنے سے تعبیر کی جاتی ہے۔ یہ مجاہد کی تفسیر ہے۔

زمخشری نے کہا، وہ حق سے انحراف کرتے ہیں کیونکہ جو کوئی کسی شئی کی طرف متوجہ ہو وہ اپنا سینہ اس کی طرف کرتا ہے اور جو کوئی شئی سے انحراف کرے وہ اس سے اپنا سینہ پھیر لیتا ہے اور اس سے پہلوتہی کرتا ہے۔ پس یَثْنُوْنَ صُدُوْرَھُمْ کا معنی یہ ہے کہ وہ حق سے انحراف کرتے ہیں۔

یہ آیت کریمہ اخنس بن شریق کے حق میں نازل ہوئی جو چرب زبان اور شیریں کلام تھا اور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے میٹھی میٹھی باتیں کر کے باطنی خبث کو پوشیدہ رکھتا تھا۔ بعض علماء نے کہا بعض مشرکوں کے بارے میں نازل ہوئی۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس سے گزرتے تو وہ اپنا سینہ پھیر لیتا اور سر نیچا کر لیتا تھا تاکہ آپ کو نہ دیکھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کو سینوں میں چھپی ہوئی باتوں کی خبر دی اور جو کچھ اُن میں آپ سے عداوت رکھتے تھے۔

۴۳۶۵ — حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ صَبَّاحٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ قَالَ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادِ بْنِ جَعْفَرٍ أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقْرَأُ أَلَا إِنَّهُمْ يَثْنُونِي صُدُورُهُمْ قَالَ سَأَلْتُهُ عَنْهَا فَقَالَ أُنَاسٌ كَانُوا يَسْتَحْيُونَ أَنْ يَتَخَلَّوْا فَيُفْضُوا إِلَى السَّمَاءِ وَأَنْ يُجَامِعُوا نِسَاءَهُمْ فَيُفْضُوا إِلَى السَّمَاءِ فَنَزَلَ ذَلِكَ فِيهِمْ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى قَالَ أَخْبَرَنَا هِشَامٌ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ وَأَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادِ بْنِ جَعْفَرٍ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ قَرَأَ أَلَا إِنَّهُمْ تَثْنُونِي صُدُورُهُمْ قُلْتُ يَا أَبَا الْعَبَّاسِ مَا تَثْنُونِي صُدُورُهُمْ قَالَ كَانَ الرَّجُلُ يُجَامِعُ امْرَأَتَهُ فَيَسْتَحِي أَوْ يَتَخَلَّى فَيَسْتَحْيِي فَنَزَلَتْ أَلَا إِنَّهُمْ تَثْنُونِي صُدُورُهُمْ

۴۳۶۵ — ترجمہ : ابن جُریج نے کہا مجھے محمد بن عباد بن جعفر نے خبر دی کہ انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ پڑھتے ہوئے سُنا : اَلَا اِنَّھُمْ تَثْنُونِی صُدُوْرُھُمْ ،، محمد بن جعفر نے کہا میں نے ابن عباس سے اس آیت کے شان نزول کے متعلق پوچھا تو اُنھوں نے کہا چند لوگ قضاءِ حاجت میں برہنہ ہوتے وقت اللہ تعالیٰ سے شرم کرتے تھے کہ وہ کھلے میدان میں اپنی شرمگاہیں آسمان کی طرف کرتے ہیں اور یہ کہ اپنی بیویوں سے جماع کرتے ہیں اور اپنی شرمگاہیں آسمان کی طرف کرتے ہیں اُن کے بارے میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

۴۳۶۵ — شرح : یعنی کچھ لوگ پیشاب اور پاخانہ کرتے وقت شرمگاہ سے کپڑا اُٹھانے میں اللہ تعالیٰ سے شرم کرتے تھے۔ اسی طرح بیویوں سے جماع کے وقت کھلی جگہ میں آسمان کے نیچے یہ کام کرنے سے شرم کرتے تھے۔ جس کی وجہ سے جھکے جھکے یہ سب کام کرتے تھے اور اپنے آپ کو کپڑوں میں چھپاتے تھے اُن کے بارے میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

قولہ یَثْنُونِی ،، مضارع معروف بروزن یَفْعَوْعِلُ ،، ہے۔ اس کی ماضی اِثْنَوْنٰی بروزن اِفْعَوْعَلَ ہے۔ اس کا باب اِفْعِیْعَال اور مادہ ثنی ہے۔ یہ صیغہ مبالغہ کا ہے جیسے اِحْلَوْلٰی یَحْلَوْلِیْ حلاوت میں مبالغہ کے لئے ہے۔
قولہ صُدُوْرُھُمْ ،، فاعلیت کے باعث مرفوع ہے۔ مشہور قرآءت یَثْنُوْنَ ،، جمع مذکر غائب کا صیغہ ہے۔

۴۳۶۶ حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيٰنُ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرٌو قَالَ قَرَأَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَلَا اِنَّهُمْ يَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ عَلٰى جِبْنٍ يَسْتَغْشُوْنَ ثِيَابَهُمْ وَقَالَ غَيْرُهٗ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ يَسْتَغْشُوْنَ يُغَطُّوْنَ رُءُوْسَهُمْ سِيْٓئَ بِهِمْ سَآءَ ظَنُّهٗ بِقَوْمِهٖ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا بِاَضْيَافِهٖ بِقِطْعٍ مِّنَ اللَّيْلِ بِسَوَادٍ وَّقَالَ مُجَاهِدٌ اُنِيْبُ اَرْجِعُ

اس میں ضمیر کا مرجع منافقین ہیں اور صُدُوْرَهُمْ ،، مفعولیت کے سبب منصوب ہے۔

قولہ فَيُفْضُوْا آہ یہ اَفْضَى الرَّجُلُ اِلَى امْرَاَتِهٖ اِذَا بَاشَرَ ،، سے ہے یعنی کوئی اپنی بیوی سے مباشرت کرے تو کہا جاتا ہے اَفْضَى الرَّجُلُ اِلَى امْرَاَتِهٖ ،، علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ابو اسامہ کی روایت میں ہے۔ کچھ لوگ کپڑوں میں لپٹے بغیر بیویوں کے پاس نہ جاتے تھے اور نہ ہی بیت الخلاء میں جاتے تھے وہ اس حال کو مکروہ جانتے تھے کہ ان حالات میں اپنی شرمگاہیں برہنہ کریں ان کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی ،،

۴۳۶۶ — ترجمہ : ابن جریج نے کہا مجھے محمد بن عباد بن جعفر نے خبر دی کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے پڑھا : اَلَا اِنَّهُمْ تَثْنَوْنِيْ صُدُوْرُهُمْ ،،
میں نے کہا یا ابا العباس اس آیت کا معنی کیا ہے ؟ انہوں نے کہا کوئی مرد اپنی بیوی سے برہنہ جماع کرتا تو شرم کرتا یا بیت الخلاء میں برہنہ ہوتا تو برہنہ ہونے میں شرم کرتا تھا تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔
عمرو بن دینار کے غیر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ يَسْتَغْشُوْنَ بمعنی يُغَطُّوْنَ رُءُوْسَهُمْ ،، ہے۔ اپنے سروں کو چھپاتے تھے۔ (اس کی تفصیل گزری ہے)

قولہ وَاَخْبَرَنِيْ ،، واؤ عاطفہ ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن جریج نے یہ حدیث کسی اور سے بھی سنی ہے اور وہ ابو ملیکہ ہے۔ طبرانی نے تصریح کی ہے کہ ابن عباس نے یہ آیت پڑھی۔

قولہ سِيْٓئَ بِهِمْ ،، اس سے اس آیت کریمہ وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِيْٓئَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا ،، کی طرف اشارہ کیا یعنی ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے لوط علیہ السلام کے پاس آئے وہ بے ریش نوجوانوں کی صورت میں آئے لوط علیہ السلام یہ دیکھ کر خوف زدہ ہوئے کہ ان کی بدکردار قوم ان کا قصد کرے گی جس کی وہ مدافعت نہ کر سکیں گے ان سے لوط علیہ السلام کا سینہ تنگ ہوا اور بہت پریشان ہوئے اور اس کام میں کوئی حیلہ کرنے سے عجز کے سبب سخت منقبض ہوئے اور جو تفسیر امام نے

بَابٌ قَوْلُهُ تعالیٰ وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَآءِ

۴۳۶۷ــ حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ اللّٰهُ اَنْفِقْ اُنْفِقْ عَلَيْكَ وَقَالَ يَدُ اللّٰهِ مَلْاٰى لَا تَغِيْضُهَا نَفَقَةٌ سَحَّاءُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَقَالَ اَرَاَيْتُمْ مَا اَنْفَقَ مُنْذُ خَلَقَ السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ فَاِنَّهٗ لَمْ يَغِضْ مَا فِيْ يَدِهٖ وَكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَاءِ وَبِيَدِهِ الْمِيْزَانُ يَخْفِضُ وَ يَرْفَعُ اِعْتَرَاكَ اِفْتَعَلْتَ مِنْ عَرَوْتُهٗ اَيْ اَصَبْتُهٗ وَمِنْهُ يَعْرُوْهُ وَاعْتَرَانِيْ اٰخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا اَيْ فِيْ مِلْكِهٖ وَسُلْطَانِهٖ عَنِيْدٌ وَعَنُوْدٌ وَعَانِدٌ وَاحِدٌ هُوَ

نے کی ہے وہ علی بن ابی طلحہ کے ذریعہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ لوط علیہ السلام کو اپنی قوم کے متعلق بدگمانی ہوئی یعنی "بہم" کی ضمیر کا مرجع قوم ہے اور "ضاق بہم" میں ضمیر کا مرجع مہمان فرشتے ہیں اس تقدیر پہ دونوں ضمیروں کے مراجع مختلف ہیں۔ اکثر مفسرین کہتے ہیں کہ دونوں ضمیروں کا مرجع قوم ہے یعنی جب خوبصورت بے ریش نوجوانوں کو دیکھا تو اپنی قوم سے خوف زدہ ہوئے اور ان کا سینہ بہت تنگ ہوا۔

بِقِطْعٍ مِّنَ اللَّيْلِ "اس سے اس آیت کریمہ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ اللَّيْلِ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ" کی طرف اشارہ کیا اور "قطع" کی تفسیر سواد سے کی کہ قطع بمعنی سواد ہے یہ تفسیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے۔ ابو عبیدہ نے کہا اس کا معنی یہ ہے اس کا معنی "بعض" ہے۔ قتادہ سے "رات کا بعض" مروی ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام سے فرمایا "اپنے اہل و اولاد کو رات کے اندھیرے میں باہر لے جائیں اور تم میں سے کوئی بھی مڑ کر نہ دیکھے"

قَالَ مُجَاهِدٌ اُنِيْبُ "اس سے اُس آیت کریمہ" وَمَا تَوْفِيْقِيْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ "کی طرف اشارہ کیا۔ مجاہد نے کہا اُنِیْبُ بمعنی اَرْجِعُ ہے۔

تَاكِيدُ التَّجَبُّرِ اِسْتَعْمَرَكُمْ جَعَلَكُمْ عُمَّارًا اَعْمَرْتُهُ الدَّارَ فَهِيَ عُمْرٰى
جَعَلْتُهَا لَهُ نَكِرَهُمْ وَاَنْكَرَهُمْ وَاسْتَنْكَرَهُمْ وَاحِدٌ حَمِيدٌ مَجِيدٌ كَاَنَّهُ
فَعِيلٌ مِنْ مَاجِدٍ مَحْمُودٌ مِنْ حَمِدَ سِجِّيلٌ الشَّدِيدُ الْكَبِيرُ سِجِّيلٌ
وَسِجِّينٌ وَاللَّامُ وَالنُّونُ اُخْتَانِ وَقَالَ تَمِيمُ بْنُ مُقْبِلٍ
وَرَجْلَةٍ يَضْرِبُونَ الْبَيْضَ ضَاحِيَةً ❊ ضَرْبًا تَوَاصٰى بِهِ الْاَبْطَالُ سِجِّينًا
وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا اِلٰى اَهْلِ مَدْيَنَ لِاَنَّ مَدْيَنَ بَلَدٌ وَمِثْلُهُ

باب ـــ اللہ کا تخت پانی پر تھا

زمین آسمان سے پہلے اللہ کا عرش پانی پر تھا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما
سے روائت ہے کہ پانی ہوا پر تھا (قسطلانی)

۴۳۶۷ ـــ ترجمہ : ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روائت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تو محتاجوں پر خرچ کر میں تجھ پر خرچ کروں گا۔ اور فرمایا اللہ کا دستِ قدرت بھرا ہوا ہے۔ اس کو خرچ کم نہیں کرتا وہ ہمیشہ رات دن نعمتیں بہاتا ہے،، اور فرمایا تم جانتے ہو اللہ نے جب سے زمین و آسمان کو پیدا کیا۔ اس نے کیا خرچ کیا ہے۔ اس نے جو کچھ اللہ کے ہاتھ میں ہے اس سے کچھ کم نہیں کیا (ان کے پیدا کرنے سے پہلے) اس کا عرش پانی پر تھا۔ اس کے ہاتھ میں میزان (ترازو) ہے اس کو جھکاتا اور اٹھاتا ہے۔

۴۳۶۷ ـــ شرح : یعنی ارض و سماء کی تخلیق سے قبل اللہ تعالیٰ کا عرش پانی پر تھا جس کو ہوا نے اٹھا رکھا ہے۔ اس وقت سے اللہ اپنے بندوں پر ہمیشہ نعمتیں وغیرہ صرف کرتا ہے۔ رات دن بے بہا نعمتیں وغیرہ بہا دینے نے اس کے خزانۂ غیب میں سے کچھ کم نہیں کیا۔ اس کے ہاتھ میں عدل و انصاف ہے۔ وہ اپنے بندوں میں عدل کرتا ہے۔ خطابی نے کہا اس کے ہاتھ میں ترازو ہے وہ اپنے بندوں میں رزق تقسیم کرتا ہے جس کے لئے چاہے رزق تقسیم کرتا ہے

جس کے لئے چاہے رزق کم کرتا اور جس کے لئے چاہے رزق وسیع کرتا ہے۔ حضرات ائمہ کرام اہل سنت وجماعت اور مومنوں کا یہ مذہب ہے کہ کسی تاویل کے بغیر اس جیسی آیات پر بظاہر ایمان لانا واجب ہے اور اس کی کیفیت میں زبان کھولنا منع ہے۔ اس حدیث سے بعض لوگوں نے یہ استدلال کیا اس عالم میں عرش کے بعد سب سے پہلے پانی پیدا کیا گیا ہے۔ صاحب تیسیر نے کہا یہ بات مخفی نہیں کہ اس سے عرش کا پہلے پیدا ہونا معلوم نہیں البتہ یہ دوسری حدیث سے ثابت ہے یہ تشابہات سے ہے۔

اِعْتَرَاكَ اِفْتَعَلْتَ اس سے اس آیت کریمہ : اِنْ نَّقُوْلُ اِلَّا اعْتَرَاكَ بَعْضُ اٰلِهَتِنَا بِسُوْٓءٍ ،، کی طرف اشارہ کیا۔ ہم تو یہی کہتے ہیں کہ ہمارے کسی خدا کی تمہیں بُری جھپٹ پہنچی ہے۔ بُری جھپٹ سے مراد جنون ہے۔ مشرکوں کا یہ کہنا بہت بڑی جہالت اور سفاہت تھی کہ وہ پتھروں میں علم اور تصرف خیال کرتے تھے۔ علامہ عینی نے ذکر کیا کہ ،، اِعْتَرَاكَ بروزن اِفْتَعَلَكَ ہے۔ اس میں کاف خطاب کا ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ یہ باب افتعال سے ہے۔ لیکن اِعْتَرَاكَ کا وزن اِفْتَعَلَكَ اس فن کے علماء کی اصطلاح نہیں۔ درست یہ ہے کہ اِعْتَرٰی بروزن اِفْتَعَلَ ہے وزن میں کافِ خطاب کی ضرورت نہیں۔ قولہ عَرَوْتُهٗ ،، سے یہ اشارہ کیا کہ اس کا اصل عَرٰی یَعْرُوْ ہے۔ میں اسے پہنچا۔ جوہری نے کہا جب کوئی کسی کو طلب کرنے آئے تو کہتا ہے۔ عَرَوْتُ الرَّجُلَ ،، اور جب کسی کے پاس مہمان بہت آئیں تو کہتے ہیں ،، تَعْرُوْهُ الْاَضْيَافُ وَتَعْتَرِيْهِ ،، اس کو مہمانوں نے ڈھانپ لیا۔ اسی اصل سے ،، یَعْرُوْهُ ،، ہے وہ اسے پہنچا اور ،، اِعْتَرَانِیْ ،، ہے اس نے مجھے ڈھانپ لیا ،، جوہری نے کہا یہ محاورہ ہے ،، عَرَانِیْ هٰذَا الْاَمْرُ اعْتَرَانِیْ ،، مجھے اس شئ نے ڈھانپ لیا۔ اس میں ،، اِصَابَہٗ ،، کا معنی ہے۔ ،، اَصَابَتْهُمْ ،، ان کو پہنچے ،، قولہ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا ،، اس سے اس آیت کریمہ ،، مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا ،، کوئی چلنے پھرنے والا نہیں مگر اللہ اس کو اس کی پیشانی سے پکڑنے والا ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کی تفسیر باللازم اس لئے کی ہے کہ جس کو کوئی اس کی پیشانی سے پکڑے وہ پکڑنے والے کی قدرت اور حکم کے تحت ہوتا ہے۔ یہ تفسیر صرف کشمیہنی کی روایت میں ہے (یعنی) قولہ عَنِيْدٌ وَّعَنُوْدٌ وَّعَانِدٌ آہ یہ تینوں اسماء ہم معنی ہیں اور عناد سے مشتق ہیں۔ اس میں تجبّر اور تکبّر کی تاکید اور مبالغہ ہے۔

قولہ يَقُوْلُ الْاَشْهَادُ آہ اَشْهَاد کا واحد شاہد ہے جیسے اصحاب کا واحد صاحب ہے۔

قولہ اِسْتَعْمَرَكُمْ ،، اس سے اس آیت کریمہ : هُوَ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيْهَا ،، اللہ نے تمہیں زمین سے پیدا کیا اور تمہیں اس میں عمارت کرنے کی توفیق دی یعنی تمہیں اس میں بسایا چنانچہ کہا جاتا ہے اَعْمَرْتُهُ الدَّارَ فَهِيَ عُمْرٰی ،، میں نے مکان اس کے لئے کر دیا یعنی اس کو ہبہ کر دیا قولہ نَكِرَهُمْ وَاَنْكَرَهُمْ وَاسْتَنْكَرَهُمْ ،، یعنی یہ تینوں

وَسْلِ الْقَرْيَةَ سَلِ الْعِيْرَ يَعْنِيْ اَهْلَ الْقَرْيَةِ وَالْعِيْرِ وَرَآءَ كُمْ ظِهْرِيًّا يَقُوْلُ لَمْ تَلْتَفِتُوْا اِلَيْهِ وَيُقَالُ اِذَا لَمْ يَقْضِ الرَّجُلُ حَاجَتَهٗ ظَهَرْتَ بِحَاجَتِيْ وَجَعَلْتَنِيْ ظِهْرِيًّا وَالظِّهْرِيُّ هٰهُنَا اَنْ تَاْخُذَ مَعَكَ دَابَّةً اَوْ وِعَاءً تَسْتَظْهِرُ بِهٖ اَرَاذِلُنَا سُقَّاطُنَا اِجْرَامِيْ هُوَ مَصْدَرٌ مِنْ

افعال ثلاثی مجرد، افعال اور استفعال ہم معنی ہیں۔
قولہ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ آہ مجید کا وزن فعیل ہے۔ اسم فاعل ماجد کے معنیٰ میں ہے۔ حمید حمد سے اسم مفعول محمود کے معنیٰ میں ہے۔ " کا قد جو شک کے لئے ہے۔ اس کا مفہوم یہی ہے۔ مجد کا معنیٰ شرف ہے اور مجید میں ماجد کا مبالغہ ہے یعنی بہت سخاوت کرنے والا چنانچہ کہاجاتا ہے۔ رَجُلٌ مَاجِدٌ "، بہت سخی اور محمود کے معنی ہیں سراہا گیا۔
قولہ سِجِّیْلٌ آہ بہت سخت۔ اس سے اس آیت کریمہ : وَاَمْطَرْنَا عَلَیْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ سِجِّیْلٍ مَّنْضُوْدٍ " اور ہم ان پر سخت پتھر برسائے "، علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا یہاں ابن تین نے ایک اشکال ذکر کیا ہے کہ اگر سجیل بمعنی شدید ہو تو حجارۃ من سجیل کہنا جائز نہ ہوگا کیونکہ حِجَارَةً مِّنْ شَدِیْدٍ " نہیں کہا جاتا ہے۔ پھر اس کا جواب یہ دیا کہ اس میں کچھ الفاظ محذوف ہیں دراصل حِجَارَةً کَائِنَةً مِّنْ حَجَرٍ شَدِیْدٍ "، گویا کہ اس سے مراد یہ ہے سخت پتھر کی جنس سے پتھر برسائے "، سجیل اور سجین واحد ہیں۔ سجین میں لام اور نون دونوں آتے ہیں۔ اور یہ ایک دوسرے سے بدلتے رہتے ہیں۔ کیونکہ لام اور نون دونوں ساتھی ہیں۔ چنانچہ تمیم بن مقبل جو قبیلہ مخضرم کے شعراء سے ہے۔ اُس نے کفر و سلام کے زمانے پائے ہیں، نے کہا :

وَرَجْلَةٍ یَّضْرِبُوْنَ الْبِیْضَ ضَاحِیَةً ۞ ضَرْبًا تَوَاصَى بِهِ الْاَبْطَالُ سِجِّیْنًا

اس شعر سے مراد یہ ہے کہ اس میں سجین بمعنی سجیل ہے یعنی بہت سخت پتھر "، علامہ کرمانی نے کہا سجیل اور سجین دونوں ہم معنیٰ ہیں اور مشہور یہ ہے کہ سجیل " سنگ گل "، سے لیا گیا ہے۔ رَجْلَہ راجل کی جمع بمعنی پیادہ ہے۔ جیسے صحب صاحب کی جمع ہے۔ علامہ عینی نے کہا ظاہر یہ ہے کہ راء کو مضموم پڑھا جائے یعنی رُجْلَہ بمعنی رُجُوْلِیَّة بتقدیر ذُوْ رُجُوْلِیَّة یعنی کامل مرد قولہ البِیْض " بفتح الباء وبکسرہا۔ اگر بیض کی باء مفتوح ہو تو یہ بَیْضَہ بمعنی حدید اور لوہا ہے اور اگر باء مکسور ہو تو یہ ابیض کی جمع بمعنی تلوار ہے۔ اور البیض "، سے پہلے حرف جر مقدر ہے اور وہ باء ہے یہ دراصل بالبیض تھا۔

قولہ ضَاحِیَۃ ،، چاشت کے وقت۔ اس کا معنی یہ ہے کہ بہت لوگ پیدل چلنے والے سروں پر مارتے ہیں جن پہ لوہے کے خود ہیں یا وہ نمایاں تلواروں سے مارتے ہیں ،،

قولہ ضَرْبًا تَوَاصَیٰ بِہِ الْأَبْطَالُ سِجِّیْنًا ،، ضربًا مفعول مطلق ہے۔ تواصی دراصل تتواصی تھا ایک تاء کو حذف کیا ہے۔ کہا جاتا ہے۔ تَوَاصَی الْقَوْمُ ،، ایک دوسرے کو وصیت کی ،، اَلْاَبْطَالُ بطل کی جمع بمعنی دلیر مرد ہے۔ سِجِّیْل ضَرْبًا کی صفت ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ ایسا سخت مارنا کہ دلیر لوگ ایک دوسرے کو وصیت کرتے ہیں کہ اس طرح مارنا چاہیئے۔

علامہ کرمانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا اس بیت سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ سجّیل بمعنی شدید ہے اور نہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ سجیل اور سجین دونوں ہم معنیٰ ہیں۔ صاحب تیسیر القاری نے کہا کتابوں سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ سجیل بمعنی سخت پتھر ہے۔ صراح میں کہا سجیل بمعنی سنگ گل ہے اور سجین بمعنی مطلق شدید ہے۔

قرآن کریم میں واقع لفظ سجیل میں مختلف اقوال ہیں۔ بعض نے کہا اس سے مراد پتھر ہیں۔ بعض نے کہا یہ وہ پتھر ہیں جو دوزخ میں پکائے گئے ہیں ان پہ لوگوں کے نام لکھے ہوئے ہیں۔ حسن بصری نے کہا یہ دراصل گرم مٹی ہے۔ ضحاک نے کہا یہ اینٹ ہے بعض نے کہا یہ دنیاوی آسمان کا نام ہے۔ عکرمہ نے کہا یہ اینٹ ہے۔ بعض نے کہا یہ دُنیاوی آسمان کا نام ہے۔ عکرمہ نے کہا یہ دریا ہے جو زمین و آسمان کے درمیان ہوا میں معلق ہے وہاں سے پتھر گرائے گئے تھے۔ اس کی طرف اس آیت کریمہ وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ جِبَالٍ فِيْهَا مِنْ بَرَدٍ ،، کی طرف اشارہ ہے۔ بعض نے کہا یہ ،، سَجَلْتُ لَهُ سَجْلًا سے ہے یہ اس وقت کہا جاتا ہے جب کہ کسی کو کوئی شئی دو گویا وہ مصیبت اور عذاب دیا گیا ہے اور بھی اقوال ذکر کیے جاتے ہیں۔

وَإِلَىٰ مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا : ہم نے مدین والوں کی طرف اُن کے بھائی شعیب ،، علیہ السلام ،، کو بھیجا ،،

حضرت شعیب علیہ السلام کی زبان عربی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد مدین والوں کی طرف بھیجا۔ مَدْیَن حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے کا نام ہے۔ انھوں نے اپنے نام پر شہر آباد کیا تھا۔ پس اس سے مراد اہل مدین ہیں کیونکہ مَدْیَن نبی کا شہر ہے۔ جیسا کہ وَاسْئَلِ الْقَرْيَةَ وَسَلِ الْعِيْرَ ،، میں اہل قریہ اور اہل عیر مراد ہیں، کیونکہ مدین شہر ہے شہر کی طرف ارسال ناممکن ہے۔ ارسال اہل مدین کی طرف ہے ایسے ہی قریہ اور عِیر سے سوال کرنا غیر متصور ہے اس لئے مضاف مقدر ہے یعنی اہل مدین، اہل قریہ اور اہل عِیر مراد ہے۔ عِیر بکسر العین بوجھ سمیت اونٹوں کو کہتے ہیں جبکہ وہ چل رہے ہو۔ بعض کا کہنا ہے کہ عِیر گدھوں کا قافلہ ہے۔ بکثرت استعمال ہونے کے سبب ہر قافلہ کو عِیر کہا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد! "وراءکم ظہریا"

اس سے اس آیت کریمہ "واتخذتموہ وراءکم ظہریا"، کی طرف اشارہ ہے "تم نے اللہ کو پس پشت ڈال دیا۔ پھر اس کی تفسیر "لم یلتفتوا الیہ" سے کی یہ تفسیر باللازم ہے کیونکہ جس شئ کو پس پشت پھینک دیا جائے اس کی طرف التفات نہیں ہوتی اور وہ فراموش ہوجاتی ہے۔ یعنی تم نے اللہ کو فراموش کر دیا اور اسے ایسی شئ کی طرح کر دیا جس کو پس پشت پھینکتے ہیں اور اس کا کچھ خیال تک نہیں کرتے۔ ظہریا "ظہر کی طرف منسوب ہے بکسر الظاء۔ چنانچہ جب کوئی آدمی کسی کی حاجت پوری نہ کرے تو کہا جاتا ہے: ظہرت بحاجتی وجعلتنی ظہریا "، یہاں "ظہری" کا معنی یہ ہے کہ تو نے اپنے ساتھ کوئی جانور یا برتن لے کر اس کے ساتھ قوت اور مدد حاصل کرے۔ لیکن اس کے ساتھ قرآن میں مذکور کی تفسیر صحیح نہیں۔ بہتر یہ ہے کہ اس کو حذف کیا جائے؛ چنانچہ ابوذر کی روایت میں یہ ساقط ہے۔ جوہری نے کہا ظہری بکسر الظاء وہ شئ ہے جو حاجت کے لئے تیار کی جائے اگر اس کی ضرورت پڑے تو اس سے استفادہ کر لیا جائے اسی لئے جب کوئی شخص قوی ہو تو کہتے ہیں "بعیر ظہری"

اللہ تعالیٰ کا ارشاد! اراذلنا الآیۃ

اس سے اس آیت کریمہ "وما نرٰک اتبعک الا الذین ہم اراذلنا بادی الرای" کی طرف اشارہ کیا "سقاطنا"، سے اس کی تفسیر کی یعنی اور ہم نہیں دیکھتے کہ تمہاری پیروی کسی نے کی ہو مگر ہمارے کمینوں نے۔ سرسری نظر سے "، یہ حضرت نوح علیہ السلام کا واقعہ ہے۔

قولہ تعالیٰ: اجرامی الآیۃ "، اس سے اس آیت کریمہ: قل ان افتریتہ فعلی اجرامی وانا بریٔ مما تجرمون "، کی طرف اشارہ کیا پھر اجرامی کی تفسیر کی کہ یہ مصدر ہے اس کی ماضی اجرمت ہے۔ تم فرماؤ! اگر میں نے بنا لیا ہوگا تو میرا گناہ مجھ پر ہے اور میں تمہارے گناہ سے الگ ہوں۔ یعنی اگر ثابت ہو جائے کہ میں نے افتراء کیا ہے اور خود بنا لیا ہے تو میرے گناہ کا عذاب مجھ پر ہوگا۔ قولہ بعضہم یقول الخ یعنی یہ ثلاثی مجرد کی مصدر ہے اور جرمت بمعنی کسبت ہے۔

قولہ الفلک الفلک واحد یعنی فلک بمعنی کشتی ہے اس کا واحد اور جمع پر اطلاق ہوتا ہے۔ چنانچہ بخاری نے کہا یہ سفینہ اور سفن ہے یعنی سفن سفینہ کی جمع ہے۔ لفظ اگرچہ ایک ہی ہے لیکن تقدیر کے اعتبار سے مختلف ہے۔ لہٰذا فلک کا ضمہ واحد کے لئے ہے جیسے "قفل" کا ضمہ واحد کے لئے ہے اور "فلک" کا ضمہ جمع کے لئے ہے۔ جیسے "اسد" کا ضمہ جمع کے لئے ہے۔

أَجْرَمْتُ وَبَعْضُهُم يَقُولُ جَرَمْتُ الْفُلْكُ وَالْفُلْكُ وَاحِدٌ وَجَمْعٌ وَهِيَ السَّفِينَةُ وَالسُّفُنُ مُجْرِيهَا مُوقِفُهَا وَهُوَ مَصْدَرُ أَجْرَيْتُ وَأَرْسَيْتُ حَبَسْتُ وَيُقْرَأُ مَرْسَاهَا مِنْ رَسَتْ هِيَ وَمَجْرِيهَا مِنْ جَرَتْ هِيَ وَمُجْرِيهَا وَمُرْسِيهَا مِنْ فُعِلَ بِهَا الرَّاسِيَاتُ الثَّابِتَاتُ

بَابٌ قَوْلِهِ وَيَقُولُ الْأَشْهَادُ هَٰؤُلَاءِ الَّذِينَ كَذَبُوا عَلَىٰ رَبِّهِمْ الْآيَةَ

قَوْلُهُ تَعَالَىٰ مَجْرَاهَا الْآيَةَ

اس سے اس آیت کریمہ: قَالَ ارْكَبُوا بِسْمِ اللهِ مَجْرَاهَا وَمُرْسَاهَا ،، کی طرف اشارہ کیا کہا سوار ہو جاؤ اللہ کے نام سے اس کا چلنا اور ٹھہرنا ہے۔

مُجْرَاهَا مشہور قول کے مطابق بضم المیم ہے اسی طرح مُرْسَاہا بضم المیم ہے یعنی کشتی کے چلنے اور اس کے ٹھہرنے کی جگہ اور مجراہا ومُرساھا سے ہر ایک اجریتُ اَرْسَیْتُ کی مصدر ہے اس کے معنی ہیں۔ حَبَسْتُ بعض قراءت میں "مَرْسَاهَا"، بفتح المیم ہے یہ رَسَتْ سے ماخوذ ہے۔ کشتی کے ٹھہرنے کی جگہ۔ اسی طرح مَجْرَاهَا بفتح المیم جَرَتْ سے ماخوذ ہے اس کے معنی ہیں کشتی کا چلنا۔ اس کو مُجْرِيهَا وَمُرْسِيهَا بھی پڑھا جاتا ہے یعنی اللہ کشتی کو چلانے اور ٹھہرانے والا ہے۔ پہلا اجراء سے اور دوسرا ارساء سے ہے۔

قولہ مِنْ فُعِلَ بِهَا ،، یہ دونوں قراءتوں کے اعتبار سے معلوم ومجہول کا صیغہ ہے۔ میم کو مفتوح پڑھیں تو معلوم کا صیغہ ہے اور لفظ فاعل کی قراءت کے مطابق مجہول کا صیغہ ہے (یعنی) قولہ الرَّاسِيَاتُ الآيۃ اس سے سورۂ سبا میں اللہ کے ارشاد کی طرف اشارہ ہے اور وہ قُدُورٌ رَاسِيَاتٌ ،، ہے اسے "مُرْسَاهَا"، کی مناسبت سے ذکر کیا ہے۔

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد! گواہ کہیں گے یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب پر جھوٹ بولا خبردار ظالموں پر خدا کی لعنت ہے۔ اشہاد شاہد کی جمع ہے جیسے اصحاب صاحب کی جمع ہے"

لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ وَاحِدُ الْاَشْهَادِ شَاهِدٌ مِثْلُ صَاحِبٍ وَّاَصْحَابٍ

۴۳۶۸ ۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ وَهِشَامٌ قَالَا حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ مُحْرِزٍ قَالَ بَيْنَا ابْنُ عُمَرَ يَطُوْفُ اِذْ عَرَضَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَوْ قَالَ يَا ابْنَ عُمَرَ سَمِعْتَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّجْوٰى فَقَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ يُدْنَى الْمُؤْمِنُ مِنْ رَبِّهِ وَقَالَ هِشَامٌ يَدْنُو الْمُؤْمِنُ حَتّٰى يَضَعَ عَلَيْهِ كَنَفَهُ فَيُقَرِّرُهُ بِذُنُوْبِهِ تَعْرِفُ ذَنْبَ كَذَا يَقُوْلُ رَبِّ اَعْرِفُ يَقُوْلُ اَعْرِفُ مَرَّتَيْنِ فَيَقُوْلُ سَتَرْتُهَا فِي الدُّنْيَا وَاَغْفِرُهَا لَكَ الْيَوْمَ ثُمَّ تُطْوٰى صَحِيْفَةُ حَسَنَاتِهِ وَاَمَّا الْاٰخَرُوْنَ اَوِ الْكُفَّارُ فَيُنَادٰى عَلٰى رُءُوْسِ الْاَشْهَادِ هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ وَقَالَ شَيْبَانُ عَنْ قَتَادَةَ حَدَّثَنَا صَفْوَانُ

۴۳۶۸ ۔ ترجمہ : صفوان بن مُحرز سے روایت ہے کہ ایک دفعہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما طواف کر رہے تھے ۔ اچانک اُن کے سامنے ایک شخص آیا اور کہا یا ابا عبدالرحمٰن یا کہا یا عبداللہ بن عمر! کیا تم نے نجوٰی کے بارے میں کچھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے؟ (جو اللہ اور مسلمانوں میں قیامت کے دن گفتگو ہوگی) ابن عمر نے کہا میں نے جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہُوئے سُنا ہے کہ مومن کو اس کے رب کے قریب کیا جائے گا ۔ ہشام نے کہا مومن اپنے رب کے قریب ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس پر اپنی رحمت کرے گا اور اس سے اس کے گناہوں کا اقرار کرائیگا اللہ اسے کہے گا ایسا ایسا گناہ پہچانتا ہے؟ بندہ دو بار کہے گا جی ہاں پہچانتا ہوں اے میرے پروردگار پہچانتا ہوں ۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں نے تیرے گناہوں کو دنیا میں چُھپایا اور آج تیرے سارے گناہ معاف کرتا ہوں ۔ پھر اس کی نیکیوں والا صحیفہ لپیٹ دیا جائے گا (اس کا محاسبہ پُورا ہو جائے گا) بہرحال دوسرے لوگ یا کفار کو تمام لوگوں کے سامنے پکارا جائے گا کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب پر جھوٹ بولا تھا ۔

بَابُ قَوْلِهٖ تَعَالٰی وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ اِنَّ اَخْذَهٗۤ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ الرِّفْدُ الْمَرْفُوْدُ الْعَوْنُ الْمُعِيْنُ رَفَدْتُهٗ اَعَنْتُهٗ تَرْكَنُوْا تَمِيْلُوْا فَلَوْلَا كَانَ فَهَلَّا كَانَ اُتْرِفُوْا اُهْلِكُوْا وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ زَفِيْرٌ وَّشَهِيْقٌ صَوْتٌ شَدِيْدٌ وَّصَوْتٌ ضَعِيْفٌ

۴۳۶۸ — شرح : نجویٰ ،، قیامت میں اللہ تعالیٰ اور مومن کے درمیان سرگوشی ہوگی اسے نجوی فرمایا۔ قولہ "کنفہٗ ،، بفتح النون بمعنی جانب اور کنارہ ہے یہ رحمت سے مجاز ہے یعنی اللہ تعالیٰ مومن کو قیامت کے دن اپنی رحمت کے پردوں میں چھپالے گا۔ کنف اور دُنُوّ دونوں مجاز ہیں۔ کیونکہ یہ دونوں اللہ کے لئے محال ہیں۔ یہ حدیث متشابہات سے ہے (حدیث ۲۲۶۸ کی شرح دیکھیں)

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد! اور ایسی ہی پکڑ ہے تیرے رب کی جب بستیوں کو پکڑتا ہے اُن کے ظلم پر بیشک اس کی پکڑ دردناک ہے ،،

قولہ الرفد الآیۃ ،، اس سے اس آئت کریمہ ,, وَاُتْبِعُوْا فِيْ هٰذِهٖ لَعْنَةً وَّيَوْمَ الْقِيٰمَةِ بِئْسَ الرِّفْدُ الْمَرْفُوْدُ ،، کی طرف اشارہ کیا۔ اُن کے پیچھے پڑی اس جہان میں لعنت اور قیامت کے دن کیا ہی بُرا انعام جو انہیں ملا۔ پھر مد الرفد المرفود ،، کی تفسیر عَوْن مُعِیْن سے کی۔ مُعِین اسم فاعل بمعنی مُعان اسم مفعول ہے۔ یعنی بہت بڑی مدد ہے جو کی گئی " قولہ رَفَدْتُہٗ بمعنی اَعَنْتُہٗ ،، سے یہ اشارہ کیا کہ رِفْد کے معنی عَوْن ہیں۔ یعنی میں نے اس کی مدد کی۔ قولہ تَرْکَنُوْا بمعنی تَمِیْلُوْا ہے۔ اس سے اس آئت کریمہ کی طرف اشارہ کیا ,, وَلَا تَرْكَنُوْۤا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ،، جن لوگوں نے ظلم کیا ان کی طرف میلان نہ کرو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ظالموں کی طرف محبت اور نرم کلامی سے میلان نہ کرو۔ مجاہد نے کہا ظالموں کے ساتھ کمزوری اور سستی کا مظاہرہ نہ کرو۔ ابن عالیہ نے کہا ان کے اعمال سے خوش نہ ہو۔

قولہ فَلَوْلَا کَانَ الخ اس سے اس آئت کریمہ کی طرف اشارہ کیا فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُوْنِ

۴۳۶۹ — حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْمُعٰوِيَةَ قَالَ حَدَّثَنَا بُرَيْدُ بْنُ اَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ لَيُمْلِيْ لِلظَّالِمِ حَتّٰى اِذَا اَخَذَهٗ لَمْ يُفْلِتْهُ قَالَ ثُمَّ قَرَأَ وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ اِنَّ اَخْذَهٗٓ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ

مِنْ قَبْلِكُمْ "، پھر لولا کی تفسیر ھلا "، سے تفسیر کی یعنی کیوں نہ ہوئے تم سے اگلی سنگتوں میں۔ کلمہ "ھلا" تحضیض کے لئے کسی کو برانگیختہ کرنے کے لئے آتا ہے۔

قولہ اُتْرِفُوْا الخ اس سے اس آیت کریمہ کی طرف اشارہ کیا " وَاتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَا اُتْرِفُوْا فِيْهِ وَكَانُوْا مُجْرِمِيْنَ "، پھر اُتْرِفُوْا "، کی اُهْلِكُوْا سے تفسیر کی "، اور ظالم اسی عیش کے پیچھے پڑے رہے جو انھیں دیا گیا اور وہ گنہگار تھے۔ اتراف کے معنی تنعیم کے ہیں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ ان نعمتوں کے سبب اور خوش عیش جو انہیں دی گئی۔ جس نے ان کو سرکش بنادیا، کے سبب ہلاک ہوگئے۔

قولہ قال ابن عباس زفیر الخ اس سے اس آیت کریمہ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّشَهِيْقٌ "، کی طرف اشارہ کیا۔ یعنی بدبخت لوگوں کے لئے دوزخ میں سخت آواز اور کمزور آواز ہوگی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے زفیر "، کی صوت شدید سے اور "شہیق "، کی صوت ضعیف سے تفسیر کی۔ مفسرین نے کہا زفیر و شہیق مصیبت زدہ غمناک لوگوں کی آوازیں ہیں۔ اہل لغت کے نزدیک زفیر گدھے کی پہلی بلند آواز ہے اور شہیق اس کی آخری کمزور آواز ہے۔ بعض نے کہا زفیر گدھے کی آواز اور شہیق خچر کی آواز ہے۔ بعض کا کہنا ہے زفیر شہیق کی ضد ہے کیونکہ شہیق سانس کو اندر لے جانا اور زفیر اس کو باہر نکالنا ہے۔ ابوالعالیہ نے کہا حلق کی آواز زفیر اور سینے کی آواز شہیق ہے (عینی)

۴۳۶۹ — ترجمہ : ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ ظالم کو مہلت دیتا ہے حتی کہ جب اس کو گرفت میں لے گا چھوڑے گا نہیں پھر ابوموسیٰ نے پڑھا :

وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ الآية

بَابُ قَوْلِهٖ تَعَالٰی وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَیِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّیْلِ اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ ذٰلِكَ ذِكْرٰی لِلذّٰكِرِیْنَ وَزُلَفًا سَاعَاتٍ بَعْدَ سَاعَاتٍ وَمِنْهُ سُمِّیَتِ الْمُزْدَلِفَةُ الزُّلَفُ مَنْزِلَةٌ بَعْدَ مَنْزِلَةٍ وَاَمَّا زُلْفٰی فَمَصْدَرٌ مِّنَ الْقُرْبٰی اِزْدَلَفُوْا اِجْتَمَعُوْا اَزْلَفْنَا اَجْمَعْنَا

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد! اور نماز قائم رکھو دِن کے دونوں کناروں ،، اور کچھ رات کے حصّوں میں

بے شک نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔ نصیحت ہے نصیحت ماننے والوں کو

تفسیر: اس آئت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا ہے۔ اور طَرَفَیِ النَّهَارِ ،، سے فجر اور مغرب مراد ہے بعض ظہر اور عصر اور بعض فجر اور ظہر کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے نماز کی تخصیص اس لئے کی کہ یہ ایمان کے بعد آتی ہے اور گھبراہٹ کے وقت اسی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔ جب سخت آندھی آتی یا سورج یا چاند کو گرہن لگتا تو آپ فوراً مسجد میں تشریف لاتے اور نماز پڑھتے تھے وَزُلَفًا ،، کا عطف صلوٰۃ پر ہے یعنی رات کی گھڑیوں میں نماز قائم کرو۔ یہ وہ ہیں جو آخر دن کے قریب ہیں۔ زلف کے معنی قرب ہے۔ حسنات پانچوں نمازیں ہیں یا تسبیح، حمد اور تہلیل ہے اور سیئات سے مراد چھوٹے چھوٹے گناہ ہیں۔ یعنی نیکیاں نماز اور اعمال صالحہ نماز گناہوں کو مٹا دیتے ہیں؛ چنانچہ صحاح میں ہے کہ نماز گناہوں کو مٹا دیتی ہے۔ ایسے ہی رمضان شریف میں جمعہ کی نماز کا حال ہے۔ جب تک کبائر کا مرتکب نہ ہو کبائر کا کفارہ توبہ سے ہوتا ہے۔ مفسرین کرام رحمہم اللہ نے سبحان اللہ، والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر کو ”اِلَیْهِ یَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّیِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ یَرْفَعُهٗ ،، کی تفسیر میں ذکر کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کلمات دوسری عبادات کے ساتھ مَصْعَدِ قبول میں پہنچتے ہیں لہٰذا آئت کریمہ میں حسنات سے مراد صرف یہی کلمات مراد نہیں ہیں۔ بلکہ ذٰلِكَ ذِكْرٰی ،، سے مذکور جمیع کی طرف اشارہ ہے

قولہ وَزُلَفًا سَاعَاتٍ بَعْدَ سَاعَاتٍ الخ زُلَف بضم الراء وفتح اللام زُلفہ کی جمع جیسے ظُلَم ظلمۃ کی جمع ہے اس کی تفسیر ساعات بعد ساعات سے کی اسی سے مزدلفہ ہے کیونکہ لوگ رات کی ساعات میں وہاں

۴۳۷۰ ـــ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ هُوَ ابْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمٰنُ التَّيْمِيُّ عَنْ اَبِيْ عُثْمٰنَ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ رَجُلًا اَصَابَ مِنِ امْرَاَةٍ قُبْلَةً فَاَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ لَهٗ ذٰلِكَ فَاُنْزِلَتْ عَلَيْهِ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ اللَّيْلِ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ قَالَ الرَّجُلُ اَلِيْ هٰذِهٖ قَالَ لِمَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ اُمَّتِيْ

آتے ہیں بعض نے کہا مزدلفہ کا یہ نام اس لئے ہے کہ وہاں لوگ اللہ کے قریب ہوتے ہیں اور اللہ کے حضور انہیں بلند مرتبہ حاصل ہوتا ہے جبکہ اِزْدِلَاف کے معنی قرب کے ہیں۔ کہا گیا ہے کہ لوگ وہاں جمع ہوتے ہیں۔ اس لئے اسے مزدلفہ کہتے ہیں۔

قولہ اَلزُّلَفُ مَنْزِلَۃٌ بَعْدَ مَنْزِلَۃٍ ،، اس میں یہ اشارہ ہے کہ زُلَف بمعنی منازل بھی آتا ہے۔ قولہ اَمَّا زُلْفٰی آہ یعنی زُلْفٰی قُرْبٰی کی طرح مصدر ہے اور وہ لفظ اور معنی کے اعتبار سے قُرْبٰی کی طرح ہے۔ قرآن کریم میں ہے ،، وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰی وَحُسْنَ مَاٰبٍ ،، یقیناً اس کا ہمارے حضور قربت اور اچھا مرجع ہے۔ جوہری نے کہا زُلْفَہ اور زُلْفٰی بمعنی قربت اور منزلت ہے۔ اِزْدَلَفُوْا کے معنی ہیں جمع ہوئے ہیں۔ اس سے یہ اشارہ کیا کہ اِزْدِلَاف ،، بمعنی اجتماع ہے اور تقدم کے معنی میں بھی آتا ہے چنانچہ کہا جاتا ہے۔ قَوْمٌ اِزْدَلَفُوْا اِلَى الْحَرْبِ ،، یعنی اس کی طرف آگے بڑھے (عینی وتیسیر)

۴۳۷۰ ـــ ترجمہ : ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے کسی اجنبیہ عورت کا بوسہ لیا پھر جناب رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے یہ ذکر کیا (اور مغفرت کی التجاء کی)، تو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔ اَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ اللَّيْلِ الآیۃ۔ اس آدمی نے کہا ،، یا رسول اللہ،، کیا یہ صرف میرے لئے ہے؟ فرمایا یہ میری امت میں سے ہر اس شخص کے لئے ہے جو اس پر عمل کرے۔

۴۳۷۰ ـــ شرح : اس آیت کریمہ میں خطاب اگرچہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے لیکن اس سے مراد ساری امت ہے؛ چنانچہ اس شخص نے کہا یا رسول اللہ نماز گناہوں کو ختم کر دیتی ہے۔ یہ میرے لئے ہے یا عام لوگوں کے لئے بھی ہے۔ کہا گیا ہے یہ آدمی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سُوْرَۃُ یُوْسُفَ

وَقَالَ فُضَیْلٌ عَنْ حُصَیْنٍ عَنْ مُجَاھِدٍ مُتْکَأً الْاُتْرُنْجُ وَقَالَ فُضَیْلُ الْاُتْرُنْجُ بِالْحَبَشِیَّۃِ مُتْکًا وَقَالَ ابْنُ عُیَیْنَۃَ عَنْ رَجُلٍ عَنْ مُجَاھِدٍ مُتْکًا

عباد بن عمرو بن داؤد بن غنم بن کعب انصاری سلمی تھا اس کی والدہ نُسَیْبَہ بنت ازہر بن مری بن کعب ابن غنم ہے۔ وہ بیعت عقبہ کے بعد جنگ بدر میں حاضر تھے اس لئے ان کو عُقبیٰ بدری کہا جاتا ہے۔ وہ بیس برس کی عمر میں بدر میں حاضر ہوئے تھے۔ یہ وہی شخص ہے جس نے سیدنا عباس بن عبد المطلب کو بدر کی جنگ میں گرفتار کیا تھا یہ چھوٹے قد کے تھے ان کا پیٹ بڑا تھا اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ طویل القامت ضخیم تھے۔ اس کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا عباس کو گرفتار کرنے میں فرشتے نے تیری مدد کی ہے۔ اسی شخص نے بدر کے روز مشرکوں کا جھنڈا چھینا تھا جو ابو عزیز بن عمیر کے ہاتھ میں تھا۔ یہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ صفین میں شریک تھے۔ یہ اہل مدینہ منورہ میں شمار ہوتے ہیں۔ پچپن برس کی عمر میں وفات پائی (عینی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سُورۂ یُوسف علیہ السلام

شانِ نزول ،، اس سُورت کے نزول کا سبب یہ ہے کہ یہودیوں نے حضرت یعقوب اور یوسف علیہما السلام کے متعلق سوال کیا تھا۔

باب

فُضیل نے حُصَین کے ذریعہ مجاہد سے روایت کی کہ مُتَّکَأً ،، کے معنی لیموں ہیں۔ فضیل نے کہا حبشی زبان میں لیموں مُتْکًا ہے۔ ابن عُیَیْنَہ نے ایک آدمی

كُلُّ شَيْءٍ قُطِعَ بِالسِّكِّيْنِ وَقَالَ قَتَادَةُ لَذُوْ عِلْمٍ عَامِلٌ بِمَا عَلِمَ وَقَالَ ابْنُ جُبَيْرٍ صُوَاعٌ مَكُّوْكُ الْفَارِسِيِّ الَّذِيْ يَلْتَقِيْ طَرَفَاهُ كَانَتْ تَشْرَبُ بِهِ الْأَعَاجِمُ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ تُفَنِّدُوْنَ تُجَهِّلُوْنَ وَقَالَ غَيْرُهُ غَيَابَةٌ كُلُّ شَيْءٍ غَيَّبَ عَنْكَ شَيْئًا فَهُوَ غَيَابَةٌ وَالْجُبُّ الرَّكِيَّةُ الَّتِيْ لَمْ تُطْوَ بِمُؤْمِنٍ لَنَا بِمُصَدِّقٍ لَنَا اَشُدَّهُ قَبْلَ

کے ذریعہ مجاہد سے روایت کی "مُتَّکَأً"، ہر وہ شئی ہے جو چھری سے کاٹی جائے "مُتَّکَأً"، بضم المیم وتشدید التاء ہے۔ کاف مفتوح اور ہمزہ پر تنوین ہے۔ مجاہد نے اس کی تفسیر "اُترُجّ"، سے کی ہے۔ اترج کا ہمزہ مضموم تا ساکن را مضموم اور جیم مشدّد ہے۔

زمخشری نے کہا "مُتَّکَأً"، جس پر تکیہ لگایا جائے۔ کہا گیا ہے۔ یہ مجلس طعام ہے کیونکہ وہ لوگ کھانے پینے کے وقت تکیہ لگاتے تھے۔ یہ متکبّرین کی عادت ہے اسی لئے حدیث شریف میں تکیہ لگا کر کھانے سے منع فرمایا ہے۔ اُترُجّ اُترُنج بھی کہا جاتا ہے۔ زلیخا نے اونٹنی پر لیموں لاد کر یوسف علیہ السلام کو ہدیہ بھیجا گویا کہ یہ وہی لیموں ہے جس کو ابوداؤد نے اپنے سُنن میں ذکر کیا کہ اس کے دو ٹکڑے کئے گئے اور اونٹ پر لادے گئے۔

فُضَیل رضی اللہ عنہ

فَضل کی تصغیر ہے وہ ابن عیاض بن موسیٰ ابوعلی ہیں۔ سمرقند میں پیدا ہوئے اور ابیورد میں جوان ہوئے کوفہ میں حدیث لکھی پھر مکہ مکرمہ چلے گئے اور وہیں اقامت کی حتیٰ کہ ایک سو ستاسی ہجری میں فوت ہو گئے۔ ان کا مزار شریف مکہ مکرمہ میں ہے لوگ اس کی زیارت کرنے جاتے ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

وقَالَ قَتَادَة " اس سے اس آیت کریمہ: وَاِنَّہٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰہُ "، کی طرف اشارہ کیا۔ اور قتادہ نے ذوعلم کی تفسیر علم کے مطابق عامل سے کی یعنی حضرت یعقوب علیہ السلام ذوعلم یعنی اپنے علم کے مطابق عامل تھے۔ قولہ قال ابن جُبَیر صُوَاعٌ آہ اس سے اس آیت کریمہ: قَالُوْا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ "، کی طرف اشارہ کیا۔ ابن جبیر نے کہا "صُوَاع"، بمعنی مکوک ہے۔ یہ اہل عراق کا معروف مکیال ہے۔ مکوک وہ ہے جس کے دونوں کنارے ملے ہوتے ہیں اس میں عجمی لوگ پانی پیتے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے

اَنْ یَاخُذَ فِی النُّقْصَانِ یُقَالُ بَلَغَ اَشُدَّہٗ وَبَلَغُوْا اَشُدَّھُمْ وَقَالَ بَعْضُھُمْ وَاحِدُھَا شَدٌّ وَالْمُتَّکَأُ مَا اتَّکَأْتَ عَلَیْہِ لِشَرَابٍ اَوْلِحَدِیْثٍ اَوْ لِطَعَامٍ وَاَبْطَلَ الَّذِیْ قَالَ الْاُتْرُجُّ وَلَیْسَ فِیْ کَلَامِ الْعَرَبِ الْاُتْرُجُّ

کہ صُوَاع چاندی سے بشکل کشکول بنا ہُوا برتن جس میں بادشاہ پانی پیتے ہیں،،

قولہ وقال ابن عباس تُفَنِّدُوْنَ الایۃ اس سے اس آئت کریمہ : اِنِّیْ لَاَجِدُ رِیْحَ یُوْسُفَ لَوْلَا اَنْ تُفَنِّدُوْنَ کی طرف اشارہ کیا اور تُفَنِّدُوْنَ کی تُجَھِّلُوْنَ سے تفسیر کی یعنی اگر تم مجھے بے خبر نہ کہو،، مجاہد نے کہا اس کے معنی یہ ہیں کہ اگر تم یہ نہ کہو کہ تیری عقل جاتی رہی ہے۔

شارح علینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے تین دن کی مسافت سے یوسف علیہ السلام کی خوشبو پالی تھی۔ تُفَنِّدُوْن ،، فند سے ہے اس کے معنی بڑھاپے کے ہیں۔

قال غیرہ غیابہ الخ اس سے اس آئت کریمہ وَاَلْقُوْہُ فِیْ غَیَابَۃِ الْجُبِّ یَلْتَقِطْہُ بَعْضُ السَّیَّارَۃِ کی طرف اشارہ کیا۔ ابن عباس کے غیر نے کہا اور وہ ابو عُبَیدہ ہیں ہر شئی جو تم سے کوئی شئی غائب کرلے وہ غیابہ ہے۔ یعنی یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے کہا اسے اندھے کنوئیں میں ڈال دو کہ کوئی چلتا اُسے آکر لے جائے اگر تمہیں کرنا ہے ،، ثعلبی نے کہا ،، غَیَابَۃُ الجب ،، کنوئیں کی تہ اور اندھیرا ہے یعنی کنوئیں کے اندھیرے میں یوسف کی خبر نہ ہوگی ،،

قولہ الجُبُّ یعنی جُبّ ۔ وہ کچا کنواں ہے جس کی تعمیر نہ کی گئی ہو۔ جوہری نے کہا تعمیر سے پہلے کچے کنوئیں کو قلیب کہتے ہیں۔

قولہ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا آہ اس سے اس آئت کریمہ ،، وَتَرَکْنَا یُوْسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا فَاَکَلَہُ الذِّئْبُ وَمَا اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ کُنَّا صَادِقِیْنَ ،، یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے حضرت یعقوب علیہ السلام سے کہا ہم نے یوسف کو اپنے اسباب کے پاس چھوڑا تو اسے بھیڑیا کھا گیا اور آپ کسی طرح ہمارا یقین نہ کریں گے اگرچہ ہم سچے ہوں کیونکہ آپ کو ہمارے متعلق بدگمانی ہے۔ لیجئے یہ اس کی قمیص خون آلود ہے۔

قولہ یقال بلغ اَشُدَّہٗ الخ اس سے اس آئت کریمہ : ،، وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّہٗ آتَیْنَاہُ حُکْمًا وَّعِلْمًا ،، کی طرف اشارہ کیا اور ،، اَشُدَّ ،، کی قَبْلَ اَنْ یَّاْخُذَ فِی النُّقْصَانِ سے تفسیر کی یعنی نقصانِ قوت تک پہنچنے سے پہلے کی حالت انتہائی شباب اور قوت ہے ،، اس کی مدت چالیس سال ہے

فَلَمَّا احْتَجَّ عَلَيْهِمْ بِأَنَّهُ الْمُتَّكَأُ مِنْ نَمَارِقَ فَرُّوا إِلَى شَرٍّ مِنْهُ فَقَالُوا إِنَّمَا هُوَ الْمُتْكُ سَاكِنَةَ التَّاءِ وَإِنَّمَا الْمُتْكُ طَرَفُ الْبَظْرِ وَمِنْ ذٰلِكَ قِيلَ لَهَا مَتْكَاءُ وَابْنُ الْمَتْكَاءِ فَإِنْ كَانَ ثَمَّ أُتْرُجٌّ فَإِنَّهُ بَعْدَ الْمُتَّكَأِ شَغَفَهَا

اور لفظ اَشُدٌّ کو واحد اور جمع دونوں میں استعمال کرتے ہیں اور اس کی اضافت جمع کی طرف ہوتی رہتی ہے۔ سیبویہ اور کسائی نے کہا اَشُدّ جمع کا صیغہ ہے اِس کا واحد شَدٌّ ہے۔ ابوعبیدہ نے کہا اس لفظ کا واحد ہی نہیں ہے۔ آیت کریمہ کا معنیٰ یہ ہے۔ جب یوسف اپنی پُوری قوت کو پہنچے ۔ اسے حکم اور علم عطاء فرمایا اور ہم ایسا ہی صلہ دیتے ہیں نیکوں کو ،، وَالْمُتَّكَأُ مَا اتَّكَأْتَ عَلَيْهِ لِشَرَابٍ اَوْ حَدِيْثٍ آہ ابتداء باب میں مجاہد سے یہ ذکر کیا تھا کہ مُتَّكَأً کے معنیٰ لیموں ہیں۔ امام نے اس کی تردید کرتے ہوئے کہا کہ مُتَّكَأً وہ ہے جس پر کھانے پینے یا بات کرنے کے وقت تکیہ لگایا جاتا ہے۔ اور اس شخص کا ردّ کیا جس نے کہا کہ یہ ''لیموں،، ہے حالانکہ عرب کے کلام میں لفظ ''اُترج'' پایا نہیں جاتا ،،

علّامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے شرح میں کہا کہ صاحب توضیح نے اس دعوی کو باطل کیا ہے اور کہا یہ عجیب دعویٰ ہے حالانکہ لغت کی کتاب مُحکم میں ذکر کیا کہ المتکأ ،، اُترُجّ ہے۔ ایسا ہی اخفش سے منقول ہے اور جامع میں ذکر کیا ''المُتّکا ،، اُترجّ ہے ،، اور اس کی تائید میں یہ شعر پڑھا۔ ؎

فَنَشْرَبُ الْإِثْمَ بِالصُّوَاعِ جِهَارًا ؛ وَنَرَى الْمُتْكَ بَيْنَنَا مُسْتَعَارًا ،،

ہم بے پردہ شراب کے پیالے پیتے ہیں اور متکا کو اپنے میں مستعار دیکھتے ہیں ''کہ کسی سے مانگ کر لائے ہیں''

ابوحنیفہ دینوری نے کہا مُتکا بضم المیم لیموں اور بفتح المیم خوشبودار پودہ ہے۔ ابن فارس نے کتاب مجمل میں یہی ذکر کیا ہے۔ مُتّکا کو لیموں کہنے والوں پر جب یہ حجت اور دلیل قائم کی کہ متکا چھوٹا تکیہ ہے تو وہ ایسی شئ کی طرف بھاگے جو ترنج تفسیر سے بدتر ہے تو انھوں نے کہا یہ کلمہ اَلمتک بسکونِ التاء ہے ان کا یہ قول باطل ہے کیونکہ اَلمتک ،، عورت کی شرمگاہ کا کنارہ ہے جس کا ختنہ کرتے تھے۔ اسی لئے ختنہ والی عورت کو ''متکا کہتے ہیں اور اس کے بیٹے کو ابن مَتکاء کہتے ہیں۔ اگر اس مجلس میں اترنج ہوتا تو وہ بھی تکیہ لگانے کے بعد لایا جاتا ہے۔ صاحب تیسیر القاری نے کہا۔ الحاصل امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کریمہ ''وَاَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَاءً ہیں۔ مُتَّكَأً کی تفسیر اترنج کرنے والوں کا ردّ کیا ہے اور کہا یہ لفظ ''اِتَّكَا يَتَّكِئُ سے اسم مفعول ہے اور ان لوگوں کا بھی ردّ کیا جنہوں نے کہا کہ یہ لفظ ''مُتکاء بسکون التاء ہے کیونکہ اس کے معنیٰ عورت کی شرمگاہ کا کنارہ جس کا ختنہ کرتے ہیں اور یہ معنیٰ آیت کریمہ

يُقَالُ اِلٰى شَغَافِهَا وَهُوَ غِلَافُ قَلْبِهَا اَمَّا شَعَفَهَا فَمِنَ الْمَشْعُوْفِ اَصْبُ
اَمِلُ اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ مَالَا تَاوِيْلَ لَهٗ وَالضِّغْثُ مِلْءُ الْيَدِ مِنْ حَشِيْشٍ

بن عقل و نقل کے اعتبار سے درست نہیں۔ قاضی عیاض نے مشارق میں ذکر کیا کہ ایک قرات اَلْمُتْکَ بسکون التاء ہمزہ کے بغیر ہے اور کہا گیا جب تاء مشدد نہ ہو تو اس کا معنیٰ طعام ہے اگر مخفف ہو تو اترج ہے۔ یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ یہ کلمہ بتشدید التاء چھوٹا تکیہ ہے جس پر آرام کرتے ہیں۔ بخاری نے اس معنیٰ کو ترجیح دی ہے اور علامہ بیضاوی نے بھی یہی تفسیر کی ہے بعض علماء نے کہا امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ نے رد کرنے میں ابوعُبَیدہ کی تقلید کی ہے اور پوری تحقیق نہیں کی چنانچہ عبد بن حمید نے اپنے اسناد کے ساتھ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ وہ مُتْکًا بتخفیف التاء پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس کے معنیٰ اترج (لیموں) کے ہیں۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم!

قولہ قَدْ شَغَفَهَا، اس سے اِس آیتِ کریمہ اِمْرَءَةُ الْعَزِيْزِ تُرَاوِدُ فَتٰهَا عَنْ نَّفْسِهٖ قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا اِنَّا لَنَرٰهَا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ، کی طرف اشارہ کیا یعنی بَلَغَ حُبُّ يُوْسُفَ اِلٰى شِغَافِ قَلْبِ زُلَيْخَا، شِغَاف اس کے دل کا پردہ ہے۔ یعنی یوسف کی محبت زلیخا کے دل کے پردہ میں داخل ہو گئی ہے۔ آیت کریمہ کا معنیٰ یہ ہے کہ شہر کی بعض عورتوں نے کہا کہ عزیز کی بی بی اپنے نوجوان کا دل لبھاتی ہے۔ بے شک ان کی محبت اس کے دل میں سما گئی ہے ہم تو اسے صریح خود رفتہ پاتے ہیں، قولہ اَمَّا شَعَفَهَا، یعنی اگر کلمہ میں عین ہو تو یہ مَشْعُوْف سے ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں، فُلَانٌ مَشْعُوْفٌ بِفُلَانٍ، جب اس سے محبت انتہا کو پہنچ چکی ہو۔ اور محاورہ ہے۔ فُلَانٌ شَعَفَهُ الْحُبُّ، محبت نے فلاں کا دل جلا دیا ہے۔

قولہ اَصْبُ آہ اس سے اس آیت کریمہ وَاِلَّا تَصْرِفْ عَنِّيْ كَيْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَيْهِنَّ وَاَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِيْنَ، کی طرف اشارہ کیا اور "اَصْبُ"، کی "اَمِيْلُ" سے تفسیر کی یعنی اے اللہ اگر تو مجھ سے ان کا مکر نہ پھیرے گا تو میں ان کی طرف مائل ہوں گا اور نادان بنوں گا۔ کہا جاتا ہے صَبَا اِلَى اللَّهْوِ، جس وقت اس کی طرف میلان کرے اسی لئے بچے کو صَبِیّ کہا جاتا ہے کیونکہ وہ ہر شئی کی طرف میلان کرتا ہے۔

قولہ اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ، اس سے اس آیت کریمہ "قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ وَمَا نَحْنُ بِتَاْوِيْلِ الْاَحْلَامِ بِعٰلِمِيْنَ" کی طرف اشارہ کیا اور اَضْغَاثِ اَحْلَام کی تفسیر "مالا تاویل لہ" سے کی۔ جس کی کوئی تاویل نہ ہو، پس اَضْغَاث احلام کے معنیٰ ہیں بد پراگندہ خیالات جن کا کچھ اصل نہیں۔

قولہ وَالضِّغْثُ، کے معنیٰ ہیں تنکوں کا گٹھا جو ہاتھ میں آجائے۔ اس آیت کریمہ: وَخُذْ بِيَدِكَ

وَمَا اَشْبَهَهٗ وَمِنْهُ خُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا لَا مِنْ قَوْلِهٖ اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ وَاحِدُهَا ضِغْثٌ نَمِيْرُ مِنَ الْمِيْرَةِ وَنَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيْرٍ مَا يَحْمِلُ بَعِيْرٌ اٰوٰى اِلَيْهِ ضَمَّ اِلَيْهِ السِّقَايَةَ مِكْيَالٌ تَفْتَؤُا لَا تَزَالُ حَرَضًا مُحْرَضًا يُذِيْبُكَ الْهَمُّ تَحَسَّسُوْا تَخَبَّرُوْا مُزْجَاةٍ قَلِيْلَةٍ غَاشِيَةٌ مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ عَامَّةٌ مُجَلِّلَةٌ

ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِهٖ ،، سے یہی معنی مراد ہے جو حضرت ایوب علیہ السلام کے قصہ میں مذکور ہے لیکن یہاں یہ معنی مراد نہیں بلکہ یہاں اَضْغَاث جو ضغث کی جمع ہے سے مراد وہ شئ ہے جس کی کوئی تاویل نہ ہو چنانچہ عبد الرزاق نے معمر کے ذریعہ قتادہ سے ,, اَضْغَاثُ احلام ،، کی تفسیر ذکر کی جس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کلام خُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا ،، میں ضِغث کے معنی ہیں تنکوں کا گٹھا جو ہاتھ میں آجائے اس کا معنیٰ یہ نہیں جس کی تاویل نہ ہو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اضغاث احلام کے معنی جھوٹے خواب ذکر کئے ہیں قولہ نَمِیْرُ آہ اس سے اس آئت کریمہ هٰذِهٖ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ اِلَيْنَا وَنَمِيْرُ اَهْلَنَا کی طرف اشارہ کیا مِیْرَہ کے معنی طعام کے ہیں یعنی ہم اپنے گھر والوں کے لئے طعام لائیں گے ،، آئت کے معنی یہ ہیں۔ اے ہمارے باپ ہمیں اور کیا چاہیئے۔ یہ ہے ہماری پونجی کہ ہمیں واپس کردی گئی اور ہم اپنے گھر کے لئے غلہ لائیں اور اپنے بھائی کی حفاظت کریں اور ایک اونٹ کا بوجھ اور زیادہ پائیں یہ دُنیا بادشاہ کے سامنے کچھ نہیں ،، ثعلبی نے ذکر کیا ایک لغت میں گدھے کو ,, عیر ،، کہا جاتا ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ یوسف علیہ السلام کے بھائی کنعان میں رہنے والے تھے اور کنعان میں اونٹ نہیں پائے جاتے۔

قولہ آوٰی اِلَیْہِ آہ اس سے اس آئت کریمہ ,, وَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰى اِلَيْهِ اَخَاهُ ،، کی طرف اشارہ کیا۔ یعنی جب یوسف علیہ السلام کے بھائی اُن کے پاس آئے تو یوسف نے اپنے بھائی بنیامین کو اپنے پاس جگہ دی۔

قولہ السِّقَايَةَ آہ ،، اس سے اس آئت کریمہ فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ السِّقَايَةَ فِيْ رَحْلِ اَخِيْهِ کی طرف اشارہ کیا اور سقایہ کی مکیال سے تفسیر کی۔ اور وہ یوسف علیہ السلام کا پیالہ تھا جس میں وہ پانی پیا کرتے تھے اس کو پیمانہ اس لئے بنایا کہ کسی دوسرے پیمانہ سے وزن نہ کریں اور وزن میں کمی کردیں۔ آئت کریمہ کے معنی یہ ہیں۔ پھر جب ان کا سامان تیار کر دیا۔ پیالہ اپنے بھائی کے کجاوے میں رکھ دیا ،، قولہ تَفْتَؤُ آہ اس سے اس آئت کریمہ ,, تَاللّٰهِ تَفْتَؤُ تَذْكُرُ يُوْسُفَ ،، کی طرف اشارہ کیا۔

آئت کے معنیٰ یہ ہیں کہ یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے اپنے والد حضرت یعقوب علیہ السلام سے کہا بخدا آپ ہمیشہ یوسف کو یاد کرتے رہیں گے حتیٰ کہ گور کنارے جا لگیں یا جان سے گزر جائیں۔ تَفْتَأُ سے حرف لَا حذف کر دیا گیا ہے۔ دراصل لَا تَفْتَأُ تھا یہی درست ہے۔

قولہ حَرَضًا آہ اس سے اس آئت کریمہ: "حَتّٰى تَكُوْنَ حَرَضًا اَوْ تَكُوْنَ مِنَ الْهٰلِكِيْنَ" کی طرف اشارہ کیا اور ذکر کیا کہ "حَرَض" بمعنیٰ مُحْرَض ہے۔ اسم مفعول کا صیغہ ہے اور يُذِيْبُكَ الْهَمُّ سے اس کی تفسیر کی۔ یعنی تجھے غم و حزن ہلاک کر دے گا۔

قولہ تَحَسَّسُوْا آہ اس سے اس آئت کریمہ: "يٰبَنِيَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ يُّوْسُفَ وَاَخِيْهِ" کی طرف اشارہ کیا اور تَخَبَّرُوْا سے اس کی تفسیر کی "یعنی اے میرے بیٹو جاؤ یوسف اور اس کے بھائی کا سُراغ لگاؤ۔ تَخَبَّرُوْا کے معنیٰ ہیں خبر لاؤ۔ اَلتَّحَسُّس اور تَجَسُّس میں فرق یہ ہے کہ تَحَسُّس کا استعمال خیر میں اور تَجَسُّس کا استعمال شر میں ہوتا ہے۔ قولہ مُزْجَاةٍ آہ اس سے اس آئت کریمہ "وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰىةٍ" کی طرف اشارہ کیا اور مزجاۃ کی قلیلہ سے تفسیر کی۔ یعنی ہم تھوڑی سی پونجی لائے ہیں۔ بعض نے کہا مُزْجَاةٌ کے معنیٰ ردّی۔ بعض نے کہا فاسد پونجی۔ قتادہ نے کہا معمولی سی پونجی اور وہ صوف تھا۔ کہا گیا کھوٹے دراہم جو بازار میں مروج نہ ہوں۔

قولہ غَاشِيَةٌ آہ اس سے اس آئت کریمہ: اَفَاَمِنُوْٓا اَنْ تَاْتِيَهُمْ غَاشِيَةٌ مِّنْ عَذَابِ اللّٰهِ اَوْ تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ "کی طرف اشارہ کیا اور" غاشیۃ "کی عَامَّةٌ مُّجَلِّلَةٌ" سے تفسیر کی۔ کیا اس سے نڈر ہو بیٹھے کہ اللہ کا عذاب انہیں آکر گھیر لے یا قیامت اُن پر اچانک آجائے اور انہیں خبر نہ ہو"

باب قولہ اِسْتَيْاَسُوْا آہ "ناامید ہوئے"

اس سے اس آئت کریمہ: فَلَمَّا اسْتَيْاَسُوْا مِنْهُ خَلَصُوْا نَجِيًّا کی طرف اشارہ کیا جب اس سے ناامید ہوئے الگ جا کر سرگوشی کرنے لگے یعنی جب یوسف علیہ السلام کے بھائی یوسف سے ناامید ہوئے کہ وہ ان کے سوال کا جواب دیں تو الگ جا کر ایک دوسرے سے سرگوشی کرنے لگے اور باہم مشورہ کرنے لگے جبکہ کوئی اور ان کے پاس نہ تھا۔ قولہ لَا تَيْاَسُوْا آہ اس سے اس آئت کریمہ "وَلَا تَيْاَسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِنَّهٗ لَا يَيْاَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ" اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو بے شک اللہ کی رحمت سے کافر ہی ناامید ہوتے ہیں "نَجِيٌّ کی جمع اَنْجِيَةٌ" ہے تثنیہ اور جمع نَجِيٌّ اور اَنْجِيَةٌ ہے۔ اس میں واحد، تثنیہ اور جمع برابر ہیں۔ "نَجِيًّا" منصوب حال ہے۔ یعنی وہ علیحدہ ہوئے اس حال میں اپنے بنیامین کے بغیر اپنے والد ماجد کے پاس جانے میں ایک دوسرے سے سر جوڑ کر باتیں کرنے لگے۔

بَابُ قَوْلِهٖ تَعَالٰی وَيُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَعَلٰٓى اٰلِ يَعْقُوْبَ كَمَآ اَتَمَّهَا عَلٰٓى اَبَوَيْكَ مِنْ قَبْلُ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ

۴۳۷۱ — حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْكَرِيْمُ ابْنُ الْكَرِيْمِ ابْنِ الْكَرِيْمِ ابْنِ الْكَرِيْمِ يُوْسُفُ بْنُ يَعْقُوْبَ بْنِ اِسْحٰقَ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ

بَابُ قَوْلِهٖ تَعَالٰی لَقَدْ كَانَ فِيْ يُوْسُفَ وَاِخْوَتِهٖٓ اٰيٰتٌ لِّلسَّآئِلِيْنَ

باب

وَيُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَعَلٰٓى اٰلِ يَعْقُوْبَ كَمَآ اَتَمَّهَا عَلٰٓى اَبَوَيْكَ مِنْ قَبْلُ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ

اور تجھ پر اپنی نعمت پوری کرے گا اور یعقوب کے گھر والوں پر جس طرح تیرے پہلے دونوں باپ دادا ابراہیم اور اسحاق پر پوری کی۔

نعمت کا اتمام نبوت یا کلمۂ حق بلند کرنے کے ساتھ۔ اٰل یعقوب وہ یعقوب علیہ السلام، آپ کی بیوی اور گیارہ بیٹے ہیں اور اتمام نعمت یہ ہے کہ ان کے لئے دُنیا اور آخرت کی نعمتیں پورے کرے گا اور وہ ملک وغیرہ ہیں ''

۴۳۷۱ — ترجمہ : عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : کریم ابن کریم ابن کریم ابن کریم۔ یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم''

اس حدیث کی آیت کریمہ سے مناسبت اس طرح ہے کہ یہ چار افراد یوسف اور ان کے آباء علیہم السلام صاحبِ کرامت و نعمت نبوت تھے۔

۴۳۷۲ ـــ حَدَّثَنِی مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدَۃُ عَنْ عُبَیْدِ اللّٰہِ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ اَبِی سَعِیْدٍ عَنْ اَبِی ھُرَیْرَۃَ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَیُّ النَّاسِ اَکْرَمُ قَالَ اَکْرَمُھُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقَاھُمْ قَالُوْا لَیْسَ عَنْ ھٰذَا نَسْأَلُکَ قَالَ فَاَکْرَمُ النَّاسِ یُوْسُفُ نَبِیُّ اللّٰہِ ابْنُ نَبِیِّ اللّٰہِ ابْنِ نَبِیِّ اللّٰہِ ابْنِ خَلِیْلِ اللّٰہِ قَالُوْا لَیْسَ عَنْ ھٰذَا نَسْأَلُکَ قَالَ فَعَنْ مَعَادِنِ الْعَرَبِ تَسْأَلُوْنِیْ قَالُوْا نَعَمْ قَالَ فَخِیَارُکُمْ فِی الْجَاھِلِیَّۃِ خِیَارُکُمْ فِی الْاِسْلَامِ اِذَا فَقِھُوْا تَابَعَہٗ اَبُوْ اُسَامَۃَ عَنْ عُبَیْدِ اللّٰہِ

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد! یوسف اور اُن کے بھائیوں کے قصہ میں سائلوں کے لئے اللہ کی قدرت اور اس کی حکمت کے آثار کے دلائل ہیں "

۴۳۷۲ ـــ ترجمہ: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال عرض کیا گیا اللہ کے حضور کون زیادہ عزت والا ہے؟ فرمایا آیا جو اللہ سے زیادہ ڈرے لوگوں نے کہا ہمارا یہ سوال نہیں فرمایا لوگوں میں زیادہ عزت والے یوسف علیہ السلام ہیں جو اللہ کے نبی ہیں اللہ کے نبی یعقوب علیہ السلام کے بیٹے جو اللہ کے نبی اسحاق علیہ السلام کے بیٹے جو اللہ کے خلیل ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے ہیں لوگوں نے کہا ہمارا یہ سوال نہیں۔ آپ نے فرمایا معادنِ عرب اور ان کے اصول کے متعلق پوچھتے ہو؟ انہوں نے کہا جی ہاں! فرمایا جو جو جاہلیت میں شریف تھے وہ اسلام میں بھی شریف ہیں جبکہ دین میں سمجھ رکھتے ہوں۔ عبدہ کی ابواسامہ نے عبید اللہ سے روایت کرنے میں موافقت کی۔

۴۳۷۲ ـــ شرح: یہ نسبی فضیلت ہے جو حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ خاص ہے۔ اس میں کوئی پیغمبر اُن کے ساتھ شریک نہیں وہ اللہ کے خلیل

بَابُ قَوْلِهٖ تعالیٰ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ سَوَّلَتْ زَيَّنَتْ

۴۳۷۳ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ ابْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ ح وَحَدَّثَنَا الْحَجَّاجُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ النُّمَيْرِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ ابْنُ يَزِيْدَ الْاَيْلِيُّ قَالَ سَمِعْتُ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ وَسَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ وَعَلْقَمَةَ بْنَ وَقَّاصٍ وَعُبَيْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ حَدِيْثِ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ قَالَ لَهَا اَهْلُ الْاِفْكِ مَا قَالُوْا فَبَرَّاَهَا اللّٰهُ كُلٌّ حَدَّثَنِيْ طَائِفَةً مِّنَ الْحَدِيْثِ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنْ كُنْتِ بَرِيْئَةً فَسَيُبَرِّئُكِ اللّٰهُ وَاِنْ كُنْتِ اَلْمَمْتِ بِذَنْبٍ فَاسْتَغْفِرِيْ اللّٰهَ وَتُوْبِيْ اِلَيْهِ قُلْتُ اِنِّيْ وَاللّٰهِ لَا اَجِدُ مَثَلًا اِلَّا اَبَا يُوْسُفَ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ وَاَنْزَلَ اللّٰهُ اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْا بِالْاِفْكِ الْعَشْرَ الْاٰيَاتِ ـ

اور نبیوں کے نبی سے بھی بہتر ہوں "معادن عرب" عرب کے خاندان ہیں جن کی طرف لوگ منسوب ہوتے ہیں اور اُن کے ساتھ فخر و مباہات کرتے ہیں۔ اُن سے متعلق دریافت کیا۔ خاندانوں کو معادن یعنی سونے چاندی کی کانوں کے ساتھ لوگوں کے کمال و نقصان میں مختلف ہونے کے اعتبار سے تشبیہ دی چنانچہ دوسری روایت میں ہے اَلنَّاسُ مَعَادِنُ كَمَعَادِنِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ "لوگ سونے چاندی کی کانوں کی طرح کانیں ہیں۔"

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد! بلکہ تمہارے دلوں نے ایک بات تمہارے واسطے بنا لی ہے!

۴۳۷۴ — حَدَّثَنَا مُوسَى قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ حَدَّثَنِي مَسْرُوقُ بْنُ الْأَجْدَعِ قَالَ حَدَّثَتْنِي أُمُّ رُومَانَ وَهِيَ أُمُّ عَائِشَةَ قَالَتْ بَيْنَا أَنَا وَعَائِشَةُ أَخَذَتْهَا الْحُمَّى فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَلَّ فِي حَدِيثٍ تُحُدِّثَ قَالَتْ نَعَمْ وَقَعَدَتْ عَائِشَةُ قَالَتْ مَثَلِي وَمَثَلُكُمْ كَيَعْقُوبَ وَبَنِيهِ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ أَنْفُسُكُمْ أَمْرًا فَصَبْرٌ جَمِيلٌ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَى مَا تَصِفُونَ —

تو اچھا صبر اور اللہ ہی سے مدد چاہتا ہوں اُن باتوں پر جو تم بنا رہے ہو"

۴۳۷۳ — ترجمہ : زُہری نے کہا میں نے عروہ بن زبیر، سعید بن مسیب، علقمہ بن وقاص اور عبید اللہ بن عبد اللہ رضی اللہ عنہم سے ام المؤمنین زوجہ محترمہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے متعلق سُنا جبکہ ان کے بارے میں بہتان لگانے والوں نے کہا اور اللہ تعالیٰ نے ان کو مبرّا اور پاک وصاف کیا۔ ہر ایک نے مجھے حدیث کا کچھ حصہ بیان کیا اُن سے پیغمبر خُدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ! اگر تم بہتان سے مُبرّا اور پاک وصاف ہو تو عنقریب اللہ تعالیٰ تمہیں مبرّا اور پاک وصاف کرے گا اور اگر تم نے گناہ کیا ہے تو اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرو اور اس کے حضور توبہ کرو (ام المؤمنین نے کہا) میں نے کہا میں بخدا کوئی مثال نہیں پاتی سوا ابو یوسف علیہ السلام (یعقوب علیہ السلام) کے "پس اچھا صبر اور اللہ ہی سے مدد چاہتا ہوں اُن باتوں پر جو تم بنا رہے ہو اور اللہ تعالیٰ نے اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْا بِالْاِفْكِ الآیۃ میں آیات نازل فرمائیں (حدیث ۳۸۷۵ کی شرح دیکھیں)

۴۳۷۴ — ترجمہ : مسروق بن اجدع نے کہا مجھے امّ رومان جو ام المؤمنین عائشہ کی والدہ ہیں۔ خبر سُنائی کہ ایک وقت میں اور عائشہ بیٹھے ہُوئے تھے۔ عائشہ کو بخار آ گیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شاید یہ تپ اس حدیث کی وجہ سے ہے جو کہا گیا ہے۔ ام رومان نے کہا جی ہاں اور عائشہ بیٹھ گئیں اور کہا میری مثال اور تمہاری مثال یعقوب اور اس کے بیٹوں کی مثال ہے۔ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا الآیۃ (کئی بار گزری ہے)

بَابُ قَوْلِهٖ تعالیٰ وَرَاوَدَتْهُ الَّتِيْ هُوَ فِيْ بَيْتِهَا عَنْ نَفْسِهٖ وَغَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ

قَالَ عِكْرِمَةُ هَيْتَ لَكَ بِالْحُوْرَانِيَّةِ هَلُمَّ وَ قَالَ ابْنُ جُبَيْرٍ تَعَالَهْ

۴۳۷۵۔ حَدَّثَنِيْ اَحْمَدُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ اَبِيْ وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَتْ هَيْتُ لَكَ قَالَ وَاِنَّمَا نَقْرَؤُهَا كَمَا عُلِّمْنَاهَا مَثْوَاهُ مُقَامُهٗ وَاَلْفَيَا وَجَدَا اَلْفَوْا اٰبَاءَهُمْ اَلْفَيْنَا وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ بَلْ عَجِبْتُ وَيَسْخَرُوْنَ

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد! اور وہ جس عورت کے گھر میں تھا اس نے اسے لبھایا کہ اپنا آپا نہ روکے اور دروازے سب بند کر دیئے اور بولی آؤ تمہیں سے کہتی ہوں"۔

ابن عباس کے آزاد کردہ غلام عکرمہ نے کہا حورانی زبان میں هَيْتَ لَكَ" کے معنی ہیں آؤ۔ ابن جبیر نے کہا یہ تعالہ (آؤ) کے معنی میں ہے"۔

شرح: حوران شام کی مملکت میں ایک شہر ہے۔ بعض نے کہا شام میں ایک پہاڑ کا نام ہے۔ بعض نے کہا کسی کو اپنی طرف بلانے کے لئے یہ کہا جاتا ہے بعض کہتے ہیں اس کے معنیٰ یہ ہیں وہ کیا میرے حسن و جمال میں تمہیں رغبت ہے؟ ابو عبیدہ نے کہا واحد تثنیہ اور جمع میں ایک ہی صورت میں استعمال ہوتا ہے (تیسیر القاری)

۴۳۷۵۔ ترجمہ: عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے هَيْتَ لَكَ" پڑھا اور کہا ہم یہ کلمہ نہیں پڑھتے مگر جیسا کہ ہمیں تعلیم دی گئی ہے۔ مثواہ

۴۳۷۶ ـ حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيٰنُ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ مُسْلِمٍ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ قُرَيْشًا لَمَّا اَبْطَؤُا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْاِسْلَامِ قَالَ اَللّٰهُمَّ اكْفِنِيْهِمْ بِسَبْعٍ كَسَبْعِ يُوْسُفَ فَاَصَابَتْهُمْ سَنَةٌ حَصَّتْ كُلَّ شَيْءٍ حَتّٰى اَكَلُوا الْعِظَامَ حَتّٰى جَعَلَ الرَّجُلُ

بمعنی مَقَامُہٗ ،، ہے۔ اور اَلْفَیَا ،، بمعنی ود وَجَدَا ،، ہے۔ انھوں نے پایا۔ اور ود اَلْفَوْا آبَاءَھُمْ اور اَلْفَیْنَا ہم معنیٰ ہیں۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت بَلْ عَجِبْتَ وَیَسْخَرُوْنَ ،،

۴۳۷۵ ـ شرح: قولہ مَثْوَاہُ آہ اس سے اس آیت کریمہ ود اَلَّذِیْ اشْتَرَاہُ مِنْ مِصْرَ اَکْرِمِیْ مَثْوَاہُ ،، کی طرف اشارہ کیا۔ یعنی مصر کے جس شخص نے یوسف کو خریدا اس نے اپنی بیوی سے کہا انہیں عزت سے رکھو۔ اور مثواہ کی تفسیر مقامہ سے کی۔ مصری شخص کی بیوی کا نام زلیخا ہے۔ بعض نے راعیل ذکر کیا ہے۔ قولہ اَلْفَیَا آہ اس سے اس آیت کریمہ: وَاسْتَبَقَا الْبَابَ وَقَدَّتْ قَمِیْصَہٗ مِنْ دُبُرٍ وَّ اَلْفَیَا سَیِّدَھَا لَدَی الْبَابِ ،، کی طرف اشارہ کیا اور اَلْفَیَا ،، کی وَجَدَا ،، سے تفسیر کی اسے اَلْفَوْا اور اَلْفَیْنَا ،، کے معنی پانے کے ہیں۔ یعنی اور دونوں دروازے کی طرف دوڑے اور عورت نے اس کا کرتہ پیچھے سے چیر لیا اور دونوں کو عورت کا میاں دروازے کے پاس ملا۔ یعنی یوسف اور زلیخا دروازے کی طرف دوڑے یوسف اس لئے دوڑے کہ گناہ سے بچ جائیں اور زلیخا اس لئے دوڑی کہ یوسف کو پکڑ کر اپنی حاجت پوری کروائے۔ اور یوسف کو پیچھے سے پکڑ کر قمیص کو کھینچا اور وہ پیچھے سے چر گئی جب وہ دروازہ کی طرف نکلے تو انھوں نے زلیخا کے شوہر قطفیر کو دروازہ کے پاس پایا جو اپنے چچا کے بیٹے کے ساتھ دروازہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔

قولہ بَلْ عَجِبْتَ آہ یعنی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بَلْ عَجِبْتُ مروی ہے۔ یہ سورۂ صافات کی آیت کریمہ ہے اور وہ اللہ کا کلام « اِنَّا خَلَقْنٰھُمْ مِنْ طِیْنٍ لَّازِبٍ بَلْ عَجِبْتَ وَیَسْخَرُوْنَ ،، ہے یعنی ہم نے ان کو چیکتی مٹی سے بنایا۔ بلکہ تمہیں تعجب ہوا اور وہ ہنسی کرتے ہیں۔ اس آیت کریمہ کی یہاں کوئی مناسبت نہیں صرف اس لئے ذکر کیا کہ بَلْ عَجِبْتُ کی تاء مضموم ہے ایسے ھَیْتُ کی تاء بھی مضموم ہے۔ آیت کا معنیٰ یہ ہے اے حبیب آپ ان کی تکذیب سے تعجب کرتے ہیں اور وہ آپ کے تعجب پر تمسخر اڑاتے ہیں اور عجبتُ کی تاء کو مضموم پڑھنے کی تقدیر پر معنیٰ یہ ہوگا کہ اللہ فرماتا ہے میں نے تعجب کیا لیکن اللہ کی نسبت یہ محال ہے کیونکہ تعجب کسی حالت کے طاری ہونے پر آتا ہے اور ایسی حالت اللہ کے لئے محال ہے۔ اس کا جواب یہ دیا

يَنْظُرُ إِلَى السَّمَاءِ فَيَرَى بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا مِثْلَ الدُّخَانِ قَالَ اللّٰهُ فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُّبِينٍ قَالَ اللّٰهُ إِنَّا كَاشِفُوا الْعَذَابِ قَلِيلًا إِنَّكُمْ عَائِدُونَ أَفَيُكْشَفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَقَدْ مَضَى الدُّخَانُ وَمَضَتِ الْبَطْشَةُ

گیا ہے کہ محض تعجب استعظام کے اعتبار سے ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی تکذیب کو بہت بڑا جانتا ہے۔

۴۳۷۶ — ترجمہ: عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب قریش نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے میں تاخیر کی تو آپ نے دعا کی اے اللہ ان کو یوسف کے سات سال قحط کی طرح سات سال قحط زدہ کر کے مجھے اُن سے کفائت دے تو اُن پر ایسا قحط پڑا کہ اُس نے ہر شئی ختم کر دی حتیٰ کہ لوگوں نے ہڈیاں کھائیں یہاں تک کہ آدمی آسمان کی طرف نظر کرتا تو اپنے اور آسمان کے درمیان دھوآں سا دیکھتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس دن کا انتظار کرو کہ آسمان دھوآں لائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم تمہاری بے قراری کے باعث تھوڑا سا عذاب دُور کریں گے تو پھر کفر کی طرف لوٹو گے۔ کیا اُن سے قیامت کے دن کا عذاب دُور ہوگا؟ بے شک دھوآں گزر گیا ہے اور مواخذہ بھی گزر گیا ہے۔

۴۳۷۶ — شرح: یعنی جب قریش قحط زدہ ہوئے تو بھوک کے باعث نظر کمزور ہو جانے سے ان کو آسمان پر دھوآں نظر آتا تھا۔ قولہ اَفَيُكْشَفُ آہ میں ہمزۂ استفہام انکار کے لئے ہے یعنی ہم قیامت کے روز کا عذاب دُور نہیں کریں گے۔ حالانکہ دھوآں اور بدر کے دن کا مؤاخذہ گزر چکے ہیں۔

اس حدیث کی ترجمۃ الباب سے مناسبت اس طرح ہے کہ ابو سفیان جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا یا محمد! صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلہ رحمی کا درس دیتے ہیں اور آپ کی قوم بھوک سے مر رہی ہے آپ اللہ سے دُعا کریں کہ ہم سے یہ عذاب جاتا رہے کیونکہ یہ مشرک جانتے تھے کہ انہیں یہ مصیبت آپ کی دُعا سے پیش آئی ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعا فرمائی کہ یہ عذاب جاتا رہے۔ مناسبت کی وجہ یہ ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوم کو معاف کیا اور اللہ کے حضور عذاب اُٹھ جانے کی درخواست کی۔ ایسے ہی حضرت یوسف علیہ السلام نے زلیخا کو معاف کر دیا تھا۔ حَصَبْتُ «لے گیا۔ کہا جاتا ہے «سَنَةٌ حَصَّاءُ» خالی سال جس میں بہتری نہ

بَابُ قَوْلِہٖ تعالیٰ فَلَمَّا جَآءَہُ الرَّسُوْلُ قَالَ ارْجِعْ اِلٰی رَبِّكَ فَاسْئَلْہُ مَا بَالُ النِّسْوَۃِ اللّٰتِیْ قَطَّعْنَ اَیْدِیَھُنَّ اِنَّ رَبِّیْ بِکَیْدِھِنَّ عَلِیْمٌ قَالَ مَا خَطْبُکُنَّ اِذْ رَاوَدْتُّنَّ یُوْسُفَ عَنْ نَّفْسِہٖ قُلْنَ حَاشَ لِلّٰہِ وَحَاشَ وَحَاشَا تَنْزِیْہٌ وَّاسْتِثْنَآءٌ حَصْحَصَ وَضَحَ

ہو۔ بطشہ یوم بدر ہے (حدیث ۹۵۷-۹۵۸ کی شرح دیکھیں)

باب

اللہ تعالیٰ کا ارشاد! جب یوسف کے پاس قاصد آیا (کہ جیل سے باہر آئیے)، تو یوسف نے کہا اپنے مالک کی طرف لوٹ جا،، اور اس سے پوچھ ان عورتوں کا کیسا حال ہے جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹے تھے۔ بے شک میرا رب ان کا فریب جانتا ہے۔ بادشاہ نے کہا اے عورتو! تمہارا کیا کام تھا جب تم نے یوسف کا جی لبھانا چاہا تھا۔ بولیں اللہ کو پاکی ہے ہم نے اُن میں کوئی بدی نہ پائی۔ عزیز کی عورت بولی اب اصلی بات کھل گئی۔ میں نے اُن کا جی لبھانا چاہا تھا اور وہ بہت سچے ہیں۔

شرح: یعنی جب حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس بادشاہ کا قاصد آیا اور کہا آپ کو بادشاہ بلا رہا ہے۔ یوسف علیہ السلام نے قیدخانہ سے اس کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا تاکہ ان کی براءت ظاہر ہو اور بادشاہ کو ان کی پاکدامنی واضح ہو جائے اور وہ عورتوں کے فریب کو معلوم کر کے یوسف کی براءت معلوم کرے۔ قولہ اِنَّ رَبِّیْ الآیۃ یعنی یوسف علیہ السلام نے کہا۔ اللہ تعالیٰ عورتوں کے فریب کو

۷۷۴ـ حَدَّثَنَا سَعِيدُ ابْنُ تَلِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ ابْنُ الْقَاسِمِ عَنْ بَكْرِ بْنِ مُضَرَ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ عَنْ يُونُسَ بْنِ يَزِيدَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَأَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْحَمُ اللهُ لُوطًا لَقَدْ كَانَ يَأْوِي إِلَى رُكْنٍ شَدِيدٍ وَلَوْ لَبِثْتُ فِي السِّجْنِ مَا لَبِثَ يُوسُفُ لَأَجَبْتُ الدَّاعِيَ وَنَحْنُ أَحَقُّ مِنْ إِبْرَاهِيمَ إِذْ قَالَ لَهٗ أَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِيَطْمَئِنَّ قَلْبِي

جانتا ہے۔ بعض نے کہا رب سے مراد بادشاہ ہے یعنی میرا مالک قطفیر جانتا ہے کہ عورت نے کیوں ان کو مفتون کرنا چاہا تھا۔ قاصد بادشاہ کی طرف لوٹ گیا اور کہا یوسف نے یہ کہا ہے تو بادشاہ نے ہاتھ کاٹنے والی عورتوں کو بلایا اور ان سے کہا تمہارا کیا حال تھا جب تم نے یوسف کو دامن تزویر میں پھنسانے کی کوشش کی تھی۔ سب عورتوں نے بیک زبان کہا اللہ کو پاکی ہے ہم نے یوسف میں کوئی بدی نہیں دیکھی۔

قولہ حَاشَ آہ اس کلمہ میں تین صورتیں ہیں ایک یہ کہ یہ فعل متعدی ہے اس کی گردان بھی ہے چنانچہ تو کہے گا حَاشَیْتُہٗ بمعنی اِسْتَثْنَیْتُہٗ میں نے اس کو مستثنیٰ کر دیا۔ دوسری صورت یہ کہ یہ تنزیہ کے لئے استعمال ہوتا ہے جیسے حَاشَ لِلّٰہِ،، اللہ اکبر تنزیہ اور پاکی ہے پھر اس صورت میں کچھ اختلاف ہے۔ مبرّد اور کوفیوں کے نزدیک فعل ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ اسم ہے اور تنزیہ کے مترادف ہے کیونکہ بعض کی قراءت حاشًا للہ،، ہے جیسا کہ بَرَاءَۃً مِّنَ اللّٰہِ۔ بعض کہتے ہیں یہ اسم فعل بمعنی اَتَبَرَّءُ یا بَرِئْتُ ہے۔ تیسری صورت یہ ہے کہ یہ حرف استثناء بمعنی اِلَّا ہے اپنے مدخول کو جرّ کرتا ہے یہ سیبویہ کا قول ہے اکثر بصری بھی یہی کہتے ہیں۔ "حَاشَا لِلّٰہِ،، کا شین مفتوح ہے۔ کبھی اس کے ساتھ یاء لاحق کر دیتے ہیں چنانچہ اس شعر "حاشی ابی ثوبان اَنَّ بہٖ ضَنَّاءً،، ابو سنان بخل سے پاک ہے اس کا معنی تنزیہ ہے اور نثر سے استثناء۔

قولہ حَصْحَصَ آہ اس سے اس آیت کریمہ "اَلْاٰنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ،، کی طرف اشارہ ہے اور حَصْحَصَ بمعنی وَضَحَ ہے۔ بعض کہتے ہیں اس کے معنیٰ یہ ہیں۔ باطل اور جھوٹ گیا اور حق ظاہر ہو گیا۔ حص اور حَصْحَصَ بنا ہے جیسے کف سے کَفْکَفَ بنا ہے۔ حص کے معنی جڑ سے اکھاڑنے کے ہیں۔ چنانچہ کہا جاتا ہے "حَصَّ شَعْرَہٗ،، بالوں کو جڑ سے کاٹا، (عینی و تیسیر القاری)

بَابُ قَوْلِهٖ تَعَالٰى حَتّٰٓى اِذَا اسْتَيْئَسَ الرُّسُلُ

۴۳۷۸ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَهٗ وَهُوَ يَسْأَلُهَا عَنْ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى حَتّٰٓى اِذَا اسْتَيْئَسَ الرُّسُلُ قَالَ قُلْتُ اَكُذِبُوْا اَمْ كُذِّبُوْا قَالَتْ عَائِشَةُ كُذِّبُوْا قُلْتُ فَقَدِ اسْتَيْقَنُوْا اَنَّ قَوْمَهُمْ كَذَّبُوْهُمْ فَمَا هُوَ بِالظَّنِّ قَالَتْ اَجَلْ لَعَمْرِيْ لَقَدِ اسْتَيْقَنُوْا بِذٰلِكَ فَقُلْتُ لَهَا وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا قَالَتْ مَعَاذَ اللّٰهِ لَمْ تَكُنِ الرُّسُلُ تَظُنُّ ذٰلِكَ بِرَبِّهَا قُلْتُ فَمَا هٰذِهِ الْاٰيَةُ قَالَتْ هُمْ

۴۳۷۷ ـــ ترجمہ : ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ لوط پر رحم کرے "علیہ السلام" جس وقت ان کی قوم نے انہیں تکلیف پہنچائی۔ وہ سخت رکن کی طرف پناہ لیتے تھے"، اگر میں قید خانہ میں ٹھہرتا جتنی مدت یوسف ٹھہرے تو میں بادشاہ کے داعی کی دعوت قبول کر لیتا اور ہم ابراہیم "علیہ السلام" سے زیادہ حقدار ہیں جبکہ ان سے اللہ نے کہا کیا تجھے یقین نہیں۔ عرض کی یقین کیوں نہیں مگر یہ چاہتا ہوں کہ میرے دل کو قرار آجائے"

(حدیث ۳۱۵۶ کی شرح دیکھیں)

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد! یہاں تک جب رسولوں کو ظاہری اسباب کی اُمید نہ رہی"

اور لوگ سمجھے کہ رسولوں نے اُن سے غلط کہا تھا۔ اس وقت ہماری مدد آئی"

۴۳۷۸ ـ ترجمہ : ابن شہاب نے کہا عروہ بن زبیر نے مجھے خبر دی کہ اُن سے ام المومنین

أَتْبَاعُ الرُّسُلِ الَّذِينَ آمَنُوا بِرَبِّهِمْ وَصَدَّقُوهُمْ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْبَلَاءُ وَاسْتَأْخَرَ عَنْهُمُ النَّصْرُ حَتَّى إِذَا اسْتَيْأَسَ الرُّسُلُ مِمَّنْ كَذَّبَهُمْ مِنْ قَوْمِهِمْ وَظَنَّتِ الرُّسُلُ أَنَّ أَتْبَاعَهُمْ قَدْ كَذَّبُوهُمْ جَاءَهُمْ نَصْرُ اللَّهِ عِنْدَ ذَلِكَ

عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا جبکہ عروہ نے ام المؤمنین سے اس آئت کریمہ : حَتَّى إِذَا اسْتَيْأَسَ الرُّسُلُ الخ یہاں تک کہ جب رسولوں کو ظاہری اسباب کی اُمید نہ رہی " کے متعلق دریافت کر رہے تھے ۔ عروہ نے کہا میں نے کہا : اُكْذِبُوا " مخفف یا اَمْ كُذِّبُوا " مشدد ہے ۔ ام المؤمنین نے فرمایا كُذِّبُوا " مشدّد " ہے ۔ میں نے کہا رسولوں نے تو یقین کیا تھا کہ ان کی قوم نے ان کو جھٹلا دیا ہے یہ جھٹلانا محض گمان نہ تھا ۔ ام المؤمنین نے فرمایا ہاں مجھے اپنی حیات کی قسم رسولوں نے اس کا یقین ہی کیا تھا ۔ میں نے ام المؤمنین سے کہا رسولوں نے یہ گمان کیا تھا کہ اُن سے جھوٹ کہا گیا ہے (یعنی امداد کا وعدہ) ام المؤمنین نے فرمایا " اللہ کی پناہ " اللہ کے رسول اللہ کے متعلق ایسا گمان (وعدہ خلاف) نہیں کر سکتے ہیں ۔ میں نے کہا پھر اس آئت کریمہ کا معنی کیا ہے ؟ ام المؤمنین نے فرمایا یہ لوگ رسولوں کے تابعدار ہیں (جنہوں نے گمان کیا) جو اپنے رب پر ایمان لائے اور انھوں نے رسولوں کی تصدیق بھی کی ۔ اُن پر مصائب طول اختیار کر گئے اور اللہ کی مدد میں تاخیر ہوئی (رسولوں کا گمان ان کے حق میں تھا کافروں کے حق میں نہ تھا) حتیٰ کہ جب رسول اُن لوگوں سے جو ان کی قوم سے تھے ناامید ہو گئے جنہوں نے ان کی تکذیب کی تھی تو اس وقت اللہ کی مدد آئی ۔

۴۳۷۸ — **شرح** : یعنی عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہا نے مذکور آئت کریمہ میں لفظ كُذِبُوا " کے متعلق ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ اس لفظ میں کلمۂ ذال مخفف ہے یا مشدّد ہے ۔ کیونکہ مخفف کی تقدیر پر آئت کے معنی یہ ہیں رسولوں نے گمان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اُن سے جو مدد کا وعدہ کیا ہے یہ اُن سے جھوٹ کہا گیا ہے اور كُذِّبُوا " بتشدید الذال کی تقدیر پر معنی یہ ہے کہ ان کی تکذیب کی گئی ہے یعنی انھوں نے گمان کیا کہ ان کی قوم نے ان کو جھٹلا دیا ہے ۔ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا یہ لفظ كُذِبُوا " بتخفیف الذال ہے اور رسول اپنے رب کے متعلق یہ گمان نہیں کر سکتے کہ اللہ کا وعدہ جھوٹا تھا اور عروہ کے استفسار پر آئت کا معنیٰ بیان فرمایا ۔ اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لانے والے رسولوں کے پیروکاروں نے یہ گمان کر لیا تھا جبکہ ان کو کافروں نے سخت اذیتیں پہنچائیں اور لمبا عرصہ وہ ابتلا میں رہے اور ان کی مدد میں کچھ دیر ہو گئی تو رسولوں نے اپنے پیروکاروں کے حق میں یہ گمان کیا تھا کافروں کے حق میں نہ تھا ۔

۴۳۷۹ ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ فَقُلْتُ لَعَلَّهَا كُذِبُوا مُخَفَّفَةً قَالَتْ مَعَاذَ اللَّهِ نَحْوَهُ

سُورَةُ الرَّعْدِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ مَثَلُ الْمُشْرِكِ الَّذِي عَبَدَ مَعَ اللَّهِ إِلٰهًا غَيْرَهُ كَمَثَلِ الْعَطْشَانِ الَّذِي يَنْظُرُ إِلٰى خَيَالِهِ فِي الْمَاءِ مِنْ بَعِيدٍ وَهُوَ يُرِيدُ أَنْ يَتَنَاوَلَهُ وَلَا يَقْدِرُ وَقَالَ غَيْرُهُ سَخَّرَ ذَلَّلَ مُتَجَاوِرَاتٌ مُتَدَانِيَاتٌ الْمَثُلَاتُ وَاحِدُهَا مَثُلَةٌ وَهِيَ الْأَشْبَاهُ وَالْأَمْثَالُ وَقَالَ إِلَّا مِثْلَ أَيَّامِ الَّذِينَ خَلَوْا بِمِقْدَارٍ بِقَدَرٍ مُعَقِّبَاتٌ

الحاصل آیت کریمہ کا معنیٰ یہ ہے کہ جب رسول ان لوگوں کے ایمان لانے سے ناامید ہو گئے جنہوں نے ان کی تکذیب کی تھی اور گمان کیا کہ ان کے پیروکاروں نے ان کی تکذیب کی ہے تو اس وقت اللہ کی مدد نازل ہوئی۔ پس مظنون مومنوں کی تکذیب ہے اور متیقن کافروں کی تکذیب ہے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس بات سے پناہ چاہی کہ رسول یہ گمان کریں کہ وہ عند اللہ مکذب ہیں بلکہ ان کا یہ گمان ان پر ایمان لانے والے اور ان کی تصدیق کرنے والوں کی طرف سے ہے (عینی)

(حدیث ۳۱۷۴ کی شرح دیکھیں)

۴۳۷۹ ـ ترجمہ: زہری سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا مجھے عروہ نے خبر دی کہ میں نے کہا شاید کُذِبُوا مخفف ہے۔ ام المؤمنین نے فرمایا "معاذ اللہ"۔

مَلَآئِکَۃٌ حَفَظَۃٌ تُعَقِّبُ الْاُوْلٰی مِنْھَا الْاُخْرٰی وَمِنْہُ قِیْلَ الْعَقِیْبُ
یُقَالُ عَقَّبْتُ فِیْ اَثَرِہٖ اَلْمِحَالُ الْعُقُوْبَۃُ کَبَاسِطِ کَفَّیْہِ اِلَی الْمَاءِ
لِیَقْبِضَ عَلَی الْمَاءِ رَابِیًا مِنْ رَبَا یَرْبُوْا وَمَتَاعٍ زَبَدٌ اَلْمَتَاعُ مَا
تَمَتَّعْتَ بِہٖ جُفَاءً اَجْفَأَتِ الْقِدْرُ اِذَا غَلَتْ فَعَلَاھَا الزَّبَدُ
ثُمَّ تَسْکُنُ فَیَذْھَبُ الزَّبَدُ بِلَا مَنْفَعَۃٍ فَکَذٰلِکَ یُمَیِّزُ الْحَقُّ مِنَ
الْبَاطِلِ اَلْمِھَادُ اَلْفِرَاشُ یَدْرَؤُنَ یَدْفَعُوْنَ دَرَأْتُہٗ دَفَعْتُہٗ سَلَامٌ

سُوْرَۂ رَعْد

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا "کَبَاسِطِ کَفَّیْہِ" ہاتھ پھیلانے والے کی طرح "یہ مُشرک کی مثال ہے جو اللہ کی عبادت کے ساتھ اس کے غیر کی عبادت کرتا ہے جو باطل اِلٰہ ہیں جیسے پیاسا آدمی جو اپنے خیال میں دُور سے پانی دیکھتا ہے اور اس کو حاصل کرنا چاہتا ہے لیکن اس پر قادر نہیں۔

تفسیر: اس سے اس آیت کریمہ کی طرف اشارہ کیا کہ اللہ کے سوا جن کو پکارتے ہیں وہ ان کی کچھ بھی نہیں سُنتے مگر اس کی طرح جو پانی کے سامنے اپنی ہتھیلیاں پھیلائے بیٹھا ہے کہ اس کے منہ میں پہنچ جائے اور وہ ہرگز نہ پہنچے گا۔ یعنی مشرک جو اللہ کے سوا بتوں کی پوجا کرتے ہیں اور وہ اُن سے مصائب دفع کرنے کی امّید کرتے ہیں وہ اُن کو کچھ جواب نہیں دیتے جیسے کوئی پیاسا ہو جو صورتِ خیالی سے پانی کی خواہش کرتا ہے تاکہ اس کی پیاس دُور ہو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے غیر نے کہا "سَخَّرَ ذَلَّلَ" اس سے اس آیت کریمہ "وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ کُلٌّ یَّجْرِیْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّی" کی طرف اشارہ کیا اور سَخَّرَ کی ذَلَّلَ سے تفسیر کی یعنی سورج اور چاند کو لوگوں کے منافع اور ان کی مصلحتوں کے لئے تابع کیا ان میں سے ہر ایک دُنیا فنا ہونے اور قیامت قائم ہونے تک چلتا رہے گا۔ یہی ان کے لئے معیّن وقت ہے قولہ مُتَجَاوِرَاتٌ آہ اس سے آیت کریمہ "وَفِی الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ" کی طرف اشارہ کیا اور

عَلَيْكُمْ اَىْ يَقُوْلُوْنَ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ وَ اِلَيْهِ مَتَابِ تَوْبَتِىْ اَفَلَمْ يَايْئَسْ
لَمْ يَتَبَيَّنْ قَارِعَةٌ دَاهِيَةٌ فَاَمْلَيْتُ اَطَلْتُ مِنَ الْمَلِىِّ وَالْمُلَاوَةِ وَمِنْهُ
مَلِيًّا وَيُقَالُ لِلْوَاسِعِ الطَّوِيْلِ مِنَ الْاَرْضِ اَشَقُّ اَشَدُّ مِنَ الْمَشَقَّةِ
مُعَقِّبٌ مُغَيِّرٌ وَقَالَ مُجَاهِدٌ مُتَجَاوِرَاتٌ طَيِّبُهَا وَخَبِيْثُهَا السِّبَاخُ
صِنْوَانٌ النَّخْلَتَانِ اَوْ اَكْثَرُ فِىْ اَصْلٍ وَّاحِدٍ وَ غَيْرُ صِنْوَانٍ وَحْدَهَا
بِمَآءٍ وَّاحِدٍ كَصَالِحِ بَنِىْ اٰدَمَ وَخَبِيْثِهِمْ اَبُوْهُمْ وَاحِدٌ السَّحَابُ الثِّقَالُ
الَّذِىْ فِيْهِ الْمَاءُ كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ يَدْعُوا الْمَآءَ بِلِسَانِهٖ وَيُشِيْرُ اِلَيْهِ
بِيَدِهٖ فَلَا يَاْتِيْهِ اَبَدًا سَالَتْ اَوْدِيَةٌ بِقَدَرِهَا تَمْلَأُ بَطْنَ وَادٍ
زَبَدًا رَّابِيًا زَبَدُ السَّيْلِ خَبَثُ الْحَدِيْدِ وَالْحِلْيَةِ

مُتَجَاوِرَاتٌ کی مُتَدَانِيَاتٌ سے تفسیر کی یعنی زمین میں مختلف ٹکڑے ہیں جو ایک دُوسرے کے قریب ہیں اور صفات میں مختلف ہیں چنانچہ اُن میں سے بعض میٹھے، بعض کڑوے، بعض اچھے ٹکڑے ہیں جہاں نباتات اُگتی ہیں اور بعض بھتور ہیں جہاں کچھ نہیں اُگتا ہے۔

قولہ اَلْمُثُلَاتُ آہ یعنی مَثُلَات مَثُلَہ کی جمع ہے جیسے صدُقات صدقہ کی جمع ہے۔ اس سے اس آیت کریمہ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمُ الْمَثُلَاتُ ،، کی طرف اشارہ کیا۔ یعنی اِن سے پہلے اِن جیسے لوگ گزرے ہیں جو نبیوں کی نافرمانی اور ان کی تکذیب کرنے کے سبب عذاب میں مبتلا رہے۔ مَثْلَاث کو مُثْلَاث بھی پڑھا جاتا ہے سلیمان میم اور ثاء دونوں کو مفتوح پڑھتے ہیں۔ ابوبکر بن عباس دونوں کو مضموم پڑھتے ہیں۔ عیسیٰ بن عمر کی یہی قرأت ہے۔

قولہ بمقدار آہ اِس سے اس آیت کریمہ : وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ،، کی طرف اشارہ کیا اور ”قدر“ سے اس کی تفسیر کی یعنی اللہ کے نزدیک ہر شئ ایک انداز ے میں ہے اس حد سے نہ بڑھتی ہے اور نہ کم ہوتی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہر شئ کی مقدار وہ ہے جو اس کے موجود ہونے سے پہلے تھی۔

قولہ مُعَقِّبَاتٌ آہ اس سے اس آیت کریمہ : لَهٗ مُعَقِّبَاتٌ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ کی طرف اشارہ کیا اور معقبات کی ملائکہ حفظہ سے تفسیر کی یعنی اللہ تعالیٰ کے فرشتے ہیں جو

رات اور دن میں باری باری ایک دوسرے کے بعد آتے ہیں جب دن کے فرشتے آسمانوں پر جاتے ہیں تو ان کے بعد رات کے فرشتے آجاتے ہیں جو لوگوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ذکر کیا۔ اللہ کی طرف سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے محافظ فرشتے ہیں جو آپ کے آگے پیچھے رہتے ہیں اور شرارتی انسانوں، جنوں سے آپ کی حفاظت کرتے ہیں یہ کہا گیا ہے "ولہ" ضمیر کا مرجع انسان ہے۔ اور مُعَقِّبَاتٌ مُعَقِّبَہ کی جمع ہے اور معقبہ، مُعَقِّب کی جمع ہے پس مُعَقِّبَات جمع کی جمع ہے جیسے ابناوات سعد اور رجالات بکر ہے۔ قولہ سنہ قبل العقیب آہ یعنی اسی سے "عقیب" کہا گیا ہے۔ جو کوئی کسی کے پیچھے آئے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے۔ عَقَّبْتُ فِی اَثَرِہٖ "میں اس کے پیچھے آیا۔ دمیاطی "عَقَّبْتُ" کا قاف مشدد پڑھتے ہیں۔ جبکہ ابن تین اسے مخفف پڑھتے ہیں۔ قولہ المحالُ العقوبۃُ" اس سے اس آیت کریمہ "وَھُمْ یُجَادِلُوْنَ فِی اللّٰہِ وَھُوَ شَدِیْدُ الْمِحَالِ" محال بمعنی عقوبت ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا "محال" سخت پکڑنے والا ہے۔ مجاہد نے کہا بمعنی سخت اور قوت ہے۔ ایک روایت میں اس کے معنیٰ ہیں سخت انتقام" یعنی وہ اللہ کے بارے میں جھگڑا کرتے ہیں اور وہ سخت انتقام لینے والا ہے۔ قولہ رَابِیًا آہ اس سے اس آیت کریمہ: اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتْ اَوْدِیَۃٌۢ بِقَدَرِھَا فَاحْتَمَلَ السَّیْلُ زَبَدًا رَّابِیًا" کی طرف اشارہ کیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی اُتارا تو نالے اپنے اپنے لائق بہہ نکلے تو پانی کی رَو اس پر اُبھرے جھاگ اُٹھا لائی۔ امام نے رَابِیًا" سے یہ اشارہ کیا کہ یہ رَبَا یَرْبُوْا سے مشتق ہے۔ ابوعبیدہ نے کہا "رابیا" کے معنی ہیں۔ پانی کے اُوپر بلند ہونے والی جھاگ"۔

قولہ اَوْ مَتَاعٍ" اس سے اس آیت کریمہ: وَمِمَّا یُوْقِدُوْنَ عَلَیْہِ فِی النَّارِ ابْتِغَآءَ حِلْیَۃٍ اَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُہٗ" یعنی جب اس کو پگھلایا جائے تو اس پر جھاگ آجاتی ہے یہ حق کی مثال ہے اور وہ جھاگ جو ختم ہو جائے اور اس سے نفع نہ اُٹھایا جائے باطل کی مثال ہے۔ یعنی حق ثابت رہتا ہے اور باطل مٹ جاتا ہے۔ قولہ جُفَآءً آہ اس سے اس آیت کریمہ: "فَاَمَّا الزَّبَدُ فَیَذْھَبُ جُفَآءً" کی طرف اشارہ کیا اور جُفَاء کی اَجْفَأَتِ الْقِدْرُ الخ سے تفسیر کی۔ یعنی جھاگ پھک کر دُور ہو جاتا ہے، چنانچہ جب ہنڈیا جوش مارے اور اس پر جھاگ آجائے پھر جب جوش ٹھہر جائے تو کوئی شئ باقی نہیں رہتی اور اس سے کچھ نفع حاصل نہیں ہوتا۔ اس طرح حق باطل سے ممتاز ہوتا ہے۔ اللہ یوں ہی مثالیں بیان کرتا ہے۔ امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جیسے باقی رہنے والے جھاگ کو باقی نہ رہنے والے جھاگ سے ممتاز کرتا ہے۔ ایسے حق کو جو باقی اور ثابت رہتا ہے باطل سے ممتاز کرتا ہے جو باقی نہیں رہتا۔

قولہ المِھَادُ آہ اس سے آیت کریمہ: وَمَاْوٰھُمْ جَھَنَّمُ وَبِئْسَ الْمِھَادُ" کی طرف اشارہ کیا اور فراش سے اس کی تفسیر کی یعنی کیا ہی بُرا بچھونا ہے۔

قولہ یَدْرَءُوْنَ آہ اس سے اس آیت کریمہ: وَیَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَۃِ السَّیِّئَۃَ اُولٰٓئِکَ لَھُمْ

عُقْبَى الدَّارِ ،، کی طرف اشارہ کیا اور یَدْرَءُوْنَ کی یَدْفَعُوْنَ سے تفسیر کی یعنی بُرائی کے بدلے بھلائی کر کے ٹالتے ہیں۔ اُنہیں کے لئے پچھلے گھر کا نفع ہے ،،

قولہ سلامٌ علیکم آہ اس سے اس آیت کریمہ : سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ،، کی طرف اشارہ کیا۔ یعنی جنتیوں کے پاس فرشتے آئیں گے اور کہیں گے سلامتی ہو تم پر تمہارے صبر کا بدلہ تو پچھلا گھر کیا ہی اچھا ملا ہے۔ کیونکہ اُنہوں نے دُنیا میں تھوڑے مال پر صبر کیا اللہ کی راہ میں جہاد کیا اللہ تعالیٰ کی طاعت کرتے رہے اور بُرے عملوں سے بچتے رہے اور نفسانی خواہشات کو ترک کیا یہ اُن کا دُنیا میں صبر تھا۔

قولہ وَاِلَيْهِ مَتَاب آہ اس سے اس آیت کریمہ : لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ مَتَابِ ،، کی طرف اشارہ کیا اور وہ توبتی ،، سے اس کی تفسیر کی یعنی اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں میں نے اس پر بھروسہ کیا اور اسی کی طرف میری رجوع ہے۔

قولہ اَفَلَمْ يَايْئَسْ آہ اس سے اس آیت کریمہ اَفَلَمْ يَايْئَسِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَهَدَى النَّاسَ جَمِيْعًا ،، کی طرف اشارہ کیا اور فَلَمْ يَتَبَيَّنْ سے اس کی تفسیر کی تو کیا مومن اس سے ناامید نہیں ہوئے کہ اگر اللہ چاہتا تو سب لوگوں کو ہدایت کر دیتا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ يَايْئَسْ معنی يَعْلَمُ ہے یعنی کیا مومنوں نے نہیں جانا ؟ کلبی نے کہا يَايْئَسُ بمعنی يَعْلَمُ نخع کی لغت میں ہے۔ یہ مجاہد حسن اور قتادہ کا قول ہے۔ طبری نے قاسم بن معن سے نقل کیا کہ وہ کہتے ہیں یہ ہوازن کی لغت ہے وہ کہتے ہیں یہ يَئِسْتُ كَذَا اي عَلِمْتُهٗ میں نے اسے جانا ،، قاموس اور صراح میں ہے یاس بمعنی ناامید ہے۔ اور علم کے معنی میں بھی مستعمل ہے۔ اور اس آیت کریمہ : اَفَلَمْ يَايْئَسِ الَّذِيْنَ الاية میں یہی معنی ہے۔ علامہ زمخشری نے کشاف میں ذکر کیا کہ یاس کو جو ناامید کے معنی میں ہے علم کے معنی میں استعمال نہیں کرتے مگر اس اعتبار سے کہ وہ علم کے معنی کو متضمن ہو کیونکہ جو کوئی کسی سے آئس اور ناامید ہو وہ یہ جانتا ہے کہ وہ اس کو پا نہیں سکے گا۔ ایک روایت میں ہے صحابہ کی ایک جماعت اَفَلَمْ يَايْئَسْ کی جگہ اَفَلَمْ يَتَبَيَّنْ پڑھتے ہیں (عینی وتیسیر القاری)

قولہ قَارِعَةٌ الاية اس سے اس آیت کریمہ وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا تُصِيْبُهُمْ بِمَا صَنَعُوْا قَارِعَةٌ ،، کی طرف اشارہ کیا اور دَاهِيَة ،، سے اس کی تفسیر کی یعنی اور کافروں کو ہمیشہ ان کے کئے پر سخت دھمک پہنچتی رہے گی۔ دَاهِيَه بمعنی ہلاکت اور دھمک ہے۔

قولہ فَاَمْلَيْتُ الاية اس سے اس آیت کریمہ : فَاَمْلَيْتُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ،، کی طرف اشارہ کیا اور ,, اَمْلَيْتُ ،، کی اَطَلْتُ ،، سے تفسیر کی ,, مَلِيٌّ ،، بفتح المیم و کسر اللام ہے اور آخر میں یا مشدد ہے اور ,, مِلَاوَة ، بکسر المیم ہے زمانے کا کچھ حصہ ،، حضرت جبرائیل علیہ السلام کی حدیث میں جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ,, تَلَبَّثْتُ مَلِيًّا ،، میں کچھ زمانہ

ٹھہرا، جوہری نے کہا الملاء مقصود یعنی صحرا ہے رات اور دن ملوان کہا جاتا ہے کشادہ زمین کو ملاءٗ کہا جاتا ہے۔

قولہ اَشَقُّ آہ اس سے اس آیت کریمہ "وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَقُّ وَمَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ" کی طرف اشارہ کیا اور "اَشَقُّ" کی اَشَدّ سے تفسیر کی کہ یہ اسم تفضیل ہے مشقت سے مشتق ہے۔ یعنی گنہگاروں کے لئے آخرت کا عذاب بہت سخت ہے ان کو بچانے والا کوئی نہیں۔

قولہ صِنوَانٌ آہ اس سے اس آیت کریمہ "صِنْوَانٌ وَّغَيْرُ صِنْوَانٍ يُّسْقٰى بِمَاءٍ وَّاحِدٍ" کی طرف اشارہ کیا اور نَخلَتَانِ اَوْ اَكْثَرُ فِي اَصْلٍ وَّاحِدٍ" سے اس کی اس تفسیر کی یعنی کھجور کا پیڑ ایک تھالے سے اُگے اور الگ الگ سب کو ایک ہی پانی دیا جاتا ہے۔ صِنْوَان صِنْوٌ کی جمع ہے۔ اور جمع قلت اَصْنَاءٌ ہے۔ تثنیہ اور جمع میں کوئی فرق نہیں البتہ اعراب میں فرق ہے کیونکہ تثنیہ میں صنوانِ کا نون مکسور ہے اور نون پر تنوین نہیں۔ اور جمع میں "صِنوانٌ" نون پر تنوین ہے۔

قولہ بِمَاءٍ وَّاحِدٍ، یعنی سب کو ایک ہی پانی دیا جاتا ہے۔

قولہ کَصَالِحِ بَنِیْ آدَمَ آہ یعنی جیسے حضرت آدم علیہ السلام ایک ہیں اور ان کی اولاد میں نیک و بد ہیں صنوان اور غیر صنوان سے اسی طرف اشارہ ہے۔ حسن بصری نے کہا اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کے دلوں کی مثال بیان فرمائی ہے کہ بعض دل رقیق ہیں اللہ سے ڈرتے ہیں اور بعض دل سخت ہیں۔ لہو ولعب میں مشغول رہتے حالانکہ سب کا اصل ایک ہی ہے۔ ایسے صنوان اور غیر صنوان ہے کہ اس میں بعض اچھی اُگتی ہیں اور بعض اچھی نہیں ہوتیں حالانکہ ان کا اصل ایک ہی ہے اور پانی بھی ایک ہی پلایا جاتا ہے۔

قولہ السَّحَابُ الثِّقَالُ آہ اس سے اس آیت کریمہ: يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّيُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ" کی طرف اشارہ ہے یعنی وہ تمہیں بجلی دکھاتا ہے۔ ڈر کو اور امید کو۔ اور بھاری بدلیاں اُٹھاتا ہے۔ سحاب سحابہ کی جمع ہے اور ثِقال سحاب کی صفت ہے۔ یعنی بادل جو پانی سے بھارے ہیں۔ ان کو چلاتا ہے۔ یُنْشِئُ بمعنی یُسَیِّرُ ہے۔

قولہ سَالَتْ اَوْدِيَةٌ آہ اس سے اس آیت کریمہ: اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَسَالَتْ اَوْدِيَةٌ بِقَدَرِهَا" کی طرف اشارہ کیا یعنی اُس نے آسمان سے پانی اُتارا تو نالے اپنے اپنے لائق بہہ نکلے جو وادی کو بھر دیتے ہیں۔

اَوْدِيَةٌ "وادی کی جمع ہے اور وہ دو پہاڑوں کے درمیان کھلی زمین ہے۔ وہاں بارش کا پانی جمع ہوتا ہے۔ کہا گیا ہے کہ قدر بمعنی مبلغ الشئ ہے یعنی شئ کی انتہا اگر وہ چھوٹی ہو تو پانی قلیل ہوگا۔ اگر وسیع ہو تو پانی کثیر ہوگا۔

بَابُ قَوْلِهٖ تَعَالٰى اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى وَمَا تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ غِيْضَ نُقِصَ

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد! اللہ جانتا ہے جو کچھ کسی مادہ کے پیٹ میں ہے،،

اور پیٹ جو کچھ گھٹتے اور بڑھتے ہیں اور ہر چیز اس کے پاس ایک اندازے سے ہے،، **تفسیر:** یعنی اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ عورت کے پیٹ میں لڑکا ہے یا لڑکی کامل ہے یا ناقص اچھا ہے یا بُرا ہے لمبا ہے یا چھوٹا وغیرہ وغیرہ اور عورتوں کے ارحام جو نقصان یا زیادتی کرتے ہیں۔ آیا بچے کا جسم رحم میں صحیح ہے یا ناقص ہے اسی طرح مدت اور تعداد وغیرہ سب کچھ اللہ جانتا ہے، کیونکہ رحم میں کبھی ایک بچہ ہوتا ہے کبھی اس سے زیادہ دو یا تین یا چار یا پانچ بچے ہوتے ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ شریک اپنی والدہ ماجدہ کے پیٹ میں چار بچوں سے چوتھے تھے۔ امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا یمن کے ایک بوڑھے آدمی نے انہیں خبر دی کہ ایک عورت نے کئی بار پانچ پانچ بچوں کو جنم دیا۔ عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ "مَا تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ" سے مراد نا تمام حمل کا ساقط ہونا ہے۔ اور "مَا تَزْدَادُ" سے مراد یہ ہے کہ پوری مدت سے بچہ پیدا ہو۔ کیونکہ بعض عورتیں دس ماہ حاملہ رہتی ہیں بعض نو ماہ احناف کے مذہب میں زیادہ سے زیادہ حمل کی مدت دو سال ہے۔ جبکہ شافعی کے مذہب میں چار سال اور امام مالک کے نزدیک پانچ سال ہے۔ ضحاک نے کہا میری والدہ نے دو سال حاملہ رہنے کے بعد مجھے جنم دیا۔ جبکہ میرے اگلے دانت نکل آئے تھے (قسطلانی)

علامہ قسطلانی رحمہ اللہ نے کہا آٹھ سو اٹھاسی ہجری کے جمادی الاولیٰ میں ہفتہ کے روز میری بیٹی زینب نے "اللہ تعالیٰ اسے ہر خیر کی توفیق دے اور اس کی عاقبت اچھی کرے اور اس کی اولاد نیک کرے۔" ابتداءِ حمل سے نو ماہ بعد بچہ کو جنم دیا جبکہ اس کے سامنے والے دو دانت ظاہر تھے جو تقریباً سات ماہ بعد گر گئے۔ مکحول نے کہا عورت کے پیٹ میں بچہ کوئی شئے طلب کرتا ہے نہ غمناک ہوتا

۴۳۸۰۔ حَدَّثَنِیْ اِبْرَاہِیْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا مَعْنٌ قَالَ حَدَّثَنِیْ مَالِکٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ دِیْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَفَاتِیْحُ الْغَیْبِ خَمْسٌ لَا یَعْلَمُھَا اِلَّا اللّٰہُ لَا یَعْلَمُ مَا فِیْ غَدٍ اِلَّا اللّٰہُ وَلَا یَعْلَمُ مَا تَغِیْضُ الْاَرْحَامُ اِلَّا اللّٰہُ وَلَا یَعْلَمُ مَتٰی یَاْتِی الْمَطَرُ اَحَدٌ اِلَّا اللّٰہُ وَلَا تَدْرِیْ نَفْسٌ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ وَلَا یَعْلَمُ مَتٰی تَقُوْمُ السَّاعَةُ اِلَّا اللّٰہُ

اور نہ ہی اسے حزن و ملال ہوتا ہے۔ اس کی والدہ کے حیض کا خون اس کی خوراک ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ اس کا رزق بنایا ہے۔ اس لئے حاملہ عورت کو حیض نہیں آتا۔ جب پیدائش کے وقت بچہ زمین پر واقع ہوتا ہے تو چیخ مارتا ہے۔ اس کا چلاّنا اپنے مکان کی اجنبیت کے طور پر ہوتا ہے۔ جب اس کی ناف کاٹی جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا رزق اس کی والدہ کے پستان میں کر دیتا ہے۔ اس وقت بھی وہ حزن و ملال کی دُنیا سے بالاتر ہوتا ہے پھر طفل ہو جاتا ہے اور اپنے ہاتھ سے کھانے لگتا ہے۔ جب بالغ ہو جاتا ہے تو کہتا ہے اب موت یا قتل ہے اب مجھے رزق کہاں سے ملے گا۔ مکحول نے کہا اے انسان تیری ہلاکت ہو تجھے اس وقت بھی غذا ملتی تھی جب تو اپنی ماں کے پیٹ میں تھا اور جب تو طفل تھا حتیٰ کہ جب تو جوان ہُوا تو کہتا ہے کہ یہ موت یا قتل ہے۔ اب مجھے رزق کہاں سے ملے گا۔ پھر یَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ اُنْثٰی وَمَا تَغِیْضُ الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ، زیادتی اور نقصان کی نسبت رحم کی طرف مجازاً ہے درحقیقت فاعل اللہ تعالیٰ ہے اس نے جو مقدر کر رکھا ہے اس پر زیادتی نقصان ناممکن ہے۔

۴۳۸۰۔ ترجمہ: ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غیب کے خزانے پانچ ہیں ان کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا ہوگا اور نہ یہ جانتا ہے کہ عورت کا رحم کمی کرے گا یا زیادتی کرے گا اور نہ ہی یہ جانتا ہے کہ بارش کب ہوگی اور کوئی نفس نہیں جانتا کہ کس زمین میں وہ مرے گا اور اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ قیامت کب قائم ہوگی!

۴۳۸۰۔ شرح: اللہ کے سوا غیب کوئی نہیں جانتا یہ صرف اللہ کی ذات کے ساتھ مختص ہے۔ ان پانچ امور کو اس لئے ذکر کیا کہ اس زمانہ میں کاہن ان

سُورَۃُ اِبْرَاھِیْمَ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بَابٌ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ هَادٍ دَاعٍ وَقَالَ مُجَاهِدٌ صَدِيدٌ قَيْحٌ وَدَمٌ

ان پانچوں کے علم کا دعویٰ کرتے تھے ۔ اُن کے ردّ کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انہیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا ہے ۔ مگر یہ خیال رہے کہ اگر اللہ تعالیٰ اپنے مقرب بندے کو ان کا علم عطاء کرے تو یہ آیت کے منافی نہیں چنانچہ اس مقام میں علامہ قسطلانی نے ذکر کیا : اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّہٗ یُطْلِعُہٗ عَلٰی مَا یَشَاءُ مِنْ غَیْبِہٖ وَالْوَلِیُّ التَّابِعُ لَہٗ یَاخُذُ عَنْہُ ،، یعنی مگر جس رسول سے اللہ راضی ہو ، اپنے غیب سے جو کچھ چاہے اس کو مطلع کرتا ہے اور رسول کا پیروکار ولی نبی سے یہ حاصل کرتا ہے ۔ سورۃ لقمان میں انشاء اللہ مزید وضاحت آئے گی (حدیث ۲۶۷ کی شرح دیکھیں)

سُوْرَۃُ اِبْرَاہِیْم علیہ السلام

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یہ صورت مکیہ ہے مگر یہ آیت کریمہ اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ کُفْرًا اور اس کے بعد دوسری آیت جو اس سے متصل ہے دونوں مدنی ہیں ۔

قولہ قَالَ ابْنُ عباس ھَادٍ آہ اس سے اس آیت کریمہ : اِنَّمَا اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِکُلِّ قَوْمٍ ھَادٍ ،، کی طرف اشارہ کیا ۔ لیکن یہ آیت کریمہ سورۃ رعد کی ہے ۔ پھر ھَادٍ کی تفسیر دَاعٍ سے کی ۔ یعنی لوگوں کو حق کی طرف راہنمائی کرتے ہیں ۔ اس سے مراد نبی ہیں جو اپنے زمانہ کے حالات کے مطابق معجزات ظاہر کرتے ہیں ۔ قولہ صدید ،، اس سے اس آیت کریمہ ،، وَیُسْقٰی مِنْ مَّآءٍ صَدِیْدٍ ،، کی طرف اشارہ کیا اور مجاہد نے صَدِیْدٌ کی تفسیر پیپ اور خون سے کی ،، قتادہ نے کہا صدید وہ ہے جو گوشت اور چمڑے سے بہتی ہے ۔ اُن سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ جو کافر کے پیٹ سے نکلے گا اور اس کے ساتھ پیپ اور خون ملا ہوگا ۔ کہا گیا ہے

وَقَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ اُذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اَيَادِيَ اللّٰهِ عِنْدَكُمْ وَاَيَّامَهُ
وَقَالَ مُجَاهِدٌ مِنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ رَغِبْتُمْ اِلَيْهِ فِيْهِ يَبْغُوْنَهَا عِوَجًا يَلْتَمِسُوْنَ

جو زانیوں کی شرمگاہوں سے نکلے گا۔ صدید ماء کی صفت ہے اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ حرفِ تشبیہ محذوف ہے۔ دراصل ماءٌ مثلُ صدیدٍ، تھا۔ اس تقدیر پر دوزخی جو پانی پئیں گے وہ پیپ کی مثل ہوگا اور اس سے پیپ کی طرح بدبو آئے گی جیسے قرآن کریم میں ہے وَاِنْ یَّسْتَغِیْثُوْا یُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ،، اگر وہ فریاد کریں گے تو ان کی فریاد رسی پانی سے کی جائے گی جو مُہل کی طرح ہوگا۔ دُوسری صورت یہ ہے کہ پیپ پانی کے مشابہ ہونے کے سبب اس پر پانی کا اطلاق کیا گیا ہے وہ درحقیقت پانی نہیں ہوگا۔ اس تقدیر پر وہ خالص پیپ پئیں گے جو پانی کے مشابہ ہوگی (قسطلانی)

قولہ اُذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ آہ اس سے اس آئت کریمہ: وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ اَنْجٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ،، کی طرف اشارہ کیا اور سفیان بن عیینہ نے نِعْمَةَ اللّٰهِ کی اَیَادِیَ اللّٰہِ،، سے تفسیر کی ہے اَیَادِی اَیْدِیْ کی جمع ہے اور وہ یَدٌ کی جمع ہے۔ پس اَیَادِیْ جمع کی جمع ہے۔ اس کے معنی نعمت کے ہیں یعنی یاد کرو جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا اپنے اوپر اللہ کی نعمتیں یاد کرو جبکہ تمہیں فرعون کی قوم کی شر سے نجات دلائی،، قولہ قَالَ مُجَاهِدٌ آہ یعنی مجاہد نے اس آئت کریمہ: وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَاٰتٰكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ میں،، مِنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ،، کی تفسیر میں کہا کہ تم کو ہر وہ شئ دی جس کی تم نے خواہش کی،، پوری آئت کریمہ کے معنی یہ ہیں،، اللہ تعالیٰ نے رات اور دن تمہارے تابع کر دیئے اور ہر وہ شئ تمہیں عطاء کی جو تم نے خواہش کی اس تفسیر کا مقصد یہ ہے کہ جو شئ تمہیں پسند تھی اس کا سوال کرو یا نہ کرو وہ ہم نے تمہیں دی ہے ضحاک نے اس کی تفسیر میں بیان کیا کہ،، مَا سَاَلْتُمُوْهُ،، میں نافیہ ہے اور کُلِّ،، کے لام پر تنوین ہے۔ یعنی ہر نعمت سے تمہیں وہ کچھ دیا جس کا تم نے سوال نہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے بہت نعمتیں ایسی ہیں جو ہم نے طلب نہیں کیں اور نہ ہی اُن کا ہمارے دِلوں میں خیال آیا ہے حسن بصری نے کہا تمہیں ہر وہ شئ دی جو تم نے خواہش کی،،

قولہ يَبْغُوْنَهَا عِوَجًا،، اس سے اس آئت کریمہ: وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا،، کی طرف اشارہ کیا اور،، يَبْغُوْنَهَا،، کی تفسیر يَلْتَمِسُوْنَ،، سے کی۔ یعنی اللہ کی راہ میں کجی پیدا کرنا چاہتے ہو۔

قولہ اِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ آہ،، اس سے اس آئت کریمہ: وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ،، کی طرف اشارہ کیا اور،، تَاَذَّنَ،، کی اَعْلَمَ سے تفسیر کی یعنی اور یاد کرو جب تمہارے رب نے

لَهَا عِوَجًا وَإِذْ تَأَذَّنَ رَبُّكُمْ أَعْلَمَكُمْ آذَنَكُمْ رَدُّوْا أَيْدِيَهُمْ فِيْ أَفْوَاهِهِمْ
هٰذَا مِثْلُ كَفُّوْا عَمَّا أُمِرُوْا بِهٖ مَقَامِيْ حَيْثُ يُقِيْمُهُ اللّٰهُ بَيْنَ يَدَيْهِ مِنْ
وَّرَآئِهٖ قُدَّامَهٗ لَكُمْ تَبَعًا وَاحِدُهَا تَابِعٌ مِثْلُ غَيْبٍ وَّغَائِبٍ بِمُصْرِخِكُمْ

کہا اگر احسان مانو گے تو میں تمہیں اور دوں گا اور اگر ناشکری کروگے تو میرا عذاب سخت ہے۔ امام کا مقصد یہ ہے کہ تَاَذَّنَ باب تفعل سے ہے اور اٰذَنَ جو باب افعال سے ہے ہم معنیٰ ہے لیکن تَاَذَّنَ میں معنی کی زیادتی ہے جیسے تَوَعَّدَ میں اوعد کی نسبت معنی کی زیادتی ہے۔

قولہ رَدُّوْا اَیْدِیَهُمْ فِیْ اَفْوَاهِهِمْ آہ اس سے اس آیت کریمہ "جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ فَرَدُّوْا اَیْدِیَهُمْ فِیْ اَفْوَاهِهِمْ" کی طرف اشارہ کیا اس کی تفسیر میں ابُوعبیدہ نے کہا یہ عرب کا مقولہ اور مثال ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ جس شئ کا ان کو حکم دیا گیا اس سے باز رہے"

علامہ ابن حجر نے شرح بخاری میں ذکر کیا کہ علماء نے ابوعبیدہ پر مواخذہ کیا ہے کہ یہ کلام عربوں سے نہیں سُنا گیا جو ابوعبیدہ نے ذکر کیا ہے۔ اَخفش نے بھی یہی معنی اختیار کیا اُن پر بھی یہی اعتراض کیا گیا لیکن یہ مواخذ اور اعتراض ناقابلِ فہم ہے کیونکہ بعض لوگوں کا عدم سماع عدم کی دلیل نہیں ہوسکتی۔ حالانکہ مثبت کو نافی پر ترجیح ہوتی ہے۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا اس کا معنیٰ یہ ہے کہ کافروں نے نبیوں پر غیظ و غضب کے سبب اپنے ہاتھوں کو دانتوں سے کاٹا۔ بعض نے معنی یہ کئے ہیں کہ کافروں نے اپنے ہاتھ اپنے موہنوں پر رکھے اور نبیوں کو اشارہ کیا کہ اپنے منہ بند رکھیں اور خاموش رہیں (تیسیرالقاری)

علامہ عینی نے کہا: مِثْل کی میم مکسور اور ثاء ساکن ہے یعنی رَدُّوْا اَیْدِیَهُمْ کا معنی كَفُّوْا عَمَّا اُمِرُوْا بِهٖ کے معنی کی مثل ہے اور یہ صیغۂ مجہول ہے اور اگر "مَثَل" کی میم اور ثاء کو مفتوح پڑھیں تو یہ محاورہ کے معنی میں ہوگا یعنی جیسے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام پند و نصائح اور مواعظ حسنہ لائے تو کافروں نے ان کا بلیغ رد کیا اور اپنے ہاتھوں کو موہنوں پر کر دیا اور کہا ہم تمہارے منشور کا انکار کرتے ہیں یعنی تمہارے لئے ہمارا یہی جواب ہے اس کے علاوہ ہمارے پاس کوئی جواب نہیں یا معنی یہ ہے کہ کافروں نے نبیوں کے موہنوں پر اپنے ہاتھ رکھے تاکہ وہ کلام نہ کرسکیں۔

قولہ مَقَامِیْ آہ اس سے اس آیت کریمہ: "ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِیْ وَخَافَ وَعِیْدِ" کی طرف اشارہ ہے اور اس میں "مقامی" کے معنیٰ وہ جگہ ہے جہاں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اپنے آگے کھڑا کریگا اس سے مراد قیامت میں حساب لینے کا مقام ہے۔

اِسْتَصْرَخَنِیْ اِسْتَغَاثَنِیْ یَسْتَصْرِخُہٗ مِنَ الصُّرَاخِ وَلَاخِلَالَ مَصْدَرُ خَالَلْتُہٗ خِلَالًا وَیَجُوْزُ اَیْضًا جَمْعُ خُلَّۃٍ وَخِلَالٍ اُجْتُثَّتْ اِسْتُوْصِلَتْ

قول مِنْ وَّرَآئِہٖ " اس سے اس آیت کریمہ : وَمِنْ وَّرَآئِہٖ عَذَابٌ غَلِیْظٌ، کی طرف اشارہ ہے۔ اور ما بعد آہ کی تفسیر قدّام سے کی بعض نے کہا وَرَاءٌ بمعنی اَمَام صرف زمان اور مکان میں آتا ہے۔ قول لَکُمْ تَبَعًا، اس سے اِس آیت کریمہ : اِنَّا کُنَّا لَکُمْ تَبَعًا، کی طرف اشارہ کیا۔ تَبَعًا تابع کی جمع ہے۔ جیسے غَیَبٌ غَیْبٌ کی جمع اور خَدَمٌ خادم کی جمع ہے۔

قول بِمُصْرِخِکُمْ آہ اس سے آیت کریمہ فَلَا تَلُوْمُوْنِیْ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَکُمْ مَآ اَنَا بِمُصْرِخِکُمْ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِیَّ کی طرف اشارہ کیا یعنی (شیطان کہے گا) تو اب مجھ پر الزام نہ رکھو خود اپنے اوپر الزام رکھو نہ میں تمہاری فریاد کو پہنچ سکوں نہ تم میری فریاد کو پہنچو "۔

اِسْتَصْرَخَنِیْ کی تفسیر اِسْتَغَاثَنِیْ سے کی اور یَسْتَصْرِخُنِیْ صُرَاخ بمعنی فریاد سے مشتق ہے۔ علامہ قسطلانی نے شرح میں ذکر کیا کہ بِمُصْرِخِکُمْ میں ہمزہ سلب کے لئے ہے یعنی اَزَالَ صُرَاخِیْ "۔

قول وَلَاخِلَالَ آہ اس سے اس آیت کریمہ : " یَوْمٌ لَّا بَیْعٌ فِیْہِ وَلَاخِلَالٌ" کی طرف اشارہ کیا اور لفظ خِلَالٌ " میں دو وجہیں ذکر کیں۔ ایک یہ کہ باب مفاعلہ کی مصدر ہے اور معنیٰ یہ ہے کہ کسی دوست کا دوستی کرنا۔ دوسری وجہ یہ کہ یہ خُلَّت کی جمع جیسے ظلال ظُلّۃ کی جمع بمعنی صَدَاقت ہے۔ اس کے معنی ہیں دوستی اور محبت جو دل میں داخل ہوکر اس کے باطن میں پہنچ جاتی ہے۔ اسی سے خلیل بمعنی صدیق مشتق ہے۔

قولہٗ اُجْتُثَّتْ آہ اس سے اس آیت کریمہ : " مَثَلُ کَلِمَۃٍ خَبِیْثَۃٍ کَشَجَرَۃٍ اُجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَا لَہَا مِنْ قَرَارٍ کی طرف اشارہ کیا اور اُجْتُثَّتْ کی اِسْتُوْصِلَتْ سے تفسیر کی اس کے معنیٰ ہیں جڑ سے اُکھاڑنا اور گندی بات کی مثال جیسے ایک گندہ پیڑ کہ زمین کے اُوپر سے کاٹ دیا گیا اب اسے کوئی قیام نہیں "۔

باب ۴ — اللہ تعالیٰ کا ارشاد "پاکیزہ بات کی مثال جیسے پاکیزہ درخت "

بَابُ قَوْلِهٖ تعالیٰ کَشَجَرَۃٍ طَیِّبَۃٍ اَصْلُھَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُھَا فِی السَّمَآءِ تُؤْتِیْٓ اُکُلَھَا کُلَّ حِیْنٍ ؁

جس کی جڑ قائم اور شاخیں آسمان میں ہر وقت اپنا پھل دیتا

ہے اپنے رب کے حکم سے "، **تفسیر** : ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کلمہ طیبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ہے ۔ وہ کہتے ہیں شجر طیبہ سے مراد ہر پھلدار درخت ہے ۔ بعض کہتے ہیں کھجور کا درخت ہے بعض نے کہا یہ بہشت میں درخت ہے ۔ بعض نے اس سے مومن مرد مراد لیا ہے بعض قریش کہتے ہیں اور بعض کہتے ہیں اس سے مراد جوز ہندی ہے ۔

خداوند قدوس جل مجدہ الکریم نے کلمہ طیبہ کو شجرہ طیبہ سے تشبیہ دی اس کی وضاحت اس طرح ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا اور جمہور علماء نے بھی اسی کو اختیار کیا کہ کلمہ طیبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ،، ہے اور شجرہ طیبہ میں کئی اقوال مذکور ہیں ۔ اول یہ کہ شجرہ طیبہ پھلدار درخت ہے اور وجہ تشبیہ کی یہ ہے کہ کلمہ طیبہ اور شجرہ طیبہ دونوں سے خوبصورتی ، پاکیزگی اور منافع حاصل ہوتے ہیں ۔

دوم یہ کہ شجرہ طیبہ سے مراد کھجور کا درخت ہے اور وجہ تشبیہ کی یہ ہے کہ دونوں میں دُنیا اور آخرت کی بہتریاں اور خوبصورتیاں پائی جاتی ہیں کیونکہ یہ بات واضح ہے کہ کلمہ گو انسان کے لئے دُنیا و آخرت کی بہتری اور خوبصورتی ہمیشہ رہتی ہے ۔ اسی طرح کھجور کا درخت ہے کہ اس کا پھل جب سے نمودار ہوتا ہے اس کے پکنے اور خشک ہونے تک بہت خوبصورت نظر آتا ہے اور پھل خشک ہونے کے بعد اس کی لکڑی ، شاخوں پتوں اور گٹھلیوں سے بہت منافع حاصل کئے جاتے ہیں ۔ بعض علماء نے وجہ تشبیہ کی تقریر اس طرح کی ہے کہ جب اس کا سر کاٹ دیا جائے تو اس کی موت واقع ہو جاتی ہے بخلاف دوسرے درختوں کے وہ پھر پھوٹ پڑتے ہیں نیز جب تک اس کی تلقیح نہ کی جائے یعنی مذکر کھجور کا ابتدائی پھل مؤنث کھجور کے ابتدائی پھل پہ نہ ڈالا جائے تو یہ پھل دار نہیں ہوتا بلکہ کچھ ظاہر ہو کر گر جاتا ہے یا خشک ہو جاتا ہے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بچی ہوئی مٹی سے یہ درخت بنا تھا اسی لئے اس کو بنی آدم کی پھوپھی کہا جاتا ہے ۔ کہا گیا ہے کہ اس کی شاخیں بہت بلند ہوتی ہیں جیسے مومن کا عمل آسمانوں کی طرف اٹھتا ہے ۔ بعض نے کہا یہ بھی مومن کے دل میں ایمان کے ثبوت کی طرح سخت ثابت ہوتا ہے ۔

سوم یہ کہ شجرہ طیبہ سے مراد جنت کا درخت ہے ۔ اس تقدیر پر تشبیہ کی وجہ یہ ہے کہ یہ ہمیشہ

۴۳۸۱ — حدثني عُبَيْدُ بْنُ إِسْمٰعِيلَ عَنْ أَبِي أُسَامَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كُنَّا عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَخْبِرُونِي بِشَجَرَةٍ تُشْبِهُ أَوْ كَالرَّجُلِ الْمُسْلِمِ لَا يَتَحَاتُّ وَرَقُهَا وَلَا تُؤْتِي أُكُلَهَا كُلَّ حِينٍ قَالَ ابْنُ عُمَرَ فَوَقَعَ فِي نَفْسِي أَنَّهَا النَّخْلَةُ وَرَأَيْتُ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ لَا يَتَكَلَّمَانِ فَكَرِهْتُ أَنْ أَتَكَلَّمَ فَلَمَّا لَمْ يَقُولُوا شَيْئًا قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هِيَ النَّخْلَةُ فَلَمَّا قُمْنَا قُلْتُ لِعُمَرَ يَا أَبَتَاهُ وَاللهِ لَقَدْ كَانَ وَقَعَ فِي نَفْسِي أَنَّهَا النَّخْلَةُ فَقَالَ مَا مَنَعَكَ أَنْ تَكَلَّمَ قَالَ لَمْ أَرَكُمْ

ثابت رہتا ہے۔ چہارم یہ کہ شجر طیبہ سے مومن ہے اور وجہ تشبیہ یہ ہے کہ مومن کے اعمال ہر وقت بلند ہوتے ہیں اور کھجور کا پھل بھی ہر وقت موجود رہتا ہے۔

پنجم یہ کہ شجرہ طیبہ سے مراد قریش ہیں اور وجہ تشبیہ یہ ہے کہ دونوں کی قدر بلند ہے کیونکہ قریش کی قدر عرب کے تمام قبائل پر بلند ہے۔ جیسے کلمہ طیبہ باقی کلمات پر فائق ہے۔

چھیواں قول یہ کہ شجرہ سے مراد جوز ہندی ہے اور وجہ تشبیہ یہ ہے کہ اس کا میوہ ہمیشہ رہتا ہے جیسے کلمہ طیبہ کا ثمرہ ہمیشہ ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آئت کریمہ "اُکُلُهَا دَائِمٌ" الایۃ کی تفسیر میں مروی ہے کہ یہ درخت جوز ہندی ہے کہ اس کا پھل معطل نہیں ہوتا ہر ماہ پھل دیتا ہے۔ اس طرح صاحب کلمہ اعمال صالحہ سے خالی نہیں رہتا۔ یہ بھی کہنا ممکن ہے کہ اس درخت میں تین چیزیں ہیں اس کا ریشہ مضبوط، تنا قائم اور شاخیں بلند ہوتی ہیں۔ اسی طرح ایمان تین چیزوں کے بغیر نہ قائم رہ سکتا ہے اور نہ فائدہ بہم پہنچا جا سکتا ہے۔ اول صمیم قلب سے تصدیق کرنا۔ زبان سے اقرار کرنا اور نیک اعمال کرنا۔

مجاہد نے کہا آئت کریمہ "کُلَّ حِینٍ" میں حین سے مراد سال ہے۔ ابن عباس سے منقول ہے کہ دو حین ہیں ایک معلوم ہے دوسرا غیر معلوم ہے پہلے کا معنی جو اس آئت کریمہ "لَتَعْلَمُنَّ نَبَأَهُ بَعْدَ حِینٍ" میں ہے دوسرا جو اس آئت کریمہ "تُؤْتِي أُكُلَهَا كُلَّ حِينٍ" میں ہے یہ درمیان سال سے لے کر دوسرے سال تک عرصہ ہے۔ قتادہ اور سعید بن جبیر نے کہا حین یعنی چھ ماہ ہیں۔ بعض کہتے ہیں ہر صبح و شام حین ہے۔

۴۳۸۱ — ترجمہ: ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روائت ہے کہ ہم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

تَكَلَّمُوْنَ فَكَرِهْتُ اَنْ اَتَكَلَّمَ وَاَقُوْلَ شَيْئًا قَالَ عُمَرُ لَاَنْ تَكُوْنَ قُلْتَهَا اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ كَذَا وَكَذَا

بَابٌ قَوْلِهٖ يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ

کے پاس تھے۔ آپ نے فرمایا مجھے ایک ایسے درخت کی خبر دو جو مسلمان مرد کی مثل ہے یا مسلمان مرد کی طرح ہے (راوی کا شک ہے) اِس کے پتے نہیں گرتے اس کی صفت یہ بھی نہیں، یہ بھی نہیں اور یہ بھی نہیں وہ ہر وقت پھل دیتا ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا میرے دل میں یہ واقع ہُوا کہ وہ کھجور کا درخت ہے اور میں نے ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ وہ خاموش ہیں بات نہیں کر رہے ہیں تو میں نے یہ اچھا نہ سمجھا کہ کہوں (وہ کھجور کا درخت ہے) جب لوگوں نے کوئی بات نہ کہی تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی فرمایا وہ کھجور کا درخت ہے۔ جب ہم مجلس سے اُٹھ گئے تو میں نے عمر فاروق سے کہا اے میرے باپ بخدا! میرے دل میں یہی واقع ہُوا تھا کہ یہ کھجور کا درخت ہے۔ عمر فاروق نے کہا پھر تم کو بات کرنے سے منع کس نے کیا تھا۔ عبداللہ نے کہا میں نے تمہیں خاموش بیٹھے دیکھا تو میں نے کچھ کہنے کو اچھا نہ سمجھا عمر فاروق نے کہا تمہارا بات کرنا مجھے اتنے اتنے اونٹوں سے زیادہ اچھا تھا۔

۴۳۸۱ — شرح: لَا وَلَا وَلَا آ ہ تین بار لا فرمایا اس سے کھجور کے درخت کی اور تین صفات کی طرف اشارہ کیا۔ راوی نے انہیں ذکر نہیں کیا صرف تین بار کلمہ لا فرمانے پر اکتفاء کی اور قولہ " تُؤْتِيْ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍ "، یہ اس کی پانچویں وصف ہے۔ (حدیث ۵۸ کی شرح دیکھیں)

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد! اور اللہ ثابت رکھتا ہے ایمان والوں کو حق بات پر "

تفسیر: یعنی اللہ تعالیٰ اُن کے ایمان اور اعمال کو حق بات پر ثابت رکھتا ہے اور وہ قبر میں سوال کے وقت اور آخرت میں جب قبروں سے اُٹھائے جائیں گے "

۴۳۸۲ — حَدَّثَنَا اَبُوالْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ اَخْبَرَنِیْ عَلْقَمَةُ بْنُ مَرْثَدٍ قَالَ سَمِعْتُ سَعْدَ بْنَ عُبَيْدَةَ عَنِ الْبَرَآءِ اِبْنِ عَازِبٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْمُسْلِمُ اِذَا سُئِلَ فِی الْقَبْرِ يَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ فَذٰلِكَ قَوْلُهٗ يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِی الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ فِی الْاٰخِرَةِ

بَابُ قَوْلِهٖ اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ كُفْرًا

اَلَمْ تَعْلَمْ كَقَوْلِهٖ اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِيْنَ خَرَجُوْا اَلْبَوَارُ اَلْهَلَاكُ بَارَ يَبُوْرُ بَوْرًا قَوْمًا بُوْرًا هَالِكِيْنَ

۴۳۸۲ — ترجمہ : براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مسلمان سے قبر میں پوچھا جاتا ہے تو وہ گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی حق معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور یہ شہادت ہی اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کو ثابت رکھتا ہے جو ایمان لائے ایسی بات پر دُنیا اور آخرت میں ثابت ہے (حدیث ۱۲۸۹ کی شرح دیکھیں)

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد کیا تم نے انھیں نہ دیکھا، جنھوں نے اللہ کی نعمت ناشکری سے بدل دی"

تفسیر : اللہ کی نعمت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے لوگوں میں مبعوث فرمایا اور انھوں نے آپ سے کفر کیا اور اپنی قوم اور پیروکاروں کو ہلاکت میں ڈالا۔ اور وہ جہنم ہے جو بُرا قرار ہے۔ اَلَمْ تَرَ بمعنی اَلَمْ تَعْلَمْ ہے کیونکہ رؤیت بمعنی اِبصار غیر حاصل ہے کہ یہ عادۃً مشکل ہے (کرمانی) علامہ عینی نے کہا یہ کلمہ کسی چیز سے تعجب اور مخاطب کو خبردار کرنے کے لئے

۴۳۸۳ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيٰنُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ عَطَاءٍ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَةَ اللهِ كُفْرًا قَالَ هُمْ كُفَّارُ اَهْلِ مَكَّةَ

سُوْرَةُ الْحِجْرِ

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَقَالَ مُجَاهِدٌ صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيْمٌ اَلْحَقُّ يَرْجِعُ اِلَى اللهِ وَعَلَيْهِ

کہا جاتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ، اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِنَ الْكِتَابِ ۔ یعنی ان لوگوں کے فعل پر آپ تعجب نہیں کرتے اور ان کے حال پر متنبہ نہیں ہوتے یعنی اس کلام کا وضعی معنیٰ مقصود نہیں جیسے اس کلام "اَلَمْ تَرَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ، اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا میں وضعی معنیٰ رؤیت بصری مراد نہیں بلکہ رویت بصیرت مراد ہے۔ قولہ اَلْبَوَار بمعنی ہلاک ہے۔ اس سے ماضی مضارع بَارَ يَبُوْرُ آتا ہے اور بُوْرًا اس کی مصدر ہے۔ قولہ قَوْمًا بُوْرًا بمعنی ہالکین ہے یعنی بوار کی جمع بُور ہے۔

۴۳۸۳ــــ ترجمہ : عطاء سے روایت ہے کہ انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کو اس آیت کریمہ : اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَةَ اللهِ كُفْرًا " کی تفسیر میں کہا یہ لوگ جو اللہ کی نعمت بدلنے والے ہیں مکہ کے کافر ہیں ان کی شان میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

سُورۂ حجر

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

طبری نے کہا بالاتفاق یہ سورت مکی ہے۔ سخاوی نے کہا یہ سورۂ یوسف کے بعد اور سورۂ انعام

طَرِيْقَةٌ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَعَمْرُكَ لَعَيْشُكَ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ اَنْكَرَهُمْ لُوْطٌ وَقَالَ غَيْرُهُ كِتَابٌ مَّعْلُوْمٌ اَجَلٌ لَوْمَا تَأْتِيْنَا هَلَّا تَأْتِيْنَا شِيَعٌ اُمَمٌ

سے پہلے نازل ہوئی تھی۔ کلبی نے کہا اس میں ایک آئت مدنی ہے۔

قولہ قال مجاہد آہ یعنی مجاہد نے کہا اس آئت کریمہ : هٰذَا صِرَاطٌ عَلَیَّ مُسْتَقِیْمٌ "کا معنی حق ہے جو اللہ کی طرف لوٹتا ہے۔ یعنی وہ سچا راستہ جو اللہ تک پہنچاتا ہے۔ اخفش نے کہا اس کا معنی ہے : سیدھے راہ پر دلالت ہے۔ صاحب کشاف نے کہا اس کا معنیٰ یہ ہے کہ یہ سچا راستہ ہے اس کی رعائت کرنا میرے ذمہ ہے۔ بیضاوی میں صراط علیّ کی تفسیر یہ ہے۔ میرا حق ہے کہ اس کی مراعات کروں۔ بعض نے کہا اس کا معنیٰ یہ ہے۔ مَنْ مَرَّ عَلٰی رِضْوَانِی" یعنی جو کوئی میری رضامندی پر چلے۔ کہا گیا ہے کہ علیّ " بمعنی اِلَیَّ ہے۔ کسائی سے منقول ہے کہ یہ وعید اور تہدید کے طور پر فرمایا ہے۔ چنانچہ جس سے دشمنی ہو اسے کہتے ہیں تو نے میرے راہ ہی سے گزرنا ہے۔

قولہ قال ابن عباس آہ یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا لَعَمْرُکَ بمعنی لَعَیْشُکَ " ہے۔ یعنی اے حبیب تیری زندگی کی قسم۔ یہ لوگ اپنی گمراہی میں حیران جا رہے ہیں۔ لہٰذا یہ کیسے آپ کی ہدائت پائیں گے۔ بعض نے کہا اَنَّھُمْ " کی ضمیر کا مرجع قریش ہیں اور لوط علیہ السلام کے واقعہ میں یہ جملہ معترضہ ہے۔ قولہ قَوْمٌ مُّنْکَرُوْنَ آہ اس سے آئت کریمہ فَلَمَّا جَاءَ آلَ لُوْطِ الْمُرْسَلُوْنَ قَالَ اِنَّکُمْ قَوْمٌ مُّنْکَرُوْنَ " جب عذاب دینے کے لئے اللہ کے بھیجے ہوئے فرشتے لوط کی قوم کے پاس آئے تو لوط علیہ السلام نے کہا ہم تمہیں پہچانتے نہیں ہیں۔ حضرت لوط علیہ السلام کو پہلے یہ معلوم نہ تھا کہ یہ فرشتے لوگوں کو عذاب دینے آئے ہیں۔ وَقَالَ غَیْرُہٗ آہ یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے غیر نے " اس آئت کریمہ اِلَّا وَلَھَا کِتَابٌ مَّعْلُوْمٌ " کی تفسیر میں کہا کہ یہ مدت مقررہ ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کسی شہر یا قریہ کے رہنے والوں کو ہلاک نہیں کرتا مگر اُن کے لئے ایک وقت مقرر ہے جو لوح محفوظ میں ثابت ہے۔ جب تک اس وقت کو نہ پہنچیں ہم ان کو ہلاک نہیں کرتے۔

قولہ لَوْمَا تَأْتِیْنَا آہ اس سے اس آئت کریمہ : لَوْمَا تَأْتِیْنَا بِالْمَلٰٓئِکَۃِ اِنْ کُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ " کی طرف اشارہ کیا پھر لَوْمَا کی ہلّا سے تفسیر کی اس کے معنی ابھارنے کے ہیں۔ یعنی اگر تو سچا ہے تو ہمارے پاس فرشتے کیوں نہیں لاتا جو ہمیں عذاب دیں۔ صاحب کشاف علامہ زمخشری نے کہا : لَوْ " ما اور لا کے ساتھ مرکب ہوتا ہے۔ اس مرکب کو دو معنی کے لئے استعمال کرتے ہیں ایک یہ کہ کسی چیز کا امتناع غیر کے وجود کے سبب ہوتا ہے اور دوسرا معنی تخصیص ہے۔ اور "ھل" کی ترکیب صرف "لا" کے ساتھ ہوتی ہے یعنی ھَلَّا تَأْتِیْنَا بِالْمَلٰٓئِکَۃِ " یعنی فرشتوں کو کیوں نہیں لے آتے ہو

وَالْاَوْلِيَآءُ اَيْضًا شِيَعٌ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ يُهْرَعُوْنَ مُسْرِعِيْنَ لِلْمُتَوَسِّمِيْنَ لِلنَّاظِرِيْنَ قَالَ سُكِّرَتْ غُشِّيَتْ بُرُوْجًا مَنَازِلَ لِلشَّمْسِ وَالْقَمَرِ لَوَاقِحَ

جو تمہاری سچائی کی گواہی دیں۔ تمہارے انذار اور تخویف پر تمہاری مدد کریں۔

قولہ شِیَعٌ آہ اس سے اس آئت کریمہ: وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ شِيَعِ الْاَوَّلِيْنَ کی طرف اشارہ کیا اور ''اُمَمٌ'' سے اس کی تفسیر کی یعنی پہلی امتوں میں آپ سے پہلے ہم نے رسول بھیجے، یہ ''شِیْعَۃٌ'' کی جمع ہے۔ ثعلبی نے کہا اس میں لفظ ''رُسُلًا'' مضمر ہے۔ اصل عبارت اس طرح ہے: وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ رُسُلًا فِيْ شِيَعِ الْاَوَّلِيْنَ'' حسن بصری نے کہا شیعہ فرقہ ہے اور لوگوں میں سے چھوٹا سا گروہ، اَوْلِیَاء کو بھی شیع کہا جاتا ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے۔ لَہٗ شِیَعٌ'' یعنی اس کے ولی ہیں طبری نے کہا کسی شخص کے ولیوں کو بھی شیعہ کہا جاتا ہے۔(عینی) قسطلانی نے کہا ابوعبیدہ کے غیر نے کہا شِیَعٌ شیعہ کی جمع ہے اور وہ ایک فرقہ ہے جو ایک راستے اور مذہب پر متفق ہے اور اَرْسَلْنَا کا مفعول محذوف ہے یعنی اَرْسَلْنَا رُسُلًا'' اس میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تسلی ہے جبکہ لوگوں نے آپ کو جنون کی طرف منسوب کیا یعنی اے حبیب کریم علیہ التحیۃ والتسلیم آپ مطمئن رہیں ان لوگوں کی رسولوں کے بارے میں یہی عادت رہی ہے۔

قولہ قال ابن عباس یُھْرَعُوْنَ آہ اس سے اس آئت کریمہ: وَجَآءَهٗ قَوْمُهٗ يُهْرَعُوْنَ اِلَيْهِ وَمِنْ قَبْلُ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ'' ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یُھْرَعُوْن'' کی تفسیر مُسْرِعِیْن سے کی ہے۔ یہ آئت کریمہ سُورۂ ھود میں ہے یعنی لوط علیہ السلام کے پاس ان کی قوم تیز دوڑتی ہوئی آئی پاس سے پہلے بھی وہ بُرے کام کرتے تھے۔

قولہ لِلْمُتَوَسِّمِیْنَ آہ اس سے اس آئت کریمہ: اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِيْنَ'' اور ''ناظرین'' سے اس کی تفسیر کی جو غور وخوض اور گہری نگاہ سے دیکھیں انہیں بھی مُتَوَسِّمِیْن کہا جاتا ہے۔ علامہ قسطلانی نے ذکر کیا۔ ثعلب نے کہا وَاسِمْ اسے کہتے ہیں جو تجھے سر سے پاؤں تک دیکھے اس میں تثبّت کا معنیٰ ہے۔ زجاج نے کہا لُغت میں مُتَوَسِّمِیْن'' کی حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ گہری نظر سے دیکھیں حتی کہ شئی کی علامت پہچان لیں۔ یہ دراصل کسی شئی کو پہچاننے میں گہری نگاہ کرنا ہے۔ اس سے مراد شدّتِ عذاب ہے جس نے سورج طلوع ہونے کے وقت لوط علیہ السلام کی قوم کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام ان کے شہر کو آسمان کی طرف لے گئے پھر اسے اوندھا کر دیا۔

قولہ سُكِّرَتْ آہ اس سے اس آئت کریمہ: اِنَّمَا سُكِّرَتْ اَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُوْرُوْنَ

مَلَاقِحَ مُلْقِحَۃً حَمَأٌ جَمَاعَۃُ حَمَأَۃٍ وَھُوَ الطِّیْنُ الْمُتَغَیِّرُ وَالْمَسْنُوْنُ الْمَصْبُوْبُ تَوْجَلُ تَخَفُ دَابِرَ اٰخِرَ الْاِمَامُ کُلُّ مَا ائْتَمَمْتَ وَاھْتَدَیْتَ بِہٖ الصَّیْحَۃُ الْھَلَکَۃُ ۔

کی طرف اشارہ کیا پھر غُشِّیَتْ بمعنی حُبِسَتْ سے اس کی تفسیر کی یعنی اگر ہم اُن کے لئے آسمان کے دروازے کھول دیں اور وہ اُوپر چڑھتے ہوئے اُن میں داخل ہوں اور ہر روز اللہ تعالیٰ کی قدرت کے عجائبات دیکھیں تو وہ پرانی دشمنی اور فرط عناد کے باعث کہیں گے یہ کچھ بھی نہیں ہماری آنکھیں جادو سے باندھی گئی ہیں یہ صرف ایک خیالی صورت ہے جب وہ معجزات دیکھتے تھے تو اُن کے مشاہدہ کے وقت اسی طرح کہا کرتے تھے قولہ بُرُوْجًا آہ اس سے اس آیت کریمہ: وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِی السَّمَاءِ بُرُوْجًا وَزَیَّنَّاھَا لِلنَّاظِرِیْنَ کی طرف اشارہ کیا اور بروج کی تفسیر سورج اور چاند کے منازل سے کی مجاہد نے کہا بروج سے مراد ستارے ہیں اور زَیَّنَّاھَا لِلنَّاظِرِیْنَ " اسی معنی میں ہے کہ ہم نے آسمان کو ستاروں کے ساتھ خوبصورت کیا۔ قسطلانی نے عطیہ سے نقل کیا کہ یہ آسمانوں میں محلات ہیں جن پر محافظ کھڑے ہیں۔ شیخ دہلوی نے اس کی شرح میں ذکر کیا کہ نجومیوں نے جو بروج مقرر کئے ہیں کہ آسمان کے بارہ برج ہیں۔ مَنَازِلَ لِلشَّمْسِ وَالْقَمَرِ " کی اس پر ہرگز دلالت نہیں ۔ قولہ لَوَاقِحَ آہ اس سے اس آیت کریمہ: وَاَرْسَلْنَا الرِّیَاحَ لَوَاقِحَ فَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً کی طرف اشارہ کیا اور لَوَاقِحَ کی تفسیر مَلَاقِحَ سے کی جو مُلْقِحَۃ کی جمع ہے ۔ اس کے معنی ہیں حاملہ عورت " جو ہوا بارش کا پانی اٹھائے اس کو حاملہ عورت سے تشبیہ دیتے ہیں اور اس کے مقابل کو جو بارش نہ برسائے عقیم کہتے ہیں اسی لئے بانجھ عورت کو عقیمہ کہتے ہیں۔ مُلْقِحْ اسے کہتے ہیں جو کسی کو بار دار کرے چنانچہ کہا جاتا ہے اَلْقَحَ الْفَحْلُ النَّاقَۃَ " اونٹ نے اونٹنی کو باردار کر دیا اور کہا جاتا ہے اَلْقَحَ الرِّیْحُ السَّحَابَ ہوا نے بادل اُٹھایا (عینی) علامہ قسطلانی نے ذکر کیا کہ لَوَاقِحَ لَاقِحَ کی جمع ہے یہ دراصل مَلَاقِحَ تھا تخفیف کے لئے میم کو حذف کر دیا ۔ یہ تفسیر اصل لفظ کے اعتبار سے ہے جیسے شراب پر عصیر کا اطلاق کرتے ہیں۔ بیضاوی نے کہا لَوَاقِحَ کی حَوَامِل سے تفسیر کرتے ہیں۔ نیز معنی کے اعتبار سے مُلْقِحَات سے تفسیر کی جاتی ہے یعنی درخت اور بادل باردار ہیں۔ بعض نے کہا مُلْقِحَات پر لواقح کا اطلاق مجازی ہے ۔ جیسے سبب پر مسبب کا اطلاق کرتے ہیں۔ جوہری کا یہ کہنا کہ لواقح کی تفسیر ملاقح سے نادر ہے یعنی عام مشہور نہیں ہے یہ معنی نہیں کہ اس کی کوئی وجہ ہی نہیں " (ملتقط)

قولہ حَمَاٍ آہ اس سے اس آیت کریمہ: لَمْ اَکُنْ لِّاَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَہٗ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ " کی طرف اشارہ کیا اور " مَسْنُوْنٍ " کی مَصْبُوْب سے تفسیر کی۔ اور ذکر کیا کہ حَمَأٌ حَمَأَۃٌ کی

بَابُ قَوْلِہٖ اِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَاَتْبَعَہٗ شِھَابٌ مُّبِیْنٌ

کی جمع ہے اور وہ متغیر مٹی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ "مسنون" بدبودار تر مٹی ہے۔ قولہ المصنوب "، یعنی قالب میں ڈالی ہوئی مٹی تاکہ اس کی صورت بنے۔ صلصال خشک مٹی ہے جب اس پر کوئی شئ ماریں تو خشک ہونے کے سبب اس سے آواز نکلتی ہے۔ جب اس کو آگ سے پکایا جائے تو اسے فخار کہتے ہیں۔ مجاہد نے کہا وہ بدبودار مٹی ہے۔ جب گوشت بدبودار ہو جائے تو کہتے ہیں۔ صَلَّ اللَّحْمُ وَ اَصَلَّ "،

قولہ لَا تَوْجَلْ آہ اس سے اس آیت کریمہ "قَالُوْا لَا تَوْجَلْ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ عَلِیْمٍ" کی طرف اشارہ کیا پھر اس کی "لا تخف" سے تفسیر کی یہ وَجَل بمعنی خوف سے مشتق ہے۔ یعنی فرشتوں نے ابراہیم علیہ السلام سے کہا آپ ڈریں نہیں ہم تمہیں عالم بچے کی خوشخبری دینے آئے ہیں۔ فرشتوں نے یہ اس لئے کہا تھا کہ جب وہ ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے تھے تو انھوں نے کہا میں تم سے ڈر محسوس کرتا ہوں پھر فرشتوں نے ابراہیم علیہ السلام کو بچہ کی خوشخبری دی جبکہ آپ اور آپ کی بیوی دونوں بوڑھے ہو چکے تھے علامہ عینی نے کہا فرشتوں نے حضرت اسحاق علیہ السلام کے پیدا ہونے کی خبر دی تھی۔

قولہ دَابِرَ آہ اس سے اس آیت کریمہ: وَقَضَیْنَا اِلَیْہِ ذٰلِكَ الْاَمْرَ اَنَّ دَابِرَ ھٰٓؤُلَآءِ مَقْطُوْعٌ مُّصْبِحِیْنَ کی طرف اشارہ کیا اور اس کی آخر سے تفسیر کی "، اور ہم نے لوط کو اس حکم کا فیصلہ سنا دیا کہ صبح ہوتے ہی ان کافروں کی جڑ کٹ جائے گی "،

قولہ اَلصَّیْحَۃُ آہ اس سے اس آیت کریمہ "فَاَخَذَتْھُمُ الصَّیْحَۃُ مُشْرِقِیْنَ" کی طرف اشارہ کیا اور صیحہ کی تفسیر ملکہ سے کی۔ تو دن نکلتے ہی ان کو ہولناک آواز نے آلیا۔

قولہ لَبِاِمَامٍ مُّبِیْنٍ آہ ابو عبیدہ نے کہا امام وہ ہے جس کی تو اقتداء کرے اور اس کے ذریعہ ہدایت پائے "،

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد مگر جو چوری چھپے سننے جائے تو، اس کے پیچھے پڑتا ہے روشن شعلہ

اس سے پہلے کی آیت کریمہ یہ ہے وَحَفِظْنٰھَا مِنْ كُلِّ شَیْطٰنٍ رَّجِیْمٍ "، یعنی اسے ہم نے ہر شیطان

۴۳۸۴ ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيٰنُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا قَضَى اللّٰهُ الْاَمْرَ فِي السَّمَاءِ ضَرَبَتِ الْمَلٰئِكَةُ بِاَجْنِحَتِهَا خُضْعَانًا لِقَوْلِهٖ كَالسِّلْسِلَةِ عَلٰى صَفْوَانٍ قَالَ عَلِيٌّ وَقَالَ غَيْرُهٗ صَفْوَانٍ يَنْفُذُهُمْ ذٰلِكَ فَاِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ قَالُوْا لِلَّذِيْ قَالَ الْحَقَّ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ فَتَسْمَعُهَا مُسْتَرِقُوا السَّمْعِ وَمُسْتَرِقُوا السَّمْعِ هٰكَذَا وَاحِدٌ فَوْقَ اٰخَرَ وَوَصَفَ سُفْيٰنُ بِيَدِهٖ وَفَرَّجَ بَيْنَ اَصَابِعِ يَدِهِ الْيُمْنٰى نَصَبَهَا بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ فَرُبَّمَا اَدْرَكَ الشِّهَابُ الْمُسْتَمِعَ قَبْلَ اَنْ يَّرْمِيَ بِهَا اِلٰى صَاحِبِهٖ فَيُحْرِقَهٗ وَرُبَّمَا لَمْ يُدْرِكْهُ حَتّٰى يَرْمِيَ بِهَا اِلَى الَّذِيْ يَلِيْهِ اِلَى الَّذِيْ هُوَ اَسْفَلُ مِنْهُ حَتّٰى يُلْقُوْهَا اِلَى الْاَرْضِ

مردود سے محفوظ رکھا یعنی ہم ان کو آسمان پر نہیں آنے دیتے مگر جو شیطان مسموعات کی چوری کرنے جاتا ہے تو اس کے پیچھے روشن شعلے پڑتے ہیں اور ان کو مسموعات کی چوری نہیں کرنے دیتے ہیں۔ شہاب آگ کا شعلہ ہے جو ہوا میں ظاہر ہوتا ہے۔ ستارے اور نیزے پر بھی اس کا اطلاق کرتے ہیں کیونکہ وہ چمکدار ہوتا ہے

۴۳۸۴ ـ ترجمہ: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک مرفوع کرتے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ آسمانوں میں کوئی فیصلہ سناتا ہے۔ تو آسمان کے فرشتے جو اللہ کے حکم کے تابع ہیں طاعت کرتے ہوئے اپنے پر مارنے لگتے ہیں جیسے صاف پتھر پر زنجیر چلانے کی آواز ہوتی ہے۔ علی بن عبداللہ (بخاری کے شیخ) نے کہا اور سفیان کے غیر نے صفوان کہا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرشتوں میں یہ قول نافذ کرتا ہے (یعنی تمام کو یہ قول سناتا ہے) اور جب اُن کے دلوں سے خوف زائل ہوجاتا ہے تو کہتے ہیں اللہ نے کیا فرمایا ہے (ہمیں معلوم نہیں کہ اللہ نے کیا فرمایا ہے) (تو جبرائیل و میکائیل جیسے) اللہ کے مقرب فرشتے اس سے کہتے ہیں جس نے کہا تھا اللہ نے کیا فرمایا ہے کہ اللہ نے حق فرمایا ہے اور وہ برتر بزرگ ہے تو باتوں کے چور یہ کلمہ سنتے ہیں اور وہ اس طرح ایک دوسرے

رُبَمَا قَالَ سُفْيٰنُ حَتّٰى يَنْتَهِيَ اِلَى الْاَرْضِ فَتُلْقٰى عَلٰى فَمِ السَّاحِرِ فَيَكْذِبُ مَعَهَا مِائَةَ كَذْبَةٍ فَيُصَدَّقُ فَيَقُوْلُوْنَ اَلَمْ يُخْبِرْنَا يَوْمَ كَذَا وَكَذَا يَكُوْنُ كَذَا وَكَذَا فَوَجَدْنَا حَقًّا لِلْكَلِمَةِ الَّتِيْ سُمِعَتْ مِنَ السَّمَاءِ

کے اُوپر ہوتے ہیں۔ سفیان نے اپنے ہاتھ سے ان کی حالت بیان کی اور اپنے دائیں ہاتھ کی انگلیاں کھولیں اور ان کو ایک دوسرے کے اُوپر کھڑا کیا لبسا اوقات سُننے والے کو چنگارا پالیتا ہے اور اس سے پہلے کہ وہ اپنے ساتھی کو وہ بات بتائے اُسے جلا دیتا ہے۔ اور ب اوقات آگ کا شعلہ سُننے والے کو نہیں پاتا حتی کہ وہ اپنے ساتھ کو جو اس کے نیچے ہوتا ہے۔ وہ بات بتلا دیتا ہے یہاں تک کہ وہ اس کو زمین کی طرف پھینک دیتے ہیں۔ لبسا اوقات سفیان نے کہا حتی کہ یہ سلسلہ زمین تک پہنچتا ہے (ایک دوسرے کو بتلانے والا سلسلہ) اور کاہن کے منہ میں ڈالا جاتا ہے وہ اس کلمہ کے ساتھ سو جھوٹ ملاتا ہے۔ اور ان جھوٹی باتوں میں کاہن کی تصدیق کی جاتی ہے۔ اور لوگ کہتے ہیں کیا اس نے فلاں فلاں روز ہمیں خبر نہ دی تھی کہ ایسا ایسا ہوگا۔ ہم نے اسے سچا پایا۔ اس بات کے اعتبار سے جو آسمان سے سُنی گئی تھی۔"

۴۳۸۴ —

شرح: یعنی جب اللہ تعالیٰ آسمانوں پر کوئی فیصلہ سُناتا ہے۔ تو فرشتے عاجزی کرتے ہوئے اللہ کے حکم کی فرمانبرداری کرتے ہوئے اپنے پَر مارنے لگتے ہیں جیسے جانور خوفزدہ ہو کر اپنے پَر مارنے لگتا ہے۔ اللہ کے فیصلہ سُنانے کی آواز ایسی ہوتی جیسے صاف پتھر پر زنجیر کو چلایا جاتا ہے تو اس کی آواز سُنائی دیتی ہے۔ اس وقت فرشتوں کے دل خائف ہوتے ہیں جب اُن سے یہ گھبراہٹ زائل ہو جاتی ہے تو وہ ایک دُوسرے کو کہتے ہیں۔ تمہارے رب نے کیا فیصلہ سُنایا ہے تو ان کو جواب دینے والے مقرب فرشتے کہتے ہیں اللہ نے حق سُنایا ہے۔ ابوداؤد میں ابن مسعود سے روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ فیصلہ سُناتا ہے تو اس کی آواز آسمانوں کے فرشتے ایسے سُنتے ہیں جیسے صاف پتھر پر زنجیر چلانے کی آواز نکلتی ہے اور وہ یہ سُن کر بیہوش ہو جاتے ہیں اور اسی حال میں پڑے رہتے ہیں حتی کہ اُن کے پاس جبرائیل علیہ السلام آتا ہے اس وقت اُن کے دلوں سے خوف اور گھبراہٹ جاتی رہتی ہے۔ تو وہ کہتے ہیں اے جبرائیل تمہارے رب نے کیا فیصلہ سنایا ہے۔ جبرائیل علیہ السلام کہتے ہیں حق سنایا ہے تو فرشتے بھی حق حق کہنے لگتے ہیں (اس وقت آسمانوں میں گونج پیدا ہوتی ہے) اور وہ اللہ کے فیصلہ کی لفظ حق سے تعبیر کرتے ہیں۔ اس وقت اللہ کے کلام کی چوری کرنے والے جن جو ایک دوسرے پر آسمان تک پہنچے ہوتے ہیں جیسے ہاتھ کی انگلیاں کھول کر پھیلائیں تو اُن کی حالت جو دیکھنے میں آتی ہے ایسی حالت میں وہ کھڑے ہوتے ہیں وہ اللہ کا فیصلہ چوری کرتے ہیں اور

۴۳۸۵ـــ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيٰنُ حَدَّثَنَا عَمْرٌو عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اِذَا قَضَى اللهُ الْاَمْرَ وَزَادَ الْكَاهِنَ قَالَ وَحَدَّثَنَا سُفْيٰنُ فَقَالَ قَالَ عَمْرٌو سَمِعْتُ عِكْرِمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ هُرَيْرَةَ قَالَ اِذَا قَضَى اللهُ الْاَمْرَ وَقَالَ عَلٰى فَمِ السَّاحِرِ قُلْتُ لِسُفْيٰنَ قَالَ سَمِعْتُ عِكْرِمَةَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ لِسُفْيٰنَ اِنَّ اِنْسَانًا رَوٰى عَنْكَ عَنْ عَمْرٍو عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَيَرْفَعُهُ اَنَّهُ قَرَءَ فُزِّعَ قَالَ سُفْيٰنُ هٰكَذَا قَرَاَ عَمْرٌو فَلَا اَدْرِيْ سَمِعَهُ هٰكَذَا اَمْ لَا قَالَ سُفْيٰنُ وَهِيَ قِرَاءَتُنَا

ایک دوسرے کو اس طرح بتلاتے ہیں کہ اوپر والا نچلے کو نچلا اس سے نچلے کو حتیٰ زمین پر وہ بات لے آتے ہیں اور کاہن کے منہ میں ڈال دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے کلام کی حفاظت کرنے والے فرشتے ان کو چوری کرنے سے روکتے ہیں اور آگ کے شعلے انہیں مارتے ہیں کبھی تو وہ آگ کے شعلہ کی لپیٹ میں آجاتے ہیں اور وہ انہیں جلادیتا ہے اور کبھی شعلہ سے پہلے وہ چوری کرلیتے ہیں اور کاہن کے منہ میں ڈال دیتے ہیں وہ اس میں سو جھوٹی باتیں ملاکر لوگوں کو بتلاتے ہیں اور وہ اس کی تصدیق کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کیا فلاں روز فلاں بات درست نہیں نکلی تھی۔ یہ وہ سچی بات ہوتی ہے جو آسمانوں سے چوری ہوکر کاہن کے منہ میں آئی اور اس نے لوگوں کو بتائی تھی۔ قوالحق، یہ مصدر محذوف کی صفت ہے۔ اور وہ القول ہے یعنی قال اللہ القولَ الحقَّ "، ہوسکتا ہے کہ یہ مرفوع ہو اور جواب دینے والوں کا مقولہ ہو اور مقولہ مرفوع ہوتا ہے اور حق سے مراد کلمہ کُن ہے یا باطل کے مقابلہ ہے یا جو لوح محفوظ میں مکتوب ہے اور اس تقدیر پر حق کا معنیٰ یہ ہے کہ جو لوح محفوظ میں ثابت ہے۔ واللہ تعالیٰ و رسولہ اعلم!

۴۳۸۵ـــ ترجمہ: علی بن عبداللہ (شیخ بخاری) نے کہا ہمیں سفیان بن عیینہ نے خبر دی انہوں نے کہا ہمیں عکرمہ کے ذریعہ عمرو نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے خبر دی کہ جب اللہ تعالیٰ کوئی فیصلہ سنائے اور کاہن کا اضافہ کیا، ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ نے کہا جب اللہ تعالیٰ کوئی فیصلہ سنائے اور کہا "عَلٰى فَمِ السَّاحِرِ"، کاہن کا اضافہ نہیں کیا، علی بن عبداللہ نے کہا میں نے سفیان سے کہا ایک انسان نے تم سے اور تم نے عمرو سے اور انہوں نے عکرمہ کے ذریعہ ابوہریرہ سے مرفوع

بَابُ قَوْلِہٖ وَلَقَدْ كَذَّبَ اَصْحَابُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِيْنَ

روائت کی کہ انہوں نے پڑھا " فُرِّغ " سُفیان نے کہا ایسا ہی عمرو نے پڑھا ہے۔ میں نہیں جانتا ہوں اُنہوں نے عکرمہ سے اس طرح سُنا ہے یا نہیں۔ سُفیان نے کہا یہ ہماری قرآءت ہے (جو میں نے عمرو سے سُنی ہے)

۴۳۸۵ — شرح: قولہ وزاد والکاہن " اس سے امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ علی بن عبداللہ نے اس اسناد میں ایک بار فَمِ السَّاحِرِ " کے بعد " والکاہن " کا اضافہ کیا ہے۔ قولہ وَ حَدَّثَنَا سُفیانُ " یہ علی بن عبداللہ کا قول ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ یہ پہلے طریق میں اسناد " عَنْعَنَہ " ہے اور اس میں بطریق سماع اور تحدیث ہے۔

قولہ سُفیانُ ھِیَ قِرَاءَتُنَا۔ سُفیان نے کہا میں نے یہ قراءت اپنے شیخ عمرو سے سُنی ہے، لیکن مجھے یہ تردُّد ہے کہ عمرو کا عکرمہ سے سماع ہے یا نہیں ہو سکتا ہے کہ عمرو کو یہ عکرمہ سے پہنچی ہو۔ علامہ کرمانی رحمۃ اللہ نے کہا اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ جب قرأت کی سماعت نہیں کی تو قراءت کیسے جائز ہوئی ؟ اس کا جواب یہ ہے کہ شائد اس کا یہ مذہب ہے کہ سماع کے بغیر بھی قراءت جائز ہے۔ جبکہ معنی صحیح ہو اور علامہ زمخشری نے کشاف میں حٰم الدخان کی تفسیر ابو درداء سے روائت کی کہ وہ ایک آدمی کو پڑھاتے تھے اور کہتے تھے طَعَامُ الْاَثِیْمِ اور کہا یوں کہو " طَعَامُ الْفَاجِرِ " اس سے انہوں نے استدلال کیا کہ ایک کلمہ کی جگہ دوسرا کلمہ بدل کر لانا جبکہ صحیح معنیٰ ادا ہو جائے جائز ہے۔ شیخ دہلوی نے تیسیر القاری میں ذکر کیا یہ بات مخفی نہیں کہ اس حدیث سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ایک مرادف کو دوسرے کی جگہ بدل کر لانا جائز ہے۔ جبکہ معنی صحیح ادا ہو جائے۔ چنانچہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے اس قول کہ " قرآن معنی کا نام ہے اگر ایک کلمہ کے مرادف دوسرا کلمہ پڑھ لیں تو حرج نہیں نماز فاسد نہ ہو گی، سے یہی سمجھا جاتا ہے متن کی عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دوسرا کلمہ مرادف ہو یا نہ تبدیل کرنا جائز ہے بشرطیکہ معنی فاسد نہ ہو۔ ایک قراءت میں فُرِّغ کی جگہ فُرِّغَ ہے۔ جب کوئی شئی باقی نہ رہے تو کہتے ہیں تو شہ فارغ ہے۔ واللہ و رسولہ اعلم!

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد اصحابِ حجر " ثمود " یوں نے " رسولوں کو جھٹلایا

دراصل اس قوم نے حضرت صالح علیہ السلام کی تکذیب کی تھی لیکن ایک نبی کی تکذیب سب نبیوں کی تکذیب ہے کیونکہ سب کا دعویٰ ایک ہی تھا اس لئے جمع کا صیغہ ذکر کیا۔ یہ بھی جائز ہے کہ مرسلین سے مراد صالح علیہ السلام اور اُن پر ایمان لانے والے مسلمان ہوں اور صالح علیہ السلام کی تکذیب اُن کے اتباع

۴۳۸۶ — حَدَّثَنِیْ اِبْرَاهِیْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا مَعْنٌ قَالَ حَدَّثَنِیْ مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِیْنَارٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِاَصْحَابِ الْحِجْرِ لَا تَدْخُلُوْا عَلٰی هٰؤُلَآءِ الْقَوْمِ اِلَّا اَنْ تَكُوْنُوْا بَاكِیْنَ فَاِنْ لَمْ تَكُوْنُوْا بَاكِیْنَ فَلَا تَدْخُلُوْا عَلَیْهِمْ اَنْ یُّصِیْبَكُمْ مِثْلُ مَا اَصَابَهُمْ

بَابُ قَوْلِهٖ وَلَقَدْ اٰتَیْنَاكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِیْمَ

کی یقینی تکذیب ہے اور رسولوں کے اتباع پر مرسلین کا اطلاق بطور تغلیب ہے۔ نیز ہو سکتا ہے کہ صالح علیہ السلام نے اپنی طرف سے تابعداروں کو احکام کی تبلیغ کرنے بھیجا ہو جیسے عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی طرف سے اپنے تابعداروں کو رسول (قاصد) بنا کر بھیجا تھا، چنانچہ سورۂ یوسف میں ان کا واقعہ مفصل مذکور ہے۔ اس مناسبت کے پیش نظر ان پر مجازاً "مرسلین" کا اطلاق کیا گیا ہے۔ مدینہ منورہ اور شام کے درمیان ایک وادی ہے جہاں قوم ثمود رہتی تھی۔ اس وادی کو "حجر" کہتے ہیں۔

۴۳۸۶ — ترجمہ: عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ سے فرمایا جو حجر وادی میں داخل ہو رہے تھے کہ اس قوم پر سے نہ گزرو مگر روتے ہوئے اور ڈرتے ہوئے گزر جاؤ۔ اور اگر رونے والے نہیں ہو تو ان معذب لوگوں پر سے نہ گزرو کیونکہ ڈر ہے کہ کہیں تمہیں بھی وہ عذاب نہ پہنچے جو قوم ثمود کو پہنچا تھا۔

(حدیث ۴۲۵ کی شرح دیکھیں)

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہم نے تجھے سبع مثانی اور قرآن عظیم

سبع مثانی سے مراد سورۂ فاتحہ ہے اس کا یہ نام اس لئے ہے کہ آسمان والے اس کے ساتھ دعاء کرتے ہیں جیسے زمین والے دعاء کرتے ہیں۔ کہا گیا ہے کہ اس میں کلمات دو۔ دو بار مذکور ہیں جیسے الرحمٰن الرحیم، ایاک ایاک، الصراط الصراط، "عَلَیْهِمْ عَلَیْهِمْ"، اور "غیر غیر" حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی قراءت ہے "غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَغَیْرِ الضَّآلِّیْنَ"

۴۳۸۷ ـ حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ خُبَیْبِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ حَفْصِ ابْنِ عَاصِمٍ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ ابْنِ الْمُعَلّٰی قَالَ مَرَّ بِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَنَا اُصَلِّیْ فَدَعَانِیْ

حسین بن فضیل نے کہا یہ صورت دو بار نازل ہوئی ۔ ہر بار ستر ہزار فرشتے اس کے ساتھ نازل ہوتے تھے ۔ ایک بار مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی جبکہ نماز فرض ہوئی اور ایک بار مدینہ منورہ میں نازل ہوئی جبکہ تحویلِ قبلہ ہوئی ۔ اس لئے اسے مثانی کہا جاتا اور سبع اس لئے کہ اس کی سات آیات ہیں ۔ اس کے مدینہ منورہ میں نزول کا ایک سبب یہ بھی ذکر کیا جاتا ہے کہ بنی قریظہ اور بنی نضیر یہودیوں کے سات قافلے آئے ان کے پاس نفیس کپڑے ، جواہرات اور قیمتی سامان تھے ۔ مسلمانوں نے کہا اگر یہ سامان ہمارے پاس ہوتا تو ہم اللہ کی راہ میں بہت کچھ خرچ کرتے تو اس وقت یہ سورت نازل ہوئی کہ ہم نے تجھے سبع مثانی عطا کی ہے یہ سات آیات تمہارے لئے سات قافلوں اور گراں قدر سامان سے بہتر ہیں ۔ نیز اس سورت کی ابتداء حمد سے ہے اور جب حضرت آدم علیہ السلام کو چھینک آئی تھی تو سب سے پہلے انھوں نے الحمد للہ کہا تھا اور ان کی اولاد کا بہشت میں آخری کلام یہی ہوگا چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے : وَاٰخِرُ دَعْوَاهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ نیز اس کو فرض نماز میں دو بار پڑھا جاتا ہے ۔ نیز مثنی بمعنیٰ ثنا ہے اور یہ سورت اللہ تعالیٰ کی ثناء پر مشتمل ہے ۔ حضرت عبداللہ بن عمر ، ابن عباس ، سعید بن جبیر اور ضحاک رضی اللہ عنہم کہتے ہیں ۔ اس سبع سے مراد قرآن پاک کی پہلی سات سورتیں " بقرہ ، آل عمران ، نساء ، مائدہ ، انعام ، اعراف اور ساتویں انفال مع توبہ ہیں ۔ انفال اور توبہ ایک سورت ہے ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے طوال سُور کو مثانی اس لئے کہا جاتا ہے کہ فرائض ، حدود ، امثال ، اخبار اور عبرتیں ان میں موجود ہیں طاؤس اور ابن مالک نے کہا سارا قرآن مثانی ہے کیونکہ اس میں اخبار اور قصص ہیں ۔ اس قول کے مطابق سبع سے مراد قرآن کے اسباع میں سے سبع ہیں ۔ اس تقدیر پر یہ لفظ هُوَ مُقدّر ہے یعنی ہم نے تجھے سبع مثانی دیئے اور وہ قرآن ہے اور پہلے قول کے مطابق واؤ عاطفہ ہے اور " وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِیْمَ " عام کا خاص پر عطف ہے بعض مفسرین نے کہا یہ واؤ تفسیریہ ہے یعنی سبع مثانی قرآن ہے ۔ عینی بیضاوی

۴۳۸۷ ـ ترجمہ : ابو سعید بن معلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس سے گزرے جبکہ میں نماز پڑھ رہا تھا ۔ آپ نے مجھے بلایا تو میں حاضر ہوا ۔ میں نے نماز پوری کر لی ! پھر آپ کی خدمت میں آیا ۔ آپ نے فرمایا

فَلَمْ اٰتِہٖ حَتّٰی صَلَّیْتُ ثُمَّ اَتَیْتُ فَقَالَ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَاْتِیَ فَقُلْتُ كُنْتُ اُصَلِّیْ فَقَالَ اَلَمْ يَقُلِ اللّٰهُ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ ثُمَّ قَالَ اَلَا اُعَلِّمُكَ اَعْظَمَ سُوْرَةٍ فِی الْقُرْاٰنِ قَبْلَ اَنْ اَخْرُجَ مِنَ الْمَسْجِدِ فَذَهَبَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَخْرُجَ مِنَ الْمَسْجِدِ فَذَكَّرْتُهٗ فَقَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ هِیَ السَّبْعُ الْمَثَانِیْ وَالْقُرْاٰنُ الْعَظِيْمُ الَّذِیْ اُوْتِيْتُهٗ

تجھے آنے سے کس نے منع کیا تھا۔ میں نے عرض کیا میں نماز ادا کر رہا تھا۔ آپ نے فرمایا کیا اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمایا "اے ایمان والو! اللہ اور اس کا رسول تمہیں بلائیں تو فوراً ان کی اجابت کرو پھر فرمایا کہ میں تجھے مسجد سے باہر جانے سے پہلے قرآن کریم کی عظیم تر سورت کی تعلیم نہ دوں؟ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد سے باہر جانے کا ارادہ فرمایا تو میں نے آپ کو وعدہ یاد دلایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ " یہ سبع مثانی اور قرآن عظیم ہے جو مجھے دیا گیا ہے۔

۴۳۸۷ — شرح: شیخ دہلوی نے شرح بخاری میں ذکر کیا کہ اس حدیث سے اس بات کی نفی ہوتی ہے کہ سبع مثانی قرآن کریم کی پہلی سات سورتیں ہیں اور سارا قرآن سبع مثانی ہے۔

ابو ذر نے اس حدیث میں یہ اضافہ ذکر کیا ہے۔ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ " اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم جب بلائیں تو آپ کی اجابت فرض ہے۔ اور صحابہ کی جماعت نے تصریح کی ہے کہ اس سے نماز باطل نہیں ہوتی۔ بعض نے کہا اگر نماز میں حضور بلائیں تو آپ کی اجابت کرے اگرچہ نماز باطل ہو جائے۔

اقول۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "لَا تُبْطِلُوْا اَعْمَالَكُمْ " تم اپنے عمل باطل نہ کرو۔ اگر آپ کی اجابت سے نماز باطل ہوتی تو آپ ابو سعید کو نماز کی حالت میں نہ بلاتے نیز اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔ بعض قرآن بعض سے افضل ہے لیکن اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تفضیل صفت کے اعتبار سے نہیں ثواب کے اعتبار سے ہے پس اس کے معنیٰ یہ ہیں۔ بعض قرآن کا ثواب بعض سے اعظم ہے۔ (قسطلانی)

(حدیث ۴۱۶۲ ج ۶ کی شرح دیکھیں)

۴۳۸۹ ـ حَدَّثَنِیْ یَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ قَالَ حَدَّثَنَا هُشَیْمٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْبِشْرٍ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَلَّذِیْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِیْنَ قَالَ هُمْ اَهْلُ الْکِتَابِ جَزَّؤُهُ اَجْزَآءً فَاٰمَنُوْا بِبَعْضِهٖ وَکَفَرُوْا بِبَعْضِهٖ

۴۳۹۰ ـ حَدَّثَنَا عُبَیْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰی عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِیْ ظَبْیَانَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ کَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَی الْمُقْتَسِمِیْنَ قَالَ اٰمَنُوْا بِبَعْضٍ وَّکَفَرُوْا بِبَعْضٍ اَلْیَهُوْدُ وَالنَّصٰرٰی

بَابُ قَوْلِهٖ وَاعْبُدْ رَبَّکَ حَتّٰی یَاْتِیَکَ الْیَقِیْنُ قَالَ سَالِمٌ اَلْمَوْتُ

۴۳۸۹ — ترجمہ : ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جن لوگوں نے قرآن کریم کے ٹکڑے ٹکڑے کئے وہ اہل کتاب ہیں انہوں نے قرآن کریم کو چند ٹکڑوں میں تقسیم کر دیا اُن میں سے بعض پر ایمان لائے اور بعض سے انکار کر دیا۔

۴۳۹۰ — ترجمہ : ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ مقتسمین وہ جماعت ہے جو بعض کتاب پر ایمان لاتے اور بعض کتاب سے کفر کیا۔

(ان دونوں حدیثوں سے یہ واضح ہوتا ہے کہ مقتسمین قسمت سے ماخوذ ہے)

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد "اور مرتے دم تک اپنے ربّ کی عبادت میں رہو"

سالم نے کہا "الیقین" موت ہے۔ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے یہ وحی نہیں کی گئی کہ میں مال جمع کر دوں اور تاجر بن جاؤں لیکن میری طرف یہ وحی کی گئی ہے کہ

سُوْرَۃُ النَّحْلِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

رُوْحُ الْقُدُسِ جِبْرِیْلُ نَزَلَ بِہِ الرُّوْحُ الْاَمِیْنُ فِیْ صَبْقٍ

اپنے رب کی حمد کرو اور اس کی پاکیزگی بیان کرتے رہو او سجدہ کرنے والوں میں ہو اور مرتے دم تک اپنے رب کی عبادت میں رہو!

سُوْرَۂ نحل

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یہ سورت مکہ اور مدینہ منورہ کے درمیان نازل ہوئی جبکہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اُحد سے واپس تشریف لا رہے تھے۔ سخاوی نے کہا یہ سُورۂ کہف کے بعد اور سُورۂ نوح سے پہلے نازل ہوئی۔ قتادہ سے روایت ہے کہ یہ سورت مدنیہ ہے۔ ان سے یہ روایت بھی ہے کہ اس کی ابتدائی آیات وَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا فِی اللّٰہِ مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا، تک مکیہ ہے اور یہاں سے آخر تک مدنی ہے۔

سُدی نے کہا یہ سورت ساری مکی ہے مگر دو آیات اور وہ وَ اِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِہٖ الخ مدنی ہیں سفیان نے کہا یہ مکی ہے قرطبی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ یہ سُورت مکی ہے مگر تین آیات جو امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کے شہید ہونے کے بعد نازل ہوئیں اور وہ وَلَا تَشْتَرُوْا بِعَهْدِ اللّٰہِ ثَمَنًا قَلِیْلًا الخ تین آیات ہیں۔

قولہ رُوْحُ الْقُدُسِ آہ اس سے اس آیت کریمہ، قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ، کی طرف اشارہ کیا اور رُوحِ القدس کی جبرائیل علیہ السلام سے تفسیر کی رُوح کی اضافت قُدس کی طرف کی اور وہ بمعنی پاک ہے جیسے حَاتِمُ الْجُوْدِ اور زَیْدُ الْخَیْرِ کہا جاتا ہے اسی طرح رُوْحُ الْقُدُسِ ہے اور مراد روح ہے جو پاک ہے۔ ابن اثیر نے کہا درحقیقت رُوح کے ساتھ جسم قائم رہتا ہے اس کے سبب بدن کی زندگی ہے۔ اس کا اطلاق قرآن، وحی، رحمت اور جبرائیل علیہ السلام پر کیا جاتا ہے۔

قولہ نَزَلَ بِہٖ آہ امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اس کو بطور تائید ذکر کیا کہ رُوح القُدس بمعنی جبرائیل علیہ السلام

يُقَالُ أَمْرٌ ضَيِّقٌ وَضَيْقٌ مِثْلُ هَيِّنٍ وَهَيْنٍ وَلَيِّنٍ وَلَيْنٍ وَمَيِّتٍ وَمَيْتٍ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فِي تَقَلُّبِهِمْ اخْتِلَافِهِمْ وَقَالَ مُجَاهِدٌ تَمِيدُ تَكَفَّأُ مُفْرَطُونَ مَنْسِيُّونَ وَقَالَ غَيْرُهُ فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ

ہے کیونکہ سورۂ شعراء کی اس آیت کریمہ میں بالاتفاق روح القدس سے مراد جبرائیل علیہ السلام ہے لہٰذا یہاں بھی اس سے مراد جبرائیل علیہ السلام ہے۔ امام نے اس سے ضحاک کی ابن عباس سے روایت کی نفی کی ہے کہ رُوح القدس وہ اسم ہے جس کے ساتھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مردے زندہ کرتے تھے۔ "الامین"، جبرائیل علیہ السلام کی وصف ہے۔ کیونکہ وہ رسولوں کی طرف وحی لانے میں امین ہے۔ قولہ فی ضیق آہ اس سے آیت کریمہ وَلَا تَكُ فِي ضَيْقٍ مِمَّا يَمْكُرُونَ "کی طرف اشارہ کیا یعنی اُن کے فریبوں سے دل تنگ نہ ہو۔

قولہ یقال اَمْرٌ ضَیِّقٌ وَضَیْقٌ آہ یعنی اس میں دو لغتیں ہیں یاء مشدد اور مُخفف پڑھی جاتی ہے جیسے ھَیِّنٌ اور ھَیْنٌ، لَیِّنٌ اور لَیْنٌ، میّت اور مَیْت ہیں یاء کو دونوں طرح پڑھا جاتا ہے۔

قولہ قال ابن عباس آہ یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا اس آیت کریمہ: اَوْ يَأْخُذَهُمْ فِي تَقَلُّبِهِمْ فَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ "، میں تقلب بمعنی اختلاف ہے یعنی حضر، سفر اور رات دن یعنی انہیں سفر و حضر یا رات دن میں پکڑلے وہ اللہ کے عذاب کرنے سے تھکا نہیں سکتے۔

قولہ یَتَفَیَّؤُ آہ اس کی تفسیر یَتَھَیَّأُ سے کی۔ علامہ قسطلانی نے کہا درست یَمِیْلُ ہے۔ یعنی اس کے سائے رات دن دائیں اور بائیں جھکتے ہیں اور اللہ کو سجدہ کرتے ہیں اور اس کے حضور ذلیل ہیں۔

قولہ سُبُلُ آہ یعنی اپنے رب کی راہ میں چل کہ تیرے لئے نرم و آسان ہیں۔ مجاہد نے کہا تَمِیْدُ بمعنی تَکَفَّأُ ہے اس سے اس آیت کریمہ: وَاَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ الآية کی طرف اشارہ کیا یعنی اس نے زمین میں بھاری پہاڑوں کے لنگر ڈالے کہ کہیں تمہیں لے کر نہ کانپے۔

قولہ مُفْرَطُوْنَ آہ یعنی اس کریمہ: لَاجَرَمَ اَنَّ لَهُمُ النَّارَ وَاَنَّهُمْ مُفْرَطُوْنَ "، میں مفرطون بمعنی مَنْسِیُّوْنَ ہے یہ متروکون کے معنی میں بھی آتا ہے۔ تو ضروری ہے کہ اُن کے لئے آگ ہے اور وہ حد سے گزرے ہوئے ہیں اور جہنم ہی میں چھوڑ دیئے جائیں گے "۔ اللہ کا ارشاد "فَاِذَا قَرَأْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ جس وقت تو قرآن پڑھے تو اللہ کی پناہ چاہ یعنی اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ کہو۔ غیر مجاہد نے کہا اس کے معنی تقدیم و تاخیر ہے۔ کیونکہ استعاذہ قراءتِ قرآن سے مقدم ہے۔ استعاذہ کے معنی ہیں شیطان کی شر سے پناہ

بِاللّٰهِ هٰذَا مُقَدَّمٌ وَّمُؤَخَّرٌ وَذٰلِكَ اِنَّ الْاِسْتِعَاذَةَ قَبْلَ الْقِرَاءَةِ وَمَعْنَاهَا الْاِعْتِصَامُ بِاللّٰهِ شَاكِلَتِهٖ نَاحِيَتِهٖ قَصْدُ السَّبِيْلِ اَلْبَيَانُ اَلدِّفْءُ مَا اسْتُدْفِئَ

چاہنا۔ بعض مفسرینؒ کہا تقدیم وتاخیر کہنے کی ضرورت نہیں اس سے مراد یہ ہے کہ جب تو قرآن پڑھنے کا ارادہ کرے تو استعاذہ کر جیسے اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا الآیۃ کا معنیٰ یہ ہے جب تم نماز کا ارادہ کرو تو وضوء کرو۔ قولہ شَاكِلَتِهٖ آہ اس سے اس آیت کریمہ کُلٌّ یَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ ،، کی طرف اشارہ کیا اور شاکلہ کی تفسیر ناحیہ یعنی طریق سے کی شاکلہ بمعنی مذہب بھی آتا ہے یعنی ہر ایک اپنے طریقے اور مذہب پر عمل کرتا ہے یہ آیت سورۂ بنی اسرائیل کی ہے۔

قولہ قَصْدُ آہ اس سے اس آیت کریمہ: وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ ،، کی طرف اشارہ کیا اور قصد کی بیان سے تفسیر کی اس سے احکام شرائع مراد ہیں بعض نے کہا قصد بمعنی طریق مستقیم ہے۔

قولہ الدِّفْءُ آہ اس سے اس آیت کریمہ: وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ فِيْهَا دِفْءٌ وَّمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ،، چار پایوں کو تمہارے لئے پیدا کیا ان میں تمہارے لئے گرم لباس اور کئی منافع ہیں اور ان میں سے کھاتے ہو۔ اَلدِّفْءُ کے معنی ہیں جس چیز سے تو نفع حاصل کرے، چنانچہ ان کی اُون سے گرم لباس وغیرہ بناتے ہیں اور انہیں سواری کے لئے استعمال کرتے ہو۔ جوہری نے کہا دف بمعنی سخونت وگرمی ہے اور اس آیت کریمہ میں دِفْءٌ کی تفسیر نفع سے کی ہے جو اونٹوں کے بچوں اور دودھ وغیرہ سے حاصل ہوتا ہے۔

قولہ تُرِيْحُوْنَ آہ اس سے اس آیت کریمہ: وَلَكُمْ فِيْهَا جَمَالٌ حِيْنَ تُرِيْحُوْنَ وَحِيْنَ تَسْرَحُوْنَ ،، کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی تمہارے لئے ان میں خوبصورتی ہے جب انہیں شام کو واپس لاتے ہو اور جب چرنے کو چھوڑتے ہو قولہ بِشِقِّ آہ اس سے اس آیت کریمہ: وَتَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ اِلٰى بَلَدٍ لَّمْ تَكُوْنُوْا بَالِغِيْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ ،، کی طرف اشارہ کیا یعنی وہ تمہارے بوجھ اُٹھا کر لے جاتے ہیں ایسے شہر کی طرف کہ تم اُس تک نہ پہنچتے ہو مگر ادھ مرے ہو کر سخت مشقت سے۔

قولہ عَلٰى تَخَوُّفٍ آہ اس سے آیت کریمہ اَوْ يَاْخُذَهُمْ عَلٰى تَخَوُّفٍ آہ کی طرف اشارہ ہے۔ تَخَوُّفٌ بمعنی تَنَقُّصٌ ہے۔ جان ومال میں نقصان یعنی یا انہیں نقصان دیتے دیتے گرفتار کرلے۔

قولہ وَفِي الْاَنْعَامِ آہ اس سے اس آیت کریمہ: اِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً نُّسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهٖ ،، کی طرف اشارہ کیا یعنی تمہارے لئے ان چوپایوں میں نصیحت ہے۔ ہم تمہیں پلاتے ہیں اس چیز سے جو ان کے پیٹ میں ہے گوبر اور خون کے بیچ سے خالص دودھ بُطُوْنِهٖ ،، فرمایا بُطُوْنِهَا نہیں ذکر کیا کیونکہ انعام اور نعم واحد ہے اور لفظ نعم مذکر ہے۔ اس لحاظ سے ضمیر مذکر لائی ہے اور "انعام" مذکر اور مؤنث

تُرِيحُونَ بِالْعَشِيِّ وَتَسْرَحُونَ بِالْغَدَاةِ بِشِقِّ يَعْنِي الْمَشَقَّةَ عَلَى تَخَوُّفٍ تَنَقُّصٍ اَلْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً وَهِيَ تُؤَنَّثُ وَتُذَكَّرُ وَكَذٰلِكَ النَّعَمُ الْاَنْعَامُ جَمَاعَةُ النَّعَمِ سَرَابِيلَ قُمُصٌ تَقِيكُمُ الْحَرَّ وَاَمَّا سَرَابِيلُ تَقِيكُمْ

آتا رہتا ہے۔ اسی طرح نَعم بھی مذکر و مؤنث استعمال ہوتا ہے۔ فراء نے کہا نعم مذکر ہے اس کی جمع انعام ہے اور وہ اونٹ بکریاں اور گائے بھینس وغیرہ ہیں۔

قولہ سَرَابِيلَ آہ اس سے اس آیت کریمہ : وَجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيلَ تَقِيكُمُ الْحَرَّ وَسَرَابِيلَ تَقِيكُمْ بَاْسَكُمْ الایۃ کی طرف اشارہ کیا اور پہلے سرابیل کی قُمُص قمیص کی جمع سے تفسیر کی اور دوسرے سرابیل کی زرہ سے تفسیر کی یعنی اللہ نے تمہارے لئے کپڑے کی قمیصیں بنائیں جو تمہیں گرمی سردی سے بچاتی ہیں اور لوہے کی زرہیں بنائیں جو تمہیں نیزوں، تلواروں اور تیروں سے محفوظ کرتی ہیں۔

قولہ دَخَلًا آہ اس سے اس آیت کریمہ تَتَّخِذُونَ اَيْمَانَكُمْ دَخَلًا بَيْنَكُمْ ،، کی طرف اشارہ کیا اور دَخَل ،، کی کل شی لم یصح فہو دخل ،، سے تفسیر کی ہر وہ شئ جو درست نہ ہو وہ دَخَل ہے۔

قولہ حَفَدَةً آہ اس سے اس آیت کریمہ : وَجَعَلَ لَكُمْ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَحَفَدَةً ،، کی طرف اشارہ کیا اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول سے اس کی تفسیر کی کہ آدمی کی اولاد پوتے وغیرہ سب حَفَدَة ہیں

قولہ اَلسَّكَرُ آہ اس سے اس آیت کریمہ : وَمِنْ ثَمَرَاتِ النَّخِيلِ الْاَعْنَابِ تَتَّخِذُونَ مِنْهُ سَكَرًا وَّرِزْقًا حَسَنًا ،، کی طرف اشارہ کیا اور سکر کی یہ تفسیر کی کہ جو کھجور اور انگور کے پھلوں سے حرام کیا گیا ہے اور رزق حسن سے مراد وہ ہے جو اللہ نے حلال کیا ہے۔

قَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ عَن صَدَقَةَ آہ ،، علامہ قسطلانی نے کہا یہ صدقہ ابوالہُذَیل ہے۔ صدقہ بن فضل مروزی نہیں ہے۔ علامہ کرمانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ظاہر یہ ہے کہ یہ صدقہ ابوالہذیل ہے جو سُدّی سے روایت کرتے ہیں اور ان کو پایا ہے اور صدقہ ابن فضل مروزی شیخ بخاری ہیں جو سفیان بن عُیَیْنَہ سے روایت کرتے ہیں اور صدقہ ابن فضل نے سدّی کو پایا ہی نہیں اور نہ ہی سدی کے تلامذہ کو پایا ہے۔

ابن ابی حاتم نے اپنے والد کے ذریعہ ابن ابی عمر مدنی سے روایت کی اور طبری نے حمیدی کے طریق سے روایت کی اور دونوں نے سُفیان بن عُیَینہ کے ذریعہ سُدّی سے روایت کی انہوں نے کہا مکہ مکرمہ میں ایک عورت تھی جس کو خرقا کہا جاتا تھا۔ وہ اور اس کی سہیلیاں صبح سے دوپہر تک سوتر بنایا کرتی تھیں پھر ان کو سوتر خراب کرنے کو کہتی تو وہ سارا سوتر ضائع کر دیا کرتی تھیں یہ اس کی عادت تھی اسی لئے اس کو خرقاء

بَاسَكُمْ فَإِنَّهَا الدُّرُوعُ دَخَلًا بَيْنَكُمْ كُلُّ شَيْءٍ لَمْ يَصِحَّ فَهُوَ دَخَلٌ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ حَفَدَةٌ مَنْ وَلَدَ الرَّجُلُ السَّكَرُ مَا حُرِّمَ مِنْ ثَمَرَتِهَا وَالرِّزْقُ الْحَسَنُ مَا أَحَلَّ اللّٰهُ وَقَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ صَدَقَةَ أَنْكَاثًا هِيَ خَرْقَاءُ كَانَتْ إِذَا أَبْرَمَتْ غَزْلَهَا نَقَضَتْهُ وَقَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ الْأُمَّةُ مُعَلِّمُ الْخَيْرِ وَالْقَانِتُ الْمُطِيعُ

بَابٌ قَوْلُهُ وَمِنْكُمْ مَنْ يُرَدُّ إِلَى أَرْذَلِ الْعُمُرِ

کہا جاتا تھا۔ یعنی سوت بناتی ضرور تھی مگر اس کو باقی نہیں رہنے دیتی تھی اور کاتا ہوا دھاگہ سارا خراب کر دیتی تھی۔ طبری نے اپنے اسناد کے ساتھ ذکر کیا کہ اللہ نے یہ اس شخص کی مثال بیان فرمائی ہے جو عہد شکنی کرتا ہے۔ قولہ انکاثا ،، اس سے اس آیت کریمہ : وَلَا تَكُونُوا كَالَّتِي نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ أَنْكَاثًا ،، کی طرف اشارہ کیا یعنی تم نقض ایمان میں اس عورت کی طرح ہو جو مضبوط دھاگہ کاتنے کے بعد اس کو توڑ پھوڑ دیتی تھی۔ ابن اثیر نے کہا نقض سے مراد نقض عہد ہے۔ جبکہ علامہ زمخشری نے کہا اس سے نقض ایمان مراد ہے۔ قولہ الامۃ آہ اس سے اس آیت کریمہ : إِنَّ إِبْرَاهِيمَ كَانَ أُمَّةً قَانِتًا لِلّٰهِ ،، کی طرف اشارہ کیا۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا اُمّتاً بمعنی مُعلّم خیر ہے۔ مجاہد نے کہا وہ تنہا مومن تھے اور سب لوگ کافر تھے۔ قتادہ نے کہا دین میں آپ کو پسند کیا گیا اور محبوب سمجھا گیا۔ شہر بن حوشب نے کہا زمین چودہ افراد سے کبھی خالی نہیں رہتی ان کی برکت سے اللہ تعالیٰ لوگوں سے مصائب و بلیات دور کرتا ہے اور زمین میں برکت ہوتی ہے لیکن ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں ایسا نہ تھا کیونکہ وہ تنہا ہی مومن تھے۔ اُمّت کے اور بھی کئی معانی ہیں۔ قرن ، جماعت ، دین اور ایک شخص جو جماعت کے قائم مقام ہو۔

قانت بمعنی مطیع اور فرمانبردار ہے۔ قولہ اکنانا ،، اس سے اس آیت کریمہ : وَجَعَلَ لَكُمْ مِنَ الْجِبَالِ أَكْنَانًا ،، کی طرف اشارہ کیا۔ اور ذکر کیا کہ اکنان جمع ہے اس کا واحد ،، کِنّ ،، ہے جیسے احمال جمع ہے۔ اس کا واحد ،، حِمل ،، ہے۔ کن ہر وہ شئی ہے جو کسی کو چھپالے اور پردہ میں کر دے۔

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد ،، تم میں سے بعض کو رذیل عمر کی طرف لوٹایا جاتا ہے ،،

۴۳۹۱ — حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمٰعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ مُوسَى أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ الْأَعْوَرُ عَنْ شُعَيْبٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَدْعُو أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْبُخْلِ وَالْكَسَلِ وَأَرْذَلِ الْعُمُرِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ وَفِتْنَةِ الدَّجَّالِ وَفِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ —

ہر ردی خسیس شئ کو "رذل" کہا جاتا ہے۔ اسی طرح "ارذل" ردی اور نکمی عمر کو کہتے ہیں۔ قتادہ نے کہا یہ نوّے برس عمر ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پچھتر سال کہا ہے۔ حضرت عکرمہ سے روایت ہے کہ جو ہر روز قرآن پڑھتا رہے وہ رذیل عمر تک نہیں پہنچتا۔ ابن مردویہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ سو برس ارذل عمر ہے۔ یہ تعیین سب افراد کی نسبت نہیں صرف بعض افراد کی نسبت ہے۔

۴۳۹۱ — ترجمہ : انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرمایا کرتے تھے "اے اللہ میں تیری پناہ چاہتا ہوں بخیلی، سستی اور خسیس عمر سے، عذاب قبر سے، دجال کے فتنہ سے اور زندگی اور موت کے فتنہ سے"۔

۴۳۹۱ — شرح : بخل سے مراد مال کے حقوق میں بخل سے پناہ ہے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بخل سے پناہ چاہی جیسے غنا کے فتنہ سے پناہ چاہی کہ اس کو گناہ میں خرچ کرے یا فضول خرچی کرے ان امور میں مال خرچ کرنا سخت گناہ ہے "کسل" کے معنی سستی کے ہیں یعنی امر خیر کے لئے نفس آمادہ نہ ہو اور اس میں رغبت کم کرے۔

ارذل العمر، خسیس اور ردی عمر سے پناہ چاہنا اس لئے ہے کہ انسان کی خلقت کا مقصد اللہ تعالیٰ کی صفات، افعال جلیلہ اور اس کی نعمتوں میں تفکر کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنا ہے۔ عبادت بھی اس کی معرفت پر موقوف ہے جب تک فکر صحیح اور عقل میں قوت نہ ہو۔ عمر کے مقصد تک رسائی نہیں ہوتی اور اللہ کی معرفت سے محروم رہتا ہے تو وہ ردی شئ جیسا رہ جاتا ہے جس سے کچھ نفع حاصل نہیں ہوتا اس لئے اس سے پناہ چاہنا مناسب امر ہے۔

عذاب القبر، سے اس لئے پناہ چاہی کہ اس میں ہولناک اور سخت امور ہیں۔ "فتنۃ الدجال" سے اس لئے پناہ چاہی کہ جب سے اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی اولاد کو پیدا کیا ہے۔ زمین میں اس سے بڑا اور عظیم تر فتنہ کوئی نہیں۔ فتنۃ المحیا والممات محیا اور ممات حیوٰۃ اور موت سے مفعل ہیں۔ شیخ ابوالنجیب سہروردی

سُوْرَةُ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

۴۳۹۲ — حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَۃُ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ یَزِیْدَ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ مَسْعُوْدٍ قَالَ فِیْ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ وَالْکَھْفِ وَمَرْیَمَ اِنَّھُنَّ مِنَ الْعِتَاقِ الْاُوَلِ وَھُنَّ

قدس اللہ سرہٗ نے کہا زندگی کے فتنہ سے مراد شدید امور میں مبتلا ہونا اور صبر اور رضا سے محرومیت ہونا، آفات میں واقع ہونا، بسیار خرابی پر مصر رہنا، ہدایت کی راہ نہ چلنا اور موت کا فتنہ منکر نکیر کا قبر میں سوال کرنا اور ہر طرف سے دہشت اور خوف کا طاری ہونا ہے۔

سورہ بنی اسرائیل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

یہ سورت مکی ہے اس کی آٹھ آیات وَاِنْ کَادُوْا لَیَفْتِنُوْنَکَ آخر تک مدینہ منورہ میں نازل ہوئیں سخاوی نے کہا یہ سورۃ قصص کے بعد اور سورۃ یونس علیہ السلام سے قبل نازل ہوئی۔ ابن مردویہ نے غیر طریق ابن عباس سے روایت کی کہ یہ سورت مکیہ ہے۔ اس کی ایک سو دس آیات ہیں۔

۴۳۹۲ — ترجمہ: عبدالرحمٰن بن یزید نے کہا میں نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ بنی اسرائیل، کہف اور مریم اعلیٰ درجہ کی سورتیں ہیں اور ان کو میں نے بہت پہلے یاد کیا تھا۔

۴۳۹۲ — شرح: عتاق عتیق کی جمع ہے جو شئی جودت اور عمدگی کی انتہاء کو پہنچی ہو اس کو عرب عتیق کہتے ہیں۔ یہ تینوں اعلیٰ درجہ کی سورتیں ہیں کیونکہ ان میں سے ہر ایک کی ابتداء عجیب امر سے ہے جو عادت کے خلاف ہے۔ چنانچہ اسرائیل کی ابتداء آسمانی سیر سے ہے کہف کی

مِنْ تِلَادِیْ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَسَيُنْغِضُوْنَ يَهُزُّوْنَ وَقَالَ غَيْرُهٗ نَغَضَتْ سِنُّكَ اَیْ تَحَرَّكَتْ وَقَضَيْنَا اِلٰى بَنِىْٓ اِسْرَآئِيْلَ اَخْبَرْنَاهُمْ اَنَّهُمْ سَيُفْسِدُوْنَ وَالْقَضَآءُ

ابتداء اصحاب کہف کے واقعہ سے ہے کہ سورۂ مریم کی ابتداء زکریا علیہ السلام کے واقعہ سے ہے جبکہ انہوں نے بڑھاپے میں بچہ کی خواہش کی اور مریم علیہا السلام کا عجیب و غریب واقعہ ہے۔ ان کو اول اس لئے کہا کہ یہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئیں۔

قولہ مِنْ تِلَادِیْ ،، بمعنی قدیم طارق کی ضد ہے۔ تالد کے معنی قدیم کے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد! وہ عنقریب اپنے سر ہلائیں گے

اس سے اس آیت کریمہ : قُلِ الَّذِیْ فَطَرَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ فَسَيُنْغِضُوْنَ اِلَيْكَ رُءُوْسَهُمْ کی طرف اشارہ کیا اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کی تفسیر میں کہا فَسَيُنْغِضُوْنَ بمعنی يُحَرِّكُوْنَ ہے۔ یعنی تم فرماؤ وہی جس نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا تو اب تمہاری طرف مسخرگی سے سر ہلا کر کہیں گے یہ کب ہے؟ وہ استہزاء و سخریت کے طور اپنے سر ہلاتے تھے کہ قیامت کب ہے۔ ابن عباس کے غیر جن میں سے ابو عبیدہ بھی ہیں نے کہا ہے نَغَضَتْ سِنُّكَ اَیْ تَحَرَّكَ ،، یعنی تیرا دانت ہلا اور جڑ سے باہر آگیا۔ پوری آیت کریمہ کے معنی یہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ حبیب مشرکوں سے فرما دیں جو یہ کہتے ہیں ہمارے مر جانے اور خاک میں ملنے کے بعد ہمیں کون پیدا کرے گا۔ جس نے پہلی بار تمہیں پیدا کیا وہ تمہارے اعادہ پر بھی قادر ہے۔ جب وہ سنتے ہیں تو وہ تعجب اور مسخریت کے طور پر اپنے سر ہلاتے ہیں۔

قولہ وَقَضَيْنَا اِلٰى بَنِىْٓ اِسْرَآئِيْلَ الاٰیۃ اس سے اس آیت کریمہ وَقَضَيْنَا اِلٰى بَنِىْٓ اِسْرَآئِيْلَ فِى الْكِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِى الْاَرْضِ مَرَّتَيْنِ ،، اور ہم نے بنی اسرائیل کو خبر دی کہ تم زمین میں فساد کرو گے،، لفظ ،، قضاء ،، کے چند معانی ہیں۔ اس آیت کریمہ : قَضٰى رَبُّكَ میں بمعنی امر ہے یعنی تمہارے رب نے فرمایا اور حکم کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے چنانچہ قرآن کریم کی اس آیت اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِىْ بَيْنَهُمْ میں بمعنی حکم ہے کہ تمہارے رب نے حکم دیا اور پیدا کرنے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے چنانچہ اس آیت کریمہ فَقَضٰهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ،، ان کو سات آسمان پیدا کیا اس کے علاوہ اور کئی معانی میں استعمال ہوتا ہے امام نے صرف تین معانی پر اکتفاء کی ہے۔ قرآن کریم کی مختلف آیات میں مختلف معانی کے لئے مذکور ہے چنانچہ اس آیت کریمہ : فَاِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ ،، میں فراغت کے معنی میں استعمال ہوا ہے یعنی جب تم حج کے امور سے فارغ ہو جاؤ! دوم بمعنی کتابت مستعمل ہے۔ قرآن کریم میں ہے : اِذَا قَضٰىٓ اَمْرًا جب لکھا۔ سوم

عَلٰی وُجُوْہٍ وَقَضٰی رَبُّکَ اَمَرَ رَبُّکَ وَمِنْہُ الْحُکْمُ اِنَّ رَبَّکَ یَقْضِیْ بَیْنَہُمْ وَمِنْہُ الْخَلْقُ فَقَضٰاھُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ نَفِیْرًا مَنْ یَنْفِرُ مَعَہٗ وَلِیُتَبِّرُوْا یُدَمِّرُوْا مَا عَلَوْا حَصِیْرًا مَحْبِسًا مَحْصَرًا حُقَّ وَجَبَ مَیْسُوْرًا

بمعنی مدت جیسے وَمِنْھُمْ مَنْ قَضٰی نَحْبَہٗ ،، اُن میں سے بعض نے مدت پوری کی۔ چہارم بمعنی فصل یَقْضِیَ الْاَمْرَ بَیْنِیْ وَبَیْنَکُمْ ،، میرے اور تمہارے درمیان جُدائی کردے۔ پنجم بمعنی امضاد پُورا کرنا جیسے جیسے اس آئت کریمہ: لِیَقْضِیَ اللّٰہُ اَمْرًا کَانَ مَفْعُوْلًا ،، میں ہے اللہ پُورا کرے گا جو کام ہونا ہے۔
ششم بمعنی ہلاک جیسے اس آئت کریمہ: لَقُضِیَ اِلَیْھِمْ اَجَلُھُمْ ،، تو ان کا وعدہ پُورا ہوچکا ہوتا یعنی وہ ہلاک ہوگئے ہوتے ،، ہفتم بمعنی وجوب جیسے اس آئت کریمہ لَقُضِیَ الْاَمْرُ ،، میں ہے۔ ہشتم بمعنی قصد کرنا جیسے اس آئت کریمہ: اِلَّا حَاجَۃً فِیْ نَفْسِ یَعْقُوْبَ قَضٰاھَا ،، میں ہے مگر یعقوب علیہ السلام کے دل میں ایک بات تھی جس کا اُنھوں نے قصد کیا تھا۔
نہم بمعنی وصیت جیسے اس آئت کریمہ: وَقَضٰی رَبُّکَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاہُ ،، میں ہے تمہارے رب نے وصیت کی ہے کہ اسی ہی کی عبادت کرو۔
دھم بمعنی موت جیسے اس آئت میں فَوَکَزَہٗ مُوْسٰی فَقَضٰی عَلَیْہِ ،، میں ہے تو موسیٰ نے اسے گھونسا مارا تو اس کا کام تمام کر دیا۔
یازدھم بمعنی نزول جیسے اس آئت کریمہ: فَلَمَّا قَضَیْنَا عَلَیْہِ الْمَوْتَ ،، میں ہے۔ جب ہم نے اس پر موت کا پیغام بھیجا۔
دوازدھم بمعنی فعل جیسے اس آئت کریمہ: کَلَّا لَمَّا یَقْضِ مَآ اَمَرَہٗ ،، میں ہے جس کا حکم ہُوا تھا وہ نہ کیا۔ سیزدھم بمعنی عہد جیسے اس آئت کریمہ: اِذْ قَضَیْنَآ اِلٰی مُوْسٰی ،، میں ہے جب ہم نے موسیٰ سے عہد کیا۔ چہاردھم بمعنی دفع جیسے اس آئت کریمہ: قَضٰی دَیْنَہٗ میں ہے صاحب دَین کی طرف اس کا مال دفع کیا ،، قرضہ ادا کیا ،، پانزدھم بمعنی ختم اور اتمام جیسے اس آئت کریمہ ،، ثُمَّ قَضٰی اَجَلًا ،، میں ہے جب مدت پُوری کرلی۔ ازہری نے کہا لغت میں "قضیٰ" ،، کئی معانی میں استعمال ہوتا ہے۔ سب کا مآل انقطاع اور تمام ہے (عینی و تیسیر القاری)
قولہ نَفِیْرًا آہ اس سے اس آئت کریمہ: وَجَعَلْنٰکُمْ اَکْثَرَ نَفِیْرًا ،، کی طرف اشارہ کیا اور ہم نے تمہارا جتھا بڑھا دیا۔ نفیر اپنی قوم یا قبیلہ سے کسی شخص کے ساتھ دشمن کے مقابلے میں نکلے نفیر اور نافر ہم معنیٰ ہیں جیسے قدیر اور قادر (عینی) علامہ قسطلانی نے کہا یہ نفر کی جمع ہے اور یہ وہ لوگ ہیں جو دشمن کی طرف جانے کے لئے

لِبِنَا خِطْأً اِثْمًا وَهُوَ اِسْمٌ مِنْ خَطِئْتُ وَالْخَطَاءُ مَفْتُوحٌ مَصْدَرُهٗ مِنَ
الْاِثْمِ خَطِئْتُ بِمَعْنٰی اَخْطَأْتُ لَنْ تَخْرِقَ لَنْ تَقْطَعَ وَاِذْ هُمْ نَجْوٰی مَصْدَرٌ

جمع ہوں۔ قاموس میں نفر بمعنی جماعت ہے۔ اس کا تین سے دس تک پر اطلاق ہوتا ہے۔

قولہ مَیْسُوْرًا آہ اس سے اس آئت کریمہ : فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُوْرًا "کی طرف اشارہ کیا اور لَیِّنٌ "، سے اس کی تفسیر کی یعنی اُن سے نرم کلام کریں۔ طبری نے عکرمہ کے طریق سے ذکر کیا عِدْهُمْ عِدَةً حَسَنَةً "، اُن سے اچھا وعدہ کریں۔

قولہ وَلِیُتَبِّرُوْا آہ اس سے اس آئت وَلِيُتَبِّرُوْا مَا عَلَوْا تَتْبِيْرًا "، کی طرف اشارہ کیا اور یُدَمِّرُوْا سے اس کی تفسیر کی اور یہ دمار بمعنی ھلاک سے مشتق ہے۔ یعنی جس چیز پہ قابو پائیں تباہ کر کے برباد کر دیں "، قولہ حَصِیْرًا آہ اس سے اس آئت کریمہ :" وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ حَصِيْرًا "، کی طرف اشارہ کیا اور مَحْصَرًا سے اس کی تفسیر کی اس کے معنی ہیں جائے حبس اور جائے حصر "، یعنی ہم نے جہنم کو کافروں کا قید خانہ بنایا ہے۔ وہ اس سے کبھی باہر نہیں نکل سکیں گے۔

قولہ حَقَّ آہ اس سے اس آئت کریمہ : فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيْرًا کی طرف اشارہ کیا اور " وَجَبَ "، سے اس کی تفسیر کی۔ یعنی قریہ والوں پہ بات پوری ہوئی تو ہم نے سب کو ہلاک کر دیا۔

قولہ خِطْأً آہ اس سے اس آئت کریمہ : اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا "کی طرف اشارہ کیا اور اِثْمًا بمعنی گناہ سے اس کی تفسیر کی۔ یعنی غربت کے خوف سے اولاد کو قتل کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔ کیونکہ اس میں کئی قباحتیں ہیں ایک تو نسل منقطع ہوتی ہے۔ دوم اللہ تعالیٰ کی رازقیت پہ عدم اعتماد ہوتا ہے۔ سوئم یہ کہ یہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاء کے خلاف ہے۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : تَوَالَدُوْا وَتَنَاسَلُوْا "، بچے پیدا کرو اور نسل باقی رکھو۔ قولہ وَھُوَ اِسْمٌ آہ یعنی آئت کریمہ میں مذکور خِطْاءٌ باب خَطِئْتُ سے اسم مصدر ہے۔ جبکہ خاء کو مکسور پڑھا جائے اور اگر اس کو مفتوح پڑھیں تو یہ مصدر ہے۔ لیکن یہ دونوں لغت کے محاورہ کے خلاف ہیں۔ خِطْاءٌ بکسر الخاء مصدر ہے اور بفتح الخاء اسم مصدر ہے یہ صواب کی ضد ہے۔ بیضاوی میں ہے۔ ابن عامر نے خَطَأً پڑھا ہے۔ یہ خطاء کا اسم ہے۔ بعض نے کہا یہ بھی ایک لغت ہے۔ بعض نے فتح اور مد پڑھا ہے۔ بعض نے خطاء کا ہمزہ حذف کر کے خاء پر فتحہ اور کسرہ پڑھا ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم!

قولہ خَطِئْتُ بمعنی اَخْطَأْتُ "، یعنی مجرد اور مزید دونوں ہم معنیٰ ہیں۔ یہ بھی اہل لغت کی تصریح کے خلاف کہا جاتا ہے وہ خَطِئْتُ عمداً گناہ میں کہتے ہیں اور اَخْطَأَ عدم عمد میں کہتے ہیں۔

مِنْ نَاجَيْتُ فَوَصَفَهُمْ بِهَا وَالْمَعْنٰى يَتَنَاجَوْنَ رُفَاتًا حُطَامًا وَاسْتَفْزِزْ اِسْتَخِفَّ بِخَيْلِكَ الْفُرْسَانُ وَالرَّجْلُ وَالرَّجَالَةُ وَاحِدُهَا رَاجِلٌ مِثْلُ

قولہ لَنْ تَخْرِقَ آہ اس نے اس آیت کریمہ وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا إِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْأَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا ،، کی طرف اشارہ کیا اور کہا لَنْ تَخْرِقَ بمعنی لَنْ تَقْطَعَ ،، ہے اور اور زمین میں اتراتا مت چل بے شک تو ہرگز زمین نہ چیر ڈالے گا اور ہرگز بلندی میں پہاڑوں کو نہ پہنچے گا یعنی تکبر اور خودنمائی سے کچھ فائدہ نہیں - مَرَحًا مصدر اسم فاعل کے معنی میں ہے۔

قولہ وَإِذْ هُمْ نَجْوٰى آہ اس سے اس آیت کریمہ : إِذْ يَسْتَمِعُوْنَ إِلَيْكَ وَإِذْ هُمْ نَجْوٰى کی طرف اشارہ کیا۔ جب تمہاری طرف کان لگاتے ہیں اور جب آپس میں مشورہ کرتے ہیں۔ تو بعض مجنون کہتے ہیں بعض جادوگر اور بعض شاعر کہتے ہیں وہ یہ نَاجَيْتُ کی مصدر ہے اس کے معنی ہیں پوشیدہ بات کرنا۔ یہ جماعت کی صفت ہے اور معنی یہ ہے کہ وہ لوگ آپس میں خفیہ گفتگو کرتے ہیں اور مصدر بمعنی فاعل ہے یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ نجوٰی کا مضاف محذوف ہے۔ یعنی دراصل هُمْ ذُوْ نَجْوَاى ،، ہے۔ بعض نے نَجِيٌّ کی جمع کہا ہے جیسے قَتْلٰى قَتِيْل کی جمع ہے ۔ قولہ رُفَاتًا آہ اس سے اس آیت کریمہ أَإِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ،، کی طرف اشارہ کیا اور اس کی تفسیر حُطَامًا ،، سے کی یہ حطم کی جمع ہے۔ اس کے معنی کسر کے ہیں یا خشک شئ کے ساتھ مخصوص ہے یعنی وہ بولے کیا جب ہم ہڈیاں اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گے۔ کیا سچ مچ نئے بن کر اٹھیں گے ،،

مجاہد سے روایت ہے کہ حطام کے معنی ہیں شکستہ بوسیدہ ہڈیاں ۔

قولہ وَاسْتَفْزِزْ آہ اس سے اس آیت کریمہ : وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ ،، کی طرف اشارہ کیا۔ اور ڈگا دے اُن میں سے جس پر قدرت پائے ۔ اپنی آواز سے یعنی اور ان پر لام باندہ لا اپنے سواروں اور پیادوں کا اور ان کا ساجھی ہو مالوں میں اور بچوں میں ان کے دلوں میں وسوسے ڈال کر اور معصیت کی طرف بلا کر بعض علماء نے کہا اس سے مراد باجے لہو ولعب کی آوازیں ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا جو آواز اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف منہ سے نکلے وہ شیطانی آواز ہے۔ رَجِل اور رَجالہ ،، کا واحد راجل ہے جیسے صاحب اور صحب اور تاجر اور تجر ہیں۔ آیت میں مذکور صیغہ امر تہدید کے لئے ہے۔ ابن عباس اور قتادہ رضی اللہ عنہم نے کہا جو کوئی کسی کو گناہ کی طرف بلائے وہ شیطان کا لشکری ہے۔ مجاہد نے کہا اس جگہ صَوْت سے مراد غناء اور مزامیر ہیں۔

قولہ حَاصِبًا آہ تیز ہوا نیز حاصِب وہ شئ ہے جو سنگریزے اٹھا کر پھینکے اسی سے حَصَبُ جَهَنَّمَ ماخوذ ہے یعنی ان کو جہنم میں ڈالا جائے گا۔ اور جو چیز دوزخ میں ڈالی جائے وہ جہنم کا حصب (ایندھن) بعض تفاسیر میں ہے کہ حاصِب وہ پتھر ہے جو آسمان سے برسے جیسے قومِ لوط پر آسمان سے پتھر برسے تھے۔ حَصَب کے معنی

صَاحِبٌ وَصَحْبٌ وَتَاجِرٌ وَتَجْرٌ حَاصِبًا الرِّيحُ الْعَاصِفُ وَالْحَاصِبُ أَيْضًا مَا تَرْمِي بِهِ الرِّيحُ وَمِنْهُ حَصَبُ جَهَنَّمَ يُرْمٰى بِهِ فِي جَهَنَّمَ هُوَ حَصَبُهَا وَيُقَالُ حَصَبَ فِي الْأَرْضِ ذَهَبَ وَالْحَصَبُ مُشْتَقٌّ مِنَ الْحَصْبَاءِ

زمین میں جانے کے بھی ہیں چنانچہ کہا جاتا ہے "حَصَبَ فِي الْأَرْضِ" جب زمین میں گیا حَصَب حصباء سے مشتق ہے جو پتھر ہے۔ حصباء کی حجارہ سے تفسیر عام کی خاص سے تفسیر کے قبیلہ سے ہے۔ کیونکہ حصباء کنکریوں کو کہتے ہیں، لیکن یہ اشتقاق محض مناسبت کے باعث ہے اصطلاحی اشتقاق مراد نہیں۔

قولہ تَارَةً آہ اس سے اس آیت کریمہ "أَمْ أَمِنْتُمْ أَنْ يُعِيدَكُمْ فِيهِ تَارَةً أُخْرَىٰ" کی طرف اشارہ کیا اور اس کی تفسیر مَرَّةً سے کی۔ تارہ کی جمع تِيَرَةٌ ہے اور تَارَاتٌ اس کی جمع سالم ہے۔ ابن تین نے کہا بہتر تِيَرَةٌ ہے جیسے قَاعَةٌ کی جمع قِيعَةٌ ہے۔

قولہ لَأَحْتَنِكَنَّ آہ اس سے اس آیت کریمہ لَئِنْ أَخَّرْتَنِ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَأَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهُ إِلَّا قَلِيلًا" کی طرف اشارہ کیا اور "لَأَسْتَأْصِلَنَّ" سے اس کی تفسیر کی۔ اگر تو مجھے قیامت تک مہلت دے تو میں اس کی اولاد کی جڑیں اکھاڑ ڈالوں گا مگر تھوڑے لوگ" بعض نے کہا لَأَحْتَنِكَنَّ کے معنی ہیں میں ان کو گمراہ کرنے میں اُن پر غالب آؤں گا۔

قولہ يُقَالُ احْتَنَكَ آہ یعنی کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص نے فلاں سے ہر وہ بات معلوم کر لی جو اسے معلوم نہ تھی دراصل "احْتِنَاكٌ" کے معنیٰ ہیں مکڑی کا کھیتوں کو ہلاک اور تباہ کرنا ہے۔

قولہ طَائِرَهُ" اس سے اس آیت کریمہ كُلَّ إِنْسَانٍ أَلْزَمْنَاهُ طَائِرَهُ فِي عُنُقِهِ" کی طرف اشارہ کیا اور اس کی تفسیر "حظہ" سے کی یعنی ہم نے ہر انسان کی نیکی اور بدی جو اس کا نصیب ہے اس کی گردن میں لٹکا دیا چونکہ گردن محل زینت ہے۔ اس میں ہار لٹکایا جاتا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے طائر کی تفسیر عمل سے کی ہے۔

ابن عباس نے کہا قرآن کریم میں ہر لفظ "سُلْطَان" بمعنی حُجت ہے۔ اس سورت میں لفظ سُلطان دو جگہ ہے ایک فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهِ سُلْطَانًا، اور دوسرا وَاجْعَلْ لِي مِنْ لَدُنْكَ سُلْطَانًا نَصِيرًا۔

قولہ وَلِيٌّ مِنَ الذُّلِّ آہ اس سے اس آیت کریمہ: وَلَمْ يَكُنْ لَهُ وَلِيٌّ مِنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيرًا کی طرف اشارہ کیا اور "لَمْ يُحَالِفْ أَحَدًا" سے اس کی تفسیر کی اور کمزوری سے کوئی اس کا حامی نہیں اور اس کی بڑائی بولنے کو تکبیر کہو یعنی اُس نے کوئی حلیف اور دوست نہیں بنایا جو کمزوری

وَالْحِجَارَةِ تَارَةً مَرَّةً وَجَمَاعَةٌ تِيَرَةٌ وَتَارَاتٌ لَأَحْتَنِكَنَّ لَأَسْتَأْصِلَنَّهُمْ يُقَالُ احْتَنَكَ فُلَانٌ مَا عِنْدَ فُلَانٍ مِنْ عِلْمٍ اسْتَقْصَاهُ طَائِرُهُ حَظُّهُ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ كُلُّ سُلْطَانٍ فِي الْقُرْآنِ فَهُوَ حُجَّةٌ وَلِيٌّ مِنَ الذُّلِّ لَمْ يُحَالِفْ أَحَدًا

بَابُ قَوْلِهِ أَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ

۴۳۹۳ — حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ أَخْبَرَنَا يُونُسُ ح وَحَدَّثَنَا عَنْبَسَةُ قَالَ حَدَّثَنَا يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ ابْنُ الْمُسَيَّبِ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ أُتِيَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِهِ بِإِيلِيَاءَ بِقَدَحَيْنِ مِنْ خَمْرٍ وَلَبَنٍ فَنَظَرَ إِلَيْهِمَا فَأَخَذَ اللَّبَنَ قَالَ جِبْرِيلُ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي هَدَاكَ لِلْفِطْرَةِ لَوْ أَخَذْتَ الْخَمْرَ غَوَتْ أُمَّتُكَ —

کے باعث اس کی مدد کرے یعنی وہ کسی سے انتقام لینے میں کسی کا محتاج نہیں وہ نہ انسانوں کا محتاج ہے نہ جنوں اور فرشتوں کا محتاج ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم!

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد! پاک ہے اللہ جو اپنے بندے کو ایک رات مسجدِ حرام سے مسجد اقصیٰ کی طرف لے گیا

اس آیت کریمہ میں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج کا واقعہ ہے مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) تک معراج کا ثبوت قطعی ہے۔ اور بیت المقدس سے لامکان تک احادیث نبویہ صلی اللہ علی صاحبہا سے ثابت ہے۔ تفاسیر میں اس کی تفصیل مذکور ہے۔

۴۳۹۴ ـ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِي يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَبُوْ سَلَمَةَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَمَّا كَذَّبَنِيْ قُرَيْشٌ قُمْتُ فِي الْحِجْرِ فَجَلَّى اللّٰهُ لِيْ بَيْتَ الْمَقْدِسِ فَطَفِقْتُ اُخْبِرُهُمْ عَنْ اٰيَاتِهٖ وَاَنَا اَنْظُرُ اِلَيْهِ زَادَ يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَخِي ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَمِّهٖ لَمَّا كَذَّبَنِيْ قُرَيْشٌ حِيْنَ اُسْرِيَ بِيْ اِلٰى بَيْتِ الْمَقْدِسِ نَحْوَهٗ قَاصِفًا رِيْحٌ تَقْصِفُ كُلَّ شَيْءٍ

۴۳۹۳ ـ ترجمہ : ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس رات جس میں آپ کو آسمانوں کی سیر کرائی گئی۔ بیت المقدس میں دو پیالے شراب اور دودھ کے لائے گئے آپ نے ان کو دیکھا اور دودھ کا پیالہ پکڑ لیا تو جبرائیل علیہ السلام نے کہا اس خدا کا شکر ہے جس نے آپ کو فطرت کی ہدایت دی اگر آپ شراب لیتے تو آپ کی امت گمراہ ہو جاتی ،، (حدیث ۲۹۹۵ میں اس کی تفصیل گزر چکی ہے)

۴۳۹۴ ـ ترجمہ : ابوسلمہ نے کہا میں نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ جب مجھے قریش نے جھٹلایا تو میں حطیم بیت اللہ میں کھڑا ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس میرے سامنے کر دیا۔ میں اسے دیکھ کر اس کی نشانیاں انہیں بتانے لگا۔ یعقوب بن ابراہیم نے یہ زیادہ کیا کہ مجھے زہری کے بھتیجے نے اپنے چچا زہری سے خبر دی کہ جب قریش نے مجھے جھٹلایا جبکہ مجھے بیت المقدس کی طرف سیر کرائی گئی۔

۴۳۹۴ ـ شرح : سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے بیت المقدس کی نشانیاں پوچھنے والا مطعم بن عدی تھا جب آپ نے نشانیاں بیان کیں تو ان میں بعض لوگ تعجب سے ہاتھ پر ہاتھ مارنے لگے بعض نے سر نیچے کر لئے بعض نے ہاتھ اپنے سروں پر رکھ لئے۔ جب آپ نے مسجد اقصیٰ کی نشانیاں بیان فرمائیں تو انہوں نے کہا درست ہے کیونکہ ان میں بعض ایسے تھے جنہوں نے بیت المقدس اور مسجد اقصیٰ کو دیکھا ہوا تھا۔ قولہ قاصفا آہ اس سے اس آیت کریمہ : فَيُرْسِلَ عَلَيْكُمْ قَاصِفًا مِّنَ الرِّيْحِ فَيُغْرِقَكُمْ ،، کی طرف اشارہ کیا اور رِيْحٌ تَقْصِفُ كُلَّ شَيْءٍ سے اس کی تفسیر کی

بَابٌ قَوْلُهٗ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْ اٰدَمَ كَرَّمْنَا وَاَكْرَمْنَا وَاحِدٌ ضِعْفَ الْحَيٰوةِ عَذَابَ الْحَيٰوةِ وَعَذَابَ الْمَمَاتِ خِلَافَكَ وَخَلْفَكَ سَوَاءٌ وَنَأٰى تَبَاعَدَ شَاكِلَتِهٖ نَاحِيَتِهٖ وَهِيَ مِنْ شَكْلَتِهٖ صَرَّفْنَا وَجَّهْنَا قَبِيْلًا مُعَايَنَةً وَمُقَابَلَةً وَقِيْلَ الْقَابِلَةُ لِاَنَّهَا مُقَابِلَتُهَا وَتَقْبَلُ وَلَدَهَا خَشْيَةَ الْاِنْفَاقِ اَنْفَقَ الرَّجُلُ اَمْلَقَ وَنَفِقَ الشَّيْءُ ذَهَبَ قَتُوْرًا مُقَتِّرًا لِلْاَذْقَانِ مُجْتَمَعُ اللَّحْيَيْنِ وَالْوَاحِدُ ذَقَنٌ وَقَالَ مُجَاهِدٌ مَوْفُوْرًا وَافِرًا تَبِيْعًا ثَائِرًا وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ نَصِيْرًا خَبَتْ طَفِئَتْ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَاتُبَذِّرْ لَاتُنْفِقْ فِي الْبَاطِلِ اِبْتِغَاءَ رَحْمَةٍ رِزْقٍ مَثْبُوْرًا مَلْعُوْنًا لَاتَقْفُ لَاتَقُلْ فَجَاسُوْا تَيَمَّمُوْا يُزْجِيْ الْفُلْكَ يُجْرِي الْفُلْكَ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ لِلْوُجُوْهِ

اور قاصف ہوا ہے جو سختی کے باعث ہر شئی کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیتی ہے۔

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد ـــ ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی ہے

کَرَّمْنَا اور اَکْرَمْنَا ہم معنی ہیں ہم نے انسان کو شرافت، بزرگی اور فضیلت عطاء کی یعنی انسان کو خوبصورتی، معتدل مزاج، درمیانہ قد و قامت، عقلی امتیاز، نطق، اشارہ اور خط کے ساتھ افہام و تفہیم معاش اور معاد کے اسباب کی رہنمائی، زمین کی ہر شئی پر تسلط اور ان کے منافع کی اشیاء پہ قدرت عطاء کی

انسان کی میت پاک ہے "

علامہ قسطلانی نے کہا اس آیت کریمہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آدمی کی نعش پاک ہے کیونکہ اس کی تکریم کی شان یہ ہے کہ اس کی موت کے باعث اس کو نجس نہ کہا جائے۔ اس کی بہت بڑی دلیل یہ

کہ جب عثمان بن مظعون کا انتقال ہُوا جو جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی تھے۔ ان کی موت کے بعد آپ نے انہیں بوسہ دیا اور آپ کے آنسو عثمان کے رخساروں پر گر رہے تھے۔ اگر وہ نجس ہوتے تو آپ اس کو بوسہ نہ دیتے ۔ نیز ہمیں میت کو غسل دینے کا حکم دیا گیا ہے اور پلید کو غسل نہیں دیا جاتا کیونکہ غسل سے نجاست زیادہ پھیلتی ہے۔ اس میں سلمانؓ کا فربرابر ہیں اور قرآن کریم کی یہ آیت کریمہ: اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ ،، اس سے نجاست اعتقادی مراد ہے۔ نجاست ابدان مراد نہیں یا مراد یہ ہے کہ مشرکوں سے ایسا اجتناب و پرہیز کیا جائے جیسے نجاست سے احتیاط کیا جاتا ہے۔

قولہ ضِعْفَ الْحَيَاةِ آہ اس سے اس آیت کریمہ: وَلَوْلَاۤ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ شَيْئًا قَلِيْلًا اِذًا لَّاَذَقْنٰكَ ضِعْفَ الْحَيٰوةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ ،، کی طرف اشارہ کیا۔ اگر ہم تجھے ثابت قدم نہ رکھتے تو قریب تھا کہ تم اُن کی طرف تھوڑا سا مائل ہو جاتے اس وقت ہم تجھے دُنیا و آخرت میں دگنا عذاب دیتے ،، اس آیت کریمہ میں اگرچہ مخاطب جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں لیکن مراد آپ کی امت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی امت کو ڈرایا تاکہ ان میں سے کوئی بھی کسی وقت کسی تھوڑی سی شئی میں مشرکوں کی طرف میلان نہ کرے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم معصوم ہیں۔

ابن جوزی نے کہا یہ آیت کریمہ اور اس کے مشابہ دوسری آیات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں محال ہیں۔ اصل میں یہ کلام اس طرح ہے: عَذَابًا ضِعْفًا فِي الْحَيٰوةِ وَعَذَابًا ضِعْفًا فِي الْمَمَاتِ یعنی دگنا دگنا عذاب ، پھر موصوف کو حذف کر کے صفت کو اس کے قائم مقام کر دیا پھر صفت کو موصوف کی طرف مضاف کر دیا۔ تو ضِعْفَ الْحَيَاةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ ،، پڑھا گیا ہے۔

قولہ خِلَافَكَ آہ اس سے اس آیت کریمہ: اِذًا لَّا يَلْبَثُوْنَ خِلٰفَكَ اِلَّا قَلِيْلًا ،، خِلَافَكَ اور خَلْفَكَ دونوں ہم معنیٰ ہیں یعنی آپ کے مکہ مکرمہ سے باہر تشریف لے جانے کے بعد تھوڑا وقت ہی باقی رہیں گے، چنانچہ ایسا ہی ہُوا کیونکہ ہجرت کے ایک سال بعد وہ بدر کی جنگ میں ہلاک ہو گئے۔

قولہ وَنَأٰى آہ اس سے اس آیت کریمہ وَاِذَاۤ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰى ،، کی طرف اشارہ کیا اور تَبَاعَدَ سے اس کی تفسیر کی یعنی جب ہم انسان پر انعام کریں تو وہ منہ پھیر لیتا ہے اور دُور چلا جاتا ہے۔ نَاءَ يَنُوْءُ ،، اُٹھ کھڑا ہُوا ،،

قولہ شَاكِلَتِہٖ آہ اس سے اس آیت کریمہ ،، قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ ،، کی طرف اشارہ کیا اور اس کی تفسیر ،، نَاحِيَتِہٖ ،، سے کی یہ شَكْلَہٗ سے مشتق ہے۔ حسن بصری اور قتادہ نے کہا ،، عَلٰى نِيَّتِہٖ ابوزید نے کہا ،، عَلٰى دِيْنِہٖ ،، مقاتل نے کہا عَلٰى جِبِلَّتِہٖ ،، فراء نے کہا اپنے طریقہ پر جس پر وہ پیدا ہُوا ،، ابوعبیدہ نے کہا اپنی طبیعت پر عمل کرتا ہے۔ شکلہ کے معنیٰ مثل کے ہیں۔

قولہ صَرَّفْنَا آہ اس سے اس آیت کریمہ: وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ ،، کی طرف

اشارہ کیا اور اس کی تفسیر وَجَّهْنَا سے کی ہم نے متوجہ کیا۔
قولہ قبیلا آہ اس سے اس آیت کریمہ : أَوْ تَأْتِيَ بِاللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ قَبِيلًا ، کی طرف اشارہ کیا اور اس کی تفسیر معاینۃ اور مقابلہ سے کی۔ جو عورت ولادت کے وقت بچہ پکڑتی ہے اس کو قابلہ کہا جاتا ہے کیونکہ وہ اس عورت کے سامنے ہوتی ہے جو بچہ کو جنم دیتی ہے۔
قولہ خشیۃ الانفاق ،، اس سے اس آیت کریمہ : إِذًا لَأَمْسَكْتُمْ خَشْيَةَ الْإِنْفَاقِ وَكَانَ الْإِنْسَانُ قَتُورًا ، کی طرف اشارہ کیا اور انفاق کی املاق سے تفسیر کی۔ اس وقت تم فقر کے ڈر سے رک جاؤ گے اور انسان بخیل ہے۔ یعنی تمہیں یہ خوف ہے کہ اگر خرچ کرو گے تو غریب ہو جاؤ گے۔
قولہ انفق الرجل آہ یعنی ثلاثی مجرد اور ثلاثی مزید ہم معنی ہیں نیز اس سورت میں وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ إِمْلَاقٍ ، ہے۔ یعنی فقر کے ڈر سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرو۔
قولہ للاذقان آہ اس سے اس آیت کریمہ : يَخِرُّونَ لِلْأَذْقَانِ سُجَّدًا ، کی طرف اشارہ کیا اذقان ذقن کی جمع بمعنی ٹھوڑی ہے یہ دونوں ہڈیوں کے ملنے کی جگہ ہے جن پر دانت اگتے ہیں معنی یہ ہے کہ وہ اپنی ٹھوڑیوں پر سجدہ کرتے ہیں۔
قولہ موفورا آہ اس سے اس آیت کریمہ : إِنَّ جَهَنَّمَ جَزَاؤُكُمْ جَزَاءً مَوْفُورًا ، کی طرف اشارہ کیا اور مجاہد نے موفور کی تفسیر وافر سے کی مفعول بمعنی فاعل ہے۔ یعنی دوزخ تمہاری بھرپور سزا ہے۔ قولہ تبیعا آہ اس سے اس آیت کریمہ : ثُمَّ لَا تَجِدُوا لَكُمْ عَلَيْنَا بِهِ تَبِيعًا کی طرف اشارہ کیا اور تبیعا کی ثائرا سے تفسیر کی ثائر ،، کے معنی ہیں انتقام لینے والا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے تبیعا کی تفسیر نصیرا سے کی ہے یعنی پھر تم سے کوئی بدلہ لینے والا یا مددگار نہ پاؤ گے۔
قولہ خبت آہ اس سے اس آیت کریمہ : كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنَاهُمْ سَعِيرًا ، کی طرف اشارہ کیا اور خبت کی طفئت سے تفسیر کی یعنی بجھ جائے گی ہم ان کی گرمی کی شدت زیادہ کریں گے۔
قولہ لا تبذر آہ ،، اس سے اس آیت کریمہ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيرًا کی طرف اشارہ کیا اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے لا تبذر کی تفسیر لَا تُنْفِقْ بِالْبَاطِلِ ،، سے کی یعنی فضول خرچی نہ کرو۔ تبذیر کے معنی ہیں بے مقصد خرچ کرنا ،،
قولہ ابتغاء رحمۃ اس سے اس آیت کریمہ : وَإِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَاءَ رَحْمَةٍ مِنْ رَبِّكَ ،، کی طرف اشارہ کیا اور رحمت کی رزق سے تفسیر کی ۔ اگر تم اپنے رب کا رزق طلب کرتے ہوئے اُن سے اعراض کرو گے۔
قولہ مثبورا آہ اس سے اس آیت کریمہ : وَإِنِّي لَأَظُنُّكَ يَا فِرْعَوْنُ مَثْبُورًا ، کی طرف اشارہ کیا اور مثبور کی ملعون سے تفسیر کی۔ یہ طبری نے اپنے اسناد کے ساتھ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت

بَابُ قَوْلِهٖ وَاِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا الاية

۴۳۹۵ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيٰنُ اَخْبَرَنَا مَنْصُوْرٌ

کی ہے ابوعبیدہ نے کہا ثبور کے معنی ہیں ہلاک اور ملعون ہالک ہوتا ہے۔ عَوفی نے اس کے معنی مغلوب ذکر کئے ہیں۔ جبکہ مجاہد نے ہالک عطیہ نے مُغیر اور زید بن اسلم نے اس کے معنی مخبول اور مجنون بیان کئے ہیں۔ یعنی جس میں عقل نہ ہو۔

قولہ وَلَا تَقْفُ آہ اس سے اس آئت کریمہ : وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ کی طرف اشارہ کیا۔ اور لَا تَقْفُ کی لَا تَقُلْ سے تفسیر کی یعنی جو نہیں جانتے ہو وہ نہ کہو۔ قتادہ نے کہا اس کے معنی ہیں جو تم نے دیکھا نہیں یہ نہ کہو میں نے دیکھا ہے اور جو تم نے سُنا نہیں یہ نہ کہو میں نے سُنا اور جو جانتے نہیں یہ نہ کہو میں جانتا ہوں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا جس کا تمہیں علم نہیں اس کا پیچھا نہ کرو۔ قتبی نے کہا یہ قَفَا سے ماخوذ ہے گویا وہ امور کا پیچھا کرتا ہے۔ اس سے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے استدلال کیا کہ قائف کے قول پر عمل جائز نہیں۔ البتہ اس سے تائید ہوسکتی ہے جیسے مُجزز قائف کے کہنے پر سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوئے تھے جبکہ اُس نے زید اور حارث کے قدموں کو دیکھ کر کہا تھا یہ باپ بیٹوں کے قدم ہیں۔

قولہ فَجَاسُوْا آہ اس سے اس آئت کریمہ : فَجَاسُوْا خِلٰلَ الدِّيَارِ وَكَانَ وَعْدًا مَّفْعُوْلًا " کی طرف اشارہ کیا اور تَيَمَّمُوْا سے اس کی تفسیر کی ،، جَاسُوْا جَوس سے ماخوذ ہے اس کے معنی ہیں پوری کوشش سے طلب کرنا۔ یعنی انھوں نے دیار کا قصد کیا اور اُن میں گھُس گئے۔ ابن عرفہ نے کہا اُنھوں نے سرکشی کی اور فساد کیا۔

قولہ يُزْجِيْ آہ اس سے اس آئت کریمہ رَبُّكُمُ الَّذِيْ يُزْجِيْ لَكُمُ الْفُلْكَ فِي الْبَحْرِ "کی طرف اشارہ کیا اور يُزْجِيْ کی تفسیر یہ کی کہ یہ اِزْجَاءٌ سے ہے اس کے معنی يُجْرِيْ کے ہیں یعنی تمہارا رب وہ ہے جو سمندر میں تمہاری کشتیاں چلاتا ہے (عینی)

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد جب ہم کسی قریہ کو ہلاک کرنا چاہیں تو اس کے امیر لوگوں کو حکم دیتے ہیں"

عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ کُنَّا نَقُوْلُ لِلْحَیِّ اِذَا کَثُرُوْا فِی الْجَاھِلِیَّۃِ اَمِرَ بَنُوْ فُلَانٍ حَدَّثَنَا الْحُمَیْدِیُّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْیٰنُ وَقَالَ اَمَرَ

بَابٌ قَوْلُہٗ ذُرِّیَّۃَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ اِنَّہٗ کَانَ عَبْدًا شَکُوْرًا

یعنی قریہ کے نمبرداروں امیروں اور رئیسوں کو حکم دیتے ہیں کہ اللہ کی طاعت کریں وہ نافرمانی کرتے ہیں تو ان پر عذاب واجب ہو جاتا ہے۔ پھر ہم سب کو ہلاک کر دیتے ہیں۔ مُترفین مُترف کی جمع ہے بمعنی مالدار۔

۴۳۹۵ — **ترجمہ** : عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اُنھوں نے کہا زمانۂ جاہلیت میں جب کسی قبیلہ کے لوگ زیادہ ہو جاتے تو ہم کہتے تھے۔ بنو فلاں زیادہ ہو گئے۔

وامر (کی میم مفتوح و مکسور بمعنی کثر ہے۔ اس میں ابن تین کا ردّ ہے کہ میم مفتوح ہو تو کثرت کا معنی نہیں ہوتا) قولہ حَدَّثَنَا الْحُمَیْدِیُّ آہ اس میں یہ اشارہ ہے کہ سفیان بن عُیینہ سے حُمیدی نے اَمَرَ روایت کی ہے اور علی بن عبد اللہ نے بکسر المیم روایت کی ہے اس میں دونوں لغتیں ہیں۔ حُمیدی عبداللہ ابن زبیر بن عیسیٰ امام بخاری کے شیخ ہیں۔ ان کے اجداد میں سے کوئی حُمید تھا اس طرف حمیدی منسوب ہے

باب — یہ اُن کی اولاد ہے جنہیں ہم نے نوح کے ساتھ کشتی میں سوار کیا یقیناً نوح شکر گزار بندے تھے"

مفسرین نے ذکر کیا حضرت نوح علیہ السلام جب کوئی کپڑا پہنتے یا کھانا کھاتے یا پانی پیتے تو فرماتے الحمد للہ، اس لئے ان کو عبداً شکوراً کہا جاتا ہے۔ عمران بن سلیم نے کہا نوح کو عبد شکور اس لئے کہا جاتا ہے کہ جب وہ کھانا کھاتے تو کہتے اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے کھانا دیا اگر وہ چاہتا تو مجھے بھوکا رکھتا جب پانی پیتے تو کہتے اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے پانی پلایا اگر وہ چاہتا تو مجھے پیاسا

۴۳۹۶ — حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُو حَيَّانَ التَّيْمِيُّ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ جَرِيرٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ أُتِيَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِلَحْمٍ فَرُفِعَ إِلَيْهِ الذِّرَاعُ وَكَانَتْ تُعْجِبُهُ فَنَهَشَ مِنْهَا نَهْشَةً ثُمَّ قَالَ أَنَا سَيِّدُ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَهَلْ تَدْرُونَ مِمَّا ذٰلِكَ يُجْمَعُ النَّاسُ الْأَوَّلِينَ وَالْاٰخِرِينَ فِي صَعِيدٍ وَّاحِدٍ يُسْمِعُهُمُ الدَّاعِي وَيَنْفُذُهُمُ الْبَصَرُ وَتَدْنُو الشَّمْسُ فَيَبْلُغُ النَّاسَ مِنَ الْغَمِّ وَالْكَرْبِ مَا لَا يُطِيقُونَ وَلَا يَحْتَمِلُونَ فَيَقُولُ النَّاسُ أَلَا تَرَوْنَ مَا قَدْ بَلَغَكُمْ أَلَا تَنْظُرُونَ مَنْ يَشْفَعُ لَكُمْ إِلَى رَبِّكُمْ فَيَقُولُ بَعْضُ النَّاسِ لِبَعْضٍ عَلَيْكُمْ بِاٰدَمَ فَيَأْتُونَ اٰدَمَ فَيَقُولُونَ لَهُ أَنْتَ أَبُو الْبَشَرِ خَلَقَكَ اللّٰهُ بِيَدِهِ وَنَفَخَ فِيكَ مِنْ رُّوحِهِ وَأَمَرَ الْمَلٰئِكَةَ فَسَجَدُوا لَكَ اِشْفَعْ لَنَا إِلَى

رکھتا جب کپڑا پہنتے تو کہتے اللہ کا شکر ہے۔ جس نے مجھے لباس پہنایا اگر وہ چاہتا تو مجھے برہنہ رکھتا جب جوتا پہنتے تو کہتے اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے جوتا پہنایا اگر وہ چاہتا تو مجھے ننگے پاؤں رکھتا جب قضائے حاجت کرتے تو کہتے اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے عافیت سے غلاظت نکالی اگر وہ چاہتا تو اس کو روک رکھتا،،

۴۳۹۶ — ترجمہ : ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گوشت لایا گیا تو آپ کو ایک دست (گوڈی) اٹھا کر دی گئی جبکہ وہ آپ کو بہت پسند تھی۔ آپ نے اس کو دانتوں سے کاٹ کر کھایا پھر فرمایا میں قیامت کے روز لوگوں کا سردار ہوں کیا تم جانتے ہو یہ کیوں ؟ پہلے اور پچھلے سب لوگ ایک میدان میں جمع کیے جائیں گے۔ پکارنے والا سب کو اپنی آواز سنائے گا اور ان سب میں نظر پہنچے گی۔ سورج قریب آجائے گا لوگوں کو غم اور تکلیف اس قدر ہوگی جس کی ان میں طاقت نہ ہوگی اور نہ وہ برداشت کر سکیں گے لوگ کہیں گے کیا تم دیکھتے نہیں جس قدر تمہیں تکلیف ہے۔ کیا تم دیکھتے نہیں کہ تمہارے رب کے پاس تمہاری

رَبِّكَ اَلَا تَرٰی اِلٰی مَا نَحْنُ فِیْهِ اَلَا تَرٰی اِلٰی مَا قَدْ بَلَغَنَا فَیَقُوْلُ اٰدَمُ
اِنَّ رَبِّیْ قَدْ غَضِبَ الْیَوْمَ غَضَبًا لَمْ یَغْضَبْ قَبْلَهٗ مِثْلَهٗ وَلَنْ یَغْضَبَ
بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ وَاِنَّهٗ قَدْ نَهَانِیْ عَنِ الشَّجَرَةِ فَعَصَیْتُهٗ نَفْسِیْ نَفْسِیْ نَفْسِیْ
اِذْهَبُوْا اِلٰی غَیْرِیْ اِذْهَبُوْا اِلٰی غَیْرِیْ اِذْهَبُوْا اِلٰی نُوْحٍ فَیَاْتُوْنَ نُوْحًا
فَیَقُوْلُوْنَ یَا نُوْحُ اِنَّكَ اَنْتَ اَوَّلُ الرُّسُلِ اِلٰی اَهْلِ الْاَرْضِ وَقَدْ سَمَّاكَ
اللّٰهُ عَبْدًا شَكُوْرًا اِشْفَعْ لَنَا اِلٰی رَبِّكَ اَلَا تَرٰی اِلٰی مَا نَحْنُ فِیْهِ فَیَقُوْلُ
اِنَّ رَبِّیْ قَدْ غَضِبَ الْیَوْمَ غَضَبًا لَمْ یَغْضَبْ قَبْلَهٗ مِثْلَهٗ وَلَنْ یَغْضَبَ
بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ وَاِنَّهٗ قَدْ كَانَتْ لِیْ دَعْوَةٌ دَعَوْتُهَا عَلٰی قَوْمِیْ نَفْسِیْ نَفْسِیْ
نَفْسِیْ اِذْهَبُوْا اِلٰی غَیْرِیْ اِذْهَبُوْا اِلٰی اِبْرَاهِیْمَ فَیَاْتُوْنَ اِبْرَاهِیْمَ
فَیَقُوْلُوْنَ یَا اِبْرَاهِیْمُ اَنْتَ نَبِیُّ اللّٰهِ وَخَلِیْلُهٗ مِنْ اَهْلِ الْاَرْضِ

شفاعت کون کرے گا؟ وہ ایک دوسرے کو کہیں گے تم حضرت آدم علیہ السلام کو لازم پکڑو وہ آدم علیہ السلام کے پاس آکر کہیں گے آپ بشر کے باپ ہیں۔ اللہ نے آپ کو اپنے دستِ قدرت سے پیدا کیا اور تم میں عظیم روح پھونکی فرشتوں کو حکم دیا انھوں نے آپ کو سجدہ کیا آپ اپنے رب کے پاس ہماری شفاعت کریں۔ کیا آپ دیکھتے نہیں ہم کس مصیبت میں مبتلا ہیں۔ کیا آپ دیکھتے نہیں جو تکلیف ہمیں ہو رہی ہے۔ آدم علیہ السلام فرمائیں گے آج کے دن میرا رب نہایت ہی غیظ و غضب میں ہے اس سے پہلے اتنا غضبناک کبھی ہوا اور نہ ہی اس کے بعد اس جیسا غضبناک ہوگا اس نے مجھے درخت سے تناول کو منع کیا تھا تو میں نے شجرہ ممنوعہ سے تناول کر لیا تھا میں تو اپنی جان کی حفاظت چاہتا ہوں۔ میرے غیر کے پاس جاؤ نوح کے پاس جاؤ وہ نوح کے پاس آئیں گے اور کہیں گے۔ اے نوح! آپ زمین والوں کی طرف پہلے رسول مبعوث ہوئے ہیں۔ اللہ نے آپ کا نام عبد شکور رکھا ہے۔ اپنے رب کے پاس ہماری شفاعت کریں کیا آپ دیکھتے نہیں ہم کس مصیبت میں مبتلا ہیں وہ کہیں گے میرا رب عزّ و جلّ آج بہت غضبناک ہے۔ اس سے پہلے کبھی ایسا غضبناک نہیں ہوا اور نہ ہی اس کے بعد اس طرح غضبناک ہوگا میرے لئے ایک دعا تھی میں نے

اِشْفَعْ لَنَا اَلَا تَرٰی اِلٰی مَا نَحْنُ فِیْہِ فَیَقُوْلُ لَھُمْ اِنَّ رَبِّیْ تَغَضَّبَ الْیَوْمَ غَضَبًا لَمْ یَغْضَبْ قَبْلَہٗ مِثْلَہٗ وَلَنْ یَغْضَبَ بَعْدَہٗ مِثْلَہٗ وَاِنِّیْ قَدْ کُنْتُ کَذَبْتُ ثَلٰثَ کَذَبَاتٍ فَذَکَرَھُنَّ اَبُوْحَیَّانَ فِی الْحَدِیْثِ نَفْسِیْ نَفْسِیْ نَفْسِیْ اِذْھَبُوْا اِلٰی غَیْرِیْ اِذْھَبُوْا اِلٰی مُوْسٰی فَیَاْتُوْنَ مُوْسٰی فَیَقُوْلُوْنَ یَا مُوْسٰی اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰہِ فَضَّلَکَ اللّٰہُ بِرِسَالَتِہٖ وَبِکَلَامِہٖ عَلَی النَّاسِ اِشْفَعْ لَنَا اِلٰی رَبِّکَ اَمَا تَرٰی اِلٰی مَا نَحْنُ فِیْہِ فَیَقُوْلُ اِنَّ رَبِّیْ قَدْ غَضِبَ الْیَوْمَ غَضَبًا لَمْ یَغْضَبْ قَبْلَہٗ مِثْلَہٗ وَلَنْ یَغْضَبَ بَعْدَہٗ مِثْلَہٗ وَاِنِّیْ قَدْ قَتَلْتُ نَفْسًا لَمْ اُوْمَرْ بِقَتْلِھَا نَفْسِیْ نَفْسِیْ نَفْسِیْ اِذْھَبُوْا اِلٰی غَیْرِیْ اِذْھَبُوْا اِلٰی عِیْسٰی فَیَاْتُوْنَ عِیْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ فَیَقُوْلُوْنَ

وہ اپنی قوم پر کی جس سے وہ سب ھلاک ہو گئے) میں تو اپنی جان کی حفاظت چاہتا ہوں۔ میرے غیر کے پاس جاؤ ابراہیم کے پاس جاؤ وہ ابراہیم کے پاس آئیں گے اور کہیں گے اے ابراہیم آپ اللہ کے نبی ہیں اور زمین والوں میں سے اللہ کے خلیل ہیں اپنے رب کے پاس ہماری شفاعت کریں کیا آپ دیکھتے نہیں ہم کس مصیبت میں ہیں۔ وہ اُن سے کہیں گے آج میرا رب بہت غضبناک ہے اس سے پہلے اس طرح کبھی غضبناک نہیں ہُوا اور نہ اس کے بعد ایسا غضبناک ہو گا میں نے تین باتیں بظاہر خلافِ واقع کہی تھیں۔ ابوالحیان لے وہ حدیث میں ذکر بھی کیں۔ میں تو اپنی جان کی حفاظت چاہتا ہوں میرے غیر کے پاس جاؤ موسیٰ کے پاس جاؤ پھر موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور کہیں گے اے موسیٰ! آپ اللہ کے رسول ہیں اس نے آپ کو رسُول بھیجنے اور آپ سے کلام کرنے کے سبب لوگوں پر آپ کو فضیلت دی ہے۔ آپ اپنے رب کے پاس ہماری شفاعت کریں۔ آپ دیکھتے نہیں؟ ہم کس حال میں ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام کہیں گے آج میرا رب بہت غضبناک ہے اس سے پہلے اس جیسا غضبناک کبھی نہیں ہُوا اور نہ اس کے بعد اس طرح غضبناک ہو گا میں نے ایک جان کو قتل کر دیا تھا جس کے قتل کا مجھے حکم نہیں دیا گیا تھا۔ میں اپنی جان کی حفاظت کرتا ہوں میرے غیر کے پاس جاؤ عیسیٰ کے پاس جاؤ وہ عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور

يَا عِيْسٰى اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ اَلْقَاهَا اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ وَكَلَّمْتَ النَّاسَ فِى الْمَهْدِ صَبِيًّا اِشْفَعْ لَنَا اَلَا تَرٰى اِلٰى مَا نَحْنُ فِيْهِ فَيَقُوْلُ عِيْسٰى اِنَّ رَبِّىْ قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهٗ مِثْلَهٗ وَلَنْ يَغْضَبَ بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ وَلَمْ يَذْكُرْ ذَنْبًا نَفْسِىْ نَفْسِىْ نَفْسِىْ اِذْهَبُوْا اِلٰى غَيْرِىْ اِذْهَبُوْا اِلٰى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَأْتُوْنَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَأْتُوْنَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَقُوْلُوْنَ يَا مُحَمَّدُ اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَخَاتَمُ الْاَنْبِيَآءِ وَقَدْ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ اِشْفَعْ لَنَا اِلٰى رَبِّكَ اَلَا تَرٰى اِلٰى مَا نَحْنُ فِيْهِ فَاَنْطَلِقُ فَاٰتِىْ تَحْتَ الْعَرْشِ فَاَقَعُ سَاجِدًا لِّرَبِّىْ ثُمَّ يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلَىَّ مِنْ مَّحَامِدِهٖ وَحُسْنِ الثَّنَاءِ عَلَيْهِ شَيْئًا لَمْ يَفْتَحْهُ عَلٰى اَحَدٍ قَبْلِىْ ثُمَّ يُقَالُ يَا مُحَمَّدُ اِرْفَعْ

کہیں گے اے عیسیٰ آپ اللہ کے رسول اور اس کا کلمہ ہیں جو اُس نے مریم پر ڈالا تھا اور اس کے روح ہیں آپ نے گہوارہ میں بچپن میں لوگوں سے باتیں کیں۔ اپنے رب کے حضور ہماری شفاعت کریں کیا آپ دیکھتے نہیں ہم کس حال میں ہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام کہیں گے آج میرا رب بہت غصہ میں ہے اس سے پہلے کبھی اس طرح غضبناک نہیں ہوا اور نہ آئندہ اس جیسا غضبناک ہوگا۔ اُنھوں نے کوئی شئی ذکر نہ کی میں اپنی جان کی حفاظت چاہتا ہوں میرے غیر کے پاس جاؤ وہ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم، آپ اللہ کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے اور پچھلے گناہ معاف کر دیئے ہیں آپ اپنے رب کے پاس ہماری شفاعت فرمائیں۔ آپ دیکھ رہے ہیں کہ ہم کس حال میں ہیں۔ پس میں چلوں گا اور عرش کے نیچے آؤں گا اور اپنے رب عزّ وجل کے حضور سجدہ میں جاؤں گا۔ پھر اللہ تعالیٰ مجھ پر اپنی حمدیں اور اچھی ثنائیں منکشف اور ظاہر کرے گا جو مجھ سے پہلے اور کسی پر ظاہر نہیں کیں پھر کہا جائے گا اے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سر مبارک اٹھائیں اور سوال فرمائیں آپ کو عطا کیا جائے گا لوگوں کی شفاعت فرمائیں قبول کی جائے گی۔

رَأسَكَ سَلْ تُعْطَهُ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ فَأَرْفَعُ رَأْسِي فَأَقُولُ أُمَّتِي يَارَبِّ أُمَّتِي يَارَبِّ أُمَّتِي يَارَبِّ فَيُقَالُ يَا مُحَمَّدُ اُدْخِلْ مِنْ أُمَّتِكَ مَنْ لَا حِسَابَ عَلَيْهِمْ مِنَ الْبَابِ الْأَيْمَنِ مِنْ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ وَهُمْ شُرَكَاءُ النَّاسِ فِيمَا سِوَى ذَالِكَ مِنَ الْأَبْوَابِ ثُمَّ قَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنَّ مَا بَيْنَ الْمِصْرَاعَيْنِ مِنْ مَصَارِيعِ الْجَنَّةِ كَمَا بَيْنَ مَكَّةَ وَحِمْيَرَ أَوْ كَمَا بَيْنَ مَكَّةَ وَبُصْرَى

میں اپنا سر مبارک اُٹھاؤں گا اور عرض کروں گا اے میرے پروردگار میری امت کو معاف کر دے اے میرے رب میری امت کو معاف فرما دے۔ پس کہا جائے گا اے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم! اپنی اُمت میں سے ستر ہزار کو جن کا حساب نہیں جنت کے دروازوں میں سے داہنے دروازے سے جنت میں داخل کر دیں اور وہ ان دروازوں کے سوا جنت میں داخل ہونے کے لئے لوگوں سے شریک ہیں۔ پھر فرمایا اس ذات کی قسم جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے۔ بہشت کے دروازے کے دو کناروں کے درمیان اتنی مسافت ہے۔ جتنی مکہ اور حمیر کے درمیان یا مکہ اور بصری کے درمیان مسافت ہے۔

۴۳۹۶ — شرح : حضرت نوح علیہ السلام کی دعا یہ تھی رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِينَ دَيَّارًا ، زمین میں بسنے والا کوئی کافر نہ چھوڑ سب کو ہلاک کر دے۔ یہ دعا اگرچہ اللہ کے حکم سے تھی۔ لیکن بظاہر یہ دعا حضرت کی طرف سے تھی اس لئے خجالت باقی رہنے کے باعث معذرت کر دی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو تین کذبات ذکر فرمائے ہیں وہ درحقیقت کذبات نہ تھے۔ ایک یہ کہ میں بیمار ہوں دوسرے بلکہ اُن کے بڑے نے کیا تیسرے یہ کہ سارہ میری بہن ہے۔ اصل میں یہ توریے تھے۔ وہ یہ کہ ایک لفظ کے متعدد معانی ہوں ان میں سے متکلم کی مراد کوئی ایک معنی ہو اور مخاطب اس کے خلاف اور معنی سمجھ لے۔ اس کی ظاہری صورت کذب ہے درحقیقت کذب نہیں تمام انبیاء کرام معصوم ہوتے ہیں اور اللہ کا یہ ارشاد لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ ، اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ کلمہ تشریف خاص ہے۔ اس کی حقیقت مراد نہیں بعض علماء نے اس کی تفسیر میں ذکر کیا کہ پہلے گناہوں سے مراد آباؤ اجداد کے گناہ اور پچھلے گناہوں سے مراد ذریت کے گناہ ہیں بلکہ تمام تابعداروں کے گناہ مراد ہیں جو لوگ حساب کے بغیر جنت

میں داخل ہوں گے وہ مرفوع القلم ہوں گے جنھوں نے کوئی گناہ نہیں کیا یا اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور شفاعت کی برکت سے جنت میں داخل ہوں گے۔ ایک روایت میں ہے کہ یہ لوگ ستر ہزار افراد ہوں گے جو سب سے پہلے جنت میں جائیں گے۔

علامہ قسطلانی نے ذکر کیا مصنف ابن ابی شیبہ میں سلمان سے روایت مذکور ہے کہ قیامت میں سورج کو دس سال کی گرمی دی جائے گی پھر وہ لوگوں کے سروں کے قریب آئے گا۔ حتیٰ کہ وہ قاب قوسین ہو جائے گا جس سے لوگوں کو پسینہ آنے لگے گا حتیٰ کہ پسینہ زمین پر گرتے گرتے قد تک پہنچے گا پھر بلند ہوگا حتیٰ کہ آدمی کے منہ میں پہنچے گا ابن مبارک نے اس روایت میں زیادہ ذکر کیا کہ اس روز سورج کی گرمی مومن مرد وعورت کو ضرر نہیں دے گی۔

علامہ کرمانی نے کہا "فنفخ فیک من روحہ" میں روح کی اللہ کی طرف اضافت مضاف کی تعظیم وتشریف کے لئے ہے "حدیث میں اللہ کے غضب سے مراد اس کا لازم ہے اور عذاب دینے کا ارادہ ہے۔ امام نووی نے کہا اللہ کے غضب سے مراد اللہ کا انتقام ہے جو گناہگاروں میں ظاہر ہوگا اور جو اہل محشر خطرناک حالات دیکھیں گے جن کی کوئی مثال نہیں اور نہ ہوگی، "نفسی نفسی نفسی کا تین بار تکرار کیا یعنی یہ شفاعت کا مستحق ہے۔ کیونکہ جب مبتداء، خبر متحد ہوں تو مراد بعض لازم ہوتے ہیں یا نفسی مبتداء ہے اور خبر محذوف یعنی میرا نفس شفاعت کا مستحق ہے۔

اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ لوگ حضرت نوح علیہ السلام سے کہیں گے آپ پہلے رسول مبعوث ہوئے ہیں حالانکہ حضرت آدم علیہ السلام پہلے نبی مرسل ہیں اسی طرح شیث و ادریس بھی نبی مرسل تھے اور وہ نوح علیہ السلام سے پہلے ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ اولیت زمین والوں کے ساتھ مقید ہے یعنی اہل ارض کی طرف پہلے رسول مبعوث ہیں اور حضرت آدم علیہ السلام اور شیث وادریس علیہما السلام اہل ارض کی طرف مبعوث نہیں ہوئے۔ اور ظاہر ہے کہ طوفان نوح سے ساری مخلوق ختم ہو جانے کے بعد چند افراد باقی رہے تھے۔ ان کی طرف حضرت نوح پہلے رسول تھے یہ بھی جواب دیا جاتا ہے کہ مذکور تینوں نبی تھے رسول نہ تھے لیکن صحیح ابن حبان میں ابوذر کی حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ وہ رسول تھے کیونکہ ان پر صحائف نازل ہوئے تھے۔ حضرت شیث علیہ السلام پر صحف کے نزول کی تصریح موجود ہے۔ واللہ اعلم!

حضرت نوح علیہ السلام نے یہ عذر کیا کہ ان کو ایک دعاء مستجاب دی گئی تھی جو انہوں نے پوری کر لی تھی"، ان حضرات نے کسر نفس کے طور مقام شفاعت میں شفاعت کرنے سے خوف کیا کیونکہ جسے اللہ کی معرفت زیادہ حاصل ہو اور اس کا مرتبہ بلند ہو وہ زیادہ ڈرتا ہے۔

قولہ "المصراعین"، بکسر المیم دروازہ کی دو طرفین، بُصریٰ شام میں شہر کا نام ہے۔

(حدیث ۳۱۲۵ کی شرح دیکھیں)

بَابُ قَوْلِهٖ وَاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا

۴۳۹۷ ـ حَدَّثَنِیْ اِسْحٰقُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خُفِّفَ عَلٰى دَاوٗدَ الْقِرَآءَةُ فَكَانَ يَاْمُرُ بِدَابَّتِهٖ لِتُسْرَجَ فَكَانَ يَقْرَاُ قَبْلَ اَنْ يَفْرُغَ يَعْنِی الْقُرْاٰنَ

بَابُ قَوْلِهٖ قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيْلًا

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہم نے داؤد کو زبور عطاء کی

ربیع بن انس نے کہا زبور شریف میں اللہ کی ثناء، تسبیح اور تحمید خدا ہے اس میں حلال و حرام، فرائض و حدود وغیرہ احکام نہیں ہیں،،

۴۳۹۷ ــ ترجمہ: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے داؤد پر زبور کی قراءت آسان کر دی تھی۔ آپ گھوڑے کو کسنے کا حکم دیتے اور اس پر زین کرنے سے پہلے زبور پڑھ کر فارغ ہو جاتے۔

۴۳۹۷ ــ شرح: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کے لئے چاہے زمانہ لپیٹ دیتا ہے جیسے زمین لپیٹ دیتا ہے۔ چنانچہ سیدنا امیر المؤمنین علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ وہ رکاب میں قدم رکھتے دوسرا قدم دوسرے رکاب میں قدم رکھنے سے پہلے قرآن کریم ختم کر لیتے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ ملتزم کعبہ سے وہ قرآن پڑھنا شروع کرتے اور کعبہ کے دروازے تک پہنچنے پر قرآن ختم کر لیتے تھے۔ (اشعۃ اللمعات ص: ۴۵، ج: ۴)

۴۳۹۸ ـ حَدَّثَنِیْ عَمْرُو بْنُ عَلِیٍّ قَالَ حَدَّثَنَا یَحْیٰی قَالَ حَدَّثَنَا سُفْیٰنَ حَدَّثَنِیْ سُلَیْمٰنُ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ عَنْ اَبِیْ مَعْمَرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ اِلٰی رَبِّهِمُ الْوَسِیْلَةَ قَالَ کَانَ نَاسٌ مِّنَ الْاِنْسِ یَعْبُدُوْنَ نَاسًا مِّنَ الْجِنِّ فَاَسْلَمَ الْجِنُّ وَتَمَسَّکَ هٰؤُلَاءِ بِدِیْنِهِمْ زَادَ الْاَشْجَعِیُّ عَنْ سُفْیٰنَ عَنِ الْاَعْمَشِ قُلِ ادْعُوا الَّذِیْنَ زَعَمْتُمْ

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد اے محبوب! کافروں سے فرما دیں کہ اُن کو بلاؤ جنہیں تم اللہ کے معبود سمجھتے ہو،، وہ تم سے عذاب دُور کرنے کے مالک نہیں اور نہ تمہاری حالت بدل سکیں گے

۴۳۹۸ ـ ترجمہ: عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اللہ تعالیٰ کے اس کلام: اِلٰی رَبِّهِمُ الْوَسِیْلَةَ،، کے متعلق روایت ہے۔ اُنھوں نے کہا لوگوں کا ایک گروہ جنّات کے گروہ کی عبادت کرتے تھے۔ جن تو مسلمان ہو گئے اور ان آدمیوں نے ان کے دین کو مضبوطی سے تھامے رکھا (جنوں کی عبادت پر قائم رہے) اشجعی نے سفیان کے ذریعہ اعمش سے یہ اضافہ کیا: قُلِ ادْعُوا الَّذِیْنَ زَعَمْتُمْ پھر کہا کان ناس الخ

۴۳۹۸ ـ شرح: یعنی اس آیت کریمہ اُولٰئِکَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ یَبْتَغُوْنَ اِلٰی رَبِّهِمُ الْوَسِیْلَةَ،، میں مد اِلٰی رَبِّهِمُ الْوَسِیْلَةَ،، کی تفسیر میں عبداللہ بن مسعود ذکر کرتے ہیں کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے جنوں کو اپنا معبود بنایا اور ان کو اللہ کے قریب کرنے والا سمجھا۔ قسطلانی نے کہا جوہری نے تصریح کی ہے کہ جنوں کو بھی ناس کہتے ہیں۔ بعض نے کہا ناس نَاسَ سے ہے بمعنی تحرک جنوں پر ناس کا اطلاق بطریق مشاکلت ہے جیسے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کی زبان شریف پر فرمایا: تَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِیْ وَلَآ اَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِکَ،، حالانکہ اللہ کا نفس نہیں لیکن بطریق مشاکلہ اس پر نفس کا اطلاق کیا یعنی اے اللہ تو میرے دل کی باتیں جانتا ہے میں

بَابُ قَوْلِهٖ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ الْاٰيَةَ

۴۳۹۹۔ حَدَّثَنَا بِشْرُ ابْنُ خَلِدٍ قَالَ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سُلَيْمٰنَ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ اَبِيْ مَعْمَرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ فِيْ هٰذِهِ الْاٰيَةِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ قَالَ كَانَ نَاسٌ مِنَ الْجِنِّ كَانُوْا يُعْبَدُوْنَ فَاَسْلَمُوْا

تیری ذات کی باتیں نہیں جانتا۔ علامہ کرمانی نے کہا اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ ناس تو انسان ہیں اور وہ جنوں کی ضد ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ شَیَاطِیْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ۔ حدیث میں جنوں پر ناس کا اطلاق کیسے ہُوا ہے جبکہ حدیث کے یہ الفاظ ہیں "نَاسٌ مِنَ الْجِنِّ"، اس کا جواب یہ ہے کہ لفظ ناس سے مراد طائفہ اور گروہ ہے اور ناس کبھی انسان ہوتے ہیں کبھی جن ہوتے ہیں فَلَا اِشْکَالَ۔ اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ مزید اور مزید علیہ کیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یحییٰ کا سفیان کے طریق سے: اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ لَمَّا قَرَءَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ قَالَ كَانَ نَاسٌ "، اور اشجعی کا سفیان کے طریق سے ہے کہ اُنھوں نے قرات میں کچھ زیادہ کہا اور اُدْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ الخ بھی پڑھا پھر کہا كَانَ نَاسٌ "، علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا۔ کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ یحییٰ کے سفیان اور عبد اللہ کے طریق میں ہے کہ جب اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ پڑھا تو کہا كَانَ نَاسٌ اور اشجعی کا سفیان کے طریق سے یہ ہے کہ اُنھوں نے قراءہ میں زیادہ لفظ کہے ہیں؛ چنانچہ انہوں نے اُدْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ بھی آخر دو آیات تک پڑھا پھر کہا كَانَ نَاسٌ۔ واللہ اعلم!

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد "یہ تو وہ لوگ ہیں جو اللہ کی عبادت اور اس کے قرب کا وسیلہ ڈھونڈتے ہیں"

یعنی جن لوگوں کی یہ انسان عبادت کرتے ہیں وہ تو خود اللہ کے قرب کا وسیلہ تلاش کرتے ہیں ابن عباس اور مجاہد نے کہا اکثر علماء کا بھی یہی قول ہے کہ یہ لوگ حضرت عیسیٰ، ان کی والدہ مریم، عُزیر فرشتے، سورج، چاند اور ستارے ہیں۔

۴۳۹۹۔ ترجمہ: عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس آیت کریمہ:

بَابٌ قَوْلِهٖ وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنَاكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ

۴۴۰۰ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيٰنُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنَاكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ قَالَ هِيَ رُؤْيَا عَيْنٍ اُرِيَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ اُسْرِيَ بِهٖ وَالشَّجَرَةُ الْمَلْعُوْنَةُ شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ

اَلَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ کی تفسیر میں فرمایا: جنوں کے جس گروہ کی عبادت کی جاتی تھی وہ مسلمان ہوگئے (اس سے پیشتر تشریح ہو چکی ہے)

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد اور ہم نے نہ کیا وہ دکھاوا جو تمہیں دکھایا گیا تھا مگر لوگوں کی آزمائش کو،،

یعنی معراج کی رات سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو عجائب و غرائب اور ملک ملکوت دکھائے گئے اس میں صرف لوگوں کا امتحان تھا۔ انھوں نے مذاق اور استہزاء کیا اور اس کے قبول کرنے اور تصدیق کرنے سے انکار کر دیا حتی کہ بعض لوگ مرتد ہوگئے۔ ابن انباری نے کہا رؤیت کا استعمال نیند میں کم آتا ہے اور رُؤیا کا استعمال رؤیت چشم میں کم ہے۔ اور اس کا استعمال رؤیت چشم میں جائز ہے آیت کریمہ میں یہی معنی مراد ہے۔ چنانچہ مذکور حدیث سے یہ واضح ہوتا ہے۔

۴۴۰۰ـ ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اس آیت کریمہ میں رؤیت کے معنی آنکھ سے دیکھنے کے ہیں جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کی رات دکھائے گئے تھے اور شجرہ ملعونہ تھوہر کا درخت ہے۔

۴۴۰۰ـ شرح: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس آیت کریمہ میں رُؤیا سے مراد خواب نہیں بلکہ آنکھ سے دیکھنا ہے اور یہ اشارہ ہے کہ یہ رؤیت بیداری میں تھی۔ یہ علم کے معنی میں نہیں۔ قولہ وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ،، کا عطف رؤیا پر

پر ہے اور زَقُّوم بروزن فَعُّول ہے۔ اس کے معنی ہیں سخت لقمہ،، اصل عبارت یہ ہے وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ فِي الْقُرْاٰنِ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ ،، رؤیا کا فتنہ تو یہ ہے کہ یہ سُن کر کچھ لوگ مرتد ہو گئے تھے۔ اُنھوں نے کہا یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک رات میں بیت المقدس تک سیر کر کے واپس آجائے۔

اس آئت کریمہ کے نزول کا سبب

علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دیکھا کہ آپ کے منبر شریف پر بنی امیہ بندروں کی طرح اچھل رہے ہیں آپ کو سخت غم لاحق ہوا اور وفات تک کھل کر کبھی نہیں ہنستے تھے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آئت کریمہ نازل فرمائی! عینی ..

,, شجرہ ملعونہ کا فتنہ ،،

جب یہ آئت کریمہ نازل ہوئی ،، تو ابو جہل ملعون نے کہا تم ابن ابی کبشہ کا جھوٹ دیکھتے نہیں ہو کہ تمہیں آگ سے ڈراتا ہے کہ وہ پتھروں کو جلا دے گی پھر گمان کرتا ہے کہ دوزخ میں درخت ہے جو بہت کڑوا ہے۔ حالانکہ تم جانتے ہو کہ آگ درخت کو جلا دیتی ہے اس میں درخت کیسے نشوونما پا سکتا ہے۔ اس طرح وہ استہزاء کرتا تھا۔ ابن ابی حاتم نے عبداللہ بن عمرو سے روائت کی کہ شجرہ ملعونہ حکم بن عاص اور اس کا بیٹا مروان ہے۔ نیز ابن ابی حاتم نے اپنے اسناد کے ساتھ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روائت کی کہ انہوں نے مروان سے کہا میں گواہ ہوں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تیرے اور تیرے باپ اور دادے کے متعلق فرماتے ہوئے سنا کہ قرآن کریم میں شجرہ ملعونہ تمہاری طرف اشارہ ہے کہ وہ تم ہو۔ شجرہ ملعونہ کے اور بھی کئی معانی ہیں۔ ایک روائت میں ہے کہ زقوم شیطان اور ابو جہل ہیں۔ عکرمہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روائت کی جب اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں " زقوم " کو ذکر کیا تو ابو جہل نے کہا کیا تم جانتے ہو کہ زقوم کیا شئی ہے وہ مکھن والی کھجور ہے۔ اگر اللہ نے ہمیں اس پر قادر کیا تو ہم خوب کھائیں گے اس وقت یہ آئت کریمہ نازل ہوئی۔ والشجرۃ الملعونۃ ،، مقاتل سے روائت ہے کہ عبداللہ زبعری نے کہا بربر کی زبان میں زقوم مکھن کو کہتے ہیں۔ ابو جہل نے کہا اے لونڈی ہمارے پاس کھجور اور مکھن لا۔ اور قریش سے کہا اس سے خوب کھاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے سورۂ صافات میں زقوم کو ذکر فرمایا کہ یہ وہ درخت ہے جو دوزخ کی تہ سے نکلتا ہے یعنی یہ آگ سے پیدا کیا گیا ہے۔ اللہ اس کے ساتھ عذاب دے گا۔ واللہ ورسولہ اعلم!

بَابٌ قَوْلُهُ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا

قَالَ مُجَاهِدٌ صَلٰوةُ الْفَجْرِ

۴۴۰۱ ـ حَدَّثَنِیْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ وَابْنِ الْمُسَیَّبِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَضْلُ صَلٰوةِ الْجَمِیْعِ عَلٰی صَلٰوةِ الْوَاحِدِ خَمْسَةٌ وَّعِشْرُوْنَ دَرَجَةً وَّتَجْتَمِعُ مَلٰٓئِکَةُ اللَّیْلِ وَمَلٰٓئِکَةُ النَّهَارِ فِیْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ یَقُوْلُ اَبُوْهُرَیْرَةَ اِقْرَءُوْا اِنْ شِئْتُمْ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد اور صبح کا قرآن بے شک صبح کے قرآن میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں،،

مجاہد نے کہا قرآن فجر سے مراد فجر کی نماز ہے۔ اس وقت رات اور دن کے فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ یہ فرشتے نازل ہوتے ہیں۔ اور وہ اُوپر آسمانوں میں چلے جاتے ہیں۔ یہ وقت رات کی آخری ساعات اور دن کی پہلی ساعات ہیں۔

۴۴۰۱ ـ ترجمہ: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا باجماعت نماز پڑھنے کی فضیلت تنہا نماز پڑھنے والے سے پچیس درجے زیادہ ہے۔ صبح کی نماز میں رات اور دن کے فرشتے جمع ہوتے ہیں ابوہریرہ کہتے تھے پڑھو اگر چاہو وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا ،، صبح کا قرآن بے شک صبح کے قرآن میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔

۴۴۰۱ ـ شرح: رات دن کے فرشتے عصر کی نماز کے وقت جمع ہوتے ہیں۔

اسی لئے عصر کی نماز کو دوسری نمازوں پر فضیلت حاصل ہے۔ حضرات مفسرین کرام نے صلوٰۃ الوسطیٰ کی تفسیر میں یہ ذکر کیا ہے۔ اس حدیث میں فجر کی نماز کا ذکر ہے لیکن اس میں عصر کے وقت کی نفی نہیں۔

(حدیث ع ۴۶۷ اور حدیث ع ۶۲۳ کی شرح دیکھیں)

بَابُ قَوْلِهِ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

۴۴۰۲ـــ حَدَّثَنِيْ اِسْمٰعِيْلُ بْنُ اَبَانٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ عَنْ اٰدَمَ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقُوْلُ اِنَّ النَّاسَ يَصِيْرُوْنَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ جُثًى كُلُّ اُمَّةٍ تَتْبَعُ نَبِيَّهَا يَقُوْلُوْنَ يَا فُلَانُ اِشْفَعْ يَا فُلَانُ اِشْفَعْ حَتّٰى تَنْتَهِيَ الشَّفَاعَةُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذٰلِكَ يَبْعَثُهُ اللّٰهُ الْمَقَامَ الْمَحْمُوْدَ

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد قریب ہے کہ تمہارا رب ایسی جگہ کھڑا کرے جہاں سب تمہاری حمد کریں

مقام محمود وہ ہے جس میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کی شفاعت کریں گے اور اگلے اور پچھلے اس کی حمد کریں گے۔ عمر فاروق سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ مجھے قریب کرے گا اور اپنے ساتھ عرش پر بٹھائے گا۔ ابن ازجوبہ يُجْلِسُنِيْ مَعَهٗ عَلَى السَّرِيْرِ " مجھے اپنے ساتھ تخت پر بٹھائے گا (عینی) شیخ دہلوی نے کہا یہ کمال قرب و اعزاز سے کنایہ ہے۔

۴۴۰۲ــــ ترجمہ: آدم بن علی سے روایت ہے کہ میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے ہوئے سنا قیامت میں لوگ جماعت جماعت ہوں گے اور دوزانو بیٹھے ہوں گے۔ ہر جماعت اپنے نبی کی پیروی کرے گی۔ وہ کہیں گے اے فلاں شفاعت کر اے فلاں شفاعت کر" حتی کہ شفاعت کا سوال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچے گا۔ پس وہ دن ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام محمود میں کھڑا کرے گا۔

۴۴۰۳ ـــ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَيَّاشٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعَيْبُ بْنُ أَبِي حَمْزَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَالَ حِيْنَ يَسْمَعُ النِّدَآءَ اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلٰوةِ الْقَائِمَةِ اٰتِ مُحَمَّدًا الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا الَّذِي وَعَدْتَّهُ حَلَّتْ لَهُ شَفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيٰمَةِ رَوَاهُ حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۴۴۰۲ ـــ شرح: علامہ کرمانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا جُثیٰ بضم الجیم وفتح الثاء اور الف مقصورہ بمعنی جماعات ہے اس کا واحد جُثوۃ مٹی وغیرہ کے ڈھیر کو جثوہ کہا جاتا ہے۔ ابن کثیر نے کہا: جُثِیّ کی ثاء مشدد ہے جاثی کی جمع ہے بمعنی گھٹنوں کے بل بیٹھا، کذا ذکرہ السیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ

اسماء رجال

۱؎ اسماعیل بن ابان ابو اسحاق وراق ازدی کوفی ہیں۔ ۲۱۶ ہجری کی کوفہ میں وفات پائی۔ ۲؎ ابو الاحوص سلام ابن سلیم ہیں ۳؎ آدم بن علی عجلی بکری ہیں۔ ان کی بخاری میں یہی حدیث بخاری کے افراد سے ہے۔

۴۴۰۳ ـــ ترجمہ: جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روائت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اذان سننے کے وقت یہ دُعاء پڑھی۔ اے اللہ اس دعاء تامہ کاملہ اور صلوٰۃ کاملہ کے پروردگار محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو گنہگاروں کا وسیلہ اور تمام لوگوں پر فضیلت دے اور آپ کو مقامِ محمود میں کھڑا کر جس کا تو نے آپ سے وعدہ کیا ہے۔ اس کے لئے قیامت کے دن میری شفاعت حلال ہوگی۔ اس کی حمزہ بن عبد اللہ نے اپنے والد کے ذریعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روائت کی (حدیث ع۵۹۱ کی شرح دیکھیں)

بَابٌ قَوْلُهُ وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا يَزْهَقُ يَهْلِكُ

۴۴۰۴ — حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيٰنُ عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ وَحَوْلَ الْبَيْتِ سِتُّوْنَ وَثَلٰثُ مِائَةٍ نُصُبٍ فَجَعَلَ يَطْعُنُهَا بِعُوْدٍ فِيْ يَدِهِ وَيَقُوْلُ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا جَاءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيْدُ

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد فرمادیں حق (دینِ اسلام) آیا باطل (شرک) گیا یقینا باطل تو جانے ہی والا ہے

قولہ یزھق، یھلک ،، اس میں یہ اشارہ ہے کہ زہوق بمعنی ہالک ہے،

۴۴۰۴ — ترجمہ : عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں تشریف لائے جبکہ بیت اللہ کے ارد گرد تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے تھے۔ آپ نے ان کو چھڑی جو آپ کے ہاتھ میں تھی سے مارنا شروع کیا۔ اس حال میں کہ آپ فرماتے تھے۔ حق آیا اور باطل گیا بے شک باطل جانے ہی والا ہے۔ حق آیا باطل کبھی ظاہر نہ ہوگا اور نہ واپس آئے گا۔

۴۴۰۴ — شرح : نُصُب کا نون اور صاد مضموم ہیں۔ نُون کو مضموم اور صاد کو ساکن بھی پڑھتے ہیں۔ بعض نون کو مفتوح اور صاد کو ساکن پڑھتے ہیں۔ قسطلانی نے کہا نُصُب میں رفع ہی پڑھا جاتا ہے۔ اور یہ مبتداء محذوف کی خبر ہے یعنی

بَابُ قَوْلِهٖ وَيَسْأَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ

كُلٌّ مِّنْهَا نُصُبٌ ،، یہ اس وقت ہے جبکہ نُصُب مفرد ہو اس کی جمع اَنْصَاب ہے۔ نُصُب ہر وہ شئی ہے جس کی عبادت کی جائے۔ (حدیث ۳۹۹۷ کی شرح دیکھیں)

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد تجھ سے روح کے متعلق پوچھتے ہیں

کافروں کا سوال رُوح کی حقیقت یا اس کے حدوث و قدم سے تھا۔ اس کے جواب میں یہ فرمایا قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ ،، فرما دیجئے روح میرے پروردگار کی مخلوق ہے جس کو لفظِ کُنْ سے پیدا کیا اس کا کوئی اصل اور مادہ نہیں یہ معنی اس تقدیر پر ہے جبکہ روح کی حقیقت سے سوال ہو یا فرمادیں کہ وہ اللہ کی ایجاد و احداث سے موجود ہے جبکہ اس کے ایجاد و احداث سے سوال ہو یا ان کا سوال حقیقتِ روح کے علم سے ہو تو فرمائیں اس کا علم اللہ ہی کو ہے وہ اس میں مستقل ہے

علامہ زمخشری صاحبِ کشاف نے کہا اکثر علماء کہتے ہیں کہ روح کی حقیقت کے علم کے سوال تھا چنانچہ مروی ہے کہ یہودیوں نے قریش مکہ سے کہا سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے اصحاب کہف، سکندر ذوالقرنین اور روح سے متعلق پوچھو۔ اگر ان تینوں کا جواب نہ دیا اور خاموش رہے تو نبی نہیں اور اگر روح کے سوا باقی دو کا جواب دیا تو یقیناً نبی ہیں کیونکہ انہوں نے تورات میں دیکھا تھا کہ روح کی حقیقت کا علم اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روح کے سوا باقی دو کا جواب دیا تو یقیناً نبی ہیں کیونکہ انھوں نے تورات میں دیکھا تھا کہ روح کی حقیقت کا علم اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روح کے سوا باقی دو کا جواب تو دیا اور روح کے جواب کو مبہم رکھا۔ اہل سنت و جماعت کا مذہب ہے کہ آدمیوں کی روح ان کے ابدان سے پہلے مخلوق ہے۔ ابدان سے اس کا تعلق بعد میں ہوا ہے نیز روح مرتی نہیں اور نہ ہی بوسیدہ ہوتی ہے اور موت کے بعد عذاب روح اور بدن دونوں کو ہوتا ہے۔ اسی طرح دونوں نعمتوں سے لذت پاتے ہیں۔

حسن بصری اور قتادہ نے کہا اس آیت میں جس روح کے متعلق سوال کیا گیا تھا وہ حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا روح ایک فرشتہ ہے جس کے ستر ہزار سر ہیں اور ہر سر میں ستر ہزار چہرے ہیں ہر چہرے میں ستر ہزار منہ ہیں اور ہر منہ میں ستر ہزار زبان ہے۔ ہر زبان کی ستر ہزار لغت ہے۔ وہ ہر لغت میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتا ہے۔ اس کی ہر تسبیح سے اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ پیدا کرتا ہے جو

۴۰۵۔ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ بَيْنَا أَنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَرْثٍ وَهُوَ مُتَّكِئٌ عَلَى عَسِيبٍ إِذْ مَرَّ الْيَهُودُ فَقَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ سَلُوهُ عَنِ الرُّوحِ فَقَالَ مَا رَابَكُمْ إِلَيْهِ وَقَالَ بَعْضُهُمْ لَا يَسْتَقْبِلُكُمْ بِشَيْءٍ تَكْرَهُونَهُ فَقَالُوا سَلُوهُ فَسَأَلُوهُ عَنِ الرُّوحِ فَأَمْسَكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ شَيْئًا فَعَلِمْتُ أَنَّهُ يُوحَى إِلَيْهِ فَقُمْتُ مَقَامِي فَلَمَّا نَزَلَ الْوَحْيُ قَالَ وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي وَمَا أُوتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا

قیامت تک فرشتوں کے ساتھ اڑتا پھرتا ہے۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ روح چوتھے آسمان پر بہت بڑا ملک ہے جو تمام آسمانوں، زمینوں، پہاڑوں اور فرشتوں سے بڑا ہے وہ ہر روز ایک ہزار تسبیح پڑھتا ہے اس کی ہر تسبیح سے اللہ تعالیٰ فرشتہ پیدا کرتا ہے وہ قیامت میں فرشتوں کے ساتھ صف باندھے ہوگا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا روح سے مراد فرشتہ ہے جو شبِ قدر میں نازل ہوتا ہے اس کے ہاتھ جھنڈا ہے جس کی لمبائی ایک ہزار سال کی مسافت ہے اگر اللہ تعالیٰ اس کو اجازت دے تو زمین و آسمان کا لقمہ کرلے۔ (تیسیر القاری)

"سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو روح کا علم حاصل ہے" علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب شریف اس سے بالاتر ہے کہ آپ کو روح کا علم نہ ہو حالانکہ آپ پروردگارِ عالم کے محبوب اور اس کی مخلوق کے سردار ہیں آپ پر یہ مخفی بھی کیسے رہ سکتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر یہ احسان کیا کہ تیرے رب نے تجھے وہ علوم دیئے جو آپ نہ جانتے تھے اور تیرے اوپر اللہ کا فضل عظیم ہے۔ اکثر علماء کہتے ہیں۔ اس آیت کریمہ میں اس بات کی کوئی دلیل نہیں کہ روح کا علم غیر ممکن ہے اور نہ ہی اس پر کوئی دلیل ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اسے نہ جانتے تھے۔ (روح کے متعلق پوری تفصیل ج ۱۲۶ کی شرح میں دیکھیں)

۴۰۵ ـــ ترجمہ: عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا ایک وقت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے

بَابُ قَوْلِهِ وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا

۴۴۰۶۔ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو بِشْرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا قَالَ نَزَلَتْ وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُخْتَفٍ بِمَكَّةَ كَانَ إِذَا صَلَّى بِأَصْحَابِهِ رَفَعَ صَوْتَهُ بِالْقُرْآنِ فَإِذَا سَمِعَ الْمُشْرِكُونَ

کے ساتھ ایک کھیت میں تھے جبکہ آپ کھجور کی چھڑی پر تکیہ کئے ہوئے تھے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ یہودی جا رہے ہیں۔ انھوں نے ایک دوسرے سے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے روح کے متعلق پوچھیں پھر بعض نے کہا تمہیں آپ کی طرف سے کیا تردد ہے۔ بعض نے کہا تمہارے سامنے وہ شئی نہ ذکر کر دیں جس کو تم پسند نہ کرو (وہ کچھ کہتے ہیں سچ کہتے ہیں جو تمہیں پسند نہیں) انھوں نے کہا آپ سے پوچھو! چنانچہ انھوں نے روح کے متعلق پوچھا پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے اور انہیں کوئی جواب نہ دیا میں نے جانا کہ آپ کو وحی کی جا رہی ہے۔ پس جب وحی نازل ہوئی فرمایا يَسْئَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ الآية "وہ آپ سے روح کے متعلق پوچھتے ہیں آپ فرما دیں روح رب کا امر ہے اور تمہیں بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے (حدیث ۱۲۶ ج ۱ کی شرح دیکھیں)

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد نماز میں زیادہ بلند آواز سے نہ پڑھیں اور نہ ہی زیادہ آہستہ پڑھیں

اس آئت کریمہ کا شان نزول یہ ہے کہ ایک اعرابی التحیات بلند آواز سے پڑھ رہا تھا تو یہ آئت نازل ہوئی۔ عبداللہ بن شداد نے کہا بنی تمیم کے اعرابی سلام پھیرنے کے بعد بلند آواز سے کہتے: اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا مَالًا وَّ وَلَدًا "، تو یہ آئت کریمہ نازل ہوئی ابن مردویہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ یہ آئت کریمہ دعا کے بارے میں نازل ہوئی۔ یہ اسباب باب میں مذکور حدیث کے علاوہ ہیں ایک حکم کے اسباب متعدد بھی ہو سکتے ہیں۔

۴۴۰۶ــــ ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آئت کریمہ: وَلَا تَجْهَرْ بِصَلٰوتِكَ

سَبُّوا الْقُرْاٰنَ وَمَنْ اَنْزَلَہٗ وَمَنْ جَآءَ بِہٖ فَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی لِنَبِیِّہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَلَا تَجْھَرْ بِصَلَاتِکَ اَیْ بِقِرَاءَتِکَ فَیَسْمَعُ الْمُشْرِکُوْنَ فَیَسُبُّوا الْقُرْاٰنَ وَلَا تُخَافِتْ بِھَا عَنْ اَصْحَابِکَ فَلَا تُسْمِعُھُمْ وَابْتَغِ بَیْنَ ذٰلِکَ سَبِیْلًا

۴۴۰۷ـــ حَدَّثَنِیْ طَلْقُ بْنُ غَنَّامٍ قَالَ حَدَّثَنَا زَائِدَةُ عَنْ ھِشَامٍ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ عَائِشَۃَ وَلَا تَجْھَرْ بِصَلَاتِکَ وَلَا تُخَافِتْ بِھَا قَالَتْ اُنْزِلَ ذٰلِکَ فِی الدُّعَاءِ

وَلَا تُخَافِتْ بِھَا کی تفسیر میں ذکر کیا کہ یہ آئت کریمہ اس حال میں نازل ہوئی جبکہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں چھپے ہوئے تھے (ابتدائِ اسلام میں) جب آپ صحابہ کو نماز پڑھاتے۔ بلند آواز سے قرآن پڑھتے جب مشرک سنتے تو قرآن کو اور جس نے اس کو نازل کیا اور جو کوئی لے کر آیا۔ سب کو گالیاں دیتے (خدا اور رسول کو گالیاں دیتے) تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا نماز میں قراءت بلند نہ کریں کہ مشرک سن کر قرآن کو برا کہیں اور نہ ہی اپنے ساتھیوں سے اتنا آہستہ کریں کہ ان کو سنا ہی نہ سکیں جہر اور اخفاء کے درمیان طریقہ اختیار کریں۔

۴۴۰۷ـــ ترجمہ: ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا یہ آئت کریمہ دعاء کے متعلق نازل ہوئی۔

۴۴۰۷ـــ شرح: قولہ ذالک آہ اس میں وَلَا تَجْھَرْ بِصَلَاتِکَ الایۃ کی طرف اشارہ ہے۔ دعاء سے مراد صلوٰۃ ہے کیونکہ صلوٰۃ کا لغوی معنی دعاء ہے یا جزء سے کل کا ارادہ کیا ہے کیونکہ دعاء نماز کا جزء ہے۔ بعض علماء نے کہا ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے "صلوٰۃ" کو دعاء اس لئے کہا کہ نماز دراصل دعاء ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی اس طرح روائت کی ہے چنانچہ عکرمہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روائت کی کہ یہ آئت کریمہ دعاء کے بارے میں نازل ہوئی۔

سُوْرَةُ الْكَهْفِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَقَالَ مُجَاهِدٌ تَقْرِضُهُمْ تَتْرُكُهُمْ وَكَانَ لَهُ ثُمُرٌ ذَهَبٌ وَّفِضَّةٌ وَقَالَ غَيْرُهُ جَمَاعَةُ الثَّمَرِ بَاخِعٌ مُهْلِكٌ أَسَفًا نَدَمًا الْكَهْفُ الْفَتْحُ فِي الْجَبَلِ

سُوْرَۂ کہف

ابن عباس، عبداللہ بن زُبیر رضی اللہ عنہم سے روائت ہے کہ یہ سُورت مکی ہے۔ قرطبی نے ابن عباس سے نقل کیا مگر ایک آئت وَاصْبِرْ نَفْسَكَ ،، یہ مدنی ہے۔ علّامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مقامات تنزیل سے نقل کیا کہ اس میں تین آیات مدنی ہیں۔ ایک وَاصْبِرْ نَفْسَكَ دوسری ،، يَسْئَلُوْنَكَ عَنْ ذِي الْقَرْنَيْنِ ،، تیسری ذکر نہیں کی ممکن ہے سہو قلم ہُوا ہو۔ لیکن حدیث ۴۰۵ کے باب کی تفسیر میں گزرا ہے کہ یہود نے مشرکین مکہ سے کہا کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے اصحاب کہف، ذی القرنین اور روح سے سوال پوچھیں تو یہ آیات نازل ہُوئیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آئت کریمہ ،، يَسْئَلُوْنَكَ عَنْ ذِي الْقَرْنَيْنِ ،، مکی ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قولہ تَقْرِضُهُمْ ،، اس سے اِس آئت کریمہ : وَاِذَا غَرَبَتْ تَقْرِضُهُمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَذَاتَ الشِّمَالِ کی طرف اشارہ کیا۔ مجاہد نے کہا تَقْرِضُهُمْ بمعنی تَتْرُكُهُمْ ،، ہے یعنی جب سُورج غائب ہوتا ہے تو ان کی دائیں اور بائیں جانب سے گزرتا ہے۔ ایک روائت میں تَقْرِضُهُمْ کی تفسیر تَدَعُهُمْ مذکور ہے۔ اور ایک دوسری روائت میں تَتَجَاوَزُهُمْ مذکور ہے۔ لیکن یہ سب ہم معنی ہیں۔ قرض کا لغوی معنی قطع کرنا ہے۔

قولہ وَكَانَ لَهُ ثَمَرٌ آہ اس آئت کریمہ میں ثمر بمعنی سونا چاندی ہے۔ مجاہد نے مال سے تفسیر کی ہے

وَالرَّقِيْمُ اَلْكِتَابُ مَرْقُوْمٌ مَكْتُوْبٌ مِنَ الرَّقْمِ رَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَلْهَمْنَاهُمْ صَبْرًا لَوْلَآ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا شَطَطًا اَفْرَاطًا اَلْوَصِيْدُ

مجاہد کے غیر یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ثمر ثمر کی جمع ہے۔ بعض نے کہا ثمرہ کی جمع ثمار اور ثمار کی جمع ثمر ہے اور یہ جمع الجمع ہے۔

قولہ باخع" آہ اس میں اس آیت کریمہ: لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَفْسَكَ عَلٰى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا کی طرف اشارہ کیا اور "باخع" کی مُہلک سے اور "اسفا" کی ندماً" سے تفسیر کی یعنی شائد آپ ان کے پیچھے آپ کو ندامت کے باعث ہلاک کرنے والے ہیں اگر وہ نہ لائیں اس قرآن پر ایمان۔

قولہ الکھف"، اس سے اس آیت کریمہ: اِنَّ اَصْحَابَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ کی طرف اشارہ کیا اور کہف کی تفسیر کی کہ وہ پہاڑ میں غار ہے اور رقیم بمعنی کتاب ہے اور مرقوم بمعنی مکتوب رقم سے مشتق ہے اس کے معنی لکھنے کے ہیں۔ علامہ قسطلانی نے نقل کیا۔ رقیم پیتل یا پتھر کی تختی ہے۔ اس میں اصحاب کہف نے نام اور ان کے حالات لکھ کر غار کے دروازہ پر اسے لگایا گیا ہے۔ کہا گیا ہے رقیم پہاڑ یا وادی جس میں ان کی غار ہے کا نام ہے ان کی یہ جگہ غضبان اور ایلہ کے درمیان فلسطین کے قریب ہے۔ اس میں اور بھی مختلف متباین اقوال ہیں۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نہیں بتایا کہ وہ کس زمین میں ہے؛ کیونکہ اس میں کوئی فائدہ نہیں اور نہ ہی اس کے ساتھ شرعی غرض کا تعلق ہے۔

قولہ رَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ یعنی ہم نے انہیں اپنا وطن چھوڑنے اہل و اولاد اور مال و دولت ترک کرنے، حق کے اظہار پر جرأت کرنے پر صبر کا الہام کیا۔ سورۂ قصص میں اسی مادہ سے لَوْلَآ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا"، یہاں تبعاً ذکر کیا ہے یعنی اگر ہم موسیٰ کی والدہ کے قلب میں صبر کا الہام نہ کرتے۔

قولہ شططاً"، اس سے اس آیت کریمہ: لَقَدْ قُلْنَا اِذًا شَطَطًا کی طرف اشارہ کیا اور شططا کی افراط سے تفسیر کی دراصل شطط حد سے تجاوز کرنا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور مقاتل نے کہا یہ بمعنی ظلم ہے قتادہ نے اس کے معنی جھوٹ ذکر کئے ہیں۔

قولہ مرفقا آہ ہر وہ شئ جس پر تو تکیہ کرے" تزاور"، بمعنی تمیل زور سے مشتق ہے۔ اس سے اس آیت کریمہ: تَزَاوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَذَاتَ الشِّمَالِ کی طرف اشارہ ہے یعنی سورج اُن کی غار سے دائیں بائیں میلان کرتا ہے "فجوۃ"، بمعنی کشادہ ہے اس کی جمع فجوات اور فجاء ہے جیسے زکوٰۃ کی جمع زکاء ہے۔

قولہ الوصید"، اس سے اس آیت کریمہ: وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ" کی طرف

اَلْفِنَاءُ وَجَمْعُهُ وَصَائِدُ وَوُصُدٌ وَيُقَالُ الْوَصِيدُ الْبَابُ مُؤْصَدَةٌ
مُطْبَقَةٌ اٰصَدَ الْبَابَ وَاَوْصَدَهُ بَعَثْنَاهُمْ اَحْيَيْنَاهُمْ اَزْكٰى اَكْثَرُ
وَيُقَالُ اَحَلُّ وَيُقَالُ اَكْثَرُ رَيْعًا قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اُكُلُهَا وَلَمْ تَظْلِمْ لَمْ

اشارہ کیا اور اس کی فناء بمعنی صحن سے تفسیر کی یعنی اُن کا کُتا اپنی دونوں کہنیاں صحن میں بچھائے ہُوئے ہے۔ وَصِیْدکی جمع وَصائد اور وُصُد ہے۔ کہا جاتا ہے وَصِیْد دروازہ ہے۔ مُؤْصَدَةٌ بند کی گئی۔ اس کو تبعًا ذکر کیا ہے۔ قرآن کریم میں ہے اَنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ ،، کافروں پر آگ بند کی گئی ہے ر آصَدَ سے مشتق ہے کہا جاتا ہے۔ اٰصَدَ الْبَابَ واَوْصَدَ ،، دروازہ بند کر دیا۔ عطاء نے کہا ،، وَصِیْد ،، دروازہ کی دہلیز ہے یعنی کتا اصحابِ کہف کی غار کی دہلیز پر دونوں کہنیاں بچھائے ہوئے ہے۔

قولہ بَعَثْنَاهُمْ ،، اس سے اس آئت کریمہ : ثُمَّ بَعَثْنَاهُمْ لِنَعْلَمَ ،، کی طرف اشارہ کیا۔ نیز وَكَذٰلِكَ بَعَثْنَاهُمْ لِيَتَسَآءَلُوْا کی طرف اشارہ کیا اور اس کی تفسیر ،، اَحْيَيْنَاهُمْ ،، سے کی ہم نے ان کو نیند سے بیدار کیا کیونکہ نیند موت کی ساتھی ہے۔ مسلمانوں کی دو جماعتوں نے باہم جھگڑا کیا پہلے مسلمانوں نے کہا اصحاب کہف غار میں تین سو نو سال سوئے رہے۔ دوسروں نے کہا بلکہ اتنے اتنے برس سوئے ہیں ایک اور جماعت نے کہا۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ وہ کتنا عرصہ غار میں رہے ہیں۔ نیز اس میں دوسری آئت کریمہ : بَعَثْنَاهُمْ لِيَتَسَآءَلُوْا بَيْنَهُمْ ،، کی طرف اشارہ ہے یعنی جیسے ہم نے ان کو غار میں سُلایا تھا۔ اسی طرح ان کو بیدار کیا۔ سوا اس کے اُن کے بدن پُرانے اور کپڑے کہنہ ہو چکے تھے تاکہ لوگ اُن کا عجیب و غریب واقعہ ایک دوسرے سے دریافت کریں۔

قولہ اَزْكٰى بمعنی اَكْثَرُ ہے کہا جاتا ہے اَزْكٰى یعنی حلال تر ہے۔ ابن عباس اور سعید بن جبیر رضی اللہ عنہم نے یہی تفسیر کی ہے یہ معنی بہتر ہے کیونکہ اُن کا مقصود اکلِ حلال تھا تھوڑا ہو یا زیادہ۔ بعض نے کہا اس جگہ مجوسی لوگ تھے۔ ان میں مسلمان بھی رہتے تھے۔ اس لئے اصحابِ کہف نے کہا مسلمانوں کا ذبیحہ لائیں کہ وہی بہتر اور پاک ہے۔ کہا جاتا ہے ،، ازکی ،، بمعنی اکثر جو پک کر زیادہ ہو جائے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا جس کا کھانا پاکیزہ ہے تمام معانی قریب قریب ہیں۔

قولہ لَمْ تَظْلِمْ آہ اس سے اس آئت کریمہ : كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ اٰتَتْ آہ کی طرف اشارہ کیا اور اس کی لَمْ تَنْقُصْ ،، سے تفسیر کی۔ یعنی دونوں باغوں نے پُورا پھل دیا اور کچھ کمی نہ کی ،،
قولہ قال سعید آہ سعید نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روائت کی ،، رقیم ،، تانبے کی تختی ہے

تَنقُصْ وَقَالَ سَعِيدٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ الرَّقِيمُ اللَّوْحُ مِنْ رَصَاصٍ كَتَبَ عَامِلُهُمْ أَسْمَاءَهُمْ ثُمَّ طَرَحَهُ فِي خِزَانَتِهِ فَضَرَبَ اللهُ عَلَى آذَانِهِمْ فَنَامُوا وَقَالَ غَيْرُهُ وَأَلَتْ تَئِلُ تَنْجُو وَقَالَ مُجَاهِدٌ مَوْئِلًا مَحْرِزًا لَا يَسْتَطِيعُونَ سَمْعًا لَا يَعْقِلُونَ

بَابُ قَوْلِهِ وَكَانَ الْإِنْسَانُ أَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا

منگوا کر اس پر ان کے نام کندہ کرکے اسے اپنے خزانہ میں رکھ دیا۔ لہٰذا رقیم وہ تختی ہے جس پر ان کے نام لکھے ہوئے ہیں (عینی) قولہ فَضَرَبَ اللهُ آہ اس سے اس آیت کریمہ: فَضَرَبْنَا عَلَى آذَانِهِمْ فِي الْكَهْفِ سِنِينَ عَدَدًا ،، کی طرف اشارہ کیا اور ”فَنَامُوا“ سے اس کی تفسیر کی۔ ہم ان کو سلایا اور ان پر نیند مسلط کر دی۔ یعنی ہم نے اصحاب کہف کو غار میں چند سال سلائے رکھا بعض نے یہ معنی بیان کئے ہیں ہم نے ان کی سماعت کو محجوب کر دیا اور ان کے کانوں تک آواز نہ پہنچنے دی یہ اموات اور سونے والوں کی وصف ہے۔ قولہ مَوْئِلًا ،، اس سے اس آیت کریمہ: بَلْ لَهُمْ مَوْعِدٌ لَنْ يَجِدُوا مِنْ دُونِهِ مَوْئِلًا کی طرف اشارہ کیا اور اس کی تفسیر میں ذکر کیا کہ ”مَوْئِلًا“ وَأَلَتْ تَئِلُ سے مشتق ہے اس کا باب ضَرَبَ ماضی مضارع وَأَلَ يَئِلُ ہے اور ”تَئِلُ“ کے معنی تَنْجُو ہیں تو نجات پاتا ہے۔ مجاہد نے کہا مَوْئِلًا بمعنی مَحْرِزًا ہے۔ محفوظ مقام قتادہ نے کہا اس کے معنی مَلْجَاء ہیں۔ یعنی وہ اللہ کے سوا کوئی جائے پناہ یا جائے حفاظت نہ پائیں گے۔

قولہ، لَا يَسْتَطِيعُونَ آہ اس سے اس آیت کریمہ: الَّذِينَ كَانَتْ أَعْيُنُهُمْ فِي غِطَاءٍ عَنْ ذِكْرِي وَكَانُوا لَا يَسْتَطِيعُونَ سَمْعًا کی طرف اشارہ کیا اور اس کی ”لَا يَعْقِلُونَ“ سے تفسیر کی۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے کافروں کی وصف بیان فرمائی ہے کہ ان کی آنکھوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں وہ میرے ذکر یعنی مجھ پر ایمان لانے سے غافل ہیں ان میں یہ طاقت نہیں کہ وہ اللہ کی کتاب قرآن کریم کی تدبر سے سماعت کریں جو اس پر ایمان لانے کا سبب ہے۔

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد ”انسان بہت جھگڑالو ہے“

۴۴۰۸۔ حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ حَدَّثَنَا یَعْقُوْبُ بْنُ
اِبْرَاهِیْمَ بْنِ سَعْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبِیْ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ
اَخْبَرَنِیْ عَلِیُّ بْنُ حُسَیْنٍ اَنَّ حُسَیْنَ بْنَ عَلِیٍّ اَخْبَرَهٗ عَنْ عَلِیٍّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ
صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ طَرَقَهٗ وَفَاطِمَةَ وَقَالَ اَلَا تُصَلِّیَانِ رَجْمًا بِالْغَیْبِ
لَمْ یَسْتَبِنْ فُرُطًا نَدَمًا سُرَادِقُهَا مِثْلُ السُّرَادِقِ وَالْحُجْرَةُ الَّتِیْ تُطِیْفُ
بِالْفَسَاطِیْطِ یُحَاوِرُهٗ مِنَ الْمُحَاوَرَةِ لٰکِنَّا هُوَ اللّٰہُ رَبِّیْ اَیْ لٰکِنْ اَنَا هُوَ
اللّٰہُ رَبِّیْ ثُمَّ حَذَفَ الْاَلِفَ وَاَدْغَمَ اِحْدَی النُّوْنَیْنِ فِی الْاُخْرٰی
زَلَقًا لَا یَثْبُتُ فِیْهِ قَدَمٌ هُنَالِكَ الْوَلَایَةُ مَصْدَرُ الْوَلِیِّ عُقُبًا عَاقِبَةٌ
وَعُقْبٰی وَعُقْبَةٌ وَاحِدٌ وَهِیَ الْاٰخِرَةُ قِبَلًا وَقُبُلًا وَقَبَلًا اِسْتِیْنَافًا
لِیُدْحِضُوْا لِیُزِیْلُوْا اَلدَّحْضُ الزَّلَقُ

یہ آیت کریمہ نضر بن حارث کے حق میں نازل ہوئی وہ قرآن میں بہت جھگڑا کرتا تھا۔ کہا گیا ہے کہ امیہ بن خلف کے بارے میں نازل ہوئی وہ بعثت میں جھگڑا کرتا تھا اور کہتا تھا کیا ہم زمین میں بوسیدہ ہو جانے کے بعد پھر زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے۔

۴۴۰۸۔۔۔ ترجمہ: زہری نے کہا مجھے علی بن حسین زین العابدین نے خبر دی کہ حسین بن علی سید الشہداء نے ان کو حضرت علی المرتضیٰ حیدر کرار سے خبر دی رضی اللہ تعالیٰ عنہم، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت ان کے اور سیدۃ النساء سلام اللہ علیہا کے گھر تشریف لے گئے جبکہ وہ سو رہے تھے اور فرمایا کیا تم رات کی نماز نہیں پڑھتے؟

(حدیث ۱۰۶۴ کی شرح دیکھیں)

قولہ رجمًا آہ اس سے اس آیت کریمہ: "وَیَقُوْلُوْنَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ کَلْبُهُمْ رَجْمًا بِالْغَیْبِ" کی طرف اشارہ کیا اور اس کی تفسیر "لَمْ یَسْتَبِنْ" سے کی جس کی وضاحت نہ ہو اور بن دیکھے سنی سنائی بات کرنے یعنی وہ تخمینہ اور اندازہ سے کہتے تھے کہ وہ پانچ ہیں ان میں سے چھٹا ان کا کتا ہے

قولہ فُرُطًا ،، اس سے اس آئت کریمہ ۔ وَاتَّبَعَ هَوَاهُ وَكَانَ أَمْرُهُ فُرُطًا ،، کی طرف اشارہ کیا اور اس کی تفسیر " ندمًا ،، سے کی یعنی اُس نے اپنی نفسانی خواہش کا پیچھا کیا اس کی عاقبت ندامت تھی۔

قولہ سُرَادِقُهَا آہ اس سے اس آئت کریمہ : إِنَّا أَعْتَدْنَا لِلظَّالِمِينَ نَارًا أَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا ،، کی طرف اشارہ کیا اور مثل السرادق سے اس کی تفسیر کی یعنی قیامت میں دھوئیں کافروں کو گھیرے ہو گا چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہم نے ظالموں یعنی کافروں کے لئے آگ تیار کر رکھی ہے جس نے اُن کا احاطہ کئے ہو گا جیسے بہت بڑی قنات جو صحن وغیرہ کا پُورا احاطہ کرتی ہے یہاں آگ کے احاطہ کو بڑی قنات کے احاطہ سے تشبیہ دی جس نے چھوٹے خیموں کو احاطہ کیا ہوتا ہے ۔ اس لئے امام نے کہا مثل السرادق ،،

قولہ وَالحجرۃ آہ یعنی بہت بڑی قناۃ کی طرح جس نے چھوٹے خیموں کا احاطہ کیا ہوتا ہے ۔ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے روائت کی کہ آگ کے سرادق چار دیواریں ہیں ان میں سے ہر ایک چالیس سال کی مسافت کی راہ ہے۔

قولہ يُحَاوِرُهُ آہ اس سے اس آئت کریمہ : وَقَالَ لِصَاحِبِهِ وَهُوَ يُحَاوِرُهُ ،، کی طرف اشارہ کیا اور کہا یہ محاورہ سے مشتق ہے ۔ اس کے معنی ہیں کلام میں تکرار کرنا یعنی دو باغوں والے نے اپنے ساتھی سے اس حال میں کلام کیا کہ وہ اس میں تکرار کر رہا تھا ۔

قولہ لٰكِنَّا هُوَ اللّٰهُ رَبِّي آہ یعنی لٰکِنَّ دراصل لٰكِنْ أَنَا هُوَ اللّٰهُ رَبِّي ،، تھا پھر الف کو حذف کیا گیا اور ایک نون کو دُوسرے نون میں ادغام کیا گیا ہے ۔

قولہ وَفَجَّرْنَا آہ اس سے اس آئت کریمہ : كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ آتَتْ أُكُلَهَا وَلَمْ تَظْلِمْ مِنْهُ شَيْئًا وَفَجَّرْنَا خِلَالَهُمَا نَهَرًا وَكَانَ لَهُ ثَمَرٌ ،، کی طرف اشارہ کیا اور " خلالهما کی بينهما ،، سے تفسیر کی ۔ یعنی دونوں باغ اپنے پھل لائے اور اس میں کچھ کمی نہ دی اور دونوں کے بیچ میں ہم نے نہر بہائی اور وہ پھل رکھتا تھا ۔

قولہ زَلَقًا ،، اس سے اس آئت کریمہ : فَتُصْبِحَ صَعِيدًا زَلَقًا ،، کی طرف اشارہ کیا اور اس کی یہ تفسیر کی کہ جس میں قدم ٹھہر نہ سکے ۔ یعنی صاف میدان ہو جائے جس میں سبزی نہ اُگ سکے ۔ بعض نے اس کی تفسیر بہنے والی ریت سے کی ہے ۔ پوری آئت کریمہ کے معنیٰ یہ ہیں ۔ قریب ہے کہ میرا رب مجھے تیرے باغ سے چھا دے اور تیرے باغ پر آسمان سے بجلیاں اُتارے تو وہ صاف میدان رہ جائے اس میں سبزہ کا نام و نشان باقی نہ رہے

قولہ هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ آہ اس سے اس آئت کریمہ : هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ ،، کی طرف اشارہ کیا یہاں واضح ہوتا ہے کہ اختیار سچے اللہ کا ہے ۔ پھر اس کی تفسیر میں ذکر کیا کہ ولائت ولی کی مصدر ہے یعنی ولی کا اشتقاق ولائت ہے ۔ صاحبِ کشاف نے کہا وَلَايَة بفتح الواو بمعنی نصرت ہے ۔ جمہور

بَابٌ قَوْلُهٗ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِفَتٰهُ لَآ اَبْرَحُ حَتّٰٓى اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ اَوْ اَمْضِيَ حُقُبًا زَمَانًا وَجَمْعُهٗ اَحْقَابٌ

قراء کی یہی قرآءت ہے کہ وَلَایَۃ کی واؤ مفتوح ہے۔ اسے مکسور بھی پڑھا جاتا ہے۔ اس کے معنی سلطان اور ملک ہیں۔ علامہ قسطلانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا کہ دونوں لغتیں ہم معنی ہیں۔

قولہ عُقبًا،، اس سے اس آیت کریمہ: هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وَّ خَيْرٌ عُقْبًا کی طرف اشارہ کیا اور کہا عُقبیٰ بمعنی عاقبت ہے اور عُقبیٰ، عقبہ ایک ہی ہیں اس کے معنی آخرت ہیں یعنی تینوں الفاظ ہم معنی ہیں۔ جوہری نے کہا ہر شئی کی عاقبت آخرت ہے۔

قولہ قُبُلًا،، اس سے اس آیت کریمہ: اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ قُبُلًا،، کی طرف اشارہ کیا۔ قُبُلًا،، کا قاف مضموم باء مفتوح یا دونوں مضموم یا دونوں مفتوح بہرکیف بمعنی استقبال ہے یعنی یا اُن کے پاس سامنے سے عذاب آئے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بمعنی عیانًا کہا ہے یعنی علانیہ عذاب آئے۔ قولہ لِيُدْحِضُوْا،، اس سے اس آیت کریمہ: ،، لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ،، کی طرف اشارہ کیا کہ اس سے حق کو ہٹا دیں،، دحض،، کے معنی پھسلنے کے ہیں سُدّی نے کہا لِيُدْحِضُوْا بمعنی لِيُفْسِدُوْا بعض نے لِيُبْطِلُوْا کہے ہیں یعنی اس سے حق کو خراب کریں یا باطل کریں۔ واللہ ورسولہ اعلم!

بابٌ اللہ تعالیٰ کا ارشاد جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنے جوان خادم سے کہا میں باز نہ رہوں گا جب تک وہاں نہ پہنچوں جہاں دو سمندر ملتے ہیں یا زمانہ دراز تک چلتا رہوں گا

(حُقُب کی جمع احقاب ہے یعنی زمانہ دراز)

تفسیر: مجمع البحرین فارس اور روم کا سمندر ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا اگر ساحل پر چلتے ہوئے میرا مقصود حاصل نہ ہوا تو میں مدت دراز سالہا سال چلتا رہوں گا۔ بعض نے کہا ،، حُقُب،، مطلق زمانہ ہے۔ یہاں لمبا زمانہ مراد ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما

٤٠٩ — حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيٰنُ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ قَالَ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ اِنَّ نَوْفًا الْبَكَالِيَّ يَزْعَمُ اَنَّ مُوْسٰى صَاحِبَ الْخَضِرِ لَيْسَ هُوَ مُوْسٰى صَاحِبُ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ كَذَبَ عَدُوُّ اللّٰهِ حَدَّثَنِيْ اُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ مُوْسٰى قَامَ خَطِيْبًا فِيْ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ فَسُئِلَ اَيُّ النَّاسِ اَعْلَمُ فَقَالَ اَنَا فَعَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ اِذْ لَمْ يَرُدَّ الْعِلْمَ اِلَيْهِ فَاَوْحَى اللّٰهُ اِلَيْهِ اِنَّ لِيْ عَبْدًا بِمَجْمَعِ الْبَحْرَيْنِ هُوَ اَعْلَمُ مِنْكَ قَالَ مُوْسٰى يَارَبِّ فَكَيْفَ لِيْ بِهٖ قَالَ تَاْخُذُ مَعَكَ حُوْتًا فَتَجْعَلُهٗ فِيْ مِكْتَلٍ فَحَيْثُ مَا فَقَدْتَ الْحُوْتَ فَهُوَ ثَمَّ فَاَخَذَ حُوْتًا فَجَعَلَهٗ فِيْ مِكْتَلٍ ثُمَّ انْطَلَقَ وَانْطَلَقَ مَعَهٗ بِفَتَاهُ

نے فرمایا حُقُب دہر ہے۔ سعید بن جُبیر نے کہا اسی سال کو حُقب کہتے ہیں۔ مجاہد نے ستر سال کہے ہیں

٤٠٩ — ترجمہ: عمرو بن دینار نے کہا مجھے سعید بن جُبیر نے خبر دی کہ میں نے ابن عباس سے کہا نوف بکالی کہتا ہے کہ خضر کے ساتھی موسیٰ وہ بنی اسرائیل کے موسیٰ نہیں ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا اللہ کا دشمن جھوٹ کہتا ہے۔ مجھے اُبی بن کعب نے خبر سُنائی کہ انہوں نے جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل میں خطاب کرنے کھڑے ہوئے (اور معارف الہیہ غایت بلاغت وفصاحت اور رموز و اسرار بیان کئے) تو آپ سے پوچھا گیا لوگوں میں زیادہ عالم کون ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ”میں سب سے بڑا عالم ہوں“ اس بات پر اللہ تعالیٰ نے انہیں عتاب کیا جبکہ انہوں نے علم کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب نہ کیا (اللہ بڑا عالم ہے) اور موسیٰ کو وحی بھیجی کہ مجمع البحرین میں میرا بندہ ہے جو تم سے زیادہ عالم ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا اے میرے پروردگار میں اس سے ملاقات کس طرح کر سکتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اپنے ساتھ ایک مچھلی لو، اس کو ٹوکری میں رکھ لو جہاں وہ مچھلی تم سے گم ہو جائے وہ وہاں ہوگا! موسیٰ علیہ السلام نے مچھلی پکڑ لی اور اس کو

يُوشَعَ إِبْنِ نُوْنٍ حَتّٰى إِذَا أَتَيَا الصَّخْرَةَ وَضَعَا رُؤُسَهُمَا فَنَامَا وَاضْطَرَبَ الْحُوْتُ فِي الْمِكْتَلِ فَخَرَجَ مِنْهُ فَسَقَطَ فِي الْبَحْرِ فَاتَّخَذَ سَبِيْلَهُ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا وَأَمْسَكَ اللّٰهُ عَنِ الْحُوْتِ جِرْيَةَ الْمَآءِ فَصَارَ عَلَيْهِ مِثْلُ الطَّاقِ فَلَمَّا اسْتَيْقَظَ نَسِيَ صَاحِبُهُ أَنْ يُخْبِرَهُ بِالْحُوْتِ فَانْطَلَقَا بَقِيَّةَ يَوْمِهِمَا وَلَيْلَتِهِمَا حَتّٰى إِذَا كَانَ مِنَ الْغَدِ قَالَ مُوْسٰى لِفَتَاهُ اٰتِنَا غَدَآءَنَا لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا قَالَ وَلَمْ يَجِدْ مُوْسٰى النَّصَبَ حَتّٰى جَاوَزَ الْمَكَانَ الَّذِيْ أَمَرَ اللّٰهُ بِهِ فَقَالَ لَهُ فَتَاهُ أَرَأَيْتَ إِذْ أَوَيْنَآ إِلَى الصَّخْرَةِ فَإِنِّيْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ وَمَآ أَنْسَانِيْهُ إِلَّا الشَّيْطَانُ أَنْ أَذْكُرَهُ وَاتَّخَذَ سَبِيْلَهُ فِي الْبَحْرِ عَجَبًا قَالَ فَكَانَ لِلْحُوْتِ سَرَبًا

ٹوکری میں رکھ کر چل پڑے اور ان کے ساتھ ان کا نوجوان خادم یوشع بن نون بھی چل پڑے حتیٰ کہ وہ ایک پتھر کے پاس آئے اور اس پر اپنے سر رکھ کر سو گئے اتنے میں مچھلی ٹوکری میں حرکت کرنے لگی اور اس سے باہر نکل کر سمندر میں گر گئی اور دریا میں جا کر اپنا راستہ بنا لیا۔ اللہ تعالیٰ نے مچھلی سے پانی کا بہاؤ روک لیا اور مچھلی کے لئے راستہ طاق کی مثل ہو گیا جب موسیٰ علیہ السلام بیدار ہوئے اور ان کے خادم انہیں مچھلی کا واقعہ بتانا بھول گئے وہ باقی دن رات چلتے رہے حتیٰ کہ دوسرے دن موسیٰ علیہ السلام نے اپنے خادم سے کہا ناشتہ لاؤ ہمیں اس سفر میں بہت تھکان پہنچی ہے اور موسیٰ علیہ السلام نے تھکان اس وقت محسوس کی جبکہ اس جگہ سے آگے گزر گئے جس کا اللہ نے حکم فرمایا تھا۔ آپ کے خادم نے کہا کیا وہ وقت جانتے ہیں جبکہ ہم نے پتھر سے سر لگا کر آرام کیا تھا بے شک میں مچھلی کا واقعہ بیان کرنا بھول گیا صرف شیطان نے اس کا ذکر بھلایا ہے۔ مچھلی نے دریا میں اپنی راہ لے لی تھی۔ مچھلی کے لئے دریا میں طاق بن گیا اور موسیٰ اور ان کے خادم کو تعجب ہوا (مچھلی طاق میں رکی رہی اور وہ دونوں تعجب کرتے رہے) موسیٰ علیہ السلام نے کہا یہی تو ہم تلاش کر رہے تھے وہ اپنے قدموں کے نشانوں پہ اسی راہ پہ واپس ہوئے حتیٰ کہ پتھر کے پاس آگئے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک آدمی کپڑا لپیٹے بیٹھا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے اسے سلام کہا۔ خضر نے کہا اس زمین میں سلام کیسے؟ (اس زمین سلام نہ تھا) کہا میں موسیٰ ہوں خضر نے کہا بنی اسرائیل کے موسیٰ ہو؟ فرمایا ہاں! (میں بنی اسرائیل کا موسیٰ ہوں) تمہارے پاس اس لئے آیا ہوں کہ مجھے وہ رشد و ہدایت سکھائیے جو اللہ نے تمہیں سکھایا ہے۔ خضر علیہ السلام

وَلِمُوسٰى وَفَتَاهُ عَجَبًا فَقَالَ مُوسٰى ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ فَارْتَدَّا عَلٰٓى اٰثَارِهِمَا
قَصَصًا قَالَ رَجَعَا يَقُصَّانِ اٰثَارَهُمَا حَتّٰى انْتَهَيَا اِلَى الصَّخْرَةِ فَاِذَا رَجُلٌ
مُسَجًّى ثَوْبًا فَسَلَّمَ عَلَيْهِ مُوسٰى فَقَالَ الْخَضِرُ وَاَنّٰى بِاَرْضِكَ السَّلٰمُ قَالَ
اَنَا مُوسٰى قَالَ مُوسٰى بَنِىٓ اِسْرَائِيْلَ قَالَ نَعَمْ اَتَيْتُكَ لِتُعَلِّمَنِىْ مِمَّا عُلِّمْتَ
رُشْدًا قَالَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِىَ صَبْرًا يَا مُوسٰى اِنِّىْ عَلٰى عِلْمٍ مِنْ
عِلْمِ اللّٰهِ عَلَّمَنِيْهِ لَا تَعْلَمُهُ اَنْتَ وَاَنْتَ عَلٰى عِلْمٍ مِنْ عِلْمِ اللّٰهِ عَلَّمَكَ اللّٰهُ لَا اَعْلَمُهُ
فَقَالَ مُوسٰى سَتَجِدُنِىْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَّلَآ اَعْصِىْ لَكَ اَمْرًا فَقَالَ لَهُ
الْخَضِرُ فَاِنِ اتَّبَعْتَنِىْ فَلَا تَسْاَلْنِىْ عَنْ شَىْءٍ حَتّٰٓى اُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا
فَانْطَلَقَا يَمْشِيَانِ عَلٰى سَاحِلِ الْبَحْرِ فَمَرَّتْ سَفِيْنَةٌ فَكَلَّمُوْهُمْ اَنْ يَّحْمِلُوْهُمْ
فَعَرَفُوا الْخَضِرَ فَحَمَلُوْهُ بِغَيْرِ نَوْلٍ فَلَمَّا رَكِبَا فِى السَّفِيْنَةِ لَمْ يَفْجَاْ اِلَّا وَالْخَضِرُ

نے کہا آپ میرے ساتھ صبر نہ کر سکیں گے اے موسیٰ! اللہ نے مجھے علم دیا ہے جس کو تم نہیں جانتے ہو اور تمہیں وہ علوم دیئے ہیں جو میں نہیں جانتا ہوں۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا اِن شاء اللہ تم مجھے صابر پاؤ گے اور کسی بات میں تمہاری نافرمانی نہیں کروں گا۔ خضر نے کہا اگر آپ نے میری اتباع کی تو کسی شئ کے بارے میں مجھ سے نہ پوچھو حتی کہ میں خود اس کا حال بیان کروں گا پھر دونوں دریا کے کنارے چل پڑے وہ چل رہے تھے کہ ایک کشتی ان کے آگے سے گزری انھوں نے ملاحوں سے بات کی کہ انہیں کشتی میں سوار کر لیں۔ انہوں نے خضر کو پہچان لیا اور انھوں نے کرایہ کے بغیر انہیں سوار کر لیا جب کشتی میں سوار ہو گئے تو اچانک خضر نے کشتی کے تختوں میں سے ایک تختہ تیشے کے ساتھ باہر نکال دیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا ان لوگوں نے کرایہ لئے بغیر ہمیں کشتی پر سوار کیا اور تم نے قصداً اس کا تختہ توڑ دیا ہے تاکہ کشتی میں سوار لوگوں کو غرق کرو؟ تم نے یہ بُرا کیا ہے۔ خضر نے کہا کیا میں نے نہیں کہا تھا کہ آپ میرے ساتھ صبر نہ کر سکیں گے۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا میری اس شئ کے باعث گرفت نہ کرو جو میں بھول گیا ہوں میرے اس کام سے تنگی کی تکلیف نہ دو ابی بن کعب نے کہا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا موسیٰ علیہ السلام سے پہلی بار اعتراض کرنا

قَدْ قَلَعَ لَوْحًا مِنْ أَلْوَاحِ السَّفِينَةِ بِالْقَدُومِ فَقَالَ لَهُ مُوسَى قَوْمٌ قَدْ حَمَلُونَا
بِغَيْرِ نَوْلٍ عَمَدْتَ إِلَى سَفِينَتِهِمْ فَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ أَهْلَهَا لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا إِمْرًا
قَالَ أَلَمْ أَقُلْ إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِي بِمَا نَسِيتُ
وَلَا تُرْهِقْنِي مِنْ أَمْرِي عُسْرًا قَالَ وَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَكَانَتِ الْأُولَى مِنْ مُوسَى نِسْيَانًا وَجَاءَ عُصْفُورٌ فَوَقَعَ عَلَى حَرْفِ السَّفِينَةِ
فَنَقَرَ فِي الْبَحْرِ نَقْرَةً فَقَالَ لَهُ الْخَضِرُ مَا عِلْمِي وَعِلْمُكَ مِنْ عِلْمِ اللّٰهِ إِلَّا مِثْلُ
مَا نَقَصَ هٰذَا الْعُصْفُورُ مِنْ هٰذَا الْبَحْرِ ثُمَّ خَرَجَا مِنَ السَّفِينَةِ فَبَيْنَمَا
هُمَا يَمْشِيَانِ عَلَى السَّاحِلِ إِذْ أَبْصَرَ الْخَضِرُ غُلَامًا يَلْعَبُ مَعَ الْغِلْمَانِ
فَأَخَذَ الْخَضِرُ رَأْسَهُ بِيَدِهِ فَاقْتَلَعَهُ بِيَدِهِ فَقَتَلَهُ فَقَالَ لَهُ مُوسَى
أَقَتَلْتَ نَفْسًا زَاكِيَةً بِغَيْرِ نَفْسٍ لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا نُكْرًا قَالَ أَلَمْ أَقُلْ لَكَ

بطورِ نسیان عہد تھا۔ فرمایا ایک چڑیا آئی اور اُس نے سفینہ کے کنارے پر بیٹھ کر دریا میں چونچ ماری تو خضر علیہ السّلام نے موسیٰ "علیہ السلام" سے کہا میرا علم اور تمہارا علم اللہ کے علم کی نسبت اس کی مثل ہے جو اس چڑیا نے اس دریا سے پانی کم کیا ہے (یہ تشبیہ قلت اور حقارت میں ہے ورنہ اللہ کا علم غیر متناہی اور دریا متناہی ہے) پھر دونوں کشتی سے باہر نکلے وہ دریا کے کنارے چل رہے تھے اچانک خضر علیہ السلام نے ایک بچہ دیکھا جو بچوں میں کھیل رہا تھا۔ خضر نے اپنے ہاتھ سے اس کا سر پکڑ کر اس کے بدن سے علیحدہ کر دیا اور اس کو قتل کر دیا۔ موسیٰ علیہ السّلام نے کہا آپ نے بے گناہ پاک جان کو قتل کر دیا ہے۔ تم نے یہ ناپسند کام کیا ہے۔ خضر نے کہا کیا میں نے نہیں کہا تھا کہ آپ میرے ساتھ صبر نہیں کر سکیں گے۔ کہا یہ کام پہلے "کشتی توڑنے" سے سخت ہے۔ موسیٰ علیہ السّلام نے کہا اگر اس کے بعد میں کوئی اعتراض کروں تو مجھے اپنا ساتھی نہ بناؤ۔ آپ میری طرف سے عذر کو پہنچے ہیں۔ پھر دونوں چل پڑے حتیٰ کہ ایک گاؤں میں پہنچے اور وہاں کے لوگوں سے کھانا طلب کیا تو انھوں نے کھانا کھلانے سے انکار کر دیا۔ موسیٰ اور خضر علیہما السلام نے ایک دیوار دیکھی جو گرنے کے قریب تھی۔ خضر اٹھے اور اپنے ہاتھ سے دیوار کو سیدھا کر دیا۔ موسیٰ علیہ السّلام نے فرمایا ہم ان

إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا قَالَ وَهٰذَا أَشَدُّ مِنَ الْأُولَى قَالَ إِنْ
سَأَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍ بَعْدَهَا فَلَا تُصَاحِبْنِي قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَدُنِّي عُذْرًا
فَانْطَلَقَا حَتّٰى إِذَا أَتَيَا أَهْلَ قَرْيَةٍ اِسْتَطْعَمَا أَهْلَهَا فَأَبَوْا أَنْ
يُّضَيِّفُوهُمَا فَوَجَدَا فِيهَا جِدَارًا يُّرِيدُ أَنْ يَّنْقَضَّ قَالَ مَائِلٌ فَقَامَ
الْخَضِرُ فَأَقَامَهُ بِيَدِهٖ فَقَالَ مُوسٰى قَوْمٌ أَتَيْنَاهُمْ فَلَمْ يُطْعِمُونَا وَلَمْ
يُضَيِّفُونَا لَوْ شِئْتَ لَاتَّخَذْتَ عَلَيْهِ أَجْرًا قَالَ هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِي وَبَيْنِكَ
إِلٰى قَوْلِهٖ ذٰلِكَ تَأْوِيلُ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَلَيْهِ صَبْرًا فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَدِدْنَا أَنَّ مُوسٰى كَانَ صَبَرَ حَتّٰى يَقُصَّ اللّٰهُ
عَلَيْنَا مِنْ خَبَرِهِمَا قَالَ سَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ فَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَقْرَأُ وَ
كَانَ أَمَامَهُمْ مَلِكٌ يَأْخُذُ كُلَّ سَفِينَةٍ صَالِحَةٍ غَصْبًا وَكَانَ يَقْرَأُ
وَأَمَّا الْغُلَامُ فَكَانَ كَافِرًا وَكَانَ أَبَوَاهُ مُؤْمِنَيْنِ

لوگوں کے پاس آئے اُنھوں نے ہمیں کھانا نہیں دیا اور نہ ہی ہماری مہمانی کی اگر تم چاہتے تو دیوار سیدھا کرنے کی اُجرت لے لیتے۔ خضر نے کہا یہ میری اور تمہاری جُدائی کا وقت ہے الآیۃ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہماری یہ خواہش تھی کہ موسیٰ علیہ السلام صبر کرتے حتیٰ کہ اُن کا سارا واقعہ ہم سے بیان کیا جاتا۔ سعید بن جبیر نے کہا ابن عباس رضی اللہ عنہما یہ پڑھا کرتے تھے۔ ان کے آگے بادشاہ تھا جو صحیح سلامت کشتی کو غصب کر لیتا تھا اور وہ پڑھتے تھے۔ وہ بچہ کافر تھا اور اس کے ماں باپ دونوں نیک مومن تھے۔

۴۴۰۹ — شرح: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو غایت بلاغت اور کثرتِ مواعظ میں خطاب کیا اور لوگوں کو حیران کر دیا تو اُن سے پوچھا گیا لوگوں میں سب سے بڑا عالم کون ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا میں سب سے بڑا عالم ہوں کیونکہ ہر زمانہ میں نبی سب سے بڑا عالم ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس لئے عتاب فرمایا کہ انہوں نے یہ نہ

کہا کہ اللہ سب سے بڑا عالم ہے اور اپنے علم پر اعتماد کیا یہ مقام ربوبیت کے ادب کے خلاف تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرا ایک بندہ ہے جو بعض مخصوص امور میں تم سے بڑا عالم ہے اور موسیٰ علیہ السلام نے اس کی ملاقات کی خواہش کی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ مجمع البحرین میں تمہیں ملے گا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے رخت سفر باندھا اور بریاں کردہ مچھلی کو زادِ سفر بنایا اور زنبیل میں ڈال کر عازم سفر ہوئے۔ حتیٰ کہ سفر کرتے ہوئے ایک پتھر کے پاس پہنچے اور اس سے تکیہ لگا کر موسیٰ اور ان کا خادم دونوں سو گئے۔ اس پتھر کے قریب چشمۂ آبِ حیات تھا اگر اس کے پانی سے ایک قطرہ مردے پر پڑ جائے تو وہ زندہ ہو جاتا ہے چنانچہ اس کا ایک قطرہ ٹوکری پر پڑا جس میں بریاں شدہ مچھلی تھی وہ زندہ ہو کر دریا میں چلی گئی۔ کلبی کی روایت میں ہے کہ یوشع بن نون نے اس پانی سے وضوء کیا تو اس کا چھینٹا مچھلی پر پڑا اور وہ زندہ ہو کر دریا میں چلی گئی اور جدھر جاتی پانی خشک ہو جاتا تھا۔ یہی حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کی علامت تھی کہ مچھلی گم ہو جائے وہاں اللہ کا بندہ ملے گا جو مخصوص علم میں تم سے بڑا عالم ہے۔

قولہ اَنْتَ عَلٰی عِلْمٍ مِّنْ عِلْمِ اللّٰہِ آہ یعنی خضر نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا تمہیں اللہ تعالیٰ نے جو علم دیا ہے۔ میں وہ سارا علم نہیں جانتا ہوں۔ اسی طرح دوسری صورت میں ہے۔ دونوں مقام میں یہ قید (سارا علم) ضروری ہے۔ علامہ قسطلانی نے ذکر کیا کہ بعض علماء اس قید سے غافل رہے اور کہا جس علم میں خضر ممتاز تھے وہ علم حقیقت تھا اور وہ اس پر عمل کرنے میں مامور تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ظاہر شریعت کا علم تھا اور حقیقت و شریعت کے علوم کے جامع صرف ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنی سمجھ کے مطابق اس کی دلیل میں خضر اور موسیٰ علیہما السلام کا واقعہ ذکر کرتے ہیں۔ لیکن یہ معنی معرفت سے بہت دور ہے کیونکہ اس سے لازم آتا ہے کہ اولوالعزم پیغمبر جناب موسیٰ علیہ السلام علم حقیقت سے ناواقف ہوں حالانکہ اللہ کے ولی بھی اس سے خالی نہیں ہیں تو نبی علمِ حقیقت سے کیسے خالی ہو سکتا ہے پھر یہ بات بھی غیر مناسب معلوم ہوتی ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام شریعت کے علم سے خالی ہوں حالانکہ شریعت کے علم سے مسلمان خالی نہیں ہوتے ہیں۔

قولہ جاءَ عصفور آہ یعنی ایک چڑیا کشتی کے کنارے پر بیٹھ گئی اور پانی پینے کی غرض سے ایک چونچ دریا میں ماری تو خضر علیہ السلام نے کہا میرا علم اور آپ کا علم اللہ کے علم کی نسبت کچھ نہیں مگر جو اس چڑیا نے اس دریا سے کم کیا ہے۔ اس تشبیہ سے مراد یہ ہے کہ ہمارا علم اللہ کے علم کی نسبت نہایت ہی قلیل ہے۔ ورنہ اللہ کا علم غیر متناہی ہے اور دریا متناہی ہے اور متناہی کی غیر متناہی کی طرف نسبت نہیں کر سکتے۔

قولہ فَوَجَدَا فِیْھَا جِدَارًا ،، یعنی جس قریہ کے لوگوں نے ان کو کھانے دینے سے انکار کر دیا تھا وہاں ایک دیوار سو گز اونچی تھی جو ایک طرف مائل تھی اور گرنے والی تھی۔ حضرت خضر علیہ السلام نے دیوار کو ہاتھ لگایا وہ سیدھی ہو گئی یہ ان کا معجزہ تھا لیکن علامہ بیضاوی نے اس مقام میں ذکر کیا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے اس کو از سرِ نو تعمیر کیا تھا اسی لئے موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا اگر چاہتے تو ان لوگوں سے اس کی اجرت طلب

بَابُ قَوْلِهٖ فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَيْنِهِمَا نَسِيَا حُوْتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِى الْبَحْرِ سَرَبًا مَذْهَبًا يَسْرُبُ يَسْلُكُ وَمِنْهُ وَسَارِبٌ بِالنَّهَارِ

۴۴۱۰ — حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى قَالَ اَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُوْسُفَ اَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ اَخْبَرَهُمْ قَالَ اَخْبَرَنِىْ يَعْلَى بْنُ مُسْلِمٍ وَعَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ يَزِيْدُ اَحَدُهُمَا عَلٰى صَاحِبِهٖ وَغَيْرُهُمَا قَدْ سَمِعْتُهٗ يُحَدِّثُهٗ عَنْ سَعِيْدٍ قَالَ اِنَّا لَعِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ فِىْ بَيْتِهٖ اِذْ قَالَ سَلُوْنِىْ قُلْتُ اَىْ اَبَا عَبَّاسٍ جَعَلَنِىَ اللّٰهُ فِدَاكَ بِالْكُوْفَةِ رَجُلٌ قَاصٌّ يُقَالُ لَهٗ نَوْفٌ يَزْعَمُ اَنَّهٗ لَيْسَ بِمُوْسٰى بَنِىْ اِسْرَائِيْلَ اَمَّا عَمْرٌو فَقَالَ لِىْ قَالَ قَدْ كَذَبَ عَدُوُّ اللّٰهِ وَاَمَّا

کرتے (اس کی تفصیل حصہ اوّل کے صـ ۲۶۱ پر دیکھیں)

باب — اللہ تعالی کا ارشاد جب وہ مجمع البحرین پر پہنچے تو اپنی مچھلی بھول گئے اُس نے دریا میں اپنے چلنے کا نشان کر دیا " سَرَبًا چلنے کا نشان یَسْرُبُ بمعنی یسلک ہے اسی سے سَارِبٌ بِالنَّهَارِ ، ہے ۔ دن میں راستہ چلنے والا "

۴۴۱۰ — ترجمہ : ابراہیم بن موسیٰ نے کہا ہمیں ہشام بن یوسف نے خبر دی کہ ابن جریج نے ان کو خبر دی کہ مجھے یعلی بن مسلم اور عمرو بن دینار نے سعید بن جبیر سے خبر دی اس حال میں کہ ان میں سے ایک نے دوسرے پر زیادہ ذکر کیا ۔ ابن جریج نے کہا یعلی بن مسلم اور عمرو بن دینار کے غیر نے کہا اور وہ عثمان بن سلیمان ہے ۔ کہ میں ان دونوں کے غیر کو سعید سے روایت کرتے ہوئے سنا کہ انھوں نے کہا میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کے گھر ان کے پاس بیٹھا تھا جبکہ کہا مجھ سے پوچھو تو میں نے کہا اے ابا عباس ! اللہ تعالیٰ مجھے تم پر فدا کرے ۔ کوفہ میں ایک آدمی واعظ ہے اس کو نوف کہا جاتا ہے اس کا گمان ہے کہ خضر کا ساتھی بنی اسرائیل کا موسیٰ نہیں ۔ عمرو نے مجھے کہا کہ ابن عباس نے کہا اللہ کا دشمن جھوٹ کہتا ہے ۔ یعلی نے کہا مجھے ابن عباس نے کہا کہ مجھے ابی کعب نے خبر دی کہ جناب رسول اللہ

يعلى فقال لي قال ابن عباس حدثني أبي بن كعب قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم موسى رسول الله عليه السلام قال ذكر الناس يوما حتى إذا فاضت العيون ورقت القلوب ولى فأدركه رجل فقال أي رسول الله هل في الأرض أحد أعلم منك قال لا فعتب عليه إذ لم يرد العلم إلى الله قيل بلى قال أي رب وأين قال بمجمع البحرين قال أي رب اجعل لي علما أعلم ذلك به فقال لي عمرو قال حيث يفارقك الحوت قال ما كلفت كثيرا فذلك قوله جل ذكره وإذ قال موسى لفتاه يوشع بن نون ليست عن سعيد قال فبينما هو في ظل صخرة في مكان ثريان إذ تضرب الحوت وموسى نائم فقال فتاه لا أوقظه حتى استيقظ نسي أن يخبره وتضرب الحوت حتى دخل البحر فأمسك الله عنه جرية البحر حتى كأن أثره في حجر قال لي عمرو وهكذا كأن أثره في حجر وحلق بين إبهاميه واللتين تليانهما لقد لقينا من سفرنا

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ایک دن موسیٰ "علیہ السلام" نے لوگوں کو وعظ کیا۔ حتیٰ کہ جس وقت آنکھوں سے آنسو بہہ پڑے اور دل نرم ہو گئے تو چلے گئے ایک آدمی نے ان کو پایا اور کہا اے اللہ کے رسول کیا زمین میں کوئی آدمی ہے جو تم سے بڑا عالم ہو؟ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کوئی نہیں اس بات پر اللہ تعالیٰ نے ان کو عتاب کیا جبکہ علم کو اللہ کی طرف منسوب نہ کیا (کہتے اللہ اعلم) کہا گیا کیوں نہیں (کوئی ہے جو تم سے بڑا عالم ہے) موسیٰ علیہ السلام نے کہا اے پروردگار من! میں اس آدمی کو کیسے پا سکتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس کو مجمع البحرین میں پاؤ گے۔ عرض کیا اے میرے پروردگار مجھے کوئی نشانی بتائیں کہ میں اس کے سبب اس کو مجمع البحرین میں پاؤں (ابن جریج نے کہا) مجھے عمرو نے کہا وہ جگہ کہ تم سے مچھلی جدا ہو جائے مجھے یعلیٰ نے کہا اللہ نے فرمایا مری ہوئی مچھلی لو جہاں اس میں روح پڑ جائے وہ وہاں ہوں گے موسیٰ علیہ السلام

هٰذَا نَصَبًا قَالَ قَدْ قَطَعَ اللّٰهُ عَنْكَ النَّصَبَ لَيْسَتْ هٰذِهٖ عَنْ سَعِيْدٍ
اَخْبَرَهٗ فَرَجَعَا فَوَجَدَا خَضِرًا قَالَ لِيْ عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ سُلَيْمَانَ عَلٰى طِنْفِسَةٍ
خَضْرَآءَ عَلٰى كَبِدِ الْبَحْرِ قَالَ سَعِيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ مُسَجًّى بِثَوْبِهٖ قَدْ جَعَلَ طَرَفَهٗ
تَحْتَ رِجْلَيْهِ وَطَرَفَهٗ تَحْتَ رَاْسِهٖ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ مُوْسٰى فَكَشَفَ عَنْ وَجْهِهٖ
وَقَالَ هَلْ بِاَرْضِيْ مِنْ سَلَامٍ مَنْ اَنْتَ قَالَ اَنَا مُوْسٰى قَالَ مُوْسٰى
بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَمَا شَانُكَ قَالَ جِئْتُ لِتُعَلِّمَنِيْ مِمَّا عُلِّمْتَ
رُشْدًا قَالَ اَمَا يَكْفِيْكَ اَنَّ التَّوْرَاةَ بِيَدَيْكَ وَاَنَّ الْوَحْيَ يَاْتِيْكَ يَا مُوْسٰى
اِنَّ لِيْ عِلْمًا لَا يَنْبَغِيْ لَكَ اَنْ تَعْلَمَهٗ وَاَنَّ لَكَ عِلْمًا لَا يَنْبَغِيْ لِيْ اَنْ اَعْلَمَهٗ
فَاَخَذَ طَائِرٌ بِمِنْقَارِهٖ مِنَ الْبَحْرِ وَقَالَ وَاللّٰهِ مَا عِلْمِيْ وَعِلْمُكَ فِيْ جَنْبِ
عِلْمِ اللّٰهِ اِلَّا كَمَا اَخَذَ هٰذَا الطَّائِرُ بِمِنْقَارِهٖ مِنَ الْبَحْرِ حَتّٰى اِذَا رَكِبَا فِي

نے مچھلی پکڑی اور اس کو زنبیل میں رکھ لیا۔ اور اپنے خادم یوشع سے کہا میں تمہیں صرف یہ تکلیف دیتا ہوں کہ جہاں یہ مچھلی تم سے جُدا ہو جائے مجھے خبردار کر دینا۔ یوشع نے کہا مجھے زیادہ تکلیف نہ دی گئی پس یہ اللہ کا فرمان ہے اس کا کلام عظیم ہے۔ جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنے خادم یُوشع بن نُون سے فرمایا۔ سعید سے یہ روایت نہیں ہے (جس میں یوشع بن نون کا نام مذکور ہو) فرمایا ایک وقت مُوسیٰ علیہ السلام پتھر کے سایہ میں تر زمین پر تھے۔ اچانک مچھلی نے حرکت کی جبکہ موسیٰ علیہ السلام سو رہے تھے تو اُن کے خادم نے کہا میں انہیں بیدار نہیں کروں گا حتیٰ کہ جب وہ خود بیدار ہوئے تو انہیں خبردار کرنا بھول گئے مچھلی حرکت کرتی ہوئی دریا میں چلی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے دریا کا بہاؤ روک دیا حتیٰ کہ مچھلی کا اثر پتھر میں تھا۔ ابن جریج نے کہا مجھے عمرو نے ایسے کہا ہے کہ مچھلی کا اثر پتھر میں تھا۔ (انگشت کے اشارے سے اس کا اثر ظاہر کیا) اور اپنے دونوں انگوٹھوں اور ان کے ساتھ متصل دونوں انگلیوں سے حلقہ بنایا (دونوں انگوٹھوں اور دونوں سبابہ انگلیوں سے حلقہ بنایا) ہم نے اس سفر میں رنج پایا ہے۔ یوشع نے کہا اللہ تعالیٰ

السَّفِينَةِ وَجَدَ امْعَابِرَ صِغَارًا تَحْمِلُ اَهْلَ هٰذَا السَّاحِلِ اِلَى اَهْلِ هٰذَا
السَّاحِلِ الْاٰخَرِ عَرَفُوْهُ فَقَالُوْا عَبْدُ اللّٰهِ الصَّالِحُ قَالَ قُلْنَا لِسَعِيْدٍ خَضِرٌ
قَالَ نَعَمْ لَا نَحْمِلُهُ بِاَجْرٍ فَخَرَقَهَا وَوَتَدَ فِيْهَا وَتِدًا قَالَ مُوْسٰى اَخَرَقْتَهَا
لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا اِمْرًا قَالَ مُجَاهِدٌ مُنْكَرًا قَالَ اَلَمْ اَقُلْ
اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا كَانَتِ الْاُوْلٰى نِسْيَانًا وَّالْوُسْطٰى شَرْطًا وَّالثَّالِثَةُ
عَمْدًا قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِيْ بِمَا نَسِيْتُ وَلَا تُرْهِقْنِيْ مِنْ اَمْرِيْ عُسْرًا لَقِيَا
غُلَامًا فَقَتَلَهٗ قَالَ يَعْلٰى قَالَ سَعِيْدٌ وَجَدَ غِلْمَانًا يَلْعَبُوْنَ فَاَخَذَ غُلَامًا
كَافِرًا ظَرِيْفًا فَاَضْجَعَهٗ ثُمَّ ذَبَحَهٗ بِالسِّكِّيْنِ قَالَ اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةً
بِغَيْرِ نَفْسٍ لَمْ تَعْمَلْ بِالْحِنْثِ وَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَقْرَؤُهَا زَكِيَّةً زَاكِيَةً

آپ سے رنج والم دُور کرے ۔ یہ روائت (قَدْ قَطَعَ اللّٰہُ عَنْکَ النَّصَبَ) سعید کی نہیں پس وہ دونوں واپس لوٹے اور خضر علیہ السلام کو پالیا (ابن جریج نے کہا) مجھے عثمان بن ابی سلیمان نے کہا (سعید کی روائت پر اضافہ کرتے ہوئے) دریا کے درمیان سبز بستر پر بیٹھے دیکھا ۔ سعید بن جبیر نے کہا وہ کپڑے میں لپٹے ہوئے تھے اس کا ایک کنارہ اپنے دونوں پاؤں تلے اور دوسرا کنارہ اپنے سر کے نیچے کئے ہوئے تھے ۔ موسیٰ علیہ السلام نے انہیں سلام کہا تو خضر نے اپنے چہرے سے کپڑا اُٹھایا اور کہا کیا میری اس زمین میں سلام کہنے کا طریقہ ہے؟ تم کون ہو؟ فرمایا میں موسیٰ ہوں ۔ خضر نے کہا بنی اسرائیل کے موسیٰ ہو؟ فرمایا جی ہاں (میں بنی اسرائیل کا موسیٰ ہوں) خضر نے کہا کس لئے تشریف لائے ہو ۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا میں اس لئے آیا ہوں کہ آپ مجھے وہ علم سکھائیں جو آپ کو عطا کیا گیا ہے ۔ خضر علیہ السلام نے کہا کیا آپ کو یہ کافی نہیں کہ تورات آپ کے پاس ہے اور آپ کے پاس وحی آتا ہے ۔ اے موسیٰ میرے پاس علم ہے آپ کے لئے اس کو پُورا جاننا مناسب نہیں اور آپ کے پاس علم ہے میرے لئے مناسب نہیں کہ میں وہ سارا سیکھوں اتنے میں ایک پرندے نے اپنی چونچ کے ساتھ دریا سے پانی پیا تو خضر نے کہا بخدا! میرا علم اور تمہارا علم اللہ کے علم کی نسبت صرف ایسا ہے جیسے اس پرندے نے دریا سے اپنی چونچ کے ساتھ پانی پیا ہے ۔ پھر جب وہ کشتی میں سوار ہونے لگے

مُسْلِمَةً كَقَوْلِكَ غُلَامًا زَكِيًّا فَانْطَلَقَا فَوَجَدَا جِدَارًا يُرِيدُ اَنْ يَنْقَضَّ
فَاَقَامَهٗ قَالَ سَعِيْدٌ بِيَدِهٖ هٰكَذَا وَرَفَعَ يَدَهٗ فَاسْتَقَامَ قَالَ يَعْلٰى حَسِبْتُ
اَنَّ سَعِيْدًا قَالَ فَمَسَحَهٗ بِيَدِهٖ فَاسْتَقَامَ لَوْشِئْتَ لَاتَّخَذْتَ عَلَيْهِ اَجْرًا
قَالَ سَعِيْدٌ اَجْرًا نَاْكُلُهٗ وَكَانَ وَرَآءَهُمْ وَكَانَ اَمَامَهُمْ قَرَأَهَا ابْنُ عَبَّاسٍ
اَمَامَهُمْ مَلِكٌ يَزْعُمُوْنَ عَنْ غَيْرِ سَعِيْدٍ اَنَّهٗ هُدَدُ بْنُ بُدَدٍ وَالْغُلَامُ الْمَقْتُوْلُ
اِسْمُهٗ يَزْعُمُوْنَ جَيْسُوْرُ مَلِكٌ يَّاْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ غَصْبًا فَاَرَدْتُ اِذَا هِيَ
مَرَّتْ بِهٖ اَنْ يَدَعَهَا لِعَيْبِهَا فَاِذَا جَاوَزُوْا اَصْلَحُوْهَا وَانْتَفَعُوْا بِهَا وَ
مِنْهُمْ مَنْ يَقُوْلُ سَدُّوْهَا بِقَارُوْرَةٍ وَمِنْهُمْ مَنْ يَّقُوْلُ بِالْقَارِ كَانَ
اَبَوَاهُ مُؤْمِنَيْنِ وَكَانَ كَافِرًا فَخَشِيْنَا اَنْ يُّرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَّكُفْرًا اَنْ يَّحْمِلَهُمَا

تو اُنھوں نے چھوٹی چھوٹی کشتیاں پائیں جو لوگوں کو ایک کنارے سے دُوسرے پر لے جاتی تھیں۔ ملاحوں نے حضرت خضر علیہ السلام کو پہچان لیا اور کہا یہ اللہ تعالیٰ کا نیک بندہ ہے (انھوں نے سب کو سوار کرلیا) یعلی بن مسلم نے کہا ہم نے سعید بن جُبیر سے کہا اُنھوں نے خضر کو پہچانا تھا؟ کہا جی ہاں! ان کو کرایہ لے کر سوار نہ کرتے تھے۔ خضر علیہ السلام نے کشتی کا تختہ توڑ دیا اور اس کی جگہ میخ جڑ دی۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا کیا آپ نے کشتی کو توڑا ہے کہ کشتی میں سوار لوگوں کو پانی میں غرق کرے؟ آپ نے بُرا کام کیا ہے خضر علیہ السلام نے کہا کیا میں نے نہیں کہا تھا کہ آپ میرے ساتھ صبر نہ کر سکیں گے۔ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پہلی بار موسیٰ علیہ السلام نے بھول کر اعتراض کیا تھا اور دوسری بار شرط ذکر کی (کہ اگر میں پوچھوں تو مجھے جُدا کر دو) اور تیسری بار قصداً اعتراض کیا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا میرے بھُول جانے کے باعث مواخذہ نہ کرو اور میرے کام میں مشکل پیدا نہ کرو پھر وہ ایک بچہ سے ملے تو خضر نے اس کو قتل کر دیا۔ یعلیٰ نے کہا سعید نے کہا خضر علیہ السلام چند لڑکوں کو دیکھا کہ وہ کھیل رہے ہیں تو ایک ذہین کافر لڑکے کو پکڑا اور اس کو لٹا کر چھری سے ذبح کر دیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا آپ نے بلا وجہ بے گناہ بچے کو قتل کر دیا ہے؟ جس نے کوئی گناہ نہیں کیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کو "زَكِيَّةً زَاكِيَةً مُسْلِمَةً" پڑھا ہے جیسے غلام زکی کہتے ہیں

حُبُّهُ عَلَى أَنْ يَتَابَعَاهُ عَلَى دِيْنِهِ فَارَدْنَا اَنْ يُبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا مِنْهُ زَكٰوةً وَاَقْرَبَ رُحْمًا هُمَا بِهِ اَرْحَمُ مِنْهُمَا بِالْاَوَّلِ الَّذِي قَتَلَ خَضِرٌ وَ زَعَمَ غَيْرُ سَعِيْدٍ اَنَّهُمَا اُبْدِلَا جَارِيَةً وَاَمَّا دَاؤُدُ بْنُ اَبِي عَاصِمٍ فَقَالَ عَنْ غَيْرِ وَاحِدٍ اِنَّهَا جَارِيَةٌ

نفس زکیہ کہتے ہیں۔ پھر دونوں چلتے رہے اور ایک دیوار پائی جو گرنا چاہتی تھی۔ خضر نے اس کو سیدھا کر دیا۔ سعید نے اپنے ہاتھ کے اشارے سے کہا " اس طرح " اور اپنا ہاتھ اٹھایا وہ سیدھی ہو گئی۔ یعلی نے کہا میرا خیال ہے کہ سعید نے کہا اس کو اپنے ہاتھ سے چھوا تو وہ سیدھی ہو گئی۔ " موسیٰ علیہ السلام نے کہا " اگر تم چاہتے تو اس کام کی اُجرت لیتے۔ سعید نے کہا اُجرت جو ہم کھاتے۔ اُن کے آگے ابن عباس نے پڑھا کہ ان کے آگے بادشاہ تھا۔ سعید کے غیر سے روایت ہے کہ وہ بادشاہ ہدد بن بدد تھا۔ اور مقتول لڑکے کا نام جنیسور تھا۔ بادشاہ ہر کشتی غصب کر لیتا تھا۔ میں نے چاہا کہ جب کشتی اس کے پاس سے گزرے تو اس کو عیب ناک سمجھ کر چھوڑ دے گا۔ جب وہ چلے جائیں گے تو اس کو درست کر کے نفع حاصل کریں گے۔ اُن میں سے بعض نے کہا کہ شیشہ پگھلا کر سوراخ بند کر لیں گے۔ ان میں سے بعض نے کہا تارکول سے سوراخ بند کر لیں گے۔ ان میں سے بعض نے کہا تارکول سے سوراخ بند کر لیں گے۔ اور اس کے ماں باپ مومن تھے اور وہ لڑکا کافر تھا۔ ہمیں خوف ہوا کہ سرکشی اور کفر کے باعث ان کو تنگ کر دے گا اور وہ اس بچے کی محبت کے باعث اس کے دین پر اس کی متابعت کر لیں گے۔ ہم نے یہ ارادہ کیا کہ ان کا رب اس سے بہتر بچہ ان کو بدل دے گا جو پاکیزہ اور صلہ رحم کرنے والا ہوگا۔ انھوں نے یہ " اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةً " کی مناسبت سے کہا ہے۔ اس حال میں کہ اس بچہ کے ماں باپ پہلے بچے کی نسبت جس کو خضر نے قتل کیا تھا۔ اس سے زیادہ رحم کرنے والے ہوں گے۔ سعید کے غیر نے کہا (یعنی ابن جریج نے) ان کو لڑکی بدل دی گئی اور داؤد بن عاصم نے اکثر سے ذکر کیا کہ اس کا بدل لڑکی تھی۔

۱۰۱۴۴ شرح : اس حدیث کی شرح کئی بار گزری ہے۔ کچھ یہاں بھی ذکر کئے دیتے ہیں۔ قولہ لَا يَنْبَغِي لِي آہ یعنی خضر علیہ السلام نے کہا " موسیٰ آپ کو وہ علوم حاصل ہیں جو میرے مناسب نہیں کہ میں وہ حاصل کر سکوں۔ علامہ قسطلانی رحمہ اللہ نے ذکر کیا یہ اس اعتبار سے ہے کہ اگر خضر نبی ہیں تو دوسرے نبی کی شریعت اس پر واجب نہیں اگر وہ ولی ہیں تو ممکن ہے کہ وہ کسی نبی کی شریعت کے مامور ہوں " اس تقدیر پر خضر کے اس کلام کے معنیٰ یہ ہیں کہ آپ نبی ہیں آپ کے لئے

بَابُ قَوْلُهٗ فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتَاہُ اٰتِنَا غَدَآءَ نَا لَقَدْ لَقِیْنَا مِنْ سَفَرِنَا ھٰذَا نَصَبًا

کسی نبی اور ولی کی متابعت مناسب نہیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام حق تعالیٰ کے کلام کے مطابق اسی قدر میں مامور تھے کہ خضر کی مصاحبت اختیار کریں اور یہ معلوم کریں کہ تم سے بڑا عالم بھی ہے۔

قولہ مَعَابِرَ کے معنی کشتیاں ہیں۔ علامہ ابن حجر نے کہا کہ "وجد مَعَابِرَ" "رکبا فی السفینہ" کی تفسیر ہے۔ اذا "کا جواب نہیں کیونکہ کشتیوں کو پانا کشتی میں سوار ہونے سے پہلے تھا (قسطلانی)

قولہ ذَبَحَہٗ بِالسِّکِّیْنِ" اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ سفیان کی روایت میں فَاقْتَلَعَہٗ بِیَدِہٖ " ہے کہ خضر نے بچے کا سر اپنے ہاتھ کے ساتھ باہر نکال مارا" اس کا جواب یہ ہے کہ یہ منافات نہیں کیونکہ ہوسکتا ہے کہ پہلے ذبح کیا ہو اور باقی ماندہ کو ہاتھ کے ساتھ باہر پھینک مارا ہو نیز قتل عام ہے دونوں صورتوں کو شامل ہے۔ اس مقتول بچے کا نام "جَیْسُوْر" تھا۔ جیسا کہ ابن جریج نے ذکر کیا ہے اور ضحاک کی تفسیر میں اس کا نام حَشْرَد اور کلبی کی تفسیر میں "شمعون" مذکور ہے۔

قولہ اَنْ یُّحَمِّلَهُمَا" ہوسکتا ہے کہ یہ اَنْ یُّرْهِقَهُمَا" سے بدل واقع ہو۔ اور ممکن ہے کہ تقدیر عبارت یہ ہو۔ بِاَنْ یُّحَمِّلَهُمَا" ہو۔

قولہ خَیْرًا مِّنْهُ" یعنی جو بچہ ان کو عطا کیا جائے گا جو مقتول بچے سے بہتر ہوگا۔ زکاۃ کے معنی صلاحیت اور اسلام کے ہیں۔ اور "اَقْرَبَ رُحْمًا" کے معنی ہیں صلہ رحم کرنے والا اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے والا ہوگا اور مقتول بچہ کے ساتھ اگرچہ اس کے ماں باپ بہت محبت کرتے ہیں لیکن جو اس کا بدل بچہ عطا ہوگا اس سے بہت زیادہ محبت کریں گے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انہیں مقتول بچے کا بدل لڑکی عطا فرمائی۔ چنانچہ نسائی نے ابن ابی اسحاق کے طریق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں مقتول بچے کا بدل لڑکی عطا کی۔ اس کے پیٹ سے نبی پیدا ہوا۔ طبرانی کی روایت میں دو نبی مذکور ہیں۔

سُدی کی روایت میں ہے کہ لڑکی نے نبی کو جنم دیا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد نبی تھا جسے لوگوں نے کہا ہمارے لئے کوئی بادشاہ تجویز کریں جس کی معیت میں ہم اللہ کی راہ میں جہاد کریں۔ اس کا نام شمعون" تھا۔ اس کی والدہ کا نام حَنَّہ تھا۔

ابن کلبی کی تفسیر میں ہے کہ اس نے لڑکی کو جنم دیا جس کے پیٹ سے کئی نبی پیدا ہوئے جو لوگوں کے لئے مشعل ہدایت تھے بعض علماء نے ذکر کیا کہ اس کی اولاد میں ستر نبی ہوئے ہیں۔

اِلٰی قَوْلِہٖ عَجَبًا صُنْعًا عَمَلًا حِوَلًا تَحَوُّلًا قَالَ ذٰلِکَ مَا کُنَّا نَبْغِ فَارْتَدَّا عَلٰی اٰثَارِھِمَا قَصَصًا اِمْرًا وَّ نُکْرًا دَاھِیَۃً یَنْقَضَّ یَنْقَاضُ کَمَا تَنْقَاضُ السِّنُّ لَتَخِذْتَ وَاتَّخَذْتَ وَاحِدٌ رُحْمًا مِنَ الرُّحْمِ وَھِیَ اَشَدُّ مُبَالَغَۃً مِنَ الرَّحْمَۃِ وَیُظَنُّ اَنَّہٗ مِنَ الرَّحِیْمِ وَتُدْعٰی مَکَّۃُ اُمَّ رُحْمٍ اَیِ الرَّحْمَۃُ تَنْزِلُ بِھَا

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد جب دونوں اس جگہ سے آگے بڑھے تو موسیٰ نے کہا کھانا لاؤ ہم نے اس سفر میں بہت تکان پائی ہے"

تفسیر : حضرت موسیٰ اور ان کے خادم یوشع بن نون اور صخرہ (پتھر) سے جُدا ہونے کے بعد ایک دن اور رات چلتے رہے۔ اس کے بعد خادم سے کہا کھانا لاؤ تو زنبیل میں بریاں مچھلی کو گم پایا پھر وہیں سے پلٹے اور اسی پتھر کے پاس آئے جہاں سے چلے تھے وہاں انہیں خضر مل گئے۔

قولہ صُنْعًا ،، اس سے اس آیت کریمہ :،، وَھُمْ یَحْسَبُوْنَ اَنَّھُمْ یُحْسِنُوْنَ صُنْعًا کی طرف اشارہ کیا اور اس کی عملاً سے تفسیر کی۔ یعنی وہ گمان کرتے ہیں کہ وہ اچھے عمل کرتے ہیں۔ حضرت علی المرتضیٰ نے کہا یہ لوگ راہب اور وہ علماء ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو گرجوں وغیرہ میں محبوس کر رکھا تھا۔ سعد بن ابی وقاص نے کہا ،، رضی اللہ عنہ ،، یہ لوگ یہود و نصاریٰ ہیں ،، عبداللہ بن کوا خارجی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ یہ کون لوگ ہیں جن کے اعمال خسارہ میں ہیں۔ فرمایا اے خارجیو! وہ تم لوگ ہو۔

قولہ حِوَلًا ،، اس سے اس آیت کریمہ : لَا یَبْغُوْنَ عَنْھَا حِوَلًا ،، کی طرف اشارہ کیا اور اس کی حِوَلًا ،، سے تفسیر کی ،، یعنی جنتی لوگ جنت سے پھر جانا نہیں چاہیں گے "

قولہ اِمْرًا ،، اس سے اس آیت کریمہ : لَقَدْ جِئْتَ شَیْئًا اِمْرًا ،، کی طرف اشارہ کیا پھر اس کی دَاھِیَۃ سے تفسیر کی اسی طرح لَقَدْ جِئْتَ شَیْئًا نُکْرًا کی تفسیر داھیہ سے کی ہے۔

قولہ یَنْقَضَّ ،، اس سے اس آیت کریمہ فَوَجَدَا فِیْھَا جِدَارًا یُّرِیْدُ اَنْ یَّنْقَضَّ فَاَقَامَہٗ ،، کی طرف اشارہ کیا ہے۔ یَنْقَضُّ اور یَنْقَادُ ہم معنیٰ ہیں۔ چنانچہ کہتے ہیں یُنْقَاضُ السِّنُّ دانت گر گئے۔

۱۱۴۴۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنِي سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ نَوْفَ الْبِكَالِيَّ يَزْعُمُ اَنَّ مُوسَى بَنِي اِسْرَائِيلَ لَيْسَ بِمُوسَى الْخَضِرِ فَقَالَ كَذَبَ عَدُوُّ اللّٰهِ حَدَّثَنَا اُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَامَ مُوسَى خَطِيبًا فِي بَنِي اِسْرَائِيلَ فَقِيلَ لَهُ اَيُّ النَّاسِ اَعْلَمُ قَالَ اَنَا فَعَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ اِذْ لَمْ يَرُدَّ الْعِلْمَ اِلَيْهِ وَاَوْحَى اِلَيْهِ بَلَى عَبْدٌ مِنْ عِبَادِي بِمَجْمَعِ الْبَحْرَيْنِ هُوَ اَعْلَمُ مِنْكَ قَالَ اَيْ رَبِّ كَيْفَ السَّبِيلُ اِلَيْهِ قَالَ تَاْخُذُ حُوتًا فِي مِكْتَلٍ فَحَيْثُ مَا فَقَدْتَ الْحُوتَ فَاتَّبِعْهُ قَالَ فَخَرَجَ مُوسَى وَمَعَهُ فَتَاهُ يُوشَعُ بْنُ نُونٍ وَمَعَهُمَا الْحُوتُ حَتَّى اَنْتَهَيَا اِلَى الصَّخْرَةِ فَنَزَلَا عِنْدَهَا قَالَ فَوَضَعَ مُوسَى رَاْسَهُ فَنَامَ قَالَ سُفْيَانُ وَفِي حَدِيثِ غَيْرِ عَمْرٍو قَالَ وَفِي اَصْلِ الصَّخْرَةِ عَيْنٌ يُقَالُ لَهَا الْحَيَاةُ لَا يُصِيبُ مِنْ مَائِهَا شَيْءٌ اِلَّا حَيِيَ فَاَصَابَ الْحُوتَ مِنْ مَاءِ تِلْكَ الْعَيْنِ قَالَ

قولہ لَتَخَذْتَ اور اِتَّخَذْتَ ایک ہی لفظ ہے۔ مسلم شریف میں ہے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے "لَتَخَذْتَ" پڑھا ہے۔

قولہ رُحْمًا "رُحْمٌ" سے ہے۔ رَحِمٌ سے مشتق ہے۔ اس کے معنی ہیں "پیٹ" اس میں "رحمت" کی نسبت مبالغہ زیادہ ہے۔ یہ بھی گمان کیا جاتا ہے کہ یہ بمعنی رحیم ہے اور مکہ مکرمہ کو "اُمّ رحم" کہتے ہیں یعنی وہاں اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔

۱۱۴۴ — ترجمہ: سعید بن جبیر نے کہا میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا کہ نوف البکالی کہتا ہے کہ بنی اسرائیل کا موسیٰ وہ موسیٰ نہیں جو خضر کے ساتھی تھے۔ ابن عباس نے کہا اللہ کا دشمن جھوٹ کہتا ہے۔ ہمیں ابی بن کعب نے جناب رسول اللہ

فَتَحَرَّكَ وَانْسَلَّ مِنَ الْمِكْتَلِ فَدَخَلَ الْبَحْرَ فَلَمَّا اسْتَيْقَظَ مُوسٰى قَالَ لِفَتَاهُ
اٰتِنَا غَدَآءَ نَا الْاٰيَةَ قَالَ وَلَمْ يَجِدِ النَّصَبَ حَتّٰى جَاوَزَ مَا اُمِرَ بِهٖ قَالَ لَهٗ
فَتَاهُ يُوْشَعُ بْنُ نُوْنٍ اَرَاَيْتَ اِذْ اَوَيْنَآ اِلَى الصَّخْرَةِ فَاِنِّىْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ
الْاٰيَةَ قَالَ فَرَجَعَا يَقُصَّانِ فِىْ اٰثَارِهِمَا فَوَجَدَا فِى الْبَحْرِ كَالطَّاقِ مَمَرَّ الْحُوْتِ
فَكَانَ لِلْفَتٰى عَجَبًا وَلِلْحُوْتِ سَرَبًا قَالَ فَلَمَّا انْتَهَيَا اِلَى الصَّخْرَةِ اِذَا هُمَا بِرَجُلٍ
مُسَجًّى بِثَوْبٍ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ مُوسٰى قَالَ وَاَنّٰى بِاَرْضِكَ السَّلَامُ فَقَالَ اَنَا مُوسٰى
قَالَ مُوسٰى بَنِىْ اِسْرَائِيْلَ قَالَ نَعَمْ قَالَ هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰٓى اَنْ تُعَلِّمَنِىْ مِمَّا
عُلِّمْتَ رُشْدًا قَالَ لَهُ الْخَضِرُ يَا مُوسٰى اِنَّكَ عَلٰى عِلْمٍ مِنْ عِلْمِ اللّٰهِ عَلَّمَكَهُ اللّٰهُ لَا
اَعْلَمُهٗ وَاَنَا عَلٰى عِلْمٍ مِّنْ عِلْمِ اللّٰهِ عَلَّمَنِيْهِ اللّٰهُ لَا تَعْلَمُهٗ قَالَ بَلْ اَتَّبِعُكَ
فَاِنِ اتَّبَعْتَنِىْ فَلَا تَسْاَلْنِىْ عَنْ شَىْءٍ حَتّٰى اُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا فَانْطَلَقَا

صلی اللہ علیہ وسلم سے خبر دی کہ آپ نے فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل میں خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے تو اُن سے کہا گیا لوگوں میں سب سے بڑا عالم کون ہے۔ فرمایا میں ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو عتاب کیا جبکہ علم کی نسبت اللہ کی طرف نہیں کی اور انہیں وحی فرمائی کہ کیوں نہیں مجمع البحرین میں میرے بندوں میں میرا ایک بندہ ہے جو تم سے زیادہ عالم ہے۔ موسیٰ نے کہا اے رب! اس کی طرف پہنچنے کی راہ کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا زنبیل میں مچھلی رکھ لو جہاں اسے گم پاؤ تو اس کا پیچھا کرو۔ موسیٰ علیہ السلام اور اُن کے ساتھ اُن کا خادم یوشع بن نون دونوں نکلے جبکہ اُن کے پاس مچھلی تھی۔ حتیٰ کہ وہ صخرہ (پتھر) کے پاس آئے اور اس کے پاس ٹھہرے موسیٰ علیہ السلام نے اپنا سر اس پر رکھا اور سو گئے۔ سفیان نے کہا عمرو کے غیر کی حدیث میں ہے کہ پتھر کے قریب چشمہ تھا جس کو آبِ حیات کہا جاتا ہے۔ جب مردہ شئی کو اس کا پانی پہنچے وہ زندہ ہو جاتی ہے۔ اس چشمہ کے پانی سے مچھلی کو پہنچا تو وہ حرکت میں آگئی اور زنبیل سے نکل کر دریا میں داخل ہو گئی۔ جب موسیٰ علیہ السلام بیدار ہوئے تو اپنے خادم سے کہا ہمارا ناشتہ لاؤ۔ راوی نے کہا موسیٰ علیہ السلام کو تعب و مشقت نہ پہنچی حتیٰ کہ اس جگہ سے آگے گزر گئے جس کا اُن کو حکم دیا گیا تھا (صخرہ جو خضر سے ملاقات کا مقام تھا) اُن کے خادم یوشع بن نون نے کہا کیا آپ

يَمْشِيَانِ عَلَى السَّاحِلِ فَمَرَّتْ بِهِمَا سَفِينَةٌ فَعُرِفَ الْخَضِرُ فَحَمَلُوهُمْ فِي سَفِينَتِهِمْ بِغَيْرِ نَوْلٍ يَقُولُ بِغَيْرِ اَجْرٍ فَرَكِبَا السَّفِينَةَ قَالَ وَوَقَعَ عُصْفُورٌ عَلَى حَرْفِ السَّفِينَةِ فَغَمَسَ مِنْقَارَهُ الْبَحْرَ فَقَالَ الْخَضِرُ لِمُوسٰى مَا عِلْمُكَ وَعِلْمِي وَعِلْمُ الْخَلَائِقِ فِي عِلْمِ اللّٰهِ اِلَّا مِقْدَارُ مَا غَمَسَ هٰذَا الْعُصْفُورُ مِنْقَارَهُ قَالَ فَلَمْ يَفْجَأْ مُوسٰى اِذْ عَمَدَ الْخَضِرُ اِلٰى قَدُومٍ فَخَرَقَ السَّفِينَةَ فَقَالَ لَهُ مُوسٰى قَوْمٌ حَمَلُونَا بِغَيْرِ نَوْلٍ عَمَدْتَ اِلٰى سَفِينَتِهِمْ فَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا لَقَدْ جِئْتَ الْاٰيَةَ فَانْطَلَقَا اِذَا هُمَا بِغُلَامٍ يَلْعَبُ مَعَ الْغِلْمَانِ فَاَخَذَ الْخَضِرُ بِرَأْسِهٖ فَقَطَعَهٗ قَالَ لَهٗ مُوسٰى اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةً بِغَيْرِ نَفْسٍ لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا نُكْرًا

نے دیکھا جس وقت ہم نے پتھر کے پاس جگہ لی تھی (وہاں مچھلی نکل گئی تھی اور میں آپ سے کہنا بھول گیا تھا) راوی نے کہا پھر دونوں واپس ہوئے اس حال میں کہ اپنے قدموں کے نشان تلاش کر رہے تھے اور دریا میں طاق کی طرح مچھلی کی گزرگاہ پائی خادم کے لئے یہ کیفیت تعجب خیز ہوئی اور مچھلی کے لئے سرنگ۔ جب وہ پتھر کے پاس پہنچے اچانک وہاں ایک آدمی تھا جو کپڑے میں لپٹا ہوا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے اسے سلام کہا تو اس نے کہا جس زمین میں تم ہو اس میں سلام کہنے کی عادت کب ہے؟ فرمایا میں موسیٰ ہوں۔ خضر نے کہا بنی اسرائیل کے موسیٰ ہو۔ فرمایا ہاں! موسیٰ علیہ السلام نے کہا کیا میں تمہارا اس پر ساتھی رہوں کہ مجھے وہ سکھاؤ جو تمہیں رشد سکھائی گئی ہے۔ خضر نے کہا اے موسیٰ! آپ اللہ تعالیٰ کے معلومات سے ایسے راسخ علم پر ہیں جو اللہ نے آپ کو سکھایا ہے۔ میں وہ سب نہیں جانتا ہوں اور میں اللہ کے علم سے علم راسخ پر ہوں کہ آپ اس کو نہیں جانتے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا بلکہ میں آپ کی پیروی کروں گا۔ خضر نے کہا اگر آپ نے میرے ساتھ چلنا ہے تو مجھ سے کسی شئ کے متعلق دریافت نہ کرو حتیٰ کہ میں خود اس میں سے آپ سے بیان کروں گا۔ دونوں سمندر کے کنارے چل رہے تھے کہ اُن کے پاس سے ایک کشتی گزری۔ خضر کو لوگوں نے پہچانا اور کرایہ کے بغیر سب کو کشتی میں سوار کیا۔ بِغَیْرِ نَوْلٍ بمعنی بغیر اَجرٍ ہے۔ چنانچہ دونوں کشتی پر سوار ہو گئے۔ راوی نے کہا کشتی کے کنارے پر چڑیا بیٹھی اور وہ دریا میں اپنی چونچ لے گئی۔ خضر نے کہا اے موسیٰ میرا علم اور آپ کا علم اور ساری مخلوق کے علم اللہ کے علم کی نسبت اس مقدار میں ہیں جو اس چڑیا نے اپنی چونچ میں لیا ہے۔ راوی نے کہا موسیٰ علیہ السلام نے کچھ دیر نہ کی کہ اچانک خضر نے

قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِىَ صَبْرًا اِلٰى قَوْلِهٖ فَاَبَوْا اَنْ يُّضَيِّفُوْهُمَا فَوَجَدَ فِيْهَا جِدَارًا يُّرِيْدُ اَنْ يَّنْقَضَّ فَقَالَ بِيَدِهٖ هٰكَذَا فَاَقَامَهٗ فَقَالَ لَهٗ مُوْسٰى اَنَا دَخَلْنَا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ فَلَمْ يُضَيِّفُوْنَا وَ لَمْ يُطْعِمُوْنَا لَوْشِئْتَ لَاتَّخَذْتَ عَلَيْهِ اَجْرًا قَالَ هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِىْ وَبَيْنِكَ سَاُنَبِّئُكَ بِتَاْوِيْلِ مَالَمْ تَسْتَطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَدِدْنَا اَنَّ مُوْسٰى صَبَرَ حَتّٰى يُقَصَّ عَلَيْنَا مِنْ اَمْرِهِمَا قَالَ وَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَقْرَأُ وَكَانَ اَمَامَهُمْ مَلِكٌ يَّاْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ صَالِحَةٍ غَصْبًا وَ اَمَّا الْغُلَامُ فَكَانَ كَافِرًا

تیشہ کا قصد کیا اور کشتی کو توڑ دیا موسیٰ علیہ السلام نے خضر سے کہا ان لوگوں نے ہمیں اُجرت کے بغیر کشتی میں سوار کیا اور آپ نے ان کی کشتی کو قصدًا توڑ دیا تاکہ کشتی میں سوار لوگوں کو دریا میں غرق کرے آپ نے اچھا کام نہیں کیا ہے پھر دونوں چل پڑے اچانک ایک لڑکا دیکھا جو بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا۔ خضر نے اس کا سر پکڑا اور اس کو کاٹ ڈالا۔ موسیٰ علیہ السلام نے خضر سے کہا کیا آپ نے بغیر قصاص کسی نفس کے بے گناہ کو قتل کر دیا ہے؟ تم نے یہ بُرا کام کیا ہے۔ خضر علیہ السلام نے کہا کیا میں نے آپ سے نہیں کہا تھا کہ آپ میرے ساتھ صبر نہیں کر سکیں گے۔ فَاَبَوْا اَنْ يُّضَيِّفُوْ نا تک "، اُنھوں نے اس قریہ میں ایک دیوار پائی جو گرنے والی تھی۔ خضر نے اپنے ہاتھ سے اس طرح اشارہ کیا اور اس کو سیدھا کر دیا تو اُن سے موسیٰ علیہ السلام نے کہا ہم اس قریہ میں آئے اور اِن لوگوں نے ہمیں کھانا نہیں کھلایا۔ اگر تم چاہتے تو دیوار سیدھی کرنے کی اُجرت لے سکتے تھے۔ خضر علیہ السلام نے کہا یہ میرے اور آپ کے درمیان جُدائی کا وقت ہے میں عنقریب آپ کو اس بیان سے آگاہ کروں گا جس پر آپ صبر نہیں کر سکے "، جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہماری یہ خواہش تھی کہ موسیٰ علیہ السلام صبر کرتے حتی کہ سارا واقعہ ہم پر ظاہر ہوتا۔ راوی نے کہا ابن عباس رضی اللہ عنہما پڑھتے تھے۔ وَكَانَ اَمَامَهُمْ مَلِكٌ يَّاْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ صَالِحَةٍ غَصْبًا "، یعنی وہ لفظ " امام اور صالحۃ "، پڑھتے تھے۔ (کئی بار اس حدیث کی شرح ذکر کی گئی ہے)

بَابُ قَوْلِهٖ قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا

۴۴۱۲۔ حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ مُصْعَبٍ قَالَ سَاَلْتُ اَبِیْ قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا اَهُمُ الْحَرُوْرِيَّةُ قَالَ لَا هُمُ الْيَهُوْدُ وَالنَّصَارٰی اَمَّا الْيَهُوْدُ فَكَذَّبُوْا مُحَمَّدًا وَاَمَّا النَّصَارٰی فَكَفَرُوْا بِالْجَنَّةِ وَقَالُوْا لَا طَعَامَ فِيْهَا وَلَا شَرَابَ وَالْحَرُوْرِيَّةُ الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَكَانَ سَعْدٌ يُسَمِّيْهِمُ الْفَاسِقِيْنَ

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد اے حبیب فرما دیجئے کیا ہم تمہیں بتا دیں کہ سب سے بڑھ کر ناقص عمل کن کے ہیں؟

۴۴۱۲۔ ترجمہ: مُصعَب بن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے اپنے والد سعد بن ابی وقاص سے پوچھا قُلْ ھَلْ نُنَبِّئُکُمْ الآیۃ۔ یہ آیت کریمہ حروریہ کی شان میں ہے کیونکہ سب سے بڑھ کر ناقص عمل والے یہی لوگ ہیں۔ سعد بن ابی وقاص نے کہا نہیں۔ یہ لوگ یہود و نصاریٰ (جن کے اعمال ناقص ہیں) یہودیوں نے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کی آپ کو جھٹلایا اور نصاریٰ نے جنت سے کفر کیا اور کہا اس میں کوئی کھانے پینے کی شئی نہیں اور حروریہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے مضبوط عہد کرنے کے بعد اس کا نقض کیا اُن کے حق میں یہ آیت کریمہ: اَلَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ الآیۃ" نازل ہوئی۔ سعد بن ابی وقاص حروریہ کو فاسق کہتے تھے یعنی ان کو کافر نہیں کہتے تھے۔

"حُرُوْرِیَّہ"

حروریہ کی نسبت حرورا کی طرف ہے اور وہ کوفہ کے قریب ایک گاؤں ہے جہاں خارجی جمع

بَابُ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيَاتِ رَبِّهِمْ وَلِقَآئِهٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ الاٰيَة

۴۴۱۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ اَبِيْ مَرْيَمَ قَالَ اَخْبَرَنَا الْمُغِيْرَةُ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّهٗ لَيَاْتِي الرَّجُلُ الْعَظِيْمُ السَّمِيْنُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَا يَزِنُ عِنْدَ اللّٰهِ جَنَاحَ بَعُوْضَةٍ وَقَالَ اقْرَءُوْا فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا وَعَنْ يَحْيَى بْنِ بُكَيْرٍ عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ مِثْلَهٗ۔

ہوئے تھے اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے خلاف علم بغاوت بلند کیا اور آپ کی طاعت سے انکار کر دیا تھا۔ اس کے باعث وہ جماعت سے خارج ہو گئے اس لئے انہیں حرور یہ کہا جاتا ہے یہ فرقہ خارجیہ ہے جو اہلسنت و جماعت کے سخت خلاف ہیں ان کا سرغنہ وہی شخص ہے جس نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر غنیمت کے مال تقسیم کرتے وقت اعتراض کیا اور کہا "یا رسول اللہ عدل کرو" اس کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا۔ اسی کو ذوالخویصرہ کہا جاتا ہے۔ اسی کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ اس کی نسل میں ایسے لوگ ہوں گے جو بڑی نمازیں پڑھیں گے بڑے روزے رکھیں گے لیکن ان کا دین میں کچھ حصہ نہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ و رسولہ الاعلیٰ اعلم!

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کی آیات اور اس کی ملاقات کا انکار کر دیا ان کے سب عمل اکارت گئے"

۴۴۱۴ — ترجمہ: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ قیامت کے دن بہت موٹا آدمی لایا جائے گا۔ اللہ کے حضور اس کا وزن مچھر کے پر کے برابر نہ ہوگا اور فرمایا

كهيعص باب سورة مريم

بسم الله الرحمن الرحيم

قال ابن عباس ابصر بهم واسمع الله يقوله وهم اليوم لا يسمعون ولا يبصرون في ضلال مبين يعني قوله اسمع بهم وابصر الكفار يومئذ اسمع شيء وابصره لارجمنك لاشتمنك ورئيا منظرا

یہ آئت پڑھو! فلا نقیم لھم یوم القیامۃ وزنا ،، ہم ان کے لئے قیامت میں کوئی تول نہ قائم کریں گے۔ یحییٰ بن بکیر نے مغیرہ بن عبدالرحمٰن کے واسطہ سے الوالزنا د سے اس طرح روائت کی ہے

۴۴۱۳ — شرح : علامہ قسطلانی نے کہا اس آئت کریمہ سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ قیامت میں کافروں کا حساب نہ ہوگا کیونکہ حساب ان کا ہوگا جن کے اچھے بُرے عمل ہوں گے اور قیامت میں کافر کا کوئی عمل اچھا نہ ہوگا!

سورۂ مریم علیہا السلام

منفاتل نے کہا یہ سورت حبشہ کی طرف ہجرت کے بعد نازل ہوئی۔ یہ مکی ہے، لیکن اس میں سجدہ کی آئت مدنی ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کھیعص ،، ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا یہ اللہ کا نام ہے۔ بعض علماء نے کہا یہ اسم اعظم ہے۔ بعض نے کہا یہ اس سورت کا نام ہے۔ کلبی سے منقول ہے کہ ان کلمات سے اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات ستودہ صفات

وَقَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ تَؤُزُّهُمْ تُزْعِجُهُمْ اِلَى الْمَعَاصِيْ اِزْعَاجًا وَقَالَ مُجَاهِدٌ اِدًّا عِوَجًا قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وِرْدًا عِطَاشًا اَثَاثًا مَالًا اِدًّا قَوْلًا عَظِيْمًا رِكْزًا صَوْتًا عِتِيًّا بُكِيًّا جَمَاعَةُ بَاكٍ صِلِيًّا صَلِيَ يَصْلٰى نَدِيًّا وَالنَّادِيْ مَجْلِسًا وَقَالَ مُجَاهِدٌ فَلْيَمْدُدْ فَلْيَدَعْهُ

کی ثنا کی ہے۔ قولہ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ آہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آئت کریمہ "اَسْمِعْ بِهِمْ وَاَبْصِرْ يَوْمَ يَاْتُوْنَنَا لٰكِنِ الظّٰلِمُوْنَ الْيَوْمَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ" کی تفسیر میں کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کافر آج کے دن سُنتے دیکھتے نہیں کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں۔ قیامت میں جبکہ ان کا سُننا دیکھنا مفید نہ ہوگا بہت سُننے اور دیکھنے والے ہوں گے۔

قولہ اَسْمِعْ بِهِمْ وَاَبْصِرْ آہ یہ صیغہ امر ہے اس کا معنیٰ خبر ہے۔ یعنی اُس دِن کافر بہت سُننے اور دیکھنے والے ہوں گے۔

قولہ لَاَرْجُمَنَّكَ آہ اس سے اس آئت کریمہ: "يٰاِبْرٰهِيْمُ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَاَرْجُمَنَّكَ وَاهْجُرْنِيْ مَلِيًّا" کی طرف اشارہ کیا اور اس کی تفسیر "لَاَشْتِمَنَّكَ" سے کی۔ اے ابراہیم اگر تو باز نہ آیا تو میں تجھے پتھراؤ کروں گا اور مجھ سے لمبا زمانہ ہجرت کر جا" ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا میں تجھے ماروں گا بعض نے کہا اس کے معنی ہیں میں تیرا حال ظاہر کردوں گا۔ عطاء نے کہا "مَلِيًّا" کے معنی سالم کے ہیں یعنی سلامتی کے ساتھ ہم سے چلے جاؤ"

قولہ وَرِئْيًا آہ اس سے اس آئت کریمہ "وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَحْسَنُ اَثَاثًا وَّرِئْيًا" کی طرف اشارہ کیا اور اس کی تفسیر "مَنْظَرًا" سے کی۔ ہم نے اس سے پہلے بہت اہلِ قرن ہلاک کئے کہ وہ ان سے بھی سامان اور رجال میں بہتر تھے" طبری نے علی بن ابی طلحہ کے طریق سے ابن عباس سے رِئْيًا روایت کی ہے اور ثعلبی نے زاء کے ساتھ پڑھا ہے اس کے معنی وہ ہیئت کے ہیں

قولہٗ قَالَ اَبُوْ وَائِلٍ آہ ابو وائل نے کہا: مریم کو یہ معلوم تھا کہ "تَقِيًّا" عقلمند ہے حتیٰ کہ فرمایا میں تجھ سے رحمٰن کی پناہ چاہتی ہوں اگر تجھے خدا کا ڈر ہے۔

سفیان بن عیینہ نے اس آئت کریمہ: "تَؤُزُّهُمْ اَزًّا" کی تفسیر میں کہا کہ شیطان کافروں کو گناہوں کی طرف حرکت دیتے ہیں (گناہ کرنے پر اُچھالتے ہیں) مجاہد نے اس آئت کریمہ "لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِيْنَ وَتُنْذِرَ بِهٖ قَوْمًا لُّدًّا" میں "لُدًّا" کی تفسیر "عُوْجًا" سے یعنی تم اُس سے ڈرنے والوں کو خوشخبری دو اور جھگڑالو

لوگوں کو اُن سے ڈرسناؤ ،، عُوُجًا اَعْوَج کی جمع ہے۔ اور لُدًّا اَلَدّ کی جمع ہے۔ جھگڑا شخص کو اَلَدّ کہا جاتا ہے۔ مجاہد نے اس کی تفسیر ظالم سے کی ہے۔ جبکہ ابو عبیدہ نے کہا اَلَدُّ ہے جو حق قبول نہ کرے اور باطل کا دعویٰ کرے ،، ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کریمہ " وَنَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا ،، میں وِرْد کی تفسیر عِطَاشًا ،، سے کی ہے یعنی اور ہم مجرموں کو جہنم کی طرف ہانکیں گے پیاسے " ثعلبی نے کہا عِطَاشًا" پیدل چلنے والے جو پیاس سے ہلاک ہوگئے ہوں۔

قولہ اَثَاثًا ،، اس سے اس آیت کریمہ : هُمْ اَحْسَنُ اَثَاثًا وَّ رِئْيًا ،، کی طرف اشارہ کیا اور " اثاثًا ،، کی مال سے تفسیر کی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے " ہیئت ،، سے اور مقاتل نے ثیاب سے تفسیر کی اس کے معنی متاع بھی بیان کئے جاتے ہیں۔

قولہ اِدًّا آہ اس سے اس آیت کریمہ : وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا اِدًّا ،، کی طرف اشارہ کیا اور اِدًّا کی قَوْلًا عَظِيْمًا ،، سے تفسیر کی " اور وہ اللہ کی اولاد کہتا ہے یعنی کافر بولے رحمٰن نے اولاد اختیار کی بے شک تم حد کی بھاری بات لائے۔

قولہ رِکْزًا آہ اس سے اس آیت کریمہ : اَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا ،، کی طرف اشارہ کیا اور رِکْزًا کی صَوْت" سے تفسیر کی۔ قرطبی نے کہا " رکز ،، ہلکی آواز ہے یا ان کی ہلکی آواز سنتے ہو۔

قولہ غَيًّا آہ اس سے اس آیت کریمہ " وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَاتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ،، کی طرف اشارہ کیا اور خُسْرَانًا ،، سے اس کی تفسیر کی یعنی عنقریب وہ دوزخ میں غیّ جنگل پائیں گے ،، یا خسارہ پائیں گے ،، عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا " غیّ ،، جہنم میں وادی ہے جو بہت گہری ہے۔ نیز انھوں نے " جہنم میں نہر ،، سے بھی تفسیر کی ہے۔ عطاء نے کہا " غیّ ،، جہنم کی وادی ہے جس میں پیپ بہتی ہوگی۔ کعب نے کہا " غیّ ،، جہنم کی بہت گہری وادی ہے جو سخت گرم ہے اس میں کنواں ہے جسے " ہیم ،، کہا جاتا ہے۔ جب دوزخ کی آگ بجھ جائے تو اللہ تعالیٰ وہ کنواں کھول دیتا ہے جس سے دوزخ بھڑکنے لگتی ہے۔

قولہ بُكِيًّا آہ اس سے آیت کریمہ : خَرُّوْا سُجَّدًا وَّ بُكِيًّا ،، کی طرف اشارہ کیا اور اس کی تفسیر بکیّا" سے کی یہ باکی ،، کی جمع ہے۔ بُکِیّا ،، دراصل بُکُوْیٌ ،، تھا۔ واؤ اور یاء دونوں کے جمع ہونے کے باعث جبکہ پہلی ساکن ہے واؤ کو یاء سے بدل کر کے یاء میں ادغام کر دیا پھر ضمہ کو کسرہ سے بدل دیا جیسے مُسْلِمِيّ ،، میں کہا جاتا ہے۔ ثعلبی نے کہا یہ آیت کریمہ، عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اور اس کے مومن اہل کتاب کے حق میں نازل ہوئی۔

قولہ صِلِيًّا آہ اس سے اس آیت کریمہ " ثُمَّ لَنَحْنُ اَعْلَمُ بِالَّذِيْنَ هُمْ اَوْلٰى بِهَا صِلِيًّا ،، کی طرف اشارہ کیا یعنی پھر ہم خوب جانتے ہیں جو اس آگ میں بھوننے کے زیادہ لائق ہیں۔ صِلِیًّا ،، صَلِيَ يَصْلٰى کی مصدر از باب عَلِمَ ہے ،، جو شخص آگ میں داخل ہو کر جل جائے اسے کہا جاتا ہے " صَلِيَ فُلَانٌ النَّارَ ،،

قولہ نَدِيًّا ،، اس سے اس آیت کریمہ " اَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ خَيْرٌ مَّقَامًا وَّ اَحْسَنُ نَدِيًّا کی طرف اشارہ

بَابُ قَوْلِهٖ وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ

۴۴۱۴ ـ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبِيْ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُؤْتٰى بِالْمَوْتِ كَهَيْئَةِ كَبْشٍ اَمْلَحَ فَيُنَادِيْ مُنَادٍ يَا اَهْلَ الْجَنَّةِ فَيَشْرَئِبُّوْنَ وَيَنْظُرُوْنَ فَيَقُوْلُ هَلْ تَعْرِفُوْنَ هٰذَا فَيَقُوْلُوْنَ نَعَمْ هٰذَا الْمَوْتُ وَكُلُّهُمْ قَدْ رَاٰهُ ثُمَّ يُنَادِيْ يَا اَهْلَ النَّارِ فَيَشْرَئِبُّوْنَ وَيَنْظُرُوْنَ فَيَقُوْلُ هَلْ تَعْرِفُوْنَ هٰذَا فَيَقُوْلُوْنَ نَعَمْ هٰذَا الْمَوْتُ وَكُلُّهُمْ قَدْ

کیا اور اس کی تفسیر میں کہا "نَدِيًّا"، اور النادی بمعنی مجلس ہیں۔ لوگوں کے بیٹھنے اور ان کے جمع ہونے کی جگہ کو "نَدِيًّا"، کہا جاتا ہے۔

باب ارشاد اللہ تعالیٰ انھیں حسرت کے دن سے ڈرائیں

تفسیر : یعنی کافروں کو حسرت کے دن سے ڈرائیں اور وہ قیامت کا دن ہے اس روز گنہگار حسرت کرے گا کہ اُس نے اچھے عمل کیوں نہیں کئے اور مخلص اچھے عمل کرنے والا حسرت کرے گا۔ کہ اُس نے اور زیادہ اچھے عمل کیوں نہیں کئے۔ اکثر مفسرین اس طرف گئے ہیں کہ حسرت کا دن وہ ہے جس وقت اعراف پر موت کو ذبح کیا جائے گا۔ جیسا کہ آئندہ حدیث میں ہے۔

۴۴۱۴ ــــ ترجمہ : ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا موت کو ایسے مینڈھے کی صورت میں لایا جائیگا جو زیادہ سفید اور تھوڑا سیاہ ہوتا ہے تو منادی پکارے گا اے جنتیو! وہ گردنیں اُٹھا کر اس طرف دیکھیں گے وہ کہے گا کیا تم اس کو پہچانتے ہو وہ کہیں گے جی ہاں! یہ موت ہے۔ پھر وہ پکارے گا اے دوزخیو! وہ گردنیں اُٹھا کر اس کی طرف دیکھیں گے۔ وہ کہے گا کیا اس کو پہچانتے ہو وہ کہیں گے جی ہاں! یہ موت ہے ہر ایک نے اسے دیکھا ہے۔ پس اس مینڈھے کو ذبح کیا جائے گا پھر وہ کہے گا اے جنتیو! ہمیشہ جنت میں رہو اب تمہارے لئے موت نہیں۔ اے دوزخیو! ہمیشہ دوزخ میں رہو اب تمہارے لئے موت نہیں"

رَاٰہُ فَیُذْبَحُ ثُمَّ یَقُوْلُ یَا اَھْلَ الْجَنَّۃِ خُلُوْدٌ فَلَا مَوْتَ وَیَا اَھْلَ النَّارِ خُلُوْدٌ فَلَا مَوْتَ ثُمَّ قَرَأَ وَاَنْذِرْھُمْ یَوْمَ الْحَسْرَۃِ اِذْ قُضِیَ الْاَمْرُ وَھُمْ فِیْ غَفْلَۃٍ وَھٰؤُلَآءِ فِیْ غَفْلَۃٍ اَھْلُ الدُّنْیَا وَھُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ

پھر اس آیت کریمہ کی: وَاَنْذِرْھُمْ یَوْمَ الْحَسْرَۃِ اِذْ قُضِیَ الْاَمْرُ وَھُمْ فِیْ غَفْلَۃٍ وَّھُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ یعنی مکہ کے کافروں کو ڈراؤ کہ وہ قیامت کے دن میں حسرت کریں گے جبکہ حساب پورا ہو جائے گا حالانکہ یہ لوگ غفلت میں ہیں اور ایمان نہیں لاتے ہیں "

۴۴۱۴ — شرح : اَمْلَح وہ ہے جس میں سفیدی زیادہ اور سیاہی کم ہو۔ ابن اعرابی نے کہا وہ خالص سفید ہے۔ موت کو خالص سفید مینڈھے کی صورت میں لانے کی حکمت یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس ملک الموت اس شکل میں اور اسی حالت میں آیا تھا جبکہ اس کے چار سو پر تھے جنہیں پھیلایا ہوا تھا اور سفید اور سیاہ حالت میں آنے میں حکمت یہ ہے کہ سفیدی جنت کے اعتبار سے اور سیاہی دوزخ کے اعتبار سے دونوں حال میں آئے گی ابن ماجہ میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت مذکور ہے کہ موت کو لایا جائے گا اور اس کو پلصراط پر کھڑا کیا جائے گا پھر جنتیوں کو آواز دی جائے گی۔ وہ اس طرف ڈرتے ہوئے دیکھیں گے کہ انہیں جنت سے نہ نکال دیا جائے پھر دوزخیوں کو آواز دی جائے گی وہ بہت خوش ہوں گے اور خوشی سے اس کو گردنیں اُٹھا کر دیکھیں گے کہ انہیں دوزخ سے نکالا جائے گا پھر انہیں کہا جائے گا کیا اسے پہچانتے ہو وہ سب کہیں گے جی ہاں! ہم اس کو جانتے ہیں" پھر حکم دیا جائے گا کہ اسے ذبح کر دو تو اسے پلصراط پر ذبح کیا جائے گا۔ ایک روایت میں ہے جنت اور دوزخ کے درمیان دیوار پر اسے ذبح کیا جائے گا۔

اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ موت عرض ہے جو حیات کے منافی ہے یا وہ عدم الحیاۃ " ہے۔ اس کو کیسے ذبح کیا جائے گا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو مینڈھے کی طرح مجسم حیوان بنا دے گا یہ سمجھانے کے لئے مثال بیان کی ہے،۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مقاتل اور کلبی سے منقول ہے کہ موت وحیوٰۃ جسم ہیں۔ موت مینڈھے کی طرح ہے جس شئے سے گزرے یا کوئی شئے اس کی ہوا پائے تو فوراً مر جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حیات کو مختلف رنگوں والی گھوڑی پیدا کیا ہے جس پر حضرت جبرائیل علیہ السلام اور انبیاء کرام علیہم السلام سوار ہوا کرتے تھے جو منتہائے نگاہ پر قدم رکھتی تھی وہ جس کے پاس سے گزرے یا کوئی شئے اس کی ہوا پائے تو زندہ ہو جاتی ہے۔ سامری نے اسی گھوڑی کے پاؤں کی مٹی سونے کے بچھڑے میں ڈالی وہ زندہ ہو گیا

بَابُ قَوْلِهٖ وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ

۴۴۱۵ـ حَدَّثَنَا اَبُوْنُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ ذَرٍّ قَالَ سَمِعْتُ اَبِيْ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِجِبْرِيْلَ مَا يَمْنَعُكَ اَنْ تَزُوْرَنَا اَكْثَرَ مِمَّا تَزُوْرُنَا فَنَزَلَتْ وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ لَهٗ مَا بَيْنَ اَيْدِيْنَا وَمَا خَلْفَنَا

تھا۔ اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ موت کو کون ذبح کرے گا اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت یحیٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ذبح کریں گے ،، بعض نے کہا حضرت جبرائیل علیہ السلام ذبح کریں گے (عینی) علامہ قسطلانی نے کہا موت کے املح مینڈھے کی صورت میں حکمت یہ ہے کہ اس سے جنت اور دوزخ کی صفات کی طرف اشارہ ہے۔

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد! ہم نازل نہیں ہوتے مگر تیرے ربّ کے حکم سے ،،

تفسیر: عکرمہ ، ضحاک ، قتادہ ، مقاتل اور کلبی سے روائت ہے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے میں دیر کر دی جبکہ کافروں نے اصحابِ کہف ، ذی القرنین اور روح کے متعلق آپ سے دریافت کیا آپ جبرائیل علیہ السلام کے آنے تک جواب میں تاخیر کی انتظار کی مدت میں مختلف اقوال ہیں۔ عکرمہ نے چالیس دن ، مجاہد نے بارہ دن اور بعض نے پندرہ روز ذکر کئے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ شاق گزرا جب جبرائیل آئے تو فرمایا بہت دیر کر دی مجھے آپ کے ملنے کا بہت شوق تھا عرض کیا حضور ہم آپ کے ربّ کے حکم کے بغیر نازل نہیں ہوتے۔

۴۴۱۵ــ ترجمہ : ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرائیل علیہ السلام سے فرمایا تم کو کس نے روکا ہے کہ جتنی مرتبہ میرے پاس آتے ہو اس سے زیادہ مرتبہ آؤ ،، تو یہ آئت کریمہ : وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ الاٰیۃ ،، نازل ہوئی ،،

بَابُ قَوْلِهٖ اَفَرَاَيْتَ الَّذِىْ كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا وَ قَالَ لَاُوْتَيَنَّ مَالًا وَّ وَلَدًا

۴۴۱۶ـ حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِىُّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيٰنُ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِى الضُّحٰى عَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ سَمِعْتُ خَبَّابًا قَالَ جِئْتُ الْعَاصَ بْنَ وَآئِلِ السَّهْمِىَّ اَتَقَاضَاهُ حَقًّا لِّىْ عِنْدَهٗ قَالَ لَا اُعْطِيْكَ حَتّٰى تَكْفُرَ بِمُحَمَّدٍ فَقُلْتُ لَا حَتّٰى تَمُوْتَ ثُمَّ تُبْعَثَ قَالَ وَاِنِّىْ لَمَيِّتٌ ثُمَّ مَبْعُوْثٌ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ اِنَّ لِىْ هُنَاكَ مَالًا وَّ وَلَدًا فَاَقْضِيْكَهٗ فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ اَفَرَاَيْتَ الَّذِىْ كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا وَ قَالَ لَاُوْتَيَنَّ مَالًا وَّ وَلَدًا رَوَاهُ الثَّوْرِىُّ وَشُعْبَةُ وَحَفْصٌ وَّ اَبُوْ مُعٰوِيَةَ وَوَكِيْعٌ عَنِ الْاَعْمَشِ

باب ۷ اللہ تعالیٰ کا ارشاد! کیا آپ نے دیکھا جس نے ہماری آیات سے انکار کیا اور کہا مجھے مال اور اولاد دی جائیگی،،

قولہ ,, اَفَرَءَيْتَ ،، بمعنی خبر ہے اور فاء تعقیب کے لئے ہے گویا کہ کہا اس کافر کا قصہ بھی بیان کریں اور ان کے بعد اس کی بات ذکر کریں ہمزہ کے بعد فاء عاطفہ ہے اور معطوف علیہ ,, الذی کفر الخ جملہ ہے یعنی عاص بن وائل جو حضرت عمرو بن عاص کا والد ہے نے قرآن سے انکار کیا اور بطور استہزاء کہا مجھے مرنے کے بعد جنت میں مال و دولت اور اولاد دی جائے گی تو پھر تمہارا قرضہ ادا کر دوں گا،،

۴۴۱۶ـ ترجمہ: مسروق نے کہا میں نے خباب کو یہ کہتے ہوئے سُنا کہ میں عاص بن وائل سہمی کے پاس آیا اس سے اپنا حق طلب کرتا تھا اُس نے کہا میں تجھے نہ دوں گا حتیٰ کہ محمد ,, صلی اللہ علیہ وسلم ،، سے کفر کرو میں نے کہا میں کفر نہیں کروں گا حتیٰ کہ تو مر جائے پھر قبر سے اُٹھایا جائے اُس نے کہا کیا میں مروں گا پھر زندہ ہوں گا؟ میں نے کہا ہاں یقیناً! اُس نے کہا

بَابٌ قَوْلُهُ أَطَّلَعَ الْغَيْبَ أَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا

قَالَ مَوْثِقًا ۔ ۴۴۱۶ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا سُفْيٰنُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي الضُّحٰى عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ خَبَّابٍ قَالَ كُنْتُ قَيْنًا بِمَكَّةَ فَعَمِلْتُ لِلْعَاصِ بْنِ وَائِلٍ سَيْفًا فَجِئْتُ أَتَقَاضَاهُ فَقَالَ لَا أُعْطِيْكَ حَتّٰى تَكْفُرَ بِمُحَمَّدٍ قُلْتُ لَا أَكْفُرُ بِمُحَمَّدٍ حَتّٰى يُمِيْتَكَ اللّٰهُ ثُمَّ يُحْيِيَكَ قَالَ إِذَا أَمَاتَنِيَ اللّٰهُ ثُمَّ بَعَثَنِيْ وَلِيْ مَالٌ وَوَلَدٌ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ أَفَرَأَيْتَ الَّذِيْ كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا وَقَالَ لَأُوْتَيَنَّ مَالًا وَّوَلَدًا أَطَّلَعَ الْغَيْبَ أَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا قَالَ مَوْثِقًا لَمْ يَقُلِ الْأَشْجَعِيُّ عَنْ سُفْيٰنَ سَيْفًا وَّلَا مَوْثِقًا

میری وہاں اولاد اور مال دولت ہوگی تو تیرا قرضہ ادا کر دوں گا۔ اس کے بارے میں یہ آئت کریمہ نازل ہوئی اَفَرَأَیْتَ الَّذِیْ کَفَرَ بِاٰیٰتِنَا وَقَالَ لَاُوْتَیَنَّ مَالًا وَّ وَلَدًا ،، اس کو سفیان ثوری، شعبہ حفص، ابو معاویہ اور وکیع نے سلیمان اعمش سے روائت کی۔

۴۴۱۶ — شرح: اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ "حتّٰی" غائت کے لئے ہے اور غائت کا مفہوم یہ ہُوا کہ مرنے کے بعد کفر کرے گا اس کا جواب یہ ہے کہ موت کے بعد کفر غیر متصور ہے گویا کہ معنیٰ یہ ہے میں ہمیشہ کے لئے کفر نہیں کروں گا۔ (کرمانی)

اسماء رجال: حُمَیدی بخاری کے استاذ ہیں ان کا نام عبداللہ بن زُبیر ہے۔ سفیان عُیَینہ اعمش سلیمان ہیں۔ مسلم ابن صبیح ہیں، مسروق ابن جدع اور خباب ابن ارت ہیں۔ (حدیث ۱۹۶۳ کی شرح دیکھیں)

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد! کیا وہ غیب پر مطلع ہُوا یا اُس نے اللہ سے عہد لیا ہے ،،

بَابٌ قَوْلُهٗ كَلَّا سَنَكْتُبُ مَا يَقُوْلُ وَنَمُدُّ لَهٗ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا

۴۴۱۸ـــ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا الضُّحٰى يُحَدِّثُ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ خَبَّابٍ

تفسیر : ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کیا اس نے لوح محفوظ میں دیکھا ہے ؟ مجاہد نے کہا کیا اُس نے غیب جانا ہے کہ وہ جنت میں ہوگا یا نہ۔ جوہری نے کہا مَوْثِقًا بمعنی عہد ہے۔

۴۴۱۷ـــ ترجمہ : خباب بن ارت نے کہا میں مکہ مکرمہ میں لوہار تھا میں نے عاص ابن وائل کی تلوار بنائی اور اس سے اُجرت لینے گیا تو اُس نے کہا میں تجھے اُجرت نہ دوں گا حتی کہ تو محمد سے انکار کر دے میں نے کہا میں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے انکار نہ کروں گا حتی کہ اللہ تعالیٰ تجھے موت دے پھر تجھے زندہ کرے عاص نے کہا جب اللہ مجھے مارے گا پھر زندہ کرے گا اور میرا مال اور اولاد ہوگی (تجھے اجرت ادا کروں گا) اللہ تعالیٰ نے یہ آئت کریمہ اَفَرَئَيْتَ الَّذِيْ كَفَرَ الْاٰيَةَ نازل فرمائی ،، اشجعی نے سفیان سے سَيْفًا اور مَوْثِقًا کو ذکر نہیں کیا ،،

عاص بن وائل

عاص بن وائل حضرت عمرو بن عاص مشہور صحابی اور اسلام میں بہت بڑے جرنیل کا والد ہے۔ جاہلیت میں لوگوں میں عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا ؛ لیکن اسے اسلام لانے کی توفیق نہ ہوئی۔ کلبی نے کہا یہ قریش کے حاکموں میں سے تھے۔ توضیح میں ذکر کیا کہ عاص یاء کے بغیر عصیان سے نہیں عصیٰ یعصو سے ماخوذ ہے۔ اس کے معنی ہیں تلوار سے مارنے والا ،، علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا عصیان سے ماخوذ ہونے سے کوئی شئے مانع نہیں بلکہ ظاہر یہی ہے کہ عصیان سے ماخوذ ہے اور یاء کو تخفیف کے لئے حذف کیا گیا ہے۔ اصل میں ،، الْعَاصِيْ ،، تھا۔ علامہ کرمانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا العاص ،، اجوف اور ناقص دونوں طرح ہے۔ علامہ عینی نے کہا اگر اجوف ہے تو عَوْص سے ماخوذ ہے اگر ناقص ہے تو عصیان سے ہے۔

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد ! جو وہ کہتا ہے ہم دیکھ رہے ہیں ہم دوسرے کافروں سے اس کو زیادہ عذاب دیں گے

قَالَ كُنْتُ قَيْنًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَكَانَ لِي دَيْنٌ عَلَى الْعَاصِ بْنِ وَائِلٍ فَأَتَاهُ يَتَقَاضَاهُ فَقَالَ لَا أُعْطِيكَ حَتَّى تَكْفُرَ بِمُحَمَّدٍ فَقَالَ وَاللّٰهِ لَا أَكْفُرُ حَتَّى يُمِيتَكَ اللّٰهُ ثُمَّ يَبْعَثَكَ قَالَ فَذَرْنِي حَتَّى أَمُوتَ ثُمَّ أُبْعَثَ فَسَوْفَ أُوتَى مَالًا وَوَلَدًا فَأَقْضِيكَ فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ أَفَرَأَيْتَ الَّذِي كَفَرَ بِآيَاتِنَا وَقَالَ لَأُوتَيَنَّ مَالًا وَوَلَدًا

بَابُ قَوْلِهِ وَنَرِثُهُ مَا يَقُولُ وَيَأْتِينَا فَرْدًا

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ الْجِبَالُ هَدًّا هَدْمًا

۴۴۱۹ — حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي

۴۴۱۸ — ترجمہ: مسروق نے خباب سے روایت کی کہ میں جاہلیت میں لوہار تھا۔ میرا عاص بن وائل پر قرض تھا۔ وہ عاص کے پاس آئے اس حال میں کہ اس سے قرضہ طلب کرتے تھے۔ عاص نے کہا میں تجھے قرضہ ادا نہ کروں گا حتی کہ محمد سے انکار کرو۔ خباب نے کہا میں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے انکار نہیں کروں گا حتی کہ اللہ تعالیٰ تجھے مارے گا پھر تجھے زندہ کیا جائے۔ عاص نے کہا مجھے چھوڑ حتی کہ میں مروں گا پھر زندہ کیا جاؤں گا، اور مجھے مال و اولاد دیا جائے گا تو تیرا قرض ادا کردوں گا۔ پس یہ آیت کریمہ: أَفَرَأَيْتَ الَّذِي كَفَرَ الخ نازل ہوئی۔

باب۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد! جو وہ کہتا ہے ہم لکھتے ہیں وہ ہمارے پاس تنہا آئے گا

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کریمہ وَتَنْشَقُّ الْأَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا میں هَدًّا کی تفسیر هَدْمًا سے کی یعنی زمین پھٹ جائے گی اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہوجائیں گے۔

اَبِی الضُّحٰی عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ خَبَّابٍ قَالَ کُنْتُ رَجُلًا قَیْنًا وَکَانَ لِی عَلَی الْعَاصِ بْنِ وَائِلٍ دَیْنٌ فَاَتَیْتُہٗ اَتَقَاضَاہُ فَقَالَ لَا اُقْضِیْکَ حَتّٰی تَکْفُرَ بِمُحَمَّدٍ قَالَ قُلْتُ لَنْ اَکْفُرَ بِہٖ حَتّٰی تَمُوْتَ ثُمَّ تُبْعَثَ قَالَ وَاِنِّی لَمَبْعُوْثٌ مِنْ بَعْدِ الْمَوْتِ فَسَوْفَ اُقْضِیْکَ اِذَا رَجَعْتُ اِلٰی مَالٍ وَّوَلَدٍ قَالَ فَنَزَلَتْ اَفَرَاَیْتَ الَّذِیْ کَفَرَ بِاٰیٰتِنَا وَقَالَ لَاُوْتَیَنَّ مَالًا وَّ وَلَدًا اَطَّلَعَ الْغَیْبَ اَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَھْدًا کَلَّا سَنَکْتُبُ مَا یَقُوْلُ وَنَمُدُّ لَہٗ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا وَّ نَرِثُہٗ مَا یَقُوْلُ وَیَاْتِیْنَا فَرْدًا

سُوْرَۃُ طٰہٰ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قَالَ ابْنُ جُبَیْرٍ بِالنَّبَطِیَّۃِ طٰہٰ یَا رَجُلُ یُقَالُ کُلُّ مَا لَمْ یَنْطِقْ بِحَرْفٍ

---

۴۱۹ ۴ — ترجمہ : خبّاب نے کہا میں لوہار تھا میرا وائل بن عاصی پر قرضہ تھا میں اس کے پاس قرضہ لینے آیا تو اس نے کہا میں تجھے قرض واپس نہیں کروں گا حتیٰ کہ تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کفر کرے خباب نے کہا میں نے اس سے کہا میں جناب محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء سے ہرگز کفر نہیں کروں گا یہاں تک کہ تو مر جائے پھر زندہ ہو وائل نے کہا میں مرنے کے بعد زندہ کیا جاؤں گا عنقریب تجھے ادا کروں گا۔ جبکہ مال اور اولاد کی طرف رجوع کروں گا۔ تو یہ آیت کریمہ : اَفَرَاَیْتَ الَّذِیْ کَفَرَ الاٰیۃ، نازل ہوئی "

امام نے یہ حدیث چار ابواب میں چار طریقوں سے تفاوت سے ذکر کی اور مذکورہ آیت وائل بن عاص کی شان میں نازل ہوئی "

اَوْ فِيْهِ تَمْتَمَةٌ اَوْ فَأْفَأَةٌ فَهِيَ عُقْدَةٌ اَذْرِيْ ظَهْرِهٖ فَيُسْحِتَكُمْ يُهْلِكَكُمْ
الْمُثْلٰى تَانِيْثُ الْاَمْثَلِ يَقُوْلُ بِدِيْنِكُمْ يُقَالُ خُذِ الْمُثْلٰى خُذِ الْاَمْثَلَ

بابُ سُوْرَةِ طٰهٰ

اکثر نسخوں میں لفظ باب نہیں۔ مقاتل نے کہا یہ ساری سورت مکیہ ہے۔ ابن عباس اور ابن زبیر نے بھی یہی ذکر کیا ہے۔ مقامات تنزیل میں ذکر کیا کہ یہ ساری سورت مکیہ ہے۔ اس میں کچھ اختلاف نہیں لیکن کلبی نے کہا وَمِنْ اٰنَآءِ الَّيْلِ وَاَطْرَافِ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى مدینہ منورہ میں نماز کے اوقات کے بارے میں نازل ہوئی۔ کہا گیا ہے کہ طٰهٰ وطی سے ماخوذ ہے۔ اس میں ہا سے زمین کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی زمین پہ قدم لگائیں اور ایک قدم پر اعتماد کر کے اپنی ذات کریمہ کو دکھ میں نہ ڈالیں چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:
مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى " یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جس وقت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات بھر بیدار رہتے اور اللہ کی عبادت کیا کرتے تھے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سعید بن جبیر نے کہا نبطی زبان میں طٰهٰ کے معنی یا رَجُلُ ہیں نَبْطِيَہ ایک قوم ہے جو دونوں عراقوں کے درمیان وسیع میدان میں رہتی ہے۔ یہ لوگ کھیتی باڑی کرتے ہیں۔ عکرمہ اور ضحاک نے کہا طٰهٰ نبطی زبان میں یا رَجُلُ ہے۔ مقاتل کی تفسیر میں ہے کہ طٰه بمعنی یا رجل سریانی لفظ ہے۔ صحیح اسناد کے ساتھ ابن عباس سے روایت ہے کہ حبشی زبان میں یٰسٓ کے معنی یا انسان ہیں اور طٰهٰ نبطی زبان میں یا رَجُلُ ہے۔ بعض کہتے ہیں طٰه اللہ تعالیٰ کا نام ہے اور یہاں بطریق قسم مذکور ہے۔

قولہ اَلْقٰى " اس سے اس آیت کریمہ " قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ وَاِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَلْقٰى " کی طرف اشارہ کیا اور اس کی تفسیر میں مجاہد نے کہا اَلْقٰى بمعنی صَنَعَ ہے۔ جادوگروں نے کہا اے موسیٰ یا تو آپ پھینکیں یا ہم پہلے پھینکتے ہیں۔ حدیث ــــــ کی شرح دیکھیں۔

قولہ عُقْدَةً " اس سے اس آیت کریمہ: وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ " کی طرف اشارہ کیا اور عقدہ کی تفسیر یہ کی کہ ہر وہ شخص جو پورا حرف نہ بول سکے یا اس میں تَمْتَمَہ یا فَافَاہ ہو وہ عقدہ ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: "موسیٰ علیہ السلام کا مقصد یہ تھا کہ میری زبان سے عقدہ کھول دے تا کہ وہ

ثُمَّ ائْتُوا صَفًّا يُقَالُ هَلْ أَتَيْتَ الصَّفَّ الْيَوْمَ يَعْنِي الْمُصَلَّى الَّذِي يُصَلَّى فِيهِ فَأَوْجَسَ أَضْمَرَ خَوْفًا فَذَهَبَتِ الْوَاوُ مِنْ خِيفَةً لِكَسْرَةِ الْخَاءِ فِي جُذُوعِ

میرا کلام سمجھیں ،، تمتمہ اور فافاہ وہ ہے جو تا یا فا کو بار بار کہے ،،

قولہ اَزْرِی ،، اس سے اس آئت کریمہ ،، هَارُوْنَ اَخِي اشْدُدْ بِهٖ اَزْرِیْ کی طرف اشارہ کیا اور اَزْرِی کی قوت اور ظہر سے تفسیر کی ،، یعنی میرے بھائی ہارون کے ساتھ میری قوت مضبوط کر ،، کہا جاتا ہے ،، اَزَرْتُ فُلَانًا عَلَی الْاَمْرِ ،، میں نے فلاں کو امر پر قوی کیا اور اس میں اس کا مددگار ہُوا ۔ قولہ فَيُسْحِتَكُمْ ،، اس سے اس آئت کریمہ ،، لَا تَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا فَيُسْحِتَكُمْ بِعَذَابٍ کی طرف اشارہ کیا اور اس کی یُھْلِکُمْ سے تفسیر کی ،، اللہ پر جھوٹ نہ باندھو تمہیں عذاب کے ساتھ ہلاک کرے گا ،،

قولہ اَلْمُثْلٰی ،، اس سے اس کریمہ : وَيَذْهَبَا بِطَرِيْقَتِكُمُ الْمُثْلٰی ،، کی طرف اشارہ کیا اور کہا : اَلْمُثْلٰی ،، اَمْثَل کی تانیث ہے۔ یعنی تمہارا اچھا دین لے جائے گا ۔ اللہ تعالیٰ نے فرعون کا واقعہ بیان کرتے ہُوئے فرمایا کہ اُس نے کہا موسیٰ اور ہارون جادو کے ذریعہ تمہیں تمہاری زمین سے نکالنا چاہتے ہیں۔

قولہ ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا ،، اس سے اس آئت کریمہ : وَاَجْمِعُوْا كَيْدَكُمْ ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا کی طرف اشارہ کیا ۔ فرعون نے اپنی قوم سے کہا کہ اپنا مکر اور جادو جمع کر و پھر صف باندھے ہُوئے آؤ اور کہا صفًّا بمعنی مصلّٰی ہے جس میں نماز پڑھی جاتی ہے ۔ آئت کا معنیٰ یہ ہے کہ فرعون نے اپنی قوم سے کہا تم اپنے مکروفریب اور جادو ایک جگہ جمع کرو پھر لوگوں کے جمع ہونے کی جگہ آؤ ۔

قولہ فَاَوْجَسَ ،، آہ اس سے اس آئت کریمہ : فَاَوْجَسَ فِيْ نَفْسِهٖ خِيْفَةً مُّوْسٰی ،، کی طرف اشارہ کیا پھر اس کی ،، اَضْمَرَ خَوْفًا ،، سے تفسیر کی۔ مقاتل نے کہا موسیٰ علیہ الصّلٰوۃ والسّلام نے اس لئے خوف کیا کہ لوگوں کا فعل ان کے فعل جیسا ہے لہٰذا وہ معجزہ میں شک کرنے لگیں گے اور ایمان نہ لائیں گے اور جو اُن کے پیروکار ہیں وہ بھی شک میں پڑ جائیں گے ۔

قولہ فَذَهَبَتِ الْوَاوُ یعنی خِیفَہ دراصل خِوْفَۃٌ تھا ۔ واؤ کا ماقبل مکسور ہونے کے باعث اس کو یاء سے بدل دیا جیسے میزان اور میعاد میں واؤ کو یاء سے بدل کیا گیا ہے اور واؤ کا ماقبل مفتوح ہو تو یاء سے بدل نہیں کرتے جیسے مَوْعِدٌ اور موسم ،، میں واؤ کو بدل نہیں کیا اور خَوْفٌ میں فتح کو کسرہ سے بدل کر کے واؤ کو یاء سے بدل دیا چونکہ یہ تعلیل صرفیوں کے مخالف ہے اس لئے امام نے اس کو بخاری میں ذکر کیا ہے ۔

قولہ فِيْ جُذُوْعِ النَّخْلِ آہ اس سے اس آئت کریمہ لَاُصَلِّبَنَّكُمْ فِيْ جُذُوْعِ النَّخْلِ ،، کی طرف اشارہ کیا اور عَلٰی جُذُوْعِ النَّخْلِ سے اس کی تفسیر کی اور اشارہ کیا کہ ،، فِیْ ،، بمعنی ،، علی ،، ہے ۔ جب جادوگر

عَلٰی جُذُوْعِ خَطْبُكَ بَالُكَ مِسَاسٌ مَصْدَرُ مَاسَّهٗ مِسَاسًا لَنَنْسِفَنَّهٗ لَنُذَرِّيَنَّهٗ قَاعًا يَعْلُوْهُ الْمَاءُ وَالصَّفْصَفُ الْمُسْتَوِيْ مِنَ الْاَرْضِ وَقَالَ مُجَاهِدٌ مِنْ زِيْنَةِ الْقَوْمِ الْحُلِيِّ الَّذِيْ اِسْتَعَارُوْا مِنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ فَقَذَفْتُهَا فَاَلْقَيْتُهَا اَلْقٰى صَنَعَ فَنَسِيَ مُوْسٰى هُمْ يَقُوْلُوْنَهٗ اَخْطَأَ الرَّبَّ لَا يَرْجِعُ اِلَيْهِمْ

حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئے تو فرعون نے ان کو تہدید کرتے ہوئے کہا میں تمہیں کھجور کے درخت پر پھانسی دوں گا۔

قولہ خَطْبُكَ ،، اس سے آئت کریمہ : فَمَا خَطْبُكَ يَا سَامِرِيُّ ،، کی طرف اشارہ کیا اور بَالُكَ ،، سے اس کی تفسیر کی یعنی جب سامری نے سونے کا بچھڑا بنایا اور بہت سے لوگ اس پر ایمان لائے اور اس کی پوجا کرنے لگے تو موسیٰ علیہ السلام نے سامری سے کہا تیرا حال کیسا ہے کہ تونے لوگوں کو گمراہ کیا ہے اور خود کافر ہوگیا ہے

قولہ مِسَاس ،، اس سے اس آئت کریمہ : فَاذْهَبْ فَإِنَّ لَكَ أَنْ تَقُوْلَ لَا مِسَاسَ ،، کی طرف اشارہ کیا۔ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کی تفسیر نہیں کی۔ صرف یہ کہا کہ ،، مِسَاس ،، مَاسَّہٗ کی مصدر ہے۔
آئت کریمہ کے معنی یہ ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام نے سامری سے کہا ہم سے باہر چلے جا جب تک تو زندہ رہے گا لامساس ،، کہتا رہے گا۔ یعنی مَس نہ کرو، کیونکہ اس طرح اس کو بخار آجاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو اس طرح عذاب دیا جس سے زیادہ سخت اور وحشتناک کوئی شئی نہیں کیونکہ اس طرح وہ لوگوں کے ساتھ میل جول سے محروم ہوگیا تھا۔

قولہ لَنَنْسِفَنَّهٗ ،، اس سے اس آئت کریمہ : لَنُحَرِّقَنَّهٗ ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّهٗ فِي الْيَمِّ نَسْفًا ،، کی طرف اشارہ کیا پھر اس کی تفسیر لَنُذَرِّيَنَّهٗ ،، سے کی۔ یعنی موسیٰ علیہ السلام نے اس بچھڑے کو پکڑ کر ذبح کیا تو اس سے خون بہنے لگا کیونکہ جب سونے سے بنائے ہوئے بچھڑے میں سامری نے جبرائیل علیہ السلام کے گھوڑے کے قدم کی مٹی ڈالی تو اس میں گوشت اور خون آگیا تھا۔ پھر اس کو آگ میں جلا کر اس کی راکھ کو سمندر میں بہا دیا۔

قولہ قَاعًا ،، اس سے اس آئت کریمہ : فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا ،، کی طرف اشارہ کیا پھر اس کی يَعْلُوْهُ الْمَاءُ ،، سے تفسیر کی۔ یعنی اس کو ہموار زمین میں پھینکیں گے جو اونچی نیچی نہیں۔ عبد الرزاق نے معمر کے ذریعہ قتادہ سے روائت کی کہ قاع وہ زمین ہے جس میں پانی جمع ہو۔ اور صفصف کی تفسیر ہموار زمین ہے فراء نے کہا قاع کے معنی ہیں فراخ زمین جس میں دوپہر کو شراب ہو اور صفصف وہ صاف زمین ہے جس میں

قولا العجل همسا حس الاقدام حشرتنی اعمیٰ عن حجتی وکنت بصیرا فی الدنیا وقال ابن عیینۃ امثلھم اعدلھم وقال ابن عباس ھضما

سبزہ نہ ہو۔ قولہ والصفصف ،، یہ صاف زمین ہے بعض نے کہا جس زمین میں پہاڑوں کا نام ونشان نہ ہو۔
قولہ قال مجاہد آہ یعنی مجاہد نے اس آیت کریمہ : وَلٰکِنَّا حُمِّلْنَا اَوْزَارًا مِّنْ زِیْنَۃِ الْقَوْمِ ،، اور مجاہد نے اس کی تفسیر میں کہا کہ اوزار بمعنی اثقال ہے۔ اوزار دراصل وزر کی جمع بمعنی سخت عقوبت ہے اور زینۃ القوم ،، سے مراد وہ زیورات ہیں جو وہ فرعون کی قوم سے مانگ کر لائے تھے۔ عقوبت کو اوزار سے تشبیہ دی ہے کیونکہ جس پر بھاری بوجھ لادا جائے اس کے لئے اس کا اٹھانا سخت عقوبت ہوتی ہے اور وہ اس کی پشت کو تھکا دیتا ہے۔
قولہ فقذفناھا ،، اس سے اس آیت کریمہ : فَقَذَفْنَاھَا فَکَذٰلِکَ اَلْقَی السَّامِرِیُّ ،، کی طرف اشارہ کیا پھر فقذفناھا ،، کی تفسیر القیناھا ،، سے کی ثعلبی نے کہا یعنی ہم نے زیورات کو جمع کر کے سامری کے حوالے کیا اور اس نے ان کو آگ میں ڈال کر بچھڑا بنا دیا۔ القی ،، کی صنع سے تفسیر کی۔
قولہ فنسی موسیٰ ،، اس سے اس آیت کریمہ : ھٰذَا اِلٰھُکُمْ وَاِلٰہُ مُوْسٰی فَنَسِیَ اَفَلَا یَرَوْنَ اَلَّا یَرْجِعُ اِلَیْھِمْ قَوْلًا ،، کی طرف اشارہ کیا یعنی یہ تمہارا خدا اور موسیٰ کا خدا ہے۔ موسیٰ بھول گیا ہے کیا یہ دیکھتے نہیں ہیں کہ بچھڑا اُن سے بات نہیں کرتا اور نہ ہی ان کو جواب دیتا ہے۔
قولہ ھمسا ،، اس سے اس آیت کریمہ : وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا ھَمْسًا ،، کی طرف اشارہ کیا۔ پھر اس کی حس الاقدام ،، سے تفسیر کی ،، ھمس دراصل ملکی آواز ہے۔ جب کوئی آہستہ بات کرے تو کہتے ہیں ھمس فلان بحدیثہ ،، آیت کریمہ کے معنی یہ ہیں جس وقت وہ محشر میں خوفزدہ ہو کر چلیں گے تو نہایت ہی آہستہ چلیں گے کہ ان کے پاؤں کی آواز سنائی نہ دے گی۔
قولہ حشرتنی آہ اس سے اس آیت کریمہ : رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِیْ اَعْمٰی وَقَدْ کُنْتُ بَصِیْرًا کی طرف اشارہ کیا پھر اس کی تفسیر یہ کی۔ اعمی (نابینا) سے مراد حجت اور دلیل نہ پانا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کی تفسیر اندھے پن سے کی ہے۔
قولہ امثلھم ،، اس سے اس آیت کریمہ : اِذْ یَقُوْلُ اَمْثَلُھُمْ طَرِیْقَۃً ،، کی طرف اشارہ کیا اور سفیان بن عیینہ نے کہا امثل ،، بمعنی اعدل ،، ہے۔ سعید بن جبیر نے امثل کی تفسیر یہ کی ہے جو عقل و دانش میں کامل تر ہو۔
قولہ لا ھضما ،، اس سے اس آیت کریمہ : فَلَا یَخَافُ ظُلْمًا وَّلَا ھَضْمًا ،، کی طرف اشارہ کیا اور سفیان بن عیینہ

لَا يُظْلَمُ ، هَضْمًا ، عِوَجًا ، وَادِيًا ، اَمْتًا ، رَابِيَةً ، سِيْرَتَهَا ، حَالَتَهَا ، اُوْلِي النُّهٰى ، التُّقٰى ، ضَنْكًا ، الشَّقَاءُ ، هَوٰى ، شَقِيَ ، الْمُقَدَّسُ ، الْمُبَارَكُ

نے کہا اَمْثَلُ ، بمعنی اَعْدَلُ ہے۔ سعید بن جبیر نے اَمْثَلُ کی تفسیر یہ کی ہے کہ جو عقل و دانش میں کامل تر ہو

قولہ ہضمًا ، اس سے اس آیت کریمہ : فَلَا يَخَافُ ظُلْمًا وَّلَا هَضْمًا ، کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کی تفسیر میں کہا اس پر ظلم نہ کیا جائے گا کہ اس کی نیکیاں برائیوں سے کم کر دی جائیں (ایسا ہرگز نہ ہوگا) ابن ابی حاتم نے علی بن ابی طلحہ کے طریق سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ دراصل "ہضم" کے معنی ہیں طعام کو معدہ میں توڑنا۔ چنانچہ کہا جاتا ہے ہَضَمْتُ لَكَ مِنْ حَقِّكَ میں نے تیرا حق ٹکڑے ٹکڑے کیا ہے۔

قولہ عِوَجًا اس سے اس آیت کریمہ لَا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا وَّلَا اَمْتًا کی طرف اشارہ کیا اور عوج کی تفسیر وادی سے کی جبکہ مجاہد نے پست زمین سے تفسیر کی ہے اور اَمْتًا بمعنی رابیہ یعنی زمین کا اونچا نیچا ہونا آیت کریمہ کے معنی یہ ہیں تو اس میں کوئی اونچی اور نیچی زمین نہیں پائے۔

قولہ سِيْرَتَهَا ، اس سے اس آیت کریمہ : لَا تَخَفْ سَنُعِيْدُهَا سِيْرَتَهَا الْاُوْلٰى ، کی طرف اشارہ کیا۔ اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خطاب ہے جبکہ انھوں نے کوہِ طور پر بحکم خدا عصا پھینکا تھا اور وہ عظیم ترین اژدہا بن گیا تو موسیٰ علیہ السلام نے خوف محسوس کیا تھا کہ یہ عصا جو اژدھے کی صورت اختیار کر گیا ہے واپس میرے ہاتھ میں کیسے آسکے گا ؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ ڈرو نہیں ہم اس کو پہلی حالت پر واپس لے آئیں گے

قولہ والنُّهٰى ، اس سے اس آیت کریمہ : اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي النُّهٰى ، کی طرف اشارہ کیا اور اس کی تفسیر التُّقٰى سے کی یعنی اہلِ تقویٰ۔ ضحاک نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جو حرام اشیاء سے رکتے ہیں۔ ثعلبی نے کہا وہ عقلمند لوگ ہیں۔ اس کا واحد نہیہ ہے کیونکہ عقل ان بری اشیاء، رسوا کرنے والے امور اور محرمات کے ارتکاب سے منع کرتی ہے۔

قولہ ضَنْكًا ، اس سے اس آیت کریمہ : وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا ، کی طرف اشارہ کیا پھر اس کی تفسیر شقاوت سے کی۔ یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر ہے۔ ثعلبی نے کہا ضَنْك بمعنی ضِيْق ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے منزل ضنک ، عیش ضنک ، اس لفظ میں واحد، تثنیہ، جمع اور مذکر اور مؤنث برابر ہیں۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ضنک قبر کا عذاب ہے۔ عکرمہ نے کہا یہ بمعنی حرام ہے۔ ضحاک نے کہا اس کے معنی کسب خبیث کے ہیں۔ مشہور یہ ہے کہ ضنک معرب ہے دراصل یہ لفظ تنگ ہے اور یہ فارسی لغت میں ضیق ہے (عینی)

قولہ هَوٰى ، اس سے اس آیت کریمہ : وَمَنْ يَّحْلِلْ عَلَيْهِ غَضَبِيْ فَقَدْ هَوٰى ، کی طرف اشارہ کیا

طُوًی اِسْمُ الْوَادِیْ بِمُلْکِنَا بِاَمْرِنَا مَکَانًا سُوًی مَنْصِفٌ بَیْنَھُمْ یَبَسًا یَابِسًا عَلٰی قَدَرٍ مَوْعِدٍ لَا تَنِیَا تَضْعُفَا

اور اس کی تفسیر شقی سے کی۔ بعض نے کہا ہلاک ہوگیا اور آگ میں جاگرا۔

قولہ اَلْمُقَدَّس ،، اس سے اس آیت کریمہ ،، اِنَّکَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًی ،، رات کی طرف اشارہ کیا اور اس کی تفسیر ،، مبارک ،، سے کی۔

قولہ طُوًی ،، اس سے اس آیت کریمہ : اِنَّکَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًی ،، کی طرف اشارہ کیا اور اس کی تفسیر وادی سے کی۔ ضحاک نے کہا طُوًی گہری گول وادی ہے۔

قولہ بِمُلْکِنَا ،، اس سے اس آیت کریمہ : قَالُوْا مَا اَخْلَفْنَا مَوْعِدَكَ بِمَلْکِنَا ،، کی طرف اشارہ کیا اور اس کی تفسیر ،، بِاَمْرِنَا ،، سے کی بِمُلْکِنَا ،، کی میم مکسور ہو تو اس کے معنیٰ بِاَمْرِنَا ،، ہیں اگر مفتوح ہو تو مصدر ہے۔ اگر اسے مضموم پڑھیں تو اس کے معنی قدرت اور غلبہ ہیں۔ اکثر قراء میم کو مکسور پڑھتے ہیں۔

قولہ مَکَانًا ،، اس سے اس آیت کریمہ : لَا نُخْلِفُهٗ نَحْنُ وَلَآ اَنْتَ مَکَانًا سُوًی ،، کی طرف اشارہ کیا اور اس کی تفسیر مَنْصَفٌ سے کی یعنی ان کے درمیان کی جگہ جس کی ہر فریق کی نسبت مسافت برابر ہو۔

قولہ یَبَسًا ،، اس سے اس آیت کریمہ : فَاضْرِبْ لَھُمْ طَرِیْقًا فِی الْبَحْرِ یَبَسًا ،، کی طرف اشارہ کیا اور اس کی تفسیر یَابِسًا ،، سے کی۔ یابس کے معنی وہ جگہ ہے جہاں پانی نہ ہو۔

قولہ عَلٰی قَدَرٍ ،، اس سے اس آیت کریمہ : ثُمَّ جِئْتَ عَلٰی قَدَرٍ یّٰمُوْسٰی ،، کی طرف اشارہ کیا اور اس کی تفسیر عَلٰی مَوْعِدٍ ،، سے کی۔ یعنی اے موسیٰ تم اس اندازے پر آئے جو اللہ نے تمہارے آنے کے لئے مقدر کیا تھا۔ کیسان سے روایت ہے۔ اندازہ مقدر چالیس سال ہیں۔ یہ نبیوں پر وحی نازل ہونے کی قدر ہے۔

قولہ وَتَنِیَا ،، اس سے اس آیت کریمہ : وَلَا تَنِیَا فِیْ ذِکْرِیْ اِذْھَبَآ اِلٰی فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰی ،، کی طرف اشارہ کیا پھر اس کی تفسیر وَلَا تَضْعُفَا ،، سے کی یعنی میرے ذکر میں کمزور نہ ہو۔ فرعون کی طرف جاؤ وہ سرکش ہوچکا ہے۔

محمد بن کعب کی روایت میں ہے لَا تَقْصُرَا ،، ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت لَا تَھِنَا ہے۔ دراصل یہ وَنٰی یَنِیْ سے ہے۔ جوہری نے کہا : اَلْوَنِیْ ،، بمعنی ضُعْف فتور، سستی اور عجز ہے۔ یعنی فرعون کو میرا پیغام پہنچانے میں ضعف و ناتوانی، سستی و کاہلی اور عجز کا اظہار نہ کرو!،،

بَابُ قَوْلِهٖ وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِیْ

۴۴۲۰ـ حَدَّثَنِی الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا مَهْدِیُّ بْنُ مَیْمُوْنٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِیْرِیْنَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْتَقٰی اٰدَمُ وَمُوْسٰی قَالَ مُوْسٰی لِاٰدَمَ اَنْتَ الَّذِیْ اَشْقَیْتَ النَّاسَ وَاَخْرَجْتَهُمْ مِنَ الْجَنَّةِ قَالَ لَهٗ اٰدَمُ اَنْتَ الَّذِی اصْطَفَاكَ اللّٰهُ بِرِسَالَتِهٖ وَاصْطَفَاكَ لِنَفْسِهٖ وَاَنْزَلَ عَلَیْكَ التَّوْرٰىةَ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَوَجَدْتَهَا كُتِبَ عَلَیَّ قَبْلَ اَنْ یَّخْلُقَنِیْ قَالَ نَعَمْ فَحَجَّ اٰدَمُ مُوْسٰی اَلْیَمُّ الْبَحْرُ

باب ـ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ! اے موسیٰ میں نے تجھے اپنے لئے چن لیا ہے ‘‘

یعنی رسالت و نبوت میں تجھے اپنے لئے منتخب کرلیا ہے اور تجھے رسالت و نبوت سے مختص کر دیا ہے ‘‘

۴۴۲۰ ـــ ترجمہ : ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدم اور موسیٰ علیہما السلام ‘‘ کی باہم ملاقات ہوئی ۔ موسیٰ نے آدم سے کہا تم وہی ہو کہ لوگوں کو مصیبتوں میں ڈالا ہے اور ان کو جنت سے نکال دیا ہے ۔ موسیٰ علیہ السلام سے آدم نے کہا تم وہی ہو جن کو اللہ تعالیٰ نے رسالت کے لئے چن لیا ہے اور تمہیں اپنے لئے منتخب کر لیا ہے اور تم پر تورات نازل فرمائی ۔ موسیٰ نے کہا ہاں ایسا ہی ہے ۔ آدم علیہ السلام ‘‘ نے کہا تم نے وہ خطا دیکھی ہے جو میری تقدیر میں میرے پیدا ہونے سے پہلے لکھی تھی ۔ موسیٰ نے کہا جی ہاں ! پس آدم موسیٰ پر غلبہ کر گئے ۔ اور ’’الیم ‘‘ دریائے نیل ہے ۔

۴۴۲۰ ـــ شرح : عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا موسیٰ "علیہ السلام" نے کہا اے میرے پروردگار! مجھے میرا باپ آدم دکھا جس نے اپنے آپ کو اور ہم کو جنت سے نکالا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کو آدم علیہ السلام دکھایا تو موسیٰ نے کہا آپ ہمارے باپ ہیں؟ فرمایا جی ہاں "موسیٰ نے کہا آپ ہی ہیں اللہ تعالیٰ نے عظیم رُوح ڈالی تھی؟ اور آپ کو فرشتوں سے سجدہ کروایا تھا فرمایا جی ہاں۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا آپ نے کس لئے ہم کو جنت سے نکالا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا تم کون ہو؟ کہا میں موسیٰ ہوں۔ آدم نے کہا تم بنی اسرائیل کے موسیٰ نبی ہو تم سے اللہ تعالیٰ نے فرشتے کے واسطہ کے بغیر کلام کیا تھا؟ موسیٰ علیہ السلام نے کہا جی ہاں! کیا تم نے تورات میں میرے پیدا ہونے سے پہلے یہ نہیں دیکھا تھا؟ کہا جی ہاں میں نے دیکھا تھا۔ آدم علیہ السلام نے فرمایا مجھے ایسی شئے میں ملامت کس لئے کرتے ہو جس میں اللہ کا فیصلہ ہو چکا تھا۔ کہا گیا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس دلیل سے آدم موسیٰ پر غلبہ کر گئے۔

حضرت آدم اور موسیٰ علیہما السلام کی ملاقات کب ہوئی؟

حضرت موسیٰ اور آدم علیہما السلام کی ملاقات میں مختلف اقوال ہیں۔ بعض نے کہا ہو سکتا ہے کہ یہ قیامت میں ہو۔ قاضی عیاض نے کہا ممکن ہے کہ یہ ملاقات بعینہٖ اشخاص کی ملاقات ہو کیونکہ یہ امر مسلم الثبوت ہے کہ شبِ معراج میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام انبیاء کرام علیہما السلام کی بیت المقدس اور آسمانوں میں ملاقات فرمائی اور ان کو نماز پڑھائی تھی اس دوران یہ مباحثہ ہو گیا ہو گا نیز ہو سکتا ہے کہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حیات میں ہو جیسا کہ عمر فاروق کی حدیث میں مذکور ہے۔ اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ اس مباحثہ میں موسیٰ علیہ السلام کی کیا تخصیص ہے۔ کسی اور نبی نے یہ سوالات کیوں نہ کئے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام پہلے نبی ہیں جو تکالیف لے کر آئے۔ احادیث میں یہ حدیث شریف مختلف الفاظ سے منقول ہے، چنانچہ مسلم کے یہ الفاظ ہیں اَنْتَ اَبُوْنَا خَیَّبْتَنَا " تو ہمارا باپ ہے ہمیں خسارہ میں ڈالا ہے۔ کتاب الانبیاء میں بھی حدیث مذکور ہے چنانچہ حدیث ع۳۱۹۲ کی شرح میں اس کے متعلق کچھ ذکر کیا ہے۔

قولہ کتب علی "یعنی اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی تقدیر میں یہ لکھا تھا کہ ایسا ہو گا اس کی تفصیل پانچویں حصہ کے صـ۲۶۴ پر دیکھیں " حضرت آدم علیہ السلام کے غالب ہونے کا سبب یہ تھا کہ ان کی نظر تقدیر ازلی پر تھی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ظاہر حال میں کسبِ نظر کیا تھا جو تقدیر ازلی

بَابٌ قَوْلُهٗ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰى اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِىْ فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيْقًا فِى الْبَحْرِ يَبَسًا لَّا تَخَافُ دَرَكًا وَّلَا تَخْشٰى فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ بِجُنُوْدِهٖ فَغَشِيَهُمْ مِّنَ الْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ وَاَضَلَّ فِرْعَوْنُ قَوْمَهٗ وَمَا هَدٰى

۴۴۲۱ــــ حَدَّثَنِىْ يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا رَوْحٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ بِشْرٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ وَالْيَهُوْدُ تَصُوْمُ يَوْمَ عَاشُوْرَآءَ فَسَاَلَهُمْ فَقَالُوْا هٰذَا الْيَوْمُ الَّذِىْ ظَهَرَ فِيْهِ مُوْسٰى عَلٰى فِرْعَوْنَ فَقَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْنُ اَوْلٰى بِمُوْسٰى مِنْهُمْ فَصُوْمُوْهُ

کے تابع ہے اسی لئے آدم کو غلبہ حاصل ہُوا تھا، کیونکہ کسی مخلوق کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ ایسی مخلوق پر اللہ کی اجازت کے بغیر ملامت کرے جس میں تقدیر ازلی جاری ہو اس صورت میں جبکہ بحکم شرع ملامت کی جائے تو درحقیقت علامت کرنے والا شرع ہے نیز فعل میں قدر اور کسب دونوں جمع ہیں اور توبہ کسب کا اثر مٹا دیتی ہے جب اس

قولہ اَلْيَمِّ ،، اس سے اس آیت کریمہ : فَاقْذِفِيْهِ فِى الْيَمِّ ،، کی طرف اشارہ کیا اور بحر سے اس کی تفسیر کی۔

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہم نے موسیٰ کو یہ وحی بھیجی کہ راتوں رات میرے بندوں کو لے چل اور اُن کے لئے

دریا میں سوکھا راستہ نکال دے تجھے ڈر نہ ہوگا کہ فرعون آلے اور نہ خطرہ

بَابٌ قَوْلُهٗ فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى

۴۴۲۲ — حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ بْنُ النَّجَّارِ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِيْ كَثِيْرٍ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ حَاجَّ مُوْسٰى اٰدَمَ فَقَالَ لَهٗ اَنْتَ الَّذِيْ اَخْرَجْتَ النَّاسَ مِنَ الْجَنَّةِ بِذَنْبِكَ وَاَشْقَيْتَهُمْ قَالَ قَالَ اٰدَمُ يَا مُوْسٰى اَنْتَ الَّذِي اصْطَفَاكَ اللّٰهُ بِرِسَالَاتِهٖ وَبِكَلَامِهٖ اَتَلُوْمُنِيْ عَلٰى اَمْرٍ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلَيَّ قَبْلَ اَنْ يَّخْلُقَنِيْ اَوْ قَدَّرَهٗ عَلَيَّ قَبْلَ اَنْ يَّخْلُقَنِيْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَجَّ اٰدَمُ مُوْسٰى

تو ان کے پیچھے فرعون پڑا اپنے لشکر لے کر تو انہیں دریائے ڈھانپ لیا اور فرعون نے اپنی قوم کو گمراہ کیا اور راہ نہ دکھائی "

۴۴۲۱ — ترجمہ : ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف لائے۔ یہودی عاشورہ کا روزہ رکھتے تھے۔ آپ نے اُن سے پوچھا تو اُنھوں نے کہا اس روز موسیٰ علیہ السلام فرعون پر غالب آئے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم یہودیوں کی نسبت موسیٰ کے زیادہ قریب ہیں تم بھی روزہ رکھو "
(حدیث ع۱۸۷۹-۱۸۸۳ کی شرح دیکھیں)

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد شیطان تمہیں جنت سے نہ نکالے پھر تو مشقت میں پڑے "

۴۴۲۲ — ترجمہ : ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

سُوْرَةُ الْاَنْبِيَاءِ

۴۴۲۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ يَزِيْدَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ

موسیٰ نے آدم سے مباحثہ کیا اور کہا اے آدم تم وہ ہو جس نے لوگوں کو اپنے گناہ کے سبب جنت سے نکالا اور ان کو رنج والم میں ڈال دیا۔ آدم نے کہا اے موسیٰ (علیہ السلام)، تم وہی ہو جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی رسالت اور کلام میں منتخب فرمایا کیا مجھے ایسی شئی پر ملامت کرتے ہو جو میرے پیدا ہونے سے پہلے میرے لئے لکھ دی تھی ۔ [illegible] یا میرے پیدا ہونے سے پہلے میرا مقدر بن چکی تھی، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدم موسیٰ پر غلبہ کر گئے ،، حدیث ۳۱۹۳ ج : ۵ کی شرح دیکھیں۔ (اس سے پہلے مذکور حدیث میں اس کی تفصیل گزری ہے)

سُوْرَةُ الْاَنْبِيَاءِ

ابن مردویہ نے عبداللہ بن زبیر اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے نقل کیا کہ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی مقاتل نے بھی یہی کہا ہے۔ مقاماتِ تنزیل میں ذکر کیا کہ اس ایک آیت : اَفَلَا يَرَوْنَ اَنَّا نَاْتِ الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ،، میں اختلاف ہے۔ آیت کریمہ کے معنی یہ ہیں تو کیا نہیں دیکھتے کہ ہم زمین کو اس کے کناروں سے گھٹاتے آ رہے ہیں۔ تو کیا یہ غالب نہ ہوں گے۔ یعنی لوگوں کے قتل اور قید وغیرہ سے گھٹاتے ہیں۔ عطاء نے کہا فقہاء اور نیک لوگوں کی موت سے ،، مجاہد نے کہا زمین پر رہنے والوں کی موت سے شعبی نے کہا جانوں اور پھلوں کے ضیاع سے سخاوی نے کہا یہ سورت ابراہیم علیہ السلام کے بعد اور سورت فتح سے پہلے نازل ہوئی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط

۴۴۲۳۔ ترجمہ : عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا سورت بنی اسرائیل، کہف، مریم طٰہٰ اور سورۂ انبیاء عتاقِ اوّل سے ہیں اور میری پرانی یاد کی ہیں (اس کی تفصیل سورۂ بنی اسرائیل کی تفسیر میں دیکھیں)

بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ وَالْکَھْفُ وَمَرْیَمُ وَطٰهٰ وَالْاَنْبِیَآءُ ھُنَّ مِنَ الْعِتَاقِ الْاُوَلِ وَھُنَّ مِنْ تِلَادِیْ وَقَالَ قَتَادَۃُ جُذَاذًا قَطَّعَھُنَّ وَقَالَ الْحَسَنُ فِیْ فَلَكٍ مِثْلُ فَلْکَۃِ الْمِغْزَلِ یَسْبَحُوْنَ یَدُوْرُوْنَ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ نَفَشَتْ رَعَتْ یُصْحَبُوْنَ یُمْنَعُوْنَ اُمَّتُکُمْ اُمَّۃً وَّاحِدَۃً قَالَ دِیْنُکُمْ دِیْنٌ وَّاحِدٌ وَقَالَ عِکْرِمَۃُ حَصَبُ حَطَبٌ بِالْحَبَشِیَّۃِ

قولہ جُذَاذًا ،، اس سے اس آیت کریمہ : فَجَعَلَھُمْ جُذَاذًا اِلَّا کَبِیْرًا ،، کی طرف اشارہ کیا۔قتادہ نے اس کی تفسیر میں کہا کہ بتوں کے ٹکڑے کر دیئے۔

قولہ فِیْ فَلَكٍ ،، اس سے اس آیت کریمہ : کُلٌّ فِیْ فَلَكٍ یَّسْبَحُوْنَ ،، کی طرف اشارہ کیا۔رات دن اور شمس و قمر ہر ایک۔ ایک گھیرے میں تیر رہا ہے ،،جس طرح تیراک پانی میں تیرتا ہے۔ حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اس کی تفسیر میں ذکر کیا جس طرح چرخہ گھومتا ہے۔

قولہ یَسْبَحُوْنَ ،، اس سے کُلٌّ فِیْ فَلَكٍ یَّسْبَحُوْنَ ،، کی طرف اشارہ کیا اور یَدُوْرُوْنَ ،، سے اس کی تفسیر کی یعنی ہر ایک ایک گھیرے میں تیر رہا ہے۔ بعض نے ،، یَجْرُوْنَ سے تفسیر کی ہے۔

قولہ نَفَشَتْ ،، اس سے اس آیت کریمہ : اِذْ نَفَشَتْ فِیْہِ غَنَمُ الْقَوْمِ ،، کی طرف اشارہ کیا اور اس کی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نَفَشَتْ کے معنی ہیں ،، رات کے وقت چر گئیں۔ عطاء نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ جب رات کے وقت چرواہے کے بغیر چر جائیں تو اہل لغت اس میں نَفَشَتْ کہتے ہیں اور جب دن میں چرواہے کے بغیر چر جائیں تو اَھْمَلَتْ ،، کہتے ہیں۔ ابن مردویہ نے کہا یہ کھیتی پکے ہوئے انگور تھے ،،

قولہ یُصْحَبُوْنَ ،، اس سے اس آیت کریمہ : وَلَا ھُمْ مِّنَّا یُصْحَبُوْنَ ،، کی طرف اشارہ کیا پھر یُمْنَعُوْنَ ،، سے اس کی تفسیر ابن عباس اور مجاہد نے لَا یُنْصَرُوْنَ سے تفسیر کی ہے۔

قولہ اُمَّتُکُمْ اُمَّۃً وَّاحِدَۃً ،، اس سے اس آیت کریمہ : اِنَّ ھٰذِہٖ اُمَّتُکُمْ اُمَّۃً وَّاحِدَۃً وَّاَنَا رَبُّکُمْ فَاعْبُدُوْنِ ،، کی طرف اشارہ کیا اور اس کی تفسیر میں کہا تمہارا ایک ہی دین ہے۔ میں تمہارا پروردگار رہوں تم میری عبادت کرو !

قولہ حَصَبُ ،، اس سے اس آیت کریمہ : اِنَّ ھٰذِہٖ اُمَّتُکُمْ اُمَّۃً وَّاحِدَۃً وَّاَنَا رَبُّکُمْ فَاعْبُدُوْنِ کی طرف اشارہ کیا اور اس کی تفسیر میں کہا تمہارا ایک ہی دین ہے۔ میں تمہارا پروردگار ہوں تم میری عبادت کرو !

وَقَالَ غَيْرُهُ أَحَسُّوا تَوَقَّعُوهُ مِنْ أَحْسَسْتُ خَامِدِينَ هَامِدِينَ حَصِيدٌ مُسْتَأْصَلٌ يَقَعُ عَلَى الْوَاحِدِ وَالِاثْنَيْنِ وَالْجَمِيعِ لَا يَسْتَحْسِرُونَ لَا يُعْيُونَ وَمِنْهُ حَسِيرٌ وَحَسَرْتُ بَعِيرِي عَمِيقٌ بَعِيدٌ نُكِسُوا رُدُّوا صَنْعَةَ لَبُوسٍ

قولہ حَصَبُ اس سے اس آئت کریمہ " إِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ کی طرف اشارہ کیا اور اس کی تفسیر میں عکرمہ نے کہا یہ لفظ حبشی بمعنی حَطَب ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کی تفسیر " اصنام " بتوں سے کی ہے جن کے ساتھ دوزخ کی آگ بھڑکے گی " علامہ قسطلانی نے کہا جب یہ آئت کریمہ نازل ہوئی تو کافروں نے کہا ہم عیسیٰ اور " عزیر " علیہا السلام " جو اللہ کے پیغمبر ہیں کی عبادت کرتے ہیں۔ لہٰذا وہ بھی دوزخ میں ہوں گے۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اپنی قوم کی زبان سے جاہل ہو کلمہ " ما " غیر ذی العقول " سے خاص ہے۔ یعنی اس جگہ اصنام ہی مراد ہیں۔

قولہ قَالَ غَيْرُهُ آہ یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہما کے غیر نے اس آئت کریمہ : فَلَمَّا أَحَسُّوا بَأْسَنَا إِذَا هُمْ مِنْهَا يَرْكُضُونَ " کی تفسیر میں ذکر کیا کہ أَحَسُّوا بمعنی تَوَقَّعُوا ہے " یعنی جب انھوں نے ہمارا عذاب پایا تو وہ سارے اپنے گاؤں سے باہر نکل آئے۔ لغت میں رکض کے معنی ہیں جانور کا پاؤں مارنا۔

قولہ خَامِدِينَ " اس سے اس آئت کریمہ " حَتَّى جَعَلْنَاهُمْ حَصِيدًا خَامِدِينَ " کی طرف اشارہ کیا اور خمود کے معنی ہیں آگ کی حرارت کو بجھا دینا " نیز ہامد اس زمین کو کہتے ہیں جس میں نباتات نہ ہو خشک گھاس کو بھی ہامد کہتے ہیں اور حَصِيد کے معنی ہیں۔ جڑ سے اکھاڑنا۔ واحد، تثنیہ اور جمع پر حَصِيد کا اطلاق ہوتا ہے۔ قولہ لَا يَسْتَحْسِرُونَ اس سے اس آئت کریمہ لَا يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِهِ وَلَا يَسْتَحْسِرُونَ کی طرف اشارہ کیا اور اس کی تفسیر لَا يُعْيُونَ " سے کی یعنی وہ اس کی عبادت کرنے میں تکبر نہیں کرتے اور نہ اس سے عاجز ہوتے ہیں۔ عاجز آدمی کو حَسِير کہتے ہیں کہا جاتا ہے۔ " حَسَرْتُ بَعِيرِي " میں نے اپنے اونٹ کو عاجز کر دیا۔

قولہ عَمِيقٌ " اس سے اس آئت کریمہ " مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ " کی طرف اشارہ کیا پھر اس کی تفسیر " بَعِيد " سے کی یعنی ہر دور کے راستہ سے آئیں گے "

قولہ نُكِسُوا " اس سے اس آئت کریمہ : نُكِسُوا عَلَى رُءُوسِهِمْ " کی طرف اشارہ کیا۔ اور " رُدُّوا " سے اس کی تفسیر کی یعنی اُنھوں نے شرمندگی سے اپنے سر نیچے کر لئے۔ ثعلبی نے کہا وہ حیران رہ گئے کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ بت بول نہیں سکتے اور نہ کچھ پکڑ سکتے ہیں۔ کہا جاتا ہے " نَكَسْتُهُ "

الدَّرُوْعُ تَقَطَّعُوْا اَمْرَهُمْ اِخْتَلَفُوْا اَلْحَسِيْسُ وَالْحِسُّ وَالْجَرْسُ وَالْهَمْسُ وَاحِدٌ وَهُوَ مِنَ الصَّوْتِ الْخَفِيِّ اٰذَنَّاكَ اَعْلَمْنَاكَ اٰذَنْتُكُمْ اِذَا اَعْلَمْتَهٗ فَاَنْتَ وَهُوَ عَلٰى سَوَاءٍ لَمْ تَغْدِرْ وَقَالَ مُجَاهِدٌ لَعَلَّكُمْ

میں نے اُوپر کو نیچے کر دیا بعض نے کہا وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے جھگڑا کرنے سے پھر گئے ،،

قولہ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ ،، اس سے اس آیت کریمہ " وَعَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ ،، کی طرف اشارہ کیا اور اس کی زرہ سے تفسیر کی یعنی میں نے داؤد علیہ السلام کو زرہیں بنانی سکھائیں "عرب مطلق اسلحہ پر اطلاق کرتے ہیں، لیکن اس مقام میں اس سے زرہ مراد ہیں۔

قولہ تَقَطَّعُوْا اَمْرَهُمْ ،، اس سے اس آیت کریمہ وَتَقَطَّعُوْا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ كُلٌّ اِلَيْنَا رٰجِعُوْنَ کی طرف اشارہ کیا اور اس کی تفسیر اِخْتَلَفُوْا سے کی ،، یعنی انھوں نے دین میں اختلاف کیا اور اس میں کئی فرقے بن گئے وہ سب ہماری طرف رجوع کریں گے ہم ان کو ان کے اعمال کے سبب جزاء دیں گے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ انہوں نے اختلاف کیا اور یہودی، نصاریٰ، مجوسی اور مشرک بن گئے ،،

قولہ اَلْحَسِيْسُ اس سے اس آیت کریمہ لَا يَسْمَعُوْنَ حَسِيْسَهَا ،، کی طرف اشارہ کیا۔ یعنی جس وقت جنت میں اپنے بلند مقامات پر آئیں گے یا دوزخ سے باہر آئیں گے تو ہلکی آواز نہیں سنیں گے ،، حَسِيس، حِس، جَرس اور ہمس ہم معنیٰ ہیں ان چاروں کے معنی وہ صوتِ خفی ،، ہیں ہلکی سی آواز ،،

قولہ اٰذَنَّاكَ ،، اس سے اس آیت کریمہ : قَالُوْا اٰذَنّٰكَ مَا مِنَّا مِنْ شَهِيْدٍ ،، کی طرف اشارہ کیا اور اس کی اَعْلَمْنَاكَ ،، سے تفسیر کی ،، لیکن یہ آیت اس سورت میں نہیں بلکہ سورۂ حٰم فُصِّلَتْ ،، میں ہے اور فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ اٰذَنْتُكُمْ عَلٰى سَوَآءٍ ،، کی مناسبت سے یہاں ذکر کیا ہے۔ اور اَعْلَمْتَهٗ الخ ،، سے اس کی تفسیر کی یعنی جس وقت تو اس کو خبردار کرے تو اس اعلام میں تم اور وہ برابر ہو۔ اور کوئی بھی دھوکہ اور غدر نہ کر سکے گا۔

قولہ لَعَلَّكُمْ تُسْئَلُوْنَ ،، اس سے اس آیت کریمہ " وَلَا تَرْكُضُوْا وَارْجِعُوْا اِلٰى مَا اُتْرِفْتُمْ فِيْهِ وَمَسٰكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْئَلُوْنَ ،، کی طرف اشارہ کیا اور تُسْئَلُوْنَ ،، کی تفسیر تُفْهَمُوْنَ ،، سے کی ،، یعنی اور نہ بھاگو اور لوٹ کر جاؤ ان آسائشوں کی طرف جو تم کو دی گئی تھیں اور اپنے مکانوں کی طرف شاید تم سے پوچھنا ہو۔

قولہ اِرْتَضٰى ،، اس سے اس آیت کریمہ :" يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى وَهُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ ،، کی طرف اشارہ کیا اور اس کی تفسیر "رَضِيَ ،، سے کی یعنی وہ

نُسُلُونَ تُفْهَمُونَ اِرْتَضٰی رَضِیَ اَلتَّمَاثِیْلُ اَلْاَصْنَامُ اَلسِّجِلُّ اَلصَّحِیْفَۃُ

بَابُ قَوْلِہٖ کَمَا بَدَأْنَا اَوَّلَ خَلْقٍ

۴۴۲۴ — حَدَّثَنَا سُلَیْمٰنُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَۃُ عَنِ الْمُغِیْرَۃِ بْنِ النُّعْمَانِ شَیْخٌ مِّنَ النَّخَعِ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

جانتا ہے جو اُن کے آگے ہے اور جو اُن کے پیچھے ہے اور شفاعت نہیں کرتے مگر اس کے لئے جسے وہ پسند فرمائے اور وہ اس کے خوف سے ڈر رہے ہیں۔ مجاہد نے کہا جس سے اللہ راضی ہو۔

قولہ التماثیل ،، اس سے اس آیت کریمہ مَا ھٰذِہِ التَّمَاثِیْلُ الَّتِیْٓ اَنْتُمْ لَھَا عَاکِفُوْنَ کی طرف اشارہ کیا پھر اس کی " اصنام " سے تفسیر کی تماثیل تمثال کی جمع ہے۔ یہ اس شئ کا نام ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے مشابہ کوئی شئ بنائی جائے۔ یہ مَثَّلْتُ الشَّیْءَ بِالشَّیْءِ ،، سے ماخوذ ہے جبکہ ایک شئ کو دوسری سے مشابہت دی جائے۔

قولہ السجل ،، اس سے اس آیت کریمہ : یَوْمَ نَطْوِی السَّمَآءَ کَطَیِّ السِّجِلِّ لِلْکُتُبِ " کی طرف اشارہ کیا اور کہا سجل بمعنی صحیفہ ہے یعنی جس روز ہم آسمان کو لپیٹیں گے جیسے سجل فرشتہ نامۂ اعمال کو لپیٹتا ہے۔

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد " جیسے ہم نے پہلے پیدا کیا اسی طرح لوٹائیں گے ہمارا وعدہ ہے ہم ضرور پورا کریں گے "

یعنی جس طرح ہم نے لوگوں کو ان کی ماؤں کے پیٹوں میں برہنہ پیدا کیا ان کے پاؤں ، جسم برہنہ تھے اور وہ بے ختنہ تھے قیامت کے روز اسی طرح ان کی قبروں سے نکالیں گے جیسے ان کو پانی سے پیدا کیا تھا۔ زمین سے اسی طرح پھر پیدا کریں گے۔ واللہ ورسولہ اعلم!

۴۴۲۴ — ترجمہ : ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز خطبہ دیا اور فرمایا تم اللہ کے حضور اس حال میں اٹھائے جاؤ گے کہ تمہارے پاؤں اور بدن ننگے ہوں گے اور ختنے نہ کئے ہوں گے جیسے ہم نے پہلے پیدا کیا اس طرح لوٹائیں گے۔ ہمارا وعدہ ہے ہم اسے ضرور پورا کریں گے۔ پھر قیامت میں سب سے پہلے جس کو لباس پہنایا جائے گا

قَالَ خَطَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّكُمْ مَحْشُوْرُوْنَ اِلَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ عُرَاةً غُرْلًا كَمَا بَدَأْنَا اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ وَعْدًا عَلَيْنَا اِنَّا كُنَّا فَاعِلِيْنَ ثُمَّ اِنَّ اَوَّلَ مَنْ يُّكْسٰى يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِبْرَاهِيْمُ اَلَا اِنَّهٗ يُجَاءُ بِرِجَالٍ مِّنْ اُمَّتِيْ فَيُؤْخَذُ بِهِمْ ذَاتَ الشِّمَالِ فَاَقُوْلُ يَا رَبِّ اَصْحَابِيْ فَيُقَالُ لَا تَدْرِيْ مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَكَ فَاَقُوْلُ كَمَا قَالَ الْعَبْدُ الصَّالِحُ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ اِلٰى قَوْلِهٖ شَهِيْدٌ فَيُقَالُ اِنَّ هٰؤُلَاءِ لَمْ يَزَالُوْا مُرْتَدِّيْنَ اِلٰى اَعْقَابِهِمْ مُنْذُ فَارَقْتَهُمْ

وہ ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ خبردار! میری اُمت سے چند لوگ لائے جائیں گے ان کو بائیں جانب پکڑا جائے گا۔ (اُن کو دوزخ میں لے جانے کا حکم ہوگا) تو میں کہوں گا اے میرے پروردگار یہ میرے ساتھی ہیں (مجھ پر ایمان لائے تھے) کہا جائے گا آپ نہیں جانتے ہیں کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا پیدا کیا تھا (آپ کے بعد مرتد ہو گئے تھے) پس میں کہوں گا جیسے عبد صالح (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) نے کہا تھا۔ میں ان کا نگہبان تھا جب تک مِنْکُمْ تھا الخ۔ پس کہا جائے گا یہ لوگ اپنی ایڑھیوں کے بل پھر گئے تھے جب سے آپ ان سے جُدا ہوئے تھے۔

۴۴۲۴ — **شرح** : حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سب سے پہلے لباس اس لئے پہنایا جائے گا کہ وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جدِّ امجد ہیں اور آپ کی شرافت پدری کے باعث تمام نبیوں سے پہلے انہیں لباس پہنایا جائے گا۔ اور یہ کہنا بھی درست ہے کہ ان کو نمرود کی آگ میں برہنہ پھینکا گیا تھا۔ اس کی جزاء کے طور پر آپ کو سب سے پہلے لباس پہنایا جائیگا بعض علماء نے کہا عمومی کلام سے متکلم خارج ہوتا ہے۔ لہٰذا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر ابراہیم علیہ السلام کو جزوی فضیلت بھی حاصل نہ ہوگی۔ کیونکہ آپ متکلم ہیں اور مذکور عموم سے خارج ہیں تو معنی یہ ہُوا کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا ساری مخلوق سے پہلے ابراہیم علیہ السلام کو لباس پہنایا جائے گا"۔

علامہ خطابی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا جو لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مرتد ہو گئے تھے وہ دور دراز کے بدّو لوگ ہیں جو قتل وغارت کے ڈر سے مسلمان ہُوئے تھے۔ اسی لئے "رجالٌ" فرمایا اس سے ان کی تذلیل اور تحقیر کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی چند ذلیل لوگ مرتد ہو گئے تھے۔ علامہ کرمانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا یہ مرتد ہو گئے تھے وہ دور دراز کے بدّو لوگ ہیں جو قتل وغارت کے ڈر سے مسلمان ہُوئے تھے۔ اسی لئے "رجالٌ" فرمایا اس سے ان کی تذلیل اور تحقیر کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی چند ذلیل لوگ مرتد ہو گئے تھے۔ علامہ کرمانی رحمہ اللہ تعالیٰ

سُوْرَۃُ الْحَجِّ

وَقَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ الْمُخْبِتِيْنَ الْمُطْمَئِنِّيْنَ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فِيْ اُمْنِيَّتِهٖ اِذَا حَدَّثَ اَلْقَى الشَّيْطَانُ فِيْ حَدِيْثِهٖ فَيُبْطِلُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ وَيُحْكِمُ اٰيَاتِهٖ وَيُقَالُ اُمْنِيَّتُهٗ قِرَاءَتُهٗ اِلَّا اَمَانِيَّ يَقْرَءُوْنَ وَلَا يَكْتُبُوْنَ وَقَالَ مُجَاهِدٌ مَشِيْدٌ بِالْقَصَّةِ وَقَالَ غَيْرُهٗ يَسْطُوْنَ يَفْرُطُوْنَ مِنَ السَّطْوَةِ وَيُقَالُ يَسْطُوْنَ يَبْطِشُوْنَ وَهُدُوْا اِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ اُلْهِمُوْا قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ بِسَبَبٍ بِحَبْلٍ اِلٰى سَقْفِ الْبَيْتِ تَذْهَلُ تُشْغَلُ

نے کہا یہ مرتد ہونے والے لوگ مؤلفۃ القلوب ہیں جو مال و دولت کی لالچ میں مسلمان ہوئے تھے معاذ اللہ وہ لوگ ہرگز مراد نہیں جو ہر وقت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہنے والے تھے اور ایمان میں کامل و اکمل تھے اُن سے اللہ تعالیٰ راضی ہُوا چنانچہ قرآن میں ہے۔ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ" اللہ اُن سے راضی اور وہ اللہ سے راضی" خصوصاً عشرہ مبشرہ جن کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نے ایک مجلس میں جنت کی خوشخبری دی ہے۔ جس کو ذرہ سی عقل حاصل ہو وہ ہرگز یہ گمان نہ کرے گا البتہ وہ شخص ایسا وہم کر سکتا ہے جس کو شیطان نے گمراہ کر دیا ہو کیونکہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حق میں یہ گمان کرنا نبوت کی تکذیب اور توہین و اہانت ہے اور دینِ اسلام کی خرابی کا باعث ہے کیونکہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدتِ نبوت میں پوری کوشش کر کے دینِ اسلام کی تکمیل کی اور اس آیت کریمہ: اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ " سے اس پر مہر ثبت کی واللہ الہادی

سُوْرَہ حج

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اس سُورت کے نزول کے زمانہ میں مختلف اقوال ہیں۔ ابن عباس اور عبد اللہ بن زُبیر رضی اللہ عنہم نے کہا کہ یہ مدینہ منورہ میں نازل ہُوئی۔ مقاتل نے کہا اس کا کچھ حصہ مکہ مکرمہ میں نازل ہُوا۔ قتادہ نے کہا یہ سورت مکی

ہے۔ ان سے ایک روائت یہ ہے کہ چار آیات کے سوا یہ سورت مدنیہ ہے۔ عطاء نے تین آیات مستثنیٰ کی ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے "هٰذٰنِ خَصْمٰنِ" ہبہ بن سلامہ نے کہا قرآن کریم کی سورتوں میں سے یہ عجیب سورت ہے کہ اس میں کچھ آیات مکی، مدنی، سفری، حضری، حربی، سلمی، لیلی، نہاری اور ناسخ و منسوخ ہیں اس کی ۹۸ آیات ہیں" (عینی)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سفیان بن عُیینہ نے "بَشِّرِ الْمُخْبِتِیْنَ" کی تفسیر میں کہا جو اللہ کے حکم سے مطمئن ہیں۔ بعض نے کہا جو تواضع دار ہیں۔ بعض تواضع کرنے والوں سے تفسیر کی ہے۔ بعض نے ڈرنے والوں سے کی، "یہ اِخْبَات "خَبْت" سے ماخوذ ہے اس کے معنی نیچی زمین کے ہیں۔

قولہ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ الخ یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آئت کریمہ: وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ إِلَّا إِذَا تَمَنّٰى أَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْ أُمْنِيَّتِهِ" کی تفسیر میں کہا جب آپ نے بات کی تو آپ کی بات میں شیطان نے کچھ کلمات ڈال دیئے تو اللہ شیطان کے ڈالے ہوئے کلمات کو باطل کرتا ہے اور اپنی آیات کو مستحکم کرتا ہے۔ اس کی تفسیر میں مفسرین نے بہت کچھ کہا ہے۔ تطویل کے خوف سے ہم صرف سب سے بہترین تفسیر ذکر کرتے ہیں کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم کی تلاوت فرمائی اور اثنائے تلاوت کے سکتہ میں آپ کے کلمات کے مشابہ یہ نغمہ سرائی کی جس کو قریب والے لوگوں نے سنا اور اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام گمان کیا اور اسے مشہور کر دیا چنانچہ ابن ابی حاتم، طبری، اور ابن منذر نے شعبہ کے طریق سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روائت کی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ میں سورۂ نجم کی تلاوت کی جب آپ اس آئت کریمہ: أَفَرَأَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْأُخْرٰى" کی تلاوت کی۔ تو شیطان نے آپ کی آواز کے مشابہ یوں نغمہ سرائی کی "تِلْكَ الْغَرَانِيْقُ الْعُلٰى وَإِنَّ شَفَاعَتَهُنَّ لَتُرْتَجٰى" اور مشرکوں کے کانوں میں اس کا اَلقاء کیا وہ اس سے بہت خوش ہوئے۔ اور کہنے لگے کہ جس طرح محمد "صلی اللہ علیہ وسلم" نے آج ہمارے بتوں کا ذکر کیا ہے اس سے پہلے کبھی ایسا نہیں کہا جب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے سورت کے آخر میں سجدہ کیا تو آپ کی پیروی کرتے ہوئے مشرکوں نے بھی سجدہ کیا۔ جب صورتِ حال حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ سے ذکر کی تو آپ کو غم لاحق ہوا تو آپ کی تسلی اور اطمینانِ خاطر کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ آئت نازل کی بعض مؤرخین نے ذکر کیا ہے کہ یہ قبیح کلمات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک پر سہواً جاری ہو گئے تھے۔ قاضی بیضاوی نے اس کی تردید کرتے ہوئے کہا یہ کلام مردود ہے۔ محققین نے اسے قبول نہیں کیا۔ قاضی عیاض نے کہا اس کو کسی نے ثقہ سند سے ذکر نہیں کیا۔ ابن عربی نے کہا یہ اور اس طرح کے دوسرے کلمات باطل ہیں۔ ان کی کوئی اصل نہیں۔

شیخ نور الحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا۔ بات واضح تر یہ ہے جو حدیث کے ماہرین نے کہا ہے۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اور عظیم منصب کے یہی لائق ہے۔ اس پر اُمت کا اجماع ہے اور قطعی حجت قائم ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معصوم ہیں۔ آپ اس سے پاک ہیں کہ آپ کی زبان شریف پر سہوًا یا خطاءً باطل کلام جاری ہو اور شیطان نے آپ کی لسان مقدس پر تصرف کیا ہو۔ نظرِ صحیح اور عقلِ سلیم کا بھی یہی فیصلہ ہے کہ آپ کی زبان شریف پر ایسا کلام جاری ہونا محال ہے۔ اگر اس قسم کی کوئی بات ہوتی تو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو آپ کے قریب موجود تھے ان پر یہ بات ہرگز مخفی نہ رہتی۔ واللہ الموفق "۔

قولہ یقال "، یعنی کہا جاتا ہے کہ امنیۃ کے معنی قرارت ہیں اور "اذا تمنی" بمعنی اذا تلا ہے۔

قولہ "الا امانی" اس سے اس آیت کریمہ جو سورۂ بقرہ میں ہے " وَمِنْهُمْ أُمِّيُّونَ لَا يَعْلَمُونَ الْكِتَابَ إِلَّا أَمَانِيَّ " کی طرف اشارہ کیا اور اس کو بطورِ استشہاد یہاں ذکر کیا کہ "إِلَّا أَمَانِيَّ" کے معنی "إِلَّا مَا يَقْرَءُونَ" ہیں۔ اور تمنی بمعنی قرأت ہے۔

قولہ "مَشِيدٍ" اس سے اس آیت کریمہ: "وَبِئْرٍ مُعَطَّلَةٍ وَقَصْرٍ مَشِيدٍ" کی طرف اشارہ کیا۔ اور اس کی تفسیر میں مجاہد نے کہا گچ کئے ہوئے محل " جص گچ کا مُعرّب ہے۔ جوہری نے کہا: شَادَ يَشِيدُهُ شَيْدًا " بمعنی جَصَّصْتُهُ " میں نے اس کو گچ کیا " قتادہ ربیع اور ضحاک نے کہا مَشِيد بمعنی طویل ہے۔ ضحاک نے روایت کی کہ یہ حضر موت شہر میں ایک کنواں تھا۔ جس کا نام حاضورا تھا۔

حضر موت کا واقعہ

اس شہر کے چار ہزار آدمی حضرت صالح علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لائے جب اُنھوں نے دشمنوں کی تکالیف سے نجات پائی تو حضرت موت آگئے۔ اُن کے ساتھ صالح علیہ السلام بھی تھے جب وہاں آئے تو صالح علیہ السلام وفات پاگئے اس لئے اس کا نام حضر موت رکھا گیا، کیونکہ جب صالح علیہ السلام فوت ہوئے تو لوگوں نے حاضورا (کنواں) بنایا اور وہ اس کنوئیں پر بیٹھ گئے انھوں نے اپنا ایک امیر بنا لیا جسے جلہس بن جلاس بن سُوید کہا جاتا تھا اور اس کا وزیر سخاریب بن سوادہ کو بنایا اور وہ بہت عرصہ وہاں رہے اور ان کی اولاد ہوئی۔ حتیٰ کہ ان کی تعداد بہت زیادہ ہوگئی پھر اُنھوں نے بت پرستی شروع کر دی اور اللہ تعالیٰ سے کفر کیا اللہ تعالیٰ نے ان کے پاس حنظلہ بن صفوان پیغمبر بھیجا اس کو اُنھوں نے بازار میں شہید کر دیا اللہ تعالیٰ نے ان کو ہلاک کیا تو اُن کا کنواں بیکار ہو گیا اور مضبوط محلات تباہ و برباد ہو گئے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور کتنی ہی بستیاں ہم نے کھپا دیں کہ وہ ستمگار تھیں تو اب وہ اپنی چھتوں پر ڈھی پڑی ہیں اور کتنے کنوئیں بیکار پڑے ہیں اور کتنے محل گچ کئے ہوئے۔

قولہ "یَسْطُونَ" ، اس سے اس آیت کریمہ: "يَكَادُونَ يَسْطُونَ بِالَّذِينَ يَتْلُونَ عَلَيْهِمْ"،

بَابُ قَوْلِهٖ وَتَرَى النَّاسَ سُكَارٰى

۴۴۲۵ ـ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْصَالِحٍ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم يَقُوْلُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَا اٰدَمُ يَقُوْلُ لَبَّيْكَ رَبَّنَا وَسَعْدَيْكَ فَيُنَادٰى

کی طرف اشارہ کیا اور اس کی تفسیر میں مجاہد کے غیر نے کہا کہ یَسْطُوْنَ بمعنی یَفْرُطُوْنَ ہے جو کوئی جلدی کرے اور حد سے بڑھ جائے تو اسے کہتے ہیں "فَرَطَ عَلَیْہِ"، یَسْطُوْنَ "، سطوہ سے ماخوذ ہے۔ اس کے معنی ہیں سخت پکڑنا"، یعنی قریب ہے کہ کافر جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ اصحاب پر سخت غصہ کرتے اور ان کی طرف بڑے ہاتھ اٹھاتے۔

قولہ یقال"، اس کا قائل فراء ہے یَسْطُوْنَ بمعنی یبطشون " ہے۔ کیونکہ مشرکین قریش جب کسی مسلمان کو سنتے کہ وہ قرآن کریم کی تلاوت کر رہا ہے تو وہ اس کو پکڑنے کے قریب ہو جاتے۔

قولہ وَھُدُوْا اِلَی الطَّیِّبِ مِنَ الْقَوْلِ "، یعنی اہل جنت کو قرآن کا الہام کیا گیا یہی طیب قول ہے۔

قولہ بِسَبَبٍ "، اس سے اس آیت کریمہ : فَلْیَمْدُدْ بِسَبَبٍ اِلَی السَّمَآءِ ثُمَّ لْیَقْطَعْ " کی طرف اشارہ کیا اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے "سبب " کی تفسیر کی کہ وہ اپنے گھر کی چھت سے رسی باندھے پھر گلا گھونٹ کر مر جائے۔

قولہ تَذْھَلُ "، اس سے اس آیت کریمہ : یَوْمَ تَذْھَلُ کُلُّ مُرْضِعَۃٍ " کی طرف اشارہ کیا پھر اس کی تشغل سے تفسیر کی۔ کہا جاتا ہے۔ ذَھَلْتُ عَنْ کَذَا " میں نے اس کو چھوڑ دیا۔

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد تو لوگوں کو قیامت کے دن مست دیکھے گا وہ مست نہ ہوں گے

۴۴۲۵ ـــ ترجمہ : ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا اے آدم! وہ کہیں گے اے اللہ! میں تیرے حضور کھڑا ہوں! اور بار بار کھڑا ہوں"، یعنی لبیک وسعدیک کہیں گے انہیں بلند آواز سے ندا کی جائے گی کہ اللہ تعالیٰ تجھے

بِصَوْتٍ إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكَ أَنْ تُخْرِجَ مِنْ ذُرِّيَّتِكَ بَعْثًا إِلَى النَّارِ قَالَ يَا رَبِّ وَمَا بَعْثُ النَّارِ قَالَ مِنْ كُلِّ أَلْفٍ أُرَاهُ تِسْعَ مِائَةٍ وَتِسْعَةً وَتِسْعِينَ فَحِينَئِذٍ تَضَعُ الْحَامِلُ حَمْلَهَا وَيَشِيبُ الْوَلِيدُ وَتَرَى النَّاسَ سُكَارَى وَمَا هُمْ بِسُكَارَى وَلَكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيدٌ فَشَقَّ ذَلِكَ عَلَى النَّاسِ حَتَّى تَغَيَّرَتْ وُجُوهُهُمْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ تِسْعَ مِائَةٍ وَتِسْعَةً وَتِسْعِينَ وَمِنْكُمْ وَاحِدٌ ثُمَّ أَنْتُمْ فِي النَّاسِ كَالشَّعْرَةِ السَّوْدَاءِ فِي جَنْبِ الثَّوْرِ الْأَبْيَضِ أَوْ كَالشَّعْرَةِ الْبَيْضَاءِ فِي جَنْبِ الثَّوْرِ الْأَسْوَدِ وَإِنِّي لَأَرْجُو أَنْ تَكُونُوا رُبُعَ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَكَبَّرْنَا ثُمَّ قَالَ شَطْرَ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَكَبَّرْنَا وَقَالَ أَبُو أُسَامَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ تَرَى النَّاسَ سُكَارَى وَمَا هُمْ بِسُكَارَى قَالَ مِنْ كُلِّ أَلْفٍ تِسْعَ مِائَةٍ وَتِسْعَةً وَتِسْعِينَ وَقَالَ جَرِيرٌ وَعِيسَى بْنُ يُونُسَ وَأَبُو مُعَاوِيَةَ سَكْرَى وَمَا هُمْ بِسَكْرَى

حکم دیتا ہے کہ اپنی اولاد سے ایک جماعت دوزخ کی طرف نکالو فرمایا ہر ہزار سے میرا خیال ہے کہ فرمایا "نو سو ننانوے آدمی" اس وقت حاملہ عورت حمل وضع کر دے گی اور فوراً بچے بوڑھے ہو جائیں گے اور تو لوگوں کو مست دیکھے گا وہ مست نہیں ہوں گے۔ لیکن اللہ کا عذاب سخت ہوگا لوگوں پر یہ بہت شاق گذرا حتیٰ کہ ان کے چہرے متغیر ہو گئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یاجوج ماجوج سے نو سو ننانوے اور تم میں سے ایک ہوگا۔ پھر تم ان لوگوں میں جو وہاں حاضر ہوں گے۔ مثل ایک سیاہ بال کے ہوگے جو سفید گائے کے پہلو میں ہوتا ہے۔ اور مجھے امید ہے کہ تم اہل جنت کی چوتھائی ہوگے ہم نے اللہ کی تکبیر کہی۔ پھر فرمایا تم اہل جنت کے نصف ہوگے تو ہم نے اللہ اکبر کہا۔ ابو اسامہ نے اعمش سے روایت کی۔ "تَرَى النَّاسَ سُكَارَى وَمَا هُمْ بِسُكَارَى" یعنی ابو اسامہ نے کہا ہر ہزار سے نو سو ننانوے۔ جریر، عیسیٰ بن یونس اور ابو معاویہ نے "سَكْرَى وَمَا هُمْ بِسَكْرَى" پڑھا ہے"

۴۴۲۵ —

شرح : اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے "ربع" ثلث اور نصف فرمایا حالانکہ یہ تینوں اعداد باہم مخالف ہیں

اس کی کیا وجہ ہے اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ اس وقت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس طرح ظاہر ہوئے ہوں اور "قَالَ جَرِيْرٌ" ، سے مراد یہ ہے کہ اس حدیث کی تین اشخاص نے اعمش سے روایت کی ہے اور لفظ "شکاری" اور لفظ شکری میں مخالفت کی ہے اور مفرد صیغہ ذکر کیا جمع ذکر نہیں کیا ، اسی جزء کے اعتبار سے یہ حدیث باب کے مناسب ہے۔ اس مقام میں یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ تم اہل جنت کی چوتھائی تہائی اور نصف ہوگے۔ یہ خطاب اس وقت موجود صحابہ کرام سے مختص نہیں ہے۔ بلکہ حاضرین کو غائبین پر اور مردوں کو عورتوں پر غلبہ دے کر فرمایا اور یہ باب تغلیب کے باب سے ہے جیسے سورج اور چاند کو قمرین کہتے ہیں لیکن ابتداء اسلام سے قیامت تک ساری امت مرحومہ مراد ہے اور یہ یقینی امر ہے کہ اس امت کے لوگ درجات اور کمال مراتب کے اعتبار سے تین جماعتیں ہیں۔ ایک جماعت حق تعالیٰ کے مقربین کی ہے جو اس کے حضور خواص ہیں۔ دوسری متقی نیک اور علماء کی جماعت ہے اور تیسری جماعت عام مومنین ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی جماعت کے اعتبار سے چوتھائی اہل جنت فرمائی ہو اور تہائی دوسری جماعت کے اعتبار سے اور نصف عام اہل اسلام کے لحاظ سے فرمایا ہو۔

اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ دوسری حدیث میں ارشاد ہے کہ میری امت جنت میں تمام امتوں سے زیادہ ہوگی۔ لہٰذا ان دونوں حدیثوں میں مخالف پائی جاتی ہے۔ نیز یہ دونوں حدیثیں قرآن کریم کی اس آیت کریمہ ثُلَّةٌ مِّنَ الْأَوَّلِيْنَ وَقَلِيْلٌ مِّنَ الْآخِرِيْنَ ، کے مخالف ہیں کیونکہ اس آیت کی تفسیر میں یہ کہا جاتا ہے کہ قَلِيْلٌ مِّنَ الْآخِرِيْنَ سے مراد امت محمدی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس امت مرحومہ کا اہل جنت کا نصف ہونا جبکہ اس میں انبیاء کرام اور رسل عظام اور پہلی ساری امتیں ہیں اس کے مخالف نہیں کیونکہ اکثریت پہلی امتوں کے اعتبار سے ہے مجموعہ امتین اور انبیاء کے اعتبار سے نہیں۔

نیز علامہ بیضاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں ذکر کیا ہے کہ ثُلَّةٌ مِّنَ الْأَوَّلِيْنَ سے مراد حضرت آدم علیہ السلام سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام امتوں کے مقربین ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ پہلی امتوں کے سابق اور مقرب لوگ امت محمدی سے زیادہ ہوں اور اس امت کے پیروکار پہلی نبیوں کے پیروکاروں سے زیادہ ہو۔ لہٰذا حدیث اور آیت کریمہ میں بھی مخالفت نہیں ہے۔ واللہ اعلم!

(حدیث ۳۱۳۲ کی شرح بھی دیکھیں)

بَابُ قَوْلِهٖ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ
شَكٍّ فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ اِطْمَاَنَّ بِهٖ وَاِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ اِنْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ
خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ اِلٰى قَوْلِهٖ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلَالُ الْبَعِيْدُ اَتْرَفْنَاهُمْ
وَسَّعْنَاهُمْ ...۴۴۲۶ـــ حَدَّثَنِیْ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْحَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا
يَحْيَى بْنُ اَبِیْ بُكَيْرٍ قَالَ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ كَانَ الرَّجُلُ
يَقْدَمُ الْمَدِيْنَةَ فَاِنْ وَلَدَتِ امْرَأَتُهٗ غُلَامًا وَنُتِجَتْ خَيْلُهٗ قَالَ هٰذَا دِيْنٌ
صَالِحٌ وَاِنْ لَّمْ تَلِدِ امْرَأَتُهٗ وَلَمْ تُنْتَجْ خَيْلُهٗ قَالَ هٰذَا دِيْنُ سَوْءٍ

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد بعض لوگ شک میں اللہ کی عبادت کرتے ہیں

اگر اسے نفع ہو تو مطمئن ہو جاتا ہے اور اگر نقصان ہو تو منہ کے بل پھر جاتا ہے وہ دنیا اور آخرت میں خسارے میں ہے " اَتْرَفْنَاهُمْ " ہم نے ان کو نعمتیں دیں اور وسعت دی ۔،

مجاہد سے روایت ہے کہ حرف بمعنی شک ہے ۔عطیہ نے ابو سعید سے روایت کی کہ ایک یہودی مسلمان ہوگیا اس کے اسلام لانے کے بعد اس کی بصارت جاتی رہی مال ضائع ہوگیا اور اولاد فوت ہوگئی اس نے اسلام کو منحوس جانا اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور کہا میری بیعت کو ختم کر دیں اور عقد مسلمانی دور کریں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ عقد مسلمانی دور نہیں کیا جاتا اسلام گناہوں کو دور کرتا ہے جیسے آگ لوہے کا زنگار دور کرتی ہے تو اس کے بارے میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی قولہ اَتْرَفْنَاهُمْ بمعنی وَسَّعْنَاهُمْ ہے ۔یہ سورہ مومنین

بَابُ قَوْلِهٖ هٰذَانِ خَصْمَانِ اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ

۴۴۲۷ــ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ قَالَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْهَاشِمٍ عَنْ اَبِيْ مِجْلَزٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ عُبَادٍ عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ اَنَّهٗ كَانَ يُقْسِمُ فِيْهَا اَنَّ هٰذِهِ الْاٰيَةَ هٰذَانِ خَصْمَانِ اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ نَزَلَتْ فِيْ حَمْزَةَ وَصَاحِبَيْهِ وَعُتْبَةَ وَصَاحِبَيْهِ يَوْمَ بَرَزُوْا فِيْ يَوْمِ بَدْرٍ رَوَاهُ سُفْيٰنُ عَنْ اَبِيْ هَاشِمٍ وَقَالَ عُثْمَانُ عَنْ جَرِيْرٍ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ اَبِيْ هَاشِمٍ عَنْ اَبِيْ مِجْلَزٍ قَوْلَهٗ

کی آئت ہے۔ اس جگہ سہوِ قلم سے لکھی گئی ہے۔ واللہ و رسولہ اعلم!

۴۴۲۶ــ ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے اُنھوں نے کہا بعض لوگ شک میں اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔ اُنھوں نے کہا کوئی آدمی مدینہ منورہ آتا اگر اس کی بیوی لڑکے کو جنم دیتی اور اس کی گھوڑی بچہ دیتی تو کہتا یہ اچھا دین ہے۔ اگر اس کی بیوی کے لڑکا پیدا نہ ہوتا اور نہ ہی اس کی گھوڑی بچہ دیتی تو کہتا یہ دین بُرا ہے۔

۴۴۲۶ــ شرح: نُتِجَتْ ،، صیغۂ مجہول ہے۔ کہا جاتا ہے: نُتِجَتِ النَّاقَةُ فَهِيَ مَنْتُوْجَةٌ جیسے کہا جاتا ہے، نُفِسَتِ الْمَرْءَةُ وَهِيَ مَنْفُوْسَةٌ

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد "یہ دو گروہ ہیں جنہوں نے اپنے رب کے دین میں جھگڑا کیا"

۴۴۲۷ــ ترجمہ: ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ قسم کھا کر کہتے تھے کہ آئت کریمہ هٰذَانِ خَصْمَانِ الْاٰيَةَ ،، یہ دو گروہ ہیں جنہوں نے اپنے رب کے دین میں مخاصمت کی حمزہ اور ان کے دو ساتھیوں علی بن ابی طالب، عبیدہ بن حارث اور ان کے مقابل عتبہ اور اس کے دو ساتھیوں شیبہ اور ولید بن عتبہ کے بارے میں نازل ہوئی۔ جس روز اُنھوں نے بدر کی جنگ میں ایک دوسرے کا مقابلہ کیا

۴۴۲۸ـــ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ سَمِعْتُ أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو مِجْلَزٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ عُبَادٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ قَالَ أَنَا أَوَّلُ مَنْ يَجْثُو بَيْنَ يَدَيِ الرَّحْمٰنِ لِلْخُصُومَةِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قَالَ قَيْسٌ وَفِيهِمْ نَزَلَتْ هٰذَانِ خَصْمَانِ اخْتَصَمُوا فِي رَبِّهِمْ قَالَ هُمُ الَّذِينَ بَارَزُوا يَوْمَ بَدْرٍ عَلِيٌّ وَحَمْزَةُ وَعُبَيْدَةُ وَشَيْبَةُ ابْنُ رَبِيعَةَ وَعُتْبَةُ بْنُ رَبِيعَةَ وَالْوَلِيدُ بْنُ عُتْبَةَ

اس کو سفیان نے ابو ہاشم سے روایت کیا اور عثمان بن ابی شیبہ جریر بن عبد الحمید سے اُنھوں نے منصور ابن معتمر سے اُنھوں نے ابو ہاشم سے اُنھوں نے ابو مجلز سے اس کا قول ذکر کیا (یعنی یہ ابو مجلز کا قول ہے اور اسی پر موقوف ہے) (حدیث ۳۷۱۷ کی شرح دیکھیں)

۴۴۲۸ـــ ترجمہ: علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اُنھوں نے کہا میں پہلا شخص ہوں جو قیامت کے دن اللہ کے سامنے خصومت کے لئے دوزانو بیٹھے گا۔ قیس نے کہا ان کے بارے میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ قیس نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے بدر کے روز مبارزت کی (مقابلہ کیا) وہ علی، حمزہ اور عبیدہ اور شیبہ ابن ربیعہ، عتبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ ہیں۔

۴۴۲۸ـــ شرح: پہلے تین مسلمان اور دوسرے تین کافر ہیں جو ان کے قریبی تھے۔ طبری نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ یہ آیت کریمہ اہل کتاب اور مسلمانوں کے بارے میں نازل ہوئی اور حسن کے طریق سے بیان کیا کہ وہ کافر اور مسلمان ہیں اور مجاہد کے طریق سے روایت کی کہ یہ مومن اور کافر کا بعثت میں جھگڑا ہے۔ لیکن یہ کوئی منافات نہیں کیونکہ اگر کوئی آیت کریمہ کسی سبب نازل ہو تو اس قسم کے اور اسباب میں اس کا نازل ہونا ممتنع نہیں۔ (عینی) واللہ سبحانہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ العلم!

سُورَةُ المُؤمِنِین

وَقَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ سَبْعَ طَرَائِقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ لَهَا سَابِقُوْنَ سَبَقَتْ لَهُمُ السَّعَادَةُ قُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ خَائِفِيْنَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ بَعِيْدٌ بَعِيْدٌ فَسْئَلِ الْعَادِّيْنَ الْمَلَائِكَةَ لَنَاكِبُوْنَ لَعَادِلُوْنَ كَالِحُوْنَ عَابِسُوْنَ مِنْ سُلَالَةٍ اَلْوَلَدُ وَالنُّطْفَةُ السُّلَالَةُ وَالْجِنَّةُ وَالْجُنُوْنُ وَاحِدٌ وَالْغُثَاءُ الزَّبَدُ وَمَا ارْتَفَعَ عَنِ الْمَاءِ وَمَا لَا يُنْتَفَعُ بِهٖ

سُورہ مؤمِنین

یہ سُورت مکی ہے اس کی آیات ۱۱۸ (ایک سو اٹھارہ) ہیں "

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قولہ سَبْعَ طَرَائِقَ "، اس سے اس آیت کریمہ : " وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَائِقَ "، کی طرف اشارہ کیا اور سُفیان بن عُیَیْنہ نے سبع طرائق کی تفسیر سات آسمانوں سے کی ۔ سات آسمانوں کو سات طریق کہا کیونکہ یہ ایک دوسرے پر ہیں اور ہر ایک طریق ہے ۔ ہر وہ شئ جو دوسری شئ کے اُوپر ہو عرب اس کو طریق کہتے ہیں۔ کہا گیا یہ فرشتوں کے راستے ہیں۔

قولہ لَهَا سَابِقُوْنَ "، اس سے اس آیت کریمہ : أُولٰئِكَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرَاتِ وَهُمْ لَهَا سَابِقُوْنَ "، کی طرف اشارہ کیا پھر اس کی تفسیر : سَبَقَتْ لَهُمُ السَّعَادَةُ "، سے کی ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ازل میں اللہ تعالیٰ نے ان کے مقدر میں سعادت اور نیک بختی کر دی ہے اس لئے یہ نیک کاموں کے لئے جلدی کرتے ہیں ۔ قولہ قُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ " اس سے اس آیت کریمہ " وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَا اٰتَوْا وَقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ أَنَّهُمْ إِلٰى رَبِّهِمْ رَاجِعُوْنَ "، کی طرف اشارہ کیا اور وَجِلَۃ کی تفسیر خائفین سے کی ، اور وہ جو دیتے ہیں جو

کچھ دین اور اُن کے دل ڈر رہے ہیں یوں کہ ان کو اپنے رب کی طرف پھرنا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ آیا یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے سُود کھایا چوری کی وہ اس حال کے باعث اللہ سے ڈرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسا نہیں بلکہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے نماز روزے کئے اس کے باوجود اپنے رب کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔

قولہ ھَیْھَاتَ " اس سے اس آیت کریمہ : ھَیْھَاتَ ھَیْھَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ " کی طرف اشارہ کیا اور اس کی بَعِیْد " سے تفسیر کی۔

قولہ وَاسْئَلِ الْعَادِّیْنَ " اس سے اس آیت کریمہ " لَبِثْنَا یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ فَاسْئَلِ الْعَادِّیْنَ کی طرف اشارہ کیا اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کی تفسیر میں کہا عادّین " فرشتے ہیں " ثعلبی نے کہا یہ فرشتے وہ ہیں جو حفاظت پر مامور ہیں حساب و کتاب کے فرشتے ہیں " یعنی وہ بولے ہم ایک دن رہے یا دن کا حصہ تو گننے والوں سے دریافت فرما۔

قولہ تَنْکِصُوْنَ " اس سے اس آیت کریمہ : وَکُنْتُمْ عَلٰٓی اَعْقَابِکُمْ تَنْکِصُوْنَ " کی طرف اشارہ کیا۔ اور کہا تنکصون بمعنی تَسْتَأْخِرُوْنَ ہے۔ اس کی تفسیر میں یہ بھی کہا گیا کہ اُلٹے قدم پھرتے ہیں "

قولہ لَنَاکِبُوْنَ " اس سے اس آیت کریمہ : اِنَّ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَۃِ عَنِ الصِّرَاطِ لَنَاکِبُوْنَ " کی طرف اشارہ کیا اور ناکبون کی تفسیر عادِلُوْنَ سے کی یعنی جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے وہ سیدھی راہ سے پھرے ہوئے ہیں۔

قولہ کَالِحُوْنَ " اس سے اس آیت کریمہ : تَلْفَحُ وُجُوْھَھُمُ النَّارُ وَھُمْ فِیْھَا کَالِحُوْنَ " کی طرف اشارہ کیا اور اس کی تفسیر عَابِسُوْنَ سے کی یعنی اُن کے چہروں کو آگ جلادے گی اور وہ اس میں بُرے چہروں والے ہوں گے۔ ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اُنھوں نے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا آگ اسے جلادے گی اس کا اُوپر کا ہونٹ اُوپر کو چڑھ جائے گا اور سر کے درمیان چلا جائے گا اور اس کا نچلا ڈھیلا پڑ جائے گا اور ناف تک لٹک جائے گا۔

قولہ مِنْ سُلَالَۃٍ اس سے اس آیت کریمہ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلَالَۃٍ " کی طرف اشارہ کیا اور مجاہد کے غیر یعنی ابو عبیدہ نے کہا سُلالہ وَلَد ہے نُطفہ بھی سُلالہ ہے۔ عرب مرد کے نطفہ اور اس کے ولد کو سُلالہ اور سلیلہ کہتے ہیں۔ علامہ کرمانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ سُلالہ کی تفسیر وَلَد سے کیسے صحیح ہے ؟ کیونکہ انسان وَلَد سے نہیں بلکہ امر بالعکس ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ وَلَد سلالہ کی تفسیر نہیں بلکہ ولد مبتدا اور سُلالہ خبر ہے یعنی سلالہ وہ ہے جو کسی شئی سے باہر آئے جیسے ولد اور نطفہ انسان سے باہر آتے ہیں۔

قولہ وَالْجِنَّۃُ " اس سے اس آیت کریمہ : اَمْ یَقُوْلُوْنَ بِہٖ جِنَّۃٌ " کی طرف اشارہ کیا اور اس کی

سُوْرَۃُ النُّوْرِ

مِنْ خِلٰلِهٖ مِنْ بَيْنِ اَضْعَافِ السَّحَابِ سَنَا بَرْقِهٖ اَلضِّيَاءُ مُذْعِنِيْنَ
يُقَالُ لِلْمُسْتَخْذِىْ مُذْعِنٌ اَشْتَاتًا وَّشَتّٰى وَشَتَاتٌ وَشَتٌّ وَاحِدٌ وَ
قَالَ سَعْدُ بْنُ عِيَاضٍ الثُّمَالِىُّ اَلْمِشْكٰوةُ اَلْكُوَّةُ بِلِسَانِ الْحَبَشَةِ وَقَالَ
ابْنُ عَبَّاسٍ سُوْرَةٌ اَنْزَلْنَاهَا بَيَّنَّاهَا وَقَالَ غَيْرُهٗ سُمِّىَ الْقُرْاٰنُ لِجَمَاعَةِ
السُّوَرِ وَسُمِّيَتِ السُّوْرَةُ لِاَنَّهَا مَقْطُوْعَةٌ مِّنَ الْاُخْرٰى فَلَمَّا قُرِنَ

تفسیر میں کہا کہ جِنَّۃ اور جنون ایک ہی شئی ہیں۔
قولہ وَالْغُثَآءُ ،، اس سے اس آیت کریمہ: فَجَعَلْنٰهُمْ غُثَاءً ،، کی طرف اشارہ کیا اور
اس کی تفسیر زبد سے کی اور وہ جھاگ ہے جو پانی پر اٹھتی ہے اور اس سے فائدہ حاصل نہیں ہوتا
قتادہ نے کہا غُثَاءٌ پرانی شئی ہے جو بوسیدہ ہو چکی ہو۔

سُوْرَۂ نُوْر

ابوالعباس، مقاتل، عبداللہ بن زبیر اور ابن عباس رضی اللہ عنہم
نے کہا یہ ساری سُورت مدنی ہے اس میں کسی کا اختلاف مذکور نہیں،
اس کی چونسٹھ آیات ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قولہ مِنْ خِلَالِہٖ ،، اس سے اس آیت کریمہ: فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ کی طرف اشارہ
کیا اور ،، مِنْ بَيْنِ اَضْعَافِ السَّحَابِ ،، سے اس کی تفسیر کی " یعنی تو بارش کو دیکھتا ہے کہ وہ گہرے

بَعْضُهَا اِلٰی بَعْضٍ سُمِّیَ قُرْاٰنًا وَقَوْلُہٗ تَعَالٰی اِنَّ عَلَیْنَا جَمْعَہٗ وَقُرْاٰنَہٗ تَاْلِیْفُ
بَعْضِہٖ اِلٰی بَعْضٍ فَاِذَا قَرَاْنَاہُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَہٗ فَاِذَا جَمَعْنَاہُ وَاَلَّفْنَاہُ فَاتَّبِعْ

بادلوں کے درمیان سے نکلتی ہے ،، خَلَلٌ بارش کی جگہ اور وَدَقٌ بارش ہے ۔
قولہ سَنَا بَرْقِہٖ ،، اس سے اس آئت کریمہ یَکَادُ سَنَا بَرْقِہٖ یَذْھَبُ بِالْاَبْصَارِ ،، کی طرف اشارہ کیا اور اس کی تفسیر ضیاء سے کی ،، یعنی اس کی شدت چمک نظروں کو لے جاتی ہے ۔
قولہ مُذْعِنِیْنَ ،، اس سے اس آئت کریمہ : وَاِنْ یَکُنْ لَّھُمُ الْحَقُّ یَاْتُوْٓا اِلَیْہِ مُذْعِنِیْنَ ،، کی طرف اشارہ کیا اور یُقَالُ سے یہ اشارہ کیا کہ مُسْتَخْذِی کو مُذْعِن کہتے ہیں ۔ یعنی اگر ان کے لئے حق ہو تو وہ عاجزی کرتے ہوئے اس کی طرف آتے ہیں ۔ جوہری نے کہا یہ سرع کے معنی میں ہے ۔ چنانچہ کہا جاتا ہے خَذَتِ النَّاقَۃُ تَخْذِی یعنی اونٹنی تیز دوڑی ،، مُذْعِنٌ اِذْعَان بمعنی اسراع سے ہے ۔ زجاج نے کہا اَذْعَنَ لِیْ بِحَقِّیْ ،، جو میں اس سے چاہتا تھا اس میں میری موافقت کی اور اس کی طرف تیز چلا ،،
قولہ اَشْتَاتًا ،، اس سے اس آئت کریمہ لَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْکُلُوْا جَمِیْعًا اَوْ اَشْتَاتًا ،، کی طرف اشارہ کیا یعنی تم پر اکٹھے اور علیحدہ علیحدہ کھانے میں کوئی حرج نہیں اور شَتّٰی ، شَتَاتٌ اور شَتٌّ ہم معنی ہیں اور ان کا ماخذ ایک ہی ہے اگرچہ اشتات جمع اور شت مفرد ہے ۔
قولہ قال ابن عباس ،، یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا اَنْزَلْنَاھَا بَیَّنَّاھَا بمعنی فَرَضْنَاھَا ہے ۔ اور ابن عباس کے غیر یعنی ابو عبیدہ نے کہا قرآن کو قرآن اس لئے کہتے ہیں کہ اس کی سورتیں جمع ہیں اور سورت کو سورت اس لئے کہتے ہیں کہ وہ دوسری سورت سے جدا ہے ۔ جب بعض کو دوسرے بعض کے ساتھ ملایا جائے تو اس کا نام قرآن ہے ۔ سعد بن عیاض ثمالی نے کہا "مشکوٰۃ" بمعنی طاقچہ ہے اور اللہ تعالیٰ کا قول : اِنَّ عَلَیْنَا جَمْعَہٗ وَقُرْاٰنَہٗ ،، یعنی اس آئت میں جمع اور قرآن کے معنی ترکیب دینا اور بعض کو بعض آیات کے ساتھ ملانا ہے ۔
قولہ فَاِذَا قَرَءْنَاہُ ،، یعنی جب ہم اس کو جمع کردیں اور ایک دوسرے سے جوڑ دیں تو اس کے مضمون کی پیروی کر یعنی جو چیز اس میں جمع کی گئی ہے پس جس کا تجھے حکم دیا گیا ہے اس پر عمل کر اور جس سے منع کیا گیا ہے اس سے باز رہ ۔ کہا جاتا ہے اس کے شعر کا قرآن نہیں یعنی اس کے شعر کی تالیف نہیں ۔ قرآن کو فرقان اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ حق و باطل میں فرق کرتا ہے جس عورت کے پیٹ میں بچہ جمع نہ ہوسکے اس کو کہا جاتا ہے ۔ مَا قَرَءَتْ بِسَلَاقَطٍ مادہ کے پیٹ میں ایک پردہ سا ہوتا ہے جس میں بچہ رکھا جاتا ہے اس کو "سلا" کہتے ہیں ۔
علامہ قسطلانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا قال سعد بن عیاض سے امام بخاری کے اس قول ،، فِیْ بَطْنِھَا وَلَدًا ،، تک قرآن کے معنی کا بیان ہے کہ وہ بمعنی جمع ہے ۔

قُرْاٰنَہٗ اَیْ مَا جُمِعَ فِیْہِ فَاعْمَلْ اَمْرَكَ وَانْتَہِ عَمَّا نَہَاكَ اللّٰہُ وَیُقَالُ لَیْسَ لِشِعْرِہٖ قُرْاٰنٌ اَیْ تَالِیْفٌ وَسُمِّیَ الْفُرْقَانَ لِاَنَّہٗ یُفَرِّقُ بَیْنَ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ وَیُقَالُ لِلْمَرْاَۃِ مَا قَرَأَتْ سَلًی قَطُّ اَیْ لَمْ تَجْمَعْ فِیْ بَطْنِہَا وَلَدًا وَقَالَ فَرَّضْنَاھَا اَنْزَلْنَا ھَا فِیْہَا فَرَائِضَ مُخْتَلِفَۃً وَمَنْ قَرَأَ فَرَضْنَاھَا یَقُوْلُ فَرَضْنَا عَلَیْکُمْ وَعَلٰی مَنْ بَعْدَکُمْ قَالَ مُجَاھِدٌ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِیْنَ لَمْ یَظْھَرُوْا لَمْ یَدْرُوْا لِمَا بِھِمْ مِنَ الصِّغَرِ

بَابٌ قَوْلُہٗ وَالَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ اَزْوَاجَھُمْ وَلَمْ یَکُنْ لَّھُمْ شُھَدَآءُ اِلَّا اَنْفُسُھُمْ فَشَھَادَۃُ اَحَدِھِمْ اَرْبَعُ شَھَادَاتٍ بِاللّٰہِ اِنَّہٗ لَمِنَ الصّٰدِقِیْنَ

۴۴۲۹ ــ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ یُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا

قَالَ فَرَّضْنَاھَا ،، یعنی فَرَّضْنَاھَا بتشدید الرّاء کے معنیٰ یہ ہیں ہم نے قرآن میں مختلف فرائض اور واجبات نازل کئے اور جس نے فَرَضْنَا بتخفیف الرّاء پڑھا ہے وہ فرض بمعنی قطع سے مشتق ہے ۔یعنی اللہ فرماتا ہے ۔ہم نے تم پر اور جو کوئی قیامت تک تمہارے بعد آئیں گے سب پر فرض کیا ہے ۔

قولہ اُولِی الْاِرْبَۃِ ،، اس سے اس آیت کریمہ : غَیْرِ اُولِی الْاِرْبَۃِ مِنَ الرِّجَالِ ،، کی طرف اشارہ کیا اس کی تفسیر میں شعبی نے کہا اُولِی الْاِرْبَۃِ ،، وہ آدمی ہیں جن کو کوئی حاجت نہیں ان میں شہوت نہیں اور وہ تمہارے تابع رہتے ہیں تاکہ تمہارا بچا ہوا طعام پائیں ان کو عورتوں کی حاجت نہیں اور نہ وہ ان کو چاہتے ہیں

قولہ اَوِالطِّفْلِ ،، اس سے اس آیت کریمہ ،، اَوِ الطِّفْلِ الَّذِیْنَ لَمْ یَظْھَرُوْا عَلٰی عَوْرٰتِ النِّسَآءِ کی طرف اشارہ کیا پھر اس کی تفسیر لَمْ یَدْرُوْا الخ سے کی یعنی بچپن کی وجہ سے وہ عورتوں کی خواہش نہیں کرتے شعبی نے کہا طفل واحد اور جمع آتا ہے ۔

قَالَ مُجَاھِدٌ ،، غیر اولی الاربۃ وہ ہیں جن کا مقصد صرف پیٹ ہے اور وہ احمق ہے ۔اس سے عورتوں کو کوئی ڈر نہیں ہوتا ۔ طاؤس نے کہا وہ احمق ہے جس کو عورتوں کی حاجت نہیں (ان میں شہوت نہیں)

الْاَوْزَاعِیُّ قَالَ حَدَّثَنِی الزُّھْرِیُّ عَنْ سَھْلِ بْنِ سَعْدٍ اَنَّ عُوَیْمِرًا اَتٰی عَاصِمَ
ابْنَ عَدِیٍّ وَکَانَ سَیِّدَ بَنِیْ عَجْلَانَ فَقَالَ کَیْفَ تَقُوْلُوْنَ فِیْ رَجُلٍ وَجَدَ مَعَ
امْرَاَتِہٖ رَجُلًا اَیَقْتُلُہٗ فَتَقْتُلُوْنَہٗ اَمْ کَیْفَ یَصْنَعُ سَلْ لِیْ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ
عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِکَ فَاَتٰی عَاصِمٌ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ علیہ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَارَسُوْلَ
اللّٰہِ فَکَرِہَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْمَسَائِلَ فَسَاَلَہٗ عُوَیْمِرٌ فَقَالَ اِنَّ
رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَرِہَ الْمَسَائِلَ وَعَابَھَا قَالَ عُوَیْمِرٌ وَاللّٰہِ لَا اَنْتَھِیْ
حَتّٰی اَسْاَلَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِکَ فَجَاءَ عُوَیْمِرٌ
فَقَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ رَجُلٌ وَجَدَ مَعَ امْرَاَتِہٖ رَجُلًا اَیَقْتُلُہٗ فَتَقْتُلُوْنَہٗ اَمْ کَیْفَ
یَصْنَعُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَدْ اَنْزَلَ اللّٰہُ الْقُرْاٰنَ فِیْکَ
وَفِیْ صَاحِبَتِکَ فَاَمَرَھُمَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِالْمُلَاعَنَۃِ بِمَا سَمّٰی

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد جو لوگ اپنی بیویوں کو تہمت لگائیں اور اُن کے سوا اُن کا کوئی گواہ نہ ہو!"

تو ان میں سے ایک کی گواہی یہ ہونی چاہیئے کہ وہ
چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر کہے کہ میں سچا ہوں"

۴۴۲۹ — ترجمہ : زُہری نے سہل بن سعد انصاری سے روایت کی کہ عُویمر عاصم بن عدی کے پاس آیا اور وہ (انصار کے قبیلہ) بنی عجلان کے سردار تھے اور کہا آپ اس شخص کے بارے میں کیا کہتے ہیں جو اپنی بیوی کے ساتھ کسی مرد کو پائے۔ کیا اس کو قتل کر دے؟ تو تم قصاصًا اس کو

اللهُ فِي كِتَابِهٖ فَلَاعَنَهَا ثُمَّ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنْ حَبَسْتُهَا فَقَدْ ظَلَمْتُهَا
فَطَلَّقَهَا فَكَانَتْ سُنَّةً لِمَنْ كَانَ بَعْدَهُمَا فِي الْمُتَلَاعِنَيْنِ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُنْظُرُوْا فَإِنْ جَاءَتْ بِهٖ أَسْحَمَ أَدْعَجَ الْعَيْنَيْنِ
عَظِيْمَ الْأَلْيَتَيْنِ خَدَلَّجَ السَّاقَيْنِ فَلَا أَحْسِبُ عُوَيْمِرًا إِلَّا قَدْ صَدَقَ
عَلَيْهَا وَإِنْ جَاءَتْ بِهٖ أُحَيْمِرَ كَأَنَّهٗ وَحَرَةٌ فَلَا أَحْسِبُ عُوَيْمِرًا إِلَّا قَدْ كَذَبَ
عَلَيْهَا فَجَاءَتْ بِهٖ عَلَى النَّعْتِ الَّذِي نَعَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مِنْ تَصْدِيْقِ عُوَيْمِرٍ فَكَانَ بَعْدُ يُنْسَبُ إِلٰى أُمِّهٖ

قتل کردگے وہ کیا کرے اس کے متعلق جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرو۔ عاصم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ" صلی اللہ علیہ وسلم (اور پہلا کلام عرض کیا) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوالات کو اچھا نہیں جانتے تھے اور معیوب سمجھتے تھے۔ عویمر نے کہا بخدا! میں نہیں رکوں گا حتی کہ اس مسئلہ کے متعلق جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کروں گا پس عویمر آئے اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی آدمی اپنی بیوی کے ساتھ کسی اجنبی کو پائے کیا اس کو قتل کردے تو آپ اس کو قتل کردیں گے یا وہ (اسے قتل نہ کرے) کیا کرے؟ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تیرے اور تیری بیوی کے بارے میں آیت نازل کی ہے اور ان دونوں کو لعان کرنے کا حکم دیا جو قرآن کریم میں ذکر کیا ہے پس عویمر نے اپنی بیوی سے لعان کیا۔ پھر کہا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم! اگر میں اس کو اپنے پاس رکھوں تو میں نے اس پر ظلم کیا ہے اور اس کو طلاق دے دی پھر ان کے بعد یہ لعان کرنے والوں کا طریقہ جاری ہوا۔ پھر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس عورت کو دیکھو! اگر اس نے سیاہ فام بچہ کو جنم دیا جو سیاہ آنکھوں والا بڑے بڑے سرینوں والا اور موٹی موٹی پنڈلیوں والا ہو تو میرا خیال ہے کہ عویمر نے اس کے بارے میں سچ کہا ہے۔ اور اگر اس نے سرخ بچہ کو جنم دیا گویا کہ وہ سام ابرص ہے تو میں عویمر کو بھی خیال کروں گا کہ اس نے اپنی بیوی کے متعلق جھوٹ بولا ہے۔ پس اس عورت نے اسی صفت والے بچہ کو جنم دیا تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عویمر کی تصدیق کے متعلق فرمایا تھا۔ اس کے بعد وہ بچہ اپنی ماں کی طرف منسوب ہوتا تھا۔"

۴۴۲۹ — **شرح** : اس حدیث سے حضرات فقہاء کرام نے چند مسائل استنباط کئے ہیں۔ منجملہ ایک یہ کہ شریعت کا دار و مدار ظاہر حال پر ہے۔ اسرار کو خدا جانتا ہے۔ دوم جس سوال میں کسی مسلمان کی بے عزتی ہوتی ہو وہ سوال نہیں پوچھنا چاہیے اور نہ ہی اس کو پسند کرنا چاہیے۔ سوم اگر کسی کو یہ گمان ہو کہ فلاں شخص نے اس کی بیوی سے زناء کیا ہے اور اس کو قتل کر دے جمہور علماء کہتے ہیں قاتل کو بطورِ قصاص قتل کر دیا جائے گا لیکن اگر چار گواہ یہ کہہ دیں کہ اس نے زناء کیا تھا یا اس کے وارث اقرار کر لیں تو قصاص نہیں لیا جائے گا۔ جبکہ مقتول محصن ہو بعض شافعی کہتے ہیں۔ اگر کسی نے زانی محصن کو قتل کر دیا تو اس پر قصاص نہیں،، چہارم لعان مشروع ہے جیسا کہ قرآن کریم کی اس آیت کریمہ : وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَةَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكَاذِبِيْنَ ،، سے ظاہر ہے یہ لعان مرد سے حدِ قذف دُور کرے گا اور عورت سے حدِ زناء دُور کرے گا۔ پنجم یہ کہ لعان امام، قاضی اور لوگوں کے ہجوم میں ہونا چاہیئے ششم صرف لعان کرنے سے بیوی خاوند میں تفریق نہ ہوگی بلکہ حاکم کے حکم سے فرقت ہوگی۔ امام ابو حنیفہ، امام احمد اور سفیان ثوری کا یہی مسلک ہے۔ کیونکہ اگر نفس لعان سے تفریق ہو جاتی تو مرد کو طلاق دینے کی ضرورت نہ پڑتی۔ نیز عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن میں جُدائی کر دی امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک صرف لعان سے فرقت ہو جاتی ہے۔ امام مالک، احمد، اسحاق کا بھی یہی مسلک ہے کہ نفس لعان سے فرقت ہو جاتی ہے۔ پھر علماء میں یہ اختلاف ہے کہ متلاعنین (جنہوں نے لعان کیا ہے) کے درمیان تفریق فسخ ہوگا یا طلاق ہوگی۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ، امام محمد، ابراہیم نخعی اور سعید بن مسیّب کے نزدیک یہ ایک طلاق ہوگی۔ امام مالک اور امام شافعی اس کو فسخ کہتے ہیں۔ ہفتم احکام میں شبہ کا اعتبار ہے کیونکہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے شبہ کا اعتبار کیا تھا، لیکن اس پر فیصلہ نہیں کیا جاتا کیونکہ اس سے اقوی دلیل موجود ہوتے ہوئے اس پر فیصلہ صحیح نہیں اسی لئے زمعہ کی لونڈی کے بیٹے میں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعینہ شبہ دیکھا تو ام المومنین سودہ بنت زمعہ سے فرمایا کہ اے سودہ اس سے پردہ کرو اور بچہ کا فیصلہ شبہ پر نہ کیا بلکہ فرمایا : اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ ،، کیونکہ یہ شبہ سے قوی تر دلیل ہے اور قیافہ میں شبہ پر حکم کیا کیونکہ وہاں شبہ سے اقوی دلیل موجود نہ تھی ،، ہشتم ملاعنہ عورت اور اس کے بچے میں وراثت ثابت ہے کیونکہ وہ اپنی والدہ کی طرف منسوب ہے ؛ چنانچہ ایک روایت میں ہے۔ ثُمَّ جَرَتِ السُّنَّةُ فِي الْمِيْرَاثِ اَنْ يَرِثَهَا وَتَرِثَ مِنْهُ مَا فَرَضَ اللّٰهُ لَهَا ،، امام احمد نے کہا جب اس بچے کی وارث صرف اس کی ماں ہو تو وہی اس کا عصبہ ہے اور اس کے سارے ترکہ کی وارث ہے۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا اگر اس کی والدہ تنہا وارث ہو تو اس کا سارا ترکہ لے گی لیکن ایک تہائی فرض کے اعتبار سے باقی ترکہ اس پر ردّ ہو کر تقسیم ہوگا۔ نہم لعان کی شرط یہ ہے کہ بیوی خاوند میں ہو ؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ،، وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ اسی لئے جب کسی عورت سے نکاح فاسد کیا پھر عورت کو تہمت لگائی تو لعان نہیں کیونکہ اُن میں زوجیت نہیں۔ امام شافعی کہتے ہیں جب قذف بچے کے

بَابُ قَوْلِهٖ وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَةَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكَاذِبِيْنَ،

۴۴۳۰۔ حَدَّثَنِيْ سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوٗدَ اَبُو الرَّبِيْعِ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ اَنَّ رَجُلًا اَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَيْتَ رَجُلًا رَاٰى مَعَ امْرَاَتِهٖ رَجُلًا اَيَقْتُلُهٗ فَتَقْتُلُوْنَهٗ اَمْ كَيْفَ يَفْعَلُ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِمَا مَا ذُكِرَ فِي الْقُرْاٰنِ مِنَ التَّلَاعُنِ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ قُضِيَ فِيْكَ وَفِي امْرَاَتِكَ قَالَ فَتَلَاعَنَا وَاَنَا شَاهِدٌ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَفَارَقَهَا فَكَانَتْ سُنَّةً اَنْ يُفَرَّقَ بَيْنَ الْمُتَلَاعِنَيْنِ وَكَانَتْ حَامِلًا فَاَنْكَرَ حَمْلَهَا وَكَانَ ابْنُهَا يُدْعٰى اِلَيْهَا ثُمَّ جَرَتِ السُّنَّةُ فِي الْمِيْرَاثِ اَنْ يَرِثَهَا وَتَرِثَ مِنْهُ مَا فَرَضَ اللّٰهُ لَهَا

انکار کے باعث ہو تو لعان کریں گے۔ اسی طرح اگر بیوی کو طلاق بائن یا تین طلاقیں دیں پھر اس کو زناء کی تہمت لگائی تو لعان واجب نہیں۔ اگر رجعی طلاق دے کر تہمت لگائی تو لعان واجب ہے۔ اگر بیوی کی موت کے بعد تہمت لگائی تو احناف کے نزدیک لعان نہیں۔ امام شافعی فرماتے ہیں اس کی قبر پر لعان کرے گا۔ دہم لعان کے ساتھ مرد سے حدِ قذف ساقط ہے۔ یازدہم لعان کے وجوب کی شرط یہ ہے کہ بیّنہ قائم نہ کر سکے۔ دوازدہم لعان کی شرط یہ ہے کہ عورت زناء کا انکار کرے اگر وہ زناء کا اقرار کر لے تو لعان واجب نہیں بلکہ حدِ زناء واجب اور وہ رجم ہے اگر وہ شادی شدہ ہے ورنہ سو کوڑے ہیں۔

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد پانچویں گواہی یہ دے کہ اگر وہ جھوٹا ہو تو اس پر اللہ کی لعنت ہو!"

بَابٌ قَوْلُهُ وَيَدْرَأُ عَنْهَا الْعَذَابَ أَنْ تَشْهَدَ أَرْبَعَ شَهَادَاتٍ بِاللّٰهِ إِنَّهُ لَمِنَ الْكَاذِبِينَ،

۴۴۳۰ — **ترجمہ**: سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک آدمی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، مجھے ایک آدمی کی خبر دیں جو اپنی بیوی کے ساتھ کسی مرد کو دیکھے کیا اس کو قتل کر دے تو آپ اس کو قتل کر دیں گے یا (اگر وہ اس کو قتل نہ کرے) وہ کیا کرے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں نازل کیا جو قرآن کریم میں لعان ذکر کیا گیا ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا اور تیرے اور تیری بیوی کے بارے میں فیصلہ ہوگیا ہے۔ راوی نے کہا پھر ان دونوں نے لعان کیا (ایک دوسرے پر لعنت کی) اور میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھا اس نے اپنی بیوی کو جدا کر دیا۔ پھر یہ طریقہ جاری ہوگیا کہ لعان کرنے والوں کے درمیان جدائی کر دی جائے (واقعہ یہ ہے) وہ عورت حاملہ بھی اس کے شوہر نے اس کے حمل کا انکار کیا وہ عورت کا بیٹا رہا اس کے نام پر پکارا جاتا تھا۔ پھر وراثت میں یہی طریقہ جاری ہوا کہ وہ اس عورت کا وارث ہوتا اور عورت اس بچے کی وارث ہوتی جو بھی اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے حصۂ وراثت مقرر کیا ہے۔

۴۴۳۱ — **ترجمہ**: اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ ملاعنہ نفی ولد سے بھی ہوتا ہے جیسے زناء کی تہمت سے ہوتا ہے۔ لہٰذا اس صورت میں بھی قاضی دونوں کے درمیان لعان کرائے گا اور بچے کو اس کی ماں سے لاحق کر دے۔ امام مالک، ابوعبیدہ اور ایک روایت کے مطابق امام ابویوسف کا یہی مذہب ہے۔ سفیان ثوری، امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف سے مشہور روایت کے مطابق اور امام محمد، امام احمد اور زفر رضی اللہ عنہم کا مذہب یہ ہے کہ اگر شوہر بچے کی نفی کرے تو اس صورت میں ملاعنہ نہ ہوگا۔ وہ اس حدیث کا جواب یہ دیتے ہیں کہ ان دونوں میں لعان قذف سے تھا حمل کے انکار سے نہ تھا جیسا کہ حدیث کی ابتداء سے معلوم ہوتا ہے۔ نیز غالباً حمل متشخص شئ نہیں کہ اس کی نفی سے قذف لازم آجائے کیونکہ حمل وہمی شئ ہے جس کا توہم کر لیا گیا ہے یہ لعان کو واجب نہیں کرتا۔ تمام علماء نے اتفاق کیا ہے کہ اس بچے اور اصحاب فروض یعنی جن کی وراثت کے حصے مقرر ہیں اور وہ ماں کی طرف سے وراثت کے مستحق ہیں ان میں وراثت جاری ہوگی۔ لہٰذا ماں کی طرف سے جو اس کے بھائی بہنیں اور نانیاں وغیرہ ہیں ان میں حسب قانون وراثت تقسیم ترکہ ہوگی۔"

۴۴۳۲ ـــــ حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عَدِیٍّ
عَنْ هِشَامِ بْنِ حَسَّانٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عَدِیٍّ عَنْ هِشَامِ بْنِ حَسَّانٍ
قَالَ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ هِلَالَ بْنَ اُمَيَّةَ قَذَفَ امْرَأَتَهٗ
عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَرِيْكِ بْنِ سَحْمَاءَ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْبَيِّنَةَ اَوْحَدٌّ فِیْ ظَهْرِكَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِذَا رَاٰى
اَحَدُنَا عَلٰى امْرَأَتِهٖ رَجُلًا يَنْطَلِقُ يَلْتَمِسُ الْبَيِّنَةَ فَجَعَلَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الْبَيِّنَةُ وَاِلَّا حَدٌّ فِیْ ظَهْرِكَ فَقَالَ هِلَالٌ وَالَّذِیْ بَعَثَكَ
بِالْحَقِّ اِنِّیْ لَصَادِقٌ فَلَيُنْزِلَنَّ اللّٰهُ مَا يُبَرِّئُ ظَهْرِیْ مِنَ الْحَدِّ فَنَزَلَ جِبْرِيْلُ
وَاُنْزِلَ عَلَيْهِ وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ فَقَرَأَ حَتّٰى بَلَغَ اِنْ كَانَ مِنَ

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد عورت کا چار بار گواہی دینا کہ اس کا شوہر جھوٹا ہے اس سے حدّ دفع کریگا ،،

۴۴۳۲ ـــــ ترجمہ : ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہلال بن امیہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گواہ لاؤ یا تیری پشت پر حدّ قائم ہوگی۔ اُس نے عرض کیا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم " جب ہم سے کوئی شخص اپنی بیوی پر کسی آدمی کو دیکھے تو وہ گواہ تلاش کرنے جائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہی فرماتے رہے کہ گواہ لاؤ ورنہ تمہاری پشت پر حدِ قذف قائم ہوگی۔ ہلال نے کہا اس ذات کی قسم ہے جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے۔ میں یقیناً سچا ہوں اور اللہ تعالیٰ وہ آیت ضرور نازل کرے گا جو میری پشت کو حد کے قائم ہونے سے بچائے گی۔ اتنے میں جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اور یہ آیات نازل کیں : وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ الخ یہ آیات پڑھیں حتیٰ کہ اِنْ كَانَ مِنَ الصَّادِقِيْنَ ،، تک پہنچے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر اس عورت کو پیغام بھیجا

الصَّادِقِيْنَ فَانْصَرَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَرْسَلَ اِلَيْهَا فَجَاءَ هِلَالٌ فَشَهِدَ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ اَنَّ اَحَدَكُمَا كَاذِبٌ فَهَلْ مِنْكُمَا تَائِبٌ ثُمَّ قَامَتْ فَشَهِدَتْ فَلَمَّا كَانَتْ عِنْدَ الْخَامِسَةِ وَقَّفُوْهَا وَقَالُوْا اِنَّهَا مُوْجِبَةٌ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَتَلَكَّأَتْ وَنَكَصَتْ حَتّٰى ظَنَنَّا اَنَّهَا تَرْجِعُ ثُمَّ قَالَتْ لَا اَفْضَحُ قَوْمِيْ سَائِرَ الْيَوْمِ فَمَضَتْ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبْصِرُوْهَا فَاِنْ جَاءَتْ بِهٖ اَكْحَلَ الْعَيْنَيْنِ سَابِغَ الْاَلْيَتَيْنِ خَدَلَّجَ السَّاقَيْنِ فَهُوَ لِشَرِيْكِ ابْنِ سَحْمَاءَ فَجَاءَتْ بِهٖ كَذٰلِكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْلَا مَا مَضٰى مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ لَكَانَ لِيْ وَلَهَا شَانٌ —

پھر ہلال آیا اور پانچ بار گواہی دی جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ تم دونوں میں سے ایک جھوٹا ہے کیا تم میں سے کوئی توبہ کرتا ہے ؟ پھر عورت کھڑی ہوئی اور چار بار گواہی دی جب پانچویں بار ہوئی تو لوگوں نے اس کو روکا اور کہا پانچویں بار کہنا غضب کو واجب کر دے گا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا وہ عورت کچھ رکی حتیٰ کہ ہم نے گمان کیا کہ وہ گواہی سے رجوع کرے گی پھر اس نے کہا آج میں اپنی قوم کو رسوا نہ کروں گی اور لعان کر دیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو دیکھتے رہو اگر اس نے سیاہ آنکھوں والے موٹے سرینوں والے اور موٹی پنڈلیوں والے بچے کو جنم دیا تو وہ شریک بن سحماء کا ہوگا۔ چنانچہ اس نے ایسے ہی بچے کو جنم دیا (جو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا) تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر اللہ کی کتاب کا حکم نہ ہوتا (لعان) تو میری اور اس عورت کی کچھ شان ہوتی (میں اس کو رجم کرتا)

۴۴۳۲ — شرح: یعنی اس بچے اور زانی میں پوری مشابہت پائی گئی ہے ۔ اگر شریعت اس عورت سے رجم ساقط نہ کرتی تو میں اس کو ضرور رجم کرتا، اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ محض مشابہت سے رجم کرنا جائز ہے ۔ حالانکہ علماء کہتے ہیں کہ چار گواہوں کی گواہی کے ثابت ہونے یا عورت کے چار مجالس میں چار بار اقرار کرنے سے رجم کیا جائے گا ہو سکتا ہے کہ ان حضرات کو کوئی اور حدیث ملی ہوگی اور انہیں یہ قول نہ پہنچا ہوگا۔

بَابٌ قَوْلُهٗ وَالْخَامِسَةُ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَیْهَآ اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰادِقِیْنَ

۴۴۳۳ ـ حَدَّثَنَا مُقَدَّمُ ابْنُ مُحَمَّدِ بْنِ یَحْیٰی قَالَ حَدَّثَنَا عَمِّیْ الْقٰسِمُ ابْنُ یَحْیٰی عَنْ عُبَیْدِ اللّٰهِ وَقَدْ سَمِعَ مِنْهُ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَجُلًا رَمٰی امْرَاَتَهٗ فَانْتَفٰی مِنْ وَلَدِهَا فِیْ زَمَانِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَمَرَ بِهِمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَتَلَاعَنَا كَمَا قَالَ اللّٰهُ ثُمَّ قَضٰی بِالْوَلَدِ لِلْمَرْاَةِ وَفَرَّقَ بَیْنَ الْمُتَلَاعِنَیْنِ ۔

آیتِ لعان کے نزول کے سبب میں اختلاف کیا گیا ہے کہ یہ عُویمر کے تہمت لگانے کے سبب یا ہلال بن امیہ کے قذف کے سبب نازل ہوئی ہے۔ بعض مفسرین نے کہا عویمر عجلانی کے سبب لعان کی آیت نازل ہوئی۔ انھوں نے سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے استدلال کیا کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے اور تیری بیوی کے بارے میں قرآن نازل کیا ہے۔ اکثر مفسرین کہتے ہیں کہ اس آیت کے نزول کا سبب ہلال بن امیہ کا واقعہ ہے۔ یہ پہلا شخص ہے جس نے اسلام میں لعان کیا۔ داؤدی نے کہا ہو سکتا ہے کہ دونوں ایک ہی وقت میں ہوں اور دونوں کے متعلق قرآن نازل ہوا ہو۔ امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا شاید دونوں نے قریب قریب وقت میں سوال کیا ہو اور آیت دونوں کے متعلق نازل ہوئی ہو اور ہلال بن امیہ نے پہلے لعان کیا ہو لہٰذا دونوں اس کا مصداق ہو سکتے ہیں (عینی)

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد "پانچویں گواہی یہ کہ اگر اس کا شوہر سچا ہو تو عورت پر اللہ کا غضب ہو"

۴۴۳۳ ـ ترجمہ : ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تہمت لگائی اور اس کے بچے کا انکار کر دیا (کہ یہ بچہ میرا نہیں) یہ واقعہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہوا۔

بَابُ قَوْلِهٖ عَزَّوَجَلَّ اِنَّ الَّذِيْنَ جَاءُوْا بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ وَالَّذِيْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِيْمٌ اَفَّاكٌ كَذَّابٌ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کو لعان کرنے کا حکم دیا تو دونوں نے لعان کیا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے پھر آپ نے عورت کے حق میں بچہ کا فیصلہ کر دیا (کہ یہ عورت کا ہے) اور دونوں کے درمیان تفریق کر دی۔

۴۴۴۳ — **شرح:** یہ شخص عجلانی ہے جس نے اپنی بیوی کو تہمت لگائی تھی۔ اس حدیث سے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے استدلال کیا کہ مجرد لعان سے زوجین میں تفریق نہیں ہوتی بلکہ حاکم کا حکم ضروری ہے اور یہ ان پر بیّن حجت ہے جو کہتے ہیں کہ محض لعان سے تفریق ہو جاتی ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم!

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد جن لوگوں نے جھوٹ بولا وہ تم میں سے ایک گروہ ہے اسے اپنے لئے بُرا گمان نہ کرو! بلکہ وہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ اُن میں سے ہر ایک کو اپنے گناہ کے مطابق سزا ملے گی۔ اُن میں سے جس نے یہ بیڑا اُٹھایا ہے اس کو عظیم عذاب ہوگا،، اَفّاک بمعنی کذّاب ہے،،

تفسیر: یہ گروہ چند افراد پر مشتمل تھا۔ ان میں ایک عبد اللہ بن اُبیّ رئیس المنافقین تھا یہ دراصل کافر تھا اور خوفزدہ ہو کر کلمۂ اسلام پڑھتا تھا ظاہری اعتبار سے اس کو مسلمانوں میں سے شمار کیا ہے۔ دوسرے یزید بن رفاعہ تیسرے حسان بن ثابت جو مشہور شاعر ہے چوتھے مسطح جو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اقرباء میں سے تھا پانچویں حمنہ بنت جحش جو ام المؤمنین زینب بنت جحش کی ہمشیرہ ہیں،، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان لوگوں کا بہتان لگانا تمہارے لئے بہتر ہے بُرا نہیں کیونکہ اس کے ضمن میں شرف وفضیلت کا اظہار ہے کہ تمہاری پاکدامنی میں اللہ تعالیٰ نے اٹھارہ آیات نازل فرمائیں۔ یہ خطاب

ابْتِغَاؤُهُ وَاَقْبَلَ الرَّهْطُ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُرَحِّلُوْنَ لِيْ فَاحْتَمَلُوْا هَوْدَجِيْ فَرَحَلُوْهُ
عَلٰى بَعِيْرِيَ الَّذِيْ كُنْتُ رَكِبْتُ وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنِّيْ فِيْهِ وَكَانَ النِّسَاءُ
اِذْ ذَاكَ خِفَافًا لَمْ يُثْقِلْهُنَّ اللَّحْمُ اِنَّمَا نَاكُلُ الْعُلْقَةَ مِنَ الطَّعَامِ فَلَمْ
يَسْتَنْكِرِ الْقَوْمُ خِفَّةَ الْهَوْدَجِ حِيْنَ رَفَعُوْهُ وَكُنْتُ جَارِيَةً حَدِيْثَةَ السِّنِّ
فَبَعَثُوا الْجَمَلَ وَسَارُوْا فَوَجَدْتُ عِقْدِيْ بَعْدَ مَا اسْتَمَرَّ الْجَيْشُ فَجِئْتُ
مَنَازِلَهُمْ وَلَيْسَ بِهَا دَاعٍ وَلَا مُجِيْبٌ فَاَمَمْتُ مَنْزِلِيَ الَّذِيْ كُنْتُ بِهِ وَ
ظَنَنْتُ اَنَّهُمْ سَيَفْقِدُوْنِيْ فَيَرْجِعُوْنَ اِلَيَّ فَبَيْنَا اَنَا جَالِسَةٌ فِيْ مَنْزِلِيْ
غَلَبَتْنِيْ عَيْنِيْ فَنِمْتُ وَكَانَ صَفْوَانُ بْنُ الْمُعَطَّلِ السُّلَمِيُّ ثُمَّ الذَّكْوَانِيُّ
مِنْ وَّرَاءِ الْجَيْشِ فَادَّلَجَ فَاَصْبَحَ عِنْدَ مَنْزِلِيْ فَرَاٰى سَوَادَ اِنْسَانٍ نَائِمٍ فَاَتَانِيْ
فَعَرَفَنِيْ حِيْنَ رَاٰنِيْ وَكَانَ يَرَانِيْ قَبْلَ الْحِجَابِ فَاسْتَيْقَظْتُ بِاسْتِرْجَاعِهٖ حِيْنَ
عَرَفَنِيْ فَخَمَّرْتُ وَجْهِيْ بِجِلْبَابِيْ وَاللّٰهِ مَا كَلَّمَنِيْ كَلِمَةً وَّلَا سَمِعْتُ مِنْهُ كَلِمَةً
غَيْرَ اسْتِرْجَاعِهٖ حَتّٰى اَنَاخَ رَاحِلَتَهٗ فَوَطِئَ عَلٰى يَدَيْهَا فَرَكِبْتُهَا فَانْطَلَقَ يَقُوْدُ

واپس ہوئے اور مدینہ منورہ کے قریب آئے ایک رات کوچ کرنے کا اعلان کیا تو میں کوچ کے اعلان کے وقت اُٹھی اور چلتی ہوئی لشکر سے گزر گئی۔ جب میں نے رفعِ حاجت کر لی تو اپنے ہودج کے پاس آئی میں کیا دیکھتی ہوں کہ میرا موتیوں کا ہار گر گیا ہے میں ہار کی تلاش میں رہی اور اس کی تلاش نے مجھے روکے رکھا اور جو لوگ میرا ہودج اُٹھایا کرتے تھے وہ آئے اور میرا ہودج اُٹھا کر اسے میرے اونٹ پر رکھ دیا جس پر میں سوار تھی اور وہ یہ خیال کرتے رہے کہ میں ہودج میں ہوں اور حال یہ تھا کہ اس وقت عورتیں ہلکی پھلکی تھیں ان کو گوشت نے بھارا نہیں کیا تھا وہ بہت کم طعام کھاتی تھیں۔ ہودج اُٹھانے والوں نے ہودج کے ہلکہ ہونے کا خیال نہ کیا جبکہ اس کو اُٹھایا۔ میں چھوٹی عمر کی لڑکی تھی۔ انھوں نے اونٹ کو اُٹھایا اور چل پڑے لشکر کے چلے جانے کے بعد میں ان کے مقام میں آئی جبکہ وہاں نہ کوئی بلانے والا تھا اور نہ ہی کوئی جواب دینے والا تھا۔ میں اپنی جگہ

بِي الرَّاحِلَةَ حَتّٰى أَتَيْنَا الْجَيْشَ بَعْدَ مَا نَزَلُوا مُوْغِرِيْنَ فِيْ نَحْرِ الظَّهِيْرَةِ فَهَلَكَ مَنْ هَلَكَ وَكَانَ الَّذِيْ تَوَلَّى الْإِفْكَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أُبَيٍّ ابْنُ السَّلُوْلِ فَقَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ فَاشْتَكَيْتُ حِيْنَ قَدِمْتُ شَهْرًا وَالنَّاسُ يُفِيْضُوْنَ فِيْ قَوْلِ أَصْحَابِ الْإِفْكِ لَا أَشْعُرُ بِشَيْءٍ مِنْ ذٰلِكَ وَهُوَ يَرِيْبُنِيْ فِيْ وَجَعِيْ أَنِّيْ لَا أَعْرِفُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللُّطْفَ الَّذِيْ كُنْتُ أَرٰى مِنْهُ حِيْنَ أَشْتَكِيْ إِنَّمَا يَدْخُلُ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيُسَلِّمُ ثُمَّ يَقُوْلُ كَيْفَ تِيْكُمْ ثُمَّ يَنْصَرِفُ فَذٰلِكَ الَّذِيْ يَرِيْبُنِيْ وَلَا أَشْعُرُ بِالشَّرِّ حَتّٰى خَرَجْتُ بَعْدَ مَا نَقِهْتُ فَخَرَجَتْ مَعِيْ أُمُّ مِسْطَحٍ قِبَلَ الْمَنَاصِعِ وَهُوَ مُتَبَرَّزُنَا وَكُنَّا لَا نَخْرُجُ إِلَّا لَيْلًا

کا قصد کیا جہاں میں ٹھہری ہوئی تھی اور یہ خیال کیا کہ وہ عنقریب مجھے گم پائیں گے تو میری طرف واپس آئیں گے۔ ایک وقت میں اپنی جگہ بیٹھی ہوئی تھی کہ میری آنکھ نے مجھ پر غلبہ کیا اور میں سو گئی۔ صفوان بن معطل سلمی ذکوانی لشکر کے پیچھے اندھیرے میں آ رہے تھے اور صبح کے وقت میرے ٹھہرنے کی جگہ پہ پہنچے اُنھوں نے سونے والے شخص کو دیکھا تو میرے پاس آئے اور جب مجھے دیکھا تو پہچان لیا۔ کیونکہ پردہ سے پہلے وہ مجھے دیکھا کرتے تھے جب اُنھوں نے مجھے پہچانا تو اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْن " کہا تو میں بیدار ہو گئی اور کپڑے سے اپنا چہرہ ڈھانپ لیا بخدا اُس نے ایک کلمہ بھی مجھ سے بات نہ کی اور نہ ہی میں نے اُن کے اِنَّا لِلّٰہ الخ کے بغیر اُن سے کوئی کلمہ سُنا حتیٰ کہ اُس نے اپنی سواری کو بٹھایا اور اس کے اگلے پاؤں پہ اپنا قدم رکھا تو میں اس پر سوار ہو گئی وہ میری سواری کو ہانکتے ہوئے چل پڑے اور جس نے اس بہتان کا بیڑا اُٹھایا تھا وہ عبداللہ بن ابی بن سلول تھا۔ ہم مدینہ منورہ آئے تو میں بیمار ہو گئی حتیٰ کہ ایک مہینہ بیمار رہی اور لوگ بہتان باندھنے والوں کی باتوں میں مشغول تھے اور میں اس سے کچھ نہ جانتی تھی حالانکہ مجھے بیماری میں یہ بات شک میں ڈالتی تھی کہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ مہربانی نہ پاتی تھی جو آپ سے اس وقت دیکھا کرتی تھی جب میں بیمار ہُوا کرتی تھی۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لاتے اور سلام فرماتے پھر فرماتے کیسے حال ہے ؟ پھر واپس چلے جاتے۔ پس یہ چیز مجھے شک میں ڈالتی تھی اور مجھے شرارت کا کچھ علم نہ تھا۔ حتیٰ کہ میں بیماری کے بعد باہر نکلی تو میرے ساتھ اُم مسطح کھلے میدان کی طرف نکلی اور وہ ہمارے رفع حاجت کا وسیع میدان تھا ہم رات کے وقت دُوسری رات تک باہر نکلتے تھے اور رفع حاجت کے لئے

إِلَى لَيْلٍ وَذٰلِكَ قَبْلَ اَنْ تُتَّخَذَ الْكُنُفُ قَرِيْبًا مِنْ بُيُوْتِنَا وَاَمْرُنَا اَمْرُ الْعَرَبِ الْاُوَلِ فِي التَّبَرُّزِ قِبَلَ الْغَائِطِ فَكُنَّا نَتَاَذّٰى بِالْكُنُفِ اَنْ نَتَّخِذَهَا عِنْدَ بُيُوْتِنَا فَانْطَلَقْتُ اَنَا وَاُمُّ مِسْطَحٍ وَهِيَ ابْنَةُ اَبِيْ رُهْمِ بْنِ عَبْدِ مَنَافٍ وَاُمُّهَا بِنْتُ صَخْرِ بْنِ عَامِرٍ خَالَةُ اَبِيْ بَكْرِ الصِّدِّيْقِ وَابْنُهَا مِسْطَحُ بْنُ اُثَاثَةَ فَاَقْبَلْتُ اَنَا وَاُمُّ مِسْطَحٍ قِبَلَ بَيْتِيْ قَدْ فَرَغْنَا مِنْ شَاْنِنَا فَعَثَرَتْ اُمُّ مِسْطَحٍ فِيْ مِرْطِهَا فَقَالَتْ تَعِسَ مِسْطَحٌ فَقُلْتُ لَهَا بِئْسَ مَا قُلْتِ اَتَسُبِّيْنَ رَجُلًا شَهِدَ بَدْرًا قَالَتْ اَيْ هَنْتَاهُ اَوَلَمْ تَسْمَعِيْ مَا قَالَ قُلْتُ وَمَا قَالَ قَالَتْ كَذَا وَكَذَا فَاَخْبَرَتْنِيْ بِقَوْلِ اَهْلِ الْاِفْكِ فَازْدَدْتُ مَرَضًا عَلٰى مَرَضِيْ فَلَمَّا

باہر جانا اس سے پہلے تھا کہ ہم گھروں کے پاس بیت الخلاء بنائیں ۔ رفع حاجت کے لئے جنگل کی طرف جانے میں ہمارا طریقہ پہلے عربوں کا طریقہ تھا ۔ (کہ رات کے وقت عورتیں رفع حاجت کے لئے باہر جنگل میں جایا کرتی تھیں) اور گھروں میں بیت الخلاء سے ہمیں اذیت پہنچتی تھی ۔ پس میں اور مسطح کی والدہ باہر گئیں وہ ابورہم ابن عبد مناف کی بیٹی ہے ۔ اس کی والدہ صخر بن عامر کی بیٹی ہے جو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خالہ ہے اس کا بیٹا مسطح بن اُثاثہ ہے پس میں اور مسطح کی ماں اپنے گھر کی طرف آئیں جبکہ ہم اپنے کام سے فارغ ہو چکی تھیں ام مسطح اپنی چادر میں پھسل پڑی اور کہنے لگی مسطح مرجائے میں نے اُسے کہا یہ تُو نے بُرا کہا ہے کیا تو ایسے آدمی کو گالی دیتی ہے جو جنگ بدر میں حاضر تھا ۔ اُس نے کہا اے فلاں کیا تو نے سُنا نہیں جو مسطح نے کہا ہے ۔ راوی نے کہا ام المؤمنین نے فرمایا میں نے کہا اُس نے کیا کہا ہے ۔ اُس نے بہتان سازوں کی ساری کہانی بیان کر دی ام المؤمنین نے فرمایا میری بیماری پہلے سے زیادہ ہو گئی ۔ جب میں اپنے گھر واپس آئی اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں نے عرض کیا کیا آپ مجھے اجازت دیتے ہیں کہ میں اپنے والدین کے پاس جاؤں ام المؤمنین نے فرمایا اس وقت میرا یہ ارادہ تھا کہ میں والدین سے اس واقعہ کو یقین سے معلوم کروں ۔ ام المؤمنین نے کہا مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دے دی کہ میں والدین کے پاس جاؤں ۔ ام المؤمنین نے فرمایا اس وقت میرا یہ ارادہ تھا کہ میں والدین سے اس واقعہ کو یقین سے معلوم کروں ۔ ام المؤمنین نے کہا مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دے دی ۔ میں والدین کے پاس آئی اور اپنی والدہ سے کہا اے میری

رَجَعْتُ اِلٰی بَیْتِیْ وَدَخَلَ عَلَیَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ کَیْفَ
تِیْکُمْ فَقُلْتُ اَتَاْذَنُ لِیْ اَنْ اٰتِیَ اَبَوَیَّ قَالَتْ وَاَنَا حِیْنَئِذٍ اُرِیْدُ اَنْ اَسْتَیْقِنَ
الْخَبَرَ مِنْ قِبَلِہِمَا قَالَتْ فَاَذِنَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَجِئْتُ
اَبَوَیَّ فَقُلْتُ لِاُمِّیْ یَا اُمَّتَاہُ مَا یَتَحَدَّثُ النَّاسُ قَالَتْ یَا بُنَیَّۃُ ھَوِّنِیْ عَلَیْكِ
فَوَاللّٰہِ لَقَلَّ مَا کَانَتِ امْرَأَۃٌ قَطُّ وَضِیْئَۃً عِنْدَ رَجُلٍ یُحِبُّہَا وَلَہَا ضَرَائِرُ
اِلَّا کَثَّرْنَ عَلَیْہَا قَالَتْ فَقُلْتُ سُبْحَانَ اللّٰہِ اَوَلَقَدْ تَحَدَّثَ النَّاسُ بِہٰذَا
قَالَتْ فَبَکَیْتُ تِلْكَ اللَّیْلَۃَ حَتّٰی اَصْبَحْتُ لَا یَرْقَأُ لِیْ دَمْعٌ وَلَا اَکْتَحِلُ بِنَوْمٍ
حَتّٰی اَصْبَحْتُ اَبْکِیْ فَدَعَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلِیَّ بْنَ اَبِیْ
طَالِبٍ وَاُسَامَۃَ بْنَ زَیْدٍ حِیْنَ اسْتَلْبَثَ الْوَحْیُ یَسْتَامِرُہُمَا فِیْ فِرَاقِ اَھْلِہٖ
قَالَتْ فَاَمَّا اُسَامَۃُ بْنُ زَیْدٍ فَاَشَارَ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
بِالَّذِیْ یَعْلَمُ مِنْ بَرَآءَۃِ اَھْلِہٖ وَبِالَّذِیْ یَعْلَمُ لَہُمْ فِیْ نَفْسِہٖ مِنَ الْوُدِّ
فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَھْلُكَ وَمَا نَعْلَمُ اِلَّا خَیْرًا وَاَمَّا عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ فَقَالَ

ماں لوگ کیا باتیں کرتے ہیں۔ اس نے کہا اے پیاری بیٹی! اپنے لئے آسانی کرو غم نہ کرو۔ خدا کی قسم بہت کم ہے کہ کوئی خوبصورت عورت مرد کے پاس ہو۔ جو اس سے محبت کرتا ہو اور اس کی سوکنیں ہوں مگر وہ اس پر بہت باتیں کرتی رہتی ہیں۔ ام المؤمنین نے کہا میں نے کہا سبحان اللہ! کیا لوگ ایسی باتیں کرتے ہیں۔
ام المؤمنین نے فرمایا میں ساری رات روتی رہی حتیٰ کہ صبح ہوگئی میرے آنسو نہ رکتے تھے اور نہ میں نے نیند کا سرمہ آنکھوں میں ڈالا تھا (روتی رہی) پھر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی بن ابی طالب اور اُسامہ بن زید کو بلایا جبکہ وحی نے اس معاملہ میں دیر کی، آپ اُن دونوں سے اپنی بیوی کے فراق میں مشورہ لے رہے تھے۔ ام المؤمنین نے فرمایا اُسامہ بن زید نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہی مشورہ دیا جو وہ آپ کے اہل کی براءت کے متعلق جانتے تھے اور جو اپنے آپ میں اہلِ بیت سے محبت جانتے تھے۔ اُسامہ نے

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَمْ يُضَيِّقِ اللّٰهُ عَلَيْكَ وَالنِّسَآءُ سِوَاهَا كَثِيْرٌ وَإِنْ تَسْأَلِ
الْجَارِيَةَ تَصْدُقْكَ قَالَتْ فَدَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَرِيْرَةَ
فَقَالَ أَيْ بَرِيْرَةُ هَلْ رَأَيْتِ مِنْ شَيْءٍ يَرِيْبُكِ قَالَتْ بَرِيْرَةُ وَالَّذِيْ
بَعَثَكَ بِالْحَقِّ إِنْ رَأَيْتُ عَلَيْهَا أَمْرًا أَغْمِصُهُ عَلَيْهَا أَكْثَرَ مِنْ أَنَّهَا جَارِيَةٌ
حَدِيْثَةُ السِّنِّ تَنَامُ عَنْ عَجِيْنِ أَهْلِهَا فَتَأْتِي الدَّاجِنُ فَتَأْكُلُهُ فَقَامَ رَسُوْلُ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَعْذَرَ يَوْمَئِذٍ مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أُبَيٍّ ابْنِ السَّلُوْلِ
قَالَتْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِيْنَ
مَنْ يَعْذِرُنِيْ مِنْ رَجُلٍ قَدْ بَلَغَنِيْ أَذَاهُ فِيْ أَهْلِ بَيْتِيْ فَوَاللّٰهِ مَا عَلِمْتُ
مِنْ أَهْلِيْ إِلَّا خَيْرًا وَلَقَدْ ذَكَرُوْا رَجُلًا مَا عَلِمْتُ عَلَيْهِ إِلَّا خَيْرًا وَمَا كَانَ
يَدْخُلُ عَلَى أَهْلِيْ إِلَّا مَعِيْ فَقَامَ سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ الْأَنْصَارِيُّ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ
اللّٰهِ أَنَا أَعْذِرُكَ مِنْهُ إِنْ كَانَ مِنَ الْأَوْسِ ضَرَبْتُ عُنُقَهُ وَإِنْ كَانَ مِنْ

یا رسُولَ اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم! وہ آپ کی بیوی ہے۔ہم اُن کے متعلق بھلائی ہی جانتے ہیں اور علی المرتضیٰ نے
کہا یا رسُولَ اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ آپ پر تنگی نہ کرے گا۔ عائشہ کے سوا عورتیں بہت ہیں۔ آپ
بریرہ سے پوچھیں وہ آپ سے سچی بات کرے گی۔ ام المومنین نے کہا جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بریرہ
کو بُلایا اور فرمایا اے بریرہ کیا تو نے عائشہ میں کوئی چیز دیکھی ہے جس سے تجھے کوئی شک وشبہ ہوتا ہو۔
بریرہ نے کہا ہرگز نہیں اس ذات کی قسم ہے جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں نے عائشہ پر کوئی ایسی
چیز نہیں دیکھی جو اس پر معیوب دیکھوں اس سے زیادہ کہ وہ لڑکی کمسن ہے اپنے گھر والوں کے آٹے سے
سو رہتی ہے پس گھریلو بکری آتی ہے اور آٹا کھا جاتی ہے۔ پھر جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور
اہلبیت کے حق میں اذیت پہنچی ہے۔ خدا کی قسم! میں نے اپنے اہل میں سوا بھلائی کے کچھ نہیں جانا اور اس تہمت
میں جس مرد کو ذکر کیا ہے۔ اس میں میں نے سوا بھلائی کے اور کچھ نہیں دیکھا وہ میرے گھر میرے ساتھ ہی آیا کرتا تھا۔ پس

الْاَوْسِ ضَرَبْتُ عُنُقَهٗ وَاِنْ كَانَ مِنْ اِخْوَانِنَا مِنَ الْخَزْرَجِ اَمَرْتَنَا فَفَعَلْنَا اَمْرَكَ قَالَتْ فَقَامَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ وَهُوَ سَيِّدُ الْخَزْرَجِ وَكَانَ قَبْلَ ذٰلِكَ رَجُلًا صَالِحًا وَلٰكِنِ احْتَمَلَتْهُ الْحَمِيَّةُ فَقَالَ لِسَعْدٍ كَذَبْتَ لَعَمْرُ اللّٰهِ لَا تَقْتُلُهٗ وَلَا تَقْدِرُ عَلٰى قَتْلِهٖ فَقَامَ اُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ وَهُوَ ابْنُ عَمِّ سَعْدٍ فَقَالَ لِسَعْدِ ابْنِ عُبَادَةَ كَذَبْتَ لَعَمْرُ اللّٰهِ لَنَقْتُلَنَّهٗ فَاِنَّكَ مُنَافِقٌ تُجَادِلُ عَنِ الْمُنَافِقِيْنَ فَثَارَ الْحَيَّانِ الْاَوْسُ وَالْخَزْرَجُ حَتّٰى هَمُّوْا اَنْ يَقْتَتِلُوْا وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمٌ عَلَى الْمِنْبَرِ فَلَمْ يَزَلْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُخَفِّضُهُمْ حَتّٰى سَكَتُوْا وَسَكَتَ قَالَتْ فَمَكَثْتُ يَوْمِيْ ذٰلِكَ لَا يَرْقَاُ لِيْ دَمْعٌ وَلَا اَكْتَحِلُ بِنَوْمٍ قَالَتْ فَاَصْبَحَ اَبَوَايَ عِنْدِيْ وَقَدْ بَكَيْتُ لَيْلَتَيْنِ وَيَوْمًا لَا اَكْتَحِلُ بِنَوْمٍ وَلَا يَرْقَاُ لِيْ دَمْعٌ يَظُنَّانِ اَنَّ الْبُكَاءَ فَالِقٌ كَبِدِيْ قَالَتْ فَبَيْنَا هُمَا

سعد بن معاذ انصاری رضی اللہ عنہ کھڑے ہوگئے اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اس شخص سے میں بدلہ لوں گا اگر وہ قبیلہ اوس سے ہے تو میں اس کی گردن اڑاتا ہوں اگر وہ ہمارے بھائیوں قبیلہ خزرج سے ہے تو آپ ہمیں حکم دیں ہم آپ کے حکم کو پورا کریں گے۔ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا سعد بن عبادہ کھڑے ہوئے اور وہ قبیلہ خزرج کے سردار ہیں انھوں نے کہا حالانکہ اس سے پہلے وہ نیک آدمی تھا، لیکن اس کو قومی غیرت نے ابھارا اس نے سعد بن معاذ سے کہا اللہ کی قسم تو جھوٹ بولتا ہے تو اس کو قتل نہیں کرسکے گا اور نہ ہی تو اس کو قتل کرنے پہ قدرت رکھتا ہے۔ پھر اسید بن حضیر کھڑا ہوا وہ سعد بن معاذ کے چچا کا بیٹا ہے اس نے سعد بن عبادہ سے کہا اللہ کی قسم! تو جھوٹ بولتا ہے ہم اس کو ضرور قتل کریں گے تو منافق ہے اور منافقوں کی طرف سے جھگڑتا ہے پس دونوں قبیلے اوس اور خزرج بھڑک اٹھے حتی کہ انھوں نے قصد کرلیا کہ باہم لڑ پڑیں اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر شریف پر تشریف فرما تھے۔ آپ ان کو خاموش کراتے رہے یہاں تک کہ وہ چپ ہوگئے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی خاموش ہوگئے۔ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا میں نے وہ دن اس حال میں گذارا کہ میرے آنسو نہیں رکتے تھے اور نہ ہی میں نے آنکھوں میں نیند کا سرمہ ڈالا (بیدار رہی) ام المؤمنین نے فرمایا

جَالِسَانِ عِنْدِیْ وَاَنَا اَبْکِیْ فَاسْتَاذَنَتْ عَلَیَّ اِمْرَأَةٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَاَذِنْتُ لَهَا فَجَلَسَتْ تَبْکِیْ مَعِیَ قَالَتْ فَبَیْنَا نَحْنُ عَلٰی ذٰلِكَ دَخَلَ عَلَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمَ ثُمَّ جَلَسَ قَالَتْ وَلَمْ یَجْلِسْ عِنْدِیْ مُنْذُ قِیْلَ لِیْ مَا قِیْلَ قَبْلَهَا وَقَدْ لَبِثَ شَهْرًا لَا یُوْحٰی اِلَیْهِ فِیْ شَأْنِیْ قَالَتْ فَتَشَهَّدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حِیْنَ جَلَسَ ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ یَا عَائِشَةُ فَاِنَّهٗ قَدْ بَلَغَنِیْ عَنْكِ کَذَا وَکَذَا فَاِنْ کُنْتِ بَرِیْئَةً فَسَیُبَرِّئُكِ اللّٰهُ وَاِنْ کُنْتِ اَلْمَمْتِ بِذَنْبٍ فَاسْتَغْفِرِیْ اللّٰهَ وَتُوْبِیْ اِلَیْهِ فَاِنَّ الْعَبْدَ اِذَا اعْتَرَفَ بِذَنْبِهٖ ثُمَّ تَابَ اِلَی اللّٰهِ تَابَ اللّٰهُ عَلَیْهِ قَالَتْ فَلَمَّا قَضٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَقَالَتَهٗ قَلَصَ دَمْعِیْ حَتّٰی مَا اُحِسُّ مِنْهُ قَطْرَةً فَقُلْتُ لِاَبِیْ اَجِبْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْمَا قَالَ قَالَ

صبح کو میرے والدین میرے پاس آئے اور میں دو راتیں اور ایک دن روتی رہی نہ تو میں نے نیند کا سرمہ آنکھوں میں ڈالا اور نہ ہی میرے آنسو رکتے تھے۔ میرے والدین گمان کرتے تھے کہ میرا رونا میرے جگر کو پھاڑ دے گا ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا ایک دفعہ میرے والدین میرے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور میں رو رہی تھی کہ قبیلہ انصار کی ایک عورت نے اندر آنے کی مجھ سے اجازت طلب کی میں نے اُسے اجازت دے دی وہ بیٹھ کر میرے پاس رونے لگی۔ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا ایک دفعہ ہم اسی حال میں تھے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور سلام فرمایا پھر بیٹھ گئے۔ ام المؤمنین نے فرمایا اس سے پہلے جب سے یہ قیل قال ہو رہی تھی آپ میرے پاس نہیں بیٹھے تھے مہینہ بھر گزر گیا میرے بارے میں آپ پر وحی نہ آئی تھی۔ ام المؤمنین نے فرمایا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے تو آپ نے کلمہ شہادت پڑھا یعنی "اشہد ان لا الٰہ الا اللہ"، کہا پھر فرمایا اما بعد! اے عائشہؓ تمہاری طرف سے مجھے ایسی ایسی بات پہنچی ہے اگر تم بری ہو تو عنقریب اللہ تعالیٰ تمہیں بری کرے گا اور اگر تم نے گناہ کیا ہے تو اللہ تعالیٰ سے معافی مانگو اور توبہ کرو! کیونکہ جب انسان اپنے گناہ کا اعتراف کر لے پھر تائب ہو جائے تو اللہ اس کی توبہ قبول کر لیتا ہے۔

وَاللّٰهِ مَا اَدْرِیْ مَا اَقُوْلُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ لِاُمِّیْ اَجِیْبِیْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ مَا اَدْرِیْ مَا اَقُوْلُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ فَقُلْتُ وَاَنَا جَارِیَةٌ حَدِیْثَةُ السِّنِّ لَا اَقْرَاُ کَثِیْرًا مِّنَ الْقُرْاٰنِ اِنِّیْ وَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُ لَقَدْ سَمِعْتُمْ هٰذَا الْحَدِیْثَ حَتّٰی اسْتَقَرَّ فِیْ اَنْفُسِکُمْ وَصَدَّقْتُمْ بِهٖ فَلَئِنْ قُلْتُ لَکُمْ اِنِّیْ بَرِیْئَةٌ وَّاللّٰهُ یَعْلَمُ اِنِّیْ بَرِیْئَةٌ لَا تُصَدِّقُوْنِیْ بِذٰلِكَ وَلَئِنِ اعْتَرَفْتُ لَکُمْ بِاَمْرٍ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ اَنِّیْ مِنْهُ بَرِیْئَةٌ لَتُصَدِّقُنِّیْ وَاللّٰهِ مَا اَجِدُ لَکُمْ مَثَلًا اِلَّا قَوْلَ اَبِیْ یُوْسُفَ قَالَ فَصَبْرٌ جَمِیْلٌ وَّاللّٰهُ

ام المؤمنین نے فرمایا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا کلام پورا کر لیا تو میرے آنسو رُک گئے حتیٰ کہ میں ایک قطرہ آنسو محسوس نہ کرتی تھی۔ میں نے اپنے والد سے کہا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے ارشاد کا جواب دیں اُنہوں نے کہا بخدا! میں نہیں جانتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا عرض کروں پھر میں نے اپنی والدہ سے کہا تم ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب دو اُنھوں نے بھی یہی کہا بخدا! میں نہیں جانتی ہوں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا عرض کروں۔ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا پس میں نے کہا حالانکہ میں کم سن لڑکی تھی۔ میں نے زیادہ قرآن بھی نہیں پڑھا تھا۔ اللہ کی قسم! میں نے یقین کر لیا ہے کہ تم نے یہ بات سُنی ہے حتیٰ کہ یہ بات تمہارے دلوں میں بیٹھ گئی ہے۔ اور تم نے اس بات کی تصدیق بھی کی ہے۔ اگر میں تمہیں کہوں کہ میں اس بات سے بری الذمہ ہوں اور اللہ جانتا ہے کہ میں بری الذمہ ہوں تو تم اس میں میری تصدیق نہیں کرو گے اور اگر تمہارے پاس کسی بات کا اقرار کر لوں حالانکہ اللہ جانتا ہے کہ میں اس بات سے بری ہوں تو تم مجھے سچی کہو گے خدا کی قسم! میں نے اپنے اور تمہارے لئے یوسف علیہ السلام کے والد کے کلام کے سوا کچھ نہیں پایا اُنھوں نے کہا تھا۔ فَصَبْرٌ جَمِیْلٌ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰی مَا تَصِفُوْنَ "، جب اُنھوں نے کہا صبر اچھا ہے تمہاری باتوں پر اللہ ہی مددگار ہے۔ پھر میں نے پہلو پھیر لیا اور اپنے بستر پر لیٹ گئی۔ ام المؤمنین نے فرمایا میں اس وقت جانتی تھی کہ میں بری ہوں اور اللہ تعالیٰ میری براءت ظاہر کرے گا، لیکن اللہ کی قسم میں یہ گمان نہ کرتی تھی کہ اللہ تعالیٰ میرے بارے میں وحی نازل کرے گا جو پڑھی جایا کرے گی۔ میرے دل میں میری شان اس سے بہت کمزور تھی کہ اللہ تعالیٰ میرے بارے میں کلام فرمائے گا جس کی تلاوت ہوتی رہے گی "، لیکن میں یہ اُمید رکھتی تھی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خواب میں دیکھ لیں گے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس تہمت سے بری کرے گا۔ ام المؤمنین نے فرمایا بخدا! جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ قَالَتْ ثُمَّ تَحَوَّلْتُ فَاضْطَجَعْتُ عَلٰى فِرَاشِيْ قَالَتْ وَاَنَا حِيْنَئِذٍ اَعْلَمُ اَنِّيْ بَرِيْئَةٌ وَاَنَّ اللّٰهَ مُبَرِّئِيْ بِبَرَاءَتِيْ وَلٰكِنْ وَاللّٰهِ مَاكُنْتُ اَظُنُّ اَنَّ اللّٰهَ يُنْزِلُ فِيْ شَاْنِيْ وَحْيًا يُتْلٰى وَلَشَاْنِيْ فِيْ نَفْسِيْ كَانَ اَحْقَرَ مِنْ اَنْ يَّتَكَلَّمَ اللّٰهُ فِيَّ بِاَمْرٍ يُتْلٰى وَلٰكِنْ كُنْتُ اَرْجُوْ اَنْ يَّرٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّوْمِ رُؤْيَا يُبَرِّئُنِيَ اللّٰهُ بِهَا قَالَتْ فَوَاللّٰهِ مَا قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا خَرَجَ اَحَدٌ مِّنْ اَهْلِ الْبَيْتِ حَتّٰى اُنْزِلَ عَلَيْهِ فَاَخَذَهٗ مَا كَانَ يَاْخُذُهٗ مِنَ الْبُرَحَاءِ حَتّٰى اَنَّهٗ لَيَتَحَدَّرُ مِنْهُ مِثْلُ الْجُمَانِ مِنَ الْعَرَقِ وَهُوَ فِيْ يَوْمٍ شَاتٍ مِّنْ ثِقَلِ الْقَوْلِ الَّذِيْ يُنْزَلُ عَلَيْهِ قَالَتْ فَلَمَّا سُرِّيَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُرِّيَ عَنْهُ وَهُوَ يَضْحَكُ فَكَانَتْ اَوَّلُ كَلِمَةٍ تَكَلَّمَ بِهَا يَا عَائِشَةُ اَمَّا اللّٰهُ فَقَدْ بَرَّاَكِ فَقَالَتْ اُمِّيْ قُوْمِيْ اِلَيْهِ قَالَتْ فَقُلْتُ وَاللّٰهِ لَا اَقُوْمُ اِلَيْهِ وَلَا اَحْمَدُ اِلَّا اللّٰهَ وَاَنْزَلَ اللّٰهُ اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْا بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمُ الْعَشْرَ الْاٰيَاتِ كُلَّهَا فَلَمَّا اَنْزَلَ اللّٰهُ هٰذَا فِيْ بَرَاءَتِيْ

اس مجلس سے جُدا نہ ہُوئے تھے اور نہ ہی اہلبیت سے کوئی باہر نکلا تھا حتیٰ کہ آپ پہ وحی نازل ہونے لگی اور آپ کو اس چیز نے پکڑا جو نزولِ وحی کے وقت آپ کو شدت پکڑا کرتی تھی۔ حتیٰ کہ آپ پر نازل شدہ قول کی گرانی اور بوجھ کے باعث سخت سردی کے دن آپ سے موتیوں کی طرح پسینہ کے قطرے ٹپکتے تھے۔ ام المومنین نے فرمایا جب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بوجھ دُور ہُوا تو آپ مُسکرا رہے تھے۔ اور سب سے پہلی بات جو آپ نے فرمائی وہ یہ تھی کہ اے عائشہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بری کر دیا ہے ام المؤمنین نے فرمایا میری والدہ نے مجھے کہا کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اُٹھ کر جائیں (آپ کا شکریہ ادا کریں) میں نے کہا بخدا! میں تو آپ کی طرف اُٹھ کر نہ جاؤنگی میں تو اپنے ربّ کا شکرا دا کروں گی (آپ نے از روئے ناز یہ فرمایا) ام المؤمنین نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں: اِنَّ الَّذِیْنَ جَآءُوْا بِالْاِفْکِ عُصْبَةٌ مِّنْکُمُ الْاٰیَاتِ کُلَّهَا ،، ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے

قَالَ اَبُوبَكْرِ الصِّدِّيقُ وَكَانَ يُنفِقُ عَلٰى مِسْطَحِ بْنِ اُثَاثَةَ لِقَرَابَتِهٖ مِنْهُ وَفَقْرِهٖ وَاللّٰهِ لَا اُنفِقُ عَلٰى مِسْطَحٍ شَيْئًا اَبَدًا بَعْدَ الَّذِيْ قَالَ لِعَائِشَةَ مَا قَالَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا يَأْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ يُؤْتُوْٓا اُولِي الْقُرْبٰى وَالْمَسَاكِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ قَالَ اَبُوْبَكْرٍ بَلٰى وَاللّٰهِ اِنِّيْ اُحِبُّ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لِيْ فَرَجَعَ اِلٰى مِسْطَحٍ النَّفَقَةَ الَّتِيْ كَانَ يُنْفِقُ عَلَيْهِ وَقَالَ وَاللّٰهِ لَا اَنْزِعُهَا مِنْهُ اَبَدًا قَالَتْ عَائِشَةُ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْأَلُ زَيْنَبَ ابْنَةَ جَحْشٍ عَنْ اَمْرِيْ فَقَالَ يَا زَيْنَبُ مَاذَا عَلِمْتِ وَرَاَيْتِ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَحْمِيْ سَمْعِيْ وَبَصَرِيْ مَا عَلِمْتُ اِلَّا خَيْرًا قَالَتْ وَهِيَ

فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے میری براءت میں یہ نازل کیا تو ابوبکر صدیق نے کہا جبکہ وہ مسطح بن اثاثہ پر قرابت اور فقر کے باعث خرچ کیا کرتے تھے۔ بخدا! میں مسطح پر کبھی کچھ خرچ نہ کروں گا یہ اس کے بعد کہا جو مسطح نے عائشہ کے بارے میں کہا تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی "لَا يَأْتَلِ اُولِى الْفَضْلِ مِنْكُمْ الآية" دنیاوی اسباب میں زیادتی اور فراخی والے قسم نہ کھائیں کہ وہ اپنے قریب والوں اور مساکین اور مہاجرین پر اللہ کی راہ میں خرچ نہ کریں گے وہ معاف کردیں اور درگزر کریں کیا تم یہ پسند نہیں کرتے ہو کہ اللہ تمہیں بخشے اللہ غفور رحیم ہے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا خدا کی قسم میں اس سے محبت کرتا ہوں کہ اللہ مجھے بخشے اور مسطح پر خرچہ شروع کردیا جو اس پر خرچ کیا کرتے تھے۔ ابوبکر صدیق نے کہا واللہ! میں مسطح سے کبھی بھی خرچہ نہیں روکوں گا۔ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے میرے واقعہ کے متعلق پوچھا کرتے تھے کہ اے زینب تو نے کیا جانا یا دیکھا ہے تو وہ کہتیں یارسول اللہ "صلی اللہ علیہ وسلم" میں اپنے کان کی حفاظت کرتی ہوں کہ میں کہوں میں نے یہ سنا ہے اور نہ سنا ہو اور اپنی آنکھ کی اس سے حفاظت کرتی ہوں کہ میں کہوں میں نے دیکھا ہے اور نہ دیکھا ہو۔ میں نے عائشہ سے بھلائی کے سوا کچھ نہیں جانا ہے۔ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا یہی زینب ہے

الَّتِي كَانَتْ تُسَامِينِي مِنْ أَزْوَاجِ رَسُولِ اللّٰهِ فَعَصَمَهَا بِالْوَرَعِ وَطَفِقَتْ أُخْتُهَا حَمْنَةُ تُحَارِبُ لَهَا فَهَلَكَتْ فِيمَنْ هَلَكَ مِنْ أَصْحَابِ الْإِفْكِ

جو مجھ پر ارتفاع شان اور بلندی مقام اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور عزت کی خواہش کیا کرتی تھی ۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو تقویٰ کے باعث بچایا اور اس کی ہمشیرہ حمنہ بنت جحش اپنی بہن کے لئے جھگڑا کرتی رہی اور بہتان باندھنے والوں میں ہلاک ہونے والوں کے ساتھ ہلاک ہوگئی ،،

۴۴۳۵ — شرح : ابوذر کے نزدیک پہلی آئت کریمہ اسی طرح ہے لَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بِأَنْفُسِهِمْ خَيْرًا ۔ الْكَاذِبُونَ تک ۔ ابوذر کے غیر کی روائت میں ہے لَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ قُلْتُمْ مَا يَكُونُ لَنَا أَنْ نَتَكَلَّمَ بِهٰذَا ،، یہاں مسلمانوں کو خطاب ہے جو اس بہتان میں شریک تھے ۔ یعنی جب تم نے منافقوں سے سُنا تھا تو کیوں نہیں کہا ہمیں یہ مناسب نہیں کہ ہم ایسی باتیں کریں بعض علماء نے کہا اس کے معنی یہ ہیں کہ اُنھوں نے یہ گمان کیوں نہیں کیا جو کسی مرد کے متعلق گمان کیا جاتا ہے جبکہ وہ اپنی ماں کے پاس تنہائی میں بیٹھا ہو یا کوئی عورت جو اپنے بیٹے کے پاس تنہائی میں ہو کیونکہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں مومنوں کی مائیں ہیں ان کے ساتھ خلوت میں وہی گمان کیا جانا واجب ہے جو ماں بیٹے کی خلوت کے وقت گمان کرتی ہے "سُبْحَانَكَ" تعجب کے لئے ہے ۔ اس کے معنی یہ ہیں ۔ تو ہر عیب اور نقص سے پاک ہے میں تیری پاکیزگی بیان کرتا ہوں یہ تو بہتانِ عظیم ہے اور بہت بڑا جھوٹ ہے ۔ اور اس پر وہ چار گواہ کیوں نہیں لائے جب وہ گواہ نہیں لا سکتے ہیں تو اللہ کے نزدیک ظاہر و باطن میں جھوٹے ہیں ۔ کیونکہ بظاہر گواہ لاتے تو ظاہر حکم میں جھوٹے نہ ہوتے اور باطن میں تو یہ جھوٹے ہیں کیونکہ انبیاء کرام علیہم السلام کی بیویوں پر یہ صورت ممتنع اور محال ہے اور جب گواہ نہیں لائے تو ظاہر میں بھی جھوٹے ہیں ،،

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے واقعہ کی تفتیش میں حضرات صحابہ کرام اور صحابیات رضی اللہ عنہم سے استفسار فرمایا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسُولَ اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم ،، آپ کے جسم اقدس پر مکھی نہیں بیٹھتی ہے ۔ کیونکہ اس کے پاؤں میں نجاست پیوست ہوتی ہے ۔ اللہ تعالیٰ کو یہ گوارا نہیں کہ نجاست آلود مکھی آپ کے جسم پاک کے ساتھ ملے جو اس سے زیادہ نجس حال پر مشتمل ہو یہ ناممکن ہے کہ آپ کے حرم کے متعلق ایسی نجس حالت کا تصور ہو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسُولَ اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم ،، اللہ تعالیٰ نے آپ کا سایہ اُٹھا لیا ہے ۔ تاکہ کہیں غلاظت پر نہ پڑے ۔ جب اللہ تعالیٰ آپ کے سایہ کی اس قدر حفاظت کرتا ہے تو آپ کے حرم پاک کی ایسی غلاظت سے کیوں حفاظت نہ کرے گا ۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اگر آپ کے پاؤں اقدس کی جوڑے پاک میں آلودگی ہو تو اللہ تعالیٰ جبرائیل بھیج کر آپ کو خبردار کرتا ہے

تو اس سے کہیں زیادہ آلودگی سے کیونکر خبردار نہ کرے گا۔ بخاری کی روایت میں ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ آپ پر تنگی نہیں کرتا عائشہ کے سوا اور عورتیں بہت ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ کلام ام المؤمنین کے خلاف ہرگز نہیں اور نہ ہی آپ نے اس سے ام المؤمنین کے فراق کا ارادہ کیا تھا بلکہ آپ نے جب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو غایت غم واندوہ میں دیکھا جو منافقوں کے بہتان سے ہُوا تھا تو آنحضور نے اس صورت میں تسلی واطمینان کی وجہ اختیار کی اور یہ عرض کیا تھا۔ بعض کوتاہ بینوں نے کچھ اور سمجھ لیا کہ حضرت علی نے یہ اس لئے کہا تھا کہ آپ کو ام المؤمنین رضی اللہ عنہا سے عناد تھا (معاذ اللہ) کاملانِ اہلِ اسلام سے ناممکن ہے کہ ان کے قلوب میں ایسا تخیل ہو جس کو عام سنجیدہ انسان بھی تصور میں جگہ نہیں دیتے۔ چنانچہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ بریرہ سے دریافت فرمائیں وہ آپ سے سچ کہے گی کیونکہ عورتیں ایک دوسرے کے حالات سے آگاہ ہوتی ہیں۔ بریرہ سے پوچھا تو اُس نے کہا وہ کمسن لڑکی ہے آٹا گوندھ کر سو جاتی ہے اور بکری آٹا کھا جاتی ہے ایسی بچی کو ایسے عظیم غلیظ کردار سے کیا واسطہ اللہ کی قسم جس نے آپ کو حق سے بھیجا ہے میں نے عائشہ میں کوئی عیب نہیں دیکھا ہے اس کے بعد سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں سے خطاب کیا اور فرمایا: یَامَعْشَرَ الْمُسْلِمِیْنَ مَنْ یَعْذِرُنِیْ مِنْ رَجُلٍ " قولہ من یعذرنی اس کے معنی ہیں من یقوم بعذری اس امر میں میری کون مدد کرے گا۔ عذیر کے معنی ناصر ہیں۔

قولہ فقام سعد بن معاذ آہ سعد بن معاذ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کی مدد کروں گا۔ علامہ کرمانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا قاضی عیاض نے اس روایت میں اشکال کیا ہے کہ یہ قضیۂ غزوۂ مریسیع میں ظہور پذیر ہُوا اور یہ چھ ہجری کا واقعہ ہے حالانکہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ غزوۂ خندق میں زخمی ہو کر شہید ہو گئے تھے جبکہ غزوۂ خندق چار ہجری میں ہُوا تھا۔ اس لئے بعض نے کہا کہ یہاں سعد کا نام ذکر کرنا راوی کا وہم ہے جس نے یہ کہا ہے وُہ اُسید بن حضیر کے بھائی کی اولاد سے ہے۔ بعض نے اس اشکال کا یہ جواب دیا ہے کہ غزوۂ مریسیع پانچ ہجری میں ہُوا ہے۔ اور غزوۂ خندق اس کے بعد ہُوا ہے۔ واقدی نے اس کی تصریح کی ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ غزوۂ خندق چار ہجری میں ہُوا ہے اور کہا کہ غزوہ مریسیع، غزوہ بنی مصطلق ہی ہے اس میں اختلاف ہے۔ ابن اسحاق نے کہا کہ یہ چھ ہجری میں ہُوا۔ موسیٰ بن عقبہ نے کہا چار ہجری میں ہُوا تحقیق یہی ہے جو موسیٰ بن عقبہ نے کہا ہے، چنانچہ مغازی میں مذکور ہے کہ پانچ ہجری میں ہُوا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ افک کا واقعہ غزوۂ مریسیع میں ہُوا۔ لہٰذا امام کے قول کے مطابق یہ اشکال باقی رہتا ہے۔

قولہ رَجُلًا صَالِحًا "یعنی سعد بن عبادہ اس سے پہلے نیک مرد تھا لیکن اس کو خاندانی غیرت نے برانگیختہ کر دیا" ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے کلام سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آپ سعد کی صلاح کی نفی فرماتی ہیں گمان یہ ہے کہ اس کے بعد سعد نے توبہ کر لی تھی اور کئے پر پشیمان ہوئے تھے۔ اس طرح بھی کہہ سکتے ہیں کامل صلاح کی نفی مراد ہے۔ جیسا کہ واقدی نے روایت کی ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم! کتاب الشہادت میں حدیث الافک کی واضح تشریح مذکور ہے۔

بَابُ قَوْلِهٖ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَفَضْتُمْ فِيْهِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ وَقَالَ مُجَاهِدٌ تَلَقَّوْنَهٗ يَرْوِيْهِ بَعْضُكُمْ عَنْ بَعْضٍ تُفِيْضُوْنَ تَقُوْلُوْنَ

۴۴۳۶ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ قَالَ اَخْبَرَنَا سُلَيْمٰنُ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ اَبِيْ وَائِلٍ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ اُمِّ رُوْمَانَ اُمِّ عَائِشَةَ اَنَّهَا قَالَتْ لَمَّا رُمِيَتْ عَائِشَةُ خَرَّتْ مَغْشِيًّا عَلَيْهَا

باب کا ارشاد اللہ تعالیٰ **اگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر دنیا و آخرت میں نہ ہوتی تو جس چرچے میں تم پڑے اس میں تمہیں بڑا عذاب پہنچتا ،،** مجاہد نے کہا تم میں سے بعض دُوسرے بعض سے اس طرح روایت کرتے تھے کہ جب کوئی مرد دوسرے مرد سے ملاقات کرتا تو افک کی باتیں کرتے ،، تُفِيْضُوْنَ بمعنی تَقُوْلُوْنَ ہے۔ یہ کلمہ سورۂ یونس میں ہے اور ،، اَفَضْتُمْ کی مُناسبت سے یہاں ذکر کیا ہے ،،

۴۴۳۶ ـــ ترجمہ : ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی والدہ اُمِّ رُومان سے روایت ہے اُنھوں نے کہا جب عائشہ کو تہمت لگائی گئی تو وہ غشی سے گر پڑیں

۴۴۳۶ ـــ شرح : یعنی جب ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کو تہمت لگائی گئی تو وہ اُس کے سُنتے ہی بے ہوش ہو کر زمین پر گر گئیں۔ خطیب نے اس حدیث پر اعتراض کیا اور ایک جماعت نے ان کی پیروی کی کہ ام رومان سے مسروق نے سماعت نہیں کی کیونکہ وہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کے زمانۂ شریف میں وفات پا گئی تھیں۔ اُس وقت مسروق کی عمر صرف چھ برس تھی پس ظاہر یہ ہے کہ یہ حدیث مرسل ہے شیخ ابن حجر نے مقدمہ میں جواب دیا کہ بخاری نے صحیح کہا ہے کیونکہ

بَابُ قَوْلِهِ اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ مَّا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَّتَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ الى الوزر

۴۴۳۷ — حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ ابْنُ مُوْسٰى قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ اَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ اَخْبَرَهُمْ قَالَ ابْنُ اَبِىْ مُلَيْكَةَ سَمِعْتُ عَائِشَةَ تَقْرَأُ اِذْ تَلِقُوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ

امّ رومان کی وفات کا راوی علی بن زید بن جدعان ہے اور وہ ضعیف ہے۔ درست یہ ہے کہ ام رومان سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بہت مدت بقیدِ حیات رہیں اور مسروق نے اُن سے یہ حدیث عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے خلافت کے زمانہ میں سُنی تھی۔

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد "جب تم ایسی بات اپنی زبانوں پر ایک دُوسرے سے سُن کر لاتے تھے اور اپنے منہ سے وہ نکالتے تھے جس کا تمہیں علم نہ تھا اور اسے سہل سمجھتے تھے اور وہ اللہ کے نزدیک بڑی بات ہے"

۴۴۳۷ — ترجمہ: ابن جریج نے بیان کیا کہ ابن ابی مُلیکہ نے کہا میں نے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سُنا وہ پڑھتی تھیں:

"اِذْ تَلِقُوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ"

۴۴۳۷ — شرح: یعنی ام المؤمنین رضی اللہ عنہا "تَلِقُوْنَهٗ" میں تخفیفِ قاف پڑھتی تھیں اور یہ "وَلَقَ يَلِقُ" سے ماخوذ ہے جب کوئی شخص جھوٹ بولے تو کہا جاتا ہے "وَلَقَ الرَّجُلُ" اس آدمی نے جھوٹ بولا۔

يَسْتَأْذِنُ عَلَيْهَا قُلْتُ أَتَأْذَنِينَ لِهَذَا قَالَتْ أَوَلَيْسَ قَدْ أَصَابَهُ عَذَابٌ عَظِيمٌ
قَالَ سُفْيَنُ تَعْنِي ذَهَابَ بَصَرِهِ فَقَالَ حَصَانٌ رَزَانٌ مَا تُزَنُّ بِرِيبَةٍ
وَتُصْبِحُ غَرْثَى مِنْ لُحُومِ الْغَوَافِلِ ﴿ قَالَتْ لَكِنْ أَنْتَ

بَابُ قَوْلِهِ وَيُبَيِّنُ اللهُ لَكُمُ الْآيَاتِ وَاللهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ

۴۴۴۱ ــ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ
قَالَ أَنْبَأَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي الضُّحَى عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ دَخَلَ حَسَّانُ
ابْنُ ثَابِتٍ عَلَى عَائِشَةَ فَشَبَّبَ وَقَالَ حَصَانٌ رَزَانٌ مَا تُزَنُّ بِرِيبَةٍ ﴿

نے فرمایا حسان بن ثابت آئے جب کہ وہ اندر آنے کی اجازت طلب کر رہے تھے۔ میں نے کہا آپ اس کو اندر آنے کی اجازت دیں گی؟ ام المؤمنین نے کہا کیا اس کو عذاب عظیم نہیں پہنچا ہے۔ سفیان نے کہا ان کی مراد یہ تھی کہ ان کی بصر جاتی رہی ہے۔ (حسان بن ثابت آخر میں نابینا ہو گئے تھے) پھر حسان نے یہ شعر پڑھے: وہ پاک اور عفیفہ ہے عقل میں کامل کہ انہیں کوئی تہمت نہیں لگائی جا سکتی جو برے وہم میں ڈالے وہ اس حال میں صبح کرتی ہیں کہ پاک دامن عورتوں کے گوشت سے بھوکی ہوتی (کسی کی غیبت نہیں کرتی ہیں)
ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا لیکن تم (یعنی تو نے اہل افک کے ساتھ مل کر غیبت کی تھی)

۴۴۴۰ ــ شرح: کسی مسلمان بھائی کی غیبت کرنا اس کا گوشت کھانا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ، اس لئے فرمایا وہ عورتوں کے گوشت سے بھوکی ہوتی ہیں کسی کی غیبت نہیں کرتی ہیں اور حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے فرمایا مجھے یہ کہتے ہو حالانکہ تم نے بہتان سازوں کے ساتھ مل کر میری غیبت کی تھی۔

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد! اور اللہ تمہارے لئے آیتیں صاف بیان فرماتا ہے اور اللہ علم و حکمت والا ہے!

۴۴۴۱ ــ ترجمہ: مسروق نے کہا حسان بن ثابت آئے اور ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا

وَتُصْبِحُ غَرْثَیٰ مِنْ لُحُوْمِ الْغَوَافِلِ، قَالَتْ لَسْتَ كَذَاكَ قُلْتُ تَدَعِيْنَ مِثْلَ هٰذَا يَدْخُلُ عَلَيْكِ وَقَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَالَّذِيْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِيْمٌ فَقَالَتْ وَاَيُّ عَذَابٍ اَشَدُّ مِنَ الْعَمٰى وَقَالَتْ وَقَدْ كَانَ يَرُدُّ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

بَابٌ قَوْلِهٖ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ

کے پاس آئے اور یہ شعر پڑھے۔ ام المؤمنین عفیفہ پاک دامن ہے، عقل میں کامل کہ انہیں کوئی تہمت نہیں لگائی جاسکتی جو بُرے وہم میں ڈالے وہ اس حال میں صبح کرتی ہیں کہ پاک دامن عفائف عورتوں کے گوشت سے بھوکی ہوتی ہیں (وہ کسی عورت کی غیبت نہیں کرتی ہے) ام المؤمنین نے فرمایا لیکن تم تو ایسے نہیں ہو۔ مسروق نے کہا میں نے کہا ایسے شخص کو اپنے پاس آنے سے چھوڑیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق یہ آیت نازل کی ہے۔ وہ شخص جس نے اُن میں سے سب سے بڑا حصہ لیا اس کے لئے بہت بڑا عذاب ہے،، ام المؤمنین نے فرمایا اندھا ہوجانے سے بڑا عذاب کیا ہوگا؟ ام المؤمنین نے فرمایا حسان جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کفار کی ہجو کو رد کیا کرتا تھا۔

۱۴۴۴ — شرح: قولہ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ ،، علامہ قسطلانی نے ذکر کیا یہاں اشکال ہے وہ یہ کہ اس سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ وَالَّذِيْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ ،، یعنی جس نے ام المؤمنین پر بہتان لگانے میں سب سے بڑا حصہ لیا وہ حسان بھی ثابت تھے حالانکہ معتمد علیہ بات یہ ہے کہ وہ اُبَی بن عبداللہ بن سلول رئیس المنافقین تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ایک قول کے مطابق حسان نے بہتان میں بہت حصہ لیا تھا۔ لہٰذا اشکال خفیف ہے،،

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد! وہ لوگ جو چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں بُرا چرچا پھیلے اُن کے لئے دردناک عذاب ہے

دُنیا و آخرت میں،، اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے ہو،، اور اگر اللہ کا فضل

وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ وَ لَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَتُهٗ وَ اَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ وَلَا يَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْٓا اُولِي الْقُرْبٰى وَ الْمَسٰكِيْنَ وَ الْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ وَقَالَ اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ

اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی اور یہ کہ اللہ تم پر نہائت مہربان والا ہے تو تم اس کا مزہ چکھتے ''

شرح: علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تفسیر نسفی سے نقل کیا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ بن اُبی بن سلول حسان بن ثابت اور مسطح کو حدِ قذف لگائی۔ ابوداؤد نے ذکر کیا حسان کو حد لگائی گئی تھی۔ طحاوی نے کچھ زیادہ ذکر کیا کہ اسّی کوڑے لگائے گئے۔ اسی طرح حمنہ بنت جحش کو بھی حد قذف لگائی تاکہ ان کے گناہ کا کفارہ ہوجائے اور آخرت میں ان سے مؤاخذہ نہ ہو۔
طحاوی نے ذکر کیا کہ ابن ابی بن سلول کو حد نہیں لگائی گئی تاکہ آخرت میں اس کے عذاب میں کمی نہ ہو یا فتنہ فرو کرنے کے لئے اس کو حد نہیں لگائی گئی۔ اس میں اس کی قوم کی تالیف بھی تھی۔
قُشیری نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا کہ اس کو اسی کوڑے لگائے گئے تھے قولہ تَشِیْعُ معنی تَظْهَرُ ہے۔

باب ۷ اللہ تعالیٰ کا ارشاد! اور قسم نہ کھائیں وہ جو تم فضیلت والے اور گنجائش والے ہیں قرابت والوں اور مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو دینے کی اور چاہیئے کہ معاف کریں اور درگزر کریں کیا تم اسے دوست نہیں رکھتے کہ اللہ تمہاری بخشش کرے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔''

قولہ قَالَ اَبُوْ اُسَامَۃَ ،، بعض نسخوں میں قَالَ ابوعبد اللہ قَالَ ابو اُسامہ ہے۔ علامہ کرمانی نے نقل کیا بعض نسخوں میں ،، حَدَّثَنَا حمید الربیع الخزاز ،، بعض نے کہا مستملی کی فربری سے روائت میں حَدَّثَنَا

ابن عروۃ قال اخبرنی ابی عن عائشۃ قالت لما ذکر من شأنی الذی ذکر وما علمت بہ قام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی خطیبا فتشہد فحمد اللہ واثنی علیہ بما ھو اھلہ ثم قال اما بعد اشیروا علی فی اناس ابنوا اھلی وایم اللہ ما علمت علی اھلی من سوء وابنوھم بمن واللہ ما علمت علیہ من سوء قط ولا یدخل بیتی قط الا وانا حاضر ولا غبت فی سفر الا غاب معی فقام سعد بن معاذ فقال ائذن لی یا رسول اللہ ان نضرب اعناقھم وقام رجل من بنی الخزرج وکانت ام حسان بن ثابت من رھط ذلک الرجل فقال کذبت اما واللہ ان لو کانوا من

حمید بن الربیع قال اخبرنا ابو اسامہ ہے لیکن ایسا نہیں بلکہ یہ بہت بڑی خطاء ہے ۔ علامہ عینی نے کہا کرمانی پر یہ مواخذہ ناقہمی کی وجہ سے ہے ۔ کیونکہ کرمانی نے اس طرح نہیں کہا بلکہ اُنھوں نے کہا ،، حدثنا ،، حمید بن الربیع ، یہ اُس نے وہ نقل کیا ہے جو بعض نسخوں میں واقع ہے ۔ اس نقل میں اس پر کوئی شئی لازم نہیں ۔

قولہ عن ھشام بن عروہ ،، ہشام بن عروہ نے کہا مجھے میرے والد نے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ میرے متعلق جو کچھ کہا گیا میں نے اس وقت کچھ نہ جانا تھا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے متعلق خطبہ دینے کھڑے ہوئے اور تشہد پڑھا پھر اللہ کی حمد و ثنا کی جس کے وہ لائق ہے پھر فرمایا اللہ کی حمد و ثنا کے بعد ۔ مجھے مشورہ دو اور ان لوگوں کے بارے میں کوئی بات کہو کہ جنھوں نے میری بیوی کو تہمت لگائی ہے ۔ اللہ کی قسم میں نے اپنی بیوی کے متعلق کوئی بُرائی نہیں دیکھی اور اُنھوں نے ایسے شخص کے متعلق تہمت لگائی ہے بخدا میں نے اس میں کوئی بُرائی نہیں جانی ہے ۔ وہ میرے گھر کبھی داخل نہ ہوتا تھا مگر میں گھر میں موجود ہوتا تھا اور میں کسی سفر میں غائب نہیں ہُوا مگر وہ میرے ساتھ غائب رہا (میں اس کی صلاحیت اور تقویٰ جانتا ہوں) سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ،، مجھے اجازت فرمائیں ان لوگوں کی گردنیں اُڑا دی جائیں ۔ بنی خزرج سے ایک شخص کھڑا ہُوا ۔ (سعد بن عبادہ) حسان بن ثابت کی والدہ اس شخص سعد بن عبادہؓ کے قبیلہ سے ہے ۔ اس نے کہا تو جھوٹ بولتا ہے خبردار بخدا ،، اگر وہ قبیلہ اوس سے ہوتے تو اُن کی گردنیں اڑانا پسند نہ کرتا یہاں تک کہ قریب تھا کہ اوس اور خزرج کے درمیان مسجد میں کوئی شر پیدا ہو جائے اور مجھے کچھ

الْاَوْسِ مَا اَجَبْتُ اَنْ تَضْرِبَ اَعْنَاقَهُمْ حَتّٰى كَادَ اَنْ يَكُوْنَ بَيْنَ الْاَوْسِ وَالْخَزْرَجِ شَرٌّ فِي الْمَسْجِدِ وَمَا عَلِمْتُ فَلَمَّا كَانَ مَسَاءُ ذٰلِكَ الْيَوْمِ خَرَجْتُ

معلوم نہ ہو۔ جب اس دن کی شام ہوئی تو میں رفع حاجت کے لئے باہر نکلی جبکہ میرے ساتھ مسطح کی والدہ تھی۔ وہ پھسل پڑی اور کہا مِسطح مرجائے میں نے اسے کہا اے مائی اپنے بچہ کو گالی دیتی ہے۔ وہ خاموش رہی پھر وہ دوسری بار پھسل کر گری تو کہا مسطح مرجائے۔ میں نے کہا تو اپنے بیٹے کو گالی دیتی ہے؟ پھر وہ تیسری بار پھسل کر گری تو کہا مِسطح مرجائے۔ اس بار میں نے اسے ڈانٹ ڈپٹ کی تو اُس نے کہا بخدا! میں اس کو صرف آپ کی وجہ سے گالی دیتی ہوں۔ ام المؤمنین نے فرمایا میں نے کہا میرے کس کام میں اسے گالی دیتی ہے۔ اُس نے سارا واقعہ بیان کیا میں نے کہا ایسا ہُوا ہے اُس نے کہا خدا کی قسم! ایسی بات ہُوئی ہے۔ پس میں اپنے گھر کو لوٹی جس کے لئے میں گھر سے نکلی تھی اسے میں تھوڑا اور بہتا نہ پایا (دہشتِ واقعہ سے رفع حاجت جاتی رہی) اور مجھے بخار آگیا میں نے جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم سے عرض کیا مجھے میرے والد کے گھر بھیجیں تو آپ نے میرے ساتھ غلام بھیجا۔ میں اپنے ماں باپ کے گھر گئی تو ام رومان کو نچلے حصّہ میں پایا اور ابوبکر کو بالاخانہ میں قرآن پڑھ رہے تھے۔ میری والدہ نے کہا اے بیٹی کیسے آئی ہو؟

میں نے اسے خبر دی اور افک کا واقعہ ذکر کیا اچانک دیکھا کہ انھیں اس سے رنج نہ پہنچا جو مجھے پہنچا تھا اُنھوں نے کہا اے میری پیاری بیٹی اتنا فکر نہ کرو! خدا کی قسم! بہت کم ہے کہ کوئی خوبصورت عورت کسی مرد کے پاس ہو وہ اس سے محبّت کرتا ہو اس کی سوکنیں بھی ہوں مگر وہ اس سے حسد کرتی ہیں اور اس میں باتیں کی جاتی ہیں۔ جب اسے اتنا رنج نہ پہنچا جو مجھے پہنچا تھا تو میں نے کہا میرے والد کو اس کا علم ہے کہا جی ہاں! (وہ بھی جانتے ہیں) میں نے کہا جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم بھی جانتے ہیں؟ کہا ہاں آپ بھی جانتے ہیں مجھے آنسو آگئے اور میں بُلند آواز سے رونے لگی تو ابوبکر صدیق نے میری آواز سُن لی جبکہ وہ بالاخانہ میں قرآن پڑھ رہے تھے۔ وہ نیچے تشریف لائے اور میری ماں سے کہا اس کا حال کیسا ہے؟ انھوں نے کہا اس کو وہ خبر پہنچی ہے جو ذکر کیا جاتا ہے۔ ابوبکر کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے اُنھوں نے کہا اے بیٹی میں تجھے قسم دیتا ہوں کہ اپنے گھر چلی جاؤ۔ میں اپنے گھر آگئی جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم میرے گھر تشریف لائے اور میری خادمہ سے میرا حال پُوچھا (بریرہ سے) اُس نے کہا خُدا کی قسم میں نے اس میں کوئی عیب نہیں دیکھا سوائے اس کے کہ وہ سوئی رہتی ہے حتیٰ کہ بکری آتی ہے اور آٹا کھا جاتی ہے۔ جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے بعض صحابہ نے بریرہ کو زجر کرتے ہُوئے کہا رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم سے سچ کہو۔ حتیٰ کہ بریرہ کو بہتان کی بات کی تصریح کی (ایسا کہو اور ایسے وہ کہا جو نہ چاہیے تھا) بریرہ نے کہا "سُبحان اللہ"، میں نے اس میں کوئی عیب نہیں دیکھا

لِبَعْضِ حَاجَتِی وَمَعِی اُمُّ مِسْطَحٍ فَعَثَرَتْ وَقَالَتْ تَعِسَ مِسْطَحٌ فَقُلْتُ اَیْ اُمِّ تَسُبِّیْنَ اِبْنَکِ وَسَکَتَتْ ثُمَّ عَثَرَتِ الثَّانِیَۃَ فَقَالَتْ تَعِسَ مِسْطَحٌ فَقُلْتُ لَھَا

مگر جو زرگر سرخ سونے کے متعلق پہچانتا ہے۔ یہ واقعہ اس شخص کو بھی پہنچا جس کے متعلق بہتان لگایا گیا تھا۔ اُس نے کہا (صفوان بن معطل) سبحان اللہ! اللہ کی قسم! میں نے کسی عورت کا گھونگھٹ کبھی نہیں کھولا۔ ام المومنین نے فرمایا وہ اللہ کی راہ میں شہید ہُوا۔ ام المومنین نے فرمایا صبح کو میرے ماں باپ میرے پاس آئے اور میرے پاس بیٹھے رہے حتی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے، جبکہ آپ نے عصر کی نماز ادا کی اور میرے پاس تشریف لائے حالانکہ میرے ماں باپ نے مجھے دائیں بائیں پکڑا ہوا تھا۔ آپ نے اللہ کی حمد و ثنا کی پھر فرمایا اَمَّا بَعْدُ! اے عائشہ اگر تونے گناہ کیا ہے یا ظلم کیا ہے تو اللہ کے حضور توبہ کر لو۔ کیونکہ اللہ توبہ قبول کرتا ہے"

ام المومنین نے کہا کہ انصار کی ایک عورت آئی اور وہ دروازہ پر بیٹھی ہوئی تھی میں نے آپ سے عرض کیا آپ اس عورت سے کچھ خیال نہیں کرتے کہ وہ بات کرتے ہیں جس کو ذکر کرنا مناسب نہیں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وعظ فرمایا جو بھی آپ نے فرمایا۔ تو میں نے والد کی طرف دیکھا اور کہا آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب دیں۔ اُنھوں نے کہا میں کیا کہوں؟

پھر میں اپنی والدہ کی طرف متوجہ ہوئی اور کہا آپ ہی جواب دیں اُنھوں نے بھی یہی کہا کہ میں کیا جواب دوں۔ جب دونوں نے جواب نہ دیا تو میں نے تشہد پڑھا اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی جس کے وہ لائق ہے پھر میں نے کہا۔ اَمَّا بَعْدُ! اللہ کی قسم اگر میں تمہیں کہوں کہ میں نے کچھ نہیں کیا اور اللہ گواہ ہے کہ میں سچ کہتی ہوں تمہارے پاس یہ کہنا مجھے کچھ فائدہ نہ دے گا اور اگر میں یہ کہوں کہ میں نے کیا ہے اور اللہ جانتا ہے کہ میں نے کچھ نہیں کیا تو تم کہو گے؟ اُس نے گناہ کا اقرار کر لیا ہے۔ اللہ کی قسم! میں اپنی اور تمہاری مثال نہیں پاتی اور میں نے یعقوب علیہ السلام کا نام تلاش کیا اور اس پر قادر نہ ہو سکی مگر ابو یوسف پر" (غم کے باعث حضرت یعقوب علیہ السلام کا نام یاد نہ رہا) جبکہ اُنھوں نے فرمایا تو میرے لئے صبر اچھا کام ہے اور تمہاری باتوں پر اللہ ہی سے مدد چاہتا ہوں"، اسی وقت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی تو ہم سب خاموش ہو گئے پھر آپ سے بارِ وحی اُٹھا تو میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ جہاں آراء پر خوشی کے آثار پائے جبکہ آپ چہرۂ انور سے پسینہ پونچھ رہے تھے فرمایا اے عائشہ! تمہیں خوشخبری ہو۔ اللہ تعالیٰ نے تمہاری برأت نازل فرمادی ہے۔

ام المؤمنین نے فرمایا میں پہلے سے زیادہ غصے سے بھر گئی۔ میرے والدین نے کہا اے عائشہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اُٹھ کر جاؤ! میں نے کہا بخدا میں آپ کی طرف اُٹھ کر نہ جاؤں گی نہ میں تمہارا شکریہ کروں گی؛ لیکن میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کروں گی جس نے مجھے تہمت سے بری کیا تم نے تہمت سُنی اور اس کا انکار

تُسُبِّیْنَ ابْنَكِ ثُمَّ عَثَرَتِ الثَّالِثَةَ فَقَالَتْ تَعِسَ مِسْطَحٌ فَانْتَهَرْتُهَا فَقَالَتْ
وَاللّٰهِ مَا اَسُبُّهُ اِلَّا فِيْكِ فَقُلْتُ فِيْ اَيِّ شَانِيْ قَالَتْ فَبَقَرَتْ لِيَ الْحَدِيْثَ
فَقُلْتُ وَقَدْ كَانَ هٰذَا قَالَتْ نَعَمْ وَاللّٰهِ فَرَجَعْتُ اِلٰى بَيْتِيْ كَاَنَّ الَّذِيْ
خَرَجْتُ لَهٗ لَا اَجِدُ مِنْهُ قَلِيْلًا وَلَا كَثِيْرًا وَوُعِكْتُ فَقُلْتُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْسِلْنِيْ اِلٰى بَيْتِ اَبِيْ فَاَرْسَلَ مَعِيَ الْغُلَامَ فَدَخَلْتُ
الدَّارَ فَوَجَدْتُ اُمَّ رُوْمَانَ فِي السُّفْلِ وَاَبَا بَكْرٍ فَوْقَ الْبَيْتِ يَقْرَءُ فَقَالَتْ
اُمِّيْ مَا جَاءَ بِكِ يَا بُنَيَّةُ فَاَخْبَرْتُهَا وَذَكَرْتُ لَهَا الْحَدِيْثَ وَاِذَا هُوَ لَمْ يَبْلُغْ
مِنْهَا مِثْلَ مَا بَلَغَ مِنِّيْ فَقَالَتْ يَا بُنَيَّةُ خَفِّضِيْ عَلَيْكِ الشَّانَ فَاِنَّهٗ وَاللّٰهِ
لَقَلَّ مَا كَانَتِ امْرَاَةٌ حَسْنَاءُ عِنْدَ رَجُلٍ يُحِبُّهَا لَهَا ضَرَائِرُ اِلَّا حَسَدْنَهَا
وَقِيْلَ فِيْهَا وَاِذَا هُوَ لَمْ يَبْلُغْ مِنْهَا مِثْلَ مَا بَلَغَ مِنِّيْ قُلْتُ وَقَدْ عَلِمَ بِهٖ
اَبِيْ قَالَتْ نَعَمْ قُلْتُ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ نَعَمْ وَ
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاسْتَعْبَرْتُ وَبَكَيْتُ فَسَمِعَ اَبُوْبَكْرٍ
صَوْتِيْ وَهُوَ فَوْقَ الْبَيْتِ يَقْرَاُ فَنَزَلَ فَقَالَ لِاُمِّيْ مَا شَانُهَا قَالَتْ بَلَغَهَا
الَّذِيْ ذُكِرَ مِنْ شَانِهَا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ قَالَ اَقْسَمْتُ عَلَيْكِ اَيْ

نہ کہا اور نہ ہی اس کی تردید کی (یعنی یہ نہ کہا کہ یہ خلافِ واقع ہے) ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی تھیں۔ بہرحال زینب بنت جحش کو اللہ تعالیٰ نے اس کی دینداری کے سبب بچایا۔ اُس نے میرے متعلق سوا بھلائی کے کچھ نہ کہا اور اس کی بہن حمنہ بنت جحش اُن لوگوں میں ہلاک ہوئی جو تہمت لگا کر ہلاک ہوئے تھے جو اس میں باتیں کرتے تھے وہ مِسطح اور حسان بن ثابت تھے اور یہ منافق عبداللہ بن ابی ناپاک ہے جو لوگوں

بُنَيَّةُ اِلَّا رَجَعْتِ اِلٰى بَيْتِكِ فَرَجَعْتُ وَلَقَدْ جَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْتِيْ فَسَأَلَ عَنِّيْ خَادِمَتِيْ فَقَالَتْ لَا وَاللّٰهِ مَا عَلِمْتُ عَلَيْهَا
عَيْبًا اِلَّا اِنَّهَا كَانَتْ تَرْقُدُ حَتّٰى تَدْخُلَ الشَّاةُ فَتَاْكُلَ خَمِيْرَهَا اَوْ
عَجِيْنَهَا وَانْتَهَرَهَا بَعْضُ اَصْحَابِهٖ فَقَالَ اَصْدُقِيْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى اَسْقَطُوْا لَهَا بِهٖ فَقَالَتْ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَاللّٰهِ مَا عَلِمْتُ عَلَيْهَا
اِلَّا مَا يَعْلَمُ الصَّائِغُ عَلٰى تِبْرِ الذَّهَبِ الْاَحْمَرِ وَبَلَغَ الْاَمْرُ اِلٰى ذٰلِكَ
الرَّجُلِ الَّذِيْ قِيْلَ لَهٗ فَقَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَاللّٰهِ مَا كَشَفْتُ كَنَفَ اُنْثٰى
قَطُّ قَالَتْ عَائِشَةُ فَقُتِلَ شَهِيْدًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قَالَتْ وَاَصْبَحَ اَبَوَايَ
عِنْدِيْ فَلَمْ يَزَالَا حَتّٰى دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَقَدْ صَلَّى الْعَصْرَ ثُمَّ دَخَلَ وَقَدِ اكْتَنَفَنِيْ اَبَوَايَ عَنْ يَمِيْنِيْ وَشِمَالِيْ
فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ يَا عَائِشَةُ اِنْ كُنْتِ قَارَفْتِ
سُوْٓءًا اَوْ ظَلَمْتِ فَتُوْبِيْ اِلَى اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ
قَالَتْ وَقَدْ جَاءَتِ امْرَاَةٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَهِيَ جَالِسَةٌ بِالْبَابِ فَقُلْتُ
اَلَا تَسْتَحِيْ مِنْ هٰذِهِ الْمَرْاَةِ اَنْ تَذْكُرَ شَيْئًا فَوَعَظَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَالْتَفَتُّ اِلٰى اَبِيْ فَقُلْتُ اَجِبْهُ قَالَ فَمَاذَا اَقُوْلُ فَالْتَفَتُّ اِلٰى اُمِّيْ

سے افتراء کی باتیں جمع کرتا اور ان کو زیادہ کرکے بیان کرتا۔ یہ وہی شخص ہے جس نے ان میں سے سب سے
بڑا حصہ لیا تھا اور حمنہ بنت جحش ہیں (ان کے بارے میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی) ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے
فرمایا ابوبکر صدیق نے قسم کھائی کہ وہ کبھی مسطح کو خرچہ نہ دیں گے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی تم

فَقُلْتُ اَجِيْبِيْهِ فَقَالَتْ اَقُوْلُ مَاذَا فَلَمَّا لَمْ يُجِيْبَاهُ تَشَهَّدْتُ فَحَمِدْتُ اللّٰهَ
وَاَثْنَيْتُ عَلَيْهِ بِمَا هُوَ اَهْلُهٗ ثُمَّ قُلْتُ اَمَّا بَعْدُ فَوَاللّٰهِ لَئِنْ قُلْتُ لَكُمْ اِنِّيْ لَمْ
اَفْعَلْ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنِّيْ لَصَادِقَةٌ مَا ذَاكَ بِنَافِعِيْ عِنْدَكُمْ لَقَدْ تَكَلَّمْتُمْ بِهٖ
وَاُشْرِبَتْهُ قُلُوْبُكُمْ وَاِنْ قُلْتُ اِنِّيْ فَعَلْتُ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اَنِّيْ لَمْ اَفْعَلْ لَتَقُوْلُنَّ
قَدْ بَاءَتْ اِعْتَرَفَتْ بِهٖ عَلٰى نَفْسِهَا وَاِنِّيْ وَاللّٰهِ مَا اَجِدُ لِيْ وَلَكُمْ مَثَلًا وَالْتَمَسْتُ
اِسْمَ يَعْقُوْبَ فَلَمْ اَقْدِرْ عَلَيْهِ اِلَّا اَبَا يُوْسُفَ حِيْنَ قَالَ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ وَاللّٰهُ
الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ وَاُنْزِلَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ
سَاعَتِهٖ فَسَكَتْنَا فَرُفِعَ عَنْهُ وَاِنِّيْ لَاَتَبَيَّنُ السُّرُوْرَ فِيْ وَجْهِهٖ وَهُوَ يَمْسَحُ جَبِيْنَهٗ
وَيَقُوْلُ اَبْشِرِيْ يَا عَائِشَةُ فَقَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ بَرَاءَتَكِ قَالَتْ وَكُنْتُ اَشَدَّ مَا
كُنْتُ غَضَبًا فَقَالَ لِيْ اَبَوَايَ قُوْمِيْ اِلَيْهِ فَقُلْتُ لَا وَاللّٰهِ لَا اَقُوْمُ اِلَيْهِ وَلَا اَحْمَدُهٗ
وَلَا اَحْمَدُكُمَا وَلٰكِنْ اَحْمَدُ اللّٰهَ الَّذِيْ اَنْزَلَ بَرَاءَتِيْ لَقَدْ سَمِعْتُمُوْهُ فَمَا اَنْكَرْتُمُوْهُ
وَلَا غَيَّرْتُمُوْهُ وَكَانَتْ عَائِشَةُ تَقُوْلُ اَمَّا زَيْنَبُ ابْنَةُ جَحْشٍ فَعَصَمَهَا اللّٰهُ
بِدِيْنِهَا فَلَمْ تَقُلْ اِلَّا خَيْرًا وَاَمَّا اُخْتُهَا حَمْنَةُ فَهَلَكَتْ فِيْمَنْ هَلَكَ وَكَانَ
الَّذِيْ يَتَكَلَّمُ فِيْهِ مِسْطَحٌ وَحَسَّانُ بْنُ ثَابِتٍ وَالْمُنَافِقُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اُبَيٍّ
وَهُوَ الَّذِيْ كَانَ يَسْتَوْشِيْهِ وَيَجْمَعُهٗ وَهُوَ الَّذِيْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ

میں سے مال دار اور وسعت والے لوگ قسم نہ کھائیں الایۃ یعنی اولوالفضل سے مراد ابوبکر صدیق ہیں کہ اہلِ قرابت اور مسکینوں پر خرچ نہ کریں گے یعنی اولی القربیٰ سے مراد مسطح ہیں (آخر میں ہے) کیا تم اس سے محبت نہیں کرتے ہو کہ اللہ تمہیں بخشے خدا بخشنے والا رحمت کرنے والا ہے۔ حتیٰ کہ ابوبکر صدیق نے کہا کیوں نہیں

هُوَ وَحَنَّةٌ قَالَ فَحَلَفَ اَبُوْبَكْرٍ اَنْ لَّا يَنْفَعَ مِسْطَحًا بِنَافِعَةٍ اَبَدًا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا يَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ اِلٰى اٰخِرِ الْاٰيَةِ يَعْنِيْ اَبَا بَكْرٍ وَالسَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْا اُولِي الْقُرْبٰى وَالْمَسَاكِيْنَ يَعْنِيْ مِسْطَحَ اِلٰى قَوْلِهٖ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ حَتّٰى قَالَ اَبُوْبَكْرٍ بَلٰى وَاللّٰهِ يَا رَبَّنَا اِنَّا لَنُحِبُّ اَنْ تَغْفِرَ لَنَا وَعَادَ لَهٗ بِمَا كَانَ يَصْنَعُ

خدا کی قسم ہم محبت کرتے ہیں کہ اللہ ہمیں بخشے اور جو خرچہ مسطح پر کرتے تھے پھر جاری کر دیا۔

شرح الحدیث

: افک میں جھوٹ اور افتراء سے زیادہ مبالغہ ہوتا ہے۔ بعض نے کہا افک بہتان ہے۔ وہ ایسی شئی ہے جو کسی کی طرف منسوب کی جاتی ہے۔ حالانکہ اس کو شعور تک نہیں ہوتا۔ دراصل افک کے معنی قلب ہیں، کیونکہ یہ قول مافوک ہوتا ہے یعنی اپنے طریقہ سے پھیرا جاتا ہے تمام مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے کہ اس سے مراد بہتان ہے جو ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا پر لگایا گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس جھوٹ کو اِفک اس لئے کہا کہ ام المؤمنین کا حال اس کے خلاف تھا، کیونکہ آپ کا سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی ہونا اس سے مانع ہے کیونکہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کافروں کی طرف مبعوث ہوتے ہیں تاکہ ان کو ایمان کی دعوت دیں لہٰذا اُن کے لئے ضروری ہے کہ اُن میں ایسی چیزیں نہ پائی جائیں جو لوگوں کے لئے نفرت کا سبب ہوں اور انسان کی بیوی کا فاحشہ ہونا نفرت کا بہت بڑا سبب ہے۔ اسی لئے نبی کی بیوی فاحشہ نہیں ہوتی کافرہ ہوسکتی ہے جیسے نوح اور لوط علیہما السلام کی بیویاں کافرہ تھیں کیونکہ کفر نفرت کا سبب نہیں۔

سیّد عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کو نزولِ وحی سے پہلے بہتان کا علم تھا؟

اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہتان کا علم ہوتا تو آپ کا دل تنگ نہ ہوتا اور نہ ہی ام المؤمنین سے واقعہ کی کیفیت دریافت فرماتے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ بہت دفعہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا دل کافروں کی جھوٹی باتوں سے تنگ ہوتا تھا، حالانکہ آپ اُن کی جھوٹی باتوں کو خوب جانتے تھے، چنانچہ اللہ تعالیٰ

فرماتا ہے ”ہم جانتے ہیں کہ لوگوں کی باتوں سے آپ کا سینہ تنگ ہوتا ہے“ اس واقعہ سے قبل ام المؤمنین رضی اللہ عنہ کا حال معروف تھا کہ آپ مقدمات فجور سے محفوظ اور بہت دُور ہیں ایسے شخص پر حسن ظن ہی ہونا چاہیے نیز بہتان لگانے والے منافقین اور اُن کے پیروکار تھے اور یہ واضح بات ہے کہ بہتان ساز دشمن کا کلام ہذیان اور بکواس ہوتا ہے۔ اِن قرآئن سے معلوم ہوتا ہے کہ نزولِ وحی سے پہلے بہتان کا فساد ظاہر تھا (کبیر)

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”میں اُن لوگوں کو جانتا ہوں جن کے سینوں پر کوڑے مارے جاتے ہیں جس کو دوزخی سنتے ہیں اور وہ لوگ وہ ہیں جو مسلمانوں کے عیب تلاش کرتے ہیں اور ان کی ہتک ستر کرتے ہیں اور اُن میں بُری باتوں کی اشاعت کرتے ہیں جو اُن میں پائی نہیں جاتی ہیں“ (کبیر)

اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نزولِ وحی سے قبل ام المؤمنین کی برأت کا علم تھا“ نیز بخاری میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جبرائیل علیہ السلام کو فرمایا کہ عائشہ کی تصویر جنت کے ریشمی لباس میں لپیٹ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کریں کہ یہ آپ کی بیوی ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ نزولِ وحی سے قبل آپ کو ام المؤمنین کی براءت کا علم تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے پاک عورتیں پاک مَردوں کے لئے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے ام المؤمنین کو آپ کی بیوی قرار دیا تو معلوم ہُوا کہ اُمّ المؤمنین فحش سے پاک تھیں جیسے سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم پاک تھے“ اور اس کا آپ کو علم تھا اور سینہ کا تنگ ہونا لوگوں کی ناجائز باتوں سے تھا۔ (حدیث ۲۴۱۵ کی شرح دیکھیں)

قولہ حَتّٰی اَسْقَطُوْا لَهَا“ یعنی حتیٰ کہ بریرہ کے لئے بہتان لگانے والوں کا کلام ظاہر کیا یعنی بریرہ سے کہا کہ کہو ایسا ہی واقعہ ہے“ بعض کہتے ہیں ”اَسْقَطُوْا لَهَا“ کے معنی یہ ہیں کہ انہوں نے ناخوش بات کہی کہا جاتا ہے فُلَانٌ اَسْقَطَ فِیْ کَلَامِهٖ“ جبکہ وہ گری ہُوئی بات کرے۔ یعنی نامناسب کلام کرے“

قولہا فَقُتِلَ شَهِیْدًا“ یعنی ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا، جس شخص کے ساتھ بہتان لگایا تھا وہ صفوان بن معطل ذکوانی تھے وہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں انیس ۱۹ ہجری کو غزوہ ارمینیہ میں شہید ہُوئے تھے“ بعض نے کہا وہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ امارت میں چون ۵۴ ہجری کو روم میں فوت ہُوئے تھے“ سبوطی“ یعنی وہ بہت بڑی شرافت کو پہنچے تھے“

قولہا کُنْتُ اَشَدَّ مَا کُنْتُ غَضَبًا“ یعنی ام المؤمنین نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے میری براءت نازل فرمائی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اچھی خبر سُنائی تو میں اس قدر غضبناک ہُوئی کہ اس سے پہلے میرا یہ حال نہ تھا“ علامہ کرمانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: یہ کلام اَخْطَبُ مَا یَکُوْنُ الْاَمِیْرُ قَائِمًا“ کی طرح ہے۔

علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس تشبیہ کو صحیح نہیں کہا کیونکہ اس ترکیب میں: اَخْطَبُ“ مبتدا ہے اور قَائِمًا حال خبر کے قائم مقام ہے دراصل کلام یوں تھا“ امیر کا اخطب ہونا اس حال میں حاصل ہے کہ وہ قائم ہے۔ اور اس حدیث شریف میں ”اَشَدَّ“ پہلے کُنْتُ کی خبر ہے اور غَضَبًا“ دُوسرے کُنْتُ

بَابُ قَوْلِهٖ وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ

وَقَالَ اَحْمَدُ بْنُ شَبِيْبٍ حَدَّثَنَا اَبِيْ عَنْ يُوْنُسَ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ يَرْحَمُ اللّٰهُ نِسَاءَ الْمُهَاجِرَاتِ الْاُوَلِ لَمَّا اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ شَقَقْنَ مُرُوْطَهُنَّ فَاخْتَمَرْنَ بِهٖ

کی خبر ہے۔ عبارت کا معنیٰ یہ ہے۔ جب نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے میری براءت کی خبر دی تو میں اس سے پہلے غصّہ سے زیادہ سخت غصّہ سے بھر گئی۔

قولہا لَا اَحْمَدُہٗ ،، علماء نے کہا ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کا یہ کلام حالتِ سکر میں تھا کہ نظر سے واسطہ اُٹھا دیا شیخ نور الحق دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "من گویم بلکہ ازراہِ نازِ معشوقی نیز مے تواند بود ،، شکرَ اللہُ سَعْیَہٗ،،

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد! اور دوپٹے اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں اور اپنا سنگھار ظاہر نہ کریں مگر اپنے شوہر پر یا اپنے باپ یا شوہروں کے باپ یا اپنے بیٹے یا شوہر کے بیٹے یا اپنے بھائی یا اپنے بھتیجے یا اپنے بھانجے یا اپنے دین کی عورتیں یا اپنی کنیزیں جو اپنے ہاتھ کی ملک ہوں یا نوکر بشرطیکہ شہوت والے مرد نہ ہوں یا وہ بچے جنہیں عورتوں کی شرم کی چیزوں کی خبر نہیں "

شرح الباب : یہ عورتوں کو حکم ہے۔ عرب کی عورتوں کی عادت تھی کہ اپنے کرتوں کے گریبانوں کو کشادہ کرتی تھیں۔ اس طرح ان کا گلہ، سینہ اور اردگرد برہنہ نظر آتا تھا اور دوپٹے پس پشت لٹکاتی تھیں اور آگے والا حصّہ سینہ وغیرہ سب کھلا ہوتا تھا اس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اس کے بعد وہ دوپٹے اپنے سروں پہ رکھتی تھیں اور اس کا دایاں کنارہ بائیں کندھے پر کرتی تھیں۔

قَالَ اَحْمَدُ بْنُ شَبِيْبٍ آہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اللہ تعالیٰ پہلی مہاجر عورتوں پر رحم

۴۴۴۲ _ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ نَافِعٍ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ أَنَّ عَائِشَةَ كَانَتْ تَقُولُ لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوبِهِنَّ أَخَذْنَ أُزُرَهُنَّ فَشَقَقْنَهَا مِنْ قِبَلِ الْحَوَاشِي فَاخْتَمَرْنَ بِهَا

کرے ۔ جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیتِ کریمہ نازل فرمائی : وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوبِهِنَّ الآیۃ اُنھوں نے اپنی چادروں کو پارہ پارہ کیا اور اُن کے ساتھ اپنے سینوں کو ڈھانپا ،،

شرح : امام بخاریؒ اس حدیث کو معلق ذکر کیا احمد بن شبیب امام کے اساتذہ میں سے ہیں اور دوسروں سے اور طریقوں سے موصول ذکر کیا۔ نِسَاءُ الْمُهَاجِرَاتِ کی ترکیب موصوف کی اضافت صفت کی طرف ہے یعنی اَلنِّسَاءُ الْمُهَاجِرَاتُ ،، اور وہ شَجَرُ الْأَرَاكِ ،، کی مثل یعنی شَجَرٌ هُوَ الْأَرَاكُ ،، قولہ اَلْأُوَلِ ،، اُولیٰ کی جمع ہے۔ یعنی پہلی مہاجر عورتیں۔

قولہ مُرُوطِهِنَّ ،، مُرُوط مِرْطٌ کی جمع ہے اس کے معنی چادر ہیں۔

قولہ فَاخْتَمَرْنَ بِهَا ،، یعنی اُنھوں نے اپنے چہروں کو چادروں سے ڈھانپا جن کو پارہ پارہ کیا تھا۔

۴۴۴۲ — ترجمہ : صفیہ بنتِ شیبہ سے روایت ہے کہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ جب یہ آیت کریمہ وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ ،، نازل ہوئی تو عورتوں نے اپنی چادروں کو اطراف سے پارہ پارہ کیا اور اُن سے اپنے چہرے اور سینے ڈھانپے

۴۴۴۲ — شرح : یعنی یہ آیت کریمہ سُنتے ہی اُنھوں نے یہ کام کیا۔ اگر یہ سوال پوچھا جائے مائی صاحبہ کی حدیث کا مدلول یہ ہے کہ جن عورتوں نے چادروں کو پارہ پارہ کیا تھا وہ پہلی مہاجر عورتیں ہیں اور مائی صاحبہ ہی کی حدیث میں ہے کہ وہ انصار عورتیں تھیں جیسا کہ ابن ابی حاتم کی روایت میں ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ دونوں حدیثوں میں صورتِ اتفاق یہ ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو انصار عورتوں نے فوراً چادریں پارہ پارہ کر کے ان سے اپنے سینے ڈھانپے مہاجر عورتوں نے اس کے کچھ دیر بعد یہ کیا تھا۔

سُوْرَۃُ الْفُرْقَانِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ هَبَاءً مَّنْثُوْرًا مَا تَسْفِیْ بِهِ الرِّیْحُ مَدَّ الظِّلَّ مَا بَیْنَ طُلُوْعِ الْفَجْرِ اِلٰی طُلُوْعِ الشَّمْسِ سَاکِنًا دَائِمًا عَلَیْهِ دَلِیْلًا وَطُلُوْعُ الشَّمْسِ خِلْفَةً مَنْ فَاتَهٗ فِی اللَّیْلِ عَمَلٌ اَدْرَکَهٗ بِالنَّهَارِ اَوْ فَاتَهٗ بِالنَّهَارِ اَدْرَکَهٗ بِاللَّیْلِ

سُوْرہٴ فرقان

فرقان دراصل مصدر ہے اور دو شیئوں کے درمیان فرق ہے جبکہ ان کو جُدا جُدا کر دیا جائے قرآن کریم کو فرقان اس لئے کہا کہ یہ حق و باطل کے درمیان فاصل ہے۔ بعض نے کہا قرآن کریم ایک بار تمام نازل نہیں ہُوا لیکن مفرق و مفصول نازل ہُوا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَی النَّاسِ ،، یہ سورت مکی ہے اس کی دو آئتوں میں اختلاف کیا ہے اور وہ وَالَّذِیْنَ لَا یَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ تا مُهَانًا ،، اور دُوسری آئت کریمہ: اِلَّا مَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ تا کَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ،، سعید بن جبیر نے کہا پہلی آئت مکی ہے اور دوسری مدنی ہے۔ اس کی ۷۷ ۱ آیات ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قولہ هَبَاءً مَّنْثُوْرًا ،، اس سے اس آئت کریمہ ,, وَقَدِمْنَا اِلٰی مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَاءً مَّنْثُوْرًا کی طرف اشارہ کیا اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کی تفسیر میں کہا یہ وہ غبار کے ذرّات ہیں جن کو ہوا اُڑاتی ہے مجاہد، عکرمہ اور حسن بصری نے کہا جو آفتاب کی روشنی میں دیوار کے سوراخ سے باریک ذرات نظر آتے ہیں ان کو ہاتھ مس نہیں کر سکتا اور وہ سایہ میں نظر نہیں آتے ان کو هباء منثور کہتے ہیں۔ ابن زید نے کہا وہ غبار ہے جبکہ مقاتل نے کہا جو جانوروں کے پاؤں سے اُڑے وہ هباء منثور ہے۔ یہ هباءۃ کی جمع ہے اور منثور بمعنی باطل ہے جس کا کچھ ثواب نہ ہو، کیونکہ کافروں کے عمل اللہ کے لئے نہیں ہوتے۔

آئت کریمہ کے معنیٰ یہ ہیں اور جو کچھ اُنھوں نے کام کئے تھے۔ ہم نے قصد فرما کر انہیں باریک غبار کے بکھرے

وَقَالَ الْحَسَنُ هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا فِي طَاعَةِ اللهِ وَمَا شَيْءٌ أَقَرَّ لِعَيْنِ الْمُؤْمِنِ أَنْ يَرَى حَبِيبَهُ فِي طَاعَةِ اللهِ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ثُبُورًا وَيْلًا وَقَالَ غَيْرُهُ السَّعِيرُ مُذَكَّرٌ وَالتَّسَعُّرُ وَالْاِضْطِرَامُ التَّوَقُّدُ الشَّدِيدُ تُمْلَى

ہوئے ذرّے کر دیا جو روزن (روشندان) کی دھوپ میں نظر آتے ہیں۔

قولہ مَدَّ الظِّلَّ ،، اس سے اس آیت کریمہ : اَلَمْ تَرَ اِلٰی رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ ،، کی طرف اشارہ کیا اور اس کی تفسیر یہ کی کہ مدّ الظّل ،، سے مراد ،، وہ سایہ ہے جو طلوعِ فجر کے درمیان طلوعِ شمس تک ہے۔ یہ بہترین حال ہے کیونکہ اندھیرا اور ظلمت سے طبع نفرت کرتی ہے اور یہ نظر کو خراب کرتی ہے اور آفتاب کی شعاعیں گرم ہیں وہ ہوا کو گرم کر کے نظر کو نقصان پہنچاتی ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے بہشت کی وصف میں ظلِ ممدود ذکر فرمایا ہے

قولہ ساکنًا ،، اس سے اس آیت کریمہ : وَلَوْ شَاءَ لَجَعَلَهُ سَاكِنًا ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَيْهِ دَلِيْلًا کی طرف اشارہ کیا اور ساکن کی دائم سے تفسیر کی یعنی زائل نہ ہونے والا ،، بعض نے اس کی تفسیر یہ کی جو سایہ اصل دیوار سے ملا ہُوا ہو اور بکھرا ہُوا نہ ہو اور دلیل کی تفسیر طلوعِ شمس سے کی یعنی طلوعِ شمس سایہ کے ظاہر ہونے کی دلیل ہے۔ یعنی اگر آفتاب نہ ہوتا تو سایہ معلوم نہ ہوتا اگر نور نہ ہوتا تو ظلمت کا پتہ نہ چلتا۔

قولہ خِلْفَةً ،، اس سے اس آیت کریمہ : وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً ،، کی طرف اشارہ کیا اور اس کی تفسیر "مَنْ فَاتَهٗ ،، سے کی ،، اور وہی ہے جس نے رات اور دن کی بدلی رکھی یعنی اُن میں سے ایک کے بعد دوسرا آتا ہے اور اس کا قائم مقام ہوتا ہے کہ جس کا عمل رات یا دن میں سے کسی ایک میں قضا ہو جائے تو دوسرے میں ادا کرے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ایسا ہی فرمایا ہے اور رات اور دن کا ایک دوسرے کے بعد آنا اور قائم مقام ہونا اللہ تعالیٰ کی قدرت اور حکمت کی دلیل ہے۔ مجاہد سے منقول ہے کہ رات اور دن میں سے ہر ایک دوسرے کے مخالف کیا۔ یعنی رات کو سیاہ اور دن کو روشن کیا۔ ابن زید نے کہا ہر ایک کو ایک دوسرے کا متعاقب کیا یعنی کہ ایک کے چلے جانے سے دوسرا آتا ہے۔

قولہ هَبْ لَنَا ،، اس سے اس آیت کریمہ : وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ،، کی طرف اشارہ کیا اور حسن بصری نے اس کی یہ تفسیر کی جو لوگ یہ کہتے ہیں اے ہمارے پروردگار ہماری بیویوں اور ہماری اولاد سے آنکھ کی ٹھنڈک اور دل کی راحت دے اور ہمیں پرہیزگاروں کا پیشوا بنا۔ آنکھ کی ٹھنڈک اللہ کی طاعت میں ہے۔

قولہ مَا مِنْ شَیْءٍ اَقَرَّ ،، یعنی کوئی چیز مومن کی آنکھ کے لئے اس سے زیادہ خنک نہیں کہ وہ اپنے دوست کو

عَلَيۡهِ تُقۡرَأُ عَلَيۡهِ مِنۡ اَمۡلَيۡتُ وَاَمۡلَلۡتُ اَلرَّسُّ اَلۡمَعۡدِنُ وَجَمۡعُهٗ رِسَاسٌ مَا يَعۡبَأُ يُقَالُ مَا عَبَأۡتُ بِهٖ شَيۡئًا لَا يُعۡتَدُّ بِهٖ غَرَامًا هَلَاكًا وَقَالَ مُجَاهِدٌ وَعَتَوۡا طَغَوۡا وَقَالَ ابۡنُ عُيَيۡنَةَ عَاتِيَةٌ عَتَتۡ عَلَى الۡخُزَّانِ

اللہ کی طاعت میں دیکھے۔ مومن کی آنکھ سردی سے راحت لیتی ہے اور گرمی سے اس کو اذیت پہنچتی ہے۔ قرۃ بمعنی قرار بھی آیا ہے یعنی مومن کی آنکھ خوشی کی حالت میں قرار لیتی ہے اور غم و اندوہ میں پریشان ہوتی ہے۔ قولہ ثُبُوۡرًا ،، اس سے اس آئت کریمہ: وَدَعَوۡا هُنَالِكَ ثُبُوۡرًا ،، کی طرف اشارہ کیا اور ویل بمعنی ہلاک سے اس کی تفسیر کی ،،

قولہ اَلسَّعِيۡرُ ،، اس سے اس آئت کریمہ: " وَاَعۡتَدۡنَا لِمَنۡ كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ سَعِيۡرًا ،، کی طرف اشارہ کیا۔ ابن عباس کے غیر ابو عُبیدہ نے کہا ،، اَلسَّعِيۡرُ بمعنی دوزخ مذکر ہے۔ مشہور یہ ہے کہ مؤنث ہے قرآن کریم میں ہے: اِذَا رَاَتۡهُمۡ مِّنۡ مَّكَانٍۢ بَعِيۡدٍ سَمِعُوۡا لَهَا تَغَيُّظًا وَّزَفِيۡرًا ،، اس آئت کریمہ میں احتمال ہے کہ "لھا" میں ضمیر کا مرجع زبانیہ ہو جیسا کہ زمخشری کے کلام سے ظاہر ہے۔ ہوسکتا ہے السعیر کو مذکر کہنا لفظ کے اعتبار سے ہو۔ اَلتَّسَعُّرُ اور اَلۡاِضۡطِرَامُ کے معنی ہیں آگ کا سخت بھڑکنا ،، تُمۡلٰى عَلَيۡهِ بمعنی تُقۡرَأُ ہے یہ اَمۡلَيۡتُ اور اَمۡلَلۡتُ سے ماخوذ ہے۔ اس کے معنیٰ ہیں غیر پر پڑھنا۔

قولہ اَلرَّسُّ ،، اس آئت کریمہ: وَاَصۡحٰبَ الرَّسِّ ،، میں رسّ بمعنیٰ معدن ہے۔ بعض کہتے ہیں یہ انطاکیہ میں کنواں ہے جس میں حبیب نجار کو قتل کیا تھا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا یہ آذربیجان میں کنواں ہے۔ قولہ مَا يَعۡبَأُ ،، اس سے اِس آئت کریمہ: قُلۡ مَا يَعۡبَؤُا بِكُمۡ رَبِّيۡ لَوۡلَا دُعَآؤُكُمۡ ،، کی طرف اشارہ کیا اور اس کی تفسیر میں کہا۔ محاورہ ہے مَا عَبَأۡتُ بِهٖ شَيۡئًا ،، میں نے اس کا کچھ اعتبار نہ کیا یعنی اس کا کوئی شئی شمار نہ کیا کہ اس کا وجود و عدم دونوں برابر ہیں۔

قولہ غَرَامًا ،، اس سے اس آئت کریمہ: اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ،، کی طرف اشارہ کیا اور غرام کی ہلاک سے تفسیر کی۔

قولہ عَتَوۡا ،، اس سے اس آئت کریمہ: لَقَدِ اسۡتَكۡبَرُوۡا فِيۡۤ اَنۡفُسِهِمۡ وَعَتَوۡ عُتُوًّا كَبِيۡرًا کی طرف اشارہ کیا مجاہد نے کہا عَتَوۡا بمعنی طَغَوۡا ہے۔

قولہ عَاتِيَةٍ ،، اس سے اس آئت کریمہ: اَمَّا عَادٌ فَاُهۡلِكُوۡا بِرِيۡحٍ صَرۡصَرٍ عَاتِيَةٍ ،، کی طرف اشارہ کیا۔ عاد کی قوم سخت تیز ہوا سے ہلاک کی گئی جس کی آواز نہ تھی۔ بعض نے کہا صَرۡصَرٍ ،، سخت سرد ہوا

بَابُ قَوْلِهٖ اَلَّذِيْنَ يُحْشَرُوْنَ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ اِلٰى جَهَنَّمَ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّ اَضَلُّ سَبِيْلًا

۴۴۴۳۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَغْدَادِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ اَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ يُحْشَرُ الْكَافِرُ عَلٰى وَجْهِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قَالَ اَلَيْسَ الَّذِيْ اَمْشَاهُ عَلَى الرِّجْلَيْنِ فِي الدُّنْيَا قَادِرًا عَلٰى اَنْ يُّمْشِيَهٗ عَلٰى وَجْهِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قَالَ قَتَادَةُ بَلٰى وَعِزَّةِ رَبِّنَا

ہے جو سخت ٹھنڈی ہونے کے باعث ہلاک کر دیتی ہے۔ عَتَتْ میں ضمیر ریح کی طرف راجع ہے۔
قولہ "خُزّان" بضم الخا بتشدید الزاء خازن کی جمع ہے۔ اس سے مراد ہوا کے خازن ہیں جو اللہ کے حکم کے بغیر ہوا نہیں چھوڑتے۔ ہوا نے ان پر غلبہ کیا اور مقدار معلوم کے بغیر چلی اور قوم عاد کو ہلاک کر دیا۔ یہ آیت سورۃ "الحاقہ" میں مذکور ہے۔ کلمہ عتو کی مناسبت سے یہاں ذکر کی گئی ہے۔

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد! وہ جو جہنم کی طرف ہانکے اپنے منہ کے بل ان کا ٹھکانا سب سے برا اور وہ سب سے گمراہ "

۴۴۴۳ ترجمہ: انس بن مالک نے بیان کیا کہ ایک آدمی نے کہا "یا نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا کافر قیامت کے دن منہ کے بل ہانکے جائیں گے (وہ منہ کے بل کیسے چلیں گے) فرمایا کیا جس نے دونوں پاؤں پر دنیا میں چلایا وہ اس پر قادر نہیں کہ قیامت میں اس کو منہ کے بل چلائے"
قتادہ نے کہا۔ کیوں نہیں پروردگار کے جلال کی عزت کی قسم وہ منہ کے بل چلا سکتا ہے۔

بَابُ قَوْلِهٖ وَالَّذِیْنَ لَا یَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا یَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا یَزْنُوْنَ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ یَلْقَ اَثَامًا اَلْاَثَامُ اَلْعُقُوْبَةُ

۴۴۴۴۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا یَحْیٰی عَنْ سُفْیٰنَ قَالَ حَدَّثَنِیْ مَنْصُوْرٌ وَّسُلَیْمٰنُ عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ عَنْ اَبِیْ مَیْسَرَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ وَحَدَّثَنِیْ وَاصِلٌ عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ سَاَلْتُ اَوْسُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَیُّ الذَّنْبِ عِنْدَ اللّٰهِ اَکْبَرُ قَالَ اَنْ تَجْعَلَ لِلّٰهِ نِدًّا وَّهُوَ

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد! اور وہ جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پوجتے اور اس جان کو جس کی اللہ نے حرمت رکھی، ناحق نہیں مارتے اور جو یہ کام کرے وہ سزا پائے گا بڑھایا جائے گا اس پر عذاب قیامت کے دن اور ہمیشہ اس میں ذلت سے رہے گا مگر جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور اچھا کام کرے تو ایسوں کی برائیوں کو اللہ بھلائیوں سے بدل دے گا اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ "اَلْاَثَام" بمعنی عقوبت ہے بعض نے گناہ کہا ہے۔

شرح الباب: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان آیات کا شانِ نزول یہ بیان کیا ہے کہ مشرکوں نے قتل کئے اور بکثرت قتل کئے اور بکثرت زنا کئے پھر وہ سرورِ کائنات

خلقك قلت ثم اي قال ثم ان تقتل ولدك خشية ان يطعم معك قلت ثم اي قال ثم ان تزاني بحليلة جارك قال ونزلت هذه الاية تصديقا لقول رسول الله صلى الله عليه وسلم والذين لا يدعون مع الله الٰها اخر ولا يقتلون النفس التي حرم الله الا بالحق

رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا جو آپ فرماتے ہیں اور جدھر ہمیں بلاتے ہیں وہ اچھا ہے اگر آپ ہمیں یہ خبر دیں کہ ہم نے جو عمل کئے ہیں ان کا کفارہ ہے؟ تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی کہا جاتا ہے۔ ابن مطعم وحشی غلام کے بارے میں نازل ہوئی۔

۴۴۴۴ — **ترجمہ** : عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا میں نے سوال پوچھا یا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال عرض کیا گیا کہ اللہ کے نزدیک کون گناہ بڑا ہے۔ فرمایا تو اللہ کا شریک بنائے حالانکہ اُس نے تجھے پیدا کیا ہے میں نے عرض کیا پھر کون سا بڑا ہے فرمایا تو اپنی اولاد کو اس خوف سے قتل کرے کہ وہ تیرے ساتھ کھانا کھائے گا میں نے عرض کیا پھر کونسا ؟ فرمایا تو اپنے ہمسایہ کی بیوی سے زنا کرے۔ راوی نے کہا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام شریف کی تصدیق کے لئے یہ آیت کریمہ نازل ہوئی : وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ۔"

۴۴۴۴ — **شرح** : اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ اگر اولاد کو کھانا کھلانے کے ڈر کے بغیر قتل کرے تو جب بھی یہ کبیرہ گناہ ہے اس کو مقید کرنے کا کیا سبب ہے۔

اس کا جواب یہ ہے یہاں مفہوم مخالف کا اعتبار نہیں ان کی عادت کے مطابق قید کو ذکر کیا کیونکہ ان کی عادت تھی کہ وہ اس خوف سے اولاد قتل کرتے تھے۔

اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ آیت کریمہ میں قتل اور زنا مطلق ہیں اور حدیث میں مقید ہیں اس کا جواب یہ ہیں کہ یہ قید کے ساتھ اور زیادہ کبیرہ ہو جاتے ہیں۔ اس کے لئے آیت کریمہ سے استدلال سے کوئی شئ مانع نہیں۔ واللہ ورسولہ اعلم!

۴۴۴۵ ـــ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى قَالَ اَخْبَرَنَا هِشَامُ ابْنُ يُوْسُفَ اَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ اَخْبَرَهُمْ قَالَ اَخْبَرَنِي الْقٰسِمُ بْنُ اَبِيْ بَزَّةَ اَنَّهُ سَاَلَ سَعِيْدَ بْنَ جُبَيْرٍ هَلْ لِمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا مِّنْ تَوْبَةٍ فَقَرَأْتُ عَلَيْهِ وَالَّذِيْنَ لَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ فَقَالَ سَعِيْدٌ قَرَأْتُهَا عَلَى ابْنِ عَبَّاسٍ كَمَا قَرَأْتَهَا عَلَيَّ فَقَالَ هٰذِهٖ مَكِّيَّةٌ اُرَاهُ نَسَخَتْهَا اٰيَةٌ مَدَنِيَّةٌ الَّتِيْ فِيْ سُوْرَةِ النِّسَآءِ

۴۴۴۵ ـــ ترجمہ: قاسم بن ابی بزّہ نے بیان کیا کہ اُنھوں نے سعید بن جبیر سے پُوچھا کیا جو کوئی قصداً قتل کرے اس کی توبہ قبول ہے؟ تو میں نے اس پر یہ آیت کریمہ پڑھی اور وہ جان کو ناحق قتل نہیں کرتے جسے اللہ نے حرام کیا ہے۔ سعید نے کہا میں نے یہ آیت کریمہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس پڑھی جیسے تو نے میرے پاس پڑھی ہے تو اُنہوں نے کہا یہ مکیّہ ہے اس کو مدنی آیت جو سورۂ نساء میں ہے نے منسوخ کر دیا ہے۔

۴۴۴۵ ـــ شرح: یعنی اس آیت کریمہ: مَنْ یَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ جو مومن کو قصداً قتل کرے۔ اس کی سزا دوزخ ہے نے مذکور آیت کو منسوخ کر دیا ہے کیونکہ اس میں "اِلَّا مَنْ تَابَ" مذکور نہیں۔ زید بن ثابت نے روایت کی ہے کہ سورۂ نساء سورۂ فرقان کے چھ ماہ بعد نازل ہوئی ہے۔ اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کیسے کہا کہ مومن کے قاتل کی توبہ نہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "وَتُوْبُوْا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا"، تم سب اللہ کے حضور توبہ کرو اور فرمایا: اللہ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ بطور تغلیظ اور تشدید فرمایا ہے ورنہ ہر گناہ قابلِ توبہ ہے اور یہی دلیل کافی ہے۔ کافر کی توبہ قبول ہے۔

اس مقام پر یہ بات ملحوظ ہونا ضروری ہے کہ قصداً قاتل کی توبہ قبول نہ ہونا صرف ابن عباس رضی اللہ عنہما کا مذہب ہے۔ ورنہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ" اللہ یہ نہ بخشے گا کہ اس کا شریک بنایا جائے اس کے علاوہ جسے چاہے بخشے گا نیز مشتق پر حکم ہو تو اس کا مبداء حکم کی علت ہوا کرتا ہے لہذا مومن کا ایمان قتل کا موجب ہوا اس کی سزا جہنم ہے۔ یعنی اگر مومن کو اس لئے قتل کیا کہ وہ مومن ہے تو قاتل کافر ہو جائے گا۔ اور اگر توبہ کے بغیر اسی

۴۴۴۶ــــ حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَۃُ عَنِ الْمُغِیْرَۃِ بْنِ النُّعْمَانِ عَنْ سَعِیْدِ ابْنِ جُبَیْرٍ قَالَ اِخْتَلَفَ اَھْلُ الْکُوْفَۃِ فِیْ قَتْلِ الْمُؤْمِنِ فَرَحَلْتُ فِیْہِ اِلَی ابْنِ عَبَّاسٍ فَقَالَ نَزَلَتْ فِیْ اٰخِرِ مَا نَزَلَ وَلَمْ یَنْسَخْھَا شَیْءٌ ۴۴۴۷ــــ حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَۃُ قَالَ حَدَّثَنَا مَنْصُوْرٌ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ سَاَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ عَنْ قَوْلِہٖ تَعَالٰی فَجَزَآءُہٗ جَھَنَّمُ قَالَ لَا تَوْبَۃَ لَہٗ وَعَنْ قَوْلِہٖ جَلَّ ذِکْرُہٗ وَلَا یَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰہِ اِلٰھًا اٰخَرَ قَالَ کَانَتْ ھٰذَا فِی الْجَاھِلِیَّۃِ

حال میں مرگیا تو اس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا ،، واللہ و رسولہ اعلم !

۴۴۴۶ــــ ترجمہ : سعید بن جبیر نے کہا اہل کوفہ نے مومن کے قتل میں اختلاف کیا (کہ قاتل کی توبہ قبول ہے یا نہ) میں اس بارے میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس گیا تو اُنھوں نے کہا یہ آیت کریمہ سب سے آخر نازل ہوئی اس کو کسی نے منسوخ نہیں کیا۔ (اس حدیث کی تشریح اُوپر مذکور ہے)

۴۴۴۷ــــ ترجمہ : سعید بن جبیر نے کہا میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کریمہ فَجَزَآءُہٗ جَھَنَّمُ ،، کے متعلق پوچھا تو اُنھوں نے کہا ایسے شخص کی توبہ قبول نہیں۔ نیز میں نے اس آیت کریمہ : لَا یَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰہِ ،، کے متعلق پوچھا تو اُنھوں نے کہا یہ حکم جاہلیت میں تھا۔

۴۴۴۷ــــ شرح : یعنی مشرکین مکہ کے لئے یہ حکم تھا۔ اسلام لانے کے بعد اگر کوئی مسلمان مومن کو قصداً قتل کرے تو اس کی سزا جہنم ہے اور اس کی توبہ قبول نہیں۔

اقول یہ صرف ابن عباس رضی اللہ عنہما کا مذہب ہے۔ جمہور علماء اہل سنت کہتے ہیں یہ آیت زجر و تہدید پہ محمول ہے اس پہ ابن عباس کا قول محمول کرتے ہیں۔

بَابٌ قَوْلُهُ يُضَاعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيهِ مُهَانًا

۴۴۴۸ — حَدَّثَنَا سَعْدُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ قَالَ ابْنُ اَبْزٰى سُئِلَ ابْنُ عَبَّاسٍ عَنْ قَوْلِهِ تَعَالٰى وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهُ جَهَنَّمُ وَقَوْلِهِ وَالَّذِيْنَ لَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ حَتّٰى بَلَغَ اِلَّا مَنْ تَابَ فَسَاَلْتُهُ فَقَالَ لَمَّا نَزَلَتْ قَالَ اَهْلُ مَكَّةَ فَقَدْ عَدَلْنَا بِاللّٰهِ وَقَتَلْنَا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَتَيْنَا الْفَوَاحِشَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا اِلٰى قَوْلِهِ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا

باب — اللہ تعالیٰ کا ارشاد! کفر و معصیت پر قیامت کے روز مرد کو دوگنا عذاب دیا جائے گا وہ ہمیشہ اس میں ذلیل و خوار رہے گا ''

۴۴۴۸ — ترجمہ : سعید بن جُبیر سے روایت ہے اُنھوں نے کہا مجھے ابن ابزیٰ نے کہا ابن عباس سے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد : وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَآءُهٗ جَهَنَّمُ '' اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد! وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ الاٰيۃ کے متعلق دریافت کرو میں نے اُن سے پوچھا تو اُنھوں نے فرمایا جب یہ آئت کریمہ نازل ہوئی تو اہل مکّہ نے کہا ہم نے اللہ کا شریک بنایا ہے اور ہم نے اس نفس کو قتل کیا ہے جس کو اللہ نے حرام کیا ہے مگر حق قصاص کے ساتھ ''

بَابُ قَوْلِهٖ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنَاتٍ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا

۴۴۴۹ — حَدَّثَنَا عَبْدَانُ اَخْبَرَنَا اَبِيْ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ اَمَرَنِيْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبْزٰى اَنْ اَسْاَلَ ابْنَ عَبَّاسٍ عَنْ هَاتَيْنِ الْاٰيَتَيْنِ وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَسَاَلْتُهٗ فَقَالَ لَمْ يَنْسَخْهَا شَيْءٌ وَعَنْ وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ قَالَ نَزَلَتْ فِيْ اَهْلِ الشِّرْكِ

اور ہم نے بہت گناہ کئے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا ،، مگر جو توبہ کرے اور نیک عمل کرے غَفُوْرًا رَّحِيْمًا تک (اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قاتل کی توبہ قبول ہے)

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد! مگر جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور اچھا کام کرے تو ایسوں کی برائیوں کو اللہ بھلائیوں سے بدل دے گا ،، یعنی وہ مسلمان شدید ترین عذاب کی وعید سے مستثنیٰ ہے جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور اچھا کام کرے الخ

۴۴۴۹ — ترجمہ: سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اُنھوں نے کہا مجھے عبد الرحمٰن بن ابزیٰ نے حکم دیا کہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اِن دو آیتوں کے متعلق پوچھوں: وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا الخ میں نے اُن سے پوچھا تو اُنھوں نے کہا اس کو کسی شئ نے منسوخ نہیں کیا اور وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ،، اُنھوں نے کہا یہ مشرکین مکہ کے متعلق نازل ہوئی ،،

۴۴۴۹ — شرح: فتح الباری شرح البخاری میں ہے کہ اِن روایات کا خلاصہ یہ ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کبھی ان دونوں آیتوں کو ایک محل پر

بَابُ قَوْلُهُ فَسَوْفَ يَكُوْنُ لِزَامًا هَلَكَةً

۴۴۵۰۔ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبِيْ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ عَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ خَمْسَةٌ قَدْ مَضَيْنَ الدُّخَانُ وَالْقَمَرُ وَالرُّوْمُ وَالْبَطْشَةُ وَاللِّزَامُ فَسَوْفَ يَكُوْنُ لِزَامًا هَلَاكًا

محمول کر کے کہتے ہیں۔ ایک آئت دوسری آئت کی ناسخ ہے۔ کبھی مختلف دو محلوں پر محمول کرتے ہیں جیسا کہ ان روایات سے واضح ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے دونوں قولوں میں صورتِ اتفاق یہ ہے کہ سورت فرقان کی آئت میں جو عموم ہے اس سے وہ مسلمان مخصوص ہیں جو عمدًا قتل کرتے ہیں اور بہت علماء تخصیص پر نسخ کا اطلاق کرتے ہیں " یہ معنی تکلف سے خالی نہیں ہے۔ یہ اس سے بہتر ہے کہ کہیں ابن عباس کے کلام میں تناقض ہے اور اس سے بھی بہتر ہے کہ کہیں انھوں نے پہلے آئت کو منسوخ کہا پھر اس سے رجوع کر لیا۔ ابن عباس کا مشہور قول یہ ہے کہ جب مومن دوسرے مومن کو عمدًا قتل کرے اس کی توبہ قبول نہیں لیکن جمہور علماء نے اس کو تغلیظ اور تہدید پر محمول کیا ہے اور قاتل کی توبہ کو صحیح کہا ہے جیسے دوسرے گناہ گاروں کی توبہ قبول ہے۔

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد! تو اب ہوگا وہ عذاب جو لپٹ رہے گا "

۴۴۵۰۔۔۔ ترجمہ : مسروق نے کہا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا پانچ علامات ہیں جو گذر چکی ہیں۔ دخان، قمر، روم، بطشہ اور لزام۔

۴۴۵۰۔۔۔ شرح : یعنی پانچ علامات ہیں جو قیامت کے قرب پر دلالت کرتی ہیں۔ ان میں ایک دخان ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وہ دن ہوگا کہ آسمان سے دھواں آئے گا۔ دوسری قمر ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے " قیامت قریب آگئی اور قمر دو ٹکڑے ہوگیا۔ تیسری روم ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ الم روم مغلوب ہوگئے۔ چوتھی بطشہ ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ایک دن ہم سخت پکڑیں گے (بدر میں مقتول مراد ہیں) پانچویں لزام اللہ تعالیٰ فرماتا تم نے تکذیب کی پس اب ہوگا وہ

سُوْرَةُ الشُّعَرَآءِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَقَالَ مُجَاهِدٌ تَعْبَثُوْنَ تَبْنُوْنَ هَضِيْمٌ يَتَفَتَّتُ إِذَا مُسَّ مُسَحَّرِيْنَ الْمَسْحُوْرِيْنَ اَلْلَيْكَةُ وَالْأَيْكَةُ جَمْعُ أَيْكَةٍ وَهِيَ جَمِيْعُ شَجَرٍ يَوْمَ الظُّلَّةِ إِظْلَالُ الْعَذَابِ إِيَّاهُمْ مَوْزُوْنٍ مَعْلُوْمٍ كَالطَّوْدِ كَالْجَبَلِ لَشِرْذِمَةٌ طَائِفَةٌ قَلِيْلَةٌ فِي السَّاجِدِيْنَ الْمُصَلِّيْنَ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ كَأَنَّكُمْ الرِّيْعُ الْيَفَاعُ مِنَ الْأَرْضِ وَجَمْعُهُ رِيَعَةٌ وَأَرْيَاعٌ وَاحِدُهُ الرِّيْعَةُ مَصَانِعَ كُلُّ بِنَاءٍ هُوَ مَصْنَعَةٌ فَرِهِيْنَ مَرِحِيْنَ فَارِهِيْنَ بِمَعْنَاهُ وَيُقَالُ فَارِهِيْنَ حَاذِقِيْنَ تَعْثَوْا هُوَ أَشَدُّ الْفَسَادِ وَعَاثَ يَعِيْثُ عَيْثًا الْجِبِلَّةَ الْخَلْقُ جُبِلَ خُلِقَ وَمِنْهُ جُبُلًا وَجِبِلًا وَجُبْلًا يَعْنِي الْخَلْقَ

عذاب جو لپٹ رہے گا۔ بعض نے کہا اس سے مراد قحط سالی ہے۔ بعض نے کہا بدر میں مرنے والے کافروں کا چاہِ بدر میں ایک دوسرے سے ملنا ہے۔ واللہ و رسولہ اعلم!

سُورہ شعرآء

یہ سورت مکی ہے مگر ایک آیت کریمہ : اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّانْتَصَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا ، حسان بن ثابت ، عبد اللہ بن رواحہ ، کعب بن مالک شعراء انصار میں وارد ہوئی ، مقاتل نے کہا اس میں دو آیتیں مدنی ہیں اور وہ یہ ہیں « وَالشُّعَرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ » اور « اَوَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ اٰيَةً اَنْ يَّعْلَمَهٗ عُلَمٰٓؤُا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ » ہیں۔ امام سخاوی نے کہا یہ سورت سورت واقعہ کے بعد اور سورۂ نمل سے پہلے نازل ہوئی اس کی ۲۲۷ آیات ہیں ؛

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قولہ تَعْبَثُوْنَ « اس سے اس آیت کریمہ : اَتَبْنُوْنَ بِكُلِّ رِيْعٍ اٰيَةً تَعْبَثُوْنَ کی طرف اشارہ ہے ، مجاہد نے کہا تَعْبَثُوْنَ کی تفسیر

تبنون ،، کیا ہر بلندی پر ایک نشان بناتے ہو راہ گیروں سے ہنسنے کو ،، ان بلند مکانوں پر چڑھ کر گزرنے والوں سے تمسخر اور کھیل کرتے ہو ،، ریع ؛ بلند جگہ اس کی جمع رِیعۃ ہے ریاع بھی مفرد ہے ،، مقاتل نے کہا وہ سفر کرتے اور ستاروں کے ذریعے راہ معلوم کرتے تھے اس لئے انھوں نے راستوں پر اونچے اونچے نشانات بنا رکھے تھے تاکہ ان کے ذریعے راہنمائی حاصل کریں اور غلط راستہ اختیار نہ کریں ،،

قولہ ھضیم ،، اس سے اس آیت کریمہ ”فِیْ جَنّٰتٍ وَّعُیُوْنٍ وَّ زُرُوْعٍ وَّنَخْلٍ طَلْعُھَا ھَضِیْمٌ ،، کی طرف اشارہ کیا۔ اور ہضیم کی یہ تفسیر کی جو ہاتھ لگانے سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے یعنی کیا تم یہاں کی نعمتوں میں چین سے چھوڑ دیئے جاؤ گے باغوں اور چشموں اور کھیتوں اور کھجوروں میں جن کا شگوفہ نرم و نازک ،،

قولہ مُسَحَّرِیْنَ ،، اس سے اس آیت کریمہ : قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِیْنَ ،، کی طرف اشارہ کیا اور مسحورین سے تفسیر کی ۔ یعنی وہ بولے تم پر تو بار بار بکثرت جادو ہوا ہے جس کی وجہ سے عقل بجا نہیں رہی (معاذ اللہ)

قولہ اَلْاَیْکَۃ ،، اس سے اس آیت کریمہ : کَذَّبَ اَصْحٰبُ الْاَیْکَۃِ الْمُرْسَلِیْنَ کی طرف اشارہ کیا ۔ نافع ، ابن کثیر اور ابن عامر نے اَیْکَۃ ،، پڑھا ہے ۔ دوسرے اَیْکَہ ،، پڑھتے ہیں ۔ جوہری نے کہا اَیْکَۃ ،، کے معنی جنگل ہیں اور لَیْکَۃ ،، کے معنی قریہ ہیں ۔ یہ اَیْکَہ کی جمع ہے ۔ علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا یہ صحیح نہیں درست یہ ہے کہ اَیْکَۃ اور لَیْکَہ ایک کے مفرد ہیں یا کہا جائے اس کی جمع اَیْکٌ ہے ۔

قولہ یَوْمُ الظُّلَّۃ ،، اس سے اس آیت کریمہ ” فَاَخَذَھُمْ عَذَابُ یَوْمِ الظُّلَّۃِ ،، کی طرف اشارہ کیا پھر اس کی تفسیر ان پر عذاب کے سایوں سے کی مفسرین نے کہا یہاں ظُلَّہ کے معنی بادل ہیں جو ان پر سایہ کرتے ہیں

قولہ مَوْزُوْنٍ ،، اس سے اس آیت کریمہ : ” وَاَنْبَتْنَا فِیْھَا مِنْ کُلِّ شَیْءٍ مَّوْزُوْنٍ ،، کی طرف اشارہ کیا یہ سورۃ حجر کی آیت ہے ۔ کاتب نے سہواً یہاں لکھ دی ہے ۔ یعنی اور اس میں ہر شئ اندازے سے اُگائی ،،

قولہ کَالطَّوْدِ ،، اس سے اس آیت کریمہ فَکَانَ کُلُّ فِرْقٍ کَالطَّوْدِ الْعَظِیْمِ ،، کی طرف اشارہ کیا پھر اس کی جبل سے تفسیر کی ،، یعنی ہر حصہ پہاڑ کی طرح ہو گیا ۔

قولہ الشِّرْذِمَۃ سے اس آیت کریمہ اِنَّ ھٰٓؤُلَآءِ لَشِرْذِمَۃٌ قَلِیْلُوْنَ ،، کی طرف اشارہ کیا اور شرذمہ کی طائفہ قلیلہ سے تفسیر کی ،،

قولہ فِی السّٰجِدِیْنَ ،، اس سے اس آیت کریمہ : وَتَقَلُّبَکَ فِی السّٰجِدِیْنَ ،، کی طرف اشارہ کیا اور ”ساجدین“ کی مُصلّین سے تفسیر کی ۔ کلبی نے اس کی یہ تفسیر کی کہ جو شخص نمازیوں کے ساتھ با جماعت نماز کے ارکان میں آپ کے منتقل ہونے کو دیکھتا ہے کہ اس میں آپ کھڑے قاعد ، راکع اور ساجد ہوتے ہیں ۔ ثعلبی نے ابن عباس سے بھی یہ روایت ہے ۔ امام رازی نے تقلبک فی الساجدین کی تفسیر کی کہ آپ موحدین سے منتقل ہوتے رہے یعنی آپ کے آباؤ اجداد حضرت آدم تک سب اللہ کو ایک جانتے تھے ۔ ان میں کوئی مشرک نہ تھا ۔

قولہ لَعَلَّکُمْ تَخْلُدُوْنَ ،، اس سے اس آیت کریمہ ” وَتَتَّخِذُوْنَ مَصَانِعَ لَعَلَّکُمْ تَخْلُدُوْنَ ،، کی طرف

اشارہ کیا اور لَعَلَّکُمْ ،، کی تفسیر کَاَنَّکُمْ سے کی ،، یعنی یہاں لَعَلَّ بمعنی کَاَنَّ ہے جو تشبیہ کے لئے ہے یعنی تم مضبوط محل چنتے ہو اس انتظار پر کہ تم ہمیشہ رہو گے ،، اور کبھی نہ مرو گے ،،

قولہ اَلرِّیْعُ ،، اس سے اس آیت کریمہ "اَتَبْنُوْنَ بِکُلِّ رِیْعٍ اٰیَۃً تَعْبَثُوْنَ ،، کی طرف اشارہ کیا۔ اور اس کی تفسیر میں کہا رِیْع وہ جگہ ہے جو زمین سے بلند ہو۔

اَلْاَیْفَاعُ بلند زمین ہے۔ درست اَلْیَفَاعُ مِنَ الْاَرْضِ ،، ہے۔ بلند زمین ،، رِیْع کی تفسیر ایفاع اور یفاع بھی کی جاتی ہے۔ جوہری نے کہا کہا جاتا ہے : غلام یافع ویَفَعٌ ویفعۃ غِلْمَانٌ اَیْفَاعٌ وَیَفَعَۃٌ بھی کہا جاتا ہے اور کہا رِیع بکسرالراء بلند زمین ہے۔ عمارہ نے کہا ریع پہاڑ ہے۔ اس کے معنی راستہ بھی ہیں۔ دو پہاڑوں کے درمیان فراخ جگہ کو ریع کہتے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما بِکُلِّ رِیعٍ ہر اونچی جگہ سے۔ رَیع بفتح الراء بڑھنا املاک کے منافع کو بھی رَیع کہا جاتا ہے۔

قولہ جمعہ ،، یعنی ریع کی جمع رِیَعَۃ بکسرالراء وفتح الیاء۔ جیسے قِرْدٌ کی جمع قِرَدَۃٌ ،، ریع واحد اور ارباع جمع ہے۔ قولہ مَصَانِعَ ،، اس سے اس آیت کریمہ : وَتَتَّخِذُوْنَ مَصَانِعَ لَعَلَّکُمْ تَخْلُدُوْنَ" کی طرف اشارہ اور اس کی تفسیر یہ کی کہ ہر بناء مَصْنَعَۃٌ ہے۔ مَصْنَعَۃ مفرد اور مَصَانِع جمع ہے۔ شیخ عبدالرزاق نے کہا یمن کی لغت میں عادیوں کے محلات ہیں۔

قولہ فَرِھِیْنَ ،، اس سے اس آیت کریمہ : تَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا فٰرِھِیْنَ ،، کی طرف اشارہ کیا اور مَرِحِیْنَ ،، سے اس کی تفسیر کی ،، مَرِحِیْنَ مَرِحٌ کی جمع صفت مشبہ ہے مَرِحَ مَرَحًا سے مشتق ہے۔ اور مرح کے معنی بہت خوشی کے ہیں۔ اس کے معنی مکبرین ، متجرین اور ناعمین بھی ہیں۔

فرھین اور فارھین ہم معنی ہیں۔ اخفش کی قرارت "فرِھین ،، ہے۔

قولہ بِقَالُ ،، یعنی فارھین کا حاذقین کہا جاتا ہے۔ یعنی تجربہ کار ،،

قولہ تَعْثَوْا ،، اس سے اس آیت کریمہ ،، وَلَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ ،، کی طرف اشارہ کیا اور اَشَدُّ الفساد ،، سے اس کی تفسیر کی۔ یہ تَعْثَوْا کے مصدر کی تفسیر ہے کیونکہ عَثَا یَعْثُوْا بمعنی اَفسد ہے۔ ایسے ہی دو عَثِیَ بکسرالثاء یَعْثیٰ ہے۔ پہلے کی مصدر عثوٌ اور دوسرے کی عَثیٌ ہے۔

قولہ عَاثَ یَعِیْثُ عَیْثًا ،، یعنی یہ دونوں لفظ ہم معنی ہیں کیونکہ یَعْثُوْ عَاثَ یَعِیثُ سے مشتق ہے۔ پہلا یعنی عَثیٰ ناقص اور دوسرا یعنی یعیث اجوف ہے۔

قولہ اَلْجِبِلَّۃَ ،، بمعنی خَلْقٌ ہے اور جبل بمعنی خلق ہے اسی جُبُلًا اور جِبِلًّا اور جُبْلًا بمعنی خَلْق ہیں یعنی تینوں ہم معنیٰ ہیں۔

بَابُ قَوْلِهٖ وَلَا تُخْزِنِیْ یَوْمَ یُبْعَثُوْنَ وَقَالَ اِبْرَاهِیْمُ بْنُ طَهْمَانَ عَنِ ابْنِ اَبِیْ ذِئْبٍ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ اَبِیْ سَعِیْدِ الْمَقْبُرِیِّ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اِبْرَاهِیْمَ رَاٰی اَبَاهُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَعَلَیْهِ الْغَبَرَةُ وَالْقَتَرَةُ

۴۴۵۱ ـ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِیْلُ قَالَ حَدَّثَنَا اَخِیْ عَنِ ابْنِ اَبِیْ ذِئْبٍ عَنْ سَعِیْدِ الْمَقْبُرِیِّ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ یَلْقٰی اِبْرَاهِیْمُ اَبَاهُ فَیَقُوْلُ یَا رَبِّ اِنَّكَ وَعَدْتَّنِیْ اَنْ لَا تُخْزِنِیْ یَوْمَ یُبْعَثُوْنَ فَیَقُوْلُ اللّٰهُ اِنِّیْ حَرَّمْتُ الْجَنَّةَ عَلَی الْکَافِرِیْنَ

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد! جس دن لوگ قبروں سے اُٹھائے جائیں گے مجھے رُسوا نہ کر!،،

ابراہیم بن طہمان نے ابو ذئب سے اُنھوں نے سعید بن ابی سعید مقبری سے اُنھوں نے اپنے والد کیسان سے اُنھوں نے ابوہریرہ سے اُنھوں نے نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم سے روائت کی کہ آپ نے فرمایا حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے چچا کو قیامت میں دیکھیں گے کہ اس پر غبار اور سیاہی ہے۔

اس روائت کی عنوان سے مناسبت اس طرح ہے کہ اس قصہ میں یوں مذکور ہے کہ جب ابراہیم علیہ السلام اپنے چچا کو اس حال میں دیکھیں گے تو عرض کریں گے کہ اے اللہ! مجھے لوگوں میں رُسوا نہ کر،،

۴۴۵۱ ـــ ترجمہ: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روائت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابراہیم علیہ السلام اپنے چچا سے ملاقات کریں گے اور کہیں گے

بَابُ قَوْلِهٖ وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ اَلِنْ جَانِبَكَ

۴۴۵۲ — حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبِيْ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَمْرُو ابْنُ مُرَّةَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ صَعِدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الصَّفَا فَجَعَلَ يُنَادِيْ يَا بَنِيْ فِهْرٍ يَا بَنِيْ عَدِيٍّ لِبُطُوْنِ قُرَيْشٍ حَتّٰى اجْتَمَعُوْا فَجَعَلَ الرَّجُلُ اِذَا لَمْ يَسْتَطِعْ اَنْ يَخْرُجَ

اے میرے پروردگار تو نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ جس روز لوگ اُٹھائے جائیں گے مجھے رُسوا نہیں کریگا اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں نے جنّت کافروں پر حرام کر دی ہے۔

۴۴۵۱ — شرح : آذر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا چچا تھا۔ اس کو قیامت میں بجھو کی صُورت کر دیا جائے گا پھر اس کو دوزخ میں پھینکا جائے گا اس طرح کسی کو معلوم نہ ہوگا کہ یہ ابراہیم علیہ السلام کا چچا ہے اور وہ رسوائی سے محفوظ رہیں گے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد تارخ ہیں اور آذر چچا ہے۔ عرب چچا پر آب کا اطلاق کرتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے : "وَمِنْ اٰبَائِكَ اِبْرَاهِيْمَ وَاِسْمَاعِيْلَ وَاِسْحَاقَ"، یہ خطاب حضرت یعقوب علیہ السلام سے ہے اور اسماعیل علیہ السلام، یعقوب علیہ السلام کے چچا ہیں اور قرآن کریم میں ان کو صفِ آباء میں ذکر کیا ہے۔

"ادب کی جگہ ہے قلم سنبھل کر رکھنا"

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد! اے محبوب اپنے قریب تر رشتہ داروں کو ڈراؤ اور اپنی رحمت کا بازو بچھاؤ!"

"یعنی اپنا پہلو نرم کریں اور لطف و کرم فرمائیں"

أَرْسَلَ رَسُولًا لِيَنْظُرَ مَا هُوَ فَجَاءَ أَبُو لَهَبٍ وَقُرَيْشٌ فَقَالَ أَرَأَيْتَكُمْ لَوْ أَخْبَرْتُكُمْ أَنَّ خَيْلًا بِالْوَادِي تُرِيدُ أَنْ تُغِيرَ عَلَيْكُمْ أَكُنْتُمْ مُصَدِّقِيَّ قَالُوا نَعَمْ مَا جَرَّبْنَا عَلَيْكَ إِلَّا صِدْقًا قَالَ فَإِنِّي نَذِيرٌ لَكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيدٍ فَقَالَ أَبُو لَهَبٍ تَبًّا لَكَ سَائِرَ الْيَوْمِ أَلِهٰذَا جَمَعْتَنَا فَنَزَلَتْ تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ مَا أَغْنَى عَنْهُ مَالُهُ وَمَا كَسَبَ ۴۴۵۳ ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا

۴۴۵۲ — ترجمہ : ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا جب یہ آیت کریمہ : " وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ "، نازل ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صفا پہاڑی پر تشریف لے گئے اور نداء کرنا شروع کیا۔ اے بنی فہر اے بنی عدی قریش کے قبائل کو پکارنے لگے" حتی کہ وہ سب جمع ہو گئے اور جو کوئی خود نہ آسکتا تھا اُس نے اپنا قاصد بھیج دیا۔ تاکہ وہ حالت دریافت کرے ابولہب اور قریش سب آئے تو آپ نے فرمایا مجھے خبر دو! اگر میں تمہیں خبردار کروں کہ اس گھاٹی میں دشمن کا لشکر تم پر حملہ کرنا چاہتا ہے کیا تم میری تصدیق کرو گے۔ اُنھوں نے کہا ہاں ہم آپ کی تصدیق کریں گے ہم نے آپ کی سچائی کا تجربہ کیا ہے۔ فرمایا میں تمہیں کفر پر پیش آنے والے سخت عذاب سے ڈراتا ہوں۔ ابولہب نے کہا تیری ہلاکت ہو سارا دن۔ کیا اس لئے ہمیں جمع کیا تھا۔ تو یہ سورت : تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ "، یعنی تباہ ہو جائیں ابولہب کے دونوں ہاتھ اور وہ تباہ ہو ہی گیا۔ اسے کچھ کام نہ آیا اس کا مال اور نہ جو کمایا "،

۴۴۵۲ — شرح : قولہ أَرَأَيْتَكُمْ "، عرب جب ایک شخص سے خطاب کریں تو کہتے ہیں " أَرَأَيْتَ اور اگر دو سے خطاب کریں تو کہتے ہیں " أَرَأَيْتُمَا "، اگر جماعت سے خطاب کریں تو کہتے ہیں أَرَأَيْتُمْ "، کفارِ قریش بے سعادت گمراہوں پر تعجب ہے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو جانتے تھے کہ آپ نے کبھی کوئی بات خلافِ واقع نہیں کہی۔ تو جو لوگوں کے حق میں دروغ گوئی نہیں کرتے وہ پروردگارِ عالم کے حق میں افتراء اور تہمت کیسے کر سکتے ہیں۔ یہ صرف ان کی شقاوت و بدبختی تھی۔

۴۴۵۳ — ترجمہ : زہری سے روایت ہے کہ اُنھوں نے کہا مجھے سعید بن مسیب اور ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ " وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ "، نازل کی تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ فرمایا کہ قریش کے گروہ یا اس جیسا کلمہ فرمایا۔ اپنی جانوں کو اللہ کے عذاب سے خرید لو

شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ وَأَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ قَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ أَنْزَلَ اللّٰهُ وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ قَالَ يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ أَوْ كَلِمَةً نَحْوَهَا اشْتَرُوا أَنْفُسَكُمْ لَا أُغْنِي عَنْكُمْ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا يَا بَنِي عَبْدِ مَنَافٍ لَا أُغْنِي عَنْكُمْ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا يَا عَبَّاسُ ابْنَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ لَا أُغْنِي عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا وَيَا صَفِيَّةُ عَمَّةَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا أُغْنِي عَنْكِ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا وَيَا فَاطِمَةُ بِنْتَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَلِينِي مَا شِئْتِ مِنْ مَالِي لَا أُغْنِي عَنْكِ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا تَابَعَهُ أَصْبَغُ عَنِ ابْنِ وَهْبٍ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ

(اسلام قبول کر لو) میں اللہ کے ہاں تمہیں کوئی نفع نہ دوں گا۔ اے بنی عبد مناف میں اللہ کے ہاں تمہیں کوئی نفع نہ دونگا اے عباس بن عبد المطلب میں اللہ کے ہاں تمہیں کچھ نفع نہ دوں گا۔ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی میں اللہ کے ہاں کوئی نفع نہیں دوں گا۔ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی فاطمہ "رضی اللہ عنہا" مجھ سے میرے مال سے جو چاہے طلب کریں میں اللہ کے ہاں تمہیں کوئی نفع نہیں دوں گا" اصبغ نے ابن وھب یونس اور ابن شہاب سے روایت کرتے ہوئے ابو الیمان کی متابعت کی۔

شرح : قولہ اِشْتَرُوْا "یعنی اللہ کے عذاب سے خلاصی

۴۴۵۳ —

حاصل کرنے کے اعتبار سے اپنی جانوں کو خرید لو گویا کہ فرمایا اسلام قبول کر لو! اللہ کے عذاب سے بچ جاؤ گے گویا کہ یہ خرید نا ہوا اور اللہ کی طاعت نجات کی قیمت ہوئی۔ مسلم کی روایت میں ہے اے قریش کے گروہ اپنی جانوں کو دوزخ سے بچا لو! الیٰ صفیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی الخ

قولہ لَا أُغْنِي عَنْكِ "کہا جاتا ہے۔ مَا يُغْنِي عَنْكَ هٰذَا "، ای مَا يَنْفَعُكَ" یعنی یہ تمہیں نفع نہ دے گا" (کتاب الوصایا باب ہل یدخل النساء والولد فی الاقارب کے باب میں دیکھیں)

سُوْرَةُ النَّمْلِ

اَلْخَبْأُ مَا خَبَأْتَ لَا قِبَلَ لَهُمْ لَا طَاقَةَ اَلصَّرْحُ كُلُّ مِلَاطٍ اُتُّخِذَ مِنَ الْقَوَارِيْرِ وَالصَّرْحُ الْقَصْرُ وَجَمَاعَتُهُ صُرُوْحٌ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَلَهَا عَرْشٌ عَظِيْمٌ سَرِيْرٌ كَرِيْمٌ حَسَنُ الصَّنْعَةِ وَغَلَاءُ الثَّمَنِ مُسْلِمِيْنَ طَائِعِيْنَ رَدِفَ اقْتَرَبَ جَامِدَةً قَائِمَةً اَوْزِعْنِيْ اجْعَلْنِيْ وَقَالَ مُجَاهِدٌ نَكِّرُوْا غَيِّرُوْا وَاُوْتِيْنَا الْعِلْمَ يَقُوْلُهُ سُلَيْمَانُ وَالصَّرْحُ بِرْكَةُ مَاءٍ ضَرَبَ عَلَيْهَا سُلَيْمٰنُ قَوَارِيْرَ اَلْبَسَهَا اِيَّاهُ

سُوْرۂ نمل

یہ سُورت بلا خلاف مکی ہے۔ اس کی ترانوے (۹۳) آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قولہ وَالْخَبْءُ " اس سے اس آئت کریمہ : اَلَّا یَسْجُدُوْا لِلّٰہِ الَّذِیْ یُخْرِجُ الْخَبْءَ " کی طرف اشارہ کیا اور مَا خَبَأْتَ سے اس کی تفسیر کی۔ یعنی جو شئ پوشیدہ ہو۔ خباء کی تفسیر آسمان سے بارش اور زمین سے نباتات سے بھی کی جاتی ہے۔ علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا " وَالْخَبْءُ واؤ کے ساتھ ہے اس واؤ کو واو الاستفتاح " کہتے ہیں "

قولہ لَا قِبَلَ " اس سے اس آئت کریمہ : اِرْجِعْ اِلَیْھِمْ فَلَنَاْتِیَنَّھُمْ بِجُنُوْدٍ لَّا قِبَلَ لَھُمْ بِھَا " کی طرف اشارہ کیا اور اس کی تفسیر لَا طَاقَةَ لَهُمْ سے کی۔ یعنی پلٹ جا ان کی طرف تو ضرور ہم اُن پہ وہ لشکر لائیں گے جن کی انہیں طاقت نہ ہوگی اور ضرور ہم ان کو اس شہر سے ذلیل کر کے نکال دیں گے کہ

وہ پست ہوں گے ۔ قولہ الصَّرحُ ،، اس سے اس آیت کریمہ : قِيْلَ لَهَا ادْخُلِى الصَّرْحَ ،، کی طرف اشارہ کیا اور اس کی پہلے مِلاط ،، سے پھر قصر سے تفسیر کی ۔ اور کہا اس کی جمع صُرُوح ہے ۔ صرح کی یہ دونوں تفسیریں ابو عبید اللہ سے منقول ہیں ۔ مِلاط کے معنیٰ ہیں کانچ کا گارا ،، یعنی بلقیس سے کہا گیا صحن میں آ ۔ پھر جب اُس نے اسے دیکھا اسے گہرا پانی سمجھی اور اپنی ساقیں کھول دیں تاکہ پانی میں چل کر سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو ۔

قولہ وَلَهَا عَرْشٌ عَظِيْمٌ ،، ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کی تفسیر سریر کریم سے کی ۔ کریم کے معنیٰ عمدہ ہیں ۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے لَا تَاْخُذُوْا كَرَائِمَ اَمْوَالِ النَّاسِ ،، لوگوں کے عمدہ مال نہ لو ۔

قولہ حُسْنُ الصَّنْعَةِ ،، یہ عرش کی دوسری صفت ہے ۔ یعنی بہت اچھا اور بیش بہا قیمت والا ،، ثعلبی نے کہا عرش عظیم بمعنی ضخیم یعنی بہت بڑا ،، اس کا اگلا حصہ سونے کا تھا اس میں سرخ یاقوت اور سبز زمرد لگے ہوئے تھے ۔ پچھلا حصہ چاندی کا تھا جو رنگا رنگ جواہر سے خوبصورت بنایا گیا تھا اس کے چار پائے تھے ایک پایہ سرخ یاقوت کا دوسرا سبز زمرد کا تیسرا پایہ موتیوں سے بنا ہُوا تھا ۔ تخت کی تختیاں سونے کی تھیں اس پر سات کمرے تھے ہر کمرہ کا دروازہ مقفل تھا ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ،، بلقیس کا تخت ۳۰×۳۰ مربع گز تھا اور تیس گز اونچا تھا مقاتل نے کہا اس کا رقبہ اسی مربع گز تھا اور اسی گز ہی اونچا تھا جواہر سے مزین تھا ۔

قولہ يَاْتُوْنِىْ مُسْلِمِيْنَ ،، اس سے اس آیت کریمہ : اَيُّكُمْ يَاْتِيْنِىْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ يَّاْتُوْنِىْ مُسْلِمِيْنَ ،، کی طرف اشارہ کیا اور اس کی تفسیر طَائِعِيْنَ سے کی یعنی وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے حکم کو مانتے ہوئے آئیں ۔ قولہ رَدِفَ ،، اس سے اس آیت کریمہ : وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً ،، کی طرف اشارہ کیا پھر جامدہ کی قائمۃً سے تفسیر کی ۔

قولہ اَوْزِعْنِىْ ،، اس سے اس آیت کریمہ : قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِىْ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِىْ اَنْعَمْتَ عَلَىَّ کی طرف اشارہ کیا ،، اِجْعَلْنِىْ ،، سے اس کی تفسیر کی ۔ یعنی اے میرے رب مجھے توفیق دے کہ میں تیرے احسان کا شکر کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے باپ پر کئے ۔

قولہ نَكِّرُوْا ،، اس سے اس آیت کریمہ : نَكِّرُوْا لَهَا عَرْشَهَا ،، کی طرف اشارہ کیا اس کی مجاہد نے یہ تفسیر کی کہ بلقیس کا تخت تبدیل کر دو تو جو سرخ تھا اس کو سبز کیا گیا اور سبز کو زرد کر دیا گیا اس کی ہر شئی کی بناوٹ تبدیل کر دی ۔ قولہ اُوْتِيْنَا الْعِلْمَ ،، اس سے اس آیت کریمہ : قَالَتْ كَاَنَّهٗ هُوَ وَاُوْتِيْنَا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهَا وَكُنَّا مُسْلِمِيْنَ ،، کی طرف اشارہ کیا ۔ امام بخاری نے اشارۃً کہا کہ ،، اُوْتِيْنَا ،، سلیمان علیہ السلام کا کلام ہے ۔ واحدی نے کہا یہ بلقیس کا قول ہے لیکن سیاق و سباق سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بلقیس کا قول ہے اس نے اس قول سے حضرت سلیمان علیہ السلام کی نبوت کا اقرار کیا تھا ،، (عینی)

قولہ الصرح ،، اس سے اس آیت کریمہ : قِيْلَ لَهَا ادْخُلِى الصَّرْحَ فَلَمَّا رَاَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً وَّكَشَفَتْ عَنْ سَاقَيْهَا قَالَ اِنَّهٗ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِيْرَ ،، کی طرف اشارہ کیا پھر اس کی بِرْكَةُ مَاءٍ ،، (پانی کی

سُوْرَةُ الْقَصَصِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يُقَالُ اِلَّا وَجْهَهُ اِلَّا مُلْكَهُ وَيُقَالُ اِلَّا مَا اُرِيْدَ بِهٖ وَجْهُ اللّٰهِ وَقَالَ مُجَاهِدٌ فَعَمِيَتْ عَلَيْهِمُ الْاَنْبَاءُ الْحُجَجُ

سے تفسیر کی۔ سلیمان علیہ السلام نے شیشہ کا مکان بنوایا اور اس کے نیچے پانی جاری کیا اور اس میں ہر قسم کی مچھلیاں چھوڑ دیں پھر اس کے آگے تخت بنوایا اور اس پر آپ بیٹھ گئے جب بلقیس آئی تو اس سے کہا گیا محل میں داخل ہو جب اس کو دیکھا تو خیال کیا کہ یہ گہرا پانی ہے۔ ابن جریج نے کہا اس نے دریا گمان کیا تو اپنی پنڈلیاں ننگی کر لیں تاکہ پانی سے گزر کر سلیمان علیہ السلام کے پاس جائے،،

سُورۂ قصص

سورت مکی ہے اور یہ آیت کریمہ: اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّكَ اِلٰی مَعَادٍ،، مدنی ہے۔ معاد سے مراد مکہ مکرمہ ہے ابن عباس نے کہا موت ہے۔ قیامت کا دن بھی مراد لیا جاتا ہے۔ ابو سعید خدری نے کہا یہ جنت ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک روایت یہ ہے کہ بیت المقدس ہے اس کی ۸۸ آیات ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قولہ کُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ،، اس سے اس آیت کریمہ: وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ كُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ لَهُ الْحُكْمُ وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ،، کی طرف اشارہ کیا اور ذو وجہ،، کی تفسیر ملک سے کی یعنی اللہ کے ساتھ دوسرے خدا کو نہ پوج اس کے سوا کوئی خدا نہیں۔ ہر چیز فانی ہے سوا اس کی ذات کے اسی کا حکم ہے اور اسی کی طرف پھر جاؤ گے،،

قولہ الانباء،، اس سے اس آیت کریمہ: " فَعَمِيَتْ عَلَيْهِمُ الْاَنْبَاءُ،، کی طرف اشارہ کیا مجاہد نے کہا انباء حجتیں ہیں یعنی اس دن ان کے دلائل بے کار ہو جائیں گے،،

بَابُ قَوْلِهٖ اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ

۴۴۵۴ — حَدَّثَنَا اَبُوْ الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ لَمَّا حَضَرَتْ اَبَا طَالِبِ الْوَفَاةُ جَاءَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدَ عِنْدَهٗ اَبَا جَهْلٍ وَعَبْدَ اللّٰهِ بْنَ اَبِيْ اُمَيَّةَ بْنِ الْمُغِيْرَةِ فَقَالَ اَيْ عَمِّ قُلْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ كَلِمَةً اُحَاجُّ لَكَ بِهَا عِنْدَ اللّٰهِ فَقَالَ اَبُوْ جَهْلٍ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِيْ اُمَيَّةَ اَتَرْغَبُ عَنْ مِلَّةِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَلَمْ يَزَلْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْرِضُهَا عَلَيْهِ وَيُعِيْدُ انِهٖ بِتِلْكَ الْمَقَالَةِ حَتّٰى قَالَ اَبُوْ طَالِبٍ اٰخِرَ مَا كَلَّمَهُمْ

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد! بے شک یہ نہیں کہ تم جسے اپنی طرف سے چاہو ہدائت کر دو! ہاں اللہ ہدائت فرماتا ہے جسے چاہے "یعنی ہدائت مُوصلہ آپ کے لئے نہیں یہ صرف اللہ کے لئے ہے۔ آپ کے لئے اراءۃ الطریق راہ دکھانا ہے۔ مقصود تک پہنچانا اللہ کا کام ہے"

۴۴۵۴ — ترجمہ: سعید بن مسیّب نے اپنے والد مسیب سے روائت کی اُنھوں نے کہا جب ابوطالب کی وفات کا وقت قریب آیا تو اس کے پاس جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اس کے پاس ابوجہل، عبداللہ بن ابی اُمیہ بن مغیرہ

عَلٰی مِلَّۃِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَاَبٰی اَنْ یَّقُوْلَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاللّٰہِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَکَ مَا لَمْ اُنْہَ عَنْکَ فَاَنْزَلَ مَا کَانَ لِلنَّبِیِّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ یَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِکِیْنَ وَاَنْزَلَ اللّٰہُ فِیْ اَبِیْ طَالِبٍ فَقَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّکَ لَا تَھْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اُولِی الْقُوَّۃِ لَا یَرْفَعُھَا الْعُصْبَۃُ مِنَ الرِّجَالِ لَتَنُوْٓءُ لَتُثْقِلُ فَارِغًا اِلَّا مِنْ ذِکْرِ مُوْسٰی الْفَرِحِیْنَ الْمَرِحِیْنَ قُصِّیْہِ اتَّبِعِیْ اَثَرَہٗ وَقَدْ یَکُوْنُ اَنْ یَّقُصَّ الْکَلَامَ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَیْکَ عَنْ جُنُبٍ عَنْ بُعْدٍ وَّعَنْ جَنَابَۃٍ وَّاحِدٌ وَّعَنِ اجْتِنَابٍ اَیْضًا یَبْطِشُ وَیَبْطُشُ یَاْتَمِرُوْنَ یَتَشَاوَرُوْنَ الْعُدْوَانُ وَالْعَدَآءُ وَالتَّعَدِّیْ وَاحِدٌ اٰنَسَ اَبْصَرَ الْجِذْوَۃُ قِطْعَۃٌ غَلِیْظَۃٌ مِّنَ الْخَشَبِ لَیْسَ فِیْھَا لَھَبٌ وَّالشِّھَابُ فِیْہِ لَھَبٌ وَّالْحَیَّاتُ اَجْنَاسٌ اَلْجَانُّ وَالْاَفَاعِیْ

کو پایا آپ نے فرمایا اے چچا یہ کہہ دو "اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں"، اس کلمہ کے باعث میں اللہ کے پاس تمہارے اسلام کی حجت قائم کروں گا۔ ابو جہل اور عبداللہ بن امیہ نے کہا "اے ابا طالب"، کیا تو عبدالمطلب کی ملت سے اعراض کرے گا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر اسلام پیش کرتے رہے اور وہ دونوں وہی بات لوٹاتے رہے۔ حتیٰ کہ آخر میں ابوطالب نے جو کلام کیا وہ یہ تھا کہ وہ عبدالمطلب کی ملت پر ہے اور "لا الہ الا اللہ"، کہنے سے انکار کر دیا۔ راوی نے کہا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بخدا! میں تیرے لئے بخشش کی دعاء کروں گا جب تک مجھے استغفار سے منع نہ کیا گیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ "نبی کے لئے اور ان لوگوں کے لئے جو ایمان لائے مناسب نہیں کہ وہ مشرکوں کے لئے بخشش کی دعاء کریں"، نازل کی اور ابوطالب کے بارے میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا:
"اِنَّکَ لَا تَھْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ"

وَالْوَسَادُ رِدْءً مُعِيْنًا قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ يُصَدِّقُنِيْ وَقَالَ غَيْرُهُ سَنَشُدُّ سَنُعِيْنُكَ كُلَّمَا عَزَّزْتَ شَيْئًا فَقَدْ جَعَلْتَ لَهُ عَضُدًا مَقْبُوْحِيْنَ مُهْلَكِيْنَ وَصَّلْنَا بَيَّنَّاهُ وَأَتْمَمْنَاهُ يُجْبٰى يُجْلَبُ بَطِرَتْ أَشِرَتْ فِيْ أُمِّهَا رَسُوْلًا أُمُّ الْقُرٰى مَكَّةُ وَمَا حَوْلَهَا تُكِنُّ تُخْفِيْ أَكْنَنْتُ الشَّيْءَ أَخْفَيْتُهُ وَكَنَنْتُهُ خَفَيْتُهُ أَظْهَرْتُهُ وَيْكَ أَنَّ اللّٰهَ مِثْلُ أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ يُوَسِّعُ عَلَيْهِ وَيُضَيِّقُ عَلَيْهِ

۴۴۵۴ — شرح : صاحب تلویح نے صاحب توضیح کی اتباع کرتے ہوئے کہا کہ یہ حدیث مراسیل صحابہ سے ہے۔ کیونکہ مسیب فتح مکہ میں مسلمان ہوئے عسکری کے مطابق بیعت الرضوان کے روز مشرف باسلام ہوئے۔ ہر تقدیر پر وہ ابوطالب کی وفات کے وقت حاضر نہ تھے؛ کیونکہ ابوطالب اور ام المؤمنین خدیجہ رضی اللہ عنہا ایک ہی سال میں قریب قریب مکہ میں فوت ہوئے تھے۔ جبکہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف پچاس برس تھی۔ بعض نے یہ جواب دیا۔ مسیب کے متاخر الاسلام ہونے کو یہ لازم نہیں کہ وہ ابوطالب کی وفات کے وقت حاضر نہ تھے۔ جیسے عبد اللہ بن امیہ حاضر تھا حالانکہ وہ اس روز کافر تھا پھر اسلام کے بعد اسلام قبول کیا۔

علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا عبد اللہ بن ابی امیہ کا جبکہ وہ کافر تھا ابوطالب کی وفات کے وقت حاضر ہونا صحیح حدیث سے ثابت ہے اور مسیب کا ابوطالب کی وفات کے وقت حاضر ہونا جبکہ وہ کافر تھا صحیح اور غیر صحیح حدیث سے ثابت نہیں۔ لہٰذا محض احتمال کی بناء پر ردّ نہیں کیا جاسکتا ہے۔ اس حدیث کی مکمل تحقیق تفہیم البخاری کی حصہ دوئم کے صفحہ ۴۱۳ پر دیکھیں ،، واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم!

قولہ اُولِی الْقُوَّۃِ ،، اس سے اس آیت کریمہ : وَاٰتَيْنٰهُ مِنَ الْكُنُوْزِ مَآ اِنَّ مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوْٓءُ بِالْعُصْبَةِ اُولِی الْقُوَّةِ ،، کی طرف اشارہ کیا۔ اولی القوۃ کی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اس کو مردوں کی ایک جماعت نہ اٹھا سکتی تھی۔ مجاہد نے کہا دس سے پندرہ تک کو عصبہ کہا جاتا ہے۔ قتادہ نے کہا دس سے چالیس تک عصبہ ہے۔ ابوصالح نے چالیس مرد کہا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے تین سے دس تک کو عصبہ کہا ہے۔ ساٹھ مردوں کو بھی عصبہ کہتے ہیں۔ اور لَتَنُوْٓءُ کی تفسیر لَتَثْقُلُ سے کی یعنی بھاری ہونا ،، کہا جاتا ہے کہ یہ تمام کنجیاں چمڑے کی تھیں ،،

قولہ فارغا ،، اس سے اس آیت کریمہ : ,, وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰى فَارِغًا ،، کی طرف اشارہ کیا اور فارغا کی تفسیر اِلَّا مِنْ ذِکْرِ مُوْسٰی سے کی ،، یعنی صبح کو موسیٰ کی ماں کا دل بے صبر ہوگیا ۔ اور ان کا دل موسیٰ کی یاد کے سوا ہر شئ سے غافل تھا ۔ مفسرین نے کہا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا دل اندوہ اور غم سے خالی تھا کیونکہ انہیں اللہ کے وعدہ پر وثوق تھا نیز انھوں نے سُنا تھا کہ فرعون نے موسیٰ کو اپنا بیٹا بنالیا ہے ۔

قولہ اَلْفَرِحِیْنَ ،، اس سے اس آیت کریمہ لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْفَرِحِیْنَ ،، کی طرف اشارہ کیا اور اور اس کی تفسیر ,, مَرِحِیْنَ ،، سے کی ،، اس کے معنی ہیں اترانے والے یعنی اس کی قوم نے کہا کہ مال کی کثرت پہ اترا نہیں ۔ بیشک اللہ اترانے والوں کو دوست نہیں رکھتا ۔

قولہ قُصِّیْہِ ،، اس سے اس آیت کریمہ : وَقَالَتْ لِاُخْتِہٖ قُصِّیْہِ فَبَصُرَتْ بِہٖ عَنْ جُنُبٍ وَّھُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ ،، کی طرف اشارہ کیا یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے ان کی ہمشیرہ سے کہا اُن کا پیچھا کرو تو وہ اسے دُور سے دیکھتی رہی اور اُن کو خبر تک نہ تھی ،، کہ یہ اس کی بہن ہے اور اُس کی نگرانی کرتی ہے ۔ لوگ کہتے ہیں ,, قَصَصْتُ اٰثَارَ الْقَوْمِ ،، میں نے اُن کا پیچھا کیا ۔

قولہ قَدْ یَکُوْنُ ،، یعنی کبھی قص بمعنی قص الکلام بھی آتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے : نَحْنُ نَقُصُّ عَلَیْكَ عَنْ جُنُبِ الخ یعنی لفظ جُنُب وَجَنَابَۃ اور اجتناب تینوں بمعنی بُعد آتے ہیں ۔

قولہ یَبْطُشُ ،، اس سے اس آیت کریمہ : فَلَمَّا اَرَادَ اَنْ یَبْطِشَ بِالَّذِیْ ھُوَ عَدُوٌّ لَّھُمَا ،، کی طرف اشارہ کیا اور بیان کیا اس میں دو لغتیں ہیں ایک بضم الطاء اور دوسری بکسر الطاء یعنی یَبْطِشُ ،،

قولہ یَاْتَمِرُوْنَ ،، اس سے اس آیت کریمہ : قَالَ یٰمُوْسٰی اِنَّ الْمَلَاَ یَاْتَمِرُوْنَ بِكَ لِیَقْتُلُوْكَ ،، کی طرف اشارہ کیا پھر اس کی تفسیر یَتَشَاوَرُوْنَ سے کی ۔ بعض نے کہا وہ ایک دوسرے کو حکم دیتے تھے ۔ موسیٰ علیہ السلام کو کہنے والا شخص فرعون کے چچا کا بیٹا حزقیل تھا ۔ مَلَاٗ کے معنی جماعت ہیں ۔ یعنی حزقیل نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا لوگ آپ کے متعلق مشورہ کر رہے ہیں کہ آپ کو قتل کردیں ،،

قولہ اَلْعُدْوَانُ ،، اس سے اس آیت کریمہ : فَلَا عُدْوَانَ عَلَیَّ وَاللّٰہُ عَلٰی مَا نَقُوْلُ وَکِیْلٌ ،، کی طرف اشارہ کیا اور واضح کیا کہ عدوان ، عداء اور تَعَدِّی تینوں ہم معنی ہیں ۔ اور وہ حق سے آگے بڑھنا ہے اس کے قائل حضرت شعیب علیہ السلام ہیں ۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا یہ میرے اور آپ کے درمیان قرار ہوچکا میں ان دونوں میں جو میعاد پوری کردوں (یعنی آٹھ سال یا دس سال) تو مجھ پر کوئی مطالبہ نہیں اور ہمارے اس کہے پر اللہ کا ذمہ ہے ۔

قولہ اٰنَسَ ،، اس سے اس آیت کریمہ : فَلَمَّا قَضٰی مُوْسَی الْاَجَلَ وَسَارَ بِاَھْلِہٖ اٰنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا ،، کی طرف اشارہ کیا پھر اس کی اَبْصَرَ سے تفسیر کی یعنی پھر جب موسیٰ نے اپنی میعاد پوری کردی اور اپنی بی بی کو لے کر چلا طور کی جانب سے ایک آگ دیکھی ۔

قولہ اَلْجَذْوَۃُ ،، اس سے اس آیت کریمہ : ،، اَوْجَذْوَۃٍ مِّنَ النَّارِ لَعَلَّکُمْ تَصْطَلُوْنَ ،، کی طرف اشارہ کیا اور جَذْوَۃ کی تفسیر مِنَ الْخَشَبِ الخ سے کی جذوہ جلی ہوئی لکڑی کا موٹا ٹکڑا ہے جس میں آگ شعاع نہیں ہوتی،، تَصْطَلُوْنَ کے معنیٰ ہیں تم گرمی حاصل کروگے ،،

قولہ وَالشِّھَاب ،، شہاب وہ آگ ہے جس میں شعاع ہو۔ جوہری نے کہا ،، شہاب آگ کا بُلند ہونے والا شُعلہ ہے اور لھب آگ کی لپٹ ہے اور وہ اس کی روشنی ہے ابولھب کی یہ کنیت اس لئے ہے کہ وہ بہت خوبصورت تھا۔ قولہ کَاَنَّھَا جَانٌّ ،، اس سے اس آیت کریمہ : وَاَنْ اَلْقِ عَصَاكَ فَلَمَّا رَاٰھَا تَھْتَزُّ کَاَنَّھَا جَانٌّ وَّلّٰی مُدْبِرًا ،، کی طرف اشارہ کیا اور کہا یہ دُوسری آیت میں ہے ،، کَاَنَّھَا حَیَّۃٌ تَسْعٰی ،، گویا کہ وہ دوڑتا ہوا سانپ ہے۔ یہ سورہ طٰہٰ میں ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے : فَاَلْقٰھَا فَاِذَا ھِیَ حَیَّۃٌ تَسْعٰی ،، سانپوں کی کئی اقسام ہیں جانّ، اَفاعی اور اَساوِد ایک اور بھی جنس ہے جس کو ثُعبان کہا جاتا ہے۔ بخاری نے اس کو ذکر نہیں کیا حالانکہ وہ سانپوں کے اقسام میں داخل ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک آیت میں جَانّ اور دُوسری جگہ ثُعبان ہے۔ یہ سانپ کی بہت بڑی جنس ہے۔ اس کو اژدھا کہتے ہیں۔ جب موسیٰ علیہ السلام نے عصا ڈالا تھا تو وہ ابتداء میں جانّ تھا پھر ثعبان ہوگیا تھا۔ حیۃ اِن دونوں قسموں میں شامل ہے۔ اللہ سے خطاب کی رات وہ حیۃ تھا تاکہ موسیٰ علیہ السلام اس سے خوف محسوس نہ کریں جبکہ فرعون کے آگے اسے ظاہر کریں گے،، ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا وہ زرد رنگ کا سانپ ہوگیا اس کی گردن پہ بال تھے جیسے گھوڑے کی گردن پہ بال ہوتے ہیں یہ سانپوں کی چھوٹی قسم ہے۔ پھر یہ آخر حال میں بہت بڑا اژدھا ہوگیا تھا۔ جنّ کی طرح تیز چلتا تھا گویا کہ وہ جنّ ہے۔ اسی لئے فرمایا جب اس کو دیکھا کہ وہ تیز دوڑ رہا ہے گویا کہ وہ جنّ ہے ،، کہا جاتا ہے اس سانپ کے دونوں جبڑوں کے درمیان چالیس گز کا فاصلہ تھا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا جب سانپ ثعبان (اژدھا) بن گیا تو جو بھی اس کے آگے پہاڑ اور پتھر وغیرہ آتے اِن کو نگل جاتا تھا۔ اَفَاعِی اَفْعٰی کی جمع ہے۔ اَساوِد اَسْوَد کی جمع ہے اسود کو اسم خیال کرتے ہوئے ہے اگر اس کو وصف لحاظ کریں تو جمع سُوْدٌ ہوگی ،،

قولہ رِدْءًا ،، اس سے اس آیت کریمہ : وَاَخِیْ ھٰرُوْنُ ھُوَ اَفْصَحُ مِنِّیْ لِسَانًا فَاَرْسِلْہُ مَعِیَ رِدْءًا یُّصَدِّقُنِیْ ،، کی طرف اشارہ کیا۔ پھر اس کی مُعِین سے تفسیر کی (مددگار) یعنی میرا بھائی ھارون اس کی زبان مجھ سے زیادہ فصیح ہے اس کو میرے ساتھ مددگار بھیج کہ وہ میری تصدیق کرے،، کہا جاتا ہے فُلاں شخص اِبرکا رِدْءٌ ہے یعنی اس کا مددگار ہے ،،

قولہ لِکَیْ یُّصَدِّقُنِیْ ،، یعنی ابن عباس نے کہا تاکہ وہ میری تصدیق کرے ہارون کی تصدیق سے یہ غرض نہیں کہ وہ موسیٰ علیہ السلام سے کہیں آپ نے سچ کہا ہے یا وہ لوگوں سے کہیں کہ موسیٰ علیہ السلام سچ کہتے ہیں بلکہ غرض یہ ہے کہ وہ خوب بسط سے کلام کریں اور اس بارے میں کفار سے جھگڑا کریں گے جیسے ایک بلیغ شخص معارضہ کرتا ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کے غیر نے " سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِأَخِيكَ " کا معنی یہ بیان کیا ہم تیری مدد کریں گے بعض کہا ہم تمہیں قوی کریں گے " شدة العضد " تقویت سے کنایہ ہے ، جب تو کسی کی مدد کرے اور اس کو قوت دے تو کہتے ہیں " جَعَلْتَ لَهُ عَضُدًا " چنانچہ کہا جاتا ہے " عَزَّ فُلَانٌ أَخَاهُ " جبکہ کوئی اس کی مدد کرے اس سے اللہ تعالیٰ کا کلام ہے " فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ " تیسرے کے ساتھ مدد کی "

قولہ مقبوحین " اس سے اس آیت کریمہ " وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ هُمْ مِنَ الْمَقْبُوحِينَ " کی طرف اشارہ کیا اور اس کی " مہلکین " سے تفسیر کی اس کی تفسیر ملعونین سے بھی کی جاتی ہے ۔ یہ قبح بمعنی الإبعاد سے ماخوذ ہے ۔ ملعون وہ ہوتا ہے جو رحمت سے دور کیا گیا ہو ۔ کہا جاتا ہے " قَبَحَ اللّٰهُ فُلَانًا قَبْحًا وَقُبُوحًا " اس کو ہر خیر سے دور کیا اس کے معنی سواد الوجہ " اور زُرْقَةُ الْعَيْنِ بھی کئے جاتے ہیں یعنی کالا چہرہ نیلی آنکھ ۔

قولہ وصّلنا " اس سے اس آیت کریمہ " وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ " کی طرف اشارہ کیا اور اس کی تفسیر : بَيَّنَّاهُ اور أَتْمَمْنَاهُ سے کی یعنی ہم نے بیان کیا اور اس کو پورا کیا ۔ ہم نے کفار مکہ کے لئے قرآن کریم میں پہلی امتوں کی خبریں بیان کیں کہ ہم نے انہیں کس طرح عذاب میں مبتلا کیا جبکہ اُنھوں نے نبیوں کو جھٹلایا تھا ۔

قولہ یجبیٰ " اس سے اس آیت کریمہ : يُجْبَىٰ إِلَيْهِ ثَمَرَاتُ كُلِّ شَيْءٍ " کی طرف اشارہ کیا پھر اس کی یجلب سے تفسیر کی ۔ یجبی اجابہ سے ماخوذ ہے ۔ یعنی اطراف واکناف سے ہر طرح کے پھل حرم میں لائے جاتے ہیں ۔ یہ ہماری طرف سے رزق ہے ۔

قولہ بطرت " اس سے اس آیت کریمہ : " وَكَمْ أَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ بَطِرَتْ مَعِيشَتَهَا " کی طرف اشارہ کیا پھر اس کی " أَشِرَتْ " سے تفسیر کی ۔ یعنی ہم نے بہت اہل قریہ ہلاک کئے جن کی زندگی سرکش ہو چکی تھی ۔ اُنھوں نے طغیان اختیار کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی روزی کھاتے اور پوجتے بتوں کو اہل مکہ کو ایسی قوم کے خراب انجام سے خوف دلایا جاتا ہے جن کا حال ان کی طرح تھا کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں پاتے اور شکر نہ کرتے ان نعمتوں پر اتراتے وہ ہلاک کر دیئے گئے " ابن فارس نے کہا بطر کے معنی اترانے میں حد سے بڑھ گئے " بعض نے کہا نعمتوں کے باعث سرکش ہو گئے "

قولہ فی اُمّھا " اس سے اس آیت کریمہ : وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرَىٰ حَتَّىٰ يَبْعَثَ فِي أُمِّهَا رَسُولًا " کی طرف اشارہ کیا اور اس کی تفسیر اُمّ القریٰ مکہ اور اس کے ماحول سے کی مکہ کو ام القریٰ اس لئے کہتے ہیں کہ مکہ سے ساری زمین پھیلائی گئی ہے اور مکہ ساری زمین کا مرکز ہے ۔ یعنی تمہارا رب شہروں کو ہلاک نہیں کرتا جب تک ان کے اصل مرجع میں رسول نہ بھیجے " یعنی مرکزی مقام میں " اور رسول سے مراد سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ۔

قولہ تکنّ " اس سے اس آیت کریمہ : وَرَبُّكَ يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُورُهُمْ وَمَا يُعْلِنُونَ " کی طرف اشارہ کیا

بَابُ قَوْلُہٗ تَعَالٰی اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ

اور نُخْفِیْ ،، سے اس کی تفسیر کی ،، جب تو کوئی شئ مخفی کرے تو کہا جاتا ہے : اَکْنَنْتُ الشَّیْئَ ،، کَنَنْتُ کے معنی ہیں میں نے ظاہر کیا ابن فارس نے کہا : اَخْفَیْتُہٗ بمعنی سَتَرْتُہٗ اور خَفَیْتُہٗ بمعنی اَظْہَرْتُہٗ ہے۔ یہ اضداد سے ہے کیونکہ مخفی کرنا اور ظاہر کرنا ضدیں ہیں۔

قولہ وَیْکَاَنَّ اللّٰہَ ،، اس سے اس آئت کریمہ : وَاَصْبَحَ الَّذِیْنَ تَمَنَّوْا مَکَانَہٗ بِالْاَمْسِ یَقُوْلُوْنَ وَیْکَاَنَّ اللّٰہَ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ وَیَقْدِرُ ،، کی طرف اشارہ کیا اور اس کی تفسیر کہا : مِثْلُ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ الخ یعنی کل جس نے اس کے مرتبہ کی آرزو کی تھی کہنے لگے۔ عجب بات ہے۔ اللہ رزق وسیع کرتا ہے اپنے بندوں میں جس کے لئے چاہے اور تنگی فرماتا ہے جس کے لئے چاہے لفظ وَیْکَاَنَّ ،، کی تحقیق میں کئی اقوال ہیں۔ زمخشری نے کہا خلیل اور سیبویہ نے کہا مد وَیْ ،، کَاَنَّ ،، سے جدا ہے یہ تنبیہ کا کلمہ ہے کوفیوں کے نزدیک ،، ویک ،، بمعنی وَیْلَكَ ،، ہے اور معنیٰ یہ ہے : اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّہٗ لَا یُفْلِحُ الْکَافِرُوْنَ ،، ہوسکتا ہے کہ کاف خطاب کا ہو جو وَیْ کے ساتھ ملایا گیا ہے۔ اور اَنَّہٗ ،، بمعنی لِاَنَّہٗ لَا یُفْلِحُ الْکَافِرُوْنَ

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد! بے شک جس نے تم پر قرآن فرض کیا وہ تمہیں پھیر لے گا جہاں پھرنا چاہتے ہو،،

تفسیر : یعنی جس نے آپ پر قرآن کی تلاوت اور اس کے احکام پر عمل لازم کیا ہے وہ آپ کو فتح مکہ کے دن مکہ مکرمہ میں بڑے شان وشوکت اور عزت و وقار اور غلبہ واقتدار کے ساتھ داخل کرے گا وہاں کے رہنے والے سب آپ کے زیرِ فرمان ہوں گے۔ شرک اور اس کے حامی ذلیل وخوار ہوں گے۔

شانِ نزول : یہ آئت کریمہ جُحفہ میں نازل ہوئی جب رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرتے ہوئے وہاں پہنچے اور آپ کو اپنے اور اپنے آباء کے جائے ولادت مکہ مکرمہ کا شوق ہُوا تو جبریل امین آئے اور عرض کیا کیا حضور کو اپنے شہر مکہ کا شوق ہے۔ فرمایا ہاں! انہوں نے عرض کیا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور یہ آئت کریمہ پڑھی۔ معاد کی تفسیر موت، قیامت اور جنت سے

۴۴۵۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ اَخْبَرَنَا يَعْلَى قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ الْعُصْفُرِيُّ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ لَرَادُّكَ اِلٰى مَعَادٍ قَالَ اِلٰى مَكَّةَ

سُوْرَةُ الْعَنْكَبُوْتِ

قَالَ مُجَاهِدٌ وَكَانُوْا مُسْتَبْصِرِيْنَ ضَلَلَةً فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ عَلِمَ اللّٰهُ ذٰلِكَ اِنَّمَا هِيَ بِمَنْزِلَةِ فَلْيَمِيْزَ اللّٰهُ كَقَوْلِهِ لِيَمِيْزَ اللّٰهُ الْخَبِيْثَ اَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ اَوْزَارِهِمْ

سے بھی کی گئی ہے۔ قولہ فَرَضَ عَلَيْكَ " آپ پر قرآن پر عمل فرض کیا۔

۴۴۵۵۔ ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے لَرَادُّكَ اِلٰى مَعَادٍ " کی تفسیر کی کہ اِلٰى مَكَّةَ "

۴۴۵۵۔ شرح: قولہ لَرَادُّكَ اِلٰى مَعَادٍ " میں مختلف اقوال ہیں۔ مجاہد نے وہی تفسیر کی ہے جو ابن عباس نے کی ہے۔ قعنبی نے کہا آدمی کا مَعَاد اس کا شہر ہے کیونکہ اپنے شہر سے باہر چلتا ہے پھر اسی کی طرف واپس آتا ہے۔ ابوسعید خدری نے کہا معاد موت ہے۔ حسن بصری، زہری نے قیامت کے دن سے تفسیر کی ہے جبکہ ابن صالح سے جنت منقول ہے۔

سُورۂ عنکبوت

یہ سورت مکی ہے۔ اس کی ۶۹ آیات ہیں۔ مقاتل نے کہا: الٓمّٓ اَحَسِبَ النَّاسُ " مہجع بن عبداللہ کے متعلق نازل ہوئی جو عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ ہیں۔ وہ بدر کی جنگ میں مسلمانوں میں سب سے پہلے شہید ہوئے۔ ان کو ابن حضرمی نے تیر مار کر قتل کیا تھا۔ وہ پہلا شخص ہے جس کو سردارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے شہداء میں سے سب سے پہلے جنت کی طرف بلایا جائے گا۔ سخاوی نے کہا یہ سورت الٓمّٓ غُلِبَتِ الرُّوْمُ کے بعد سورۂ مطففین سے پہلے نازل ہوئی "

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

قولہ مُسۡتَبۡصِرِیۡنَ ،، اس سے اس آئت کریمہ : فَصَدَّهُمۡ عَنِ السَّبِيۡلِ وَكَانُوۡا مُسۡتَبۡصِرِيۡنَ ،، کی طرف اشارہ کیا اور مجاہد نے اس کی تفسیر ضَلَلَۃً ،، سے کی۔ کرمانی نے کہا یہ ضالّ کی جمع ہے، لیکن صحیح یہ ہے کہ ضلالت کی جمع ہے۔ یعنی وہ ضلالت میں ہیں۔ قتادہ نے کہا وہ اپنی گمراہی میں خوش ہیں۔ مقاتل نے کہا اُن کا گمان تھا کہ وہ حق پر ہیں، حالانکہ وہ باطل پر تھے۔ مجاہد کے غیر نے کہا "الحیوان اور الحیّ" دونوں کلمے ہم معنی ہیں۔ اس سے اس آئت کریمہ : وَاِنَّ الدَّارَ الۡاٰخِرَةَ لَهِيَ الۡحَيَوَانُ لَوۡ كَانُوۡا يَعۡلَمُوۡنَ "کی طرف اشارہ کیا" یعنی دارِ آخرت باقی رہنے والا ہے جس کو زوال نہیں اس میں موت نہیں گویا کہ وہ عین حیات ہے۔ حیوان حیی کی مصدر ہے۔ قیاس تو یہ ہے کہ حییان کہا جائے لیکن دوسری یاء کو واؤ سے بدل کر دیا ہے "

قولہ وَلَيَعۡلَمَنَّ اللّٰهُ ،، اس سے اس آئت کریمہ : وَلَيَعۡلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَلَيَعۡلَمَنَّ الۡمُنٰفِقِيۡنَ ،، کی طرف اشارہ کیا۔ اللہ تعالیٰ ایمان والوں اور منافقوں کو جانتا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ جو جزاء کا مالک ہے۔ اس کے نزدیک دونوں فریقوں کا حال ظاہر ہے۔

قولہ اِنَّمَا ھِیَ ،، یعنی اِنَّمَا اور لامِ تاکید اور نون بمنزلہ فَلَيُمَيِّزَنَّ اللّٰهُ ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ یہ پہلے سے جانتا ہے کیونکہ دونوں گروہوں میں فرق ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ لِيَمِيۡزَ اللّٰهُ الۡخَبِيۡثَ مِنَ الطَّيِّبِ "یعنی کافر کو مومن سے جُدا کر دے۔

قولہ اَثۡقَالًا ،، اس سے اس آئت کریمہ " فَلَيَحۡمِلُنَّ اَثۡقَالًا مَّعَ اَثۡقَالِهِمۡ ،، کی طرف اشارہ کیا اور اس کی تفسیر اَوۡزَارًا مَّعَ اَوۡزَارِهِمۡ ،، سے کی یعنی ان کے لوگوں کو گمراہ کرنے اور اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکنے کے سبب وہ قیامت میں اپنے پُورے گناہوں کا بوجھ اُٹھائیں گے اور جن کو گمراہ کیا ان کے گناہوں کا بوجھ بھی اُٹھائیں گے۔ حدیث شریف میں ہے جس نے اسلام میں کوئی بُرا طریقہ نکالا اس پر اس طریقہ کے نکالنے کا گناہ بھی ہے اور قیامت تک جو لوگ اس بُرے طریقہ پر عمل کریں ان کے گناہ بھی۔ بغیر اس کے کہ اُن پر سے بارِ گناہ میں کچھ بھی کمی ہو۔ (مسلم شریف)

سُورۂ رُوم

یہ سورت مکیہ ہے۔ اس میں دو آیتوں میں اختلاف ہے۔ ایک آئت کریمہ : وَلَوۡ اَنَّ مَا فِي الۡاَرۡضِ مِنۡ شَجَرَةٍ اَقۡلَامٌ ،، ہے۔ سُدی نے ذکر کیا یہ آئت مدینہ منورہ میں نازل ہُوئی ہے۔ دُوسری آئت کریمہ : اِنَّ اللّٰهَ عِنۡدَهٗ عِلۡمُ السَّاعَةِ ،، سخاوی نے کہا یہ اِذَا السَّمَآءُ انۡشَقَّتۡ کے بعد اور سورہ عنکبوت

الم۔ غُلِبَتِ الرُّوْمُ فَلَا يَرْبُوْا مَنْ اَعْطٰى يَبْتَغِىْ اَفْضَلَ فَلَا اَجْرَ لَهٗ فِيْهَا قَالَ مُجَاهِدٌ يُحْبَرُوْنَ يُنَعَّمُوْنَ فَلِاَنْفُسِهِمْ يَمْهَدُوْنَ يُسَوُّوْنَ الْمَضَاجِعَ

سے پہلے نازل ہوئی۔ اس کی ساٹھ آیات ہیں۔ واحدی نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا جب بدر کا دن تھا رومیوں نے فارس پر غلبہ کر لیا اس سے مسلمان بہت خوش ہوئے تو یہ نازل ہوئی: الٓمٓ غُلِبَتِ الرُّوْمُ " یہاں تک کہ فرمایا رومیوں کے اہل فارس پر غالب آنے کے سبب مومن خوش ہوں گے، کیونکہ رومی اہل کتاب ہیں اور اہل فارس مشرک تھے۔ مسلمانوں کے خوش ہونے کا سبب یہ تھا کہ اللہ نے کتابیوں کو غیر کتابیوں پر غلبہ دیا اور اسی روز بدر میں مسلمانوں کو مشرکوں پر اور مسلمانوں کا صدق اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کی خبر کی تصدیق ظاہر فرمائی، جو اس نے فرمایا تھا کہ رومی چند برس میں پھر غالب ہوں گے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فَلَا يَرْبُوْا "، یعنی جس نے کسی کو عطیہ دیا پھر دیئے ہوئے سے زیادہ کی خواہش کرے تو عطیہ کرنے کا کچھ ثواب نہیں ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ربا دو (۲) ہیں ایک وہ جو اچھا نہیں دوسرا وہ جس میں گناہ نہیں اور وہ کسی کو ہدیہ دینا جس سے زیادہ کی خواہش رکھتا ہو۔ پھر یہ آیت کریمہ: " وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَا فِيْٓ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ " تلاوت کی یعنی تم جو چیز زیادہ لینے کو دو کہ دینے والے کے مال بڑھیں تو وہ اللہ کے حضور نہ بڑھے گی "۔ دراصل لوگوں کا دستور تھا کہ وہ دوست احباب اور آشناؤں کو یا کسی اور شخص کو اس نیت سے ہدیہ دیتے تھے کہ وہ انہیں اس سے زیادہ دے گا یہ جائز تو ہے لیکن اس پر ثواب نہ ملے گا اور اس میں برکت نہ ہوگی۔ کیونکہ یہ عمل خالصاً اللہ تعالیٰ کے لئے نہیں ہوا۔

قولہ يُحْبَرُوْنَ ،، اس سے اس آیت کریمہ: فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَهُمْ فِيْ رَوْضَةٍ يُّحْبَرُوْنَ کی طرف اشارہ ہے " تو وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے باغ کی کیاری میں اُن کی خاطر داری ہوگی ،، اور گلستان جنت میں اُن کا اکرام کیا جائے گا جس سے وہ خوش ہوں گے۔ یہ خاطر داری جنتی نعمتوں کے ساتھ ہوگی! قولہ يَمْهَدُوْنَ " اس سے اس آیت کریمہ: وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِاَنْفُسِهِمْ يَمْهَدُوْنَ کی طرف اشارہ کیا پھر اس کی يُسَوُّوْنَ الْمَضَاجِعَ سے تفسیر کی ،، جو اچھا کام کریں وہ اپنے ہی لئے تیاری کر رہے ہیں ،، کہ منازل جنت میں راحت و آرام پائیں " مجاہد نے کہا وہ قبر یا جنت میں اپنے لئے تیاری کر رہے ہیں۔

قولہ اَلْوَدْقَ " اس سے اس آیت کریمہ: فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ،، کی طرف اشارہ کیا پھر اس کی مطر " بارش سے تفسیر کی۔ یعنی تو دیکھے گا اس کے بیچ میں سے مینہ نکل رہا ہے۔

اَلْوُدُقُ الْمَطَرُ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ هَلْ لَكُمْ مِمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ فِى الْاٰلِهَةِ وَفِيْهِ تَخَافُوْنَهُمْ اَنْ يَرِثُوْكُمْ كَمَا يَرِثُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا يَصَّدَّعُوْنَ يَتَفَرَّقُوْنَ فَاصْدَعْ وَقَالَ غَيْرُهُ ضُعْفٌ وَضَعْفٌ لُغَتَانِ وَقَالَ مُجَاهِدٌ السُّوْاٰى الْاِسَاءَةُ جَزَآءُ الْمُسِيْئِيْنَ ــــــ

قولہ هَلْ لَكُمْ مِمَّا مَلَكَتْ ،، اس سے اس آیت کریمہ : ضَرَبَ لَكُمْ مَثَلًا مِنْ اَنْفُسِكُمْ هَلْ لَكُمْ مِمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِنْ شُرَكَآءَ فِيْمَا رَزَقْنَاكُمْ فَاَنْتُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ ،، کی طرف اشارہ کیا ،، تمہارے لئے ایک کہاوت بیان فرماتا ہے ۔خود تمہارے اپنے حال سے کیا تمہارے لئے تمہارے ہاتھ کے مال غلاموں میں سے کچھ شریک ہیں ۔ اس میں جو ہم نے تمہیں روزی دی ۔ تو تم سب اس میں برابر ہو ،، یعنی کیا تم اپنے لئے خوش ہو کہ جو ہم نے تمہیں رزق دیا ہے اس میں تمہارے بعض غلام تم میں شریک ہو جائیں پھر غلام اور مالک کا فرق کئے بغیر تم اور وہ اس مال میں برابر کے حق دار ہو جاؤ ۔تمہیں خود یہ ڈر ہے کہ تمہارے بعض غلام تمہارے وارث ہو جائیں یا تمہارے سوا وہ مال میں تصرف کرنے میں مستقل قرار پائیں جب تم اپنے لئے یہ پسند نہیں کرتے ہو تو تم رب الارباب خالق کائنات کے لئے کیسے خوش ہو کہ اس کے بندوں کو اس کا شریک بناؤ ،، قولہ يَصَّدَّعُوْنَ ،، کی طرف اشارہ کیا تو اپنا منہ سیدھا کر عبادت کے لئے پہلے اس کے کہ وہ دن آئے جسے اللہ کی طرف سے ٹلنا نہیں اس دن الگ پھٹ جائیں گے ،، حساب کے بغیر متفرق ہو جائیں گے جنتی جنت کی طرف جائیں گے دوزخی دوزخ کی طرف جائیں گے ۔ يَصَّدَّعُوْنَ ،، کی تفسیر يَتَفَرَّقُوْنَ ،، سے کی یعنی متفرق ہو جائیں گے ۔

قولہ فَاصْدَعْ ،، اس سے اس آیت کریمہ : فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ ،، کی طرف اشارہ کیا یہ بطور استشہاد ذکر کیا کہ یہاں صَدَعَ بمعنی فرق ہے ۔یعنی فرق کر دراصل صدع کسی شئی کو شق کرنا ہے ۔

قولہ ضُعْفٌ اس سے اس آیت کریمہ : هُوَ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِنْ ضُعْفٍ ،، کی طرف اشارہ کیا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے غیر نے کہا کہ ضُعْف ،، بفتح الضاد و بضمها دونوں لغتیں ہیں اور ہم معنی ہیں ۔خلیل نے کہا ضُعْف بضم الضاد جسم کی کمزوری اور ضَعْف بفتح الضاد عقل میں کمزوری ہے ۔

قولہ السُّوْآٰى ،، اس سے اس آیت کریمہ : ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوا السُّوْآٰى اَنْ كَذَّبُوْا بِاٰيَاتِ اللّٰهِ ،، کی طرف اشارہ کیا ۔پھر اس کی اساءت سے تفسیر کی ۔ یعنی پھر جنہوں نے حد بھر کی برائی کی ان کا انجام یہ ہوا کہ اللہ کی آیتیں جھٹلانے لگے ،، نسفی نے کہا السُّوْآٰى اسوء کی تانیث ہے ۔ اس کے معنیٰ بہت برا جیسے الحسنیٰ احسن کی تانیث بمعنی احسن ہے ۔

الٓمّٓ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ۴۴۵۶ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ حَدَّثَنَا سُفْيٰنُ قَالَ حَدَّثَنَا مَنْصُوْرٌ وَالْاَعْمَشُ عَنْ اَبِی الضُّحٰی عَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ بَيْنَمَا رَجُلٌ يُحَدِّثُ فِیْ كِنْدَةَ فَقَالَ يَجِیءُ دُخَانٌ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَيَاْخُذُ بِاَسْمَاعِ الْمُنٰفِقِيْنَ وَاَبْصَارِهِمْ وَيَاْخُذُ الْمُؤْمِنَ كَهَيْاَةِ الزُّكَامِ فَفَزِعْنَا فَاَتَيْتُ ابْنَ مَسْعُوْدٍ وَكَانَ مُتَّكِئًا فَغَضِبَ فَجَلَسَ فَقَالَ مَنْ عَلِمَ فَلْيَقُلْ وَمَنْ لَّمْ يَعْلَمْ فَلْيَقُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ فَاِنَّ مِنَ الْعِلْمِ اَنْ يَّقُوْلَ لِمَا لَا يَعْلَمُ لَا اَعْلَمُ فَاِنَّ اللّٰهَ قَالَ لِنَبِيِّهٖ قُلْ مَآ اَسْاَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ وَاِنَّ قُرَيْشًا اَبْطَؤُا عَنِ الْاِسْلَامِ فَدَعَا عَلَيْهِمُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اللّٰهُمَّ اَعِنِّیْ عَلَيْهِمْ بِسَبْعٍ كَسَبْعِ يُوْسُفَ فَاَخَذَتْهُمْ سَنَةٌ حَتّٰی هَلَكُوْا فِيْهَا وَاَكَلُوا الْمَيْتَةَ وَالْعِظَامَ وَيَرَی الرَّجُلُ مَا بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ كَهَيْاَةِ الدُّخَانِ فَجَآءَهٗ اَبُوْ سُفْيٰنَ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ جِئْتَ تَاْمُرُ بِصِلَةِ الرَّحِمِ وَاِنَّ

۴۴۵۶ — ترجمہ: مسروق نے کہا ایک دفعہ ایک آدمی نے کندہ میں حدیث بیان کی کہ قیامت کے دن دھواں آئے گا اور منافقوں کے کانوں اور آنکھوں میں گھس جائے گا اور مومنوں کو زکام سا ہو جائے گا۔ ہم بہت گھبرائے تو میں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آیا جبکہ وہ تکیہ لگائے ہوئے تھے وہ غصہ سے بھر گئے اور بیٹھ گئے اور کہا جس کو بات کا علم ہو وہ کہے اور جو نہ جانتا ہو وہ کہے اللّٰہُ اَعْلَمُ (اللہ جانتا ہے) کیونکہ جو کوئی نہ جانتا ہو اس کا یہ کہنا کہ میں نہیں جانتا ہوں یہ بھی ایک طرح کا علم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا اے حبیب فرما دیجئے۔ میں تم سے دین اسلام پر اُجرت کا سوال نہیں کرتا ہوں اور نہ میں تکلف کرنے والوں سے ہوں۔ (دراصل واقعہ یہ ہے) قریش نے اسلام قبول کرنے میں تاخیر کی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن پر بددعا کی اور فرمایا اے اللہ! یوسف علیہ السلام کے سات سالوں کی طرح قحط کے سات سالوں کے ساتھ قریش پر میری مدد فرما!

قَومَكَ قَدْ هَلَكُوا فَادْعُ اللّٰهَ فَقَرَأَ فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُبِينٍ إِلَى قَوْلِهِ عَائِدُونَ أَفَيُكْشَفُ عَنْهُمْ عَذَابُ الْآخِرَةِ إِذَا جَاءَ ثُمَّ عَادُوا إِلَى كُفْرِهِمْ فَذَالِكَ قَوْلُهُ تَعَالَى يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرَىٰ يَوْمَ بَدْرٍ وَلِزَامًا يَوْمَ بَدْرٍ الٓمٓ غُلِبَتِ الرُّومُ إِلَى سَيَغْلِبُونَ وَالرُّومُ قَدْ مَضَىٰ

پس ان کو ایک سال قحط نے آلیا۔ حتیٰ کہ اس قحط سالی میں مکہ والے ہلاک ہونے لگے اور انھوں نے مردار اور ہڈیاں کھائیں (حال یہ تھا کہ آدمی زمین و آسمان کے درمیان دھوئیں کی شکل دیکھتا بھوک کے سبب) ابوسفیان سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس (مکہ سے مدینہ منورہ میں) آیا اور کہا اے محمد آپ اس حال میں تشریف لائے ہیں کہ ہمیں صلہ رحمی کا حکم فرماتے ہیں اور آپ کی قوم ہلاک ہو رہی ہے اللہ سے دعاء فرمائیں کہ قحط سالی دُور ہو۔ پھر عبداللہ بن مسعود نے پڑھا: فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُبِينٍ ،، عَائِدُونَ ،، تک پڑھا، جس وقت آخرت کا عذاب آئے گا وہ اُن سے دُور کیا جائے گا؟ پھر وہ کفر کی طرف لوٹ گئے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرَىٰ ،، بطشہ کبریٰ سے مراد (بڑی پکڑ) بدر کا دن ہے (جس میں وہ قتل ہوئے اور لزام سے مراد بدر کا دن ہے جس میں وہ قید ہوئے)

۴۴۵۶ — شرح: سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین مکہ کے اسلام قبول کرنے میں تاخیر کے باعث ان پر سات قحط سالی کی بد دُعاء فرمائی جس میں اہل مکہ بھوک کے باعث ہلاک ہونے لگے اور اسی مدہوشی میں انہیں زمین و آسمان کے درمیان دھواں نظر آتا تھا یہ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُبِينٍ ،، کا مصداق ہے جب ابوسفیان کو معلوم ہوا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعاء سے یہ صورت حال پیدا ہوئی ہے تو وہ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ پہنچا اور قحط سالی دُور ہونے کی درخواست کی ،، عبداللہ بن مسعود نے کہا یہ آخرت کا عذاب نہیں کیونکہ آخرت کا عذاب دُور نہیں کیا جائے گا۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاء سے تھوڑا سا قحط دُور ہُوا پھر وہ کفر کی طرف لوٹ گئے ،،

اللہ تعالیٰ کا ارشاد! يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرَىٰ۔ بدر کا دن ہے اور لزام بھی بدر کا دن ہے جس میں وہ قتل اور قید ہوئے تھے۔ یہ عبداللہ بن مسعود کا قول ہے۔ مفسرین کی ایک جماعت نے جیسے مجاہد، ابوالعالیہ ابراہیم نخعی، ضحاک اور عطیہ عوفی نے ان کی موافقت کی ہے۔ ابن جریر نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے، لیکن ابن ابی حاتم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روائت کی ہے کہ آئت الدخان ابھی تک نہیں آئی جس میں

بابٌ قَوْلُهُ لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللهِ لِدِيْنِ اللهِ خُلُقُ الْاَوَّلِيْنَ دِيْنُ الْاَوَّلِيْنَ وَالْفِطْرَةُ الْاِسْلَامُ

مومن کی حالت زکام جیسی ہوگی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دخان قیامت کے علامات سے ہے جس کا انتظار کیا جاتا ہے۔ حذیفہ بن اسید غفاری کی حدیث میں ہے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے قائم ہونے سے پہلے تم دس علامات دیکھو گے۔ ٭ سورج کا مغرب سے طلوع کرنا ٭ دھواں ٭ دابہ ٭ یاجوج وماجوج کا نکلنا ٭ عیسیٰ علیہ السلام کا تشریف لانا ٭ دجال کا آنا ٭ مشرق، مغرب اور جزیرۂ عرب میں لوگوں کا زمین میں دھنس جانا ٭ عدن سے آگ کا نکلنا جو لوگوں کے ساتھ رات دن چلے گی اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد! اِنَّا كَاشِفُوا الْعَذَابِ ،، کا معنی یہ ہے کہ اگر تم سے عذاب اٹھادیں اور تمہیں دنیا کی طرف لوٹا دیں تو تم پھر اسی طرف لوٹ جاؤ گے جو پہلے کفر و تکذیب کرتے تھے ،،

شیخ عبدالحق دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا تعجب ہے کہ عبداللہ بن مسعود نے ان تمام باتوں میں اس شخص کی تجہیل کردی۔ اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ عبداللہ بن مسعود کو مذکور حدیث نہ پہنچی ہوگی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ عدم علم عدم کی دلیل نہیں ہوتی۔ عبداللہ بن مسعود کی بات انہی پر وارد ہوتی ہے کہ جس کا انسان کو علم ہو وہ بیان کرے علم نہ ہو تو کہے اللہ جانتا ہے یہ بھی علم ہے واللہ ورسولہ اعلم!

باب۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد! اللہ کے دین میں تبدیلی نہیں!

آیت کریمہ ہے لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللهِ ،، خلق اللہ کی تفسیر اللہ کے دین سے کی ہے یعنی اللہ کے دین میں تبدیل نہیں ہوسکتی ہے۔ اکثر علماء نے یہی تفسیر کی ہے؛ البتہ عکرمہ اور مجاہد سے یہ منقول ہے کہ اللہ کی مخلوق چارپایوں وغیرہ کو خصی کرنے سے تبدیلی نہیں کرنی چاہیئے۔ اس تفسیر کے مطابق آدمی کے خصی ہونے کی ممانعت بطریق اولیٰ ہے (تیسیر القاری)

قولہ خُلُقُ الْاَوَّلِيْنَ ،، اس سے اس آیت کریمہ: اِنْ هٰذَا اِلَّا خُلُقُ الْاَوَّلِيْنَ ،، کی طرف اشارہ کیا۔ اس میں خلق الاولین یعنی دین الاولین ہے اور اس آیت کریمہ، فِطْرَتَ اللهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ،، میں فطرت یعنی اسلام ہے ،،

۴۴۵۷ ـ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مَوْلُودٍ إِلَّا يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ أَوْ يُنَصِّرَانِهِ أَوْ يُمَجِّسَانِهِ كَمَا تُنْتَجُ الْبَهِيمَةُ بَهِيمَةً جَمْعَاءَ هَلْ تُحِسُّونَ فِيهَا مِنْ جَدْعَاءَ ثُمَّ يَقُولُ فِطْرَةَ اللهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللهِ ذٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ

سُورَةُ لُقْمَانَ

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

۴۴۵۷ ـــ ترجمہ: ابوسلمہ بن عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی بچہ نہیں مگر وہ فطرت اسلام پہ پیدا ہوتا ہے۔ پھر اس کے ماں باپ اس کو یہودی یا نصرانی یا مجوسی بناتے ہیں جیسے بہیمہ بچہ کو درست اور خلقت میں پورا جنم دیتا ہے کیا تم اس میں کان بریدہ دیکھتے ہو؟ پھر وہ کہتے «اللہ کی فطرت ہے جس پہ لوگوں کو پیدا کیا اللہ کی مخلوق تبدیلی نہیں ہوسکتی یہ دین قائم ہے» (کتاب الجنائز باب اذا اسلم الصبی میں اس کی شرح دیکھیں)

سُورۂ لقمان

یہ سورت مکی ہے اس کی ۳۴ آیات ہیں اس کی دو(۲) آیتوں میں اختلاف ہے۔ سُدی نے کہا «وَلَوْ أَنَّ مَا فِي الْأَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ أَقْلَامٌ» مدینہ منورہ میں نازل ہوئی اور دوسری «إِنَّ اللهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ» ہے۔ حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ یہ آیت کریمہ «اَلَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ» مدنی ہے۔ کیونکہ زکوٰۃ وصلوٰۃ دونوں مدنی ہیں۔

بَابُ قَوْلِهٖ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ

۴۴۵۸ــــ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ الَّذِيْنَ

لقمان کون تھے؟

لقمان بن باعور بن ناخر بن تارخ والد ابراہیم علیہ السلام ان کی عمر ایک ہزار برس تھی۔ انھوں نے حضرت داؤد علیہ السلام کو پایا اور اُن سے علم حاصل کیا۔ حضرت داؤد علیہ السلام سے قبل فتویٰ دیا کرتے تھے۔ جب داؤد علیہ السلام مبعوث ہوئے تو فتویٰ دینا ترک کر دیا۔ بعض نے کہا لقمان نے ایک ہزار نبیوں سے علم حاصل کیا۔ ابن ابی حاتم نے مجاہد سے روایت کی کہ وہ سیاہ فام غلام تھے موٹے موٹے ہونٹ تھے۔ اور پاؤں پھٹے ہوئے تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ حبشی ترکھان تھے۔ سعید بن مسیب نے کہا مصر کے سوداگروں میں سے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو علم و حکمت عطا کی اور اُن کو نبوت عطا نہ کی۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ لقمان کا قد چھوٹا اور ناک پست تھا۔ قتیبہ نے کہا اکثر کے نزدیک وہ نبی نہ تھے۔ البتہ نیک آدمی تھے۔ واقدی نے کہا وہ بنی اسرائیل میں فیصلے کیا کرتے تھے اس کا زمانہ جناب عیسیٰ علیہ السلام اور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان کا زمانہ تھا۔ حوتی نے عکرمہ سے روایت کی کہ وہ نبی تھے لیکن وہ اس بات میں متفرد ہیں۔ وہب بن منبہ نے کہا وہ ایوب علیہ السلام کے بھانجے تھے۔ ابن مقاتل نے کہا ان کے خالو زاد تھے۔ لقمان کے بیٹے کا نام انعم تھا وہ کافر تھا۔ اس کو نصیحت کرتے رہے حتیٰ کہ مسلمان ہو گیا۔ کہا گیا ہے کہ اس کا نام مشکم تھا۔ بعض نے ماثان کہا ہے ثاران بھی کہا جاتا ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم! (عینی)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

جب لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا جبکہ اس کو وعظ و نصیحت کرتے تھے اے میرے بیٹے اللہ کا شریک نہ کرنا شرک بہت بڑا ظلم ہے، کیونکہ

اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْٓا اِیْمَانَھُمْ بِظُلْمٍ شَقَّ ذٰلِكَ عَلٰى اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَقَالُوْا اَیُّنَا لَمْ یَلْبِسْ اِیْمَانَهٗ بِظُلْمٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهٗ لَیْسَ بِذَاكَ اَلَا تَسْمَعُ اِلٰى قَوْلِ لُقْمٰنَ لِاِبْنِهٖ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ

بَابُ قَوْلِهٖ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ

اس میں جو عبادت کا مستحق نہ ہو اس کو مستحق عبادت کے برابر قرار دیتا ہے اور عبادت کو اس کے محل کے خلاف رکھتا ہے۔ یہ دونوں باتیں ظلم عظیم ہیں۔

۴۴۵۸ ترجمہ: عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا جب یہ آیت کریمہ "اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْٓا اِیْمَانَھُمْ بِظُلْمٍ"، جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کے ساتھ ظلم کو نہ ملایا"، تو یہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام پر بہت شاق گزرا۔ اُنھوں نے کہا ہم میں سے کون ہے جس نے اپنا ایمان ظلم کے ساتھ نہ ملایا ہو (گناہ نہ کیا ہو) تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسا نہیں (جو تم نے خیال کیا ہے) کیا تم نے لقمان کی بات نہیں سُنی ہے جو وہ اپنے بیٹے سے کہتے تھے۔ بے شک شرک بہت بڑا ظلم ہے۔

(کتاب الایمان باب ظلم دون ظلم۔ حدیث ۱/۳۱/۱۲۰ کی شرح دیکھیں)

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد! بے شک اللہ کے پاس ہے قیامت کا علم!

یہ آیت کریمہ وارث بن عمر کے متعلق نازل ہوئی جو دیہات میں رہائش پذیر تھا۔ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ سے قیامت اور اس کے وقت کے متعلق پوچھا اور کہا ہماری زمین بارانی ہے۔ بارش کب ہوگی؟ میں اپنی بیوی حاملہ چھوڑ آیا ہوں وہ کب بچہ کو جنم دے گی؟ میں جانتا ہوں کہ میں کہاں پیدا ہُوا اور یہ نہیں جانتا ہوں کہ کس زمین میں مروں گا؟ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی"

۴۴۵۹ ــــ حَدَّثَنِي إِسْحٰقُ عَنْ جَرِيرٍ عَنْ أَبِي حَيَّانَ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَوْمًا بَارِزًا لِلنَّاسِ إِذْ أَتَاهُ رَجُلٌ يَمْشِي فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَا الْإِيمَانُ قَالَ الْإِيمَانُ أَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَرُسُلِهِ وَلِقَائِهِ وَتُؤْمِنَ بِالْبَعْثِ الْآخِرِ قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَا الْإِسْلَامُ قَالَ الْإِسْلَامُ أَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَتُقِيمَ الصَّلٰوةَ وَتُؤْتِيَ الزَّكٰوةَ الْمَفْرُوضَةَ وَتَصُومَ رَمَضَانَ قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَا الْإِحْسَانُ قَالَ الْإِحْسَانُ أَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَتَى السَّاعَةُ قَالَ مَا الْمَسْئُولُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ وَلٰكِنْ سَأُحَدِّثُكَ عَنْ أَشْرَاطِهَا إِذَا وَلَدَتِ الْمَرْأَةُ رَبَّتَهَا فَذَاكَ مِنْ أَشْرَاطِهَا وَإِذَا كَانَ الْحُفَاةُ الْعُرَاةُ رُءُوسَ النَّاسِ فَذَاكَ مِنْ أَشْرَاطِهَا فِي خَمْسٍ لَا يَعْلَمُهُنَّ إِلَّا اللّٰهُ إِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ ثُمَّ انْصَرَفَ الرَّجُلُ فَقَالَ رُدُّوا عَلَيَّ فَأَخَذُوا لِيَرُدُّوا فَلَمْ يَرَوْا شَيْئًا فَقَالَ هٰذَا جِبْرِيلُ جَاءَ لِيُعَلِّمَ النَّاسَ دِينَهُمْ ــــ

۴۴۵۹ ــــ ترجمہ : ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں علانیہ تشریف فرما تھے۔ اچانک ایک مرد چلتا ہوا آیا اور کہا یا رسول اللہ ، ایمان کیا چیز ہے۔ فرمایا ایمان یہ ہے کہ تو اللہ اور اس کے فرشتوں اور رسولوں پر ایمان لائے اور آخرت میں اس سے ملاقات پر ایمان لائے اور مرنے کے بعد اُٹھنے پر ایمان لائے۔ اُس نے کہا "یا رسول اللہ" اسلام کیا ہے ؟ فرمایا اسلام یہ ہے کہ تو اللہ کی عبادت کرے اور اس کا کسی کو شریک نہ کرے نماز قائم کرے فرض زکوٰۃ ادا کرے۔ رمضان مبارک کے روزے رکھے۔ اُس نے کہا یا رسول اللہ ! احسان کیا ہے ؟ فرمایا احسان یہ ہے کہ تو اللہ کی عبادت کرے گویا تو اس کو دیکھتا ہے اور اگر اس کو نہیں دیکھتا تو اخلاص سے عبادت کر کیونکہ وہ تجھے دیکھتا ہے۔ اُس نے

۴۴۶۰ ـــ حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ سُلَیْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِی ابْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِی عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ زَیْدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ اَبَاهُ حَدَّثَهُ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ ابْنَ عُمَرَ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ خَمْسٌ ثُمَّ قَرَأَ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ

سُوْرَۃُ تَنْزِیْلُ السَّجْدَۃِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کہا یا رسول اللہ! قیامت کب ہوگی؟ فرمایا قیامت کے متعلق جس سے سوال پوچھا گیا ہے۔ وہ سائل سے زیادہ نہیں جانتا ہے۔ لیکن میں تجھے اس کی علامتیں بتاتا ہوں۔ جب لونڈی اپنے مالک کو جنم دے گی۔ یہ قیامت کی علامت ہے۔ پانچ امور ہیں جن کو اللہ کے سوا بذاتِ خود کوئی نہیں جانتا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَۃِ الآیۃ پھر وہ آدمی چلا گیا تو آپ نے فرمایا اس کو واپس میرے پاس لاؤ! صحابہ نے تلاش شروع کی کہ اس کو واپس لائیں، لیکن انھوں نے کوئی شئے نہ دیکھی۔ آپ نے فرمایا یہ جبرائیل علیہ السلام تھے وہ تشریف لائے تھے تاکہ لوگوں کو ان کے دین کی تعلیم دیں۔"

۴۴۵۹ ـــ شرح: سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ کو مفروضہ کے ساتھ مقید ذکر کیا اور نماز کو مطلق اس لئے رکھا کہ نماز کی فرضیت ہر ایک کو معلوم تھی اور زکوٰۃ ادا کرنا اکثر طباع پہ دشوار ہے۔ یہ نکتہ ہے کہ زکوٰۃ کو مقید ذکر کیا لیکن مسلم کی روائت میں یہ الفاظ ہیں تو مکتوبہ نماز (فرض نماز) قائم کرے اور فرض زکوٰۃ ادا کرے۔ اس حدیث کی مکمل تفصیل حدیث ۴۷ کی شرح میں دیکھیں)۔ (باب الایمان)

۴۴۶۰ ـــ ترجمہ: عمر بن محمد بن زید بن عبداللہ بن عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روائت ہے کہ اُن کے والد نے اُن سے بیان کیا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غیب کے خزانے پانچ ہیں۔ پھر یہ آیت کریمہ پڑھی!
اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَۃِ : الآیۃ

وَقَالَ مُجَاهِدٌ مَهِينٌ ضَعِيفٌ نُطْفَةُ الرَّجُلِ ضَلَلْنَا هَلَكْنَا وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ الْجُرُزُ الَّتِي لَا تُمْطَرُ إِلَّا مَطَرًا لَا يُغْنِي عَنْهَا شَيْئًا نَهْدِ نُبَيِّنُ

سُوْرَۃُ سَجْدَہ

مقاتل نے کہا یہ سورت مکی ہے۔ اس کی تیس آیات ہیں اور یہ آیت کریمہ: تَتَجَافَى جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ مدنی ہے۔ انصار کے بارے میں نازل ہوئی۔ سخاوی نے کہا یہ قَدْ أَفْلَحَ کے بعد اور طور سے پہلے نازل ہوئی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط

قوله مَهِينٍ " اس سے اس آیت کریمہ: ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهُ مِنْ مَاءٍ مَهِينٍ " کی طرف اشارہ کیا اور اس کی تفسیر میں مجاہد نے کہا " مہین یعنی ضعیف ہے پھر کہا ماء مہین آدمی کا نطفہ ہے۔ یعنی آدم کی اولاد کو نطفہ سے پیدا کیا جو ضعیف پانی ہے۔

قوله ضَلَلْنَا " اس سے اس آیت کریمہ: " قَالُوا أَئِذَا ضَلَلْنَا فِي الْأَرْضِ کی طرف اشارہ کیا اور اس کی " هَلَكْنَا " سے تفسیر کی۔ بعض نے معنی تراب کہا ہے۔

قوله الْجُرُزُ " اس سے اس آیت کریمہ: أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا نَسُوقُ الْمَاءَ إِلَى الْأَرْضِ الْجُرُزِ فَنُخْرِجُ بِهِ زَرْعًا " کی طرف اشارہ کیا اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کی تفسیر " الَّتِي لَا تُمْطَرُ " سے کی اور کیا نہیں دیکھتے کہ ہم پانی بھیجتے ہیں خشک زمین کی طرف پھر اس سے کھیتی نکالتے ہیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا اس آیت کریمہ میں جرز وہ زمین ہے جہاں بارش نہ ہو مگر اتنی بارش کہ اس زمین میں کسی چیز سے بے نیاز کرتی "

قوله يَهْدِ " اس سے اس آیت کریمہ: أَوَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ أَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِنَ الْقُرُونِ " کی طرف اشارہ کیا۔ پھر اس کی يُبَيِّنُ سے تفسیر کی۔ اور کیا انہیں اس پر ہدایت نہ ہوئی " کہ ہم نے اُن سے پہلے کتنی اُمتیں ہلاک کیں "

بابُ قولِہٖ فَلَا تَعلَمُ نَفسٌ مَّآ اُخفِیَ لَھُم

۴۴۶۱ — حَدَّثَنَا عَلِیُّ بنُ عَبدِ اللّٰہِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفیٰنُ عَن اَبِی الزِّنَادِ عَنِ الاَعرَجِ عَن اَبِی ھُرَیرَۃَ عَن رَسُولِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی اَعدَدتُ لِعِبَادِیَ الصَّالِحِینَ مَا لَا عَینٌ رَأَت وَلَا اُذُنٌ سَمِعَت وَلَا خَطَرَ عَلٰی قَلبِ بَشَرٍ قَالَ اَبُو ھُرَیرَۃَ اقرَءُوا اِن شِئتُم فَلَا تَعلَمُ نَفسٌ مَّآ اُخفِیَ لَھُم مِّن قُرَّۃِ اَعیُنٍ قَالَ وَحَدَّثَنَا سُفیٰنُ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُو الزِّنَادِ عَنِ الاَعرَجِ عَن اَبِی ھُرَیرَۃَ قَالَ اللّٰہُ مِثلَہٗ قِیلَ لِسُفیٰنَ رِوَایَۃً قَالَ فَاَیُّ شَیءٍ قَالَ اَبُو مُعَاوِیَۃَ عَنِ الاَعمَشِ عَن اَبِی صَالِحٍ قَرَأَ اَبُو ھُرَیرَۃَ قُرَّاتِ

باب — اللہ تعالیٰ کا ارشاد! کوئی نفس نہیں جانتا ان کے لئے کیا چھپا رکھا ہے،،

۴۴۶۱ — ترجمہ : ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روائت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے وہ چیز تیار کر رکھی ہے جو کسی آنکھ نے نہیں دیکھی کسی کان نے نہیں سنی اور نہ ہی کسی بشر کے دل پر گزری ہے۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا اگر چاہتے ہو تو یہ آئت کریمہ پڑھو دد کوئی نفس نہیں جانتا ان کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک سے کیا چھپا رکھا ہے۔ علی بن مدینی نے کہا ہم سے سفیان بن عُیینہ نے ذکر کیا کہ ہم سے ابو الزناد نے اعرج کے ذریعہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روائت کی انھوں نے کہا کہ اللہ نے اسی طرح فرمایا ہے۔ سفیان سے کہا گیا۔ تم نے یہ روائت کی ہے یا اپنی طرف سے کہتے ہو۔ سفیان نے کہا اگر روائت ہو تو

۴۴۶۲ ــــ حَدَّثَنِیْ اِسْحٰقُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَۃَ عَنِ الْاَعْمَشِ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اللّٰہُ اَعْدَدْتُ لِعِبَادِیَ الصّٰلِحِیْنَ مَالَا عَیْنٌ رَاَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰی قَلْبِ بَشَرٍ ذُخْرًا مِنْ بَلْہَ مَا اُطْلِعْتُمْ عَلَیْہِ ثُمَّ قَرَاَ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِیَ لَھُمْ مِّنْ قُرَّۃِ اَعْیُنٍ جَزَآءً بِمَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ــــ

وہ کیا شئی ہے۔ ابومعاویہ نے اعمش کے ذریعہ ابو صالح سے انھوں نے ابوہریرہ سے روائت کی کہ ابوہریرہ نے قرات پڑھا ہے۔

۴۴۶۱ ــــ شرح : ابن مسعود نے اپنی روائت میں یہ اضافہ بھی کیا ہے کہ اس کو کوئی مقرب فرشتہ اور نبی مرسل نہیں جانتا ،، شرح مشکوٰۃ میں ہے کہ لفظ مَا موصولہ یا موصوفہ ہے اور "عین" حیز نفی میں واقع ہونے کے سبب مفید استغراق ہے۔ اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ سب آنکھوں نے اور نہ ہی ان سے کسی ایک آنکھ نے دیکھا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے اس کلام مَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ حَمِیْمٍ وَّلَا شَفِیْعٍ ،، کے اسلوب کے مطابق رؤیت اور آنکھ دونوں کی نفی ہے یا صرف رؤیت کی نفی ہے۔ پہلی تقدیر پر عَیْنٌ کی نفی مطلوب ہے اس کے ساتھ رؤیت کو اس لئے ضم کیا ہے کہ اس سے معلوم ہو جائے کہ موصوف کا انتفاء امر محقق ہے۔ اس میں کچھ نزاع نہیں اور یہاں تک ثابت ہے کہ وہ صفت کی نفی پر شاہد ہو چکا ہے۔ اسی طرح " وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰی قَلْبِ بَشَرٍ ہے۔ پہلی تقدیر پر جبکہ دونوں کی نفی ہو معنی یہ ہیں کہ ان کے دل ہی نہیں جن پر خطرہ گزرے اور صفت کے انتفاء کو ذات کے انتفاء کی دلیل بنایا ہے۔ یعنی جب قلب کا ثمرہ " اخطار ،، حاصل نہ ہُوا تو قلب ہی نہیں ہے۔

۴۴۶۲ ــــ ترجمہ : ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روائت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے وہ شئی تیار کی ہے جو کسی آنکھ نے نہیں دیکھی اور کسی کان نے نہیں سُنی اور نہ ہی کسی بشر کے دل پر وہ گزری ہے۔ اللہ نے یہ نعمتیں ذخیرہ کی ہیں جس پر تمہیں اطلاع ہے اسے چھوڑو ،، پھر یہ آئت کریمہ پڑھی : فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ الآیۃ

۴۴۶۲ ــــ شرح : یعنی بہشت کی وہ نعمتیں چھوڑو جو قرآن میں مذکور ہیں کہ وہ ذخیرہ کردہ نعمتوں کی نسبت بہت تھوڑی ہیں۔ قولہ بَلْہَ ،، یعنی جس پر تم مطلع ہوا اس کو

سُوْرَۃُ الْاَحْزَابِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قَالَ مُجَاھِدٌ صَیَاصِیْھِمْ قُصُوْرِھِمْ

بعض نے کہا معنیٰ یہ ہیں کہ اُن نعمتوں کے سوا ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ذکر کیا ہے۔ صنعانی نے کہا صحیح کے تمام نسخوں میں "مِنْ بَلْہٖ" ہے۔ لیکن درست یہ ہے کہ کلمہ "مِن" کو ساقط کر دیا جائے اس پر بعض علماء نے اعتراض کیا کہ حرف "مِن" کا اسقاط جب ہی متعین ہو سکتا ہے۔ جب یہ بمعنی دَعْ" ہو اور جب بمعنی غیر یا سوٰی" ہو تو مِن ساقط نہ ہو گا۔ ابن مالک نے کہا مشہور "مِنْ بَلْہٖ" بمعنی اُتْرُکْ" ہے یعنی چھوڑ دو" وہ مابعد کو مفعولیت کی بناء پر نصب دیتا ہے اور یہ مصدر بمعنی ترک استعمال ہوتا ہے اور ما بعد کی طرف مضاف ہوتا ہے۔ اخفش نے کہا یہاں "بَلْہٖ" مصدر ہے جیسے ضَرْبُ زَیْدٍ" اور اس پر حرف مِن نادر طور پر زائد آجاتا ہے (عینی)

سُورۂ احزاب

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یہ سُورت ساری مدنی ہے اس میں کسی نے اختلاف نہیں کیا۔ سخاوی نے کہا یہ سُورت آل عمران کے بعد اور سورۂ ممتحنہ سے پہلے نازل ہوئی۔ اس کی ۷۳۔ آیات ہیں۔

قولہ صَیَاصِیْھِمْ آہ اس سے اس آیت کریمہ : وَاَنْزَلَ الَّذِیْنَ ظَاھَرُوْھُمْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتَابِ مِنْ صَیَاصِیْھِمْ وَقَذَفَ فِیْ قُلُوْبِھِمُ الرُّعْبَ" کی طرف اشارہ کیا۔ پھر اس کی قُصُوْرِھِمْ سے تفسیر کی۔ صَیَاصِیْ صِیْصَۃٌ کی جمع ہے۔ اس کے معنی قلعہ ہیں یعنی اور جن اہل کتاب نے ان کی مدد کی تھی (بنی قریظہ نے جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے مقابل قریش و غطفان وغیرہ احزاب کی مدد کی تھی) انہیں ان کے قلعوں سے اُتارا اور ان کے دلوں میں رعب ڈالا۔

۴۴۶۳ــ حَدَّثَنِیْ اِبْرَاهِیْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُلَیْحٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبِیْ عَنْ هِلَالِ بْنِ عَلِیٍّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ عَمْرَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ مُؤْمِنٍ اِلَّا وَ اَنَا اَوْلَی النَّاسِ بِهٖ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ اِقْرَؤُا اِنْ شِئْتُمْ اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ فَاَیُّمَا مُؤْمِنٍ تَرَكَ مَالًا فَلْیَرِثْهُ عَصَبَتُهٗ مَنْ كَانُوْا فَاِنْ تَرَكَ دَیْنًا اَوْ ضَیَاعًا فَلْیَاْتِنِیْ وَ اَنَا مَوْلَاهُ

قولہ مَعْرُوْفًا " اس سے اس آیت کریمہ : اِلَّآ اَنْ تَفْعَلُوْٓا اِلٰٓی اَوْلِیٰٓئِكُمْ مَعْرُوْفًا ،، کی طرف اشارہ کیا مگر یہ کہ تم اپنے دوستوں پر کوئی احسان کرو۔ معروف سے مراد وہ ہے جو کتاب میں ہے۔ بعض نے قرآن مراد لیا ہے۔ لوح محفوظ بھی مراد لیا جاتا ہے۔ بعض نے تورات مراد لی ہے۔

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ

" یہ نبی مسلمانوں کا ان کی جان سے زیادہ مالک ہے "

علامہ عینی رحمہ اللہ نے کہا یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کی دین و دنیا کی ہر شئی کے ان کی جانوں سے زیادہ حقدار ہیں اسی لئے اس کو کسی قید سے مقید نہیں کیا اور اپنے اطلاق پر رکھا "

۴۴۶۳ــ ترجمہ : ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی مومن نہیں مگر میں دنیا اور آخرت میں لوگوں سے اس کا زیادہ حق دار ہوں۔ اگر چاہتے ہو تو پڑھو : اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ ،، جو مر جائے اور مال چھوڑے تو اس کے وارث اس کے ترکہ کے وارث ہوں گے وہ جو بھی ہوں۔ اگر وہ اپنے پر قرضہ چھوڑے یا بال بچے تو وہ میرے پاس آئے میں اس کے کاروبار کا متولی ہوں۔ حدیث ۲۲۴۱ کی شرح دیکھیں (باب فی الصلوٰۃ علی من ترک دینا کتاب الاستقراض)

بَابُ قَوْلِهٖ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ

۴۴۶۴ — حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ اَسَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ ابْنُ الْمُخْتَارِ قَالَ حَدَّثَنَا مُوْسٰى بْنُ عُقْبَةَ قَالَ حَدَّثَنِيْ سَالِمٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ زَيْدَ بْنَ حَارِثَةَ مَوْلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا كُنَّا نَدْعُوْهُ اِلَّا زَيْدَ بْنَ مُحَمَّدٍ حَتّٰى نَزَلَ الْقُرْاٰنُ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ

بَابُ قَوْلِهٖ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ

وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا نَحْبَهٗ عَهْدَهٗ اَقْطَارُهَا جَوَانِبُهَا الْفِتْنَةَ لَاٰتَوْهَا لَاَعْطَوْهَا

باب — اللہ تعالیٰ کا ارشاد! انھیں ان کے باپ ہی کا کہہ کر پکارو! یہ اللہ کے نزدیک زیادہ ٹھیک ہے"

۴۴۶۴ — ترجمہ: عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مولیٰ (آزاد کردہ) کو ہم زید بن محمد کہہ کر پکارتے تھے۔ حتیٰ کہ یہ آیت کریمہ: "اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ الآیۃ نازل ہوئی"۔

باب — اللہ تعالیٰ کا ارشاد! تو ان میں کوئی اپنی منت پوری کر چکا اور کوئی راہ دیکھ رہا ہے"

اور وہ ذرا نہ بدلے" یعنی جہاد پر ثابت رہے یہاں تک کہ شہید ہو گئے جیسے حضرت حمزہ اور مصعب رضی اللہ عنہما اور کوئی شہادت کا منتظر ہے۔ جیسے حضرت عثمان اور طلحہ رضی اللہ عنہما

۴۴۶۵ ـــ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْأَنْصَارِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ ثُمَامَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ نُرَى هٰذِهِ الْآيَةَ نَزَلَتْ فِي أَنَسِ بْنِ النَّضْرِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ

حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي خَارِجَةُ بْنُ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ أَنَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ قَالَ لَمَّا نَسَخْنَا الصُّحُفَ فِي الْمَصَاحِفِ فَقَدْتُ آيَةً مِنْ سُورَةِ الْأَحْزَابِ كُنْتُ أَسْمَعُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُهَا لَمْ أَجِدْهَا مَعَ أَحَدٍ إِلَّا مَعَ خُزَيْمَةَ الْأَنْصَارِيِّ الَّذِي جَعَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهَادَتَهُ شَهَادَةَ رَجُلَيْنِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ

اور وہ اپنے عہد پہ ویسے ہی ثابت قدم رہے شہید ہو جانے والے بھی اور انتظار کرنے والے بھی اس میں منافقین اور مریض القلب لوگوں پہ تعریض ہے جو اپنے عہد پہ قائم نہ رہے ،، امام بخاری رحمہ اللہ نے نَحْبَہ کی تفسیر عہد سے کی "اَقْطَارِھَا " اس سے اس آیت کریمہ : وَلَوْ دُخِلَتْ عَلَيْهِمْ مِنْ أَقْطَارِهَا ثُمَّ سُئِلُوا الْفِتْنَةَ لَآتَوْهَا "کی طرف اشارہ کیا اور اَقْطَار کی جَوانِب سے تفسیر کی یعنی اگر ان پر فوجیں مدینہ منورہ کے اطراف سے آتیں پھر ان سے کفر چاہتیں تو ضرور ان کا مانگا دے بیٹھتے اور اسلام سے منحرف ہو جاتے اور اس میں تھوڑی سی بھی دیر نہ کرتے ،، انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا یہ ہم خیال کرتے تھے کہ یہ آیت کریمہ حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی : رجال صدقوا ما عاھدوا اللہ علیہ "

۴۴۶۵ ـــ ترجمہ : خارجہ بن زید بن ثابت نے بیان کیا کہ زید بن ثابت نے کہا جب ہم نے صحیفوں کو مصاحف میں لکھا ۔ تو میں نے سورۂ احزاب کی ایک آیت کریمہ نہ پائی حالانکہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ سُنا تھا کہ آپ وہ پڑھا کرتے تھے میں نے وہ خزیمہ انصاری کے سوا کسی کے پاس نہ پائی جس کی گواہی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مردوں کی گواہی کے مساوی کی تھی ۔ وہ یہ آیت کریمہ : مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا

بَابُ قَوْلِهٖ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا اَلتَّبَرُّجُ اَنْ تُخْرِجَ مَحَاسِنَهَا سُنَّةَ اللّٰهِ اِسْتَنَّهَا جَعَلَهَا

۴۴۶۶ــــ حَدَّثَنَا اَبُوالْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبُوْسَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخْبَرَتْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَآءَهَا حِيْنَ اَمَرَ اللّٰهُ اَنْ يُّخَيِّرَ اَزْوَاجَهٗ فَبَدَأَ بِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّيْ ذَاكِرٌ لَّكِ اَمْرًا فَلَا عَلَيْكِ اَنْ تَسْتَعْجِلِيْ حَتّٰى تَسْتَامِرِيْ اَبَوَيْكِ وَقَدْ عَلِمَ اَنَّ اَبَوَيَّ لَمْ يَكُوْنَا يَاْمُرَانِّيْ بِفِرَاقِهٖ قَالَتْ ثُمَّ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ قَالَ يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد! اے حبیب اپنی بیبیوں سے فرمادے اگر تم دُنیا کی زندگی اور اس کی آرائش چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں مال دوں اور اچھی طرح چھوڑوں "

معمر نے کہا تبرُّج یہ ہے کہ عورت اپنی خوبصورتی کا اظہار کرے۔ قولہ "سُنَّةَ اللّٰہ" اس سے اس آیت کریمہ "سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ" کی طرف اشارہ کیا اللہ کے طریقہ کی پیروی کریں جو چلا آرہا ہے اُن میں جو پہلے گزر چکے۔ اِسْتَنَّهَا، سُنّت سے مشتق ہے۔ کسی چیز کو سُنّت قرار دینا۔ یعنی پہلے نبیوں میں اللہ کا یہ دستور رہا ہے کہ جو ان کے لئے حلال کیا اس میں مؤاخذہ نہیں کرنا۔

۴۴۶۶ــــ ترجمہ : زہری نے کہا مجھے سلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف نے خبر دی کہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا زوجۂ محترمہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

إِلَى تَمَامِ الْآيَتَيْنِ فَقُلْتُ لَهُ فَفِي أَيِّ هَذَا أَسْتَأْمِرُ أَبَوَيَّ فَإِنِّي أُرِيدُ اللهَ وَرَسُولَهُ وَالدَّارَ الْآخِرَةَ

بَابٌ قَوْلُهُ وَإِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللهَ وَرَسُولَهُ وَالدَّارَ الْآخِرَةَ

فَإِنَّ اللهَ أَعَدَّ لِلْمُحْسِنَاتِ مِنْكُنَّ أَجْرًا عَظِيمًا وَقَالَ قَتَادَةُ وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلَى فِي بُيُوتِكُنَّ مِنْ آيَاتِ اللهِ الْقُرْآنِ وَالسُّنَّةِ وَالْحِكْمَةِ وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي

نے اُن سے بیان کیا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُن کے پاس تشریف لائے جبکہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اپنی بیبیوں کو اختیار دیں (کہ دُنیا پسند کریں یا دین) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ابتداء کی اور فرمایا اے عائشہ، میں تیرے پاس ایک بات کا ذکر کرتا ہوں تجھ پر لازم نہیں کہ اس کے جواب میں جلدی کرے حتیٰ کہ اپنے والدین سے مشورہ کر لے یقیناً آپ جانتے تھے کہ میرے والدین مجھے کبھی آپ سے جُدا ہو جانے کا مشورہ نہ دیں گے۔ ام المومنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی بیبیوں سے فرما دیں: قُلْ لِأَزْوَاجِكَ الآیۃ۔ میں نے آپ سے عرض کیا میں اپنے والدین سے کیا پوچھوں؟ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور دارِ آخرت کو پسند کرتی ہوں۔

۴۴۶۶ — شرح: سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کو اختیار کے بارے میں اپنے والدین سے پوچھ لینے کو کہا کیونکہ یہ خوف تھا کہ شائد کمسنی کے باعث آپ فراق کو اختیار کرلیں۔ جب وہ اپنے والدین سے مشورہ کریں گی تو وہ اُن کو وہی مشورہ دیں گے جس میں مصلحت ہو۔ اسی لئے جب ام المؤمنین نے یہ خیال فرمایا تو کہا میں اللہ اور اس کے رسُول اور دارِ آخرت کو اختیار کرتی ہوں،، اس حدیث سے اس شخص کے اس خیال کی تردید ہوتی ہے کہ ام رومان چھ ہجری میں وفات پا گئی تھیں، کیونکہ تخییر ۹ ہجری میں واقع ہوئی تھی۔ اگر ام رومان چھ ہجری میں فوت ہوتیں تو ۹ ہجری میں اُن سے مشورہ کا کوئی مقصد نہ تھا۔ واللہ ورسولہ اعلم!

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد! اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول اور آخرت کا گھر چاہتی ہو تو بیشک اللہ نے تمہاری نیکی والیوں کے لئے بڑا ثواب تیار کر رکھا ہے

يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ لَمَّا أُمِرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتَخْيِيرِ أَزْوَاجِهِ بَدَأَ بِي فَقَالَ إِنِّي ذَاكِرٌ لَكِ أَمْرًا فَلَا عَلَيْكِ أَنْ لَا تَعْجَلِي حَتَّى تَسْتَأْمِرِي أَبَوَيْكِ قَالَتْ وَقَدْ عَلِمَ أَبَوَيَّ لَمْ يَكُونَا يَأْمُرَانِي بِفِرَاقِهِ قَالَتْ ثُمَّ قَالَ إِنَّ اللّٰهَ قَالَ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ إِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا إِلَى أَجْرًا عَظِيمًا قَالَتْ فَقُلْتُ فَفِي أَيِّ هٰذَا أَسْتَأْمِرُ أَبَوَيَّ فَإِنِّي أُرِيدُ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَالدَّارَ الْآخِرَةَ قَالَتْ ثُمَّ فَعَلَ أَزْوَاجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَ مَا فَعَلْتُ تَابَعَهُ مُوسَى بْنُ أَعْيَنَ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ وَقَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ وَأَبُو سُفْيَانَ الْمَعْمَرِيُّ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ

وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِي بُيُوتِكُنَّ مِنْ اٰيَاتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ "، اور یاد کرو جو تمہارے گھروں میں پڑھی جاتی ہیں۔ اللہ کی آیتیں اور حکمت "، قتادہ نے کہا آیات سے مراد قرآن اور حکمت سے مراد سنت ہے۔ لیث نے کہا مجھے یونس ابن شہاب نے خبر دی کہ مجھے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے خبر دی کہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا زوجۂ محترمہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی بیبیوں کو اختیار دینے کا حکم دیا گیا تو آپ نے مجھ سے ابتداء کی اور فرمایا میں تجھ سے ایک بات ذکر کرتا ہوں تیرے اوپر لازم نہیں کہ اس کے جواب میں جلدی کرے حتی کہ اپنے ماں باپ سے پوچھ لے۔ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا یقیناً آپ جانتے تھے کہ میرے والدین مجھے آپ سے جدا ہو جانے کا مشورہ نہ دیں گے۔ ام المؤمنین نے فرمایا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ جل ثناءہٗ نے فرمایا ہے اے نبی اپنی بیبیوں سے فرما دیں: اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی آرائش چاہتی ہو۔ الآیۃ"، ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا میں نے عرض کیا میں اپنے والدین سے کیا پوچھوں میں اللہ اور اس کے رسول اور آخرت کا گھر چاہتی ہوں۔ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیبیوں

بَابُ قَوْلِهٖ وَتُخْفِیْ فِیْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِیْهِ وَتَخْشَی النَّاسَ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَاهُ

نے وہی کہا جو میں نے کہا تھا۔ موسیٰ بن اعین نے معمر سے اُنھوں نے زُہری سے روایت کرنے میں لیث کی متابعت کی،" کہا مجھے ابو سلمہ نے خبر دی اور عبدالرزاق اور ابو سفیان معمری نے معمر سے اُنھوں نے زہری سے اُنھوں نے عروہ سے اُنھوں نے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ (اس سے مقصد یہ ہے کہ یہ حدیث زہری کو متعدد طرق سے پہنچی ہے اور زہری اور ام المؤمنین کے درمیان واسطہ ہے اور عروہ بھی واسطہ ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم!

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد! اور تم اپنے دل میں رکھتے تھے وہ جسے اللہ کو ظاہر کرنا منظور تھا اور تمہیں لوگوں کے طعنہ کا اندیشہ تھا اور اللہ زیادہ سزاوار ہے کہ اس سے خوف رکھو!"

تفسیر: آئت کریمہ کا اوّل یہ ہے: وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَیْهِ اَمْسِكْ عَلَیْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ وَتُخْفِیْ الایۃ،" اے محبوب یاد کرو جب تم فرماتے تھے اس سے جسے اللہ نے نعمت دی اور تم نے اسے نعمت دی کہ اپنی بی بی اپنے پاس رہنے دے اور اللہ سے ڈر اور تم اپنے دل میں رکھتے تھے الخ یہ آئت کریمہ زینب بنت جحش کے بارے میں نازل ہوئی جو سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے متبنیٰ زید بن حارثہ کی بیوی تھی۔ مختصر واقعہ کچھ اس طرح ہے کہ ایک روز سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم زید بن حارثہ کے گھر تشریف لے گئے اچانک آپ کی نگاہ زینب بنت جحش پر پڑی جبکہ وہ اچھے لباس میں ملبوس تھیں جو آپ کو پسند آیا۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ پاک ہے اور دلوں کو پھیرنے والا ہے اور یہ کہہ کر باہر تشریف لے گئے" اس سے آپ نے قلب شریف پر آنے والے خطرہ کو ٹال دیا جب زید گھر آئے تو زینب نے کیفیت حال ذکر کی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر تشریف لائے اس حال میں کہ میں اچھے لباس میں ملبوس تھی۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے زید کے دل میں زینب کا بغض ڈال دیا۔ زید نے

۴۴۶۷ـــ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيْمِ قَالَ حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ مَنْصُوْرٍ عَنْ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ هٰذِهِ الْآيَةَ وَتُخْفِيْ فِيْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيْهِ نَزَلَتْ فِيْ شَانِ زَيْنَبَ ابْنَةِ جَحْشٍ وَزَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ

بَابُ قَوْلِهٖ تُرْجِيْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَتُؤْوِيْٓ إِلَيْكَ مَنْ تَشَآءُ وَمَنِ ابْتَغَيْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ تُرْجِيْ تُؤَخِّرُ أَرْجِهْ أَخِّرْهُ

چاہا کہ زینب کو طلاق دے دیں اور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں اپنی بیوی کو جدا کرنا چاہتا ہوں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے زید اللہ سے ڈر اور اپنی بیوی کو اپنی زوجیت میں رکھو۔ اللہ تعالیٰ کے اس کلام شریف ـ وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْ الآیۃ میں اسی طرف اشارہ ہے۔ یعنی جب آپ اس شخص سے فرماتے تھے جسے اللہ نے نعمت دی اور وہ مشرف باسلام ہوا اور آپ نے اس کو آزاد کر کے اس پر انعام فرمایا اور یہ ظاہر نہیں فرماتے تھے کہ زینب سے تمہارا نباہ نہیں ہو سکے گا اور طلاق ضرور واقع ہوگی اور اللہ تعالیٰ انہیں ازواجِ مطہرات میں داخل کرے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آئی تھی کہ زینب آپ کے ازواجِ مطہرات میں داخل ہوں گی اور اللہ تعالیٰ کو اس کا ظاہر کرنا مقصود تھا اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو ظاہر کرنے سے ڈرتے تھے کہ لوگ یہ کہیں گے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی عورت کے ساتھ نکاح کر لیا جو ان کے منہ بولے بیٹے کے نکاح میں رہی تھی اور ڈرنے کا مقصد یہ تھا کہ مبادا بعض لوگ اس میں طعن کر کے اپنے دین اور دنیا کو برباد نہ کر دیں۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کا مقصد یہ ہے کہ مباح امر میں بے جا طعن کرنے والوں کا کچھ اندیشہ نہ کرنا چاہیئے۔ تفاسیر میں اس کی تفصیل مذکور ہے۔ واللہ و رسولہ اعلم!

۴۴۶۷ـــ ترجمہ: انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہ آیت کریمہ تُخْفِیْ فِیْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِیْهِ زینب بنت جحش اور زید ابن حارثہ کی شان میں نازل ہوئی۔ اس کی تفصیل ابھی گزری ہے۔

۴۴۶۸ — حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ بْنُ يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ قَالَ هِشَامٌ حَدَّثَنَا عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ أَغَارُ عَلَى اللَّاتِي وَهَبْنَ أَنْفُسَهُنَّ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَقُولُ أَتَهَبُ الْمَرْأَةُ نَفْسَهَا فَلَمَّا أَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى تُرْجِي مَنْ تَشَاءُ مِنْهُنَّ وَتُؤْوِي إِلَيْكَ مَنْ تَشَاءُ وَمَنِ ابْتَغَيْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ قُلْتُ مَا أُرَى رَبَّكَ إِلَّا يُسَارِعُ فِي هَوَاكَ

باب — اللہ تعالیٰ کا ارشاد اپنے پیچھے ہٹاؤ اُن میں سے جسے چاہو اور اپنے پاس جگہ دو جسے چاہو،،

اور جسے تم نے کنارے کر دیا تھا اسے تمہارا جی چاہے تو اس میں بھی تم پر کچھ گناہ نہیں،، **تفسیر** : یعنی آپ کو اختیار دیا گیا ہے کہ جس بی بی کو چاہیں پاس رکھیں اور بیبیوں میں باری مقرر کریں یا نہ کریں لیکن اس اختیار کے باوجود سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم تمام ازواج مطہرات کے ساتھ عدل فرماتے اور ان کی باریاں برابر رکھتے بجز حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے جنھوں نے اپنی باری کا دن حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو دے دیا تھا۔ اور بارگاہِ رسالت میں عرض کیا تھا کہ میرے لئے یہی کافی ہے کہ میرا حشر آپ کے ازواج میں ہو۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ،، ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ،، تُرْجِيْ ،، بمعنی ،، تُؤَخِّرُ ،، ہے یعنی پیچھے ہٹائیں؛ چنانچہ سورۂ اعراف اور سورۂ شعراء میں یہ کلمہ ،، أَرْجِهْ ،، بمعنی أَخِّرْهُ ،، ہے۔ یہاں اسے تبعاً ذکر کر دیا ہے۔

۴۴۶۸ — ترجمہ : ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا میں اُن عورتوں پر غیرت کرتی تھی جو اپنے نفسوں کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہبہ کرتی تھیں اور میں کہتی تھی کیا عورت اپنے نفس کو ہبہ کر دیتی ہے؟ جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ

۴۴۶۹ ـ حَدَّثَنَا حَبَّانُ بْنُ مُوسٰی قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰہِ قَالَ اَخْبَرَنَا عَاصِمٌ الْاَحْوَلُ عَنْ مُعَاذَۃَ عَنْ عَائِشَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَسْتَاذِنُ فِیْ یَوْمِ الْمَرْاَۃِ مِنَّا بَعْدَ اَنْ اُنْزِلَتْ ھٰذِہِ الْاٰیَۃُ تُرْجِیْ مَنْ تَشَآءُ مِنْھُنَّ وَتُؤْوِیْ اِلَیْکَ مَنْ تَشَآءُ وَمَنِ ابْتَغَیْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْکَ فَقُلْتُ لَھَا مَا کُنْتِ تَقُوْلِیْنَ قَالَتْ کُنْتُ اَقُوْلُ لَہٗ اِنْ کَانَ ذَاکَ اِلَیَّ فَاِنِّیْ لَا اُرِیْدُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَنْ اُوْثِرَ عَلَیْکَ اَحَدًا تَابَعَہٗ عَبَّادُ بْنُ عَبَّادٍ سَمِعَ عَاصِمًا

بَابُ قَوْلِہٖ لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ اِلَّآ اَنْ یُّؤْذَنَ لَکُمْ اِلٰی طَعَامٍ غَیْرَ نٰظِرِیْنَ اِنٰہُ وَلٰکِنْ اِذَا دُعِیْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِیْنَ لِحَدِیْثٍ اِنَّ ذٰلِکُمْ کَانَ یُؤْذِی النَّبِیَّ فَیَسْتَحْیٖ

تُرْجِیْ مَنْ تَشَآءُ مِنْھُنَّ وَتُؤْوِیْ اِلَیْکَ مَنْ تَشَآءُ الاٰیۃ نازل ۔ کی تو میں نے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا میں آپ کے پروردگار کو نہیں دیکھتی مگر وہ آپ کی خواہش بہت جلد پوری کرتا ہے۔

۴۴۶۹ ـ ترجمہ: ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں سے کسی بی بی کی باری میں اس سے اجازت طلب فرماتے تھے (جبکہ آپ کسی دوسری بی بی کی طرف متوجہ ہونا چاہتے) اس آیت کریمہ تُرْجِیْ مَنْ تَشَآءُ الاٰیہ کے نزول کے بعد معاذہ کہتی ہیں۔ میں نے ام المؤمنین رضی اللہ عنہا سے عرض کیا آپ کیا فرماتی تھیں؟ انھوں نے فرمایا میں نے عرض کیا کہ یا رسول! میں نہیں چاہتی کہ آپ کی محبت پر کسی کو ترجیح دوں۔ عبد اللہ بن مبارک کی عباد بن عباد نے متابعت کی انھوں نے عاصم سے سماعت کی ہے۔

باب ـ اللہ تعالیٰ کا ارشاد! اے ایمان والو! نبی کے

مِنكُمْ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيِي مِنَ الْحَقِّ وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَسْأَلُوهُنَّ مِنْ وَرَآءِ حِجَابٍ ذٰلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُؤْذُوا رَسُولَ اللّٰهِ وَلَآ أَنْ تَنكِحُوٓا أَزْوَاجَهُ مِنۢ بَعْدِهٖٓ أَبَدًا إِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِندَ اللّٰهِ عَظِيمًا يُقَالُ إِنَاهُ أَدْرَاكَهُ أَنَى يَأْنِي أَنَاةً لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُونُ قَرِيبًا إِذَا وَصَفْتَ صِفَةَ الْمُؤَنَّثِ قُلْتَ قَرِيبَةً وَإِذَا جَعَلْتَهُ ظَرْفًا وَبَدَلًا وَلَمْ تُرِدِ الصِّفَةَ نَزَعْتَ الْهَاءَ مِنَ الْمُؤَنَّثِ وَكَذٰلِكَ لَفْظُهَا فِي الْوَاحِدِ وَالْاِثْنَيْنِ وَالْجَمِيعِ لِلذَّكَرِ وَالْأُنْثٰى

گھروں میں نہ حاضر ہو جب تک اجازت نہ پاؤ ،،

مثلاً کھانے کے لئے بلائے جاؤ نہ یوں کہ خود اس کے پکنے کی راہ تکو ہاں جب بُلائے جاؤ تو حاضر ہو اور جب کھا چکو تو منتفرق ہو جاؤ نہ یہ کہ بیٹھے باتوں میں دل بہلاؤ بے شک اس میں نبی کو ایذاء ہوتی تھی تو وہ تمہارا لحاظ فرماتے تھے اور اللہ حق فرمانے میں نہیں شرماتا اور جب تم اُن سے برتنے کی کی کوئی چیز مانگو تو پردے سے باہر سے مانگو اس میں زیادہ ستھرائی ہے تمہارے دلوں اور اُن کے دلوں کی ،، اور تمہیں نہیں پہنچتا کہ رسول اللہ کو ایذاء دو اور نہ یہ کہ اُن کے بعد کبھی ان کی بیبیوں سے نکاح کرو بے شک یہ اللہ کے نزدیک بڑی سخت بات ہے ! ،،

تفسیر : ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا یہ آیت کریمہ چند مسلمانوں کے بارے میں نازل ہوئی جو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے طعام کے وقت کے منتظر ہوئے اور طعام آنے سے

پہلے بلا اجازت داخل ہوئے اور کھانا کھانے کے بعد وہاں بیٹھے رہے باہر نہ گئے لوگوں کے اس طرح آنے اور نہ جانے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت ہوئی اور شرم کے باعث اظہار نہ فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ لا تدخلوا الآیۃ نازل فرمائی" قولہ اِذَا سَأَلْتُمُوْهُنَّ"، یعنی جب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی بیبیوں سے کچھ طلب کرنا ہو تو پردہ سے باہر سے طلب کرو! روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن سے کہا کہ تم پردہ میں رہو۔ ام المؤمنین زینب رضی اللہ عنہا نے فرمایا اے ابن خطاب تم ہم پر غیرت کرتے ہو حالانکہ ہمارے گھروں میں وحی نازل ہوتا ہے۔ تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

قولہ ما کَانَ لَکُمْ"، یہ آیت کریمہ بزعم مقاتل طلحہ بن عُبَیداللہ کے بارے میں نازل ہوئی جبکہ انہوں نے کہا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد وہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کریں گے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تمہارے مناسب نہیں کہ کسی بات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچاؤ اور نہ ہی آپ کے بعد آپ کی بیبیوں سے نکاح کرو اس سے پیغمبر کو دکھ لگتا ہے۔

قولہ یُقَالُ اِنَاهُ"، اس سے اس آیت کریمہ" غَیْرَ نَاظِرِیْنَ اِنَاهُ"، کی طرف اشارہ کیا اور ادراک سے اس کی تفسیر کی"، یعنی طعام کا وقت پانا"، اَنٰی یانی ماضی مضارع ہیں جیسے رمی یرمی اور اَنَاہ بفتح الہمزہ مصدر بمعنی ادراک ہے اور اس کے آخر میں ہا برائے تانیث ہے۔ علامہ عینی نے کہا اس باب کی مصدر اِنٰی بکسر الہمزہ اور نون ساکن ہے اور اناہ اسم ہے اس کے معنیٰ ہیں کام میں آسانی کرنا۔

قولہ لَعَلَّ السَّاعَۃَ"، اس سے اس آیت کریمہ: یَسْئَلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُوْنُ قَرِيْبًا"، کی طرف اشارہ کیا۔ لوگ آپ سے قیامت قائم ہونے کا وقت پوچھتے ہیں۔ آپ فرمادیں قیامت کا علم اللہ ہی کے پاس ہے اور تم کیا جانو شائد قیامت پاس ہی ہے۔

تفسیر: سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے بطور استہزاء قیام قیامت کا وقت پوچھتے تھے اور یہودی ازروئے امتحان پوچھتے تھے حالانکہ انہیں توریت سے معلوم تھا کہ اس کا علم صرف اللہ کے پاس ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس میں جلدی کرنے والوں کو تہدید و زجر اور امتحاناً سوال کرنے والوں کا اسکات اور ان کی دہن دوزی کی ہے۔

قولہ اِذَا وَصَفْتَ"، یعنی قیاس تو یہ ہے کہ لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِيْبَةٌ ہوتا کیونکہ یہ ساعت کی وصف ہے اور وہ مؤنث ہونی چاہیے اس کی توجیہ کرتے ہوئے امام نے ذکر کیا کہ اگر مؤنث کی صفت بیان کریں تو قریبۃ کہنا چاہیے اور اگر اس کو ظرف اور بدل کرے اور صفت کا ارادہ نہ ہو تو مؤنث سے ہاء دُور کرے گا یعنی تانیث کی تا درحالت وقف ہا ہو جاتی ہے۔ اسی طرح اس کا لفظ واحد، تثنیہ، جمع مذکر اور مؤنث کے لئے یکساں ہے۔ یہ عبارت لعل الساعۃ سے الانثیٰ"، تک صرف ابوذر اور نسفی کی روایت میں ہے۔ ان کے سوا اور کسی نے اس کو ذکر نہیں کیا درست بھی یہی ہے کہ یہ عبارت ذکر نہ کی جاتی اس کی کئی وجوہ ہیں۔ ایک یہ کہ اس کے بعد جو احادیث

۴۴۷۰ـــ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ يَحْيٰى عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ عُمَرُ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ يَدْخُلُ عَلَيْكَ الْبَرُّ وَالْفَاجِرُ فَلَوْ اَمَرْتَ اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِالْحِجَابِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ اٰيَةَ الْحِجَابِ

۴۴۷۱ـــ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الرَّقَاشِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرُ ابْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ اَبِيْ يَقُوْلُ حَدَّثَنَا اَبُوْ مِجْلَزٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ لَمَّا تَزَوَّجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَيْنَبَ ابْنَةَ جَحْشٍ دَعَا الْقَوْمَ فَطَعِمُوْا ثُمَّ جَلَسُوْا يَتَحَدَّثُوْنَ وَاِذَا هُوَ كَاَنَّهٗ يَتَهَيَّاُ لِلْقِيَامِ فَلَمْ يَقُوْمُوْا فَلَمَّا رَاٰى ذٰلِكَ قَامَ فَلَمَّا قَامَ قَامَ مَنْ قَامَ وَقَعَدَ ثَلٰثَةُ نَفَرٍ فَجَاءَ النَّبِيُّ

مذکور میں تمام ترجمہ کے موافق ہیں اور یہ آیت کریمہ محض اجنبی فصل ہے۔ دُوسری وجہ یہ کہ قریبٌ کی توجیہہ میں جو کچھ ذکر کیا ہے مناسب نہیں ہے، کیونکہ فنِ عربیت کے ماہرین کہتے ہیں کہ صیغۂ فعیل جس وقت مفعول کے معنی میں ہو اس میں تذکیر و تانیث برابر ہوتے ہیں جیسے اس آیت کریمہ: اِنَّ رَحْمَةَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ " میں ہے۔ علاوہ ازیں لفظ قریب ظرف نہیں کیونکہ قریب کا موصوف شئ ہے اور ساعت بمعنی یَوْمٌ ہے۔ لہٰذا یہ کہہ سکتے ہیں کہ جس طرح عِنْدَ اور لَدَیٰ " کو ظرف زمان سے ملحق کیا ہے۔ قریب اور بعید بھی ظرف زمان سے ملحق ہیں اور یہ ظرف نہیں جیسے مؤلف نے کہا ہے۔

قولہ اَوْ بَدَلًا " یعنی جب اس کو بدل بمعنی اسم کہے اور اس میں وصفیت کا قصد نہ کرے تو اس میں تذکیر و تانیث اور تثنیہ جمع سب برابر ہیں "

۴۴۷۰ـــ ترجمہ : حضرت انس نے کہا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے دربارِ رسالت میں عرض کیا "یا رسول اللہ" آپ کے پاس مسلمان نیک اور بد سب آتے ہیں۔ اگر آپ امہات المؤمنین کو پردہ کا حکم دیں تو بہت اچھا ہوگا تو اللہ تعالیٰ نے حجاب (پردہ) کی آیت نازل فرمائی " (حدیث ۳۹۵ کی شرح دیکھیں)

۴۴۷۱ـــ ترجمہ : انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زینب بنتِ جحش سے نکاح کیا تو آپ نے لوگوں کو دعوتِ طعام

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَدْخُلَ فَإِذَا الْقَوْمُ جُلُوْسٌ ثُمَّ إِنَّهُمْ قَامُوْا فَانْطَلَقْتُ فَجِئْتُ فَأَخْبَرْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُمْ قَدِ انْطَلَقُوْا فَجَاءَ حَتّٰى دَخَلَ فَذَهَبْتُ أَدْخُلُ فَأَلْقَى الْحِجَابَ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُ فَأَنْزَلَ اللهُ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ الْاٰيَةَ

۲۷۴۴ — حَدَّثَنَا سُلَيْمٰنُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ أَبِيْ قِلَابَةَ قَالَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَا أَعْلَمُ النَّاسِ بِهٰذِهِ الْاٰيَةِ اٰيَةِ الْحِجَابِ لَمَّا أُهْدِيَتْ زَيْنَبُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَتْ مَعَهُ فِي الْبَيْتِ صَنَعَ طَعَامًا وَدَعَا الْقَوْمَ فَقَعَدُوْا يَتَحَدَّثُوْنَ فَجَعَلَ النَّبِيُّ

دی۔ لوگوں نے کھانا کھایا پھر وہ بیٹھ کر باتیں کرنے لگے۔ اچانک سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حال ہُوا کہ آپ اُٹھنے کی تیاری کر رہے ہیں؛ لیکن لوگ نہ اُٹھے (اور بدستور بیٹھے رہے) جب آپ نے دیکھا کہ یہ اُٹھتے نہیں ہیں تو آپ اُٹھ کھڑے ہُوئے۔ جب آپ اُٹھے تو بعض لوگ بھی اُٹھ کھڑے ہُوئے اور تین شخص بیٹھے رہے۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تاکہ گھر میں داخل ہوں۔ تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ شخص بیٹھے ہُوئے ہیں پھر وہ لوگ اُٹھے اور چلے گئے۔ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور چلتا ہُوا آیا اور آپ کو خبر دی کہ وہ چلے گئے ہیں۔ آپ تشریف لائے اور گھر میں داخل ہُوئے میں نے داخل ہونا چاہا تو آپ نے میرے اور اپنے درمیان پردہ کرلیا اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ " یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ الْاٰیَة نازل فرمائی "

۴۴۷۱ — شرح : سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ام المؤمنین زینب بنت جحش سے تین ہجری میں نکاح کیا۔ قتادہ نے کہا پانچ ہجری میں کیا بعض کچھ اور کہتے ہیں۔ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اُٹھنے کی حالت اختیار کرنے سے مقصد یہ تھا کہ یہ لوگ چلے جائیں، لیکن بطورِ اخلاقِ عظمت کے انہیں یہ نہ فرمایا کہ کھانا کھالیا ہے تو چلے جاؤ؛ لیکن انھوں نے آپ کا مقصد نہ سمجھا اور بیٹھے رہے۔ جب وہ چلے گئے تو یہ آیت کریمہ نازل ہُوئی " سبحانہ من عظم نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم

۴۴۷۲ — ترجمہ : انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا۔ میں تمام لوگوں سے اس

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ النَّبِيُّ ﷺ ثُمَّ يَرْجِعُ وَهُمْ قُعُوْدٌ يَتَحَدَّثُوْنَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ
تَعَالٰى يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ
غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ اِلٰى قَوْلِهٖ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ فَضُرِبَ الْحِجَابُ وَقَامَ الْقَوْمُ

۴۴۷۳ — حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا
عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ صُهَيْبٍ عَنْ اَنَسٍ قَالَ بُنِيَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
بِزَيْنَبَ ابْنَةِ جَحْشٍ بِخُبْزٍ وَّلَحْمٍ فَاُرْسِلْتُ عَلَى الطَّعَامِ دَاعِيًا فَيَجِيْءُ قَوْمٌ
قَوْمٌ فَيَاْكُلُوْنَ وَيَخْرُجُوْنَ فَدَعَوْتُ حَتّٰى مَا اَجِدُ اَحَدًا اَدْعُوْهُ قَالَ ارْفَعُوْا
طَعَامَكُمْ وَبَقِيَ ثَلٰثَةُ رَهْطٍ يَتَحَدَّثُوْنَ فِي الْبَيْتِ فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

آیت کریمہ آیت حجاب کو زیادہ جانتا ہوں۔ جب دایہ نے زینب کو مزین کر کے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور بھیجا تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ گھر میں تھیں۔ آپ نے طعام تیار کیا اور لوگوں کو کھانے کی دعوت دی (کھانے کے بعد) وہ بیٹھے بیٹھے باتوں میں مشغول ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ: یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا الآیۃ نازل فرمائی۔ مِنْ وَّرَآءِ الْحِجَابِ تک پس پردہ کیا گیا اور لوگ چلے گئے۔

۴۴۷۲ — شرح: اس سے واضح ہوتا ہے کہ "عظیماً" تک یہ آیت لوگوں کے جانے سے پہلے نازل ہوئی اور حضرت انس کے کلام سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ لوگوں کے چلے جانے کے بعد نازل ہوئی، لیکن اس کی حال سے تاویل کی جاتی ہے کہ آیت کریمہ نازل ہوئی، اس حال میں کہ لوگ اٹھ رہے تھے۔ (کرمانی)

۴۴۷۳ — ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس زینب بنت جحش لائی گئی اس حال میں روٹی اور گوشت سے ولیمہ کیا گیا تھا۔ مجھے طعام کے لئے لوگوں کو بلانے بھیجا گیا پس لوگ آتے کھاتے اور چلے جاتے۔ پھر لوگ آتے کھاتے اور چلے جاتے میں نے ہر شخص کو کھانے کی دعوت دی حتیٰ کہ میں نے کسی کو نہ پایا کہ اسے کھانے کے لئے بلاؤں۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کھانا اٹھا لو اور تین شخص باقی رہ گئے جو گھر میں باتوں میں مشغول رہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرۂ کریمہ کی طرف تشریف لے گئے۔ اور فرمایا:

فَانْطَلَقَ اِلٰی حُجْرَةِ عَائِشَةَ فَقَالَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ فَقَالَتْ وَعَلَيْكَ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ كَيْفَ
وَجَدْتَ اَهْلَكَ بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ فَتَقَرّٰى حُجَرَ نِسَائِهٖ كُلِّهِنَّ يَقُوْلُ لَهُنَّ كَمَا
يَقُوْلُ لِعَائِشَةَ وَيَقُلْنَ لَهٗ كَمَا قَالَتْ عَائِشَةُ ثُمَّ رَجَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَاِذَا ثَلٰثَةُ رَهْطٍ فِی الْبَيْتِ يَتَحَدَّثُوْنَ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَدِيْدَ
الْحَيَاءِ فَخَرَجَ مُنْطَلِقًا نَحْوَ حُجْرَةِ عَائِشَةَ فَمَا اَدْرِیْ اَخْبَرْتُهٗ اَوْ اُخْبِرَ اَنَّ الْقَوْمَ
خَرَجُوْا فَرَجَعَ حَتّٰی اِذَا وَضَعَ رِجْلَهٗ فِیْ اُسْكُفَّةِ الْبَابِ دَاخِلَةً وَّاُخْرٰی خَارِجَةً
اَرْخَی السِّتْرَ بَيْنِیْ وَبَيْنَهٗ وَاُنْزِلَتْ اٰيَةُ الْحِجَابِ

السَّلَامُ عَلَيْكُمْ اَہْلَ الْبَيْتِ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ ،، اے اہل بیت تم پہ سلام اور اللہ کی رحمت ہو (اس کے جواب میں) ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا وَعَلَيْكَ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ ،، یارسول اللہ اپنے اہل کو کیسا پایا اللہ تعالیٰ آپ کو برکت دے پھر آپ تمام بیبیوں کے حجروں میں تشریف لے گئے اور اُن سے وہی فرماتے جو ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا تھا۔ اور وہ بھی وہی کہتیں جو ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا تھا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لائے تو تین شخص وہیں باتوں میں مصروف تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کامل حیا دار تھے۔ آپ چلتے ہوئے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ کے حجرہ شریفہ کی طرف تشریف لے گئے۔ مجھے نہیں معلوم کہ میں نے آپ کو خبر دی یا آپ کو خبر دی گئی کہ وہ چلے گئے ہیں آپ واپس آئے حتیٰ کہ جب اپنا قدمِ میمنت دروازہ کے آستانہ میں رکھا اس حال میں کہ ایک قدم میمنت اندر اور دوسرا باہر تھا۔ تو آپ نے میرے اور اپنے درمیان پردہ لٹکا دیا اور پردہ کی آیت کریمہ نازل ہوئی۔

۴۴۷۳ — شرح : قولہ بُنِیَ عَلَی النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم ،، اس کے معنی بیوی کے پاس جانے کے ہیں۔ دراصل جب کوئی مرد کسی عورت سے نکاح کرتا تو ان کیلئے قبہ لگایا جاتا تھا تاکہ اس میں بیوی سے مجامعت کرے ؛ چنانچہ کہا جاتا ہے بُنِیَ الرَّجُلُ بِاَهْلِهٖ ،، بُنِیَ صیغۂ مجہول بناء سے ماخوذ ہے۔ اس حدیث میں حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے معلوم نہیں کہ میں نے آپ کو خبر دی یا آپ کو خبر دی گئی۔ اس حدیث میں تردّد سے بیان کیا اور اس سے پہلی حدیث میں تردّد نہیں کیا ہو سکتا ہے کہ انس کی مراد یہ ہو کہ یا آپ کو بذریعہ وحی خبر دی گئی اور میرا خبر دینا اس کے موافق تھا۔ لہٰذا دونوں حدیثوں میں منافات نہیں ہے۔ م اُسْكُفَّةِ الباب ،، دہلیز ،،

۴۴۷۴ ـ حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بَكْرٍ السَّهْمِيُّ
قَالَ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ عَنْ أَنَسٍ قَالَ أَوْلَمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ
بَنٰى بِزَيْنَبَ ابْنَةِ جَحْشٍ فَأَشْبَعَ النَّاسَ خُبْزًا وَّلَحْمًا ثُمَّ خَرَجَ إِلٰى حُجَرِ أُمَّهَاتِ
الْمُؤْمِنِيْنَ كَمَا كَانَ يَصْنَعُ صَبِيْحَةَ بِنَائِهِ فَيُسَلِّمُ عَلَيْهِنَّ وَيَدْعُو لَهُنَّ وَيُسَلِّمْنَ
عَلَيْهِ وَيَدْعُوْنَ لَهٗ فَلَمَّا رَجَعَ إِلٰى بَيْتِهٖ رَأٰى رَجُلَيْنِ جَرٰى بِهِمَا الْحَدِيْثُ فَلَمَّا
رَاٰهُمَا رَجَعَ عَنْ بَيْتِهٖ فَلَمَّا رَأَى الرَّجُلَانِ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجَعَ عَنْ
بَيْتِهٖ وَثَبَا مُسْرِعَيْنِ فَمَا أَدْرِيْ أَنَا أَخْبَرْتُهٗ بِخُرُوْجِهِمَا أَمْ أُخْبِرَ فَرَجَعَ حَتّٰى دَخَلَ
الْبَيْتَ وَأَرْخَى السِّتْرَ بَيْنِيْ وَبَيْنَهٗ وَأُنْزِلَتْ اٰيَةُ الْحِجَابِ وَقَالَ ابْنُ أَبِيْ مَرْيَمَ
أَخْبَرَنَا يَحْيٰى حَدَّثَنِيْ حُمَيْدٌ سَمِعَ أَنَسًا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۴۴۷۴ ـــ ترجمہ : حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب زینب بنت جحش کی رخصتی ہوئی تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ولیمہ کیا اور لوگوں کو خوب روٹی اور گوشت کھلایا پھر امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کے حجروں کی طرف تشریف لے گئے۔ جیسے آپ رخصتی کی رات کی صبح کو حسب عادت جایا کرتے تھے۔ آپ انہیں سلام فرماتے اور وہ آپ کو سلام کہتیں اور دعا کرتیں جب آپ اپنے گھر کی طرف آئے تو دو آدمی باتوں میں مشغول دیکھے جب انھیں دیکھا تو واپس تشریف لے گئے۔ جب اُنھوں نے دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لے گئے ہیں تو وہ جلدی سے اُٹھ کر چلے گئے۔ میں نہیں جانتا کہ آپ کو ان کے چلے جانے کی خبر میں نے دی یا آپ کو خبر دی گئی۔ آپ واپس تشریف لائے اور گھر میں داخل ہو گئے اور میرے اور اپنے درمیان پردہ لٹکا دیا اور پردہ کی آیت کریمہ نازل ہوئی۔ ابن ابی مریم نے کہا ہمیں یحییٰ نے خبر دی انہوں نے کہا مجھے حمید نے خبر دی کہ انہوں انس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے

۴۴۷۴ ـــ شرح : ایک حدیث میں اس طرح ہے کہ آپ رخصتی کی شب کی صبح کو ازواج مطہرات کے حجروں کی طرف تشریف لے جاتے اور اُن سے سلام فرماتے اور ان کے لئے دعا فرماتے اور وہ بھی آپ کو سلام کہتیں اور دُعاء کرتی تھیں کہ حُمَید نے کہا انس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا۔ پہلی حدیث میں تین مردوں کا ذکر ہے اور اس میں دو مرد مذکور ہیں لیکن عدد

۴۴۷۵ـــ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ بْنُ يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ خَرَجَتْ سَوْدَةُ بَعْدَ مَا ضُرِبَ الْحِجَابُ لِحَاجَتِهَا وَكَانَتِ امْرَأَةً جَسِيمَةً لَا تَخْفَى عَلَى مَنْ يَعْرِفُهَا فَرَآهَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَقَالَ يَا سَوْدَةُ أَمَا وَاللَّهِ مَا تَخْفَيْنَ عَلَيْنَا فَانْظُرِي كَيْفَ تَخْرُجِينَ قَالَتْ فَانْكَفَأَتْ رَاجِعَةً وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْتِي وَإِنَّهُ لَيَتَعَشَّى وَفِي يَدِهِ عَرْقٌ فَدَخَلَتْ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي خَرَجْتُ لِبَعْضِ حَاجَتِي فَقَالَ لِي عُمَرُ كَذَا وَكَذَا قَالَتْ فَأَوْحَى اللَّهُ إِلَيْهِ ثُمَّ رُفِعَ عَنْهُ وَإِنَّ الْعَرْقَ فِي يَدِهِ مَا وَضَعَهُ فَقَالَ إِنَّهُ قَدْ أُذِنَ لَكُنَّ أَنْ تَخْرُجْنَ لِحَاجَتِكُنَّ

کے مفہوم کا اعتبار نہیں ہوتا ہے دو باتیں کر رہے ہوں اور تیسرا خاموش بیٹھا ہو۔ یہ کہنا بھی ممکن ہے کہ وہ تین تھے پھر ایک چلا گیا اور دو باقی رہ گئے۔ علامہ کرمانی رحمہ اللہ نے کہا اگر کوئی سوال پوچھے کہ ان احادیث میں سے دوسری حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں کے قیام سے پہلے یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور پہلی اور اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن کے قیام کے بعد نازل ہوئی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس کی حال سے تاویل کی جاتی ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی حالانکہ لوگ اُٹھ رہے تھے۔

قال ابن ابی مریم ،، اس میں یہ اشارہ ہے کہ حمید نے اس حدیث کی حضرت انس سے سماعت کی ہے اور اس میں عنعنہ کی روایت مؤثر نہیں۔ ابن ابی مریم بخاری کے شیخ ہیں اُن کا نام سعید بن محمد بن حکم بن ابی مریم ہے وہ مصر کے رہنے والے ہیں۔

۴۴۷۵ـــ ترجمہ : ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا پردہ نازل ہونے کے بعد ام المؤمنین سودہ رضی اللہ عنہا قضائے حاجت کے لئے باہر نکلیں۔ وہ جسیم خاتون تھیں جو انہیں پہچانتا تھا اس پر مخفی نہ رہتی تھیں۔ اگرچہ چادر اوڑھے ہوتیں انہیں عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو کہا اے سودہ! آپ کو معلوم ہونا چاہیئے بخدا! آپ ہم سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ (یعنی ہم نے تجھے پہچان لیا ہے) آپ دیکھیں کیسے باہر جا رہی ہو۔ ام المؤمنین نے فرمایا سودہ گھر واپس آگئیں اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر تشریف فرما تھے۔ آپ رات کا کھانا تناول فرما رہے تھے؛

حالانکہ آپ کے دستِ اقدس میں گوشت والی ہڈی تھی۔ سودہ نے آتے ہی کہا یا رسولَ اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم میں قضائے حاجت کے لئے باہر نکلی تو مجھے عمر بن خطاب نے ایسا ایسا کہا ہے۔ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے آپ پر وحی نازل فرمائی۔ پھر وحی کی شدت جاتی رہی، حالانکہ گوشت والی ہڈی آپ کے دستِ اقدس میں تھی .... اس کو دستِ مبارک سے جُدا نہیں کیا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا تمہارے لئے اجازت ہے کہ تم قضائے حاجت کے لئے باہر جا سکتی ہو۔

۴۴۷۵ — **شرح** : یہ حدیث کتاب الطہارت میں مذکور ہے اس کا اسناد بھی یہی ہے جو اس حدیث کا اسناد ہے۔ اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ ام المؤمنین کا باہر نکلنا قضائے حاجت کے لئے تھا۔ اور عمر فاروق کا زجر کرنا پردہ کی آیت کے نزول سے پہلے تھا اور اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ ام المؤمنین سودہ رضی اللہ عنہا کا باہر نکلنا پردہ کے بعد تھا۔ علامہ کرمانی نے کہا شاید ام المؤمنین سودہ کا باہر نکلنا دو بار تھا۔ بعض نے کہا پہلا حجاب اور دُوسرا حجاب علیحدہ علیحدہ ہیں۔ اس کی تقریر یہ ہے کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ حریم نبوی پر اجنبی لوگوں کے اطلاع پانے سے نفرت کرتے تھے۔ حتیٰ کہ انھوں نے صراحتاً سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں عرض کیا یا رسولَ اللہ! اپنی بیبیوں کو پردہ میں رکھیں حتیٰ کہ پردہ کی آیت نازل ہُوئی پھر اس کے بعد عمر فاروق نے قصد کیا کہ گو امہات المؤمنین پردہ میں باہر نکلتی ہیں، لیکن ان کے اشخاص پہچانے جاتے ہیں تو انہوں نے قصد کیا کہ ان کے اشخاص بھی پردہ میں رہنے چاہئیں۔ اسی لئے سودہ رضی اللہ عنہا سے کہا تھا ہم نے تمہیں پہچان لیا ہے؛ لیکن ازواج مطہرات کو قضاءِ حاجت کے لئے باہر نکلنے کی اجازت دی گئی، تاکہ انھیں مشقت نہ ہو۔

قاضی عیاض نے کہا ازواج مطہرات پر حجاب فرض تھا وہ بلا خلاف اس میں مخصوص ہیں کہ ان کے لئے چہرہ اور کفین کا شہادت وغیرہ میں بھی ظاہر کرنا جائز نہیں اور نہ ہی وہ اپنے اشخاص ظاہر کر سکتی ہیں۔ اگرچہ پردہ میں ملبوس ہوں، لیکن قضاءِ حاجت کے لئے انہیں باہر نکلنے کی اجازت تھی۔

جب عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے وفات پائی تو بیبیوں نے باہر نکلنا بھی چھوڑ دیا اور اپنے اشخاص ظاہر نہ کرتی تھیں۔ جب ام المؤمنین زینب رضی اللہ عنہا کا انتقال ہُوا تو ان کی نعش پر قبہ بنایا گیا تاکہ اُن کا شخص ظاہر نہ ہو۔

ازواج مطہرات کے علاوہ دوسری عورتوں کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنے جائز امور ضروریہ کے لئے باہر نکل سکتی ہیں بشرطیکہ سادہ کپڑوں میں ملبوس ہوں اور خوشبو وغیرہ بھی نہ ملی ہو اور اُن کے تمام اعضاء ڈھنپے ہُوئے ہوں اور اپنی زینت اور حسن و جمال کا اظہار بھی نہ کریں اور نہ ہی آواز بُلند کریں۔

بَابُ قَوْلِہٖ اِنْ تُبْدُوْا شَيْئًا اَوْ تُخْفُوْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا لَا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِيْ اٰبَآئِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآئِهِنَّ وَلَآ اِخْوَانِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآءِ اِخْوَانِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآءِ اَخَوٰتِهِنَّ وَلَا نِسَآئِهِنَّ وَلَا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ وَاتَّقِيْنَ اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا

۴۴۷۶ ـ حَدَّثَنَا اَبُوْ الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ حَدَّثَنِيْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ اَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ اِسْتَاذَنَ عَلَيَّ اَفْلَحُ اَخُوْ اَبِيْ

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد! اگر تم کوئی بات ظاہر کرو یا چھپاؤ تو بے شک اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے۔"

اُن پر مضائقہ نہیں۔ اُن کے باپ اور بیٹوں اور بھائیوں اور بھتیجوں اور بھانجوں اور اپنے دین کی عورتوں اور لونڈیوں میں اور اللہ سے ڈرتی رہو بے شک ہر چیز اللہ کے سامنے ہے۔

تفسیر: یعنی اگر تم اپنی زبانوں پر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیبیوں سے نکاح کی بات ظاہر کرو یا اپنے سینوں میں چھپائے رکھو وہ اس کو جانتا ہے۔ اس پر تمہیں سخت عذاب دے گا۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کی بیبیوں سے نکاح کرنا حرام ہے ان کا خرچہ وغیرہ بیت المال سے ادا کرنا ضروری اور لازم ہے۔ ازواج مطہرات کی عدتِ وفات میں اہل علم کے مختلف اقوال ہیں۔

بعض نے کہا ان پر عدت لازم نہیں، کیونکہ عدت اباحتِ نکاح کے انتظار کے لئے ہوتی ہے۔ بعض نے کہا ان پر عدت اس لئے واجب ہے کہ یہ عبادت ہے۔ اگرچہ اباحت نکاح کے لئے نہ ہو۔ مفسرین نے کہا جب پردہ کی آیت کریمہ نازل ہوئی تو اُن کے باپ بیٹوں نے کہا یا نبی اللہ! ہم بھی اُن سے پردہ میں بات کریں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔

الْقُعَيْسِ بَعْدَمَا أُنْزِلَ الْحِجَابُ فَقُلْتُ لَا آذَنُ لَهُ حَتَّى أَسْتَأْذِنَ فِيهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّ أَخَاهُ أَبَا الْقُعَيْسِ لَيْسَ هُوَ أَرْضَعَنِي وَلَكِنْ أَرْضَعَتْنِي امْرَأَةُ أَبِي الْقُعَيْسِ فَدَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ لَهُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ أَفْلَحَ أَخَا أَبِي الْقُعَيْسِ اسْتَأْذَنَ فَأَبَيْتُ أَنْ آذَنَ حَتَّى أَسْتَأْذِنَكَ فَقَالَ النَّبِيُّ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَمَا مَنَعَكِ أَنْ تَأْذَنِي عَمُّكِ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ الرَّجُلَ لَيْسَ هُوَ أَرْضَعَنِي وَلَكِنْ أَرْضَعَتْنِي امْرَأَةُ أَبِي الْقُعَيْسِ فَقَالَ ائْذَنِي لَهُ فَإِنَّهُ عَمُّكِ تَرِبَتْ يَمِينُكِ قَالَ عُرْوَةُ فَلِذٰلِكَ كَانَتْ عَائِشَةُ تَقُولُ حَرِّمُوا مِنَ الرَّضَاعَةِ مَا تُحَرِّمُونَ مِنَ النَّسَبِ

۴۴۷۶ — **ترجمہ** : ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا حجاب کی آیت نازل ہونے کے بعد ابوالقعیس کے بھائی افلح نے مجھ سے گھر آنے کی اجازت مانگی تو میں نے کہا میں اس کو اجازت نہیں دوں حتی کہ اس کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت حاصل کر لوں ؛ کیونکہ ابوالقعیس کے بھائی نے مجھے دودھ نہیں پلایا لیکن مجھے تو ابوالقعیس کی بیوی نے دودھ پلایا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں نے آپ سے عرض کیا یارسول اللہ! ابوالقعیس کا بھائی افلح اجازت طلب کرتا تھا میں نے اس کو اجازت دینے سے انکار کر دیا ہے۔ حتی کہ آپ سے اجازت حاصل کر لوں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہیں اپنے چچا کو اجازت دینے سے کس نے منع کیا ہے۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! اس مرد نے مجھے دودھ نہیں پلایا دودھ تو مجھے ابوالقعیس کی بیوی نے پلایا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے اجازت دو وہ تمہارا چچا ہے "تربت یمینک"، تیرا ہاتھ خاک آلود ہو"، عروہ نے کہا اسی لئے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں۔ دودھ کے باعث ان کو حرام جانو جن کو نسب کے باعث حرام جانتے ہو۔

۴۴۷۶ — **شرح** : اس حدیث سے یہ ظاہر ہے کہ رضاعی باپ اور رضاعی چچا سے امہات المؤمنین پردہ نہ کرتی تھیں جیسا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا وہ تمہارا رضاعی چچا ہے اسے اندر آنے کی اجازت دے دو اس اعتبار سے یہ حدیث باب کے مناسب ہے۔ ابوالقعیس کا نام جعد ہے اور افلح کی کنیت ابوالجعد ہے جعد ام المؤمنین

بَابٌ قَوْلُہٗ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا

قَالَ اَبُو الْعَالِیَۃِ صَلٰوۃُ اللّٰہِ ثَنَاؤُہٗ عَلَیْہِ عِنْدَ الْمَلٰٓئِکَۃِ وَصَلٰوۃُ الْمَلٰٓئِکَۃِ الدُّعَاءُ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ یُصَلُّوْنَ یُبَرِّکُوْنَ لَنُغْرِیَنَّکَ لَنُسَلِّطَنَّکَ

کا رضاعی باپ اور ابوالجعد رضاعی چچا ہے۔ کنیت کے باب میں ابوالقعیس کا نام وائل بن افلح ذکر کیا ہے۔

قولہ تَرِبَتْ یَمِیْنُکِ ،، اس سے حقیقی معنی مراد نہیں کیونکہ اس کے معنی ہیں اِفْتَقَرَتْ ،، چنانچہ جب کوئی محتاج ہو جائے تو کہا جاتا ہے۔ تَرِبَ اور جب غنی ہو جائے تو اَتْرَبَ کہا جاتا ہے۔ گویا کہ جب کوئی محتاج ہو جاتا ہے تو تُراب (مٹی) سے مل جاتا ہے اور جب غنی ہو جائے اور اس کا مال مٹی کے مقدار ہو جائے تو اسے اَتْرَبَ کہا جاتا ہے۔ اس حدیث کی اس بات پر دلالت ہے کہ دودھ مذکر کا ہوتا ہے اور مُرضعہ (دودھ پلانے والی عورت) کا شوہر بمنزلہ والد اور اس کا بھائی بمنزلہ چچا ہوتا ہے۔ (حدیث ع ۲۴۶۸ کی شرح دیکھیں)

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد! بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں نبی پر اے ایمان والو ان پر درود اور خوب سلام بھیجو،،

تفسیر: سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجنا واجب ہے۔ ہر ایک مجلس میں آپ کا ذکر کرنے والے پر اور سننے والے پر بھی ایک مرتبہ واجب اور اس سے زیادہ مستحب ہے۔ اسی پر اعتماد ہے۔ یعنی جمہور علماء یہی کہتے ہیں اور نماز کے قعدہ آخیرہ میں تشہد کے بعد درود شریف پڑھنا سنت ہے اور آپ کے تابع کرکے آپ کے آل و اصحاب اور دوسرے مومنین پر بھی درود بھیجا جا سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا عظیم مقام بلند کیا ہے اور آپ کو عظمت و شرافت سے نوازا ہے۔ صلوٰۃ لفظ مشترک ہے۔ اللہ کی صلوٰۃ رحمت، فرشتوں کی استغفار اور مومنوں کی صلوٰۃ دعاء ہے اور مختلف معانی میں بحسب قرآن استعمال ہوتا ہے۔ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ فی الجملہ درود شریف بھیجنا واجب ہے جبکہ سرکار کا اسم گرامی ذکر کیا جائے۔ صلی اللہ علیہ وسلم ،، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس کے پاس میرا اسم گرامی ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر

۷۷۴۴ـ حَدَّثَنِیْ سَعِیْدُ بْنُ یَحْیٰی قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ قَالَ حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ عَنِ الْحَکَمِ عَنِ ابْنِ اَبِیْ لَیْلٰی عَنْ کَعْبِ بْنِ عُجْرَۃَ قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَمَّا السَّلَامُ عَلَیْکَ فَقَدْ عَرَفْنَاہُ فَکَیْفَ الصَّلٰوۃُ قَالَ قُوْلُوْا اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

درود نہ بھیجے ،، نیز فرمایا : "مَنْ ذُکِرْتُ عِنْدَہٗ فَلَمْ یُصَلِّ عَلَیَّ دَخَلَ النَّارَ ،، جس کے پاس میرا اسم گرامی ذکر کیا گیا اور اُس نے مجھے درود شریف نہ بھیجا وہ دوزخ میں داخل ہوگا ،، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تبعیت کے بغیر غیر نبی پر درود بھیجنا مکروہ ہے ،،

قولہ قال ابوالعالیہ ،، ابوالعالیہ نے کہا اللہ کی صلوٰۃ آپ کی ملائکہ کے پاس ثنا کرتا ہے اور فرشتوں کی صلوٰۃ دُعا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا "یُصَلُّوْنَ بمعنی یُبَرِّکُوْنَ ،، ہے ۔یعنی برکت کی دعا کرتے ہیں قولہ لَنُغْرِیَنَّکَ "بمعنی لَنُسَلِّطَنَّکَ ہے ۔یعنی ہم یقیناً تجھے مسلط کریں گے ،،

۷۷۴۴ـــ ترجمہ : کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عرض کیا گیا یارسُول اللہ! ہم نے آپ پر سلام تو معلوم کرلیا ہے۔ آپ پر" صلوٰۃ ،، کا کیا طریقہ ہے ۔ فرمایا کہو " اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ،،

۷۷۴۴ـــ شرح : اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ تشبیہ کی یہ شرط ہے کہ مُشَبَّہ بہ مشبہ سے اقویٰ ہو اور یہاں بالعکس ہے ، کیونکہ جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابراہیم علیہ السلام سے افضل ہیں ۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تشبیہ وہ نہیں جس میں ناقص کو کامل سے لاحق کیا جاتا ہے بلکہ یہ تشبیہ شہرت کے اعتبار سے ہے اور ظاہر ہے کہ ابراہیم علیہ السلام لوگوں میں عام مشہور تھے تو تشبیہ اس طرح ہوگی کہ جس کا حال معروف نہ ہو اس کو اس سے لاحق کیا جائے جس کا حال معروف ہو ۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ مجموع کو مجموع سے تشبیہ دی گئی ہے اور ظاہر اور یقینی بات ہے کہ آلِ ابراہیم جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل سے افضل ہے کیونکہ آلِ ابراہیم میں انبیاء کرام علیہم السلام ہیں اور آلِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں کوئی نبی نہیں۔
واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم !

۴۴۷۸ — حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ یُوْسُفَ حَدَّثَنَا اللَّیْثُ قَالَ حَدَّثَنِیْ ابْنُ الْهَادِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ خَبَّابٍ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قُلْنَا یَارَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذَا التَّسْلِیْمُ فَکَیْفَ نُصَلِّیْ عَلَیْكَ قَالَ قُوْلُوْا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ وَبَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَقَالَ اَبُوْصَالِحٍ عَنِ اللَّیْثِ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ

۴۴۷۹ — حَدَّثَنَا اِبْرَاهِیْمُ بْنُ حَمْزَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ حَازِمٍ وَالدَّرَاوَرْدِیُّ عَنْ یَزِیْدَ وَقَالَ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَبَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَاٰلِ اِبْرَاهِیْمَ (لَا تَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ اٰذَوْا مُوْسٰی)

۴۴۷۸ — ترجمہ : ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ سلام ہے ہم آپ پر صلوٰۃ کس طرح بھیجیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : کہو اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ وَبَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ اور ابوصالح نے لیث سے " عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ " روایت کی ہے۔

۴۴۷۸ — شرح : پہلے جملہ میں " عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ " نہیں ہے اور دوسرے جملہ میں علی آل ابراہیم ہے۔ اس کی وجہ ظاہر نہیں ہے۔

۴۴۷۹ — ترجمہ : ابراہیم بن حمزہ نے بیان کیا کہ ابن ابی حازم اور دراوردی نے یزید سے روایت کی۔ انھوں نے کہا : کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَبَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَاٰلِ اِبْرَاهِیْمَ "

باب

اللہ تعالیٰ کا ارشاد! اے ایمان والو! اُن جیسے نہ ہونا، جنھوں نے موسیٰ کو اذیت پہنچائی "

۴۴۸۰ ـــ حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَخْبَرَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَوْفٌ عَنِ الْحَسَنِ وَمُحَمَّدٍ وَّخِلَاسٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ مُوْسٰى كَانَ رَجُلًا حَيِيًّا وَّ ذٰلِكَ قَوْلُهٗ تَعَالٰى يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا

تفسیر : یعنی سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا احترام بجا لاؤ اور کوئی کام ایسا نہ کرنا جو اُن کے رنج و ملال کا باعث ہو اور بنی اسرائیل کی طرح نہ ہونا جو ننگے نہاتے تھے۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پر طعن کرتے تھے کہ حضرت ہمارے ساتھ کیوں نہیں نہاتے۔ انہیں برص وغیرہ کی کوئی بیماری ہے۔

۴۴۸۰ ـــ ترجمہ : ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا موسیٰ بہت حیادار مرد تھے اور یہ اللہ کا ارشاد ہے۔ اے ایمان والو! اُن جیسے نہ ہونا جنہوں نے موسیٰ کو اذیت پہنچائی۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کو ان کی باتوں سے مُبَرّاء کیا اور وہ اللہ کے نزدیک مقبول اور صاحبِ جاہ تھے "

۴۴۸۰ ـــ شرح : حضرت موسیٰ علیہ السلام بہت شرمسار تھے۔ وہ تنہائی میں غسل کرتے تھے جبکہ بنی اسرائیل علانیہ ایک دوسرے کے سامنے ننگے غسل کرتے تھے۔ اُنھوں نے موسیٰ علیہ السلام پر تہمت لگائی کہ آپ کو برص کی بیماری ہے۔

ایک دن موسیٰ علیہ السلام تنہائی میں غسل کر رہے تھے اور کپڑے ایک پتھر پر رکھے تھے وہ آپ کے کپڑے لے کر بھاگ نکلا اور بنی اسرائیل کی نشست گاہ کے پاس ٹھہر گیا۔ موسیٰ علیہ السلام اس کے پیچھے دوڑے جبکہ آپ فرما رہے تھے اے پتھر میرے کپڑے دو اور بنی اسرائیل کی نشست گاہ تک برہنہ دوڑتے رہے۔ اُنہوں نے آپ کو برہنہ دیکھ کر کہا موسیٰ علیہ السلام "پر کوئی عیب نہیں " صلوات اللہ وسلامہ علیہ ۔

سُورَۃُ سَبَا

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یُقَالُ مُعَاجِزِیْنَ مُسَابِقِیْنَ بِمُعْجِزِیْنَ بِفَائِتِیْنَ مُعَاجِزِیْنَ مُغَالِبِیْنَ سَبَقُوْا فَاتُوْا لَایُعْجِزُوْنَ لَایَفُوْتُوْنَ یَسْبِقُوْنَا یُعْجِزُوْنَا قَوْلُہٗ بِمُعْجِزِیْنَ بِفَائِتِیْنَ وَمَعْنٰی

سُورہ سَبا

مقاتل نے کہا یہ سُورت مکی ہے۔ اور یہ آیت کریمہ : وَیَرَی الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ الَّذِیْ اُنْزِلَ مدنی ہے
اس کی چپن آیات ہیں۔۔

تفسیر : امام ترمذی نے فروہ بن مسیک مرادی کی حسن حدیث ذکر کی کہ میں جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہُوا اور پُوری حدیث ذکر کی جس میں یہ بھی ذکر کیا کہ ایک شخص نے کہا یا رسُولَ اللہ! سبا، کیا ہے وہ زمین ہے یا عورت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ نہ زمین ہے اور نہ عورت ہے لیکن وہ ایک عربی مرد ہے اس کے دس بیٹے تھے اُن میں سے چھ بیٹے دائیں جانب چلے گئے وہ ازد، اشعرون، حِمیَر، کندہ، مُذحج اور انمار تھے۔ اس آدمی نے کہا انمار کیا شئی ہے۔ فرمایا انمار وہ ہیں جن میں خثعم اور بجیلہ ہیں،، بعض روایات میں ہے کہ جو بائیں طرف گئے اور وہاں جاکر آباد ہو گئے۔ اس علاقہ کو شام کہتے ہیں اور جو دائیں جاکر وہاں آباد ہو گئے۔ اس علاقہ کو یمن کہتے ہیں۔ ابن اسحاق نے کہا،، سَبا،،کا نام عبدشمس بن یشجب بن یعرج بن قحطان بن عامر اور وہ ھود بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح علیہ السلام ہے عرب میں سَبا سب سے پہلی اسیر ہُوا۔ تیجان میں ہے سبا پہلا شخص ہے جس نے تاج پہنا تھا اور قرآن کریم میں جس،،سد،، کا ذکر ہے وہ اسی نے بنایا تھا جس میں ستر نہریں ہیں۔ اس کی عمر پانچ سو برس تھی (عینی مختصر)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قولہ مُعَاجِزِیْن،، اس سے اس آیت کریمہ : وَالَّذِیْنَ سَعَوْا فِیْٓ اٰیٰتِنَا مُعٰجِزِیْنَ،، کی طرف اشارہ کیا

مُعَاجِزِیْنَ مُغَالِبِیْنَ یُرِیْدُ کُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا اَنْ یُّظْهِرَ عَجْزَ صَاحِبِهٖ مِعْشَارُ عُشْرٌ اَلْاُکُلُ الثَّمَرُ بَاعِدْ وَبَعِّدْ وَاحِدٌ وَقَالَ مُجَاهِدٌ لَا یَعْزُبُ لَا یَغِیْبُ اَلْعَرِمُ السُّدُّ مَاءٌ اَحْمَرُ اَرْسَلَهٗ فِی السُّدِّ فَشَقَّهٗ وَهَدَمَهٗ وَحَفَرَ الْوَادِیَ

اور اس کی تفسیر مُسَابِقِیْن سے کی، ،آگے بڑھنے والے۔ یعنی وہ گمان کرتے ہیں کہ وہ آگے بڑھ جائیں گے اور ہم ان کو نہیں پاسکیں گے۔ قولہ بِمُعْجِزِیْنَ " اس سے اس آیت کریمہ " وَمَا اَنْتُمْ بِمُعْجِزِیْنَ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ " کی طرف اشارہ کیا اور " فَائِتِیْنَ " سے اس کی تفسیر کی یعنی تم زمین و آسمان میں ہمارے ہاتھ سے نہیں نکل سکتے ہو "۔

قولہ سَبَقُوْا " یعنی آگے نکل گئے اور " لَا یُعْجِزُوْنَ " ہمارے ہاتھ سے نہیں نکل سکتے۔ قولہ یَسْبِقُوْنَا " اس سے اس آیت کریمہ: اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السَّیِّاٰتِ اَنْ یَّسْبِقُوْنَا " کی طرف اشارہ کیا اور اس کی تفسیر لَا یُعْجِزُوْنَ " یعنی ہم سے آگے نکل جائیں گے " سے کی " اور لفظ معجزین مکرر ہے۔ اس کی تفسیر فائتین سے کی۔ قولہ مُعَاجِزِیْنَ " اس سے یہ اشارہ کیا کہ معاجزین باب مفاعلہ سے ہے اور وہ دو میں مشارکت چاہتا ہے۔ ان میں سے ہر ایک یہی چاہتا ہے کہ وہ اپنے ساتھی کو عاجز کردے اور اس سے آگے نکل جائے "
قولہ مِعْشَارٌ " اس سے اس آیت کریمہ " وَمَا بَلَغُوْا مِعْشَارَ مَآ اٰتَیْنٰهُمْ " کی طرف اشارہ کیا اور اس کی تفسیر عُشر سے کی دسواں حصہ " یعنی جو کچھ ہم نے ان کو دیا وہ اس کے دسویں حصے تک نہیں پہنچ سکے " فراء نے کہا: پہلے لوگوں سے جو ہلاک ہو چکے ہیں۔ اہل مکہ قوت، جسم، اولاد اور تعداد میں ان کے دسویں حصہ تک نہیں پہنچے " قولہ اَلْاُکُلُ " اس سے اس آیت کریمہ: ذَوَاتَیْ اُکُلٍ خَمْطٍ وَّاَثْلٍ وَّشَیْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِیْلٍ " کی طرف اشارہ کیا۔ اور اس کی تفسیر الثَّمَر سے کی " اور ان کے باغوں کے عوض دو باغ انہیں بدل دیئے جو نہایت بدمزہ ہیں اور جھاؤ اور کچھ تھوڑی سی بیریاں یعنی جیسے ویرانوں میں جھاؤ اور بیریاں جم آتی ہیں اور خشتناک جنگل کو جو ان کے خوشنما باغوں کی جگہ پیدا ہو گیا تھا اس کو بطریق مشاکلت باغ فرمایا ہے۔ اُکُل یعنی ثمر ہے خمط پیلو کا درخت بعض نے کہا ہر خاردار درخت اور اثل جھاؤ کو کہتے ہیں۔

قولہ بَاعِدْ " اس سے اس آیت کریمہ: فَقَالُوْا رَبَّنَا بٰعِدْ بَیْنَ اَسْفَارِنَا " کی طرف اشارہ کیا اور کہا بَاعِدْ اور بَعِّدْ ہم معنی ہیں " تو بولے اے ہمارے رب ہمارے سفر میں دوری ڈال " یعنی ہمارے اور شام کے درمیان جنگل اور بیابان کر دے کہ بغیر توشہ اور سواری کے سفر نہ ہو سکے "

قولہ لَا یَعْزُبُ " اس سے اس آیت کریمہ: لَا یَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَلَا فِی الْاَرْضِ " کی طرف اشارہ کیا۔ پھر اس کی تفسیر میں مجاہد نے کہا: " لَا یَغِیْبُ " اللہ غیب جاننے والا ہے اس سے کوئی شی

فَارْتَفَعَنَا عَنِ الْجَنْبَتَيْنِ وَغَابَ عَنْهُمَا الْمَآءُ فَيَبِسَتَا وَلَمْ يَكُنِ الْمَاءُ الْاَحْمَرُ مِنَ السُّدِّ وَلٰكِنْ كَانَ عَذَابًا اَرْسَلَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنْ حَيْثُ شَاءَ وَقَالَ عَمْرُو بْنُ شُرَحْبِيْلَ الْعَرِمُ الْمُسَنَّاةُ بِلَحْنِ اَهْلِ الْيَمَنِ وَقَالَ غَيْرُهٗ الْعَرِمُ الْوَادِيْ

نہیں ذرہ بھر کوئی چیز آسمانوں میں اور نہ زمین میں،، ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا تیرے رب سے کچھ غیب نہیں،، قولہ اَلْعَرِمُ،، اس سے اس آیت کریمہ : فَاَعْرَضُوْا فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ کی طرف اشارہ کیا پھر اس کی تفسیر سَدّ سے کی وہ سُرخ پانی جو اللہ تعالیٰ نے سَدّ میں بھیجا تھا یعنی انھوں نے منہ پھیرا تو ہم نے اُن پر عظیم سیلاب بھیجا جس سے ان کے باغ اموال سب ڈوب گئے اور ان کے مکانات ریت میں دفن ہوگئے اور اس طرح تباہ ہوئے کہ ان کی تباہی عرب کے لئے مثال بن گئی۔

ترجمہ : اَلْعَرِمُ،، پانی کا بند،، ایک لال پانی تھا جس میں اللہ کے حکم سے سیلاب آیا اور بند ٹوٹ گیا۔ میدان میں گڑھا ہوگیا اور باغ دونوں طرف اونچے ہوگئے پھر پانی غائب ہوا تو باغ خشک ہوگئے۔ یہ پانی بند سے بہہ کر نہیں آیا تھا بلکہ اللہ کا عذاب تھا اس نے جہاں سے چاہا وہاں سے بھیجا،، عمرو بن شرحبیل نے کہا کہ اہل یمن کی لغت میں اَلْعَرِمُ بند کو کہتے ہیں بعض نے عَرِم نالہ کو کہا ہے،،

شرح : عرم کے معنی بند ہیں جو پانی کی روانگی کو روکتا ہے۔ سُدّ بضم السین اور دال مشدد ہے سین کو مفتوح بھی پڑھا جاتا ہے۔

قولہ فَارْتَفَعَتَا عَنِ الْجَنْبَتَيْنِ،، قیاس یہ ہے کہ کہا جائے۔ اِرْتَفَعَتِ الْجَنْبَتَانِ عَنِ الْمَآءِ دونوں کنارے پانی سے بلند ہوگئے، لیکن ارتفاع سے مراد انتفاء اور زوال ہے۔ یعنی اُن سے جنب (کنارہ) کا نام زائل ہوگیا۔

قولہ اَلْمُسَنَّاةُ،، بضم المیم اور سین مفتوح ہے اور نون مشدد ہے۔ ابن تین نے کہا مسناۃ کے معنی بند کے ہیں جس سے وادی کا پانی روک کر کنارے پر چڑھاتے ہیں تاکہ زمین پر گر کر اس کو سیراب کرے (آج کی اصطلاح میں اس کو ہیڈ کہتے ہیں)

قولہ اَلسَّابِغَاتِ،، اس سے اس آیت کریمہ،، وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ اَنِ اعْمَلْ سَابِغَاتٍ،، کی طرف اشارہ کیا ہم نے داؤد کے لئے لوہا نرم کردیا اور ہم نے کہا زرہیں بناؤ۔ اور سابقات کی دُرُوع بمعنی زرہیں سے تفسیر کی۔ تفسیر میں ہے۔ زرہیں کشادہ کامل بناؤ۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے سب سے پہلے زرہ بنائی ہے۔

قولہ نُجَازِيْ،، اس سے اس آیت کریمہ : وَهَلْ نُجَازِيْ اِلَّا الْكَفُوْرَ،، کی طرف اشارہ کیا پھر اس کی

السَّابِغَاتُ الدُّرُوعُ وَقَالَ مُجَاهِدٌ أُنُجَازِي نُعَاقِبُ أَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ بِطَاعَةِ اللهِ مَثْنٰى وَفُرَادٰى وَاحِدٌ وَاثْنَيْنِ التَّنَاوُشُ الرَّدُّ مِنَ الْآخِرَةِ إِلَى الدُّنْيَا وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُونَ مِنْ مَالٍ أَوْ وَلَدٍ أَوْ زَهْرَةٍ بِأَشْيَاعِهِمْ بِأَمْثَالِهِمْ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ كَالْجَوَابِ كَالْجَوْبَةِ مِنَ الْأَرْضِ وَالْخَمْطُ الْأَرَاكُ وَالْأَثْلُ الطَّرْفَاءُ الْعَرِمُ الشَّدِيدُ ـــــ

تفسیر نُعَاقِب سے کی۔ یعنی ہم عذاب نہیں دیتے مگر ناشکرے کو،،

قولہ أَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ ،، اس سے اس آیت کریمہ: قُلْ إِنَّمَا أَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ أَنْ تَقُومُوا لِلّٰهِ مَثْنٰى وَفُرَادٰى ،، کی طرف اشارہ کیا۔ میں تمہیں ایک خصلت کی نصیحت کرتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ اللہ کے لئے کھڑے رہو۔ دو دو اور اکیلے اکیلے پھر سوچو ،، یعنی اگر تم نے اس پر عمل کیا تو تم پر حق واضح ہو جائے گا اور تم وساوس، شبہات اور گمراہی کی مصیبت سے نجات پاؤ گے وہ نصیحت یہ ہے کہ محض طلب حق کی نیت سے اپنے آپ کو طرفداری، تعصب سے خالی کر کے باہم مشورہ کر سکو اور ایک دوسرے سے اپنی فکر کا نتیجہ بیان کر سکو اور دونوں انصاف کے ساتھ غور کر سکیں،،

قولہ التَّنَاوُشُ ،، اس سے اس آیت کریمہ: وَقَالُوا آمَنَّا بِهِ وَأَنّٰى لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِنْ مَكَانٍ بَعِيدٍ ،، کی طرف اشارہ کیا پھر اس کی تفسیر آخرت سے دُنیا کی طرف رَدّ ہونے سے کی۔ یعنی قیامت میں کافر خواہش کریں گے کہ دُنیا میں واپس جائیں، لیکن یہ وقت واپس جانے کا نہیں ہے۔

قولہ حِيلَ بَيْنَهُمْ آہ اس سے اس آیت کریمہ: وَحِيلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُونَ ،، کی طرف اشارہ کیا اور روک کردی گئی انہیں اور جسے چاہتے ہیں اور مال واولاد یا دُنیاوی زیب وزینت اور حسن نضارت وغیرہ ہے۔ یہ مجاہد کی روایت ہے حسن بصری نے کہا روک کردی۔ ان میں اور ایمان میں جبکہ انھوں نے عذاب دیکھا یعنی ناامیدی کے وقت وہ ایمان اور توبہ میں روک کردی گئی اور ان کا ایمان اور توبہ کرنا قبول نہ ہوا۔

قولہ بِأَشْيَاعِهِمْ ،، اس سے اس آیت کریمہ: كَمَا فُعِلَ بِأَشْيَاعِهِمْ ،، کی طرف اشارہ کیا جیسے اُن کے پہلے گروہوں سے کیا گیا کہ ان کی توبہ اور ایمان ناامیدی اور غرغرہ کے وقت قبول نہ فرمایا گیا۔

قولہ كَالْجَوَابِ ،، یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اللہ تعالیٰ کے اس کلام وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ ،، کی تفسیر میں کہا کہ جواب بمعنی جَوْبَةٍ فِي الْأَرْضِ ،، ہے۔ یعنی زمین کے گڑھوں اور بڑے بڑے حوضوں کے برابر

بَابُ قَوْلِهٖ فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ قَالُوا الْحَقَّ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ

۴۴۸۱ — حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيٰنُ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرٌو قَالَ سَمِعْتُ عِكْرِمَةَ يَقُوْلُ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ اِنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا قَضَى اللّٰهُ الْاَمْرَ فِي السَّمَاءِ ضَرَبَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ بِاَجْنِحَتِهَا خُضْعَانًا لِقَوْلِهٖ كَاَنَّهٗ سِلْسِلَةٌ عَلٰى صَفْوَانٍ فَاِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا مَاذَا

پیالے بناتے تھے جن میں سے ہر پیالے سے ہزار آدمی کھا سکتے تھے۔
قولہ الخمط ،، کڑوہ ، بدمزہ پیلو کا درخت۔ اثل جھاہ کا درخت۔ ابوعبیدہ نے کہا خمط ہر خار دار کڑوا درخت ہے۔ عَرِم ،، بمعنی سخت اور شدید ہے۔

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد! یہاں تک کہ جب اذن دے کر ان کے دلوں کی گھبراہٹ دُور فرما دی جاتی ہے تو وہ ایک دُوسرے سے کہتے ہیں تمہارے ربّ نے کیا بات فرمائی۔ وہ کہتے ہیں جو فرمایا حق ہے ،،

تفسیر : اللہ کے حضور کوئی شفاعت نفع نہ دے گی مگر جس کو اللہ تعالیٰ اذن دے وہ شفاعت کرے گا۔ اس میں کفار کا ردّ ہے وہ کہتے تھے بُت ہماری شفاعت کریں گے اور جن کے دلوں سے گھبراہٹ دُور فرما دی جاتی ہے۔ وہ فرشتے ہیں اُن کے دل اللہ کا کلام سُنتے وقت خائف ہو کر گھبرا جاتے ہیں اور جب یہ گھبراہٹ دُور کر دی جاتی ہے۔ تو وہ ایک دُوسرے سے اللہ کا فیصلہ دریافت کرتے ہیں۔

قَالَ ...... رَبُّكُمْ قَالُوا الَّذِي قَالَ الْحَقَّ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ فَيَسْمَعُهَا مُسْتَرِقُ السَّمْعِ وَمُسْتَرِقُ السَّمْعِ هٰكَذَا بَعْضُهُ فَوْقَ بَعْضٍ وَوَصَفَ سُفْيَانُ بِكَفِّهِ فَحَرَّفَهَا وَبَدَّدَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ فَيَسْمَعُ الْكَلِمَةَ فَيُلْقِيهَا إِلَى مَنْ تَحْتَهُ ثُمَّ يُلْقِيهَا الْآخَرُ إِلَى مَنْ تَحْتَهُ حَتَّى يُلْقِيَهَا عَلَى لِسَانِ السَّاحِرِ أَوِ الْكَاهِنِ فَرُبَّمَا أَدْرَكَ الشِّهَابُ قَبْلَ أَنْ يُلْقِيَهَا وَرُبَّمَا أَلْقَاهَا قَبْلَ أَنْ يُدْرِكَهُ فَيَكْذِبُ مَعَهَا مِائَةَ كَذْبَةٍ فَيُقَالُ أَلَيْسَ قَدْ قَالَ لَنَا يَوْمَ كَذَا وَكَذَا كَذَا وَكَذَا فَيُصَدَّقُ بِتِلْكَ الْكَلِمَةِ الَّتِي مِنَ السَّمَاءِ

وہ کہتے ہیں جو فرمایا ہے حق فرمایا ہے۔ بعض نے کہا وہ مشرک ہیں جب موت کے وقت ان کے دلوں سے گھبراہٹ زائل ہوتی ہے تو ان سے فرشتے کہتے ہیں۔ تمہارے رب نے کیا فرمایا ہے وہ کہتے ہیں حق فرمایا ہے۔ اس وقت وہ اللہ کے فیصلہ کا اقرار کریں گے، لیکن یہ اقرار ان کو فائدہ مند نہ ہوگا۔ حسن بصری نے یہی تفسیر کی ہے (عینی)

۴۴۸۱ — **ترجمہ**: عمرو نے کہا میں نے عکرمہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے ابوہریرہ سے سنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ آسمانوں میں کوئی فیصلہ کرتا ہے تو فرشتے اللہ کا حکم سن کر عاجزی سے اپنے پروں کو مارتے اور پھڑپھڑاتے ہیں۔ اور اللہ کا کلام ایسا ہوتا ہے۔ جیسے صاف پتھر پر زنجیر پھرتی ہے۔ جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور فرمائی جاتی ہے تو ایک دوسرے سے کہتے ہیں تمہارے رب نے کیا کہا ہے۔ دوسرا کہتا ہے جو فرمایا حق ہے اور وہ برتر اور بزرگ ہے۔ چور جن اس کو سنتے ہیں اور سماعت کی چوری کرنے والے جن اس طرح ایک دوسرے پر ہوتے ہیں سفیان نے اپنے ہاتھ کی ہتھیلی کو موڑ کر اور پھر انگلیوں کو ملا کر بتایا کہ شیطان اس طرح ایک دوسرے پر ملے ہوئے ہوتے ہیں اور اوپر نیچے والے کو اور وہ اپنے نیچے والے کو اور وہ اپنے نیچے والے کو اور پھر اسی طرح یہ بات زمین پر جادوگروں اور کاہنوں تک پہنچ جاتی ہے اور کبھی یہ بھی ہوتا ہے کہ فرشتے ان کو انگارا مارتے ہیں جو بات چرانے سے پہلے انہیں لگتا ہے اور بسا اوقات جادوگر تک پہنچانے کے بعد انہیں لگتا ہے اور وہ اس میں سو جھوٹ ملا دیتا ہے۔ پھر کہا جاتا ہے۔ کیا کاہن نے فلاں فلاں روز یہ نہیں کہا تھا اور اس بات کی تصدیق کی جاتی ہے جو اس نے آسمان سے سنی تھی۔ (حدیث ۴۳۸۳ کی شرح دیکھیں)

بَابُ قَوْلِهٖ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِیْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَیْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ

۴۴۸۲۔ حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَازِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ صَعِدَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّفَا ذَاتَ يَوْمٍ فَقَالَ يَا صَبَاحَاهُ فَاجْتَمَعَتْ اِلَيْهِ قُرَيْشٌ قَالُوْا مَا لَكَ قَالَ اَرَاَيْتُمْ لَوْ اَخْبَرْتُكُمْ اَنَّ الْعَدُوَّ يُصَبِّحُكُمْ اَوْ يُمَسِّيْكُمْ اَمَا كُنْتُمْ تُصَدِّقُوْنِیْ قَالُوْا بَلٰی قَالَ فَاِنِّیْ نَذِيْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَیْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ فَقَالَ اَبُوْ لَهَبٍ تَبًّا لَّكَ اَلِهٰذَا جَمَعْتَنَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَبَّتْ يَدَا اَبِیْ لَهَبٍ

باب — اللہ تعالیٰ کا ارشاد! وہ نہیں مگر تمہیں ڈر سُنانے والے ایک سخت عذاب کے آگے

۴۴۸۲ — ترجمہ : ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صفا پہاڑی پر تشریف لئے اور بلند آواز سے فرمایا یا صباحاہ : قریش آپ کے پاس جمع ہو گئے ،، (لوگوں کو جمع کرنے کے وقت یہ کلمہ کہا جاتا ہے) اور کہا کس لئے لوگوں کو جمع کر رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے بتاؤ اگر میں تمہیں خبر دوں کہ دشمن صبح کے وقت یا شام کے وقت تم پر حملہ آور ہونے والا ہے۔ کیا تم میری تصدیق کروگے؟ لوگوں نے کہا کیوں نہیں فرمایا میں اللہ کے سخت عذاب کے آگے تمہیں ڈر سُناتا ہوں۔ ابولہب بولا تمہیں ہلاکت ہو۔ اس لئے ہمیں جمع کیا تھا ؟ تو یہ سورت کریمہ : تَبَّتْ يَدَآ اَبِیْ لَهَبٍ ،، الخ نازل ہوئی ،،
(حدیث ۴۴۵۲ کی شرح دیکھیں)

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ مَّعْدَنِ الْجُوْدِ وَالْكَرَمِ وَاٰلِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

۲۷۔ رمضان المبارک ۱۴۰۴ھ مطابق ۲۷۔ جون ۱۹۸۴ء

اَلْجُزْءُ الْعِشْرُوْنَ

سُوْرَةُ الْمَلٰئِكَةِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَالَ مُجَاهِدٌ الْقِطْمِيْرُ لِفَافَةُ النَّوَاةِ مُثَقَّلَةٌ وَقَالَ غَيْرُهُ الْحَرُوْرُ بِالنَّهَارِ مَعَ الشَّمْسِ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ الْحَرُوْرُ بِاللَّيْلِ وَالسَّمُوْمُ بِالنَّهَارِ وَغَرَابِيْبُ أَشَدُّ سَوَادٍ الْغِرْبِيْبُ الشَّدِيْدُ السَّوَادِ

بیسواں (۲۰) پارہ

سُورۂ ملائکہ

یہ سُورت مکی ہے۔ سورۂ مریم سے پہلے اور سورۂ فرقان کے بعد نازل ہیں۔ اس کی چھیالیس (۴۶) آیات ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قولہ القطمیر" اس سے اس آیت کریمہ: وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ الاية کی طرف اشارہ کیا اور "لفافۃ النواۃ" سے اس کی تفسیر کی، "یہ کھجور کی گٹھلی پہ باریک سا چھلکا ہے۔ یعنی اور اس کے

سُورۃ یٰسٓ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَقَالَ مُجَاهِدٌ فَعَزَّزْنَا شَدَّدْنَا يَا حَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ كَانَ حَسْرَةً عَلَيْهِمْ اسْتِهْزَاؤُهُمْ بِالرُّسُلِ أَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ لَا يَسْتُرُ ضَوْءُ أَحَدِهِمَا ضَوْءَ الْآخَرِ وَلَا يَنْبَغِي لَهُمَا

سوا جنہیں تم پوجتے ہو دانۂ خرما کے چھلکے تک کے مالک نہیں ''۔

قولہ مُثْقَلَةٌ ''، اس سے اس آئت کریمہ : وَإِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ إِلَى حِمْلِهَا لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ الآیۃ کی طرف اشارہ کیا اور کہا وہ مثقلۃ ہے پہلا اثقال سے دُوسرا تثقیل سے ماخوذ ہے۔ یعنی اگر کوئی بوجھ والی اپنا بوجھ اُٹھانے کو کسی کو بلائے تو اس کے بوجھ میں سے کوئی کچھ نہ اُٹھائے گا۔

قولہ الْحَرُورُ ''، اس سے اس آئت کریمہ : وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمَى وَالْبَصِيرُ وَلَا الظُّلُمَاتُ وَلَا النُّورُ وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُورُ '' کی طرف اشارہ کیا۔ مجاہد کے غیر نے کہا دن کے وقت گرم ہوا حرور ہے۔ بعض نے کہا رات میں گرم ہوا کو حرور اور دن میں گرم ہوا کو سموم کہتے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا رات کی ہوا حرور اور دن کی سموم ہے۔ معنی یہ ہے کہ اندھا اور بینا برابر نہیں اور نہ اندھیریاں اور اوجالا اور نہ سایہ اور نہ تیز دھوپ برابر ہیں۔ یعنی عالم اور جاہل اور کفر و ایمان اور جنت و دوزخ برابر نہیں ہیں۔

قولہ غَرَابِيبُ سُودٌ ''، اس سے اس آئت کریمہ : أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً '' کی طرف اشارہ کیا۔ غرابیب سود کے معنی ہیں سخت کالے۔ غرابیب '' غِرْبِیب کی جمع ہے اور وہ سخت سیاہ ہے اسے کوّے کے رنگ کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔ فراء نے کہا غرابیب سود میں تقدیم و تاخیر ہے۔ دراصل سُود غرابیب سے تھا یعنی سیاہیاں سخت سیاہ ہیں۔

سُورۂ یٰسٓ

یہ سورت مکی ہے۔ سُورۂ فرقان سے پہلے اور سُورۂ جنّ کے بعد نازل ہُوئی۔ اس کی تراسی (۸۳) آیات ہیں ''۔

ذٰلِكَ سَابِقُ النَّهَارِ يَتَطَالَبَانِ حَثِيْثَيْنِ نَسْلَخُ نُخْرِجُ اَحَدَهُمَا مِنَ الْاٰخَرِ وَ
يَجْرِيْ كُلٌّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مِنْ مِّثْلِهٖ مِنَ الْاَنْعَامِ فَكِهُوْنَ مُعْجَبُوْنَ جُنْدٌ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قولہ فَعَزَّزْنَا " اس سے اس آیت کریمہ : اِذْ اَرْسَلْنَا اِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ " کی طرف اشارہ کیا اور مجاہد نے کہا " فَعَزَّزْنَا " بمعنی شَدَّدْنَا " ہے۔ یعنی جب ہم نے اُن کی طرف دو بھیجے پھر اُنھوں نے ان کو جھٹلا دیا تو ہم نے تیسرے سے تقویت پہنچائی " حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انطاکیہ والوں کی طرف پہلے دو رسُول بھیجے۔ ایک کا نام صادق اور دُوسرے کا نام صدوق تھا جب اُنھوں نے قبول نہ کیا تو تیسرے کو بھیجا اس کا نام شلوم تھا۔ کہا گیا ہے اس کا نام شمعون تھا۔

قولہ یَاحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ " اس سے اس آیت کریمہ : يَا حَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ مَا يَأْتِيْهِمْ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ " کی طرف اشارہ کیا اور حسرت کی تفسیر استہزاءہم الخ سے کی۔ یعنی کہا گیا ہائے افسوس ان بندوں پر جب اُن کے پاس کوئی رسُول آتا ہے تو اسے ٹھٹھا ہی کرتے ہیں " بندوں پر افسوس یہی ہے کہ وہ رسولوں سے ٹھٹھا مذاق کرتے تھے۔ ابوالعالیہ نے کہا جب وہ عذاب دیکھیں گے تو کہیں گے یَاحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ " یعنی تین رسولوں پر ایمان نہ لائے اور جب ان کو ایمان نفع نہ دے گا اس وقت ایمان لائیں گے اور اپنے حال پر افسوس کریں گے "

قولہ اَنْ تُدْرِكَ " اس سے اس آیت کریمہ : لَا الشَّمْسُ يَنْبَغِيْ لَهَا اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا اللَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ وَكُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ " اور سُورج کو نہیں پہنچتا کہ چاند کو پکڑ لے اور نہ رات دن پر سبقت لے جائے۔ اور ہر ایک۔ ایک گھیرے میں تیر رہا ہے۔ یعنی ایک کی روشنی دوسرے کی روشنی کو ڈھانپتی نہیں اور نہ ہی ان کے لئے درک اور ستر مناسب ہے کیونکہ ہر ایک کی مقرر حد ہے جس سے وہ آگے نہیں بڑھ سکتا۔ اور نہ رات دن پر غالب آسکتی ہے بلکہ وہ ایک دُوسرے کے پیچھے آتے ہیں۔ بعض نے کہا اس سے ستارہ اور رات مراد ہے۔

قولہ یَتَطَالَبَانِ " یعنی سورج اور چاند میں سے ہر ایک اپنے ساتھی کو پانے کی کوشش کرتا ہے لیکن وہ اس وقت میں ہی جمع ہو سکیں گے جو اللہ نے ان کی حد مقرر کی ہے اور وہ قیامت کا دن ہے۔

قولہ نَسْلَخُ " اس سے اس آیت کریمہ : وَاٰيَةٌ لَّهُمُ اللَّيْلُ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ فَاِذَا هُمْ مُّظْلِمُوْنَ " کی طرف اشارہ کیا اور نَسْلَخُ کی یہ تفسیر کی کہ ایک کو دُوسرے سے نکالتے ہیں۔ ابوذر کی روائت میں

مُحْضَرُونَ عِنْدَ الْحِسَابِ وَيُذْكَرُ عَنْ عِكْرِمَةَ الْمَشْحُونِ الْمُوقَرِ وَقَالَ
ابْنُ عَبَّاسٍ طَائِرُكُمْ مَصَائِبُكُمْ يَنْسِلُونَ يَخْرُجُونَ مَرْقَدِنَا مَخْرَجِنَا
أَحْصَيْنَاهُ حَفِظْنَاهُ مَكَانَتِهِمْ وَمَكَانِهِمْ وَاحِدٌ

یہ اور اس سے پہلے اَنْ تُدْرِکَ الْقَمَرَ ثابت نہیں ہے۔

قولہ مِنْ مِثْلِہٖ ،، اس سے اس آئت کریمہ : وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِنْ مِثْلِهٖ مَا يَرْكَبُونَ ،، کی طرف اشارہ کیا۔ اور ان کے لئے ویسے ہی کشتیاں بنادیں جن پر سوار ہوتے ہیں۔ یعنی ہم نے کشتیوں کی مثل انعام پیدا کئے جن پر وہ سوار ہوتے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہا نے فرمایا اونٹ خشکی کی کشتیاں ہیں۔

قولہ فَکِھُوْنَ ،، اس سے اس آئت کریمہ : اِنَّ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِي شُغُلٍ فٰكِهُونَ ،، کی طرف اشارہ کیا پھر اس کی بہ مُعْجَبُوْنَ ،، سے تفسیر کی۔ ایک روائت کے مطابق فَاکِھُوْنَ ہے۔ مشہور قراآت بھی یہی ہے۔ کسائی نے کہا فاکہہ بمعنی صاحب فاکہ ہے۔ جیسے تامر اور لابن بمعنی ذوتمر اور ذولبن ہیں۔ سدی سے منقول ہے کہ فاکھون بمعنی ناعمون ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہا نے کہا یہ بمعنی فرحون ہے۔

قولہ جُنْدٌ مُحْضَرُوْنَ ،، اس سے اس آئت کریمہ لَا يَسْتَطِيعُونَ نَصْرَهُمْ وَهُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُحْضَرُونَ ،، کی طرف اشارہ کیا۔ یعنی حساب کے وقت کافر اور اُن کے معاون سب حاضر کئے جائیں گے اور ان میں سے کوئی بھی کسی سے عذاب دفع نہ کرسکے گا۔

قولہ یذکر ،، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ غلام عکرمہ سے اللہ تعالیٰ کے اس کلام فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُونِ کی تفسیر یہ منقول ہے کہ مشحون بمعنی موقر ہے۔ یعنی بھری ہوئی یہ حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی ہے۔ اُنھوں نے آباؤ اجداد کو کشتی میں سوار کیا اور ان کی اولاد کو ان کی صلبوں میں رکھا۔

قولہ طَائِرُکُمْ ،، اس سے اس آئت کریمہ : قَالُوْا طَائِرُكُمْ مَعَكُمْ ،، کی طرف اشارہ کیا اور ابن عباس رضی اللہ عنہا نے اس کی تفسیر مصائب سے کی۔ قتادہ نے اعمال تفسیر کی ہے جبکہ حسن اور اعرج نے کہا طائر بمعنی طیرہے قولہ یَنْسِلُوْنَ ،، اس سے اس آئت کریمہ ،، وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَإِذَا هُمْ مِنَ الْأَجْدَاثِ إِلَىٰ رَبِّهِمْ يَنْسِلُونَ ،،کی طرف اشارہ کیا پھر اس کی تفسیر یخرجون ،، سے کی، بچے کو نسل کہا جاتا ہے ؛ کیونکہ وہ اپنی ماں کے پیٹ سے نکلتا ہے یعنی صور میں پھونکا جائے گا۔ پس اچانک لوگ قبروں سے باہر نکل آئیں گے ،، قولہ مَرْقَدِنَا ،، اس سے اس آئت کریمہ : قَالُوْا يَا وَيْلَنَا مَنْ بَعَثَنَا مِنْ مَرْقَدِنَا هٰذَا کی طرف اشارہ کیا اور اس کی تفسیر ،، مَخْرَجِنَا ،، سے کی باہر نکلنے کا مقام۔ بعض نے اس کی تفسیر مَنَام ،، نیند ،، سے کی ہے۔ ابن عباس، ابی ابن کعب اور قتادہ نے کہا دونوں نفخوں کے درمیان عذاب نہیں ہے۔ پس وہ

بَابٌ قَوْلُهُ وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ

۴۴۸۳ — حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ عِنْدَ غُرُوبِ الشَّمْسِ فَقَالَ يَا أَبَا ذَرٍّ أَتَدْرِي أَيْنَ تَغْرُبُ الشَّمْسُ قُلْتُ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ فَإِنَّهَا تَذْهَبُ حَتّٰى تَسْجُدَ تَحْتَ الْعَرْشِ فَذٰلِكَ قَوْلُهُ تَعَالٰى وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ

سو جائیں گے پھر انہیں بیدار کیا جائے گا۔ اس وقت کہیں گے ہمیں کس نے بیدار کیا ہے۔ بعض نے کہا جب کافر جہنم اور اس کا عذاب دیکھیں گے تو جو عذاب انھیں قبروں میں دیا گیا ہوگا۔ اس کی نسبت اُسے نیند شمار کریں گے اور کہیں گے ہماری ہلاکت ہمیں کس نے بیدار کیا ہے؟

قولہ اَحْصَيْنَا ، اس سے اس آیت کریمہ : وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُّبِينٍ ، کی طرف اشارہ کیا پھر اس کی حَفِظْنَاهُ سے تفسیر کی یعنی ہم نے ہر شئی لوح محفوظ میں ثابت کی ہے۔

قولہ مَكَانَتِهِمْ ، اس سے اس آیت کریمہ : وَلَوْ نَشَاءُ لَمَسَخْنَاهُمْ عَلٰى مَكَانَتِهِمْ ، کی طرف اشارہ کیا پھر کہا مَكَانَتِهِمْ اور مکانہم ایک ہی شئی ہیں۔ مکانت اور مکان ہم معنی ہیں۔ طبری نے عوفی میں کہا ہم انہیں ان کی جگہوں میں ہلاک کر دیتے۔

باب — اللہ تعالیٰ کا ارشاد! سُورج اپنے راستے پر چل رہا ہے۔ اس کی یہ گردش اللہ کی تقدیر سے ہے جو قوی اور علیم ہے

۴۴۸۳ — ترجمہ : ابو ذر رضی اللہ عنہ نے کہا میں سُورج کے غروب کے وقت مسجد میں تھا۔ آپ نے فرمایا اے ابا ذر کیا جانتے ہو سُورج کہاں غروب ہوتا ہے۔ میں نے کہا اللہ اور اُس کے رسُول جانتے ہیں فرمایا یہ چلتا ہے حتیٰ کہ عرش کے نیچے سجدہ کرتا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَالشَّمْسُ تَجْرِي۔ الآیۃ

۴۴۸۴ ـ حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ التَّيْمِيِّ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ سَاَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا قَالَ مُسْتَقَرُّهَا تَحْتَ الْعَرْشِ

۴۴۸۳ ــ شرح: ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا سورج اپنے مستقر میں نہیں پہنچتا حتیٰ کہ اپنے منازل کی طرف لوٹتا ہے۔ بعض نے کہا ابو ذر سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سورج کا مستقر عرش کے نیچے ہے۔ رات دن کا یہ معاملہ اللہ تعالیٰ نے مقدر کیا ہے۔

۴۴۸۴ ــ ترجمہ: ابو ذر رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کریمہ وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ،، کے متعلق سوال عرض کیا تو آپ نے فرمایا اس کا مستقر عرش کے نیچے ہے۔

۴۴۸۴ ــ شرح: یہ دوسرے طریق سے پہلی ہی حدیث ہے۔ پہلی حدیث میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو ذر سے پوچھا کہ جانتے ہو سورج کہاں جاتا ہے اور اس حدیث میں ابو ذر نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا ہے۔ پہلی حدیث میں سورج کا عرش کے نیچے سجدہ کرنے کا ذکر ہے۔ سورج اپنی گردش میں عرش کے محاذی ہو تو اس کے سجدہ کرنے کا انکار نہیں کیا جا سکتا حالانکہ قرآن کریم میں سورج، چاند اور ستاروں کے سجدہ کرنے کا ذکر ہے اگر کوئی یہ سوال پوچھے کہ قرآن کریم میں ہے کہ سورج گرم چشمہ میں غروب کرتا ہے لہٰذا دونوں آیات میں مخالفت ہے۔ اس کا جواب یہ ہے آیتوں میں مخالفت نہیں کیونکہ اس میں جو ذکر کیا گیا ہے وہ غروب شمس کے وقت بصر کا انتہائی ادراک ہے۔ کہ سورج چشمہ میں غروب ہو رہا ہے اور اس کا سجود کے لئے عرش کے نیچے جانا غروب کے بعد واقع ہے اور گرم چشمہ میں غروب ہونے کا معنی یہ نہیں کہ وہ چشمہ میں گرتا ہے یہ تو اس غایت کی خبر ہے جہاں تک ذوالقرنین چلتے ہوئے پہنچے تھے۔ حتیٰ کہ اس کے اوپر کوئی راہ نہ پائی جیسے کوئی سمندر میں جا رہا ہو اور اس کو ساحل کا کنارہ نظر نہ آئے تو وہ یہ خیال کرے گا کہ سورج سمندر میں غروب ہو رہا ہے۔ حالانکہ در اصل اس کا غروب سمندر کے پار ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم!

سُورَۃ وَالصَّافَّاتِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَقَالَ مُجَاهِدٌ وَيَقْذِفُوْنَ بِالْغَيْبِ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَ يُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ يُرْمَوْنَ وَاصِبٌ دَائِمٌ لَازِبٌ لَازِمٌ تَأْتُوْنَنَا

سورۃ والصّافات

یہ سورت بالاتفاق مکی ہے مگر عبدالرحمٰن بن زید کی روائت میں قَالَ قَائِلٌ مِّنْهُمْ اِنِّىْ كَانَ لِىْ قَرِيْنٌ الخ مستثنیٰ ہے اس کی ۱۸۲۔ آیات ہیں،،

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قولہ یُقْذَفُوْنَ ،، مجاہد نے اس آئت کریمہ یُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ ،، کی تفسیر میں ذکر کیا کہ آسمان سے چوری کرنے والے جنوں کو آسمان کی ہرطرف سے انگارے مارے جاتے ہیں وہ جس طرف سے آسمان کی طرف صعود کریں۔ اسی طرف سے انہیں مارا جاتا ہے۔

قولہ دُحُوْرًا ،، اس سے آئت کریمہ ،، دُحُوْرًا وَّلَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ ،، کی طرف اشارہ کیا اور دُحُوْر کی طرد سے تفسیر کی یعنی جنوں کو بھگانے کے لئے مارا جاتا ہے یہ ان کو ہمیشہ کا عذاب ہے ،، واصب ،، کی تفسیر دائم سے کی۔ قولہ لَازِبٌ ،، اس سے اس آئت کریمہ : اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِيْنٍ لَّازِبٍ" کی طرف اشارہ کیا۔ پھر اس کی تفسیر ،، لازم ،، سے کی لازب کی باء میم کا بدل ہے۔ یعنی ہم نے ان کو چکنی مٹی سے پیدا کیا جو ہاتھ کو چمٹ جاتی ہے۔

قولہ تَأْتُوْنَ ،، اس سے اس آئت کریمہ ،، قَالُوْٓا اِنَّكُمْ كُنْتُمْ تَاْتُوْنَنَا عَنِ الْيَمِيْنِ ،، کی طرف اشارہ کیا اور اس کی تفسیر یہ کی کہ کافر جن شیطانوں سے کہیں گے تم ہمارے داہنی طرف سے بہکانے آتے تھے اور

عَنِ الْيَمِيْنِ يَعْنِي الْحَقَّ الْكُفَّارُ تَقُوْلُهُ لِلشَّيْطَانِ غَوْلٌ وَجَعُ بَطْنٍ يُنْزَفُوْنَ لَا تَذْهَبُ عُقُوْلُهُمْ قَرِيْنٌ شَيْطَانٌ يُهْرَعُوْنَ كَهَيْئَةِ الْهَرْوَلَةِ يَزِفُّوْنَ النَّسَلَانُ فِي الْمَشْيِ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا قَالَ كُفَّارُ قُرَيْشٍ الْمَلَائِكَةُ بَنَاتُ اللّٰهِ وَأُمَّهَاتُهُمْ بَنَاتُ سَرَوَاتِ الْجِنِّ وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ إِنَّهُمْ

بزور قوت ہمیں گمراہی پر آمادہ کرتے تھے ۔ اس تقدیر پر کفار جن کی صفت ہے ۔ قاضی عیاض نے کہا اکثر یہی تفسیر کرتے ہیں ۔ ایک روایت کے مطابق لفظ جن کی جگہ لفظ حق ہے اور یمین اسکی تفسیر ہے ۔ یعنی تم حق کی جہت سے آکر اس کو ہم پر خلط ملط کرتے تھے ۔

قولہ غَوْلٌ ،، اس سے اس آیت کریمہ : لَا فِيْهَا غَوْلٌ وَّلَا هُمْ يُنْزَفُوْنَ ،، کی طرف اشارہ کیا پھر غول کی تفسیر وجع بطن پیٹ کے درد سے کی یعنی جنت میں خمار نہیں جس سے عقل میں خلل آئے اور نہ اس سے ان کا سر چکرائے بخلاف دُنیا کی شراب کے جس میں بہت سے فسادات اور عیب ہیں اس سے پیٹ میں بھی درد ہوتا ہے سر میں بھی پیشاب میں بھی تکلیف ہوجاتی ہے ۔ طبیعت گھبراتی ہے قے آتی ہے سر چکراتا ہے ۔ عقل ٹھکانے نہیں رہتی ۔ نزف کا معنی زوالِ عقل ہے ۔

قولہ قَرِيْنٌ ،، اس سے اس آیت کریمہ : قَالَ قَائِلٌ مِّنْهُمْ إِنِّيْ كَانَ لِيْ قَرِيْنٌ ،، کی طرف اشارہ کیا پھر اس کی تفسیر شیطان سے کی یعنی اِن میں سے کہنے والا بولا میرا دُنیا میں ایک ہمنشیں تھا ۔

قولہ يُهْرَعُوْنَ ،، اس سے آیت کریمہ " فَهُمْ عَلٰى آثَارِهِمْ يُهْرَعُوْنَ ،، کی طرف اشارہ کیا ،، پھر اس کی كَهَيْئَةِ الْهَرْوَلَةِ ،، سے تفسیر کی یعنی وہ انھیں کے نشانِ قدم پر دوڑتے جاتے ہیں اور گمراہی میں اُن کا اتباع کرتے ہیں ۔ اور حق کے دلائل واضحہ سے آنکھیں بند کرلیتے ہیں ۔

قولہ يَزِفُّوْنَ ،، اس سے اس آیت کریمہ : فَأَقْبَلُوْا إِلَيْهِ يَزِفُّوْنَ ،، کی طرف اشارہ کیا اور یزفون کی نسلان فی المشی سے تفسیر کی یعنی کافر ابراہیم علیہ السلام کی طرف جلدی کرتے ہوئے آئے ۔ نسلان کا معنی جلدی جلدی چھوٹے قدم اُٹھانا ہے ۔ یعنی وہ جلدی چلتے ہوئے آئے دوڑ کر نہ آئے ۔

قولہ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا ،، اس سے اس آیت کریمہ : وَجَعَلُوْا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا ،، کی طرف اشارہ کیا اور اس کی تفسیر یہ کی کہ مشرکین مکہ نے اللہ تعالیٰ اور جنوں کے درمیان رشتہ داری بنائی اور کہا فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں ۔ اور ان کی مائیں سردار جنوں کی لڑکیاں ہیں ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جن جانتے ہیں کہ انہیں حساب دینے کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہونا ہے ۔ اور اعمال کا حساب ہوگا اور وہ دوزخ میں عذاب کے لئے ضرور

لَمُحْضَرُونَ سَتُحْضَرُونَ لِلْحِسَابِ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَنَحْنُ الصَّافُّونَ الْمَلَائِكَةُ صِرَاطِ الْجَحِيمِ سَوَاءِ الْجَحِيمِ وَوَسْطِ الْجَحِيمِ لَشَوْبًا يُخْلَطُ طَعَامُهُمْ وَ يُسَاطُ بِالْحَمِيمِ مَدْحُورًا مَطْرُودًا بَيْضٌ مَكْنُونٌ اللُّؤْلُؤُ الْمَكْنُونُ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ يُذْكَرُ بِخَيْرٍ يَسْتَسْخِرُونَ يَسْخَرُونَ بَعْلًا رَبًّا

لائے جائیں گے۔ اگر ان کی اللہ تعالیٰ سے رشتہ داری ہوتی یا وہ وجوب طاعت میں اللہ کے شریک ہوتے تو انہیں عذاب نہ دیتا۔ قولہ لَنَحْنُ الصَّافُّونَ ،، اس سے اس آیت کریمہ: وَإِنَّا لَنَحْنُ الصَّافُّونَ وَإِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُونَ کی طرف اشارہ کیا۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ،،صافون،، کی تفسیر فرشتوں سے کی یعنی ہم نماز میں صفیں باندھے کھڑے ہیں اور ہم اس کی تسبیح و تہلیل کرتے ہیں۔

قولہ صِرَاطِ الْجَحِيمِ ،، اس سے اس آیت کریمہ: فَاهْدُوهُمْ إِلَىٰ صِرَاطِ الْجَحِيمِ ،، کی طرف اشارہ کیا اور تفسیر میں کہا کہ صراط الجحیم، سواء الجحیم اور وسط الجحیم تینوں الفاظ ہم معنی ہیں۔

قولہ لَشَوْبًا ،، اس سے اس آیت کریمہ: ثُمَّ إِنَّ لَهُمْ عَلَيْهَا لَشَوْبًا مِنْ حَمِيمٍ ،، کی طرف اشارہ کیا اور اس کی تفسیر یخلط اور یساط سے کی یہ دونوں ہم معنی ہیں۔ جوہری نے کہا سوط یہ ہے کہ بعض اشیاء کو بعض سے ملایا جائے اور حمیم گرم پانی ہے۔

قولہ مَدْحُورًا ،، اس سے اس آیت کریمہ: قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُومًا مَدْحُورًا ،، کی طرف اشارہ کیا پھر اس کی ،،مطرودا،، سے تفسیر کی۔ یہ آیت کریمہ سورۂ اعراف میں ہے یہاں اس کا محل نہیں۔ دحر کے معنی بھٹکانے اور دور کرنے کے ہیں۔

قولہ بَيْضٌ ،، اس سے اس آیت کریمہ: كَأَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَكْنُونٌ ،، کی طرف اشارہ کیا لُؤْلُؤٌ مَكْنُونٌ سے اس کی تفسیر کی۔ یعنی گویا کہ جنت کی عورتیں انڈے ہیں۔ پوشیدہ رکھے ہوئے گرد و غبار سے پاک صاف دلکش رنگ۔ بیض، بیضہ کی جمع ہے مکنون یعنی مستور ہے۔ جس چیز کو پوشیدہ رکھا جائے وہ مکنون ہے۔ مکنون بیض کی صفت لفظ کے اعتبار سے ہے۔ ورنہ بیض مکنونہ بالتاء چاہیئے تھا۔

قولہ تَرَكْنَا عَلَيْهِ ،، اور ہم نے پچھلوں میں اس کی تعریف باقی رکھی اور اس کو خیر سے ذکر کیا جائے گا۔ يُذْكَرُ بِخَيْرٍ ،، ترکنا علیہ کی تفسیر ہے۔ بعض نے کہا ان کی ہر اُمت میں قیامت تک اچھی تعریف باقی رکھی۔

قولہ يَسْتَسْخِرُونَ ،، اس سے اس آیت کریمہ: وَإِذَا رَأَوْا آيَةً يَسْتَسْخِرُونَ ،، کی طرف اشارہ کیا اور یسخرون سے اس کی تفسیر کی یعنی جب وہ کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو استہزاء کرتے ہیں۔

بَابُ قَوْلِهٖ وَاِنَّ یُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ

۴۴۸۵ ـ حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ بْنُ سَعِیْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِیْرٌ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا یَنْبَغِیْ لِاَحَدٍ اَنْ یَّکُوْنَ خَیْرًا مِّنِ ابْنِ مَتّٰی ۴۴۸۶ ـ حَدَّثَنِیْ اِبْرَاهِیْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ

قولہ بَعْلًا ،، اس سے اس آئت کریمہ : اَتَدْعُوْنَ بَعْلًا وَّ تَذَرُوْنَ اَحْسَنَ الْخَالِقِیْنَ" کی طرف اشارہ کیا۔ اور بعل کی رب سے تفسیر کی۔ بعل بت کا نام ہے جس کی مشرک عبادت کرتے تھے۔ بعلبک اسی کے نام سے موسوم ہے۔ یعنی تم بُت کی عبادت کرتے ہو اور بہتر خالق کو چھوڑتے ہو!

باب ـــ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ! بے شک یونس علیہ السلام پیغمبروں سے ہیں "

۴۴۸۵ ـــ ترجمہ : عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی کو یہ لائق نہیں کہ وہ یونس بن متّٰی سے بہتر ہوں۔

۴۴۸۵ ـــ شرح : یعنی نفس نبوت میں تمام انبیاء کرام علیہم السلام مساوی ہیں کوئی دوسرے سے افضل نہیں البتہ درجات میں بعض اوروں سے افضل ہیں۔ مشہور یہ ہے کہ متی یونس علیہ السلام کی والدہ کا نام ہے۔ دو پیغمبر ماں کے نام سے مشہور ہیں ایک عیسیٰ بن مریم دوسرے یونس بن متّٰی ہیں بعض نے کہا متی یونس کا باپ ہے۔

۴۴۸۶ ـــ ترجمہ : ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے کہا میں یونس بن متّٰی سے افضل ہوں۔ اس نے جھوٹ کہا۔ ہوسکتا ہے ضمیر "اَنَا ،، سے مراد سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہوں ، چنانچہ ایک روائت میں ہے لَا تُفَضِّلُوْنِیْ عَنْ یُوْنُسَ بْنِ مَتّٰی ،، مجھے یونس بن متّٰی پر فضیلت نہ دو۔ اس ارشاد کا باعث یہ ہے کہ جاہل یہ نہ سمجھیں کہ یونس ابن متی علیہ السلام کا مچھلی کے پیٹ میں چلے جانا اور کئی روز تک اس کے پیٹ میں رہنے سے اس کی نبوت

قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُلَيْحٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ عَنْ هِلَالِ بْنِ عَلِیٍّ مِنْ بَنِیْ عَامِرِ ابْنِ لُؤَیٍّ عَنْ عَطَاءِ بْنِ یَسَارٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَالَ اَنَا خَیْرٌ مِّنْ یُوْنُسَ بْنِ مَتّٰی فَقَدْ كَذَبَ

سُوْرَةُ صٓ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

۴۴۸۷ حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْعَوَّامِ قَالَ سَاَلْتُ مُجَاهِدًا عَنِ السَّجْدَةِ فِیْ صٓ قَالَ سُئِلَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَقَالَ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ هَدَی اللّٰهُ فَبِهُدٰهُمُ اقْتَدِهْ وَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ یَسْجُدُ فِیْهَا

میں نقصان ہوا تھا۔ بلکہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے مقرب بندے ہیں ان کو اللہ سے وہی نسبت ہے جو یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ میں تھی۔ یہ کلام نفس نبوت کے اعتبار سے ہے۔ درجات میں انبیاء کرام علیہم السلام ایک دوسرے کی نسبت متفاوت ہیں؛ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰی بَعْضٍ ۔ "یہ رسول ہیں ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔"

سُورۂ صٓ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ سورت مکی ہے۔ اس کی ۸۸ آیات ہیں۔ صٓ کے معنی میں مختلف اقوال ہیں۔ مجاہد نے کہا یہ سورت کی ابتدا ہے۔ قتادہ نے کہا یہ قرآن کا نام ہے۔ سدی نے کہا یہ اللہ کا نام ہے۔ محمد بن قرظی نے کہا اللہ کے ناموں کا ابتدائی حرف ہے جیسے صمد، صانع المصنوعات اور صادق الوعد ابن عباس رضی اللہ عنہما نے

۴۴۸۷ ـ حَدَّثَنِی مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ
عُبَیْدٍ الطَّنَافِسِیُّ عَنِ الْعَوَّامِ قَالَ سَأَلْتُ مُجَاهِدًا عَنْ سَجْدَةٍ صٓ فَقَالَ
سَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ مِنْ أَیْنَ سَجَدْتَ فَقَالَ أَوَمَا تَقْرَأُ وَمِنْ ذُرِّیَّتِہٖ دَاوٗدَ
وَسُلَیْمٰنَ أُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ هَدَی اللّٰہُ فَبِهُدٰهُمُ اقْتَدِہْ فَكَانَ دَاوٗدُ مِمَّنْ
أُمِرَ نَبِیُّكُمْ أَنْ یَقْتَدِیَ بِہٖ فَسَجَدَهَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عُجَابٌ
عَجِیْبٌ اَلْقِطُّ الصَّحِیْفَةُ وَهُوَ هٰهُنَا صَحِیْفَةُ الْحَسَنَاتِ وَقَالَ مُجَاهِدٌ
فِیْ عِزَّةٍ مُعَازِّیْنَ اَلْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ مِلَّةِ قُرَیْشٍ اَلْاِخْتِلَاقُ اَلْكَذِبُ اَلْاَسْبَابُ
طُرُقُ السَّمَاءِ فِیْ أَبْوَابِهَا جُنْدٌ مَّا هُنَالِكَ مَهْزُوْمٌ یَعْنِیْ قُرَیْشَ أُولٰٓئِكَ

کہا یہ سمندر کا نام ہے جس پر عرش ہے جبکہ اس وقت رات اور دن نہ تھے۔ سعید بن جُبیر سے منقول ہے کہ یہ سمندر کا نام ہے جس کے ساتھ اللہ مُردوں کو دو نفخوں کے درمیان زندہ کرے گا۔ ابو سلیمان دمشقی نے کہا یہ سانپ کا نام ہے جس کا سر زیر عرش اور دم زیر زمین ہے۔ بعض نے کہا یہ "مُصَادَاۃ" سے صیغۂ امر ہے۔ اس کا معنی یہ ہے۔ صاد بعملک القرآن یعنی اپنا عمل قرآن پر پیش کرتا کہ تو دیکھے تیرا عمل کس مقام میں ہے۔ جس نے یہ تاویل کی وہ "صاد" کے دال کو مکسور پڑھتا ہے، کیونکہ یہ امر ہے۔ عام قراء بسکون الدال پڑھتے ہیں۔ عبداللہ بن اسحاق اور عیسیٰ بن عمر دال کو مکسور پڑھتے ہیں۔ (عینی)

۴۴۸۷ — ترجمہ: شعبہ نے عوام سے روایت کی کہ میں نے مجاہد سے صٓ میں سجدہ کے متعلق دریافت کیا تو اُنھوں نے کہا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا تو اُنھوں نے کہا "یہ وہ انبیاء ہیں جنہیں اللہ نے ہدایت کی ان کی ہدایت کی پیروی کرو"، ابن عباس رضی اللہ عنہما اس میں سجدہ کرتے تھے۔ (حدیث ۴۳۱۸ کی شرح دیکھیں)

۴۴۸۸ — ترجمہ: محمد بن عبداللہ نے بیان کیا مجھے محمد بن عبید اللہ طنافسی نے عوام سے خبر دی کہ اُنھوں نے کہا میں نے مجاہد سے سورۂ صٓ میں سجدہ کے متعلق پوچھا تو اُنھوں نے کہا میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا آپ (سورہ صٓ میں) کہاں سجدہ کرتے ہیں۔ اُنھوں نے فرمایا کیا تم یہ نہیں پڑھتے "وَمِنْ ذُرِّیَّتِہٖ دَاوٗدَ وَسُلَیْمَانَ الآیۃ ان کی اولاد سے داؤد اور سلیمان ہیں علیہما السلام" ان کی

الاحزاب القرون الماضیۃ فواق رجوع قطنا عذابنا اتخذناھم سخریا احطنا بھم اتراب امثال وقال ابن عباس الاید القوۃ فی العبادۃ الابصار البصر فی امر اللہ حب الخیر عن ذکر ربی من ذکر طفق مسحا یمسح اعراف الخیل وعراقیبھا الاصفاد الوثاق

ہدایت کی پیروی کرو ،، اور داؤد علیہ السلام اُن نبیوں میں سے ہیں جن کی پیروی کرنے کا تمہارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں سجدہ فرمایا تھا ،،

۴۴۸۸ — **شرح** : یعنی حضرت داؤد علیہ السلام نے اس میں سجدہ کیا اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی اقتدا کرنے میں مامور ہیں اور ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کرنے میں مامور ہیں اور آپ کی متابعت ہم پر لازم ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سورۃ ص میں سجدہ واجب ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا سورہ ص میں سجدہ تلاوت واجب نہیں اور یہ حدیث احناف کے مسلک کی تائید کرتی ہے۔ اور امام شافعی پر حجت قائم ہے۔ حدیث ۱۰۱۲ کی شرح دیکھیں ،،

اسماء رجال : محمد بن عبد اللہ ذہلی ہیں اپنے دادا محمد بن یحیی بن عبد اللہ بن خالد بن فارس ابن ذؤیب ابو عبد اللہ ذہلی نیشاپوری کی طرف منسوب ہیں وہ امام بخاری کے اُستاذ ہیں اور تیس احادیث ان سے روایت کی ہیں، لیکن امام نے اُن کا نام صراحۃً ذکر نہیں کیا اور محمد بن عبد اللہ ذہلی نہیں کہا بلکہ صرف کہا " حدثنا محمد ،، ہم سے محمد نے بیان کیا اس کا سبب یہ ہے کہ جب امام بخاری نیشاپور گئے تو محمد بن یحیی ذہلی نے اُن سے خلق لفظ کے مسئلہ میں بحث کی۔ اس لئے امام نے محمد بن یحیی سے روایات تو مٹی ہیں ان کو ترک نہ کیا لیکن اُستاد کے نام کی تصریح نہ کی جیساکہ چاہیئے تھا یہ کلاباذی اور ابن طاہر نے ذکر کیا ہے، لیکن دُوسرے علماء نے کہا ہو سکتا ہے کہ یہ محمد بن عبد اللہ بن مبارک مخزومی ہو، کیونکہ وہ بھی محدثین کے اس طبقہ میں ہیں۔

قولہ عُجاب ،، اس سے اس آیت کریمہ : اِنَّ ھٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ ،، کی طرف اشارہ کیا اور عُجاب بمعنی عجیب ہے۔ عُجّاب بتشدید الجاد بھی پڑھا جاتا ہے دونوں کا معنی واحد ہے جیسے کریم اور کُرام، کبیر اور کبار، طویل اور طوال اور عریض و عُراض بکثرت پڑھتے ہیں۔

قولہ القِطّ ،، اس سے اس آیت کریمہ : وَقَالُوْا رَبَّنَا عَجِّلْ لَّنَا قِطَّنَا قَبْلَ یَوْمِ الْحِسَابِ ،،

کی طرف اشارہ کیا اور کہا قِطّ مطلق صحیفہ کو کہتے ہیں، لیکن یہاں صحیفہ حسنات، ،مراد ہے۔ یعنی کفار نے کہا اے ہمارے ربّ یومِ حساب سے پہلے ہمارا حصہ ہمیں جلد دے۔ نسفی نے کہا "صحیفہ حساب، ، مراد ہے۔ جب یہ آیت کریمہ " فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ کِتَابَهٗ بِیَمِیْنِهٖ ، ، نازل ہوئی تو نضر بن حارث نے بطور تمسخر کہا تھا۔ روزِ حساب سے پہلے ہمارا حساب چکا دیں۔ قِطّ دراصل بمعنی قطعہ ہے۔ صحیفہ بھی کاغذ کا ٹکڑا ہوتا ہے۔

قتادہ اور مجاہد نے کہا اس سے مراد عقوبت اور عذاب ہے۔ یعنی جو عذاب ہمارے لئے مقرر کیا گیا ہے۔ وہ جلد از جلد لائیں۔ بعض نے قِطّ بمعنی کتاب ہے اس کی جمع قُطُوط اور قِطَطَۃٌ ہے جیسے قِرد کی جمع قُرُوْد ہے۔ قولہ فِیْ عِزَّةٍ ، ، اس سے آیت کریمہ " بَلِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فِیْ عِزَّةٍ وَّشِقَاقٍ ، ، کی طرف اشارہ کیا اور مجاہد نے اس کی تفسیر " مُعَازِّیْنَ ، ، سے کی۔ یعنی بلکہ کافر تکبر اور خلاف میں ہیں۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عداوت رکھتے ہیں۔ اس لئے اعترافِ حق نہیں کرتے۔ معازین بمعنی مغالبین اور شقاق بمعنی خلاف ہے۔ قولہ اَلْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ ، ، اس سے آیت کریمہ : مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِی الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ اِنْ هٰذَا اِلَّا اخْتِلَاقٌ ، ، کی طرف اشارہ کیا اور ملتِ آخرہ کی تفسیر ملتِ قریش سے کی اور اختلاق بمعنی کذب ہے۔ یعنی ہم نے قریش کی ملت میں واحدنیت کا نام نہیں سُنا۔ یہ تو خالص جھوٹ ہے۔

تفسیر بیضاوی میں ذکر کیا ملت آخرہ سے مراد وہ ملت ہے جس پر ہم نے اپنے آباؤ اجداد کو پایا ہے یا عیسیٰ علیہ السلام کی ملت مراد ہے کہ وہ سب دینوں سے مؤخر ہے۔ یعنی ہم نے اس ملت میں خدا ایک نہیں جانا نصاریٰ کہتے ہیں اللہ کے ساتھ اور خدا بھی ہے اُن کا یہ کہنا از رُوئے جہالت اور عناد تھا ورنہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کی ملتوں میں یہی مذکور ہے کہ اللہ واحد ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور ابراہیم علیہ السلام کے دین و ملت کو یہ جانتے ہی تھے۔

قولہ الاَسْبَاب آہ اس سے اس آیت کریمہ : فَلْيَرْتَقُوْا فِی الْاَسْبَابِ ، ، کی طرف اشارہ کیا اور اسباب کی تفسیر آسمان کے دروازوں میں راہوں سے کی یعنی وہ آسمان پر چڑھیں اور وحی لے کر آئیں اور جسے چاہیں وحی کے ساتھ خاص کریں اور عالم کی تدبیر اپنے ہاتھ میں لیں اور جب یہ کچھ نہیں ہے تو امور ربانیہ اور تدابیر الٰہیہ میں دخل کیوں دیتے ہیں ان کو ہرگز یہ حق حاصل نہیں ہے۔ کافروں اور منکرینِ اسلام کے لئے یہ سخت تہدید اور زجر اور تعجیز و توبیخ ہے۔

قولہ جُنْدٌ مَّا هُنَالِكَ ، ، اس سے اس آیت کریمہ " جُنْدٌ مَّا هُنَالِكَ مَهْزُوْمٌ مِّنَ الْاَحْزَابِ ، ، کی طرف اشارہ کیا یعنی کفارِ قریش آخر کار شکست خوردہ مکہ واپس آئیں گے یہ اخبار بالغیب ہے، کیونکہ اس کے بعد وہ شکست خوردہ مکہ کی طرف لوٹے تھے " جُنْدٌ ، ، خبر اس کا مبتداء ھُم محذوف یعنی ھُم جُنْدٌ۔ کلمہ مَا زائدہ یا جُند کی خبر ہے۔ مَهْزُوْمٌ دوسری خبر ہے اور هُنَالِكَ سے ان کی واپسی کے مکان کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی وہ اس جگہ عنقریب شکست کھائیں گے۔ قتادہ نے کہا اللہ تعالیٰ نے

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے مکہ میں وعدہ کیا تھا کہ عنقریب اللہ ان کو ہزیمت کا منہ دکھائے گا، چنانچہ اس وعدہ کی ایفاء بدر میں ہوئی کہ کافروں کی کمریں ٹوٹ گئیں اور ان کی شوکت وسطوت خاک آلود ہوگئی۔
قولہ اُولٰئِکَ الْاَحْزَابُ ،، اس سے اس آیت کریمہ : وَثَمُوْدُ وَقَوْمُ لُوْطٍ وَّاَصْحٰبُ الْاَیْکَۃِ، اُولٰئِکَ الْاَحْزَابُ ،، کی طرف اشارہ کیا اور اولئک الاحزاب کی تفسیر قرونِ ماضیہ سے کی۔ یعنی جو لوگ انبیاء کرام علیہم السلام کے مقابل جتھے باندھ کر آئے مشرکین مکہ انہیں گروہوں میں سے ہیں۔
قولہ فَوَاقٍ ،، اس سے اس آیت کریمہ : مَا یَنْظُرُوْنَ اِلَّا صَیْحَۃً وَّاحِدَۃً مَّا لَھَا مِنْ فَوَاقٍ" کی طرف اشارہ کیا۔ اور ذکر کیا کہ فواق بمعنی رجوع ہے۔ یہ راہ نہیں دیکھتے مگر ایک چیخ کی جسے کوئی پھیر نہیں سکتا ایک چیخ قیامت نفخۂ اولی ہے جو اُن کے عذاب کی میعاد ہے۔ یعنی اُن کے لئے اقامت اور دُنیا کی طرف ہرگز رجوع نہیں۔ اگر فواق بضمِ فاء ہو تو معنی یہ ہے کہ ان کو اونٹنی کے دودھ دوہنے کی مقدار میں افاقہ نہ ہوگا۔ اونٹنی کو وقفہ وقفہ سے دوہتے ہیں اور دونوں دوہنوں کے درمیان وقفہ کو فُواق کہتے ہیں۔ بعض نے کہا فُواق بالضم والفتح معنی واحد ہے۔
قولہ قِطَّنَا ،، بمعنی عذاب ہے اس سے پہلے قِط کی تفسیر صحیفہ سے کی تھی اور یہاں بمعنی عذاب ہے یعنی ہمیں جلدی عذاب دیں لہٰذا اس میں تکرار نہیں۔
قولہ اِتَّخَذْنٰھُمْ سِخْرِیًّا ،، اس سے اس آیت کریمہ : اِتَّخَذْنٰھُمْ سِخْرِیًّا اَمْ زَاغَتْ عَنْھُمُ الْاَبْصَارُ ،، کی طرف اشارہ کیا اور اَحَطْنَا بِھِمْ سے اس کی تفسیر کی۔ اس آیت کریمہ کا معنی پہلی آیت کے ملانے سے واضح ہوتا ہے وہ یہ ہے۔ وَقَالُوْا مَا لَنَا لَا نَرٰی رِجَالًا کُنَّا نَعُدُّھُمْ مِّنَ الْاَشْرَارِ ،، یعنی کفارِ قریش دوزخ میں کہیں گے۔ کیا وجہ ہے کہ ہم اِن لوگوں کو دیکھ نہیں رہے ہیں جنہیں ہم بُرا سمجھتے تھے کیا ہم نے انہیں ہنسی بنالیا یا آنکھیں اُن کی طرف سے پھر گئیں۔ صنادیدِ قریش غریب مسلمانوں کو بُرا سمجھتے تھے اور انہیں اپنے دین کا مخالف ہونے کے باعث شریر کہتے تھے اور غریب ہونے کی وجہ سے حقیر سمجھتے تھے۔ جب کفار جہنم میں انہیں نہ دیکھیں گے تو کہیں گے وہ ہمیں کیوں نظر نہیں آتے پھر کہیں گے وہ دوزخ میں آئے ہی نہیں۔ ہمارا اُن کے ساتھ استہزاء کرنا اور ان کی ہنسی بنانا باطل تھا۔ اس لئے وہ ہمیں نظر نہیں آتے۔
قولہ اَتْرَاب ،، اس سے اس آیت کریمہ : وَعِنْدَھُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ اَتْرَابٌ ،، کی طرف اشارہ کیا اور کہا اتراب بمعنی امثال ہے۔ اَتراب تِرب بکسر التاء کی جمع بمعنی لذت ہے۔ یعنی اُن کے پاس وہ بیبیاں ہیں کہ اپنے شوہر کے سوا اور کی طرف آنکھ نہیں اُٹھاتیں۔ وہ سن میں برابر ایک دوسری کی مثل ہیں ایسے حسن وجمال اور جوانی میں آپس میں محبت رکھنے والی اور ایک دوسرے سے بغض نہیں رکھتیں اور نہ رشک و حسد کرتی ہیں۔ قولہ اَلْاَیْدُ اَلْقُوَّۃُ ،، اس سے اس آیت کریمہ : " وَاذْکُرْ عِبٰدَنَا اِبْرٰھِیْمَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ اُولِی الْاَیْدِیْ وَالْاَبْصَارِ ،، کی طرف اشارہ کیا اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کی

تفسیر میں ذکر کیا کہ "ابد" عبادت میں قوت ہے اور "الابصار" ،، کی تفسیر اللہ کے امر میں غور و خوض سے کی۔
یعنی ہمارے بندوں ابراہیم ، اسحاق اور یعقوب کو یاد کرو جو اللہ کی عبادت میں قوی اور معرفت خدا میں
بصیرت والے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں حکمت علمیہ اور عملیہ عطا فرمائیں اور اپنی معرفت اور طاعات پر قوت عطا
فرمائی۔ قولہ حُبَّ الْخَیْرِ عَنْ ذِکْرِ رَبِّیْ ،، سے اس آیت کریمہ " اِنِّیْٓ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَیْرِ عَنْ ذِکْرِ رَبِّیْ
حَتّٰی تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ ،، کی طرف اشارہ کیا اور عَنْ ذِکْرِ رَبِّیْ ،، کی تفسیر مِنْ ذِکْرِ ،، سے کی یعنی عَنْ بمعنی
مِنْ ہے۔ حروف جارہ ایک دوسرے کے معنی میں استعمال ہوتے رہتے ہیں اور "خیر" بمعنی خیل ،، ہے یعنی
سلیمان علیہ السلام نے کہا مجھے گھوڑوں کی محبت پسند آتی ہے۔ عرب راء کو لام سے بدل لے آتے ہیں
چنانچہ کہا جاتا ہے اِنْهَمَلَتِ الْعَیْنُ وَاَنْهَمَرَتْ ،، یہ وہ گھوڑے ہیں جو سلیمان کو پیش کئے گئے ان کی
دیکھ بھال سے عصر کی نماز رہ گئی اور سورج غروب ہو گیا۔

قولہ طَفِقَ مَسْحًا ،، اس سے اس آیت کریمہ : طَفِقَ مَسْحًا بِالسُّوْقِ وَالْاَعْنَاقِ ،، کی طرف
اشارہ کیا اور اس کی تفسیر یمسح اَعْرَافَ الْخَیْلِ آہ سے کی۔ اَعْرَاف عُرف بضم العین کی جمع ہے۔ اس کے
معنی ہیں گھوڑے کی گردن کے بال ،، عَرَاقِیب عُرْقُوْب کی جمع ہے۔ یہ ایڑی کے اوپر سخت عصب ہے۔
یعنی سلیمان علیہ السلام گھوڑوں سے مشغول رہے حتیٰ کہ سورج پردے میں چلا گیا (غروب ہو گیا) تو انھوں
نے گھوڑوں کی گردنیں اور ٹانگیں کاٹ ڈالیں۔

علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ثعلبی سے نقل کیا کہ سلیمان علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے تقرب کے لئے
گھوڑوں کو نحر کرنا شروع کیا اور تلوار سے ان کی گردنیں اڑانی شروع کیں ،، عام تفاسیر میں اسی طرح مذکور ہے۔
فاضل بریلی حضرت عارف باللہ امام احمد رضا خاں صاحب نے اس آیت کریمہ کا ترجمہ یہ کیا ہے "تو سلیمان
علیہ السلام نے کہا مجھے اِن گھوڑوں کی محبت پسند آئی اپنے رب کی یاد کے لئے پھر انہیں چلانے کا حکم دیا یہاں تک
کہ نگاہ سے پردے میں چھپ گئے پھر حکم دیا کہ انہیں میرے پاس واپس لاؤ تو ان کی پنڈلیوں اور گردنوں
پر ہاتھ پھیرنے لگے ،، اس کی تفسیر خزائن العرفان میں تفسیر کبیر سے نقل کی کہ اس پر ہاتھ پھیرنے کے چند باعث
تھے۔ ایک تو گھوڑوں کے عزت و شرف کا اظہار کہ وہ دشمن کے مقابلہ میں بہتر معین ہیں۔ دوسرے امور سلطنت
کی خود نگرانی فرمانا کہ تمام عمال مستعد رہیں۔ سوم یہ کہ آپ کے گھوڑوں کے احوال اور ان کے امراض و عیوب
کے اعلیٰ ماہر تھے۔ اُن پہ ہاتھ پھیر کر ان کی حالت کا امتحان فرماتے تھے ،،

قولہ الْاَصْفَاد ،، اس سے اس آیت کریمہ ،" مُقَرَّنِیْنَ فِی الْاَصْفَادِ ،، کی طرف اشارہ کیا اور
وثاق بمعنی قید سے اس کی تفسیر کی۔ اَصْفَاد صَفَد کی جمع ہے۔ یعنی وہ قید میں مضبوط باندھے ہوئے ہیں۔

بَابُ قَوْلِهٖ هَبْ لِیْ مُلْکًا لَّا یَنْبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْ بَعْدِیْ اِنَّکَ اَنْتَ الْوَهَّابُ

۴۴۸۹ — حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ قَالَ حَدَّثَنَا رَوْحٌ وَّمُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِیَادٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللّٰه علیه وسلم قَالَ اِنَّ عِفْرِیْتًا مِّنَ الْجِنِّ تَفَلَّتَ عَلَیَّ الْبَارِحَةَ اَوْ کَلِمَةً نَّحْوَهَا لِیَقْطَعَ عَلَیَّ الصَّلٰوةَ فَاَمْکَنَنِیَ اللّٰهُ مِنْهُ وَاَرَدْتُّ اَنْ اَرْبِطَهٗ اِلٰی سَارِیَةٍ مِّنْ سَوَارِی الْمَسْجِدِ حَتّٰی تُصْبِحُوْا وَتَنْظُرُوْا اِلَیْهِ کُلُّکُمْ فَذَکَرْتُ قَوْلَ اَخِیْ سُلَیْمٰنَ رَبِّ هَبْ لِیْ مُلْکًا لَّا یَنْبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْ بَعْدِیْ قَالَ رَوْحٌ فَرَدَّهٗ خَاسِئًا

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد! حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا اے میرے رب بخش دے اور مجھے ایسی سلطنت عطاء فرما کہ میرے بعد کسی کو لائق نہ ہو بیشک تو ہی بہت عطاء کرنے والا ہے۔

اس ملک سے مراد ہوا، پرندوں اور جنوں کی تسخیر، تمام لوگوں پر حکومت اور دُنیا کے ملک پر رعب وغلبہ ہے۔ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ،،

۴۴۸۹ ترجمہ: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک طاقتور جن آج میرے سامنے آیا (یا اس طرح کوئی اور کلمہ فرمایا) تاکہ

بَابُ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ

۴۴۹۰ ـــ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِي الضُّحٰى عَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ دَخَلْنَا عَلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ يَآ اَيُّهَا النَّاسُ مَنْ عَلِمَ شَيْئًا فَلْيَقُلْ بِهٖ وَمَنْ لَّمْ يَعْلَمْ فَلْيَقُلْ اللّٰهُ اَعْلَمُ فَاِنَّ مِنَ الْعِلْمِ اَنْ يَّقُوْلَ لِمَا لَا يَعْلَمُ اللّٰهُ اَعْلَمُ قَالَ اللّٰهُ

میری نماز قطع کرے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس پر قادر کیا۔ میں نے ارادہ کیا کہ اس کو مسجد کے ستونوں میں سے کسی ایک ستون کے ساتھ باندھ دوں۔

۔ تاکہ تم صبح کے وقت اس کو دیکھو۔ پھر میں نے اپنے بھائی سلیمان (علیہ السلام) کا کلام اے میرے رب مجھے ایسا ملک عطاء فرما جو میرے بعد کسی کے مناسب نہ ہو۔ یاد کیا روح نے کہا "، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ذلیل وخوار کرکے چھوڑ دیا۔

(حدیث ع ۴۵۱ کی شرح دیکھیں)

باب ـــ اور میں بناوٹ والوں میں نہیں

تفسیر : اس سے پہلے " قُلْ مَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ " اے حبیب فرما دو! میں اس قرآن پر تم سے کچھ اجر نہیں مانگتا اور میں بناوٹ والوں میں سے نہیں یہ تو جہان والوں کے لئے نصیحت ہی ہے۔ اس آیت کریمہ نے دوسری آیت کریمہ .... : قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى "، اے محبوب فرما دو میں اس قرآن پر تم سے کچھ اجر نہیں مانگتا مگر قریبوں سے محبت کی طرف اشارہ کیا۔ کو منسوخ کر دیا۔ حسن بن فضل نے یہی کہا ہے۔ مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ "کے معنی یہ ہیں کہ میں نے تکلف سے قرآن نہیں بنایا اور میں اُن لوگوں میں سے نہیں جو نااہل ہوتے ہوئے باتیں بناتے ہیں۔ اے مشرکو! تم نے مجھے جانا ہے کہ میں اس شئ کا ہرگز دعویٰ نہیں کرتا جو میرے پاس نہیں لہٰذا نبوت و قرآن میری اپنی باتیں نہیں یہ تو اللہ تعالیٰ نے مجھے وحی کیا ہے کہ میں انہیں لوگوں تک پہنچا دوں یہ سارے جہان کے لئے نصیحت ہے۔

۴۴۹۰ ـــ ترجمہ : مسروق نے کہا ہم عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تو انہوں نے

لِنَبِيِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْ مَآ اَسْاَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ وَسَاُحَدِّثُكُمْ عَنِ الدُّخَانِ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعَا قُرَيْشًا اِلَى الْاِسْلَامِ فَاَبْطَؤُا عَلَيْهِ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اَعِنِّيْ عَلَيْهِمْ بِسَبْعٍ كَسَبْعِ يُوْسُفَ فَاَخَذَتْهُمْ سَنَةٌ فَحَصَّتْ كُلَّ شَيْءٍ حَتّٰى اَكَلُوا الْمَيْتَةَ وَالْجُلُوْدَ حَتّٰى جَعَلَ الرَّجُلُ يَرٰى بَيْنَهٗ وَبَيْنَ السَّمَآءِ دُخَانًا مِّنَ الْجُوْعِ قَالَ اللّٰهُ فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَاْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ يَّغْشَى النَّاسَ هٰذَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ قَالَ فَدَعَوْا رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ اِنَّا مُؤْمِنُوْنَ اَنّٰى لَهُمُ الذِّكْرٰى وَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَقَالُوْا مُعَلَّمٌ مَّجْنُوْنٌ اِنَّا كَاشِفُوا الْعَذَابِ قَلِيْلًا اِنَّكُمْ عَآئِدُوْنَ فَيُكْشَفُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قَالَ فَكُشِفَ ثُمَّ عَادُوْا فِيْ كُفْرِهِمْ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ بَدْرٍ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى اِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ

کہا اے لوگو! جو کوئی شئ جانتا ہو تو بیان کرے اور جو نہ جانتا ہو وہ یہ کہے "اللہ جانتا ہے"، کیونکہ جو کوئی نہ جانتا ہو وہ کہے کہ اللہ جانتا ہے۔ یہ بھی جملہ علم سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا: فرما دو میں اس قرآن پر تم سے کچھ اجر نہیں مانگتا اور میں بناوٹ والوں میں سے نہیں۔ میں تمہیں دخان کی بات کرتا ہوں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کو دعوت اسلام دی انھوں نے اسلام قبول کرنے میں تاخیر کر دی تو آپ نے فرمایا: اے اللہ! ان کافروں پر یوسف کے سات سالوں کی طرح قحط کے سات سالوں کے ساتھ میری مدد کر۔ ان کو قحط سالی نے آلیا اور وہ ہر شئ لے گئی (کفار کی خوراک ختم ہو گئی) اور انھوں نے مردار اور ان کے چمڑے کھائے۔ حتی کہ ان میں سے کوئی شخص اپنے اور آسمان کے درمیان بھوک کی وجہ سے دھواں دیکھتا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ تم اس دن کے منتظر رہو جب آسمان ایک ظاہر دھواں لائے گا جو لوگوں کو ڈھانپ لے گا یہ ہے دردناک عذاب "، ابن مسعود نے کہا لوگوں نے دعا کی "، اے ہمارے

سُوْرَةُ الزُّمَر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَقَالَ مُجَاهِدٌ يَتَّقِىْ بِوَجْهِهٖ يُجَرُّ عَلٰى وَجْهِهٖ فِى النَّارِ وَهُوَ قَوْلُهٗ تَعَالٰى اَفَمَنْ يُّلْقٰى فِى النَّارِ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ يَّاْتِىْٓ اٰمِنًا ذِىْ عِوَجٍ لَبْسٍ وَرَجُلًا سَلَمًا لِرَجُلٍ مَثَلٌ لِاٰلِهَتِهِمُ الْبَاطِلِ وَالْاِلٰهِ الْحَقِّ وَيُخَوِّفُوْنَكَ بِالَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ بِالْاَوْثَانِ خَوَّلْنَا اَعْطَيْنَا الَّذِىْ جَآءَ بِالصِّدْقِ الْقُرْاٰنُ وَصَدَّقَ بِهٖ الْمُؤْمِنُ يَجِيْئُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَقُوْلُ هٰذَا الَّذِىْ اَعْطَيْتَنِىْ عَمِلْتُ بِمَا فِيْهِ مُتَشَاكِسُوْنَ الشَّكِسُ الْعَسِرُ لَا يَرْضٰى

پروردگار ہم سے عذاب کھول دے ہم ایمان لاتے ہیں۔ پھر وہ اس سے روگرداں ہوئے اور بولے سکھایا ہُوا دیوانہ ہے۔ ہم کچھ دنوں عذاب کھول دیتے ہیں تو پھر وہی کرو گے،، (ابن مسعود نے کہا) کیا قیامت کے دن کا عذاب کھولا جائے گا؟ پس اللہ نے عذاب کھول دیا پھر وہ کفر کی طرف لوٹ گئے تو اللہ تعالیٰ نے بدر کے روز ان کی گرفت کی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ جس دن ہم سب سے بڑی پکڑ پکڑیں گے۔ بے شک ہم بدلہ لینے والے ہیں۔ (حدیث ۴۴۵۶ کی شرح دیکھیں)

سُوْرَہ زُمَر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

یہ سورت ۔ سورت سباء کے بعد اور مومن سے پہلے نازل ہوئی ۔ یہ سورت مکیہ ہے اس کی دو آیتیں مدنی ہیں اور وہ قُلْ يٰعِبَادِىَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا اور وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ،، ہیں۔

بِالْاَنْصَابِ وَرَجُلًا سَلَمًا وَيُقَالُ سَالِمًا صَالِحًا اِشْمَأَزَّتْ نَفَرَتْ بِمَفَازَتِهِمْ مِنَ الْفَوْزِ حَافِّيْنَ اَطَافُوْا بِهٖ مُطِيْفِيْنَ بِحِفَافَيْهِ بِجَوَانِبِهٖ مُتَشَابِهًا لَيْسَ مِنَ الْاِشْتِبَاهِ وَلٰكِنْ يُشْبِهُ بَعْضُهٗ بَعْضًا فِي التَّصْدِيْقِ

مجاہد نے اس آیت کریمہ: اَفَمَنْ يَّتَّقِيْ بِوَجْهِهٖ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ،، کی تفسیر میں کہا اس کو منہ کے بل دوزخ کی آگ میں گھسیٹا جائے گا یعنی اس کے ہاتھ گردن سے باندھ کر دوزخ میں ڈالا جائیگا اور وہ دوزخ کی آگ سے اپنی حفاظت نہ کرسکے گا اور منہ کے بل اس میں گرے گا۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ اَفَمَنْ يُّلْقٰى فِي النَّارِ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ يَّاْتِيْٓ اٰمِنًا ،، کیا جو شخص دوزخ میں ڈالا جائے وہ بہتر ہے یا وہ شخص بہتر ہے جو عذاب سے امن میں ہوگا۔ ان دونوں میں تشبیہ کی وجہ یہ ہے کہ وہاں کلام میں کچھ عبارت محذوف ہے وہ یہ ہے: يَتَّقِيْ بِوَجْهِهٖ سُوْٓءَ الْعَذَابِ كَمَنْ اٰمِنَ مِنَ الْعَذَابِ ،، یعنی جو سخت عذاب سے اپنے چہرے کے بل چل کر اپنی حفاظت کرے وہ اس شخص جیسا ہو سکتا ہے؟ جو عذاب سے مامون ہو۔

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: يُجَرُّ عَلٰى وَجْهِهٖ فِي النَّارِ یہ آیت کریمہ: اَفَمَنْ يُّلْقٰى فِي النَّارِ کی مثل جب وجہ تشبیہ ہم نے اوپر ذکر کر دی ہے۔ علامہ ابن حجر نے شیخ عبد الرزاق کی روایت بواسطہ سفیان ابن عیینہ اور بشر بن تمیم ذکر کیا کہ یہ آیت کریمہ ابوجہل لعنۃ اللہ علیہ اور عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی۔ یعنی اَفَمَنْ يُّلْقٰى فِي النَّارِ ابوجہل ہے اور خَيْرٌ اَمْ مَّنْ يَّاْتِيْٓ اٰمِنًا يَّوْمَ الْقِيَامَةِ ،، عمار بن یاسر ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہ،، طبری نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ضعیف اسناد سے روایت ذکر کی کہ ابوجہل کے ہاتھ باندھ کر اسے دوزخ کی طرف چلایا جائے گا۔ پھر اسے اس میں پھینکا جائے گا۔ سب سے پہلے اس کا چہرہ آگ سے مس کرے گا۔

ترکیب: اَفَمَنْ ،، میں لفظ مَنْ موصولہ مبتدا ہے۔ اس کی خبر محذوف ہے اور وہ كَمَنْ اٰمِنَ مِنَ الْعَذَابِ ہے۔ قولہ غَيْرَ ذِيْ عِوَجٍ ،، اس سے اس آیت کریمہ: قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِيْ عِوَجٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ،، کی طرف اشارہ کیا اور عِوَج کی لبس یعنی التباس سے تفسیر کی۔ علامہ عینی رحمہ اللہ نے کہا یہ تفسیر باللازم ہے، کیونکہ جس میں لبس ہو وہ معنیٰ میں عوج کو مستلزم ہے۔

قولہ وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ آہ اس سے اس آیت کریمہ ،، ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلًا فِيْهِ شُرَكَآءُ مُتَشَاكِسُوْنَ وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا ،، کی طرف اشارہ کیا۔ یعنی اللہ ایک مثال بیان فرماتا ہے (مشرک اور موحد کی) ایک غلام میں کئی بدخو آقا شریک ہوں اور ایک نرے ایک مولیٰ کا، کیا ان دونوں کا حال ایک سا ہے یعنی ایک جماعت کا غلام نہایت پریشان ہوتا ہے کہ ہر ایک آقا اسے اپنی طرف کھینچتا ہے اور اپنے اپنے کام بتاتا ہے۔ وہ حیران ہے کہ کس کا حکم بجا لائے اور کس طرح تمام آقاؤں کو راضی کرے اور خود اس غلام کو

جب کوئی حاجت و ضرورت پیش ہو تو کس آقا سے کہے بخلاف اس غلام کے جس کا ایک ہی آقا ہو وہ اس کی خدمت کر کے اسے راضی کر سکتا ہے اور جب کوئی حاجت پیش آئے تو اسی سے عرض کر سکتا ہے۔ اس کو کوئی پریشانی پیش نہیں آتی۔ ثعلبی نے کہا اللہ تعالیٰ نے یہ کافروں کی مثال بیان کی ہے کہ کئی اِلٰہ کی عبادت کرتے ہیں۔ اور مومن کی جو صرف ایک معبود حق واجب الوجود کی عبادت کرتا ہے۔ مُتَشَاکِسُوْنَ بمعنی مُتَنَازِعُوْنَ ہے۔ جھگڑا کرتے ہیں۔

قولہ یُخَوِّفُوْنَکَ ،، اس سے اس آیت کریمہ : اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ وَیُخَوِّفُوْنَکَ بِالَّذِیْنَ مِنْ دُوْنِہٖ کی طرف اشارہ کیا اور مِنْ دُوْنِہٖ " کی اَوْثَان " سے تفسیر کی یعنی آپ کو مشرک بتوں کی مضرت و اذیت سے خوف دلاتے ہیں اور کہتے ہیں آپ ہمارے بتوں پر عیب نکالتے ہیں۔ ان کو برے الفاظ سے یاد کرتے ہیں ایسی باتیں کرنے سے رُک جائیں ورنہ آپ کو انہی کی بد دعا لگے گی۔

قولہ خَوَّلْنَا ،، اس سے اس آیت کریمہ : ثُمَّ اِذَا خَوَّلْنٰہُ نِعْمَۃً مِّنَّا ،، کی طرف اشارہ کیا پھر خَوَّلْنَا کی اَعْطَیْنَا ،، سے تفسیر کی۔ تخویل کے معنی اِعْطاء ہیں۔

قولہ وَالَّذِیْ جَاءَ بِالصِّدْقِ ،، اس سے اس آیت کریمہ : وَالَّذِیْ جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِہٖ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُتَّقُوْنَ ،، کی طرف اشارہ کیا اور " صدق " کی تفسیر قرآن سے کی۔ اور مومن نے اس کی تصدیق کی۔ وہ قیامت میں قرآن لے کر آئے گا اور کہے گا اے اللہ یہ ہے جو تو نے مجھے دیا تھا۔ میں نے اس میں جو کچھ ہے اس پر عمل کیا ہے۔ سُدّی نے کہا : اَلَّذِیْ جَاءَ ،، سے مراد جبرائیل علیہ السلام ہے۔ صدق قرآن ہے اور مصدق سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کہ آپ نے مخلوق کو تبلیغ کی ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ، ابو العالیہ اور کلبی سے منقول ہے کہ جو صدق لائے وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور مصدق ،، تصدیق کرنے والے ،، ابوبکر صدیق ہیں " رضی اللہ عنہ "۔ قولہ مُتَشَاکِسُوْنَ ،، اس سے اس طرف اشارہ کیا : وَرَجُلًا فِیْہِ مُتَشٰکِسُوْنَ ،، یعنی اس میں اختلاف کرتے ہیں۔ متشاکس کی تفسیر کرتے ہوئے کہا کہ " شکس ،، وہ ہے جو انصاف سے خوش نہ ہو۔ یعنی شکس صفت مشبہ اسی باب سے ہے لیکن قرآن کریم میں باب تفاعل سے بمعنی تَشَارُکْ فِی الْقَوْمِ سے عَسِر بفتح العین وکسر السین ہے۔ جیسے حَذِر ،، صفت مشبہ۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے شکس کی تفسیر عَسِر سے کی ہے جو انصاف سے خوش نہ ہو۔ عَسِیر بروزن فعیل سے بھی تفسیر کی جاتی ہے۔

قولہ رَجُلًا سَلَمًا وَیُقَالُ سَالِمًا ،، یعنی سَلَم کا سین مفتوح و مکسور دونوں طرح پڑھا جاتا ہے۔ زجاج نے کہا یہ دونوں مصدر رَجُل کی صفت ہیں جیسے رَجُل عَدْلٌ " کہا جاتا ہے۔

قولہ اِشْمَأَزَّتْ ،، اس سے اس آیت کریمہ " وَاِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَحْدَہُ اشْمَأَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَۃِ ،، کی طرف اشارہ کیا پھر اس کی تفسیر " نَفَرَتْ ،، سے کی ،، یعنی کافروں کے دل نفرت کرتے ہیں اور اس کے قبول کرنے سے بھاگتے ہیں۔ مجاہد نے اس کی تفسیر " اِنْقَبَضَتْ ،، سے کی ہے۔ یعنی کافروں کے دل انکار کرتے ہیں اور تکبر کرتے ہیں۔

بَابٌ قَوْلِهٖ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ

قولہ بِمَفَازَتِهِمْ، سے اس آئت کریمہ : وَيُنَجِّي اللّٰهُ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ کی طرف اشارہ کیا اور مفازت مصدر میمی بمعنی فوز ہے۔

قولہ حَافِّيْنَ ، اس سے اس آئت کریمہ " وَتَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ حَافِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ" کی طرف اشارہ کیا اور حَافِّيْنَ " کی مُطِيْفِيْنَ " سے تفسیر کی۔ یہ اطافہ سے اسم فاعل ہے۔ اس کے معنی ہیں۔ کسی شئی کے ارد گرد پھرنا۔ بِحِفَافَيْهِ ، حِفَاف کا تثنیہ ہے۔ اس کے معنی جانب ہیں۔ یعنی بِجَوَانِبِهٖ " یعنی فرشتے عرش کے ارد گرد اس کی تمام جوانب کو گھیرے ہوئے ہیں۔ اور اللہ کی تسبیح کرتے ہیں۔

قولہ مُتَشَابِهًا " اس سے اس آئت کریمہ : اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا ، کی طرف اشارہ کیا۔ اور کہا مُتَشَابِه اشتباہ بمعنی الْتِبَاس سے نہیں۔ لیکن بعض قرآن دوسرے بعض سے تصدیق میں مشابہت رکھتا ہے کیونکہ قرآن کریم کا بعض بعض کی تفسیر کرتا ہے۔ بعض علماء نے کہا قرآن کریم معجزہ ہونے کے باعث جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی تصدیق کرنے میں ایک دوسرے سے مشابہ ہے۔

باب تم فرماؤ! اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی "تم اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو بیشک اللہ سب گناہ بخش دیتا ہے بے شک وہی بخشنے والا مہربان ہے"

تفسیر : اس آئت کریمہ کے شانِ نزول میں مختلف اقوال ہیں۔ مشرکوں میں سے چند آدمی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انھوں نے حضور سے عرض کی کہ آپ کا دین تو بے شک حق اور سچا ہے ، لیکن ہم نے بڑے بڑے گناہ کئے ہیں۔ بہت سی معصیتوں میں مبتلا رہے ہیں کیا

۴۴۹۱ ــ حَدَّثَنِیْ اِبْرَاھِیْمُ بْنُ مُوْسٰی قَالَ اَخْبَرَنَا ھِشَامُ بْنُ یُوْسُفَ اَنَّ ابْنَ جُرَیْجٍ اَخْبَرَھُمْ قَالَ یَعْلٰی اِنَّ سَعِیْدَ بْنَ جُبَیْرٍ اَخْبَرَہٗ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ نَاسًا مِّنْ اَھْلِ الشِّرْكِ كَانُوْا قَدْ قَتَلُوْا وَ اَكْثَرُوْا وَزَنَوْا وَ اَكْثَرُوْا فَاَتَوْا مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا اِنَّ الَّذِیْ تَقُوْلُ وَتَدْعُوْا اِلَیْهِ لَحَسَنٌ لَوْ تُخْبِرُنَا اَنَّ لِمَا عَمِلْنَا كَفَّارَةً فَنَزَلَ وَالَّذِیْنَ لَا یَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰـھًا اٰخَرَ وَلَا یَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا یَزْنُوْنَ وَنَزَلَ یَا عِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِھِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ

کسی طرح ہمارے گناہ معاف ہو سکتے ہیں۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ کافرانِ مکہ کہتے تھے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہتے ہیں کہ جو کوئی کسی کو ناحق قتل کر دے جس کے قتل کو اللہ نے حرام کیا ہے۔ اور بتوں کی عبادت کرے اللہ اُس کو ہرگز نہیں بخشے گا۔ اور ہم نے غیر خدا کی عبادت کی ہے۔ اور محترم جانیں ضائع کی ہیں۔ ہمیں اللہ کیسے بخشے گا؟ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ نیز ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بھی مروی ہے کہ یہ آیت کریمہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قاتل وحشی کے حق میں نازل ہوئی۔ نیز یہ بھی روایت کی گئی ہے کہ لوگوں نے جاہلیت میں عظیم ترین گناہ کیے تھے اُنھوں نے سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسلام لانے کے وقت حالتِ بیعت میں پوچھا کہ اسلام لانے کے بعد اللہ تعالیٰ ہمارے گناہ معاف کر دے گا؟ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی کہ یہ گناہ اسلام لانے سے پہلے کے ہیں۔ اسلام پہلے گناہوں کے عفو کا موجب ہے اور اسلام کے بعد ان کی عفو قطعی ہے اور اسلام کے بعد اگر جرائم ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ چاہے تو معاف کر دے چاہے تو دوزخ میں عذاب دینے کے بعد دوزخ سے باہر لا کر نیک اعمال کے باعث جنت عطاء فرمائے۔ اہل سنت وجماعت کا یہی مذہب ہے۔

۴۴۹۱ ــ ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ مشرکوں کی ایک جماعت نے قتل کیے اور بہت قتل کیے۔ اُنھوں نے زنا کیے اور بہت زنا کیے وہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور کہا جو آپ فرماتے ہیں اور جس طرف بلاتے

بَابُ قَوْلِهٖ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ

۴۴۹۲ــ حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَبِيْدَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ جَاءَ حَبْرٌ مِّنَ الْاَحْبَارِ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ اِنَّا نَجِدُ اِنَّ اللّٰهَ يَجْعَلُ السَّمٰوٰتِ عَلٰى اِصْبَعٍ وَّالْاَرَضِيْنَ عَلٰى اِصْبَعٍ وَّالشَّجَرَ عَلٰى اِصْبَعٍ وَّالْمَاءَ عَلٰى اِصْبَعٍ وَّالثَّرٰى عَلٰى اِصْبَعٍ وَّسَائِرَ الْخَلَائِقِ عَلٰى اِصْبَعٍ فَيَقُوْلُ اَنَا الْمَلِكُ فَضَحِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى بَدَتْ نَوَاجِذُهٗ تَصْدِيْقًا لِّقَوْلِ الْحَبْرِ ثُمَّ قَرَاَ

ہیں اچھا ہے۔ اگر آپ ہمیں یہ خبر دیں کہ جو کچھ ہم نے کبائر کئے ہیں ان کا کفارہ ہو جائے گا؟ اگر اسلام قبول کرنے سے گناہوں کا کفارہ ہو جاسے تو ہم اسلام قبول کرتے ہیں تو یہ آیت کریمہ : وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ الاٰیۃ نازل ہوئی۔ یعنی جو لوگ اللہ کے ساتھ دوسرے باطل معبود کی عبادت نہیں کرتے اور اس جان کو جس کی اللہ نے حرمت رکھی ناحق ہلاک نہیں کرتے اور بدکاری نہیں کرتے اور جو یہ کام کرے وہ سزا پائے گا بڑھایا جائے گا اس پر عذاب قیامت کے دن اور ہمیشہ اس میں ذلت سے رہے گا مگر جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور اچھا کام کرے اور یہ آیت نازل ہوئی تم فرمادو! اے میرے بندو جنہوں نے اپنی زیادتی کی اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔ بے شک اللہ سب گناہ بخش دیتا ہے۔ بے شک وہی بخشنے والا مہربان ہے۔

۴۴۹۱ــ شرح : طبرانی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ذکر کی کہ حدیث مذکور کا سوال کرنے والا شخص وحشی بن حرب تھا۔ علامہ کرمانی نے ذکر کیا کہ "یعلیٰ" بفتح الیاء و سکون العین و فتح اللام مقصور ہے۔ یعلیٰ بن مسلم اور یعلیٰ بن حکیم دونوں سعید بن جبیر سے روایت کرتے ہیں اور ابن جریج ان دونوں سے روایت کرتے ہیں۔ اس طرح کے التباس سے اسناد میں قدح نہیں ہوتی کیونکہ یہ دونوں بخاری کی شرط کے مطابق ہیں۔ علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کرمانی سلامتی کی راہ چلے ہیں اور دونوں یعلیٰ میں کسی ایک کا جزم نہیں کیا جبکہ صاحب توضیح نے ابو داؤد کی طرف نسبت کرتے ہوئے کہا کہ انھوں نے تصریح کی ہے کہ یہ یعلیٰ بن حکیم ہے لیکن یہ صحیح نہیں، کیونکہ بخاری نے اس کو نسبت کے بغیر ذکر کیا ہے۔

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَمَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖ

باب ۲ اور اُنہوں نے اللہ کی قدر نہ کی جیسا اس کا حق تھا،،

۴۴۹۲ ــــ ترجمہ : عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا علمار یہود سے ایک عالم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہم تورات میں پاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں کو ایک انگلی پر، زمینوں کو ایک انگلی پر، پانی کو ایک انگلی پر، زمین سے نیچے تر خاک کو ایک انگلی پر اور باقی مخلوق کو ایک انگلی پر کرے گا پھر کہے گا میں بادشاہ اور ہر شئ کا مالک ہوں۔ (یہ سُن کر) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے حتیٰ کہ آپ کے دانت شریف ظاہر ہوگئے۔ پھر آپ نے پڑھا «صلی اللہ علیہ وسلم،» ان لوگوں نے اللہ کی قدر نہ کی جیسے اس کا حق ہے۔

۴۴۹۲ ــــ شرح : علامہ قسطلانی نے کہا یہودیوں نے اس قول میں اللہ تعالیٰ کی تعظیم نہیں کی جیسا اس کی تعظیم کا حق ہے جبکہ اس کے باوجود اُنہوں نے اللہ کا شریک بنایا۔ امام نووی نے کہا یہ آیت کریمہ یہودی عالم کے قول کی صحت پر دلالت کرتی ہے۔ ترمذی کی روایت میں ہے کہ جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودی کی بات پر تعجب فرمایا اور اس کی تصدیق کرتے ہوئے آپ ہنس پڑے۔ اسی طرح مسلم شریف میں ہے۔ ابن خزیمہ نے اسرائیل کے ذریعہ منصور سے روایت کی کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم یہودی کی بات کی تصدیق کرتے ہوئے ہنسے اور سامنے والے دانت شریف ظاہر ہوگئے۔ نیز ترمذی میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک یہودی سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرا اور کہا اے ابا القاسم آپ اس کے متعلق کیا فرماتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ آسمانوں کو اس پر رکھے گا (چھنگلی کی طرف اشارہ کیا پھر ساتھ والی انگلی کی طرف اشارہ کیا اور کہا) اور زمینوں کو اس پر، پانی کو اس پر، پہاڑوں کو اس پر اور ساری مخلوق کو اس پر رکھے گا (ترتیب سے باقی انگلیوں کی طرف اشارہ کیا اور انگوٹھے تک پہنچا) ان روایات سے شدید اشتباہ واقع ہوتا ہے۔ بعض نے اس کو اس پر محمول کیا کہ یہودی اللہ کو اجسام سے تشبیہ دیتے ہیں۔ اس لئے ان کو مُشبّہ کہتے ہیں۔ مسلمانوں کا یہ مذہب نہیں۔

اللہ تعالیٰ کی انگلیوں کے اثبات میں علمار اہلِ سنت و جماعت کے دو گروہ ہیں۔ علمار کی ایک جماعت

اس میں توقف کرتی ہے۔ اور ان روایات کی تاویل نہیں کرتی اور اس کا علم اللہ تعالیٰ و تقدس کے سپرد کرتے ہیں۔ جبکہ دوسری جماعت ان کی تاویل کرتی ہے، چنانچہ بعض نے کہا اس سے مراد اللہ کی قدرت ہے۔ ابن فورک نے کہا اس سے مراد اللہ کی بعض مخلوق کی انگلی ہے اور یہ اللہ کے نزدیک محال نہیں۔ محمد بن شجاع ثلجی نے کہا ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایسی مخلوق پیدا کی ہو جس کا نام انگلی کے نام جیسا ہو اسی طرح جو حدیث شریف میں آیا ہے کہ مومن کا دل رحمٰن کی دو انگلیوں کے درمیان ہے کی تاویل قدرت و ملک سے کرتے ہیں۔

علامہ خطابی رحمہ اللہ نے کہا اس میں اصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر اسی چیز کا اطلاق کرنا چاہیئے جو نص قطعی یا صحیح حدیث میں مذکور ہو۔ ورنہ ایسے اطلاق میں توقف ضروری ہے۔ اور کتاب و سنت میں اللہ تعالیٰ کی انگلیوں کا ثبوت ہرگز نہیں لیکن اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے : يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ اس سے اللہ کا ہاتھ ثبوت ہوتا ہے تو انگلیاں بھی ثابت ہوگئیں اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن کریم میں "ید" سے مراد کام کرنے والا آلہ نہیں تاکہ اس کی انگلیاں ثابت ہو جائیں اور اس کو انگلیاں لازم نہیں کیونکہ ہاتھ "پکڑنے کا آلہ ہے" اور یہ ہڈیوں اور گوشت پوست کے ساتھ مخصوص نہیں۔ جیسے قلم کتابت کا آلہ ہے۔ لہٰذا اللہ کا ہاتھ اور اس کی انگلی سے مراد بھی وہی ہے جو اس کی ذات کے لائق ہے جو شوائب حدوث و امکان کی کدورتوں سے پاک و صاف ہے۔ لہٰذا ید اصابع کو مستلزم نہیں۔ یا اس طرح کی احادیث مجازی معنی پر محمول ہیں، چنانچہ کوئی مشکل کام کسی طاقتور شخص کی طرف منسوب کیا جائے تو وہ اپنی قدرت کا اظہار اور اس کام کی نوعیت کی خفت بیان کرتے ہوئے کہتا ہے۔ یہ میرے بائیں کی انگلی کا کام ہے۔ اور مسلم و ترمذی اور دوسری روایات میں جو مذکور ہے کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم یہودی کی بات کی تصدیق کرتے ہوئے ہنس پڑے۔ اس سے یہودی کی بات کی تصدیق نہیں ہوتی کیونکہ آپ کا ہنسنا بطورِ تعجب تھا۔ راوی نے اپنے گمان سے یہودی کی تصدیق سمجھی۔

عارف قسطلانی نے ابو العباس قرطبی سے نقل کیا کہ "تصدیقًا" کو راوی کا قول سمجھنا باطل ہے۔ کیونکہ اللہ کی طرف انگلیوں کی نسبت کرنا محال ہے اور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم محال کی تصدیق نہیں کر سکتے ہیں اور "وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ" یعنی یہودیوں نے اللہ کو نہیں پہچانا جیسے اس کا حق ہے،، اس بات میں شک نہیں کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو روایت کریں وہ اسے خوب جانتے ہیں، حالانکہ انہوں نے کہا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی تصدیق کرتے ہوئے ہنس پڑے اور صحیح حدیث میں ہے ہر قلب رحمٰن کی دو انگلیوں کے درمیان ہے (مسلم) ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آج رات اللہ تعالیٰ میرے پاس احسن صورت میں آیا اور اپنا ہاتھ میرے کندھوں کے درمیان رکھا اور معاذ کی روایت میں ہے میں نے اللہ کو دیکھا کہ اپنا ہاتھ میرے کندھوں کے درمیان رکھا میں نے اس کی انگلیوں کی ٹھنڈک اپنے سینہ میں پائی۔ ان روایات سے ظاہر ہے کہ انگلیوں کا ذکر صحیح ہے ایسی حدیث پر طعن کیسے درست ہے جس پر شیخان اور دیگر ائمہ ۔۔۔۔۔ نے اتفاق کیا ہے۔ خصوصًا ابن صلاح نے کہا جس حدیث پر شیخان نے اتفاق کیا ہو تو وہ بمنزلہ متواتر

بَابُ قَوْلِهٖ وَالْاَرْضُ جَمِیْعًا قَبْضَتُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِیّٰتٌۢ بِیَمِیْنِهٖ سُبْحٰنَهٗ وَتَعَالٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ ؏

ہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب کی وصف معین جو آپ کو پسند نہ ہو اور اس کا انکار نہ کریں۔ لہٰذا یہ ہی کہنا ہوگا کہ اس طرح کے الفاظ کا اطلاق متشابہات سے ہے جیسے چہرہ، بدن، قدم، رِجل اور جنب کا اطلاق متشابہات سے ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ یّٰحَسْرَتٰی عَلٰی مَا فَرَّطْتُّ فِیْ جَنْۢبِ اللّٰهِ ،، پس ہم مشکل کی تاویل کریں گے یا اس کا مرادی معنی اللہ کے حوالے کریں گے کیونکہ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ اگر ہم مشکل کی تفصیل سے جاہل ہوں تو مرادی معنی اعتقاد کرنے میں قباحت نہیں اس میں علماءِ سلف کا مذہب یہ ہے کہ ان متشابہات کی مراد اللہ ہی جانتا ہے۔ یہ مذہب بہت اچھا ہے اور علماءِ خلف ان کی تاویل کرتے ہیں جیسے ہم نے پہلے ذکر کیا ہے کہ اصبع کی تاویل قدرت سے کرتے ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم!

قولہ نَوَاجِذُہٗ ،، اصمعی نے کہا نواجذ بمعنی اضراس ہے (داڑھیں) ابن اثیر نے کہا نواجذ وہ دانت ہیں جو ہنستے وقت ظاہر ہوتے ہیں۔ یہ معنی اَحْسَن ہے، کیونکہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر کھل کر نہ ہنستے تھے کہ آپ کی داڑھیں شریفہ نظر آنے لگیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ضحک صرف تبسم تھا۔ بعض علماء نے کہا کہ اس معنی کی حقیقت مراد نہیں بلکہ ضحک میں مبالغہ مقصود ہے۔ آخری دانتوں کا اظہار مراد نہیں۔ یہ بہترین قول ہے کیونکہ نواجذ کے معنی داڑھیں اور آخری دانت ہیں۔

باب ؏ قیامت میں ساری زمین اللہ تعالیٰ کی ملک میں ہوگی اور اس کی قدرت سے آسمان لپیٹ دیئے جائیں گے ،،

تفسیر: اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلے اپنی عظمت بیان فرمائی۔ اس آیت میں ذکر کیا کہ اس کی منجملہ عظمت یہ ہے کہ قیامت میں کسی تنازع اور شریک کے بغیر ساری زمین اس کی ملک اور تصرف

۴۴۹۳ــ حَدَّثَنَا سَعِیْدُ بْنُ عُفَیْرٍ قَالَ حَدَّثَنِی اللَّیْثُ قَالَ حَدَّثَنِی اللَّیْثُ قَالَ حَدَّثَنِیْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ خَالِدِ ابْنِ مُسَافِرٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ ابْنِ اَبِیْ سَلَمَةَ اَنَّ اَبَا هُرَیْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ یَقْبِضُ اللّٰهُ الْاَرْضَ وَیَطْوِیْ السَّمٰوٰتِ بِیَمِیْنِهٖ ثُمَّ یَقُوْلُ اَنَا الْمَلِكُ اَیْنَ مُلُوْكُ الْاَرْضِ

میں ہے۔ اخفش نے کہا جیسے کہا جاتا ہے کہ فلاں ملک فلاں کے قبضہ میں ہے۔ اس سے یہ مراد نہیں کہ اس کے جلدوں کو نے اس کی مٹھی میں ہیں بلکہ اس کی ملکیت اور تصرف مراد ہے۔ شیخ دہلوی نے ذکر کیا کہ طی کے کئی معانی ہیں۔ ان میں سے آیت میں یہی معنی مراد ہیں ایک معنی پیچیدن کاغذ (لپیٹنا) جیسا کہ اس آیت کریمہ: یَوْمَ نَطْوِی السَّمَآءَ كَطَیِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ ،، دوسرے معنی پنہان کردن (چھپا دینا)؛ چنانچہ کہا جاتا ہے " طَوَیْتُهٗ عَنْ اَعْیُنِ النَّاسِ ،، میں نے اس کو لوگوں کی نظروں سے چھپا دیا تیسرے معنی اعراض چنانچہ کہتے ہیں " طَوَیْتُ عَنْ فُلَانٍ ،، میں نے اس سے اعراض کیا۔ چوتھے معنی افناء چنانچہ عرب کہتے ہیں طَوَیْتُ فُلَانًا بِسَیْفِیْ ،، میں نے فلاں کو فنا کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے قسم اقتدار میں مبالغہ کے لئے ذکر کی ہے۔ بعض نے کہا بمعنی قوت ہے بعض نے کہا یمین قسم ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قسم کھائی ہے کہ وہ ان کو لپیٹے گا اور فناء کرے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی نزاہت بیان فرمائی کہ اللہ اُن کے شریک سے برتر ہے۔

۴۴۹۳ــ ترجمہ: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ اللہ تعالیٰ زمین قدرت کی مٹھی میں لے گا اور آسمانوں کو دستِ قدرت میں لپیٹے گا پھر فرمائے گا۔ میں بادشاہ ہوں زمین کے بادشاہ کہاں ہیں؟

۴۴۹۳ــ شرح: ابن عطیہ نے کہا یہاں یمین اور قبضہ بمعنی قدرت ہے اس کے علاوہ کوئی معنی لینا باطل ہے۔ اور ابو الطیب کا کہنا کہ یہ صفات ذات پر زائد صفات ہیں ضعیف ہے " ارض کی تاکید جمیعًا سے اس لئے کہ اس سے مراد زمینیں ہیں یا سارے ٹکڑے ظاہر ہوں یا چھپے ہوئے ہوں اور قیامت کے دن تخصیص اس لئے کی ہے کہ معلوم ہو جائے کہ جیسے دنیا کی عمارت کے وقت اس کے ایجاد میں کمالِ قدرت کا اظہار ہوا تھا۔ دنیا کے خراب ہونے کے وقت اس کے اِعدام میں اس کی قدرتِ کاملہ کا اظہار ہوگا۔

بَابُ قَوْلِهٖ وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ

۴۴۹۴ — حَدَّثَنِي الْحَسَنُ قَالَ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ خَلِيْلٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحِيْمِ عَنْ زَكَرِيَّاءَ ابْنِ اَبِيْ زَائِدَةَ عَنْ عَامِرٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنِّيْ اَوَّلُ مَنْ يَرْفَعُ رَاْسَهٗ

باب — اللہ تعالیٰ کا ارشاد ! اور صُور پھُونکا جائے گا تو بے ہوش ہو جائیں گے جتنے آسمانوں میں ہیں اور جتنے زمین میں مگر جسے اللہ تعالیٰ چاہے۔ پھر وہ دوبارہ پھُونکا جائیگا جبھی وہ دیکھتے ہُوئے کھڑے ہو جائیں گے !

تفسیر : قولہ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ،، اس استثناء میں کون کون داخل ہیں؟ اس میں مفسرین کے متعدد اقوال ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ نفخہ صعق سے تمام آسمان اور زمین والے مرجائیں گے سوائے جبرائیل، میکائیل، اسرافیل اور ملک الموت کے پھر اللہ تعالیٰ دونوں نفخوں کے درمیان جو چالیس برس مدت ہے اس میں ان فرشتوں کو بھی موت دے گا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ مستثنیٰ شہداء ہیں جن کے لئے قرآن مجید میں بَلْ اَحْيَآءٌ ،، آیا ہے۔ حدیث شریف میں بھی ہے کہ وہ شہداء ہیں جو تلواریں حمائل کئے گرد عرش حاضر ہوں گے۔ تیسرا قول حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مستثنیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں چونکہ آپ طور پر بیہوش ہو چکے ہیں۔ اس لئے اس نفخہ سے آپ

بَعْدَ النَّفْخَةِ الْآخِرَةِ فَإِذَا أَنَا بِمُوسَىٰ مُتَعَلِّقٌ بِالْعَرْشِ فَلَا أَدْرِي أَكَذٰلِكَ كَانَ أَمْ بَعْدَ النَّفْخَةِ

۴۴۹۵ ــــ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا صَالِحٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَ النَّفْخَتَيْنِ أَرْبَعُونَ قَالُوا يَا أَبَا هُرَيْرَةَ أَرْبَعُونَ يَوْمًا قَالَ أَبَيْتُ قَالَ أَرْبَعُونَ سَنَةً قَالَ أَبَيْتُ قَالَ أَرْبَعُونَ شَهْرًا قَالَ أَبَيْتُ وَيَبْلَىٰ كُلُّ شَيْءٍ مِنَ الْإِنْسَانِ إِلَّا عَجْبَ ذَنَبِهِ فِيهِ يُرَكَّبُ الْخَلْقُ

بیہوش نہ ہوں گے بلکہ ہوشیار رہیں گے۔ چوتھا قول یہ ہے کہ مستثنیٰ جنت کی حوریں اور عرش و کرسی کے رہنے والے ضحاک کا قول ہے کہ مستثنیٰ رضوان اور حوریں اور وہ فرشتے ہیں جو جہنم پر مامور ہیں وہ اور جہنم کے سانپ بچھو ہیں (تفسیر کبیر و جمل) جب دو بار پھونکا جائے گا تو لوگ قبروں سے اٹھ کر بعث کو دیکھیں گے بعض نے کہا اللہ کے امر کو دیکھیں گے جو ان میں فیصلہ ہونے والا ہے۔

۴۴۹۴ ــــ ترجمہ: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا کہ میں پہلا شخص ہوں جو دوسرے نفخہ کے بعد اپنا سر اٹھائے گا۔ اچانک میں دیکھوں گا کہ موسیٰ علیہ السلام عرش سے لگے ہوئے ہیں میں نہیں جانتا کہ وہ اسی طرح رہے ہیں یا نفخہ کے بعد۔

۴۴۹۴ ــــ شرح: یعنی دونوں نفخوں کے درمیان ساری مخلوق فوت ہو جائے گی۔ اور دوسرے نفخہ کے بعد لوگ قبروں سے اٹھ کھڑے ہوں گے۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سب سے روضۂ اطہر سے باہر تشریف لائیں گے جبکہ موسیٰ علیہ السلام پائے عرش کو پکڑے ہوں گے۔ بظاہر یہ ہے کہ وہ نفخۂ اولیٰ کے بعد فوت نہ ہوئے ہوں گے بلکہ کوہِ طور پر تجلی میں وہ بے ہوش ہو گئے تھے۔ اس کے بدل انہیں نفخۂ اولیٰ کے بعد موت نہیں آئے گی یا وہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے زندہ ہوں گے اور عرش کو پکڑیں گے۔ نفخۂ اولیٰ کے بعد ساری مخلوق فوت ہو جائیگی یہ نفخۂ اماتت۔ دوسرا نفخہ جو چالیس کی مدت کے بعد ہوگا وہ نفخۂ احیاء ہے اس وقت ساری مخلوق زندہ ہو جائے گی۔ (حدیث ۲۲۵۱ اور ۳۱۹۸ جلد ثانی اور خامس میں پوری تفصیل مذکور ہے)

۴۴۹۵ — ترجمہ : ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو نفخوں (پہلی اور دوسری پھونک) کے درمیان چالیس کی مدت ہے لوگوں نے کہا اے ابا ہریرہ وہ مدت چالیس ایام ہے؟ کہا میں اس کا انکار کرتا ہوں کہا چالیس سال ہے؟ ابوہریرہ نے کہا میں اس تعیین کا انکار کرتا ہوں کہا چالیس مہینے مدت ہے؟ ابوہریرہ نے کہا میں اس کا بھی انکار کرتا ہوں۔ انسان کی ڈبڈی کی ہڈی کے سوا اس کی ہر شئ بوسیدہ ہو جائے گی (گل سڑ جائے گی) اس میں اس کی ترکیب خلق ہوگی"

۴۴۹۵ — شرح : یعنی قیامت میں ڈبڈی کی ہڈی پر گوشت پوست آئے گا اور انسان کے سارے اعضاء مستوی ہوں گے اور اس کی ترکیب خلق ہوگی۔ یَبْلیٰ بوسیدہ ہو جائے گا یہ بَلِیَ الثَّوْبُ سے مشتق ہے جبکہ کپڑا پرانا ہو کر بوسیدہ ہو جائے عَجْب "، بفتح العین وسکونِ جیم یہ دُم کی جڑ ہے۔ یہ لطیف ہڈی ہے جو بیخ صلب میں ہے۔ کتاب البعث میں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ درصلی اللہ علیہ وسلم" عجب کیا چیز ہے آپ نے فرمایا وہ رائی کے دانہ کی مانند ہے۔ اس کو عجم بھی کہتے ہیں وہ پہلی مخلوق ہے اسی لئے دوسرے اعضاء فناہ ہو جانے کے بعد وہ باقی رہتی ہے۔

شیخ دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا کہ کہا جاتا ہے کہ اس میں خداوند قدوس کا راز ہے جو ہم نہیں جانتے ہیں، کیونکہ قادر کریم نے کتم عدم سے پیدا کیا دوبارہ پیدا کرنے کی صورت میں اس ہڈی کو باقی رکھنے کی کیا ضرورت ہے؟ کہ اس میں سارے جسم کی ترکیب خلق ہوگی۔ اس راز کو خدا ہی جانتا ہے۔ علامہ کرمانی نے کہا کہا جاتا ہے عجب کا معاملہ عجیب ہے۔ سب سے پہلے ہی پیدا ہوئی اور آخر میں بھی سب سے پہلے اس کی خلق ہوگی۔

علامہ مظہری شارح مصابیح نے ذکر کیا۔ اس سے مراد طول بقا ہے۔ یہ مراد نہیں کہ عجب ذنب بوسیدہ ہی نہ ہوگی، کیونکہ یہ خلاف محسوس ہے۔ اس میں حکمت یہ ہے کہ یہ بدنِ انسان کی اساس ہے جس پر بنیاد استوار ہوتی ہے۔ لہٰذا یہ باقی اعضاء سے مضبوط ہونی چاہئیے جیسے دیوار کی اساس جب مضبوط ہوگی تو باقی رہے گی۔ اس میں حضرت انبیاء کرام علیہم السلام مخصوص ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر نبیوں کے اجسام حرام کئے ہیں۔ علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ابن عبد البر نے شہداء کو بھی انبیاء کرام کی طرح کہا ہے کہ ان کے اجسام بھی مٹی نہیں کھائے گی اور قرطبی نے مؤذن کو بھی اُن سے لاحق کیا ہے جو صرف طلب ثواب کے لئے اذان کہتا ہے۔ اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ سلمان سے روایت ہے کہ سب سے پہلے آدم علیہ السلام کا سر مبارک پیدا ہوگا لہٰذا یہ اس حدیث کے معارض ہے اس کا جواب ہے کہ یہ آدم علیہ السلام کے حق میں ہے اور سب سے پہلے عجب ذنب کی تخلیق آدم کی اولاد کے حق میں ہے۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم!

سُورَةُ المُؤمِن

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَالَ مُجَاهِدٌ حٰمٓ مَجَازُهَا مَجَازُ اَوَائِلِ السُّوَرِ وَيُقَالُ بَلْ هُوَ اسْمٌ لِقَوْلِ
شُرَيْحِ بْنِ اَبِیْ اَوْفَی الْعَبْسِیِّ ٭ يُذَكِّرُنِیْ حٰمٓ وَالرُّمْحُ شَاجِرٌ ٭ فَهَلَّا تَلَا حٰمٓ
قَبْلَ التَّقَدُّمِ اَلطَّوْلُ اَلتَّفَضُّلُ دَاخِرِيْنَ خَاضِعِيْنَ وَقَالَ مُجَاهِدٌ
اِلَی النَّجَاةِ اَلْاِيْمَانُ لَيْسَ لَهٗ دَعْوَةٌ يَعْنِیْ اَلْوَثَنَ يُسْجَرُوْنَ تُوْقَدُ بِهِمُ
النَّارُ تَمْرَحُوْنَ تَبْطَرُوْنَ وَكَانَ الْعَلَاءُ بْنُ زِيَادٍ يُذَكِّرُ النَّارَ فَقَالَ رَجُلٌ

سُورۂ مُومن

بِسمِ اللہ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمْ

یہ سُورت بالاتفاق مکّی ہے۔ اس کی پچاسی (۸۵) آیات ہیں

حٰمٓ مَجَازُهَا مَجَازُ اَوَائِلِ السُّوَرِ ،، مجاز بمعنی طریقہ ہے یعنی اس حٰم کا حکم وہی ہے جو ان سورتوں کا حکم ہے جن کے اوائل میں حروف مقطعات ہیں۔ اس میں یہ تنبیہ ہے کہ قرآن کریم جنس حروف سے ہے عکرمہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ،، حٰم ،، اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہے۔ اور یہ اللہ کے خزانوں کی کنجی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا حٰم اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم ہے۔ نیز ابن عباس سے روایت ہے کہ یہ قسم ہے اس سے اللہ نے قسم کھائی ہے۔ قتادہ نے کہا یہ قرآن کریم

لِمَ تُقَنِّطُ النَّاسَ قَالَ وَاَنَا اَقْدِرُ اَنْ اُقَنِّطَ النَّاسَ وَاللّٰهُ يَقُوْلُ يَا عِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ وَيَقُوْلُ وَاَنَّ الْمُسْرِفِيْنَ هُمْ اَصْحَابُ النَّارِ وَلٰكِنَّكُمْ تُحِبُّوْنَ اَنْ تُبَشَّرُوْا بِالْجَنَّةِ عَلٰى مَسَاوِيْ اَعْمَالِكُمْ وَاِنَّمَا بَعَثَ اللّٰهُ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُبَشِّرًا بِالْجَنَّةِ لِمَنْ اَطَاعَهٗ وَمُنْذِرًا بِالنَّارِ

مَنْ عَصَاهُ

کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ کسائی اور ضحاک سے منقول ہے کہ حٰم کا معنی یہ ہے کہ جو کچھ ہونے والا ہے اللہ نے اس کا فیصلہ کر دیا ہے گویا کہ یہ اشارہ کیا کہ حٰم دراصل حُمّ ہے۔ جب کوئی فیصلہ ہو جائے تو حُمَّ الْاَمْرُ کہتے ہیں۔

قولہ "بَلْ هُوَ اسْمٌ" الخ یعنی کہا جاتا ہے بلکہ حٰم قرآن کریم یا سورت کا نام ہے۔ اس کی دلیل "شریح ابن ابی اوفی کا یہ شعر ہے ۔ یُذَكِّرُنِيْ حٰمٓ وَالرُّمْحُ شَاجِرٌ ۞ فَهَلَّا تَلَا حَامِيْمَ قَبْلَ التَّقَدُّمِ" مجھے حامیم یاد دلاتا ہے، حالانکہ نیزے چل رہے ہیں۔ لڑائی میں آنے سے پہلے حامیم کیوں نہیں پڑھا؟ واقعہ یہ ہے کہ شریح شاعر تھا۔ جنگ جمل میں حضرت امیر المؤمنین علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تھا اور محمد ابن طلحہ اپنے والد کے ساتھ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے لشکر میں تھا۔ وہ سر پر سیاہ عمامہ باندھتا تھا۔ حضرت علی المرتضیٰ نے فرمایا سیاہ عمامہ والے کو قتل نہ کرو وہ اپنے والد کے ساتھ بھلائی کرنے کے باعث لڑائی میں آیا ہے۔ میدانِ کارزار میں اسے شریح بن ابی اوفی ملے اور اس کی طرف نیزہ سیدھا کیا تو اُس نے حامیم پڑھا۔ شریح نے اس کو قتل کر دیا اور کہا یہاں آنے سے پہلے حامیم پڑھنا تھا۔ اس شعر میں اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔

ترکیب شعر : اَلرُّمْحُ شَاجِرٌ" جملہ اسمیہ حالیہ ہے۔ فَهَلَّا حرف تحضیض ہے جملہ فعلیہ خبریہ پر داخل ہوتا ہے۔ شَجَرَ بمعنی اختلط ہے۔ کہا جاتا ہے۔ اِشْتَجَرَ الْقَوْمُ وَتَشَاجَرُوْا، جبکہ وہ باہم جھگڑا اور اختلاف کریں۔ معنی یہ ہے اور نیزے ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں۔ قولہ اَلطَّوْلُ" اس سے اس آیت کریمہ کی طرف اشارہ کیا: شَدِيْدِ الْعِقَابِ ذِي الطَّوْلِ اور کہا اَلطَّوْلُ بمعنی تفضّل ہے۔ یعنی صاحب فضل ہے۔ ابنِ ابی حاتم نے اپنے اسناد کے ساتھ ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ طول بمعنی سعۃ و غنا ہے۔

قولہ داخرین" اس سے اس آیت کریمہ: سَیَدْخُلُوْنَ جَھَنَّمَ دَاخِرِیْنَ" کی طرف اشارہ کیا۔ پھر اس کی خاضعین" سے تفسیر کی اور سُدّی نے صاغرین سے تفسیر کی ہے۔ یعنی وہ عنقریب ذلیل ہوکر دوزخ میں داخل ہوں گے"۔

قولہ اِلَی النَّجَاۃِ" اس سے اس آیت کریمہ: وَیَا قَوْمِ مَالِیْ اَدْعُوْکُمْ اِلَی النَّجَاۃِ وَتَدْعُوْنَنِیْ اِلَی النَّارِ" کی طرف اشارہ کیا اور اِلَی النَّجَاۃِ" کی تفسیر اِلَی الْاِیْمَانِ" سے کی یعنی اے میری قوم مجھے کیا ہوا میں تمہیں ایمان کی دعوت دیتا ہوں اور تم مجھے دوزخ کی طرف بلا رہے ہو۔

قولہ لَیْسَ لَہٗ دَعْوَۃٌ" اس سے اس آیت کریمہ "لَا جَرَمَ اِنَّمَا تَدْعُوْنَنِیْ اِلَیْہِ لَیْسَ لَہٗ دَعْوَۃٌ فِی الدُّنْیَا وَلَا فِی الْاٰخِرَۃِ" کی طرف اشارہ کیا اور لَہٗ میں ضمیر کا مرجع "وثن" ذکر کیا" یہ ضروری امر ہے کہ تم مجھے بت کی طرف بلا رہے ہو اسے بلانا دنیا و آخرت میں کسی کام کا نہیں" اس کلام کا تتمہ یہ ہے کہ یہ شخص فرعون کے قبیلہ سے تھا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لایا تھا، ایمان کو خفیہ رکھتا تھا اور کہتا تھا اے میری قوم میری طرف آؤ میں تمہیں ہدایت والی راہ بتاتا ہوں۔ یہ شخص فرعون کے چچا کا بیٹا تھا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے روایت کی کہ اس کا نام حزقیل تھا بعض نے حبیب ذکر کیا ہے اور بھی اس میں مختلف اقوال ہیں (عینی)

قولہ یُسْجَرُوْنَ" سے اس آیت کریمہ: اِذِ الْاَغْلٰلُ فِیْ اَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلٰسِلُ یُسْحَبُوْنَ فِی الْحَمِیْمِ ثُمَّ فِی النَّارِ یُسْجَرُوْنَ" کی طرف اشارہ کیا" یعنی جب ان کی گردنوں میں طوق ہوں گے اور زنجیریں گھسیٹے جائیں گے کھولتے پانی میں پھر آگ میں دہکائے جائیں گے۔ امام نے "یُسْجَرُوْنَ" کی تفسیر یہ کی اُن سے آگ روشن کی جائے گی جبکہ مجاہد نے کہا وہ دوزخ کا ایندھن ہو جائیں گے۔

قولہ تَمْرَحُوْنَ" سے اس آیت کریمہ: ذٰلِکُمْ بِمَا کُنْتُمْ تَفْرَحُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ وَبِمَا کُنْتُمْ تَمْرَحُوْنَ" کی طرف اشارہ کیا اور اس کی تبطرون سے تفسیر کی یعنی یہ اس کا بدلہ ہے جو تم زمین باطل پر خوش ہوتے تھے اور اس کا بدلہ ہے جو تم اتراتے تھے۔

قولہ کَانَ الْعَلَاءُ بْنُ زِیَادٍ" ترجمہ: علاء بن زیاد آگ کو ذکر کرتا تھا (گنہگاروں کو دوزخ کی آگ یاد کراتا تھا) ایک مرد نے اسے کہا تم لوگوں کو ناامید اور مایوس کیوں کرتے ہو۔ علاء نے کہا کیا میں لوگوں کو مایوس کرسکتا ہوں حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے میرے بندو جنہوں نے اپنی جانوں کو خسارے میں ڈالا ہے اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو جاؤ اللہ سب گناہ بخشے گا اور فرماتا ہے بے شک مسرف (یعنی جنہوں نے اپنی جانوں کو خسارے میں ڈالا ہے) وہ اصحاب نار ہیں۔ لیکن یہ چاہتے ہو کہ تمہارے بُرے اعمال کے باوجود تمہیں جنت کی خوشخبری دی جائے اور اللہ تعالیٰ نے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ بھیجا مگر جنت کی خوشخبری دینے والے اس شخص کو جو اس کی اطاعت کرے اور آگ سے ڈرانے والے اس

۴۴۹۶ ـــ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ قَالَ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ قَالَ قُلْتُ لِعَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ أَخْبِرْنِي بِأَشَدِّ مَا صَنَعَ الْمُشْرِكُونَ بِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي بِفِنَاءِ الْكَعْبَةِ إِذْ أَقْبَلَ عُقْبَةُ بْنُ أَبِي مُعَيْطٍ فَأَخَذَ بِمَنْكِبِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَوَى ثَوْبَهُ فِي عُنُقِهِ فَخَنَقَهُ خَنْقًا شَدِيدًا فَأَقْبَلَ أَبُو بَكْرٍ فَأَخَذَ بِمَنْكِبِهِ وَدَفَعَ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ أَتَقْتُلُونَ رَجُلًا أَنْ يَقُولَ رَبِّيَ اللهُ وَقَدْ جَاءَكُمْ بِالْبَيِّنَاتِ مِنْ رَبِّكُمْ

شخص کو جو اس کی نافرمانی کرے۔

شرح : علاء بن زیاد کا مقصد یہ ہے کہ یا عِبَادِیَ الَّذِیْنَ ،، میں اسراف کرنے والے لوگوں کو دوزخی کہا اور انہوں کو ہی گناہ گار کہا یعنی اے میرے بندو کہ تم اصحاب دوزخ (گناہ کار ہو) اللہ کی رحمت سے نا امید نہ ہو۔

علاء بن زیاد : عَدَوِی بصری تابعی زاہد ہیں۔ یہ بہت کم حدیثیں ذکر کرتے ہیں۔ بخاری نے صرف اِس حدیث میں ان کو ذکر کیا ہے وہ ۹۴ھ ہجری میں فوت ہوئے تھے۔

۴۴۹۶ ـــ ترجمہ : عروہ بن زبیر نے کہا میں نے عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے کہا مجھے ایسی سخت ترین چیز کی خبر دو جو مشرکوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا تھا۔ عبداللہ بن عمرو نے کہا ایک دفعہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے آگے صحن میں نماز ادا فرمارہے تھے۔ اچانک عُقبہ بن ابی مُعَیط آیا اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا موڈھا پکڑا اور اپنا کپڑا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن شریف میں ڈال کر مروڑنے لگا اور

حٰمٓ السَّجدة

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَقَالَ طَاؤُسٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اِئْتِيَا طَوْعًا اَعْطِيَا قَالَتَآ اَتَيْنَا اَعْطَيْنَا وَقَالَ الْمِنْهَالُ عَنْ سَعِيْدٍ قَالَ رَجُلٌ لِابْنِ عَبَّاسٍ اِنِّيْ اَجِدُ فِي الْقُرْاٰنِ اَشْيَاءَ تَخْتَلِفُ عَلَيَّ قَالَ فَلَآ اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَّلَا يَتَسَآءَلُوْنَ وَاَقْبَلَ

گلا خریف گھونٹنے لگا اتنے میں ابوبکر صدیق "رضی اللہ عنہ" آگئے اور اس ملعون کا کندھا پکڑا اور اس کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دور کیا۔ اور فرمایا کیا تم ایسے عظیم انسان کو قتل کرنا چاہتے ہو جو کہتے ہیں میرا رب اللہ ہے حالانکہ تمہارے پاس معجزات لائے ہیں جو تمہارے رب کی طرف سے ہے۔

۴۴۹۶ — **شرح** : قسطلانی نے ذکر کیا کہ جعفر بن محمد نے کہا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آل فرعون کے مومن سے افضل ہیں، کیونکہ وہ اپنے ایمان کو مخفی رکھے ہوئے تھا۔ اور ابوبکر صدیق نے علانیہ فرمایا کہ تم ایسے عظیم انسان کو قتل کرنا چاہتے ہو جو فرماتے ہیں کہ میرا رب اللہ ہے کسی اور نے یہ کہا کہ ابوبکر آل فرعون کے مومن سے افضل ہیں کیونکہ اس نے صرف زبانی بات پر اقتصار کیا تھا۔ اور اسی کے ساتھ مدد کی اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ہاتھ کو زبان کے تابع کیا اور قول وفعل دونوں سے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کی (حدیث ۳۴۴۱ ج ۵ کی شرح دیکھیں)

سُورۂ حٰمٓ سجدہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قولہ اِئْتِیَا طَوْعًا ،، سے اس آیت کریمہ : اِئْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا قَالَتَآ اَتَيْنَا طَآئِعِيْنَ ،، کی طرف اشارہ کیا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین سے فرمایا کہ دونوں حاضر ہو خوشی سے چاہے ناخوشی سے

بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ وَلَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ فَقَدْ كَتَمُوْا فِىْ هٰذِهِ الْاٰيَةِ وَقَالَ وَالسَّمَآءَ بَنٰهَا اِلٰى قَوْلِهٖ

دونوں نے عرض کیا کہ ہم رغبت کے ساتھ حاضر ہوئے۔ طاؤس نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ اِئْتِیَا بمعنی اَعْطِیَا ،، ہے۔ آسمان اور زمین نے کہا اَتَیْنَا طَائِعِیْنَ ،، بمعنی اَعْطَیْنَا ہے ،، اُنھوں نے اِئْتِیَا اور اَتَیْنَا بقصر الہمزہ عرب کے کلام میں بمعنی اعطیا اور اَعطینا مستعمل نہیں۔ یہ دونوں کلمے بمعنی مجئی ہیں شاید اٰتیا اور اٰتینا کو ممدودہ پڑھا ہے اور اٰتینا بمعنی اَعْطَیْنَا مستعمل ہے چنانچہ کہا جاتا ہے: اٰتَیْتُ زَیْدًا مَالَہٗ یعنی اَعْطَیْتُ مَالَہٗ ،، الحاصل اَتیٰ مقصور بمعنی جاء ہے اور اٰتیٰ ممدود بمعنی اعطی ہے فلا اشکال ،،
قَالَ الْمِنْهَالُ آہ ،، منہال سے سعید بن مسیب سے روایت کی کہ ایک شخص نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا میں قرآن کریم میں ایسی چیزیں پاتا ہوں جو مجھے مختلف معلوم ہوتی ہیں (بعض آیات ایک دوسرے کے مخالف پاتا ہوں) اُس نے کہا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اس دن (قیامت میں) لوگوں میں کوئی نسبت نہ ہوگی اور نہ وہ ایک دوسرے سے سوال کریں گے (اس کے خلاف یہ ہے) وہ ایک دوسرے کے سامنے آئیں گے اور باہم سوال کریں گے (ان دونوں میں منافات ہے)
(دوسرا مقام جس میں اختلاف ہے) وہ اللہ تعالیٰ سے کوئی بات نہ چھپائیں گے (اور دوسری جگہ یہ ہے) اے ہمارے پروردگار ہم تو مشرک نہ تھے۔ اُنھوں نے شرک کو چھپایا۔
(تیسری جگہ یہ ہے) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اَمِ السَّمَآءُ بَنٰهَا سے دَحٰهَا تک ،، اس میں آسمان کی پیدائش کو زمین کی پیدائش سے قبل ذکر فرمایا، پھر فرمایا: اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِىْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِىْ يَوْمَيْنِ سے طَائِعِيْنَ تک اس آیت میں زمین کی پیدائش کو آسمان کی پیدائش سے قبل ذکر کیا۔ (چوتھی جگہ یہ ہے) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا عَزِيْزًا حَكِيْمًا سَمِيْعًا بَصِيْرًا ،، اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ زمانہ ماضی میں ان صفات سے موصوف تھا۔ اس وقت ان سے موصوف نہیں ،، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کے جواب میں کہا:
(پہلے اختلاف کا جواب یہ ہے) کہ فَلَآ اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ ،، نفخۂ اُولیٰ میں ہوگا (چنانچہ اس میں یہ اشارہ ہے) ثُمَّ نُفِخَ فِى الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِى الْاَرْضِ الخ یعنی پھر صور میں پھونکا جائے گا تو جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں سب ہلاک ہو جائیں گے مگر جسے اللہ چاہے وہ ہلاک نہ ہوگا ،، اس وقت ان کے درمیان کوئی نسبت نہ ہوگی اور نہ ہی وہ ایک دوسرے سے کچھ پوچھ سکیں گے (زبردست ہیبت سے ہر نفس دم بخود ہوگا) پھر دوسرے نفخہ میں سب زندہ ہو جائیں گے اور ایک دوسرے

دَحَاهَا فَذَكَرَ خَلْقَ السَّمَاءِ قَبْلَ خَلْقِ الْاَرْضِ ثُمَّ قَالَ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ
بِالَّذِیْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِیْ یَوْمَیْنِ اِلٰی طَآئِعِیْنَ فَذَكَرَ فِیْ هٰذِهٖ خَلْقَ
الْاَرْضِ قَبْلَ السَّمَاءِ وَقَالَ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا عَزِیْزًا حَكِیْمًا سَمِیْعًا
بَصِیْرًا فَكَاَنَّهٗ كَانَ ثُمَّ مَضٰی فَقَالَ فَلَآ اَنْسَابَ بَیْنَهُمْ فِی النَّفْخَةِ الْاُوْلٰی
ثُمَّ یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ
اللّٰهُ فَلَآ اَنْسَابَ عِنْدَ ذٰلِكَ وَلَا یَتَسَآءَلُوْنَ ثُمَّ فِی النَّفْخَةِ الْاٰخِرَةِ اَقْبَلَ
بَعْضُهُمْ عَلٰی بَعْضٍ یَّتَسَآءَلُوْنَ وَاَمَّا قَوْلُهٗ مَا كُنَّا مُشْرِكِیْنَ وَلَا یَكْتُمُوْنَ
اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ لِاَهْلِ الْاِخْلَاصِ ذُنُوْبَهُمْ وَقَالَ الْمُشْرِكُوْنَ تَعَالَوْا
نَقُوْلُ لَمْ نَكُنْ مُشْرِكِیْنَ فَخُتِمَ عَلٰی اَفْوَاهِهِمْ فَتَنْطِقُ اَیْدِیْهِمْ فَعِنْدَ
ذٰلِكَ عُرِفَ اَنَّ اللّٰهَ لَا یُكْتَمُ حَدِیْثًا وَعِنْدَهٗ یَوَدُّ الَّذِیْنَ كَفَرُوا الْاٰیَةَ
وَخَلَقَ الْاَرْضَ فِیْ یَوْمَیْنِ ثُمَّ خَلَقَ السَّمَآءَ ثُمَّ اسْتَوٰی اِلَی السَّمَآءِ
فَسَوّٰهُنَّ فِیْ یَوْمَیْنِ اٰخَرَیْنِ ثُمَّ دَحَا الْاَرْضَ وَدَحْیُهَا اَنْ اَخْرَجَ مِنْهَا
الْمَاءَ وَالْمَرْعٰی وَخَلَقَ الْجِبَالَ وَالْجِمَالَ وَالْاٰكَامَ وَمَا بَیْنَهُمَا فِیْ یَوْمَیْنِ اٰخَرَیْنِ
فَذٰلِكَ قَوْلُهٗ دَحَاهَا وَقَوْلُهٗ خَلَقَ الْاَرْضَ فِیْ یَوْمَیْنِ فَجُعِلَتِ الْاَرْضُ

سے متوجہ ہو کر احوال پوچھیں گے (اور دوسرے اختلاف کا جواب یہ ہے) کہ "مَا كُنَّا مُشْرِكِیْنَ اور وَلَا یَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِیْثًا" میں اختلاف نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ مخلص مومنوں کے گناہ بخشے گا اور مشرک ایک دوسرے سے کہیں گے آؤ ہم کہیں ہم مشرک نہ تھے تو اللہ تعالیٰ اُن کے مونہوں پر مہریں لگا دے گا اور اُن کے ہاتھ کلام کریں گے (وہ اپنی زبانوں سے چھپائیں گے اور ہاتھ اُن کو ظاہر کریں گے) اس وقت معلوم ہوگا کہ اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز چھپائی نہیں جا سکتی۔ (تیسرے اختلاف کا جواب یہ ہے) کہ اللہ تعالیٰ نے زمین دو دن میں

وَمَا فِيهَا مِنْ شَيْءٍ فِي أَرْبَعَةِ أَيَّامٍ وَخُلِقَتِ السَّمٰوٰتُ فِي يَوْمَيْنِ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا سَمّٰى نَفْسَهٗ ذٰلِكَ وَذٰلِكَ قَوْلُهٗ أَيْ لَمْ يَزَلْ كَذٰلِكَ فَإِنَّ اللّٰهَ لَمْ يُرِدْ شَيْئًا إِلَّا أَصَابَ بِهِ الَّذِيْ أَرَادَ فَلَا يَخْتَلِفُ عَلَيْكَ الْقُرْاٰنُ فَإِنَّ كُلًّا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ

پیدا کی۔ پھر آسمان کو پیدا کیا پھر آسمان کا قصد کیا اور ان کو دو دن میں ہموار کیا پھر زمین کو بچھایا اور اس کا بچھانا یہ ہے کہ اس میں پانی اور چرنے کی جگہ نکالی۔ اور پہاڑ اونٹ ٹیلے اور جو کچھ زمین و آسمان کے درمیان ہے دوسرے دو دنوں میں پیدا کئے۔ "دَحَاهَا" کے معنی یہ ہی ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد کہ دو زمین کو دو دنوں میں پیدا کیا"، وہ یہ کہ زمین اور اس کے اندر کی تمام چیزوں کو چار دنوں میں پیدا کیا اور آسمان دو دنوں میں پیدا کیے گئے (یعنی زمین کی ذات پیدائش میں آسمان سے مقدم ہے) اور اس کا دَحو (پھیلنا) آسمان کی پیدائش سے مؤخر ہے (چوتھے اختلاف کا جواب یہ ہے) "وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا"، اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کا نام غفور رحیم رکھا (اور صفت غفوریت و رحیمیت دائمی ہے منقطع نہیں) وہ ہمیشہ اس صفت سے موصوف رہا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ جس شیٔ کا ارادہ کرے وہ شیٔ ہو کر رہتی ہے۔ پس تجھ پر قرآن مختلف نہ ہو، کیونکہ سارا قرآن اللہ کی طرف سے ہے۔

شرح: جب اللہ تعالیٰ نے اس سورت میں زمین و آسمان کی پیدائش ذکر کی تو اس کے بعد پہلے منہال کی تعلیق ذکر کی پھر اس کے بعد اس کا اسناد ذکر کیا، کیونکہ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے پہلے اس کو مرسل سُنا اور آخر میں مُسند سُنا تھا تو حسبِ سماعت ذکر کیا۔ اس میں یہ اشارہ ہے کہ اِسناد شرط نہیں۔

سوال کرنے والا شخص نافع بن ازرق تھا جو بعد میں ازارقہ خارجیوں کا سردار بن گیا تھا وہ مکہ مکرمہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی مجلس میں بیٹھا کرتا تھا اور اُن سے بکثرت سوال کرتا اور معارضہ کیا کرتا تھا۔ اس نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ قرآن مجید میں چار مواضع میں مجھے اشکال ہے کیونکہ ان میں بظاہر منافات ہے۔ ان میں سے پہلا سوال یہ ہے کہ ایک آیت کریمہ میں ہے "وَلَا يَتَسَاءَلُوْنَ"، وہ آپس میں ایک دوسرے سے سوال نہیں کریں گے۔ جبکہ دوسری آیت کریمہ میں وہ ایک دوسرے سے سوال کریں گے۔ دوسرا سوال یہ ہے کہ ایک آیت کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگ قیامت میں اللہ تعالیٰ سے کوئی شیٔ مخفی نہ رکھ سکیں گے اور دوسری آیت کریمہ میں ہے کہ وہ کہیں گے ہم مشرک نہ تھے۔ ان دونوں میں منافات ہے کیونکہ پہلی آیت کریمہ سے ظاہر ہے کہ وہ اللہ سے کوئی بات نہ چھپائیں گے اور دوسری آیت میں ہے کہ وہ شرک کو چھپائیں گے۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ مَمْنُونٍ مَحْسُوبٍ أَقْوَاتَهَا أَرْزَاقَهَا فِي كُلِّ سَمَاءٍ أَمْرَهَا مِمَّا أَمَرَ بِهِ نَحِسَاتٍ مَشَائِيمَ وَقَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَاءَ تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ عِنْدَ الْمَوْتِ اهْتَزَّتْ بِالنَّبَاتِ وَرَبَتْ ارْتَفَعَتْ وَقَالَ غَيْرُهُ مِنْ أَكْمَامِهَا حِينَ تَطْلُعُ لَيَقُولَنَّ هَذَا لِي أَيْ بِعَمَلِي أَنَا مَحْقُوقٌ بِهَذَا سَوَاءً لِلسَّائِلِينَ قَدَّرَهَا

تیسرا سوال یہ ہے کہ ایک آیت میں آسمان کی پیدائش زمین سے پہلے ذکر کی اور دوسری آیت میں اس کے برعکس فرمایا۔ چوتھا سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد "کَانَ اللّٰہُ غَفُوْرًا رَحِیْمًا وَکَانَ سَمِیْعًا بَصِیْرًا" سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اِن صفات سے زمانہ ماضی میں موصوف تھا۔ پھر اس میں تغیر ہوا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے پہلے سوال کا جواب یہ دیا کہ ایک دوسرے سے سوال دوسرے نفخہ کے بعد ہوگا اور عدم سوال اس سے پہلے ہوگا۔ دوسرے سوال کا جواب یہ ہے ہاتھوں کے بولنے سے پہلے وہ چھپائیں گے اور ان کے بولنے کے بعد نہیں چھپائیں گے۔

تیسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ زمین کی ذات کی پیدائش آسمان سے پہلے ہے اور اس کا دحو یعنی پھیلنا آسمان کی پیدائش کے بعد ہے چوتھے سوال کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کا نام غفور رحیم رکھا یہ نام اس سے غیر منقطع ہے اور اس کی غفوریت اور رحیمیت ہمیشہ کے لئے ہے، کیونکہ جب اللہ تعالیٰ مغفرت یا رحمت کا حال یا مستقبل میں ارادہ کرے۔ تو وہ شئ مراد یقیناً واقع ہوتی ہے۔ پھر ابن عباس رضی اللہ عنہما نے سائل سے فرمایا یہ قرآن کریم اللہ کی طرف سے ہے تم یہ مختلف نہ ہوا اگر یہ غیر اللہ کی طرف سے ہوتا تو اس میں کثیر اختلاف ہوتا۔

اسماء رجال

: یوسف بن عدی کی کنیت ابو یعقوب ہے وہ کوفی ۲۳۲ ہجری میں فوت ہوئے ع[۲] عُبید اللہ بن عمرو رقی ایک سو اسی ہجری میں فوت ہوئے ع[۳] یزید بن ابی انیسہ ۱۲۴ ہجری میں فوت ہوئے "

قولہ لَھُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ "یعنی مجاہد نے کہا اس آیت کریمہ میں ممنون بمعنی محسوب ہے یعنی ان کے لئے بے حساب ثواب ہے طبری نے ابن عباس سے روایت کی کہ ثواب کم نہ ہوگا "

قولہ اَقْوَاتَھَا "اس سے اس آیت کریمہ: وَبَارَكَ فِيْهَا وَقَدَّرَ فِيْهَا اَقْوَاتَهَا " کی طرف اشارہ کیا اور اَرْزَاقَھَا سے اس کی تفسیر کی یعنی اس میں برکت رکھی اور اس میں اس کے بسنے والوں کے رزق اور روزیاں مقرر کیں "

سواءً فهديناهم دللناهم على الخير والشر كقوله وهديناه النجدين وكقوله وهديناه السبيل والهدى الذي هو الارشاد بمنزلة اصعدناه من ذلك قوله أولئك الذين هدى الله فبهداهم اقتده يوزعون يكفون

قولہ فِیْ کُلِّ سَمَآءٍ ،، سے آیت کریمہ وَاَوْحٰی فِیْ کُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَا ،، کی طرف اشارہ کیا اور مِمَّا اُمِرَبِہٖ ،، سے اسکی تفسیر کی یعنی ہر آسمان میں ان کے احکام بھیجے جن کا حکم کیا گیا اور وہ خیرات وغیرہ ہیں۔ قتادہ اور سدی سے منقول ہے کہ ان میں سورج، چاند اور ستارے پیدا کئے اور ہر آسمان میں فرشتے پیدا کئے ـــــ اور جو ان میں سمندر، پہاڑ وغیرہ پیدا کئے ہیں اور وہ جنہیں اللہ ہی جانتا ہے۔

قولہ نَّحِسَاتٍ ،، سے اس آیت کریمہ : فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِيْٓ اَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ ،، کی طرف اشارہ کیا اور مَشَائِمَ سے اس کی تفسیر کی جو مَشْئُوْمَةٌ کی جمع ہے۔ یعنی ہم نے ان کی نحوست کے دنوں میں ان پر ایک آندھی بھیجی سخت گرج کی اور بارش کے بغیر سخت ٹھنڈی، صَرْصَرْ، سخت گرج والی ہوا مشومہ نحوست ،، قولہ وَقَيَّضْنَا لَهُمْ ،، اس سے آیت کریمہ : وَقَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَآءَ فَزَيَّنُوْا لَهُمْ مَّا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ،، کی طرف اشارہ کیا اور قَرَنَّاهُمْ ،، سے اس کی تفسیر کی یعنی ہم نے ان پر کچھ ساتھی تعینات کئے۔ قَيَّضْنَا بمعنی قَدَّرْنَا ہے۔ مجاہد نے کہا قُرَنَاءُ شیطان ہیں اور تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ عِنْدَ الْمَوْتِ قَيَّضْنَاهُمْ لَهُمْ قُرَنَاءَ کی تفسیر نہیں ہے۔ آیت کریمہ کے معنیٰ یہ ہیں کہ ہم ان پر ان کے ساتھی مقرر کئے ہیں اُنھوں نے انہیں بہلا کر دکھایا جو اُن کے آگے دنیا کی زیب وزینت ہے اور جو ان کے پیچھے ہے کہ کوئی حساب اور عذاب نہیں ہے۔

قولہ اهْتَزَّتْ بِالنَّبَاتِ سے اس آیت کریمہ : فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ ،، کی طرف اشارہ کیا اور اس کی تفسیر یہ کی کہ جب ہم نے ان پر بارش کی تو وہ نباتات کے ساتھ تروتازہ ہوئی اور بلند ہوئی۔ مجاہد کے غیر نے رَبَتْ ،، کی تفسیر یہ کی کہ وہ اپنے چھلکوں اور پردوں سے باہر نکلی۔ اَكْمَامٌ كِمٌّ کی جمع بمعنی پردہ اور چھلکا ہے جو خوشہ کے اُوپر ہوتا ہے۔

قولہ لَيَقُوْلَنَّ هٰذَا لِيْ ،، سے اس آیت کریمہ : وَلَئِنْ اَذَقْنَاهُ رَحْمَةً مِّنَّا مِنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ هٰذَا لِيْ ،، کی طرف اشارہ کیا اور هٰذَا لِيْ ،، کی تفسیر بِعَمَلِيْ سے کی یعنی اگر ہم اسے کچھ اپنی رحمت کا مزہ دیں۔ اس تکلیف کے بعد جو اسے پہنچی تھی تو کہے گا یہ تو میرا نیک عمل ہے اور میں اس کا مستحق ہوں نسفی نے یہ تفسیر کی کہ میرا حق مجھے پہنچ گیا ہے۔

مِنْ أَكْمَامِهَا قِشْرُ الْكُفُرَّى هِيَ الْكُمُّ وَلِيٌّ حَمِيمٌ اَلْقَرِيبُ مِنْ مَّحِيصٍ حَاصَ حَادَ مِرْيَةٍ وَّمُرْيَةٍ وَّاحِدٌ اَيْ اِمْتِرَاءٌ وَقَالَ مُجَاهِدٌ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ

قولہ سَوَاءً لِّلسَّائِلِيْنَ ، سے اس آیت کریمہ : وَقَدَّرَ فِيْهَا أَقْوَاتَهَا فِيْ أَرْبَعَةِ أَيَّامٍ سَوَاءً لِّلسَّائِلِيْنَ ، کی طرف اشارہ کیا اور قَدَّرَهَا سَوَاءً ، سے اس کی تفسیر کی۔ یعنی اس میں اس کے بسنے والوں کی روزیاں مقرر کیں یہ سب ملا کر چار دن میں یہ پوچھنے والوں کو ٹھیک جواب ہے۔ زمین کو دو دنوں اتوار اور پیر میں پیدا کیا۔

قولہ هَدَيْنَاهُمْ سے اس آیت کریمہ : أَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَيْنَاهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰى عَلَى الْهُدٰى ، کی طرف اشارہ کیا۔ اور دَلَلْنَاهُمْ عَلَى الْخَيْرِ وَالشَّرِّ ، سے اس کی تفسیر کی۔ ہم نے انہیں خیر و شر کی راہ دکھا دی۔ ہدایت کے دو معانی ہیں۔ اول اراءۃ الطریق راستہ دکھانا۔ دوسرا معنی دلالت موصلہ الی المطلوب۔ جب ہدایت کی نسبت رسول، قرآن کی طرف ہو تو اراءۃ الطریق مراد ہوتی ہے۔ اگر اللہ کی طرف نسبت ہو تو دلالتِ موصلہ الی المطلوب مراد ہوتی ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کا مقصد یہ ہے کہ بعض آیات میں ہدایت بمعنی دلالت اور راہ دکھانا ہے اور بعض آیات میں بمعنی دلالت موصولہ الی المقصود ہے۔ مذکور آیت میں ہدایت سے مراد دلالتِ مطلقہ اور راہ دکھانا ہے۔ اسی طرح هَدَيْنَاهُ النَّجْدَيْنِ میں ہدایت بمعنی راہ نمودن ہے۔ یعنی ہم نے انسان کو خیر و شر کی راہ دکھا دی

اور هَدَيْنَاهُ السَّبِيْلَ ، میں بھی مراد مطلق دلالت ہے۔

قولہ وَالْهُدَى الَّذِيْ هُوَ الْإِرْشَادُ ، اس سے مراد دلالت موصلہ الی المطلوب ہے۔ امام بخاری نے اس کی تعبیر ارشاد و اسعاد سے کی ہے ، چنانچہ اس آیت کریمہ : أُولٰئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ میں دلالت موصلہ مراد ہے۔

قولہ يُوْزَعُوْنَ ، سے اس آیت کریمہ ، وَيَوْمَ يُحْشَرُ أَعْدَاءُ اللّٰهِ إِلَى النَّارِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ، کی طرف اشارہ کیا۔ پھر اس کی تفسیر يُكَفُّوْنَ ، سے کی ابو عبیدہ نے يُكَفُّوْنَ بمعنی يُدْفَعُوْنَ ہے۔ یہ وَزَعْتُ بمعنی كَفَفْتُ وَمَنَعْتُ ہے یعنی جس دن اللہ کے دشمن آگ کی طرف ہانکے جائیں گے اور انہیں اگلے پچھلے کا فرجمع کرنے کے لئے روکا جائے گا۔ پھر سب کو دوزخ میں ہانک دیا جائے گا ،،

قولہ مِنْ أَكْمَامِهَا ، سے اس آیت کریمہ ، وَمَا تَخْرُجُ مِنْ ثَمَرَاتٍ مِّنْ أَكْمَامِهَا ، کی طرف اشارہ کیا اور أَكْمَامِهَا کی تفسیر : قِشْرُ الْكُفُرَّى ، سے کی اور اس کی كُمٌّ سے تفسیر کی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا یہ شگوفہ سے کھلنے سے پہلے اس کا اوپر والا چھلکا ہے۔ جب شگوفہ کھل جائے اس کو اکمام نہیں کہتے ہیں

اَلْوَعِيْدُ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَلَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ اَلصَّبْرُ عِنْدَ الْغَضَبِ وَالْعَفْوُ عِنْدَ الْاِسَاءَةِ فَاِذَا فَعَلُوْهُ عَصَمَهُمُ اللّٰهُ وَخَضَعَ لَهُمْ عَدُوُّهُمْ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ

بعض نے کہا کُمّ بضم الکاف قمیص کی آستین ہے اور بکسر الکاف کِمّ کا چھلکا ہے۔ یہی فرق علامہ زمخشری نے کیا ہے کہ کمّ القمیص بضم الکاف ہے اور کِمّ الثمرۃ بکسر الکاف ہے۔ اسی طرح جوہری نے کہا ہے۔ بعض نے اس کے معنی مطلق چھلکا کئے ہیں۔

قولہ یُقَالُ ،، انگور جب نکلے تو اسے بھی کافور اور کُفرّی کہا جاتا ہے۔ اصمعی وغیرہ نے کہا ہر شئی کے چھلکے کو کافورہ کہا جاتا ہے۔

قولہ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ ،، سے اس آیت کریمہ : فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَكَ وَبَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ ،، کی طرف اشارہ کیا اور حمیم کی تفسیر ،، قریب ،، سے کی یعنی جبھی وہ کہ تجھ میں اور اس میں دشمنی تھی ایسا ہو جائیگا جیسا کہ گہرا دوست ہے۔

قولہ مِنْ مَحِیْصٍ ،، سے اس آیت کریمہ : وَظَنُّوْا مَالَهُمْ مِنْ مَّحِیْصٍ ،، کی طرف اشارہ کیا اور حاص کی تفسیر حَادَ سے کی یعنی اُنھوں نے گمان کیا کہ ان کے بھاگنے کی کوئی جگہ نہیں۔

قولہ مِرْیَةٍ ،، سے اس آیت کریمہ اَلَا اِنَّهُمْ فِیْ مِرْیَةٍ مِّنْ لِّقَاءِ رَبِّهِمْ ،، کی طرف اشارہ کیا اور کہا مریۃ بکسر المیم و بفتحہا دونوں طرح بمعنی شک ہے یعنی خبردار انہیں ضرور اپنے رب سے ملنے میں شک ہے؛ کیونکہ وہ بعثت اور قیامت کے قائل نہیں ہیں۔

قولہ اِعْمَلُوْا ،، سے اس آیت کریمہ : اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ،، کی طرف اشارہ کیا مجاہد نے کہا یہ وعید و تہدید ہے۔ اور صیغۂ امر حقیقی معنی میں مستعمل نہیں یعنی تم جو جی میں آئے کرو! بیشک وہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔

قولہ قَالَ ابن عباس رضی اللہ عنہما ،، یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کریمہ : اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ ،، کی تفسیر کی کہ یہ غیظ و غضب کے وقت صبر کرنا اور برائی کے وقت عفو کرنا ہے۔ جب وہ ایسا کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کو محفوظ رکھے گا اور ان کے دشمن ان کے لئے نرم ہو جائیں گے گویا وہ قریبی دوست ہیں۔ آیت کریمہ کے معنی یہ ہیں کہ برائی کو بھلائی سے ٹال دو ،، مثلاً غصہ کو صبر سے اور جہل کو حلم سے اور بدسلوکی عفو سے کہ اگر تیرے ساتھ کوئی برائی کرے تو معاف کر اس خصلت کا نتیجہ یہ ہو گا کہ دشمن دوستوں کی طرح محبت کرنے لگیں گے۔

بَابٌ قَوْلُهٗ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَآ اَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُوْدُكُمْ وَلٰكِنْ ظَنَنْتُمْ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ

۴۴۹۷ ــــ حَدَّثَنَا الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنْ رَّوْحِ بْنِ الْقٰسِمِ عَنْ مَّنْصُوْرٍ عَنْ مُّجَاهِدٍ عَنْ اَبِیْ مَعْمَرٍ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ الْاٰيَةَ قَالَ كَانَ رَجُلَانِ مِنْ قُرَيْشٍ وَخَتَنٌ لَّهُمَا مِنْ ثَقِيْفٍ اَوْ رَجُلَانِ مِنْ ثَقِيْفٍ وَخَتَنٌ لَّهُمَا مِنْ قُرَيْشٍ فِیْ بَيْتٍ فَقَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ اَتُرَوْنَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْمَعُ حَدِيْثَنَا قَالَ بَعْضُهُمْ يَسْمَعُ بَعْضَهٗ

باب ـــ اللہ تعالیٰ کا ارشاد! اور تم اس سے کہاں چھپ کر جاتے کہ تم پر گواہی دیں تمہارے کان اور تمہاری آنکھیں اور تمہاری کھالیں لیکن تم تو یہ سمجھے بیٹھے تھے کہ اللہ تمہارے بہت سے کام نہیں جانتا

تفسیر : یعنی تم ارتکاب معاصی اور فواحش کے وقت باغات اور پردوں میں چھپ نہیں سکتے ہو اور تمہارا چھپنا اس ڈر سے نہیں کہ تمہارے اعضاء تم پر گواہی دیں گے کیونکہ تم تو اپنے پر ان کی گواہی کے قائل ہی نہیں ہو۔ بلکہ تم بعث و قیامت اور جزاء کے سرے سے منکر ہو۔

۴۴۹۷ ــــ ترجمہ : ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس آیت کریمہ : وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ الْاٰيَةَ کی تفسیر میں کہا کہ قریش کے دو مرد اور اُن کا داماد جو بنی ثقیف سے تھا یا بنی ثقیف کے دو آدمی اور ان کا داماد جو قریش سے تھا ایک گھر میں تھے۔ انہوں نے ایک دوسرے سے کہا کیا تم جانتے ہو کہ اللہ ہماری باتیں سنتا ہے؟ ایک نے کہا ہماری بعض باتیں سنتا ہے (جو ہم بلند آواز سے کہیں) اور اُن میں سے بعض نے کہا اگر وہ ہماری

وَقَالَ بَعْضُهُمْ لَئِنْ كَانَ يَسْمَعُ بَعْضَهُ لَقَدْ يَسْمَعُ كُلَّهُ فَأُنْزِلَتْ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ أَنْ يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَآ أَبْصَارُكُمْ الْاٰيَةَ

بَابٌ قَوْلُهُ ذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الْاٰيَةَ

۴۴۹۸ ـ حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا مَنْصُوْرٌ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ أَبِيْ مَعْمَرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ اِجْتَمَعَ عِنْدَ الْبَيْتِ قُرَشِيَّانِ وَثَقَفِيٌّ أَوْ ثَقَفِيَّانِ وَقُرَشِيٌّ كَثِيْرَةٌ شَحْمُ بُطُوْنِهِمْ قَلِيْلَةٌ فِقْهُ قُلُوْبِهِمْ فَقَالَ أَحَدُهُمْ أَتُرَوْنَ أَنَّ اللّٰهَ يَسْمَعُ مَا نَقُوْلُ قَالَ الْاٰخَرُ يَسْمَعُ إِنْ جَهَرْنَا وَلَا يَسْمَعُ إِنْ أَخْفَيْنَا وَقَالَ الْاٰخَرُ إِنْ كَانَ يَسْمَعُ إِذَا جَهَرْنَا فَإِنَّهُ يَسْمَعُ إِذَا أَخْفَيْنَا فَأَنْزَلَ اللّٰهُ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ أَنْ يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَآ أَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُوْدُكُمْ الْاٰيَةَ وَكَانَ سُفْيٰنُ يُحَدِّثُنَا بِهٰذَا فَيَقُوْلُ حَدَّثَنَا مَنْصُوْرٌ أَوِ ابْنُ أَبِيْ نَجِيْحٍ أَوْ حُمَيْدٌ أَحَدُهُمْ أَوْ اِثْنَانِ مِنْهُمْ ثُمَّ ثَبَتَ عَلٰى مَنْصُوْرٍ وَتَرَكَ ذٰلِكَ مِرَارًا غَيْرَ وَاحِدَةٍ

بعض باتیں سُنتا ہے تو یقیناً ہماری ساری باتیں سُنتا ہے تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی : وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ الآیۃ یعنی اللہ کے نزدیک تمام مسموعات برابر ہیں اور بعض کو خاص کرنا تحکم ہے۔

باب ۔۔۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد! اور یہ ہے تمہارا وہ گمان جو تم نے اپنے رب کو کے ساتھ کیا۔ اور اُس نے تمہیں ہلاک کر دیا تو اب رہ گئے خسارے والوں میں"

۴۴۹۸ ـ ترجمہ : عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیت اللہ کے پاس دو قریشی

بَابُ قَوْلِهٖ فَاِنْ یَّصْبِرُوْا فَالنَّارُ مَثْوًی لَّھُمْ وَاِنْ یَّسْتَعْتِبُوْا فَمَا ھُمْ مِّنَ الْمُعْتَبِیْنَ

۴۴۹۹ — حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِیٍّ قَالَ حَدَّثَنَا یَحْیٰی قَالَ حَدَّثَنَا سُفْیٰنُ الثَّوْرِیُّ قَالَ حَدَّثَنِیْ مَنْصُوْرٌ عَنْ مُّجَاهِدٍ عَنْ اَبِیْ مَعْمَرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بِنَحْوِهٖ

اور ایک ثقفی یا دو ثقفی اور ایک قریشی اکٹھے بیٹھے تھے۔ اُن کے پیٹ کی چربیاں زیادہ اور اُن کی سمجھ کم تھی۔ اُن میں سے ایک نے کہا کیا تم اللہ کو جانتے ہو کہ جو ہم کہتے ہیں وہ سنتا ہے۔ دُوسرے نے کہا اگر ہم بلند آواز سے بات کریں تو سنتا ہے اور اگر آہستہ بات کریں تو نہیں سنتا۔ ایک اور شخص نے کہا اگر وہ اس کو سن لیتا ہے جو ہم بلند آواز سے بات کریں تو اس کو بھی سن لیتا ہے جو ہم آہستہ کلام کریں۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ: وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَاۤ اَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُوْدُكُمْ الآیۃ نازل ہوئی اور تم اس سے کہاں چھپ کر جاتے کہ تم پر گواہی دیں تمہارے کان اور تمہاری آنکھیں اور تمہاری کھالیں لیکن تم تو یہ سمجھے بیٹھے تھے کہ اللہ تمہارے بہت سے کام نہیں جانتا۔ سفیان ہم سے یہ بیان کرتے تھے اور کہتے تھے ہمیں منصور یا ابن ابی جریج نے یا حمید نے خبر دی اُن میں سے ایک یا دو نے روایت کیا پھر سفیان منصور پر ثابت رہے اور ایک بار کے سوا کئی بار شک کو ترک کیا۔

۴۴۹۸ — تشریح: قولہ کان سفیان، یہ کلام امام بخاری کے شیخ حُمیدی کا ہے۔ یہ مذکورہ حدیث کا دوسرا اسناد ہے اور یہ حدیث مضطرب نہیں کیونکہ پہلی بار اُن کا تردد کرنا اور آخر میں جزم قطعی کرنا حدیث میں قدح نہیں کرتا۔

باب ۷ — اللہ تعالیٰ کا ارشاد! پھر اگر وہ صبر کریں تو آگ اُن کا ٹھکانا ہے!

اس باب میں اس آیت کریمہ کا بیان ہے۔ یعنی پھر اگر وہ عذاب پر صبر کریں تو یہ صبر بھی کارآمد نہ ہوگا اور آگ اُن کا ٹھکانا ہے اور اگر وہ منانا چاہیں تو کوئی ان کا منانا نہ مانے، کیونکہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی نہ ہو جائے کتنا ہی منت کریں کسی طرح عذاب سے رہائی نہیں۔ اِنْ يَّسْتَعْتِبُوْا کے معنی ہیں اگر وہ راضی کرنا چاہیں تو وہ راضی نہ ہوں گے

سُورۃ حٰمٓ عٓسٓقٓ

وَيُذْكَرُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَقِيْمًا لَا تَلِدُ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا الْقُرْاٰنُ وَقَالَ مُجَاهِدٌ يَذْرَؤُكُمْ فِيْهِ نَسْلٌ بَعْدَ نَسْلٍ لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا لَا خُصُوْمَةَ طَرْفٍ خَفِيٍّ ذَلِيْلٍ وَقَالَ غَيْرُهٗ فَيَظْلَلْنَ رَوَاكِدَ عَلٰى ظَهْرِهٖ يَتَحَرَّكْنَ وَلَا يَجْرِيْنَ فِي الْبَحْرِ شَرَعُوْا ابْتَدَعُوْا

۴۴۹۹ — ترجمہ : عمرو بن علی نے اس اسناد کے ساتھ مذکور حدیث کی مثل حدیث ذکر کی ہے۔

سُورۂ حٰمٓ عٓسٓقٓ

یہ سورت مکیہ ہے اس کی ترپن ۵۳ آیات ہیں اُن میں سے چار آیات مدنی ہیں اور وہ ذٰلِكَ الَّذِيْ يُبَشِّرُ اللّٰهُ عِبَادَهٗ سے اُولٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ تک ہیں۔ حٰم عسق کو جُدا ذکر کیا اور کٓھیٰعٓصٓ اور اس کے نظائر کو آیات کے ساتھ متصل ذکر کیا۔ بیضاوی نے کہا شاید اس سورت کے دو نام ہیں۔ اس لیے ان کو دو آیتیں شمار کرتے ہیں۔ علامہ عینی نے کہا حٰم مبتداء اور عسق اس کی خبر ہے۔ بعض نے کہا اس جگہ حٰم فعل ہے اس کے معنٰی ہیں جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے۔ اس کا فیصلہ ہو چکا ہے، لیکن ان کے نظائر دیگر مقطعات حروف تہجی ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قولہ عَقِيْمًا سے اس آیت کریمہ : وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا کی طرف اشارہ کیا اس کی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ذکر کیا کہ عقیم وہ عورت ہے جو بچہ کو جنم نہ دے؛ چونکہ اس روایت میں ضُعف و انقطاع ہے اس لیے امام نے جزم نہ کیا اور کہا یُذکر لفظ مجہول ذکر کیا

قولہ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا، سے اس آیت کریمہ : وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا، کی طرف اشارہ

بَابُ قَوْلِهِ اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى

کیا۔ اور یُوحِ کی تفسیر قرآن کریم سے کی سُدی نے اس کی تفسیر وحی سے کی جبکہ حسن بصری نے رحمت سے تفسیر کی ہے۔

قولہ یَذْرَؤُكُمْ ”سے اس آیت کریمہ: وَمِنَ الْاَنْعَامِ اَزْوَاجًا يَذْرَؤُكُمْ فِيْهِ ،، کی طرف اشارہ کیا اور نسل بعد نسل سے اس کی تفسیر کی یعنی چوپایوں سے ان کی جنس سے نر و مادہ پیدا کئے۔

قولہ لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ ”سے اس آیت کریمہ: لَنَا اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ اللّٰهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ،، کی طرف اشارہ کیا ، ہمارے لئے ہمارا عمل اور تمہارے لئے تمہارا عمل کوئی حجت نہیں [illegible] اللہ ہم سب کو جمع کرے گا اور اسی کی طرف پھرنا ہے (آیت قتال سے یہ آیت کریمہ منسوخ ہو چکی ہے)۔

قولہ طَرْفٍ خَفِيٍّ ،، سے اس آیت کریمہ: وَتَرٰهُمْ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا خٰشِعِيْنَ مِنَ الذُّلِّ يَنْظُرُوْنَ مِنْ طَرْفٍ خَفِيٍّ ،، کی طرف اشارہ کیا اور خفی کی تفسیر ذلیل بمعنی ضعیف سے کی یعنی تم انہیں دیکھو گے کہ آگ پر پیش کئے جاتے ہیں۔ ذلت سے دبے ہوئے چھپی نگاہوں سے دیکھتے ہیں یعنی ذلت اور خوف کے باعث آگ کو دزدیدہ نگاہوں سے دیکھیں گے جیسے کوئی گردن زدنی اپنے قتل کے وقت تیغ زن کی تلوار کو دزدیدہ نگاہ سے دیکھتا ہے۔ قولہ فَيَظْلَلْنَ رَوَاكِدَ ،، سے اس آیت کریمہ: وَمِنْ اٰيٰتِهِ الْجَوَارِ فِي الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ اِنْ يَّشَاْ يُسْكِنِ الرِّيْحَ فَيَظْلَلْنَ رَوَاكِدَ عَلٰى ظَهْرِهٖ ،، کی طرف اشارہ کیا۔ اور يَتَحَرَّكْنَ وَلَا يَجْرِيْنَ فِي الْبَحْرِ ،، سے اس کی تفسیر کی ،، آیت کریمہ کے معنی یہ ہیں کہ اس کی نشانیوں میں سے ہیں۔ دریا میں چلنے والی بڑی کشتیاں پہاڑوں کی طرح وہ چاہے تو ہوا تھما دے (جو کشتیوں کو چلاتی ہے) کہ اس کی پیٹھ پر دریا کے اوپر ٹھہری رہ جائیں۔ مجاہد کے غیر نے کہا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے کشتیاں ہیں جو دریا میں پہاڑوں کی مانند ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو انہیں حرکت سے ہوا کو باز رکھے اور وہ دریا کے امواج سے حرکت کریں حالانکہ وہ ساکن ہیں یعنی امواج اور لہروں کے جوش سے ساکن حرکت کریں اور چلنے سے باز رہیں۔

قولہ شَرَعُوْا ،، سے اس آیت کریمہ: اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْ بِهِ اللّٰهُ ،، کی طرف اشارہ کیا پھر شَرَعُوْا کی تفسیر اِبْتَدَعُوْا سے کی ،، یا ان کے لئے کچھ شریک ہیں جنہوں نے ان کے لئے وہ دین نکال دیا ہے کہ اللہ نے اس کی اجازت نہ دی ،،

باب — مگر قرابت کی محبت

۴۵۰۰ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ مَيْسَرَةَ طَاوُسًا عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ سُئِلَ عَنْ قَوْلِهِ إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى فَقَالَ سَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ قُرْبٰى آلِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ عَجِلْتَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكُنْ بَطْنٌ مِنْ قُرَيْشٍ إِلَّا كَانَ لَهُ فِيهِمْ قَرَابَةٌ فَقَالَ إِلَّا أَنْ تَصِلُوا مَا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ مِنَ الْقَرَابَةِ

اس باب میں یہ بیان ہے کہ اس آیت کریمہ میں "قُربٰی" سے مراد کون ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا قُلْ لَّا أَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى "تم فرماؤ میں اس پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا مگر قرابت کی محبت جب سرورِ کون و مکان صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ (شرفہا اللہ تعالیٰ) تشریف لائے اور حوادث اور حقوق آپ پر عائد ہوئے حالانکہ آپ کے پاس مال وغیرہ نہ تھا تو انصار نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ نے آپ کے سبب ہمیں ہدایت دی ہے۔ یہ حوادث اور حقوق آپ کے ذمہ ہیں اور آپ کے پاس مال و متاع نہیں ہے۔ ہم اپنے مالوں میں سے کچھ جمع کرتے ہیں۔ آپ حقوق و واجبات پورے کرنے میں اس سے استعانت فرمائیں تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی کہ اے حبیب آپ ان سے فرما دیں میں معجزات اور ہدایت جو تمہارے پاس لایا ہوں اس پر میں تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا مگر قرابت کی محبت یعنی اللہ کی طاعت اور عبادت اور دینی احکام کی تعمیل کرنے سے تمہارا تقرب الٰہی چاہتا ہوں تم اللہ سے محبت کرو اور اس کی تابعداری سے اس کا تقرب حاصل کرو! حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہی تفسیر کی ہے کہ قربیٰ سے مراد اللہ تعالیٰ کا تقرب ہے عکرمہ، مجاہد، سدی اور ضحاک و قتادہ نے کہا اس کا معنی یہ ہے کہ تم میری قرابت سے دوستی اور میری عترت و اولاد سے محبت کرو میں تم سے یہی چاہتا ہوں اور ان میں میری حفاظت کرو۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت میں مختلف اقوال ہیں۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن اقرباء سے دوستی اور محبت کرنا طلب فرمایا ہے وہ حضرت امیر المومنین حیدر کرار فاتح خیبر جناب علی المرتضیٰ، لختِ جگر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ فاطمہ زہرا، کرم اللہ وجہہا اور ان کی اولاد ہیں رضی اللہ عنہم بعض علماء نے کہا وہ عبد المطلب کی اولاد ہیں۔ بعض کا یہ کہنا ہے جن پر صدقہ حرام ہے اور ان کا حق خمس ہے وہ ہاشم کی اولاد اور بنی مطلب ہیں کہ وہ ایک دوسرے سے کفر و اسلام میں جدا نہیں ہوئے۔

۴۵۰۰ ـ ترجمہ: عبد الملک بن میسرہ نے کہا میں نے طاؤس کو ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے

سورۂ حٰمٓ الزخرف

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَقَالَ مُجَاهِدٌ عَلٰى اُمَّةٍ اِمَامٍ وَقِيْلِهٖ يَا رَبِّ تَفْسِيْرُهٗ اَيَحْسَبُوْنَ اَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوَاهُمْ وَلَا نَسْمَعُ قِيْلَهُمْ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَلَوْ

جو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس کلام: اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى .. کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے اس کی تفسیر میں سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ سعید بن جبیر نے کہا (جبکہ میں ان کی مجلس میں بیٹھا تھا) قربیٰ سید عالم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد ہے۔ ابن عباس نے سعید بن جبیر سے کہا آپ نے جواب دینے میں جلدی کی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قریش کے کسی قبیلے سے تھے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان سے قرابت تھی۔ پس آپ نے فرمایا میں تم سے صرف یہ چاہتا ہوں کہ میرے اور تمہارے درمیان جو قرابت ہے اس کو ملاؤ!

[illegible] شرح:- ابن عباس رضی اللہ عنہما کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ تمام قریش سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے اقارب اور آیت کریمہ میں صرف بنو ہاشم ہی مراد نہیں ہیں جو سعید بن جبیر کے کلام کا مفہوم تھا کیونکہ اس کا مفہوم خاص اولاد بنی ہاشم اور یہی مطلب تھا جبکہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک آیت کریمہ قریش کے ہر قبیلہ کو شامل ہے اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم تمام قبائل سے مرکزی حیثیت رکھتے ہیں آپ کو ہر ایک سے نسبت ہے۔ اس لئے آپ سب سے صلہ رحمی چاہتے ہیں۔ واللہ ورسولہ اعلم!

سورۂ زخرف

اس میں سورۂ زخرف کی بعض آیات کی تفسیر ہے۔ یہ سورت مکیہ ہے صرف ایک آیت کریمہ وَاسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا الاٰیۃ مدنی ہے اس کی ۸۹ آیات ہیں۔ زخرف کے معنی ہیں سونا۔ جو ہر خوشنما شے کو زخرف کہتے ہیں حسن کمال اور زمین کے سبزہ کے مختلف الوان کو بھی زخرف کہا جاتا ہے گھر کی زینت کو زخرف البیت کہتے ہیں۔ اس کی جمع زخارف بمعنی کشتیاں ہے۔

لَا اَنْ یَّکُوْنَ النَّاسُ اُمَّۃً وَّاحِدَۃً لَّوْلَا اَنْ اَجْعَلَ النَّاسَ کُلَّھُمْ کُفَّارًا
لَجَعَلْتُ لِبُیُوْتِ الْکُفَّارِ سُقُفًا مِّنْ فِضَّۃٍ وَّمَعَارِجَ مِنْ فِضَّۃٍ وَّھِیَ دَرَجٌ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قولہ عَلٰی اُمَّۃٍ ،، سے اس آیت کریمہ ،، بَلْ قَالُوْٓا اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓی اُمَّۃٍ وَّ اِنَّا عَلٰٓی اٰثٰرِھِمْ مُّھْتَدُوْنَ ،، کی طرف اشارہ کیا اس کی تفسیر میں مجاہد نے کہا اُمّۃ بمعنی امام ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کی تفسیر دین سے کی جبکہ مجاہد سے اس کی تفسیر ملت سے بھی منقول ہے۔ آیت کے معنی یہ ہے بلکہ انھوں نے کہا ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک دین پر پایا اور ہم ان کی اقتداء پر چل رہے ہیں۔ یہی ان کی دلیل تھی اس کے سوا ان کے پاس کوئی دلیل نہ تھی کہ ان کے باپ دادے بھی ایسا کیا کرتے تھے

قولہ قِیْلِہٖ ،، سے اس آیت کریمہ : وَقِیْلِہٖ یٰرَبِّ اِنَّ ھٰٓؤُلَآءِ قَوْمٌ لَّا یُؤْمِنُوْنَ ،، کی طرف اشارہ کیا اور اس کی تفسیر یہ کی :" کیا یہ لوگ گمان کئے ہوئے ہیں کہ ہم اُن کی آہستہ باتیں اور اُن کے مشورے نہیں سنتے ہیں کیوں نہیں اور ہمارے فرشتے اُن کے پاس لکھ رہے ہیں۔ امام نے قِیْلِہٖ یٰرَبِّ ،، کی تفسیر ،، اَیَحْسَبُوْنَ ،، الخ سے کی بعض نے اس تفسیر کا انکار کیا اور کہا یہ اس وقت درست ہے جبکہ قرآن کریم کا لفظ قِیْلِھِمْ ،، ہو اس کی ضمیر جمع ہو۔ قِیْلِہٖ میں ضمیر مفرد ہے جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی طرف راجع ہے۔ ثعلبی نے کہا اس کا معنی یہ ہے کیا گمان کرتے ہیں کہ ہم سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کی بات نہیں سُنتے ہیں جو آپ اللہ کے حضور شکوہ کرتے ہیں کہ اے میرے پروردگار یہ لوگ ایمان نہیں لاتے۔

قولہ لَوْلَا اَنْ یَّکُوْنَ النَّاسُ اُمَّۃً وَّاحِدَۃً لَّجَعَلْنَا لِمَنْ یَّکْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ لِبُیُوْتِھِمْ سُقُفًا مِّنْ فِضَّۃٍ وَّمَعَارِجَ عَلَیْھَا یَظْھَرُوْنَ ،، کی تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ کی ہے اگر یہ بات نہ ہوتی کہ تمام لوگ کافر ہو جائیں گے تو کافروں کے لئے چاندی کے چھت اور چاندی کی سیڑھیاں بناتے جن پر چڑھتے ہیں۔ یعنی اگر اس کا لحاظ نہ ہوتا کہ کافروں کو فراخی عیش میں دیکھ کر سب لوگ کافر ہو جائیں گے الخ

قولہ لِبُیُوْتِھِمْ ،، یہ لِمَنْ یَّکْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ ،، سے بدل اشتمال ہے۔

قولہ مُقْرِنِیْنَ ،، سے اس آیت کریمہ : سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا ھٰذَا وَمَا کُنَّا لَہٗ مُقْرِنِیْنَ کی طرف اشارہ کیا اور اس کی مُطِیْقِیْنَ سے تفسیر کی یعنی پاکی ہے اسے جس نے یہ سواری ہمارے تابع کر دی اور ہم اس پر طاقت نہ رکھتے اور نہ ہی قوت میں اس کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔

قولہ اٰسَفُوْنَا ،، سے اس آیت کریمہ : فَلَمَّآ اٰسَفُوْنَا انْتَقَمْنَا مِنْھُمْ فَاَغْرَقْنٰھُمْ اَجْمَعِیْنَ ،، کی طرف

وَعَلَى الْفُلْكِ مُقْرِنِيْنَ مُطِيْقِيْنَ آسَفُوْنَا اَسْخَطُوْنَا يَعْشُ يَعْمٰى وَقَالَ مُجَاهِدٌ
اَفَنَضْرِبُ عَنْكُمُ الذِّكْرَ اَىْ تُكَذِّبُوْنَ بِالْقُرْاٰنِ ثُمَّ لَا تُعَاقَبُوْنَ عَلَيْهِ وَمَضٰى
مَثَلُ الْاَوَّلِيْنَ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ مُقْرِنِيْنَ يَعْنِى الْاِبِلَ وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ
يُنَشَّؤُا فِى الْحِلْيَةِ الْجَوَارِىْ جَعَلْتُمُوْهُنَّ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا فَكَيْفَ تَحْكُمُوْنَ لَوْ
شَاءَ الرَّحْمٰنُ مَا عَبَدْنَاهُمْ يَعْنُوْنَ الْاَوْثَانَ لِقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى مَا لَهُمْ
بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ الْاَوْثَانُ اَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ فِىْ عَقِبِهٖ وَلَدِهٖ مُقْتَرِنِيْنَ

اشارہ کیا اور "اَسْخَطُوْنَا" سے اس کی تفسیر کی۔ یعنی جب انھوں نے ہمیں غصہ دلایا تو ہم نے اُن سے انتقام لیا اور اُن سب کو ڈبو دیا۔

قولہ "یعش" سے "وَمَنْ يَعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطَانًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ" کی طرف اشارہ کیا اور "یعش" کی "یعمی" سے تفسیر کی یعنی جو کوئی اللہ کی یاد سے اندھا ہو جائے اور پوری طرح اس طرف متوجہ نہ ہو ہم اس کے لئے شیطان تعینات کر دیتے ہیں وہ اس کا ہمیشہ ساتھی رہتا ہے اور اس کو گمراہ کرتا ہے۔ بعض "عَشِیَ یَعْشُوا" نے اس کے معنی ہیں کمزور نظر کرکے دیکھنا۔ "نُقَیِّض" کے معنی ہیں مسلط کر دیں۔

قولہ "اَفَنَضْرِبُ الآیۃ" سے اس آیت کریمہ "اَفَنَضْرِبُ عَنْكُمُ الذِّكْرَ صَفْحًا اِنْ كُنْتُمْ قَوْمًا مُسْرِفِيْنَ" کی طرف اشارہ کیا۔ اس کی تفسیر میں مجاہد سے نقل کیا کہ تم قرآن کو جھٹلاتے ہو پھر تمہیں عذاب نہ دیا جائے۔ یعنی کیا ہم قرآن کی تکذیب کرنے والوں سے اعراض کر لیں اور ان کو عذاب نہ دیں؟ بعض نے یہ تفسیر کی کیا ہم تم سے عذاب بدل لیں اور تمہیں کچھ نہ کہیں اور تمہارے کفر پر تمہیں عذاب نہ دیں؟ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی یہی تفسیر کی ہے۔ بخاری کے بعض نسخوں میں "قال مجاہد" نہیں ہے۔

قولہ "مضی" سے اس آیت کریمہ: "فَاَهْلَكْنَا اَشَدَّ مِنْهُمْ بَطْشًا وَّمَضٰى مَثَلُ الْاَوَّلِيْنَ" کی طرف اشارہ کیا اور اس کی "سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ" سے تفسیر کی اور ہم نے وہ ہلاک کر دیئے جو اُن سے بھی پکڑ میں سخت تھے اور اگلوں کا حال گزر چکا ہے۔ بعض مفسرین نے اس کی تفسیر "عقوبۃ الاولین" سے کی ہے۔

قولہ "وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ" "لہ" میں ضمیر انعام کی طرف راجع ہے جو اس سے پہلے مذکور ہے اور ضمیر مفرد اس لئے ذکر کی کہ انعام جمع کے معنی میں ہے جیسے جُند، جیش وغیرہ اسماء اجناس ہیں۔ مفسرین کی تفسیر ابھی گزری ہے۔ قولہ "یُنَشَّأُ" سے اس آیت کریمہ "اَوَمَنْ يُّنَشَّؤُا فِى الْحِلْيَةِ وَهُوَ فِى الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِيْنٍ" کی

يَمْشُوْنَ مَعًا سَلَفًا قَوْمُ فِرْعَوْنَ سَلَفًا لِكُفَّارِ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَثَلًا عِبْرَةً يَصِدُّوْنَ يَضِجُّوْنَ مُبْرِمُوْنَ مُجْمِعُوْنَ اَوَّلُ الْعَابِدِيْنَ اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ

کی طرف اشارہ کیا اور حِلیہ کی تفسیر جواری یعنی لڑکیوں سے کی یعنی تم نے عورتوں کو اللہ کی اولاد بنالیا ، چنانچہ وہ کہتے تھے۔ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں۔ اور یُنشأ کے معنی یحرج فی الزینت ، اور زینت کی تفسیر حلیہ یعنی بنات سے کی اور آیت کی تفسیر یہ کی کہ تمہاری یہ بات کیسی ہے کہ عورتوں کو اللہ کی بیٹیاں بناتے ہو ، حالانکہ تم اپنے لئے لڑکیوں سے خوش نہیں۔

قولہ لَوْ شَآءَ ،، اس کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ ،، عَبَدْنَاهُمْ ،، میں ضمیر کا مرجع ،، اوثان ،، ہیں فرشتے مرجع نہیں۔ چنانچہ قتادہ نے اللہ تعالی کے اس ارشاد : مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ،، میں کہا کہ تمام مفسرین کا اس میں اتفاق ہے کہ اس میں ضمیر اوثان کی طرف راجع ہے اس کا قرینہ : اَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ،، ہے اور اوثان بمنزلہ عُقلاء قرار دے کر ضمیر مذکور ذکر کی ہے۔

قولہ فِيْ عَقِبِهٖ ،، سے اس آیت کریمہ : وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهٖ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ،، کی طرف اشارہ کیا اور عقب کی تفسیر وَلَد سے کی اور وَلَد سے مراد جنس ولد ہے اس میں پوتے اور ان کی اولاد بھی داخل ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ عقب سے مطلق وارث مراد ہیں ، اور کلمہ باقیہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ،، ہے۔

قولہ مُقْتَرِنُوْنَ ،، سے اس آیت کریمہ اَوْ جَآءَ مَعَهُ الْمَلٰٓئِكَةُ مُقْتَرِنِيْنَ ،، کی طرف اشارہ کیا پھر اس کی تفسیر يَمْشُوْنَ مَعًا ،، سے کی یا اس کے ساتھ فرشتے آتے کہ اس کے پاس اکٹھے ہو کر چلتے

قولہ سَلَفًا ،، سے اس آیت کریمہ فَجَعَلْنَاهُمْ سَلَفًا وَّمَثَلًا لِّلْاٰخِرِيْنَ ،، کی طرف اشارہ کیا ، انہیں ہم نے کر دیا۔ اگلی داستان اور کہاوت پچھلوں کے لئے کہ بعد والے ان کے حال سے نصیحت و عبرت حاصل کریں امام بخاری نے اس کی تفسیر یہ کی کہ ہم نے فرعون کی قوم کو سید کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے کافروں کے لئے کہاوت اور بعد میں آنے والوں کے لئے عبرت بنایا۔ سلفا ،، پہلی امتیں مثلا بعد میں آنے والوں کیلئے عبرت۔

قولہ يَصِدُّوْنَ ،، سے اس آیت کریمہ : اِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّوْنَ ،، کی طرف اشارہ کیا اور اس کی تفسیر يَضِجُّوْنَ سے کی۔ یعنی جبھی تمہاری قوم اس سے ہنسنے لگتی ہے۔ يَصُدُّوْنَ کو ضمہ سے بھی پڑھا گیا ہے۔ اس وقت اس کا معنیٰ ہے اعراض کرتے ہیں۔

قولہ مُبْرِمُوْنَ ،، سے اس آیت کریمہ اَمْ اَبْرَمُوْٓا اَمْرًا فَاِنَّا مُبْرِمُوْنَ ،، کی طرف اشارہ کیا اور مجمعون سے اس کی تفسیر کی۔ یعنی کیا کفار مکہ نے اپنے خیال میں کوئی کام پکا کر لیا ہے تو ہم اپنا کام پکا کرنے والے ہیں

باب قوله ونادوا یا مالك لیقض علینا ربك الآیة

۴۵۰۱ — حدثنا حجاج بن منهال قال حدثنا سفین بن عیینة عن عمرو عن عطاء عن صفوان بن یعلی عن ابیه قال سمعت النبی صلی الله علیه وسلم یقرأ علی المنبر ونادوا یا مالك لیقض علینا ربك وقال قتادة مثلا للآخرین عظة وقال

قولہ مَلائکۃً ،، سے اس آیت کریمہ : وَلَوْ نَشَاءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ مَلَائِكَةً فِي الْأَرْضِ يَخْلُفُونَ ،، کی طرف اشارہ کیا یعنی اور اگر ہم چاہتے تو زمین میں تمہارے بدلے فرشتے لے آتے جو ہماری عبادت اور طاعت کرتے ،،

باب — اللہ تعالیٰ کا ارشاد ! دوزخی (خازن دوزخ) کو آواز دیں گے اے مالک تمہارا رب ہمارا فیصلہ کرے

تفسیر : دوزخی جہنم کے خازن مالک کو نداء کریں گے کہ اے مالک تمہارا رب ہمارا فیصلہ کرے کہ ہمیں موت دے کہ اس عذاب سے رہائی پائیں۔ تو ایک ہزار سال بعد مالک جواب دے گا تم عذاب میں ہمیشہ رہو گے۔ ایک روایت کے مطابق وہ چالیس سال واویلا کرتے رہیں گے مالک جواب نہ دیں گے پھر وہ اللہ تعالیٰ کو پکاریں گے کہ ہمارا خدا ہمیں دوزخ کی آگ سے نجات دے اللہ تعالیٰ بھی دنیا کی عمر کی مدت تک جواب نہ دے گا۔ پھر فرمائے گا تم دوزخ کی آگ میں ذلیل و خوار رہتے رہو اور مجھ سے بات نہ کرو !

۴۵۰۱ — ترجمہ : صفوان بن یعلی نے اپنے والد سے روایت کی وہ رضی اللہ عنہما کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر شریف پر یہ پڑھتے ہوئے سنا۔ وَنَادَوْا يَا مَالِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ الآیۃ اور قتادہ نے مَثَلًا لِلْآخِرِينَ کی تفسیر میں کہا ہم نے ان کو بعد میں آنے والوں کا قروں کے لئے پیشرو بنایا اور پیچھے آنے والوں کے لئے انہیں عبرت کیا۔

غَيْرُهُ مُقْرِنِيْنَ ضَابِطِيْنَ يُقَالُ فُلَانٌ مُقْرِنٌ لِفُلَانٍ ضَابِطٌ لَهُ
وَالْاَكْوَابُ الْاَبَارِيْقُ الَّتِيْ لَا عُرْوَةَ لَهَا اَوَّلُ الْعَابِدِيْنَ اَيْ مَاكَانَ
فَاَنَا اَوَّلُ الْاٰنِفِيْنَ وَهُمَا لُغَتَانِ رَجُلٌ عَابِدٌ وَعَبِدٌ وَقَرَأَ عَبْدُ اللّٰهِ وَ
قَالَ الرَّسُوْلُ يَارَبِّ وَيُقَالُ اَوَّلُ الْعَابِدِيْنَ الْجَاحِدِيْنَ مِنْ عَبِدَ
يَعْبَدُ وَقَالَ قَتَادَةُ فِيْ اُمِّ الْكِتٰبِ جُمْلَةِ الْكِتٰبِ اَصْلِ الْكِتٰبِ اَفَنَضْرِبُ عَنْكُمُ
الذِّكْرَ صَفْحًا اِنْ كُنْتُمْ قَوْمًا مُسْرِفِيْنَ مُشْرِكِيْنَ وَاللّٰهِ لَوْ اَنَّ هٰذَا
الْقُرْاٰنَ رُفِعَ حَيْثُ رَدَّهُ اَوَائِلُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ لَهَلَكُوْا فَاَهْلَكْنَا اَشَدَّ
مِنْهُمْ بَطْشًا وَمَضٰى مَثَلُ الْاَوَّلِيْنَ عُقُوْبَةُ الْاَوَّلِيْنَ جُزْءًا عِدْلًا

قولہ غَيْرُهُ " یعنی قتادہ کے غیر نے " وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِيْنَ " کی تفسیر میں کہا مقرنین بمعنی ضابطین ہے کہا جاتا ہے فلاں شخص فلاں کا مُقرن یعنی ضابط ہے اور اس کو قابو کرنے والا ہے۔

قولہ وَالْاَكْوَاب " سے اس آیت کریمہ " يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ ذَهَبٍ وَّاَكْوَابٍ " کی طرف اشارہ کیا یعنی ان پر سونے کی رکابیوں اور جاموں کا دور چلے گا۔ اکواب کُوب کی جمع ہے۔ زمخشری نے کہا کُوب وہ کوزہ ہے جس کی مٹھی (دستہ) نہ ہو جس سے پانی پینے والا ہر طرف سے پی سکتا ہے۔

قولہ اَوَّلُ الْعَابِدِيْنَ " سے اس آیت کریمہ " قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ فَاَنَا اَوَّلُ الْعَابِدِيْنَ " کی طرف اشارہ کیا اور عابدین کی تفسیر انفین سے کی۔ یہ آیت کریمہ عنقریب گزری ہے۔ یہاں عابدین کا دوسرا معنی بیان کرنے کے لئے ذکر کیا ہے۔ یہاں اَوَّلُ الْعَابِدِيْنَ کی تفسیر مَاكَانَ فَاَنَا اَوَّلُ الْاٰنِفِيْنَ " سے کی۔ اور مَاكَانَ " اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ " کی تفسیر ہے۔ اور " اِنْ " نافیہ ہے۔ یعنی اللہ کی اولاد نہیں ہے۔ عابد اور عَبِد دو لغتیں ہیں۔ عابد بمعنی مومن اور عبد بمعنی آنف ہے یعنی اللہ کی اولاد نہیں اور میں سب سے پہلا نفرت کرنے والا ہوں گا۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے " قِيْلِهٖ " کی جگہ " قَالَ الرَّسُوْلُ يَارَبِّ " پڑھا ہے۔ اگر اسے " قِيْلِهٖ يَارَبِّ " کی تفسیر میں ذکر کیا جاتا تو مناسب تھا۔

قولہ يُقَالُ " یعنی اول العابدین بمعنی اول الجاحدین اور یہ عَبِدَ يَعْبَدُ " ماضی میں باء مکسور اور مضارع میں مفتوح ہے کسورہ بھی پڑھا جاتا ہے۔ ان کے معنی انکار کے ہیں۔ اس تقدیر پر اس کی تفسیر یہ ہے:

سورۃ حم الدخان

وَقَالَ مُجَاهِدٌ رَهْوًا طَرِيقًا يَابِسًا عَلَى الْعَالَمِينَ عَلَى مَنْ بَيْنَ

اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ فَاَنَا اَوَّلُ الْجَاحِدِيْنَ ،، یعنی اس کی اولاد نہیں میں سب سے پہلے اس کا انکار کرتا ہوں ، چنانچہ عرب کہتے ہیں ،، اِن کَانَ ھٰذَا الْاَمْرُ قَطُّ ،، یعنی یہ بات ہرگز نہیں ہے۔ سدی نے اس کی تفسیر میں کہا کہ اِنْ بمعنی لَو یعنی اگر رحمٰن کی اولاد ہوتی تو میں سب سے پہلے اس کا انکار کرتا ، لیکن اس کی اولاد نہیں ہے (عینی)

قولہ فِی اُمِّ الْکِتَابِ ،، سے اس آیت کریمہ : وَاِنَّهٗ فِیْ اُمِّ الْکِتَابِ ،، کی طرف اشارہ کیا۔ اور قتادہ نے اس کی تفسیر جملۃ الکتاب اور اصل کتاب سے کی۔ مفسرین نے اس کی تفسیر لوح محفوظ سے کی ہے

قولہ اَفَنَضْرِبُ ،، تو کیا ہم تم سے ذکر کا پہلو پھیر دیں اس پر کہ تم لوگ شرک کرنے والے اور حد سے بڑھنے والے ہو۔ مُسْرِفِیْنَ بمعنی مشرکین ہے۔ بخدا اگر ایسا ہوتا کہ یہ قرآن اٹھا لیا جاتا جبکہ اس امت نے اس کو مسترد کر دیا تو یقیناً وہ ہلاک ہو جاتے ، لیکن اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے باعث ان پر بار بار اس کا تکرار اور اعادہ کرتا رہا۔ یہ قتادہ کا کلام ہے۔

قولہ فَاَهْلَکْنَا ،، تو ہم نے وہ ہلاک کر دیئے جو ان سے بھی بڑھ کر سخت تھے اور اگلوں کا حال گزر چکا ہے۔ امام نے مَثَلُ الْاَوَّلِیْنَ ،، کی تفسیر عقوبت سے کی۔

قولہ جزءًا ،، سے اس آیت کریمہ وَجَعَلُوْا لَهٗ مِنْ عِبَادِهٖ جُزْءًا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَکَفُوْرٌ مُّبِیْنٌ کی طرف اشارہ کیا اور جزءًا کی تفسیر عدلًا سے کی۔ یعنی اس کے لئے اس کے بندوں میں سے اس کا ٹکڑا ٹھہرایا بے شک آدمی کھلا ناشکرا ہے۔ جو ایسی باتوں کا قائل ہے کہ فرشتوں کو اس کی بیٹیاں بتایا ،، اس میں کافروں کو توبیخ ہے ،،

سورۃ حٰم دخان

مقاتل نے کہا یہ سورت ساری مکی ہے۔ اس میں کوئی اختلاف نہیں اس کی انسٹھ آیات ہیں امام ترمذی نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کی جو کوئی اس سورت کو رات پڑھے صبح تک

ظَهْرَيْهِ فَاعْتِلُوهُ ادْفَعُوهُ وَزَوَّجْنَاهُمْ بِحُورٍ عِينٍ أَنْكَحْنَاهُمْ حُورًا عِينًا
يَحَارُ فِيهَا الطَّرْفُ تَرْجُمُونِ الْقَتْلُ وَرَهْوًا سَاكِنًا وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ كَالْمُهْلِ

اس کے لئے ستر ہزار فرشتے استغفار کرتے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
کہ جو کوئی جمعہ کی رات یہ سورت پڑھے اس کو بخش دیا جاتا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قولہ رَهْوًا ”سے اس آیت کریمہ ”وَاتْرُكِ الْبَحْرَ رَهْوًا إِنَّهُمْ جُنْدٌ مُغْرَقُونَ“ کی طرف اشارہ
کیا اور اس کی تفسیر طریقا یابسا خشک راستہ سے کی۔ ربیع سے اس کا معنی آسان راستہ منقول ہے۔
آیت کریمہ کے معنی یہ ہیں اور دریا کو یونہی جگہ جگہ سے کھلا چھوڑ دے۔ بے شک وہ ڈبویا جائے گا۔ کھلا
چھوڑنے میں حکمت یہ ہے کہ فرعونی ان راستوں سے دریا میں داخل ہو جائیں۔

قولہ عَلٰى عِلْمٍ“ سے اس آیت کریمہ ”وَلَقَدِ اخْتَرْنَاهُمْ عَلٰى عِلْمٍ عَلَى الْعَالَمِينَ“ کی طرف اشارہ کیا اور
اس کی تفسیر عَلٰى مَنْ بَيْنَ ظَهْرَيْهِ سے کی یعنی ہم زمانہ لوگوں پر۔ آیت کے معنی یہ ہیں۔ بے شک ہم نے
بنی اسرائیل کو دانستہ چن لیا اس زمانہ والوں سے۔

قولہ فَاعْتِلُوهُ“ سے اس آیت کریمہ ”خُذُوهُ فَاعْتِلُوهُ إِلٰى سَوَاءِ الْجَحِيمِ“ کی طرف اشارہ کیا اور
اس کی تفسیر ادْفَعُوهُ سے کی یعنی اس کو دوزخ کے درمیان لے جاؤ۔ آیت کریمہ کے معنی یہ ہیں ”گنہگار
کو پکڑو ٹھیک بھڑکتی آگ کی طرف بزور گھسیٹتے لے جاؤ“۔ بعض تفاسیر میں اس کے معنی سُوقُوهُ إِلَى النَّارِ
کئے ہیں، چنانچہ کہا جاتا ہے عَتَلَهُ يَعْتِلُهُ عَتْلًا“ جبکہ بزور لاکر دفع کریں۔

قولہ وَزَوَّجْنَاهُمْ بِحُورٍ عِينٍ“ اور ہم نے انہیں بیاہ دیا نہایت سیاہ اور روشن بڑی آنکھوں
والیوں سے کہ ان میں ظاہری آنکھیں حیران رہ جاتی ہیں۔ ان کی پنڈلیوں کی مخ کپڑوں میں سے ظاہر ہوتی
ہے۔ ان کو دیکھنے والا ان کے جسم کے کسی حصہ سے اپنا چہرہ ایسے دیکھتا ہے جیسے آئینہ میں دیکھتا ہے۔

قولہ تَرْجُمُونَ“ سے اس آیت کریمہ : ”وَإِنِّي عُذْتُ بِرَبِّي وَرَبِّكُمْ أَنْ تَرْجُمُونِ“ کی طرف
اشارہ کیا اور اس کی تفسیر قتل سے کی۔ رجم سے ترجمون مشتق ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کی تفسیر
يَشْتِمُونَ سے کی ہے۔ یعنی گالیاں دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جادوگر ہیں۔

قولہ كَالْمُهْلِ“ سے اس آیت کریمہ : ”إِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّومِ طَعَامُ الْأَثِيمِ كَالْمُهْلِ يَغْلِي فِي الْبُطُونِ“ کی طرف اشارہ کیا

أَسْوَدُ كَمُهْلِ الزَّيْتِ وَقَالَ غَيْرُهُ تُبَّعٌ مُلُوكُ الْيَمَنِ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ يُسَمَّى تُبَّعًا لِأَنَّهُ يَتْبَعُ صَاحِبَهُ وَالظِّلُّ يُسَمَّى تُبَّعًا لِأَنَّهُ يَتْبَعُ الشَّمْسَ

بَابُ فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُبِينٍ

وَقَالَ قَتَادَةُ فَارْتَقِبْ فَانْتَظِرْ

۴۵۰۲ ـ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ عَنْ أَبِي حَمْزَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ مُسْلِمٍ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ مَضَى خَمْسٌ الدُّخَانُ وَالرُّومُ وَالْقَمَرُ وَالْبَطْشَةُ وَاللِّزَامُ

بے شک تھوہر کا پیڑ گنہگاروں کی خوراک ہے گلے ہوئے تانبے کی طرح پیٹوں میں جوش مارتا ہے۔ ازہری نے کہا ہر گلا ہوا تانبہ، سیسہ، پیتل اور گلی ہوئی چاندی کو مُہل کہتے ہیں۔ بعض نے تیل کے نیچے والی میل کچیل کو مُہل کہا ہے۔ بعض نے کہا دوزخیوں کے چمڑوں سے جاری پیپ مُہل ہے۔ لیث نے کہا مُہل گندھک کی قسم ہے جو زرد رقیق ہوتی ہے۔ سردیوں میں اونٹوں کو ملی جاتی ہے۔ اصمعی نے کہا وہ پیپ ہے اور جو میت سے نکلے اس کو بھی مُہل کہتے ہیں۔ ابن جبیر سے روایت ہے کہ مہل نہایت ہی گرم شئی ہے جس کی گرمی انتہا کو پہنچی ہو۔ بعض نے کہا خبث جواہر یعنی سونا چاندی لوہے وغیرہ کی میل کو مہل کہا جاتا ہے۔
قولہ تُبَّع "سے اس آیت کریمہ أَهُمْ خَيْرٌ أَمْ قَوْمُ تُبَّعٍ" کی طرف اشارہ کیا پھر اس کی تفسیر ملوک یمن (یمن کے بادشاہوں) سے کی۔ کیا طاقت میں کفار مکہ بہتر ہیں یا تبع کی قوم اور جو اُن سے پہلے تھے۔ ہم نے انہیں ہلاک کر دیا۔ یہ اس لئے کہ یمن کے بادشاہ کو تبع کہتے ہیں جیسے فارس کے بادشاہ کو کسریٰ روم کے بادشاہ کو قیصر، حبشہ کے بادشاہ کو نجاشی اور ترکستان کے بادشاہ کو خاقان کہتے ہیں۔ (عینی) یمن کے بادشاہ کو تبع اس لئے کہتے ہیں کہ اُن میں سے ہر ایک اپنے پہلے ساتھی کی اتباع کرتا ہے۔ سائے کو بھی تبع کہا جاتا ہے کیونکہ وہ سورج کے تابع ہوتا ہے۔

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد! تم اس دن کے منتظر رہو، جب آسمان ایک ظاہر دھواں لائیگا،

قتادہ نے کہا "فَارْتَقِبْ" بمعنی "اِنْتَظِرْ" ہے۔ انتظار کرو!

بَابٌ قَوْلِهِ يَغْشَى النَّاسَ هٰذَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ

[illegible] ـ حَدَّثَنَا يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ مُسْلِمٍ عَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ اِنَّمَا كَانَ هٰذَا لِاَنَّ قُرَيْشًا لَمَّا اسْتَعْصَوْا عَلَى النَّبِيِّ

ترجمہ: عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے قیامت کی پانچ علامتیں گزر چکی ہیں۔ ایک دھواں۔ دوسری روم۔ تیسری قمر۔ چوتھی بطشہ پانچویں لزام۔

تشریح: قیامت سے پہلے پانچ علامات ہیں جن کا وقوع ہو چکا ہے ان میں سے ایک دخان (دھواں) ہے جو کافروں اور منافقوں کے کانوں اور نتھنوں میں داخل ہوگا جس سے وہ سخت بیمار ہو جائیں گے اور مسلمانوں کو زکام کی طرح عارض ہوگا اور ساری زمین دھوئیں سے بھر جائے گی جیسے گھر میں آگ جلائی تو وہ سارا دھوئیں سے بھر جاتا ہے۔ اس کی دلیل یہ آیت کریمہ ہے: "یَوْمَ تَاْتِی السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِیْنٍ" یہ قیامت کے قریب ظاہر ہوگا چالیس روز و شب رہے گا۔ دوسری علامت کی طرف اس آیت کریمہ میں اشارہ ہے۔ "الٓمّٓ غُلِبَتِ الرُّوْمُ وَهُمْ مِّنْ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَیَغْلِبُوْنَ" یعنی رومی مغلوب ہوئے پاس کی زمین میں اور اپنی مغلوبی کے بعد عنقریب غالب ہوں گے اہل فارس کے مقابلہ میں اہل فارس مغلوب ہوں گے۔ یہ علامت گزر چکی ہے۔ تیسری علامت انشقاق قمر ہے یہ بھی گزر چکی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ" اور ظاہر ہے کہ معجزۂ انشقاق قمر واقع ہو چکا ہے۔ چوتھی علامت بطشہ ہے یعنی کافر قتل اور اسیر ہوں گے۔ اس آیت کریمہ "یَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْکُبْرٰی" میں اسی طرف اشارہ ہے لہٰذا پکڑ دھکڑ اور قتل بدر میں ہو چکا ہے جبکہ ستر کافر قتل ہوئے اور ستر کو قیدی بنا لیا گیا تھا۔ پانچویں علامت لزام ہے یہ بھی واقع ہو چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "فَسَوْفَ یَکُوْنُ لِزَامًا" عنقریب بدر کے دن کافر قید ہوں گے۔ حدیث: ۹۸۵ جلد: ۲ کی شرح دیکھیں۔

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد! دھواں لوگوں کو ڈھانپ لے گا یہ دردناک عذاب ہے۔

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعَا عَلَيْهِمْ بِسِنِيْنَ كَسِنِيْ يُوْسُفَ فَأَصَابَهُمْ قَحْطٌ وَجَهْدٌ
حَتّٰى أَكَلُوا الْعِظَامَ فَجَعَلَ الرَّجُلُ يَنْظُرُ إِلَى السَّمَاءِ فَيَرٰى مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا
كَهَيْأَةِ الدُّخَانِ مِنَ الْجَهْدِ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ
بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ يَغْشَى النَّاسَ هٰذَا عَذَابٌ أَلِيْمٌ قَالَ فَأُتِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اسْتَسْقِ اللّٰهَ لِمُضَرَ فَإِنَّهَا قَدْ هَلَكَتْ
قَالَ لِمُضَرَ إِنَّكَ لَجَرِيْءٌ فَاسْتَسْقٰى فَسُقُوْا فَنَزَلَتْ إِنَّكُمْ عَائِدُوْنَ فَلَمَّا أَصَابَتْهُمُ
الرَّفَاهِيَةُ عَادُوْا إِلٰى حَالِهِمْ حِيْنَ أَصَابَتْهُمُ الرَّفَاهِيَةُ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى يَوْمَ
نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى إِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ قَالَ يَعْنِيْ يَوْمَ بَدْرٍ

یہ دردناک عذاب دھواں ہے جو مشرق سے مغرب تک ساری زمین کو ڈھانپ لے گا اور چالیس روز و شب رہے گا۔"

۴۵۰۳ — ترجمہ: مسروق نے کہا کہ عبداللہ بن مسعود نے کہا یہ حال نہ تھا مگر اس لئے کہ مشرکین قریش نے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی تو آپ نے ان پر قحط سالی کی دعاء فرمائی جیسے یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں قحط پڑا تھا۔ قریش قحط سالی اور سخت مشقت میں مبتلا ہو گئے حتیٰ کہ انھوں نے بھوک کی وجہ سے ہڈیاں کھائیں اور جو کوئی آسمان کی طرف نگاہ کرتا تو بھوک کی وجہ سے اس کے اور آسمان کے درمیان دھوئیں کی طرح نظر آتا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ: فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ يَغْشَى النَّاسَ هٰذَا عَذَابٌ أَلِيْمٌ نازل فرمائی۔ عبداللہ بن مسعود نے کہا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص (ابوسفیان ابن حرب) آیا پس عرض کیا گیا یا رسول اللہ اللہ تعالیٰ سے مضر قوم کے لئے بارش کی دعا فرمائیں وہ ہلاک ہو رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مضر (ابوسفیان) سے فرمایا تو بہت دلیر ہے اور بارش کے لئے دعاء فرمائی تو بارش ہو گئی تو یہ آیت کریمہ: "إِنَّكُمْ عَائِدُوْنَ" نازل ہوئی جب وہ فراخی اور آرام میں ہوئے تو اپنے اسی حال کی طرف لوٹ گئے جبکہ انہیں فراخی اور آرام کی زندگی میسر تھی۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ

بَابٌ قَوْلِهٖ رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ اِنَّا مُؤْمِنُوْنَ

۴۵۰۴ — حَدَّثَنَا يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِي الضُّحٰى عَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰى عَبْدِ اللّٰهِ فَقَالَ اِنَّ مِنَ الْعِلْمِ اَنْ تَقُوْلَ لِمَا لَا تَعْلَمُ اللّٰهُ اَعْلَمُ اِنَّ اللّٰهَ قَالَ لِنَبِيِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْ مَآ اَسْاَلُكُمْ

يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى اِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ ،، نازل فرمائی جس دن ہم سخت پکڑ پکڑیں گے بیشک ہم بدلہ لینے والے ہیں۔ عبداللہ بن مسعود نے کہا اس سے مراد بدر کا دن ہے (جس میں بڑے بڑے مشرک قتل ہو گئے تھے)

۴۵۰۳ — شرح : جب قریش خشک سالی میں مبتلا ہوئے تو ابوسفیان جو مضر قبیلہ کا اس وقت سردار تھا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور بارش کی آپ سے استدعا کی تو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے مضر یعنی ابوسفیان سے فرمایا اور اس کا مضر پر اطلاق کیا، کیونکہ وہ اس قبیلہ کا سردار تھا، عرب میں یہ رواج ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کو قتل کر دے تو قتل کی نسبت قاتل کے قبیلہ کی طرف کی جاتی تھی، حالانکہ واقعہ میں وہ نسبت صرف متعین شخص کی طرف ہوتی تھی۔ اے ابوسفیان تو بہت دلیر ہے کہ تو اللہ کا شریک بناتا ہے اور اس سے رحمت بھی طلب کرتا ہے جب تم سے یہ عذاب اٹھا لیا جائے گا تو تم پھر شرک کرنے لگو گے اور اس پر اصرار کرو گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور وہ پھر آپ سے دشمنی کرنے میں سخت ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے بدر میں ان سے انتقام لیا جبکہ قریش مکہ کے ستر سردار قتل ہوئے اور ستر قید و بند میں مبتلا ہوئے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے بعد اس حدیث کے تین عنوان ذکر کئے ہیں اور بعینہٖ یہ حدیث مطول و مختصر ذکر کی ہے۔ نیز استسقاء میں حدیث ۹۸۵۔ ج : ۲۔ سورۂ روم کی تفسیر میں حدیث ۴۴۵۶ ج : ۷ اور سورۂ ص میں حدیث ۴۴۹۰ ج : ۷ ذکر کی۔ فَلْيُطَالِعْ ثَمَّہٗ اَيْضًا۔

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد! اے ہمارے رب ہم پر سے عذاب کھول دے ہم ایمان لاتے ہیں!..

عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّ مَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ اِنَّ قُرَيْشًا لَمَّا غَلَبُوا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاسْتَعْصَوْا عَلَيْهِ قَالَ اللّٰهُمَّ اَعِنِّيْ عَلَيْهِمْ بِسَبْعٍ كَسَبْعِ يُوْسُفَ فَاَخَذَتْهُمْ سَنَةٌ اَكَلُوْا فِيْهَا الْعِظَامَ وَالْمَيْتَةَ مِنَ الْجَهْدِ حَتّٰى جَعَلَ اَحَدُهُمْ يَرٰى مَا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ السَّمَآءِ كَهَيْئَةِ الدُّخَانِ مِنَ الْجُوْعِ قَالُوْا رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ اِنَّا مُؤْمِنُوْنَ فَقِيْلَ اِنْ كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَادُوْا فَدَعَا رَبَّهٗ فَكَشَفَ عَنْهُمْ فَعَادُوْا فَانْتَقَمَ اللّٰهُ مِنْهُمْ يَوْمَ بَدْرٍ فَذٰلِكَ قَوْلُهٗ تَعَالٰى يَوْمَ تَاْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ اِلٰى قَوْلِهٖ جَلَّ ذِكْرُهٗ اِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ

۴۵۰۴ — ترجمہ : مسروق نے کہا میں عبداللہ بن مسعود کے پاس آیا اور کہا دانش مندی یہ ہے کہ جس چیز کو تو نہ جانتا ہو تو تُو کہے اللہ جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا آپ فرما دو! میں تم سے اس پر اُجرت کا سوال نہیں کرتا اور نہ ہی میں تکلف کرنے والوں سے ہوں۔ جب قریش نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر غلبہ کر لیا اور آپ کی نافرمانی کی تو فرمایا اے اللہ یوسف علیہ السلام کی سی خشک سالی کی طرح اُن پر سات برس خشک سالی کے ساتھ میری مدد کر تو ان کو خشک سالی نے پکڑ لیا اس میں اُنھوں نے سخت بھوک کے باعث ہڈیاں اور مُردار کھائے حتیٰ کہ اُن میں سے آدمی کو اپنے اور آسمان کے درمیان بھوک کے سبب دھوئیں کی طرح نظر آتا تھا اُنھوں نے کہا اے ہمارے پروردگار ہم سے عذاب کھول دے۔ ہم ایمان لاتے ہیں اور آپ سے کہا گیا اگر ہم نے اُن سے عذاب کھول دیا گیا۔ وہ پھر شرک کی طرف لوٹ آئے تو اللہ نے بدر کے روز اُن سے بدلہ لیا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یَوْمَ تَاْتِی السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِیْنٍ "منتقمون تک"

۴۵۰۴ — شرح : اس میں ایک قصہ خواں پر تعریض ہے۔ علامہ قسطلانی نے ذکر کیا۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے کلام کا سبب یہ ہے کہ ایک شخص کندہ میں باتیں کر رہا تھا۔ اُس نے باتوں میں کہا قیامت کے دن دھواں آئے گا وہ منافقوں کے کانوں اور آنکھوں میں داخل ہوگا اور مومن کو صرف زکام کی حالت عارض ہوگی۔ ہم گھبرا کر ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور اُن سے یہ بیان کیا تو وہ غصہ سے بھر گئے اور تکیہ چھوڑ کر بیٹھ گئے۔ اور کہا جس کو کسی شئ

بَابُ قَوْلِهٖ اَنّٰى لَهُمُ الذِّكْرٰى وَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ اَلذِّكْرُ وَالذِّكْرٰى وَاحِدٌ

۴۵۰۵ — حَدَّثَنَا سُلَيْمٰنُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِي الضُّحٰى عَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰى عَبْدِ اللّٰهِ ثُمَّ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا دَعَا قُرَيْشًا كَذَّبُوْهُ وَاسْتَعْصَوْا عَلَيْهِ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اَعِنِّيْ عَلَيْهِمْ بِسَبْعٍ كَسَبْعِ يُوْسُفَ فَاَصَابَتْهُمْ سَنَةٌ حَصَّتْ كُلَّ شَيْءٍ حَتّٰى كَانُوْا يَاْكُلُوْنَ الْمَيْتَةَ فَكَانَ يَقُوْمُ اَحَدُهُمْ فَكَانَ يَرٰى بَيْنَهٗ وَبَيْنَ السَّمَآءِ مِثْلَ الدُّخَانِ مِنَ

کاعلم ہو تو کہے اگر علم نہ ہو تو کہے اللہ جانتا ہے اور نامعلوم شئی میں تکلف نہ کرو اور کہا یہ واقعہ گزر چکا ہے علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے نقل کیا کہ ابن عباس، ابن عمر، زید بن علی اور حسن بصری رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ یہ دھواں قیامت کے علامات سے ہے اور قیامت سے کچھ پہلے ظاہر ہوگا۔ کافروں کے غلبہ سے مراد یہ ہے کہ کفار نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طاعت ترک کر دی اور کفر پر جمے رہے۔

باب — اللہ تعالیٰ کا ارشاد! کہاں سے ہو انہیں نصیحت ماننا حالانکہ اُن کے پاس صاف بیان فرمانے والا رسول تشریف لا چکا ہے"

تفسیر: یعنی ان لوگوں پر مصائب کے بادل چھائے رہے اور انکو سخت عذاب دیا گیا تو اس حالت میں وہ کیسے نصیحت مانیں گے حالانکہ اُن کے پاس عظیم رسول صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لایا اور معجزات ظاہرات اور آیات بینات پیش فرمائے۔

۴۵۰۵ — ترجمہ: مسروق نے کہا میں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس گیا۔ پھر کہا جب

الْجَهْدِ وَالْجُوْعِ ثُمَّ قَرَأَ فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَاْتِى السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ يَّغْشَى النَّاسَ هٰذَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ حَتّٰى بَلَغَ اِنَّا كَاشِفُوْا الْعَذَابِ قَلِيْلًا اِنَّكُمْ عَآئِدُوْنَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ اَفَيُكْشَفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قَالَ وَالْبَطْشَةُ الْكُبْرٰى يَوْمُ بَدْرٍ

بَابُ قَوْلِهٖ ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَقَالُوْا مُعَلَّمٌ مَّجْنُوْنٌ

۴۵۰۶ — حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کو دعوت اسلام دی تو قریش نے آپ کو جھٹلا دیا۔ آپ نے فرمایا اے اللہ یوسف علیہ السلام کی سی خشک سالی کی طرح اُن پر سات برس خشک سالی کے ساتھ میری مدد فرما! تو اُن پر خشک سالی آگئی اور کھانے کی ہر شئی لے گئی حتی کہ وہ مُردار کھانے لگے اُن میں سے کوئی شخص کھڑا ہوتا تو مشقت اور بھوک کے سبب اپنے اور آسمان کے درمیان دھوئیں کی طرح دیکھتا پھر یہ آیت کریمہ : فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَاْتِى السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ يَّغْشَى النَّاسَ هٰذَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ حتی کہ كَاشِفُوا الْعَذَابِ قَلِيْلًا اِنَّكُمْ عَآئِدُوْنَ " تک پہنچے۔ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کیا قیامت کے روز اُن سے عذاب کھولا جائے گا؟ اُنہوں نے کہا اور بطشہ کبرٰی بدر کا دن ہے۔

۴۵۰۵ — شرح : امام نے یہ حدیث تین تراجم کے ساتھ ذکر کی۔ ان میں سے یہ تیسری حدیث ہے۔ حصّت لے گئی۔ سَنَة خشک سالی جس میں کچھ نہ ہو اور وہ ہر شئی سے خالی ہو۔ بطشہ کبرٰی " يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى کی تفسیر ہے (عینی)

باب اللہ تعالٰی کا ارشاد! پھر اس سے روگرداں ہوئے اور بولے سکھایا ہوا دیوانہ ہے !!"

تفسیر : کفار مکہ نے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے اعراض کیا اور منہ پھیرتے ہوئے

سُلَيْمٰنَ وَمَنْصُوْرٍ عَنْ اَبِى الضُّحٰى عَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ بَعَثَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ قُلْ مَآ اَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّ مَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا رَاٰى قُرَيْشًا اِسْتَعْصَوْا عَلَيْهِ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اَعِنِّىْ عَلَيْهِمْ بِسَبْعٍ كَسَبْعِ يُوْسُفَ فَاَخَذَتْهُمُ السَّنَةُ حَتّٰى حَصَّتْ كُلَّ شَىْءٍ حَتّٰى اَكَلُوا الْعِظَامَ وَالْجُلُوْدَ فَقَالَ اَحَدُهُمْ حَتّٰى اَكَلُوا الْجُلُوْدَ وَالْمَيْتَةَ وَجَعَلَ يَخْرُجُ مِنَ الْاَرْضِ كَهَيْئَةِ الدُّخَانِ فَاَتَاهُ اَبُوْسُفْيَانَ فَقَالَ اَىْ مُحَمَّدُ اِنَّ قَوْمَكَ قَدْ هَلَكُوْا فَادْعُ اللّٰهَ اَنْ يَّكْشِفَ عَنْهُمْ فَدَعَا ثُمَّ قَالَ يَعُوْدُوْا بَعْدَ هٰذَا فِىْ حَدِيْثِ مَنْصُوْرٍ ثُمَّ قَرَأَ فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَاْتِى السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ اِلٰى عَآئِدُوْنَ اَيُكْشَفُ عَذَابُ الْاٰخِرَةِ فَقَدْ مَضَى الدُّخَانُ وَالْبَطْشَةُ وَاللِّزَامُ وَقَالَ اَحَدُهُمُ الْقَمَرُ وَقَالَ الْاٰخَرُ الرُّوْمُ

چلے گئے اور آپ کو قبول نہ کیا اور کہا یہ سکھایا ہُوا دیوانہ ہے جس کو وحی کی غشی طاری ہونے کے وقت جنات یہ کلمات تلقین کر جاتے ہیں (العیاذ باللہ)

۴۵۰۶ — ترجمہ : عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ تعالیٰ نے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول بنا کر بھیجا اور فرمایا۔ اے حبیب فرما دو! میں تبلیغ پر تم سے اُجرت طلب نہیں کرتا اور نہ میں تکلف سے باتیں کرتا ہوں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب قریش کو دیکھا کہ اُنھوں نے آپ کی نافرمانی کی ہے تو فرمایا اے اللہ! یوسف علیہ السلام کی سی خشک سالی سے سات خشک سالوں کے ساتھ اِن پر میری مدد فرما پس ان کو خشک سالی نے پکڑا حتیٰ کہ وہ ہر شئے لگئی (ان کے پاس کچھ کھانے کو نہ رہا اور یہاں تک معاملہ پہنچا کہ) اُنھوں نے ہڈیاں اور چمڑے کھائے حدیث کے ایک راوی نے کہا زمین سے دھوئیں کی طرح کچھ نکلتا تھا۔ آپ کے پاس ابوسفیان آیا

بَابُ قَوْلِهٖ اِنَّا كَاشِفُوا الْعَذَابِ قَلِيْلًا اِنَّكُمْ عَآئِدُوْنَ اِلٰى قَوْلِهٖ مُنْتَقِمُوْنَ

۴۵۰۷ ـ حَدَّثَنَا يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ مُسْلِمٍ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ خَمْسٌ قَدْ مَضَيْنَ اَللِّزَامُ وَالرُّوْمُ وَالْبَطْشَةُ وَالْقَمَرُ وَالدُّخَانُ

اور کہا اے محمد "صلی اللہ علیہ وسلم" آپ کی قوم ہلاک ہو رہی ہے۔ اللہ سے دُعا کریں کہ لوگوں سے عذاب کھول دے۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعا فرمائی اور خشک سالی دُور ہو گئی۔ پھر فرمایا یہ لوگ اپنی پہلی حالت کی طرف لوٹ جائیں گے۔ منصور کی حدیث میں ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی: فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَاْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ "کیا آخرت کا عذاب کھلے گا؟ پس دھواں بطشہ اور لزام گزر چکے ہیں (ان کا وقوع ہو گیا ہے) اس حدیث کے راویوں میں سے ایک راوی نے کہا شق قمر جو قیامت کی علامت ہے ہو چکا ہے۔ دوسرے راوی نے کہا روم (رومیوں کا مغلوب ہونا) بھی گزر چکا ہے جس دن ہم زبردست پکڑ پکڑیں گے یقیناً ہم بدلہ لینے والے ہیں۔

۴۵۰۶ ـ شرح: فقال احدہم، قیاس تو یہ ہے کہ "اَحَدُہُمَا" کہتے کیونکہ ابوالضحٰی سے دو راوی روایت کرتے ہیں اور وہ سلیمان اور منصور ہیں۔ علامہ کرمانی نے اس کی توجیہہ یہ کی کہ اقل جمع کے دو فرد ہوتے ہیں۔ یہی حدیث کا محمل ہے۔ اس حدیث میں ہے کہ دھواں زمین سے نکلتا تھا اور ہوا میں چلا جاتا تھا اور اس سے پہلی حدیث میں ہے کہ یہ دھواں دیکھنے والے اور آسمان کے درمیان تھا، لیکن یہ تضاد نہیں کیونکہ یہ بھی کفار کا گمان تھا کہ دھواں زمین سے نکلتا ہے جیسے وہ گمان تھا کہ اُن کے اور آسمان کے درمیان دھواں ہے۔ لہٰذا دونوں حدیثوں میں منافات نہیں۔

قولہ فی حدیث منصور، یعنی ابوالضحٰی سے راوی منصور کی حدیث میں ہے کہ پھر فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَاْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ، کی تلاوت کی۔

قولہ قال احدھم، یعنی ابوالضحٰی سے روایت کرنے والے دونوں راویوں نے بطشہ، دخان اور لزام میں اتفاق کیا ہے۔ اور انشقاقِ قمر میں ان کی رائے مختلف ہے۔

سُوْرَۃُ الْجَاثِیَۃِ

جَاثِیَۃٌ مُسْتَوْفِزِیْنَ عَلَی الرُّکَبِ وَقَالَ مُجَاھِدٌ نَسْتَنْسِخُ نَکْتُبُ نَنْسَاکُمْ نَتْرُکُکُمْ

۴۵۰۷ — ترجمہ : عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا پانچ علامات لزام، روم، بطشہ قمر اور دخان گزر چکی ہیں۔

۴۵۰۷ — شرح : ابن مسعود رضی اللہ عنہ اس پر مُصر ہیں کہ دخان گزر چکا ہے لیکن ابن عمر رضی اللہ عنہما کے کلام سے ظاہر ہے کہ یہ علامت ابھی نہیں گزری حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آئت دخان ابھی نہیں گزری۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آئت دخان ابھی نہیں گزری۔ شریح نے بھی یہی روایت کی ہے۔ مسلم کی حدیث اس کی مؤید ہے کہ قیامت قائم نہ ہوگی۔ حتیٰ کہ تم دس علامات دیکھو گے۔ مغرب سے سورج کا طلوع ہونا، دھواں ظاہر ہونا اور دجال کا دابہ الخ واللہ ورسولہ اعلم!

سورہ حٰمٓ جاثیہ

یہ سورت بالاتفاق مکی ہے۔ اس کی ۳۷۔ آیات ہیں۔ بعض نسخوں میں سورۃ جاثیہ ہے۔ حٰمٓ کو ذکر نہیں کیا۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قولہ جاثیۃٌ " سے اس آئت کریمہ تَرٰی کُلَّ اُمَّۃٍ جَاثِیَۃً "، کی طرف اشارہ کیا اور مُسْتَوْفِزِیْنَ عَلَی الرُّکَبِ "۔ سے اس کی تفسیر کی کہ تم ہر گروہ کو دیکھو گے زانو کے بل گرے ہوئے۔ جب کوئی زانو اٹھا کر بیٹھے تو کہا جاتا ہے اِسْتَوْفَزَ فِیْ قَعْدَتِہٖ "، یعنی وہ اس دن کے خوف وہراس سے زانو کے بل بے آرام بیٹھے ہوں گے۔ قولہ نَسْتَنْسِخُ سے اس آئت کریمہ : اِنَّا کُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ "، کی طرف اشارہ کیا اور نَکْتُبُ سے اس کی تفسیر کی۔ یعنی ہم تمہارے عمل لکھتے ہیں۔ یہ مجاہد کی تفسیر ہے۔ بعض تفاسیر میں ہے کہ ہم لکھنے کا حکم دیتے ہیں۔ حسن بصری نے کہا ہم محفوظ کرتے ہیں۔

بَابٌ وَمَا يُهْلِكُنَآ اِلَّا الدَّهْرُ الْاٰيَةَ

۴۵۰۸ـ حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيٰنُ قَالَ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُ يُؤْذِيْنِيْ ابْنُ اٰدَمَ يَسُبُّ الدَّهْرَ وَاَنَا الدَّهْرُ بِيَدِيَ الْاَمْرُ اُقَلِّبُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ

قولہ نَنْسَاکُمْ ،، سے اس آیت کریمہ : فَالْیَوْمَ نَنْسَاکُمْ کَمَا نَسِیْتُمْ ،، کی طرف اشارہ کیا اور نَتْرُکُکُمْ ،، سے اس کی تفسیر کی یعنی جیسے تم نے چھوڑے رکھا۔ہم تمہیں چھوڑتے ہیں اور کافروں کو چھوڑنا آگ میں ہی ہو گا۔ یہ تفسیر باللازم ہے۔ ذکر ملزوم ارادہ لازم ہے،کیونکہ جو بھول جائے وہ چھوڑ دیتا ہے اس کا عکس نہیں۔

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد! اور ہمیں ہلاک نہیں کرتا مگر زمانہ

۴۵۰۸ـ ترجمہ : ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ مجھے ابن آدم اذیت پہنچاتا ہے۔ وہ زمانہ کو گالی دیتا ہے۔ حالانکہ زمانہ میں ہی ہوں۔میرے دستِ قدرت میں جہاں کا کاروبار ہے۔رات اور دن کو میں ہی پھیرتا ہوں۔

۴۵۰۸ـ شرح : اللہ کو اذیت پہنچانے کا معنیٰ یہ ہے کہ وہ ایسی بات کرتا ہے جو اللہ کی شان کے لائق نہ ہو۔ اگر ایسی بات اس شخص کو کہی جائے جس کے حق میں اذیت ہو سکتی ہے تو اسے اذیت پہنچے ، اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ اس کو اذیت پہنچے۔ یہ صرف توسّع فی الکلام ہے ،، مراد یہ ہے کہ جو کوئی اس قسم کی بات کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے غضب کو دعوت دیتا ہے یہی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچانے کا حال ہے۔طیبی نے کہا قول یا فعل سے کسی کو ایذاء پہنچانا مکروہ ہے۔خواہ اس کو تکلیف ہو یا نہ ہو۔ دہر دراصل عالم کی مدت ہے ؛ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد ھَلْ اَتٰی عَلَی الْاِنْسَانِ حِیْنٌ مِّنَ الدَّھْرِ ،، میں دھر کا یہی معنیٰ ہے پھر لمبی مدت پر اس کا اطلاق کرتے ہیں۔ اور زمانہ کا اطلاق مطلقًا مدت قلیل ہو یا کثیر پر ہوتا ہے۔ اس حدیث شریف میں دھر سے مراد رات اور دن کو گردش دینے والا اور ان میں امور کی تدبیر کرنے والا ہے۔ گویا کہ حدیث کا معنیٰ یہ ہے

کہ ابن آدم امور کی تدبیر کرنے والے اور شب و روز کو گردش دینے والے کو گالی دیتا ہے اور میں ہی امور کی تدبیر کرنے والا ہوں اور ان کو گردش دینے والا ہوں۔ خطابی نے کہا اس کے معنی یہ ہیں میں صاحب دہر اور امور کی تدبیر کرنے والا ہوں جنہیں تم دہر کی طرف منسوب کرتے ہو۔ ابن آدم جب دہر کو گالی دیتا ہے تو اس کی گالی میری طرف لوٹتی ہے، کیونکہ زمانہ میں امور کا فاعل میں ہی ہوں۔ زمانہ تو صرف ظرف ہے جس میں یہ امور طے کر پاتے ہیں۔

لوگوں کی عادت ہے کہ جب ان کو کوئی مصیبت پہنچے تو اس کی دھر کی طرف نسبت کرتے ہیں اور کہتے ہیں مَا یُھْلِکُنَا اِلَّا الدَّھْرُ "ہمیں زمانہ ہی ہلاک کرتا ہے اور اس کو گالی دیتے ہیں اور کہتے ہیں۔ زمانہ کا برا ہو زمانہ کی ہلاکت ہو وغیرہ وغیرہ لغویات بکتے ہیں اور وہ زمانہ کے خالق کو نہیں جانتے ہیں اور اس کو ازلی ابدی اور قدیم کہتے ہیں جیسے فلاسفہ دہریہ کا قبیح عقیدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں خبر دی کہ زمانہ حادث ہے اور وہ اس کو رات دن بدلا رہتا ہے۔ ہر اچھا برا فعل زمانہ کا نہیں وہ تو صرف ان افعال کے لئے ظرف ہے۔

شیخ دہلوی نے ذکر کیا۔ اصل بات یہ ہے کہ جاہل لوگوں کو جب کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ اس کی نسبت دہر کی طرف کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں: مَا یُھْلِکُنَا اِلَّا الدَّھْرُ "ہمیں زمانہ ہلاک کرتا ہے۔ علماء کہتے ہیں۔ اس تقدیر پر اچھے یا برے امور کی نسبت دہر کی طرف کرنا جائز نہیں اور جو شخص یہ اعتقاد کرتا ہے۔ اس کے کفر میں ذرہ بھر شک نہیں۔ اور جو کوئی ایسا اعتقاد کئے بغیر زبان پر لائے وہ کافر تو نہیں ہوتا، لیکن کافروں کے مشابہ ہے کیونکہ اس نے ایسے فعل کا ارتکاب کیا ہے جس کی شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اجازت نہیں دی۔ وہ توبہ کرے اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے استغفار کرے اور شعراء کی زبان پر اچھے اور برے امور کی نسبت فلک کی طرف ہوتی ہے اور اس کو سب و شتم کرتے ہیں وہ بھی اسی طرح ہے۔ اگر ان کا اعتقاد یہی ہے کہ امور فلک کی فاعلیت سے سرانجام پاتے ہیں جیسے دہریہ کہتے ہیں تو یہ کفر ہے۔ اور اگر اُن کا اعتقاد یہ ہو کہ فاعل حقیقی خدا ہے اور اوضاع فلکی محض اسباب عادیہ تو یہ کفر نہیں، لیکن شارع علیہ السلام کے منع کرنے کے باوجود وقوع کا جزم کرنا اور تخلف کو محال جاننے میں کفر اور مشابہ کفر کا خوف ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو محفوظ رکھے۔

الحاصل زمانہ میں جملہ امور کا حقیقی فاعل اور ان میں مؤثر اللہ تعالیٰ کو جانے اور منسوب الیہ کو صرف اسباب کی حد تک محدود رکھے تو صحیح ہے جیسے بارش اللہ تعالیٰ ہی برساتا ہے اور ٹھنڈی ہوا یا بادل اس کے اسباب ہیں۔

سُوْرَةُ الْاَحْقَافِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَقَالَ مُجَاهِدٌ تُفِيضُونَ تَقُولُونَ وَقَالَ بَعْضُهُمْ أَثَرَةٌ وَأُثْرَةٌ وَأَثَارَةٌ بَقِيَّةٌ عِلْمٍ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ بِدْعًا مِنَ الرُّسُلِ لَسْتُ بِأَوَّلِ الرُّسُلِ وَقَالَ

سُورۂ حم احقاف

بعض نسخوں میں سورۂ احقاف ہے۔ ابو العباس نے کہا یہ سورت مکّیہ ہے۔ اس میں دو آتیں مدنی ہیں۔ ایک قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَكَفَرْتُمْ بِهٖ ،، اور دوسری آیت وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْ كَانَ خَيْرًا مَّا سَبَقُوْنَآ اِلَيْهِ ،، اس کی ۳۵ آیات ہیں۔ اَحقاف حقف اور حقاف کی جمع ہے۔ جیسے لبس اور لباس ہے۔

امام بیضاوی نے کہا حقف ریت کا لمبا تودہ ہے۔ کسائی نے کہا ریت کا گول تودہ ہے۔ ضحاک نے کہا حقف شام میں ایک پہاڑ ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قولہ تُفِيضُونَ ،، سے اس آیت کریمہ هُوَ اَعْلَمُ بِمَا تُفِيضُوْنَ فِيْهِ ،، کی طرف اشارہ کیا اور مجاہد نے اس کی تفسیر تَقُولُونَ سے کی تم کہتے ہو۔ قولہ اَثَرَةٍ ،، سے اس آیت کریمہ : اِئْتُوْنِىْ بِكِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَآ اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ،، کی طرف اشارہ کیا۔ اور بعض نے اِن تینوں الفاظ کی تفسیر بقیہ ،، سے کی ان میں سے پہلا اَثَرَۃ ہمزہ اور ثاء دونوں مفتوح دوسرا اُثرہ ہمزہ مضموم اور ثاء ساکن۔ تیسرا اَثارۃ ہمزہ مفتوح بمعنی بقیہ علم، طبری نے کہا جمہور کی قرآت اَثارۃ ہے اس سے مراد پہلے لوگوں کے بقیہ علوم ہیں جو تم میں باقی ہیں۔ اثر کا معنی روایت ہے، چنانچہ کہا جاتا ہے اَثَرْتُ الحدیث

عَنْهُ أَرَأَيْتُمْ هٰذَا الأَلِفَ إِنَّمَا هِيَ تَوَعُّدٌ أَنْ صَحَّ مَا تَدْعُونَ لَا يَسْتَحِقُّ
أَنْ يُعْبَدَ وَلَيْسَ قَوْلُهُ أَرَأَيْتُمْ بِرُؤْيَةِ الْعَيْنِ إِنَّمَا هُوَ أَتَعْلَمُونَ أَبَلَغَكُمْ
أَنَّ مَا تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ خَلَقُوا شَيْئًا

میں نے حدیث روایت کی۔ مجاہد نے کہا اس کے معنی یہ ہیں کہ یہ روایت ہے جو اپنے اگلوں سے نقل کرتے ہیں۔ بعض نے کہا اس کے معنی علمی میراث ہے۔ واللہ اعلم!

قولہ بِدْعًا " سے اس آیت کریمہ : قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِنَ الرُّسُلِ وَمَا أَدْرِي مَا يُفْعَلُ بِي وَلَا بِكُمْ " کی طرف اشارہ کیا اور اس کی تفسیر لَسْتُ بِأَوَّلِ الرُّسُلِ " سے کی یعنی میں کوئی پہلا (انوکھا) رسول نہیں ہوں۔ آیت کریمہ کے معنی یہ ہیں۔ تم فرماؤ میں کوئی انوکھا رسول نہیں۔ اور میں نہیں جانتا میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور تمہارے ساتھ کیا ہوگا۔ میں تو اسی کا تابع ہوں جو وحی ہوتی ہے۔ اس کے معنی میں مفسرین کے چند قول ہیں۔ ایک تو یہ کہ قیامت میں جو میرے اور تمہارے ساتھ کیا جائے گا یہ مجھے معلوم نہیں۔

اگر یہ معنی ہوں تو یہ آیت منسوخ ہے روایت ہے کہ یہ آیت نازل ہوئی تو مشرک خوش ہوئے اور کہنے لگے کہ لات و عزیٰ کی قسم اللہ کے نزدیک ہمارا اور محمد " صلی اللہ علیہ وسلم " کا یکساں حال ہے انہیں ہم پر کچھ بھی فضیلت نہیں۔ اگر یہ قرآن اُن کا اپنا بنایا ہوا نہ ہوتا تو اُن کا بھیجنے والا انہیں ضرور خبر دیتا کہ اُن کے ساتھ کیا کیا جائے گا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ نازل فرمائی۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضور کو مبارک ہو۔ آپ کو تو معلوم ہوگیا کہ آپ کے ساتھ کیا کیا جائے گا۔ یہ انتظار ہے کہ ہمارے ساتھ کیا کرے گا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ لِيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ " نازل ہوئی " اور یہ آیت کریمہ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِأَنَّ لَهُمْ مِنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيرًا " نازل ہوئی۔ تو اللہ تعالیٰ نے بیان فرما دیا کہ حضور کے ساتھ کیا کرے گا اور مومنوں کے ساتھ کیا۔

دوسرا قول اس آیت کریمہ کی تفسیر میں یہ ہے کہ آخرت کا حال تو حضور کو اپنا بھی معلوم ہے مومنوں کا بھی۔ مکذبین (جھٹلانے والوں) کا بھی معنیٰ یہ ہیں کہ دُنیا میں کیا کیا جائے گا۔ یہ معلوم نہیں اگر یہ معنی لئے جائیں تو بھی یہ آیت منسوخ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور کو یہ بھی بتا دیا چنانچہ فرمایا: لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ اور مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ "۔ بہر حال اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کو حضور کے ساتھ اور حضور کی اُمت کے ساتھ پیش آنے والے امور پر مطلع فرما دیا۔ خواہ وہ دُنیا کے ہوں یا آخرت کے اور اگر درایت یعنی ادراک بالقیاس یعنی عقل سے جاننے کے معنی میں لیا جائے تو معنی اور بھی زیادہ

صاف ہے اور آئت کا اس کے بعد والا جملہ اس کا مؤید ہے۔
علامہ نیشاپوری نے اس کے تحت فرمایا کہ اس میں نفی اپنی ذات کے اعتبار سے جاننے کی ہے۔ من جہۃ الوحی جاننے کی نہیں (خزائن العرفان)

اقول اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "عَسٰۤى اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا" قریب ہے کہ تمہارا رب ایسی جگہ کھڑا کرے جہاں سب تمہاری حمد کریں" اور وہ مقام شفاعت ہے۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اس مقام میں کھڑے ہو کر شفاعت کبریٰ فرمائیں گے"، آپ نے فرمایا میں قیامت میں آرام سے نہیں بیٹھوں گا جب تک میری اُمّت سے ایک بھی دوزخ میں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَلَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى"، اور بے شک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے"، اس آئت کریمہ میں اللہ تعالیٰ کا اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ وعدہ ان نعمتوں کو بھی شامل ہے جو آپ کو دُنیا میں عطا فرمائیں۔ کمالِ نفس اور علوم اوّلین و آخرین اور ظہور امر اور اعلائے دین اور وہ فتوحات جو عہد مبارک میں ہوئیں اور عہد صحابہ میں ہوئیں اور قیامت تک ہوتی رہیں گی اور دعوت کا عام ہونا اور اسلام کا مشارق و مغارب میں پھیل جانا اور آپ کی اُمت کا بہترین امم ہونا اور آپ کے وہ کرامات و کمالات جن کا اللہ ہی عالم ہے اور آخرت کی عزّت و تکریم کو بھی شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو شفاعت عامہ و خاصہ اور مقام محمود وغیرہ جلیل نعمتیں عطا فرمائیں۔ یہ وہ مقامات عظیمہ ہیں جو اللہ تعالیٰ نے دُنیا و آخرت میں حضور کو عطا فرمائے۔ مذکورہ دونوں آیات مکی ہیں۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں مذکورہ تمام حالات جانتے تھے پھر اس پر مزید یہ کہ جنگِ بدر میں سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہلِ بدر سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اہلِ بدر کو فرمایا جبکہ وہ گھمسان کی جنگ لڑ رہے تھے جو چاہو کرو میں نے تمہیں بخش دیا ہے۔ آپ نے عثمان بن مظعون جو آپ کے رضاعی بھائی تھے ان کی وفات کے وقت فرمایا میں اللہ کا رسُول ہوں میں نہیں جانتا کہ اس کے ساتھ کیا کیا جائے گا؛ حالانکہ آپ کو یقین تھا کہ وہ مغفور ہیں، کیونکہ عثمان بن مظعون جنگِ بدر میں حاضر تھے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ بذاتِ خود اور قیاس عقل سے میں نہیں جانتا ہوں میں تو وحی کی اتباع کرتا ہوں۔ لہٰذا بقیاس عقل کسی کو امور آخرت میں فیصلہ کرنے کا حق نہیں وہ تو صرف بذریعہ معلوم ہوتے ہیں۔ اس تقریر سے واضح ہوگیا کہ لَاۤ اَدْرِیْ مَا یُفْعَلُ بِیْ، میں ذات سے جاننے کی نفی ہے۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ و رسولہ الاعلیٰ اعلم!

قولہ قَالَ غیرہ اَرَاَیْتُمْ "، یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہما کے غیر نے کہا کہ اَرَاَیْتُمْ "، ہمزہ استفہام وعید کے طور پر ہے۔ یعنی جو تم کہتے ہو اگر وہ صحیح ہے تو وہ عبادت کئے جانے کا مستحق نہیں ہے۔ اس سے اس آئت کریمہ اَرَاَیْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَكَفَرْتُمْ بِهٖ "، کی طرف اشارہ ہے یعنی مجھے خبر دو اگر قرآن اللہ کی طرف سے ہو اور تم اس کے ساتھ کفر کرو اور اسے قبول نہ کرو تو کیا تم ظالم نہ ہوگے؟

بَابٌ قوله وَالَّذِي قَالَ لِوَالِدَيْهِ أُفٍّ لَّكُمَا أَتَعِدَانِنِي أَنْ أُخْرَجَ وَقَدْ خَلَتِ الْقُرُونُ مِن قَبْلِي وَهُمَا يَسْتَغِيثَانِ اللَّهَ وَيْلَكَ آمِنْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ فَيَقُولُ مَا هَٰذَا إِلَّا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ

إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ مذکور شرط کے محذوف جواب پر دلالت کرتا ہے۔
قولہ لیس قولہ اَرَأَيْتُمْ سے آنکھ کا دیکھنا مقصود نہیں ہے۔ بلکہ یہ اَتَعْلَمُونَ کے معنی میں ہے یعنی کیا تم جانتے ہو کیا تمہیں خبر ملی ہے کہ جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو۔ اور ان کو اللہ کے سوا الٰہ کہتے ہو انھوں نے کچھ پیدا کیا ہے؟

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد! اور جس نے اپنے ماں باپ سے کہا اُف ہے تمہارے لئے "

کیا مجھے یہ وعدہ دیتے ہو کہ پھر زندہ کیا جاؤں گا؟ حالانکہ مجھ سے پہلے بہت سی قومیں گزر گئیں اور وہ دونوں اللہ سے فریاد کرتے ہیں۔ تیری خرابی ہو ایمان لا بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے تو کہتا ہے یہ تو نہیں مگر اگلوں کی کہانیاں ہیں "

تفسیر: بعض نے کہا یہ آیت کریمہ عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کی شان میں نازل ہوئی جبکہ وہ مسلمان نہ تھے۔ اُن کے والدین انہیں دعوتِ ایمان دیتے تھے اور یہ خبر دیتے تھے کہ مرنے کے بعد پھر زندہ ہو کر اللہ کے حضور پیش ہونا ہے، لیکن وہ ایمان قبول کرنے سے انکار کرتے تھے، لیکن ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا عبدالرحمٰن بن ابی بکر کی شان میں یہ آیت نازل نہیں ہوئی۔ زجاج نے کہا جس نے کہا کہ یہ آیت ان کی شان میں نازل ہوئی باطل ہے۔ صحیح یہ ہے کہ یہ والدین کے عاق کافر بیٹے کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ واحدی اور ابن جوزی نے اسی طرح ذکر کیا ہے۔ قولہ اُفّ " کلمۂ زجر و کراہت ہے اس سے مقصود ناراضگی کا اظہار ہوتا ہے۔ جمہور فا پر کسرہ پڑھتے ہیں جبکہ نافع اور حفص نے عاصم سے مُنَوَّن روایت کی ہے۔ ابن کثیر اور ابن عامر نے تم سے بفتح الفاء

۴۵۰۹ — حَدَّثَنَا مُوسٰى بْنُ إِسْمٰعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ يُوسُفَ بْنِ مَاهَكَ قَالَ كَانَ مَرْوَانُ عَلَى الْحِجَازِ اسْتَعْمَلَهُ مُعٰوِيَةُ فَخَطَبَ فَجَعَلَ يَذْكُرُ يَزِيدَ بْنَ مُعٰوِيَةَ لِكَيْ يُبَايَعَ لَهُ بَعْدَ أَبِيهِ فَقَالَ لَهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ شَيْئًا فَقَالَ خُذُوهُ فَدَخَلَ بَيْتَ عَائِشَةَ فَلَمْ يَقْدِرُوا فَقَالَ مَرْوَانُ إِنَّ هٰذَا الَّذِي أَنْزَلَ اللّٰهُ فِيهِ وَالَّذِي قَالَ لِوَالِدَيْهِ أُفٍّ لَّكُمَا أَتَعِدَانِنِي فَقَالَتْ عَائِشَةُ مِنْ وَّرَاءِ الْحِجَابِ مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ فِينَا شَيْئًا مِنَ الْقُرْاٰنِ إِلَّا أَنَّ اللّٰهَ أَنْزَلَ عُذْرِي

بدون تنوین روائت کی ہے (عینی)

قولہ اَنْ اُخْرَجَ "، یعنی کیا تم مجھے یہ وعدہ دیتے ہو کہ میں مرنے کے بعد قبر سے زندہ اٹھایا جاؤں گا حالانکہ مجھ سے پہلے کئی قومیں گزر چکی ہیں۔ اُن میں سے کوئی بھی زندہ نہیں اُٹھایا گیا اور وہ دونوں اللہ سے فریاد کرتے تھے کہ اللہ اس کو ہدائت دے اور اسے کہتے تھے تیری خرابی ہو ایمان قبول کرلے اور مرنے کے بعد زندہ اُٹھنے کو تسلیم کرلے، لیکن وہ بدستور ان باتوں کا انکار کرتا اور کہتا یہ تو پہلے لوگوں کے قصے کہانیاں ہیں۔ اَساطیر، جھوٹی باتیں اُسطُورہ کی جمع ہے۔

۴۵۰۹ — ترجمہ : یوسف بن ماھک نے کہا مروان حجاز کا حاکم تھا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس کو مقرر کیا تھا اُس نے خطبہ دیا اور یزید بن معاویہ کا ذکر کرنے لگا تاکہ اس کے والد بعد اس کی بیعت کی جائے۔ عبد الرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما نے اسے کوئی بات کہی (جو مروان کو پسند نہ آئی) تو کہا اس کو پکڑو تو وہ فورًا ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر داخل ہوگئے اور وہ لوگ اسے پکڑ نہ سکے۔ مروان نے کہا یہ وہ شخص ہے جس کے حق میں اللہ تعالیٰ نے یہ آئت نازل کی ہے اُفٍّ لَّكُمَا أَتَعِدَانِنِي "، ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے پس پردہ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اولاد کے بارے میں کوئی چیز نازل نہیں کی مگر یہ کہ (فتنۂ افک میں) میری برأت نازل فرمائی "

۴۵۰۹ — شرح : اسماعیلی نے اس واقعہ کی یہ وضاحت کی ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے چاہا کہ یزید کو خلیفہ منتخب کرے تو اُنھوں نے مروان کو خط لکھا جبکہ وہ مدینہ منورہ

بَابُ قَوْلِهٖ فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ رِيْحٌ فِيْهَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ عَارِضٌ اَلسَّحَابُ

(رضی اللہ تعالیٰ) کا حاکم تھا کہ یزید کے لئے لوگوں سے بیعت لے۔ مروان نے لوگوں کو جمع کیا اور کہا امیر المؤمنین معاویہ نے یزید کے متعلق ایک اچھی رائے تجویز کی ہے اور انہیں یزید کی بیعت کرنے کو کہا یہ سُنکر حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما نے کہا یہ تو ہرقل قیصر کا طریقہ اور کافروں کی رسم ہے کہ وہ اپنے لڑکوں کو جانشین مقرر کر لیتے ہیں۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے بعد اپنے بیٹے کو خلیفہ مقرر نہ کیا اور نہ ہی اپنے خاندان سے کسی کو منتخب کیا۔ مروان نے کہا یہ ابوبکر اور عمر فاروق کا طریقہ ہے کہ انہوں نے اپنی زندگی میں اپنا خلیفہ مقرر کیا تھا۔ عبدالرحمٰن نے کہا یہ ہرقل و قیصر کا طریقہ ہے۔ مروان نے کہا تم جانتے نہیں ہو کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے حق میں فرمایا: وَالَّذِیْ قَالَ لِوَالِدَیْهِ اُفٍّ لَّکُمَا ،، ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے پردہ کے پیچھے سے مروان کی یہ بات سُنی اور فرمایا اے مروان تو عبدالرحمٰن کو ایسا ایسا کہتا ہو بخدا! تو جھوٹ بولتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت فلاں بن فلاں کے حق میں نازل فرمائی۔ اگر تو چاہتا ہے تو میں اس کا نام ذکر کرتی ہوں، لیکن جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرے باپ پر لعنت فرمائی جبکہ تو اُس کی پشت میں تھا اور تو اس لعنتی کا ٹکڑا ہے مروان یہ بات سُن کر منبر سے اُترا اور جلدی سے ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کے دروازہ کے پاس آیا اور اُن سے کلام کیا۔ ام المؤمنین نے بھی اس سے بات کی پھر وہ واپس چلا گیا۔ (عینی)

علامہ قسطلانی نے کہا اسناد کے لحاظ سے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی روائت اوروں کی روائت سے صحیح تر ہے اور قبول کرنے کے زیادہ لائق ہے اور کہا یہ آئت کریمہ کافر عاق کے حق میں نازل ہوئی جس نے یہ کہا کہ عبدالرحمٰن کے حق میں نازل ہوئی اس کی بات کمزور ہے، کیونکہ عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا اور اچھے مسلمان رہے اور اعلیٰ ترین مسلمانوں میں اُن کا شمار ہوتا ہے۔

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد! پھر جب اُنھوں نے عذاب دیکھا بادل کی طرح آسمان کے کنارے میں پھیلا ہُوا

۴۵۱۰ـ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَمْرٌو أَنَّ أَبَا النَّضْرِ حَدَّثَهُ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ مَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَاحِكًا حَتَّى أَرَى مِنْهُ لَهَوَاتِهِ إِنَّمَا كَانَ يَتَبَسَّمُ قَالَتْ وَكَانَ إِذَا رَأَى غَيْمًا أَوْ رِيحًا عُرِفَ فِي وَجْهِهِ قَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ النَّاسُ إِذَا رَأَوُا الْغَيْمَ فَرِحُوا رَجَاءَ أَنْ يَكُونَ فِيهِ الْمَطَرُ وَأَرَاكَ إِذَا رَأَيْتَهُ عُرِفَ فِي وَجْهِكَ الْكَرَاهِيَةُ فَقَالَ يَا عَائِشَةُ مَا يُؤْمِنِّي أَنْ يَكُونَ فِيهِ عَذَابٌ عُذِّبَ قَوْمٌ بِالرِّيحِ وَقَدْ رَأَى قَوْمٌ الْعَذَابَ فَقَالُوا هٰذَا عَارِضٌ مُمْطِرُنَا

ان کی وادیوں کی طرف آتا بولے یہ بادل ہے کہ ہم پر برسے گا بلکہ یہ تو وہ ہے جس کی تم جلدی مچاتے تھے ایک آندھی جس میں دردناک عذاب ہے "

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا عارض بمعنی بادل ہے۔"

۴۵۱۰ــ ترجمہ: ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا زوجۂ محترمہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھل کر ہنستے نہیں دیکھا کہ میں آپ کے حلق کے سرخ گوشت کو دیکھوں " آپ تو صرف تبسم فرماتے تھے۔ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا آپ جب بادل یا ہوا دیکھتے تو آپ کے چہرۂ انور پر غم کا اثر دیکھا جاتا۔ انھوں نے کہا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم " لوگ جب بادل دیکھتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ اس میں بارش ہوگی۔ اور میں آپ کو دیکھتی ہوں کہ آپ جب بادل دیکھتے ہیں تو آپ کے چہرۂ انور پر پریشانی پائی جاتی ہے (کیونکہ کراہیت کا اثر چہرہ اور پیشانی پر ظاہر ہوتا ہے اگرچہ

سُورَۃ مُحَمَّد صلی اللہ علیہ وسلم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلَّذِیْنَ کَفَرُوْا اَوْزَارَھَا اَتَاھَا حَتّٰی لَا یَبْقٰی اِلَّا مُسْلِمٌ

وہ دل کا فعل ہے) سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ! میں مطمئن اور امن میں نہیں کہ اس میں عذاب ہو جو ایک قوم کو ہوا کے ساتھ عذاب دیا گیا تھا۔ ایک قوم نے عذاب دیکھا تو انھوں نے کہا یہ تو بادل ہے جو ہم پر برسے گا۔

۴۵۱۰۔ شرح : علامہ کرمانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ جب نکرہ کا اعادہ کیا جائے تو ثانی نکرہ پہلے کا غیرہ ہوتا ہے اور یہاں جس قوم نے کہا تھا یہ بادل ہم پر برسے گا بعینہٖ یہ وہی لوگ جن کو ہوا کے ساتھ سخت عذاب دیا گیا تھا اور اس نے اللہ کے حکم سے ان کی ہر شئ تباہ و برباد کر دی تھی۔ اس کا جواب یہ ہے یہ نحوی قاعدہ ہے ایسے مقام میں جاری ہوتا ہے جہاں اتحاد کا کوئی قرینہ نہ ہو اور جب قرینہ موجود ہو تو ثانی نکرہ عین اولیٰ ہوتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ھُوَ الَّذِیْ فِی السَّمَآءِ اِلٰہٌ وَّ فِی الْاَرْضِ اِلٰہٌ "الہ نکرہ ہے اور ثانی الہ عین اول اور اگر تسلیم بھی کر لیں کہ نکرہ کا اعادہ مطلقاً مغایرت چاہتا ہے اور یہ ضروری امر ہے۔ تو ہم کہتے ہیں۔ شائد دو قومیں تھیں ایک قوم احقاف ریت کے تودوں میں رہتی تھی ان پہ بادل عذاب برساتا اور دوسری قوم ان کے علاوہ تھی، لیکن یہ بات غیر مخفی ہے کہ نحویوں نے تصریح کی ہے کہ یہ قاعدہ اکثریہ ہے کلیہ نہیں ہے۔

سُورۂ مُحَمَّد "صلی اللہ علیہ وسلم"

اکثر مفسرین نے کہا یہ سورت مدنی ہے۔ ابو العباس نے کہا حاکم نے سُدّی سے ذکر کیا کہ یہ سورت مکّی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ یہ آیت کریمہ : وَکَاَیِّنْ مِّنْ قَرْیَۃٍ " حج الوداع میں مکہ مکرمہ سے باہر آنے کے بعد نازل ہوئی۔ لیکن یہ قول سورت کے مدنی ہونے کے منافی نہیں، کیونکہ اس بات پر اتفاق ہے کہ جو آیت کریمہ ہجرت کے بعد نازل ہوئی وہ مدنی ہے۔ اگرچہ مکہ معظمہ میں نازل ہو اس کی ۳۸۔ آیات ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قولہ اَوْزَارَھَا ،، سے اس آئت کریمہ : فَاِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَ اِمَّا فِدَآءً حَتّٰی تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَھَا کی طرف اشارہ کیا اور اس کی تفسیر ،، اَثَامَھَا ،، سے کی۔ اس تفسیر کے مطابق اوزار ،، وزر کی جمع اور اثام اثم کی جمع ہے۔ ابن تین نے کہا امام بخاری کے سوا اور کسی نے یہ تفسیر نہیں کی۔ معروف یہ ہے کہ اَوْزَار سے مراد سامان حرب ہے۔ اس تفسیر کے مطابق اَوزار وِزر بکسر الواؤ کی جمع بمعنی سلاح ہے۔ علامہ عینی نے کہا مُعْرَب میں وِزر بکسر الواو بھاری بوجھ ہے۔ اسی کے مطابق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی ،، کوئی بوجھ اُٹھانے والا کسی کے گناہوں کا بوجھ نہیں اُٹھائے گا۔ اور لوگوں کا کہنا : وَضَعَتِ الْحَرْبُ اَوْزَارَھَا ،، کے معنی لڑائی ختم ہونے کے ہیں کیونکہ لڑائی کرنے والے اِس وقت ہتھیار ڈال دیتے ہیں۔ سلاح کو وِزر ،، اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ ہتھیار پہننے والے پر بوجھ ہوتا ہے۔ ابن تین کے کلام کی اعشٰی کا یہ شعر تائید کرتا ہے وَاَعْدَدْتُ لِلْحَرْبِ اَوْزَارَھَا ÷ رِمَاحًا طِوَالًا وَّخَیْلًا ذُکُوْرًا ،، میں نے لڑائی کے لئے اسلحہ تیار کیا لمبے نیزے اور گھوڑے ،، ثعلبی نے اس آئت کریمہ کی تفسیر یہ کی ہے۔ حَتّٰی تَضَعَ الْحَرْبُ آثَامَھَا اَوْ اَثْقَالَھَا یہ مجاز بالحذف ہے اور مضاف محذوف ہے یعنی حَتّٰی تَضَعَ فِرْقَةُ الْحَرْبِ اَوْزَارَھَا ، یعنی لڑائی بالکلیہ ختم ہو جائے اور وہ لڑائی سے رُک جائیں۔ بعض نے کہا ، حتی کہ لڑنے والے لوگ اوزار اور آثام ختم کر دیں اور اپنے کفر سے رُک جائیں اور صرف اللہ اور اس کے رسُول پر ایمان لائیں۔ یہ تفسیر امام بخاری کی تفسیر کی تائید کرتی ہے اور اگر حرب بمعنی محاربین ہو تو اس سے امام بخاری اور ابن تین دونوں کی تائید ہے (عینی)

قولہ حتی لا یبقیٰ اِلّا مسلم ،، یعنی لڑنے والے لوگ اپنے گناہ ختم کر دیں اور توبہ کر کے مسلمان ہو جائیں حتیٰ کہ محاربین میں سے صرف مسلمان باقی رہ جائیں۔

قولہ عَرَّفَھَا ،، سے اس آئت کریمہ : وَیُدْخِلُھُمُ الْجَنَّةَ عَرَّفَھَا لَھُمْ ،، کی طرف اشارہ کیا اور بَیَّنَھَا ،، سے اس کی تفسیر کی ثعلبی نے کہا ، بہشت میں اُن کے منازل بیان کر دیئے تاکہ اپنے درجات کی انہیں راہنمائی ہو اللہ تعالیٰ نے ان کے مقسوم کئے ہیں اور کسی سے پوچھنے کی زحمت نہ کریں گویا وہ جب پیدا ہوئے تو وہاں کے باشندے رہے ہیں۔ قولہ مولی الذین اٰمنو ،، سے اِس آئت کریمہ : بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَاَنَّ الْکٰفِرِیْنَ لَا مَوْلٰی لَھُمْ ،، کی طرف اشارہ کیا اور مولیٰ کی تفسیر ،، ولی ،، سے کی یعنی مومنوں کا ناصر اور محبّ اللہ ہے اور کافروں کا کوئی ناصر محبّ نہیں۔

قولہ عَزَمَ الْاَمْرُ ،، سے اس آئت کریمہ : فَاِذَا عَزَمَ الْاَمْرُ فَلَوْ صَدَقُوا اللّٰهَ لَکَانَ خَیْرًا لَّھُمْ کی طرف اشارہ کیا اور ،، جَدَّ الْاَمْرُ ،، سے اس کی تفسیر کی یعنی پھر جب حکم ناطق ہو چکا۔ تو اگر اللہ سے سچے رہتے

عَرَّفَهَا بَيَّنَهَا وَقَالَ مُجَاهِدٌ مَوْلَى الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَلِيُّهُمْ عَزَمَ الْأَمْرُ جَدَّ الْأَمْرُ لَا تَهِنُوْا لَا تَضْعُفُوْا وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ أَضْغَانَهُمْ حَسَدَهُمْ آسِنٍ مُتَغَيِّرٍ

بَابُ قَوْلِهٖ وَتُقَطِّعُوْا أَرْحَامَكُمْ

۴۵۱۱ — حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمٰنُ قَالَ حَدَّثَنِيْ مُعٰوِيَةُ بْنُ أَبِيْ مُزَرِّدٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

تو اُن کا بھلا تھا۔ یہ اسناد مجازی ہے یا مضاف محذوف ہے یعنی عَزَمَ اَهْلُ الْاَمْرِ، جب حکم کرنے والے ارادہ مضبوط کرلیں۔

قولہ لَا تَهِنُوْا،، سے اس آیت کریمہ فَلَا تَهِنُوْا وَتَدْعُوْا اِلَى السَّلْمِ،، کی طرف اشارہ کیا اور تَضْعُفُوْا سے اس کی تفسیر کی یعنی دشمن کے مقابلہ میں کمزوری نہ دکھاؤ اور آپ صلح کی طرف نہ بلاؤ،،

قولہ اَضْغَانَهُمْ،، سے اس آیت کریمہ: اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَنْ لَّنْ يُّخْرِجَ اللّٰهُ اَضْغَانَهُمْ،، کی طرف اشارہ کیا اور حَسَدَهُمْ،، سے اس کی تفسیر کی۔ اَضْغَان، ضِغْن کی جمع بمعنی حسد و دشمن ہے۔ قُلُوْبِهِمْ میں ضمیر کا مرجع منافقین ہیں۔ یعنی کیا جن کے دلوں میں بیماری ہے۔ اس گھمنڈ میں ہیں کہ اللہ اُن کے چھپے بیر ظاہر نہ فرمائے گا۔ اور وہ مومنوں سے دشمنی ہے۔

قولہ آسِنٍ،، سے اس آیت کریمہ فِيْهَا اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ،، کی طرف اشارہ کیا اور آسن کی تفسیر متغیر سے کی یعنی جنت میں جاری نہریں ہیں اُن کا پانی متغیر نہیں ہوگا۔

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد! اور اپنے رشتے کاٹ دو

پوری آیت کریمہ یہ ہے ،، فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْا اَرْحَامَكُمْ اللّٰہ یعنی تو کیا تمہارے یہ لچھن نظر آتے ہیں کہ اگر تمہیں حکومت ملے تو زمین میں فساد پھیلاؤ اور اپنے رشتے کاٹ دو،، یہ ہیں وہ لوگ جن پر اللہ نے لعنت کی اور انہیں حق سے بہرہ کردیا اور ان کی آنکھیں پھوڑ دیں،، تَقْطَعُوْا مخفف اور اور مشدد دونوں طرح سے قطع سے ماخوذ ہے یا تقطیع سے مشتق ہے،،

۴۵۱۱ — ترجمہ: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا

قَالَ خَلَقَ اللّٰهُ الْخَلْقَ فَلَمَّا فَرَغَ مِنْهُ قَامَتِ الرَّحِمُ فَأَخَذَتْ بِحَقْوِ الرَّحْمٰنِ فَقَالَ لَهُ مَهْ قَالَتْ هٰذَا مَقَامُ الْعَائِذِ بِكَ مِنَ الْقَطِيعَةِ قَالَ أَلَا تَرْضَيْنَ أَنْ أَصِلَ مَنْ وَصَلَكِ وَأَقْطَعَ مَنْ قَطَعَكِ قَالَتْ بَلٰى يَا رَبِّ قَالَ فَذَاكِ قَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ اِقْرَؤُا إِنْ شِئْتُمْ فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوْا أَرْحَامَكُمْ

اللہ نے مخلوق پیدا کی جب اس سے فارغ ہُوا تو رِحم کھڑا ہو گیا اور اللہ کا دامن تھاما۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا رک جا تو اُس نے کہا یہی تو پناہ چاہنے کا مقام ہے (فریاد کا مقام ہے) اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا تو اس سے راضی نہیں کہ جو تجھے ملائے گا میں اس سے مہربانی کروں گا اور جو تجھے قطع کرے اس پر میں رحم نہیں کروں گا۔ رحم نے کہا اے میرے رب کیوں نہیں اسی طرح کر۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا پس یہی ہے (جو صلہ رحمی کرے گا میں اس سے راضی ہوں گا اور جو قطع رحمی کرے گا یعنی رشتہ داری ختم کرے گا میں اس سے راضی نہ ہوں گا) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا اگر چاہتے ہو تو پڑھو فَهَلْ عَسَيْتُمْ الآیۃ۔

۴۵۱۱ — شرح: رحم کے معنی شکمی قرابت کے ہیں۔ یہ رحمت سے مشتق ہے اور وہ عرض ہے اسے جسم میں رکھا گیا ہے۔ اسی لئے کھڑے ہو کر اس نے کلام کیا۔ قاضی نے کہا ہوسکتا ہے کہ فرشتے کا قیام مراد ہو اور اُس نے عرش سے متعلق ہو کر اللہ کے حکم سے اس کی زبان پر یہ کلام کیا ہو۔ طیبی نے کہا رحم جو ملایا اور قطع کیا جاتا ہے وہ معانی میں سے معنیٰ ہے۔ اس میں قیام و کلام متصور نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا اس سے مراد رحم کی شان ہے اور اس کے واصل کی فضیلت اور اس کے قاطع کو عظیم گناہ ہے۔ اَلْحَقْوُ، بفتح الحاء وسکون القاف بمعنی ازار اور کھوہ ہے۔

قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا حَقْو ازار باندھنے کی جگہ ہے۔ عربوں کی عادت ہے جب کسی سے پناہ چاہتے ہیں تو اس کی کمر کو دونوں ہاتھوں سے تھامتے ہیں۔ یہ مجازاً رحم کے لئے استعارہ ہے جو وہ قطع رحمی سے اللہ تعالیٰ کے ذریعہ پناہ چاہتا ہے۔ یہ استعارہ تمثیلیہ ہے گویا رحم کی حالت اور صلہ کی طرف اس کے افتقار کو پناہ چاہنے والے کے ساتھ تشبیہ دی جو اس شخص کی کمر پکڑتا ہے جس کے ذریعہ پناہ چاہتا ہے۔ پھر استعارہ تخییلیہ کے طور پر مشبہ بہ کے لازم قیام کی نسبت کی۔ پس یہ اس بات کا قرینہ ہے کہ حقیقی معنی مراد نہیں اور قول و اخذ کو ذکر کرنا استعارہ ترشیحیہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے رحم سے فرمایا: "مہ" یہ اسم فعل بمعنی

۴۵۱۲۔ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ حَمْزَةَ قَالَ حَدَّثَنَا حَاتِمٌ عَنْ مُعٰوِيَةَ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَمِّيْ اَبُو الْحُبَابِ سَعِيْدُ بْنُ يَسَارٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ بِهٰذَا ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِقْرَؤُا اِنْ شِئْتُمْ فَهَلْ عَسَيْتُمْ

رک جا ہے۔ ابن مالک نے کہا کلمۂ "مَہ" میں ما استفہامیہ ہے۔ الف کو حذف کرکے وقف کیا اور ہا سکتہ کی لاحق کی اس کے معنی ہیں۔ تو کیا چاہتا ہے۔" ھٰذا سے مقام کی طرف اشارہ کیا یعنی میرا یہ قیام تیرے ذریعہ پناہ چاہنے والے کا قیام ہے۔ یہ بھی مجاز ہے معقول کو محسوس کی صورت ذکر کیا جو لوگوں میں معروف ہے۔ اسی طرح سمجھنے میں آسانی ہوتی ہے اور ذہن میں اس کا معنی متمکن ہوتا ہے۔ صلۂ رحمی درحقیقت مہربانی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر فضل کیا ہے اور ان پر مہربانی فرمائی ہے۔

صِلۂ رحمی کی تفصیل

اس بات میں سب کا اتفاق ہے کہ صلۂ رحمی واجب ہے اور اس کو قطع کرنا کبیرہ گناہ ہے۔ احادیث نبویہ صلی اللہ علی صاحبہا اس کی شاہد ہیں، لیکن صلہ کے درجات ہیں۔ بعض اعلیٰ اور بعض ادنیٰ ہیں سب سے ادنیٰ درجہ ایک دوسرے سے ہجرت کر جانا اور کلام تک نہ کرنا ہے۔ بات کرنے سے اگرچہ سلام ہی ہو، صلہ ہوتا ہے اور یہ قدرت اور حاجت کے لحاظ سے مختلف ہوتا رہتا ہے۔ صلہ بعض صورت واجب اور بعض اوقات مستحب ہے اگر قادر ہونے کے باوجود قصور کرے تو قاطع ہے اور اگر مقدور علیہ سے قاصر رہے تو اسے واصل ہی کہا جائے گا۔ شکلی قرابت جن کا صلہ واجب ہے۔ ہر وہ قریبی لوگ ہیں کہ اگر بالفرض ان میں سے ایک کو مرد اور دوسرے کو عورت فرض کیا جائے تو ان کا آپس میں نکاح حرام ہو لہٰذا چچا اور ماموں کی اولاد میں صلہ واجب نہیں کیونکہ ان میں ایک دوسرے سے نکاح صحیح ہے؛ کیونکہ چچا اور ماموں کی لڑکیوں کو ایک نکاح میں جمع کرنا جائز ہے۔ البتہ عورت اور اس کی بہن یا پھوپھی کو ایک نکاح میں جمع جائز نہیں لہٰذا ان میں صلہ واجب ہے۔ بعض علماء نے کہا وراثت میں جو ذوی الارحام ہیں محرم ہوں یا غیر محرم ہوں۔ سب میں صلۂ رحمی واجب ہے۔

۴۵۱۲۔ ترجمہ: ابراہیم بن حمزہ نے کہا ہمیں حاتم نے معاویہ سے خبر دی انھوں نے کہا مجھے میرے چچا ابو الحباب سعید بن یسار نے ابوہریرہ سے یہ خبر سنائی کہ پھر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر چاہتے ہو تو پڑھو فَهَلْ عَسَيْتُمْ الخ یہ ابوہریرہ کی حدیث کا دوسرا طریق ہے۔

۴۵۱۳ حَدَّثَنِیْ بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا مُعٰوِیَةُ ابْنُ اَبِی الْمُزَرِّدِ بِھٰذَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاقْرَءُوْا اِنْ شِئْتُمْ فَھَلْ عَسَیْتُمْ

سُوْرَةُ الْفَتْحِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَقَالَ مُجَاھِدٌ سِیْمَاھُمْ فِیْ وُجُوْھِھِمْ السَّحْنَةُ وَقَالَ مَنْصُوْرٌ عَنْ مُجَاھِدٍ

۴۵۱۳ — ترجمہ: بشر بن محمد نے کہا ہمیں عبداللہ بن مبارک نے خبر دی کہ ہمیں معاویہ بن ابی مُزَرِّد نے اس اسناد اور متن سے خبر دی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر چاہتے ہو تو پڑھو " فَھَلْ عَسَیْتُمْ الخ

سُورہ فتح

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ سورت مدنی ہے حدیبیہ سے واپسی میں نازل ہوئی۔ حدیبیہ سے مراد صلح حدیبیہ ہے جو فتح مکہ کا مقدمہ ہے۔ بعض نے فتح مکہ مراد لیا ہے اور نفخ فی الصور کے قبیلہ سے ہے۔ مجاہد اور عوفی سے فتح خیبر منقول ہے۔ جابر رضی اللہ عنہ نے کہا ہم حدیبیہ کے دن کو ہی فتح مکہ شمار کرتے ہیں۔ بشر بن براء سے روایت ہے کہ جب ہم غزوہ حدیبیہ سے واپس ہوئے اور کفار مکہ عمرہ سے مانع ہوئے تو ہمیں بہت غم لاحق ہوا تو اللہ تعالیٰ نے یہ سورت اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ نازل فرمائی۔ علامہ قسطلانی نے نقل کیا کہ بعض کہتے ہیں اس سے فتح روم مراد ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ دلیل و برہان سے فتح اسلام مراد ہے۔ اس کی ۲۹۔ آیات ہیں۔ واللہ ورسولہ اعلم۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قولہ بورًا " سے اس آیت کریمہ: وَظَنَنْتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ وَكُنْتُمْ قَوْمًا بُوْرًا " کی طرف اشارہ کیا اور ہالکین " سے اس کی تفسیر کی۔ اور تم نے بُرا گمان کیا اور تم ہلاک ہونے والے لوگ تھے " بوار سے مشتق ہے

التَّوَاضُعُ شَطْأَهُ فَرَاخَهُ فَاسْتَغْلَظَ غَلُظَ سُوْقِهِ السَّاقُ حَامِلَةُ الشَّجَرَةِ وَيُقَالُ دَائِرَةُ السَّوْءِ كَقَوْلِكَ رَجُلُ السَّوْءِ وَدَائِرَةُ السَّوْءِ الْعَذَابُ تُعَزِّرُوْهُ تَنْصُرُوْهُ شَطْأَهُ شَطْؤُ السُّنْبُلِ تُنْبِتُ الْحَبَّةُ عَشْرًا اَوْ ثَمَانِيًا وَّسَبْعًا فَيَقْوٰى بَعْضُهٗ بِبَعْضٍ فَذٰلِكَ قَوْلُهٗ تَعَالٰى فَاٰزَرَهٗ قَوَّاهُ وَلَوْ كَانَتْ وَاحِدَةً لَّمْ تَقُمْ عَلٰى سَاقٍ وَهُوَ مَثَلٌ ضَرَبَهُ اللّٰهُ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْ خَرَجَ وَحْدَهٗ ثُمَّ قَوَّاهُ بِاَصْحَابِهٖ كَمَا قَوَّى الْحَبَّةَ بِمَا يُنْبِتُ مِنْهَا

اور بناء اور معنی کے اعتبار سے ہالک کی طرح ہے۔ اسی لئے اس کے ساتھ واحد، جمع، مذکر اور مونث کی صفت لگ جاتی ہے۔ ہوسکتا ہے کہ یہ بائر کی جمع ہو جیسے عائذ کی جمع عُوذ ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں اے مشرکو! تم دل و جان اور نیت کے اعتبار سے خراب لوگ ہو۔ اللہ کے حضور تم میں کوئی اچھی بات نہیں۔ تم اللہ جلّ و علاؔ کے غیظ و غضب کے مستوجب ہو۔

قولہ سِیْمَاھُمْ ،، سے اس آئت کریمہ سِیْمَاھُمْ فِیْ وُجُوْھِھِمْ مِنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ،، کی طرف اشارہ کیا۔ مجاہد نے سیما کی تفسیر سحنہ سے کی یعنی چہرہ کا چہرہ اور اس کی ہیئت اور حال۔ سِحنہ بکسر السین ہے اس پہ فتحہ بھی پڑھتے ہیں سِحْنَآء مد کے ساتھ بھی اسے پڑھا جاتا ہے

منصور نے مجاہد سے روائت کی کہ سیما بمعنی خشوع ہے۔ شَطْأَہٗ سے اس آئت کریمہ کَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْأَہٗ ،، کی طرف اشارہ کیا اور فراخہ ،، سے اس کی تفسیر کی یعنی جیسے کھیتی نے اپنا پٹھا نکالا۔ فَاسْتَغْلَظَ بمعنی غَلُظَ ہے یعنی سخت ہوئی۔

قولہ سُوْقِہٖ ،، سے آئت کریمہ : فَاسْتَوٰی عَلٰی سُوْقِہٖ ،، کی طرف اشارہ کیا سُوْق ساق کی جمع ہے اور ساق درخت کی شاخ ہے۔ فَاسْتَوٰی عَلٰی سُوْقِہٖ ،، کے معنی ہیں۔ درخت کے تنہ پہ قائم ہوا۔

قولہ یُقَالُ دَائِرَۃُ السَّوْءِ ،، دائرۃ السوء بمعنی بُری گردش یہ رَجُلٌ سَوْءٌ کی طرح بمعنی فاسد ہے۔ جیسے رَجُلٌ صِدْقٌ بمعنی صالح ہے۔ اس کی تحقیق یہ ہے کہ سَوء کا استعمال معانی میں ہوتا ہے جیسے فساد اجسام میں مستعمل ہوتا ہے، چنانچہ کہا جاتا ہے۔ سَاءَ مَزَاجُہٗ، سَاءَ خُلُقُہٗ، سَاءَ ظَنُّہٗ اس کا مزاج، خلق، گمان فاسد ہوگیا۔ جیسے کہا جاتا ہے۔ فَسَدَ اللَّحْمُ، فَسَدَ الْھَوَاءُ گوشت فاسد ہوگیا، ہوا فاسد ہوگئی۔ مزاج، خلق اور ظن معانی میں اور لحم و ہوا اجسام ہیں بلکہ ہر سَوء فساد ہے اور ہر فساد سَوء ہے فرق صرف اتنا ہے کہ ایک زیادہ

بَابٌ اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا

استعمال معانی میں ہے اور دوسرے کا زیادہ استعمال اجسام میں ہے۔ قرآن کریم میں ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا سَاءَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ۔ دَائِرَةُ السَّوْءِ عذاب ہے یعنی اُن کا عذاب نے احاطہ کر لیا کہ وہ اس سے باہر نہیں نکل سکتے۔ سُوْء کے سین پر ضمّہ بھی پڑھا جاتا ہے۔ مفتوح کے معنی فساد اور رداءت ہیں جبکہ مضموم کے معنی ہزیمت اور مصیبت کے ہیں یا مضموم عذاب و ضرر ہے اور مفتوح مذمت ہے (قسطلانی)

قولہ تعزّروا المعنی تنصروا ہے۔ شَطْأَهٗ، بالی کا پٹھا ایک دانہ سے دس یا آٹھ یا سات بالیاں اُگتی ہیں اور وہ ایک دوسرے کو تقویت پہنچاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے اس کلام "فَآزَرَهٗ" یہی مراد ہے کہ اس کو تقویت دی۔ اگر وہ ایک ہوتی تو شاخ پر قائم نہ رہ سکتی۔ یہ مثال ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بیان کی جبکہ آپ تنہا نکلے۔ پھر آپ کے صحابہ کرام کے ذریعے آپ کو قوی کیا۔ جیسے دانہ کو وہ شئی قوی کرتی ہے جو اس سے اُگتا ہے۔

اس سے یہ بھی مراد لیا جا سکتا ہے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ سے ہجرت کرتے ہوئے اپنے گھر سے تنہا نکلے۔ اللہ تعالیٰ نے انصار کے ذریعے آپ کو تقویت پہنچائی۔

تفسیر میں اس طرح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال بیان فرمائی ہے کہ وہ قلیل تر تھے۔ پھر زیادہ ہوتے گئے۔ اور ایک دوسرے کے ذریعے قوی ہوتے گئے۔

قتادہ سے روایت ہے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کی مثال انجیل میں لکھی ہوئی ہے کہ ایک قوم پیدا ہوگی وہ کھیتی کی طرح اُگیں گے اچھی باتوں کا حکم دیں گے۔ بُری باتوں سے منع کریں گے۔

قولہ اِذْ خَرَجَ، یعنی جس وقت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم تنہا مکہ سے نکلے۔ یہ معنی بھی ہو سکتا ہے کہ مراد یہ ہے کہ جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم تنہا مکہ والوں کے پاس آئے ان کو دعوتِ ایمان دی پھر مکہ میں جنہوں نے اسلام قبول کیا اُن کے ذریعہ اللہ نے آپ کو تقویت پہنچائی۔ یہ معنی بھی ہو سکتا ہے کہ جس وقت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر سے تنہا نکلے۔ جبکہ کافروں نے آپ کو شدید اذیتیں پہنچانی شروع کیں۔ پھر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کا ساتھ دیا اور آپ کے ساتھ ہمسفر رہے۔ پھر جب مدینہ منورہ پہنچے تو انصار کے ذریعہ آپ کو قوت دی۔

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد! بیشک ہم نے تمہارے لئے روشن فتح فرمادی

۴۵۱۴ — حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ زَيْدِ ابْنِ اَسْلَمَ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَسِيْرُ فِيْ بَعْضِ اَسْفَارِهٖ وَعُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يَسِيْرُ مَعَهٗ لَيْلًا فَسَاَلَهٗ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ عَنْ شَيْءٍ فَلَمْ يُجِبْهُ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ سَاَلَهٗ فَلَمْ يُجِبْهُ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ ثَكِلَتْ اُمُّ عُمَرَ نَزَرْتَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ كُلُّ ذٰلِكَ لَا يُجِيْبُكَ قَالَ عُمَرُ فَحَرَّكْتُ بَعِيْرِيْ ثُمَّ تَقَدَّمْتُ اَمَامَ النَّاسِ وَخَشِيْتُ اَنْ يُّنْزَلَ فِيَّ الْقُرْاٰنُ فَمَا نَشِبْتُ اَنْ سَمِعْتُ صَارِخًا يَصْرُخُ بِيْ فَقُلْتُ لَقَدْ خَشِيْتُ اَنْ يَّكُوْنَ نَزَلَ فِيَّ قُرْاٰنٌ فَجِئْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَقَالَ لَقَدْ اُنْزِلَتْ عَلَيَّ اللَّيْلَةَ سُوْرَةٌ لَهِيَ اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ ثُمَّ قَرَاَ اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا

۴۵۱۴ — ترجمہ: زید بن اسلم نے اپنے والد اسلم سے روایت کی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سفروں میں سے ایک سفر کر رہے تھے اور ایک رات عمر فاروق رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ چل رہے تھے۔ انہوں نے آپ سے کچھ پوچھا تو آپ نے ان کو جواب نہ دیا۔ پھر آپ سے سوال کیا تو آپ نے جواب نہ دیا۔ پھر سوال عرض کیا تو آپ نے جواب نہ دیا۔

عمر فاروق نے کہا اے عمر تیری ماں تجھے گم پائے۔ تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تین بار سوال کیا۔ ہر بار آپ نے تجھے جواب نہیں دیا۔ عمر فاروق نے کہا میں نے اپنے اونٹ کو حرکت دی پھر میں لوگوں سے آگے بڑھ گیا۔ اور مجھے یہ خوف ہوا کہ کہیں میرے متعلق قرآن نہ نازل ہو جائے۔ میں نے کچھ دیر بھی نہ کی کہ میں نے آواز دینے والے کو سنا کہ وہ مجھے بلا رہا ہے۔ میں نے (دل میں) کہا مجھے ڈر ہے کہ میرے متعلق قرآن نازل ہو گیا ہو گا میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلام عرض کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آج رات مجھ پر ایک سورت نازل ہوئی ہے وہ مجھے ہر اس شئی سے زیادہ محبوب ہے۔ جس پر سورج طلوع

کرتا ہے۔ پھر آپ نے پڑھا: اِنَّا فَتَحْنَالَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا،،

۴۵۱۴ — شرح: یہ حدیث مرسل ہے کیونکہ اس کے راوی اسلم اس واقعہ میں موجود نہ تھے اور نہ وہ زمانہ پایا تھا، لیکن ہوسکتا ہے کہ انھوں نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے یہ واقعہ سنا ہوگا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ حدیث کے سیاق میں عمر فاروق نے فرمایا میں اپنا اونٹ ہنکا کر آگے لے گیا، قرطبی نے کہا یہ سفر حدیبیہ سے واپسی میں رات کا سفر تھا۔ عمر فاروق نے تین بار سوال عرض کیا ہر بار جواب نہ ملا اس کا سبب یہ تھا کہ اس وقت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم وحی میں مشغول تھے۔ اس سے فارغ ہونے کے بعد عمر فاروق کو بلا کر جواب فرمایا:

قولہ ثکلتک امک،، ثقل کے معنی کسی عورت کا اپنے بچے کو گم پانا ہے۔ گویا کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنی ذات پہ بددعا کی جبکہ انھوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال عرض کرنے میں بار بار اصرار کیا تھا۔ گویا انہوں نے اپنے لئے موت کی دعا کی۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ انہوں نے عربوں کی عادت کے مطابق یہ کہا ہوگا اور حقیقتہً دعا کا ارادہ نہ کیا ہوگا، کیونکہ یہ کلمات ایسے مواقع میں عربوں کی زبان پہ جاری ہوجاتے ہیں۔ ان کی حقیقت مطلوب نہیں ہوتی جیسے وہ تَرِبَتْ یَدَاکَ،، قَاتَلَکَ اللّٰہُ،، عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا کہنا نَزَرْتَ،، یعنی اے عمر تو نے سوال کرنے میں الحاح اور مبالغہ کیا ہے کہ بار بار آپ سے پوچھا۔ نزر یعنی قلت ہے جس کنوئیں میں تھوڑا پانی ہو اس کو بئر نزور،، کہا جاتا ہے۔ علماء نَزَرْتَ کو مخفف پڑھتے ہیں۔ داؤدی نے کہا نزرت کا معنی یہ ہے کہ جس وقت میں نے سوال عرض کیا تو کلام میں کمی کی یا میں نے ایسا سوال کیا جس کا جواب دینا آپ پسند نہ فرماتے تھے لیکن ہر کلام کا جواب نہیں ہوتا بعض کلام کا سکوت ہی جواب ہوتا ہے۔ بار بار سوال عرض کرنے کا مقصد یہ تھا کہ عمر فاروق کا خیال یہ تھا کہ آپ نے ان کی بات نہیں سنی۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ آج رات وہ سورت نازل ہوئی ہے جو ہر شئی سے مجھے زیادہ محبوب ہے جس پہ سورج طلوع کرتا ہے یعنی ساری دنیا سے زیادہ محبوب ہے، کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ نے اگلے پچھلے گناہوں کی مغفرت کی خبر دی ہے۔ اور اس میں نصرت اسلام، اتمام نعمت، اصحاب شجرہ سے اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کے سوا اور امور مذکور ہیں۔ اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مجھے دیا گیا ہے ساری دنیا سے مجھے زیادہ محبوب ہے اور اسم تفضیل میں مفضل اور مفضل علیہ اصل معنی میں برابر ہوتے ہیں۔ پھر ایک کو دوسرے پہ فضیلت ہوتی ہے تو لازم آئے گا کہ آپ کو دنیا بھی محبوب ہے لیکن اس سورت کا نزول زیادہ محبوب ہے، حالانکہ یہ امر مسلم الثبوت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے سے محبت نہ کرتے تھے اس کا جواب یہ ہے کبھی اسم تفضیل اصل فعل کے معنی میں ہوتا ہے جیسا کہ قرآن کریم میں ہے: خَیْرٌ مُّسْتَقَرًّا وَّ اَحْسَنُ مَقِیْلًا،، یہاں جنت اور دوزخ کے درمیان مفاضلہ نہیں ہے تا کہ یہ کہا جائے کہ دوزخ میں بھی خیریت ہے بلکہ معنی یہ ہے خیریت صرف جنت میں ہے اور دوزخ اس سے

۴۵۱۵ — حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ سَمِعْتُ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا قَالَ الْحُدَيْبِيَةُ

۴۵۱۶ — حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ قُرَّةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ قَالَ قَرَأَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ سُورَةَ الْفَتْحِ فَرَجَّعَ فِيهَا قَالَ مُعَاوِيَةُ لَوْ شِئْتُ أَنْ أَحْكِيَ لَكُمْ قِرَاءَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَفَعَلْتُ —

خالی ہے یا اس کا جواب یہ ہے کہ لوگوں کے ذہنوں میں یہ بات مستحکم اور مستقر ہے اور اُن کا عقیدہ ہے کہ دُنیا کی مثل اور کوئی شئ نہیں اور یہی اُن کا مقصود ہے تو لوگوں کے ذہنوں میں مستقربات کے اعتبار سے خطاب فرمایا کہ جو تمہارا گمان ہے کہ اس دنیا سے افضل کوئی شئ نہیں اللہ کے پاس اس سے بہتر ہے۔ واللہ اعلم! (حدیث عــ ۲۹۰۷ / ج ۴ کی شرح دیکھیں)

۴۵۱۵ — ترجمہ: شعبہ نے کہا میں نے قتادہ کو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے سُنا کہ اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا، صُلح حدیبیہ ہے (یعنی اس فتح سے مراد صلح حدیبیہ ہے؛ کیونکہ دراصل اسی موقعہ پر قریش کی کمزوری ظاہر ہو گئی تھی)

۴۵۱۶ — ترجمہ: عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن سُورۂ فتح پڑھی اور اس کی قراءت میں خوش الحانی فرمائی۔ معاویہ ابن قُرّہ نے کہا اگر میں تمہارے پاس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قرآءت کی حکایت کر دوں تو میں کر سکتا ہوں

۴۵۱۶ — شرح: ترجیع کے معنی گلے میں آواز کو پھیرنا ہے جیسے خوش الحان کرتے ہیں۔ بعض نے کہا سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے قصدًا نہیں کیا تھا بلکہ آپ اونٹ پر سوار تھے اور اس کی حرکت سے ترجیع ظاہر ہوتی تھی۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز شریف حُسن میں بے مثال تھی۔ جب آپ قرآن کی تلاوت فرماتے تھے تو مد سے پڑھتے تھے اور آپ حروف اور کلمات میں فصل فرماتے تھے۔ کہا جاتا ہے کوئی پیغمبر حُسنِ صوت سے خالی نہ تھا۔ قرآءتِ قرآن خوبصورت آواز سے پڑھتے

بَابُ قَوْلِهٖ لِيَغْفِرَلَكَ اللّٰهُ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا

۴۵۱۷ — حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ قَالَ حَدَّثَنَا زِيَادٌ اَنَّهٗ سَمِعَ الْمُغِيْرَةَ يَقُوْلُ قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى تَوَرَّمَتْ قَدَمَاهُ فَقِيْلَ لَهٗ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ قَالَ اَفَلَا اَكُوْنُ عَبْدًا شَكُوْرًا

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد ! تاکہ اللہ تمہارے سب کے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے ،،

اور اپنی نعمتیں تم پر تمام کر دے اور تمہیں سیدھی راہ دکھائے ،،

تفسیر : اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ ہم نے آپ کو فتح و نصرت دی تاکہ موجب مغفرت ہو اور بعث یا اس آیت کریمہ کے نزول سے پہلے اور اس کے بعد کی تقصیر بخشے اس تقصیر پہ ذنب کا اطلاق مشہور قول پر مبنی ہے کہ حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَيِّاٰتُ الْمُقَرَّبِيْنَ ،، نیک لوگوں کی نیکیاں مقربین کے نزدیک گناہ ہیں یا مقربین کے گناہ ابرار کی نیکیاں ہیں۔ بعض نے کہا ماتقدم سے آپ کے مادر و پدر کے گناہ مراد ہیں اور ماتاخر سے آپ کی امت کے گناہ ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ جو واقع ہوا یا ہوگا وہ مغفور ہے۔ شیخ دہلوی نور اللہ مرقدہ نے اس آیت کریمہ کی بہترین تفسیر یہ ہے کہ یہ کلمہ تشریف ہے بغیر اس کے کہ کوئی گناہ منظور ہو

۴۵۱۷ — **ترجمہ** : مغیرہ نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں لمبا قیام فرماتے حتی کہ آپ کے دونوں قدم سوج گئے۔ آپ سے عرض کیا گیا۔ حضور آپ تو مغفور ہیں۔ اگلے پچھلے سب گناہ معاف ہیں آپ نے فرمایا کیا میں اللہ کا شکر گزار نہ ہوں ؟

۴۵۱۷ — **شرح** : یعنی یہ رنج و تعب شکر ادا کرنے کے لئے ہے۔ گناہوں کے مواخذہ

۴۵۱۸ـــ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَحْيٰى قَالَ أَخْبَرَنَا حَيْوَةُ عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ سَمِعَ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُومُ مِنَ اللَّيْلِ حَتّٰى تَتَفَطَّرَ قَدَمَاهُ فَقَالَتْ عَائِشَةُ لِمَ تَصْنَعُ هٰذَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَقَدْ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ قَالَ أَفَلَا أُحِبُّ أَنْ أَكُونَ عَبْدًا شَكُورًا فَلَمَّا كَثُرَ لَحْمُهُ صَلّٰى جَالِسًا فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَرْكَعَ قَامَ فَقَرَأَ ثُمَّ رَكَعَ

کے سبب نہیں۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جواب سائل کے حال اور اس کے فہم کے مطابق ذکر فرمایا ہے ورنہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز میں جو استغراق تمام اور شہودِ خاص تھا وہ دُوسرے اوقات میں نہ تھا اسی لئے آپ نے فرمایا نماز میری آنکھ کی ٹھنڈک ہے اور مومنوں کی معراج ہے اور فرمایا اے بلال مجھے نماز کے ساتھ آرام پہنچا۔

۴۵۱۸ـــ ترجمہ : ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات بھر نماز میں کھڑے رہتے حتی کہ آپ کے پاؤں سُوج گئے۔ ام المؤمنین نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ یہ کس لئے کرتے ہیں، حالانکہ اللہ نے اگلے پچھلے سب گناہ معاف کر دیئے ہیں اور آپ مغفور ہیں۔ آپ نے فرمایا کیا میں یہ پسند نہ کروں کہ میں اللہ کا شکر گزار رہوں جب آپ کا جسم شریف بھاری ہو گیا تو بیٹھ کر نماز پڑھتے تھے۔ جب رکوع کرنے کا ارادہ کرتے تو کھڑے ہو جاتے اور قرأت کے بعد رکوع کرتے۔

۴۵۱۸ـــ شرح : ایک حدیث شریف میں ہے : لَمَّا بَدَّنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى جَالِسًا ،، داؤدی نے اس روایت فَلَمَّا كَثُرَ لَحْمُهُ ،، کا انکار کیا ہے۔ اور کہا حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔ فَلَمَّا بَدَّنَ الخ لیکن راوی نے بَدَّنَ ،، کی کثرتِ لحم سے تعبیر کی ہے۔

ابن جوزی نے کہا کسی شخص نے آپ کی وصف میں یہ نہیں کہا کہ آپ بہت موٹے تھے، کیونکہ یہ امر مسلم الثبوت ہے کہ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات تک پیٹ کو جَو کی روٹی سے نہیں بھرا۔

بَابُ قَوْلِهِ إِنَّا أَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا

۴۵۱۹ — حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ هِلَالِ ابْنِ أَبِي هِلَالٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ أَنَّ هٰذِهِ الْآيَةَ الَّتِي فِي الْقُرْاٰنِ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا قَالَ فِي التَّوْرٰىةِ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّحِرْزًا لِلْأُمِّيِّيْنَ أَنْتَ عَبْدِيْ وَرَسُوْلِيْ سَمَّيْتُكَ الْمُتَوَكِّلَ لَيْسَ بِفَظٍّ وَلَا غَلِيْظٍ وَلَا سَخَّابٍ بِالْأَسْوَاقِ وَلَا يَدْفَعُ السَّيِّئَةَ بِالسَّيِّئَةِ وَلٰكِنْ يَعْفُوْ وَيَصْفَحُ وَلَنْ يَقْبِضَهُ حَتّٰى يُقِيْمَ بِهِ الْمِلَّةَ الْعَوْجَاءَ بِأَنْ يَقُوْلُوْا لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ فَيَفْتَحُ بِهَا أَعْيُنًا عُمْيًا وَّاٰذَانًا صُمًّا وَّقُلُوْبًا غُلْفًا

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد! بے شک ہم نے تمہیں بھیجا گواہ بنا کر اور خوشی اور ڈر سناتا ،،

۴۵۱۹ — ترجمہ : عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ قرآن کریم کی یہ آیت کریمہ : اے نبی ہم نے تمہیں شاہد (گواہ) خوشی سنانے والا بے پڑھوں کی پناہ بنا کر بھیجا ہے۔ تم میرے بندے اور میرے رسول ہو میں نے تمہارا نام متوکل رکھا ہے وہ سخت خو اور سخت دل نہ ہوگا اور نہ بازاروں میں آواز بلند کرنے والا ہوگا۔ برائی کو برائی سے دفع نہ کرے گا لیکن معاف کرے گا اور درگزر کرے گا ۔ اللہ تعالیٰ اس کو اس وقت تک قبض نہیں کرے گا۔ حتیٰ کہ اس کے ذریعے ٹیڑھی ملت کو سیدھا نہ کر دے گا کہ لوگ لا الہ الا اللہ کہنے لگیں گے اور اس کے ذریعہ اندھی آنکھوں، بہرے

بَابُ قَوْلِهٖ هُوَ الَّذِیْ اَنْزَلَ السَّکِیْنَةَ

۴۵۲۰ ــ حَدَّثَنَا عُبَیْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰی عَنْ اِسْرَائِیْلَ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ بَیْنَمَا رَجُلٌ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقْرَأُ وَفَرَسٌ لَّهٗ مَرْبُوْطٌ فِی الدَّارِ فَجَعَلَ یَنْفِرُ فَخَرَجَ الرَّجُلُ فَنَظَرَ فَلَمْ یَرَ شَیْئًا وَجَعَلَ یَنْفِرُ فَلَمَّا اَصْبَحَ ذَکَرَ ذٰلِكَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ تِلْكَ السَّکِیْنَةُ تَنَزَّلَتْ بِالْقُرْاٰنِ

کانوں اور پردوں میں ڈھکے دلوں کو کھول دے گا۔

۴۵۱۹ ــ شرح : اس حدیث میں خطاب سے غیبت کی طرف التفات ہے۔ سخاب فعّال کے وزن پر ہے۔ ایک لغت میں "صخاب" بالصاد ہے۔ ملت عوجاء "کفر کی ملت ہے۔ اعین عمیا اندھی آنکھیں، قلوب غلف۔ پردوں میں ڈھکے دل۔ غلف اغلف کی جمع ہے۔ اسی سے غلاف شیف ہے۔

مقصد یہ ہے کہ تورات میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح مذکور ہیں۔ ظاہر ہے کہ تورات میں سریانی زبان میں آپ کا ذکر ہے۔ لیکن راوی نے اس کو عربی زبان میں ترجمہ کر کے ذکر کیا ہے۔

باب

۴۵۲۰ ــ ترجمہ : براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے کہا ایک دفعہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام سے ایک شخص قرآن پڑھ رہا تھا۔ اس کا گھوڑا گھر میں بندھا ہوا تھا گھوڑا بھاگنے لگا۔ وہ شخص باہر آیا اور دیکھا تو کوئی شئی نہ دیکھی اور گھوڑا بدک رہا تھا جب صبح ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ واقعہ ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا وہ اطمینان ہے کہ قرآن پڑھنے کے سبب نازل ہوا تھا۔ (اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سکینت (اطمینان) محض معنوی شئی نہیں ہے۔

بَابُ قَوْلِهٖ اِذْ یُبَایِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ الْاٰیَةَ

۴۵۲۱ ـ حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ بْنُ سَعِیْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْیٰنُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ جَابِرٍ قَالَ كُنَّا یَوْمَ الْحُدَیْبِیَّةِ اَلْفًا وَّ اَرْبَعَ مِائَةٍ ۴۵۲۲ ـ حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سَمِعْتُ عُقْبَةَ ابْنَ صُهْبَانَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ الْمُزَنِیِّ قَالَ اِنِّیْ مِمَّنْ شَهِدَ الشَّجَرَةَ نَهَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْخَذْفِ وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ صُهْبَانَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مُغَفَّلٍ الْمُزَنِیَّ فِی الْبَوْلِ فِی الْمُغْتَسَلِ

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد! جب لوگ درخت کے نیچے تمہاری بیعت کرتے تھے

تفسیر: اس بیعت کو بیعتِ رضوان کہتے ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اللہ راضی ہُوا ایمان والوں سے جب وہ اس پیڑ کے نیچے تمہاری بیعت کرتے تھے۔ اس درخت کا نام شجرہ ہے۔ بعض اس کا نام سدرہ بتاتے ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ دوسرے سال لوگوں نے یہ درخت نہ پایا نا معلوم کہ کیا ہُوا۔ نافع نے کہا پھر لوگ اس بیعت کے بعد آئے اور اس درخت کے نیچے نماز پڑھی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو یہ خبر پہنچی کہ لوگ اس درخت کے نیچے نماز پڑھتے ہیں تو اُنھوں نے حکم دیا کہ اس درخت کو کاٹ دو تو اس کو کاٹ دیا گیا۔

اس بیعت کا سبب یہ تھا کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلّم نے حدیبیہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

۴۵۲۳ حَدَّثَنِی مُحَمَّدُ بْنُ الْوَلِیْدِ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ خَالِدٍ عَنْ اَبِیْ قِلَابَةَ عَنْ ثَابِتِ بْنِ الضَّحَّاكِ وَكَانَ مِنْ اَصْحَابِ الشَّجَرَةِ

کو اشرافِ قریش کے پاس مکہ مکرمہ بھیجا کہ انھیں بتائیں کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ کرنے تشریف لائے ہیں آپ کا ارادہ جنگ نہیں ہے اور یہ بھی فرمایا کہ کمزور مسلمانوں کو وہاں اطمینان دلائیں کہ مکہ مکرمہ عنقریب فتح ہوگا۔ قریش نے حضرت عثمان کو مکہ میں روک لیا اور حدیبیہ میں یہ خبر مشہور ہوگئی کہ حضرت عثمان شہید کر دیئے گئے ہیں۔ اس پر مسلمانوں کو جوش آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے کفار کے مقابل جہاد میں ثابت رہنے پر بیعت لی اور کیکر کے درخت کے نیچے یہ بیعت لی۔ عرب اس کو سمرہ کہتے ہیں۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا بایاں دستِ مبارک داہنے دستِ اقدس پر رکھا اور فرمایا یہ عثمان کا ہاتھ ہے "رضی اللہ عنہ" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نورِ نبوت سے جانتے تھے کہ حضرتِ عثمان شہید نہیں ہوئے۔ جبھی تو ان کی بیعت لی اور یہ کہنا کہ حضور کو عثمان کی حالت کا علم نہ تھا مضحکہ خیز بات ہے۔

۴۵۲۱ — **ترجمہ:** حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا۔ ہم حدیبیہ کے روز چودہ سو اصحاب تھے۔

۴۵۲۱ — **شرح:** بعض روایات میں پندرہ سو مذکور ہیں جبکہ ایک اور روایت میں تیرہ سو کا ذکر ہے، لیکن یہ تضاد نہیں کیونکہ ایک عدد کا ذکر دوسرے عدد کی نفی نہیں کرتی۔

۴۵۲۲ — **ترجمہ:** قتادہ نے کہا میں نے عقبہ بن صہبان کے ذریعہ عبداللہ بن مغفل مُزنی رضی اللہ عنہ سے سنا کہ انہوں نے کہا میں ان لوگوں میں سے ہوں جو بیعتِ شجرہ میں حاضر تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کنکریاں پھینکنے سے منع فرمایا۔ عقبہ بن صہبان نے کہا میں نے عبداللہ بن مغفل مُزنی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ آپ نے غسلخانہ میں پیشاب کرنے سے منع فرمایا۔

۴۵۲۲ — **شرح:** پہلی حدیث مرفوع اور یہ موقوف ہے دونوں کو اس آیت کریمہ کی تفسیر سے تعلق نہیں اور نہ ہی اس سورت سے تعلق ہے۔ "عن عقبة" سے مقصد یہ ہے کہ یہ حدیث موقوف ہے اسے عقبہ بن صہبان کی عبداللہ بن مغفل سے سماعت بیان کرنے کے لئے ذکر کیا ہے۔ کنکریاں پھینکنے سے منع اس لئے کیا کہ اس فعل سے کسی دشمن کو ہلاک نہیں کر سکتے۔ اس طرح اس قسم

۴۵۲۴ ـ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ اِسْحٰقَ السُّلَمِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا يَعْلٰى قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ سِيَاهٍ عَنْ حَبِيْبِ بْنِ اَبِيْ ثَابِتٍ قَالَ اَتَيْتُ اَبَا وَائِلٍ اَسْئَلُهٗ فَقَالَ كُنَّا بِصِفِّيْنَ فَقَالَ رَجُلٌ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُدْعَوْنَ اِلٰى كِتَابِ اللّٰهِ فَقَالَ عَلِيٌّ نَعَمْ فَقَالَ سَهْلُ ابْنُ حُنَيْفٍ اِتَّهِمُوْا اَنْفُسَكُمْ فَلَقَدْ رَاَيْتُنَا يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ يَعْنِي الصُّلْحَ الَّذِيْ بَيْنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کے افعال بھی اس کے حکم میں ہیں اگر کوئی ایسی چیز ہو جس سے دشمن کی مدافعت کی جاسکتی ہو یا اس سے شکار ہوسکتا ہو تو حرج نہیں لیکن کنکری وغیرہ پھینکنے سے تو کسی کا دانت توڑے گا یا آنکھ پھوڑے گا اس لئے یہ منع ہے اور غسل خانہ میں پیشاب کرنے سے وساوس پیدا ہوتے ہیں۔ اگر بول کسی اور راہ سے خارج ہوسکتا ہو اور غسل خانہ میں جمع نہ ہو تو حرج نہیں۔ عطاء نے کہا اگر بول بہہ جاتا ہے تو ممنوع نہیں۔ عبداللہ بن مبارک نے کہا اگر پانی جاری ہو تو حرج نہیں۔ نووی نے روایت کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کسی نے سُنا کہ غسلخانہ میں پیشاب کرنے پر لوگ ملامت کرتے ہیں۔ اس لئے منع فرمایا ہے۔

۴۵۲۳ ــــ ترجمہ : ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اور وہ اصحاب شجرہ سے ہیں۔ (حدیث کا متن ذکر نہیں کیا صرف اس پر اقتصار کیا جس کی ضرورت تھی وہ یہ کہ وہ اصحابِ شجرہ سے ہیں)

۴۵۲۴ ــــ ترجمہ : حبیب بن ابی ثابت نے کہا میں ابو وائل کے پاس آیا اُن سے کچھ پوچھنا چاہتا تھا۔ اُنھوں نے کہا ہم صفین میں تھے۔ ایک آدمی نے کہا کیا تم ان لوگوں کو نہیں دیکھتے جو اللہ کی کتاب کی طرف بلاتے ہیں۔ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں (میں ایسا ہی کرتا ہوں) سھل بن حُنیف نے کہا تم اپنے آپ کو مُتّھم کرو۔ ہم نے اپنے آپ کو حدیبیہ کے روز دیکھا یعنی صلح جو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اور کافروں کے درمیان تھی۔ اگر ہم جنگ دیکھتے تو ضرور جنگ کرتے۔ عمر فاروق آئے اور کہا یا رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کیا ہم حق پر اور کافر باطل پر نہیں؟ کیا ہمارے مقتول جنت میں اور کافروں کے مقتول دوزخ میں نہیں؟ (ہم کیوں نہیں جنگ لڑتے) سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیوں نہیں (جو تم کہتے ہو صحیح ہے) عمر فاروق نے کہا پھر کس کے سبب کمزور خصلت اختیار کریں اور واپس چلے جائیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے درمیان صلح کا حکم نہیں کیا۔ سیّد کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابن خطاب میں اللہ کا رسُول ہوں۔ اللہ مجھے کبھی ضائع نہیں

وَالْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ نَرٰی قِتَالًا لَقَاتَلْنَا فَجَاءَ عُمَرُ فَقَالَ اَلَسْنَا عَلَی الْحَقِّ وَهُمْ عَلَی الْبَاطِلِ اَلَيْسَ قَتْلَاهُمْ فِی النَّارِ قَالَ بَلٰی قَالَ فَفِيْمَ اُعْطِی الدَّنِيَّةَ فِیْ دِيْنِنَا وَنَرْجِعُ وَلَمَّا يَحْكُمِ اللّٰهُ بَيْنَنَا فَقَالَ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَلَنْ يُّضَيِّعَنِیَ اللّٰهُ اَبَدًا فَرَجَعَ مُتَغَيِّظًا فَلَمْ يَصْبِرْ حَتّٰی جَاءَ اَبَا بَكْرٍ فَقَالَ يَا اَبَا بَكْرٍ اَلَسْنَا عَلَی الْحَقِّ وَهُمْ عَلَی الْبَاطِلِ قَالَ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ اِنَّهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَنْ يُّضَيِّعَهُ اللّٰهُ اَبَدًا فَنَزَلَتْ سُوْرَةُ الْفَتْحِ

ہونے دے گا۔ عمر فاروق غصّہ کی حالت میں واپس چلے گئے پس صبر نہ کیا اور ابوبکر صدیق کے پاس آئے اور کہا اے ابابکر! کیا ہم حق پر نہیں؟ اور کافر باطل پر نہیں؟ ابوبکر صدیق نے کہا اے ابن خطاب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسُول ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی ضائع نہیں ہونے دے گا پس سورہ فتح نازل ہوئی۔

۴۵۲۴ — **شرح** : صِفّین بکسر الصاد فاء مکسور مشدّد ہے۔ یہ دریائے فرات کے نزدیک میدان ہے جہاں امیر المؤمنین حضرت علی المرتضیٰ اور معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان عظیم جنگ ہوئی تھی۔ حدیث کا حاصل یہ ہے کہ حبیب بن ابی ثابت قیس بن دینار کوفی نے کہا میں ابووائل شقیق ابن سلمہ کے پاس آیا۔ امام احمد کی روایت میں ہے۔ میں ابووائل کے پاس ان کے محلہ کی مسجد میں آیا اور اُن لوگوں کے متعلق سوال پوچھا جن کو امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا اور وہ خارجی تھے۔ ابووائل نے کہا ہم صفّین میں تھے۔ جب گھمسان کی جنگ شروع ہوئی اور شامی بکثرت قتل ہونے لگے تو عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہا علی کی طرف قرآن کریم بھیجو اور انہیں اللہ کے فیصلہ کی طرف بلاؤ وہ اس کا کبھی انکار نہیں کریں گے یہ پیغام لے کر ایک شخص حضرت علی المرتضیٰ کے پاس آیا اور کہا ہمارے اور تمہارے درمیان اللہ کی کتاب ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں میں ایسا ہی کروں گا۔ احمد اور نسائی کی روایت میں ہے کہ حضرت علی نے کہا ہاں مجھے جب اللہ کی کتاب پر عمل کے لئے دعوت دی جائے تو اسے قبول کرنے کے زیادہ لائق ہوں، کیونکہ مجھے یقین ہے کہ حق میری طرف ہے۔ خارجی جنہیں ہم اس وقت قاری کہتے تھے۔ ان میں سے اکثر کندھوں پر تلواریں اٹھائے ہوئے آئے اور کہنے لگے حکم صرف اللہ کا ہے اور تحکیم کا انکار کر دیا۔ سُہیل بن حُنیف جو امیر المؤمنین حضرت علی المرتضیٰ کے لشکر میں تھے نے کہا اور دونوں فریقوں کو وعظ و نصیحت کر رہے تھے کہ تم

سُوْرَۃُ الْحُجُرَاتِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَقَالَ مُجَاھِدٌ لَا تُقَدِّمُوْا لَا تَفْتَاتُوْا عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَتّٰی یَقْضِیَ اللّٰہُ عَلٰی لِسَانِہٖ اِمْتَحَنَ اَخْلَصَ

اپنی رائے پر تہمت لگاؤ اور آپس میں نہ لڑو، اس لئے وہ سہل بن حُنیف کو جنگ میں تقصیر کی تہمت لگا رہے تھے۔ اس لئے سہل نے کہا تم اپنی رائے پہ تہمت لگاؤ میں تقصیر نہیں کر رہا ہوں۔ اور میں اپنے ساتھیوں سے تقصیر ہرگز نہیں کر سکتا جیسے حدیبیہ کے روز ہم نے تقصیر نہیں کی تھی تم مجھے تقصیر کی طرف کیسے منسوب کرتے ہو۔ اگر مجھ میں حدیبیہ کے روز جناب رسول اللہ علیہ وسلم کے حکم مسترد کرنے کی طاقت ہوتی تو میں مسترد کر دیتا اس روز میرا جنگ سے رکنا تقصیر کے طور نہ تھا وہ صرف اس لئے تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صلح پر آمادہ تھے۔ سہل بن حُنیف رضی اللہ عنہ کی مذکور تقریر سے مقصد یہ تھا کہ حضرات صحابہ کرام نے حدیبیہ کے دن کافروں سے لڑائی کرنا چاہی اور صلح کی مخالفت کی پھر انہیں یہ بات واضح ہوگئی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح ہی کو ترجیح دی ہے۔ اس لئے لوگوں کو چاہیئے کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اقتداء کریں اور تحکیم کا فیصلہ قبول کریں۔ اس میں مسلمانوں کی خیریت ہے (حدیث ۲۹۷۲ ج ۴ کی شرح دیکھیں)

سُوْرَۂ حُجرات

ابوالعباس نے کہا یہ پوری سورت مدنی ہے اس میں کسی کو اختلاف نہیں۔ حُجُرات میں جیم مضموم و مفتوح پڑھی جاتی۔ ایک لغت میں اس کو ساکن بھی پڑھتے ہیں یہ حُجَر کی جمع ہے اور وہ حجرہ کی جمع ہے۔ لہٰذا حجرات جمع کی جمع ہے۔ اس سے مراد سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ازواج مطہرات کے گھر ہیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قولہ لَا تُقَدِّمُوْا، سے اس آیت کریمہ: یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ" کی طرف اشارہ کیا اور لَا تَفْتَاتُوْا سے اس کی تفسیر کی تَفْتَاتُوْا اِفْتِیَات اِفْتِعَال فوت سے ہے۔ اس کے معنی کسی شئی کے

بَابٌ تَنَابَزُوا يُدْعَى بِالْكُفْرِ بَعْدَ الْإِسْلَامِ يَلِتْكُمْ يَنْقُصْكُمْ أَلَتْنَا نَقَصْنَا بَابٌ قَوْلِهِ لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ الآية تَشْعُرُونَ تَعْلَمُونَ وَمِنْهُ الشَّاعِرُ

آگے بڑھنا ہے۔ یعنی اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول کے آگے نہ بڑھو۔ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں مختلف اقوال ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کتاب و سنت کے خلاف مت کہو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے بات نہ کرو! مجاہد اور حسن بصری نے کہا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے قربانی کا جانور ذبح نہ کرو تو آپ نے حکم دیا کہ قربانی کا اعادہ کریں۔ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روزہ رکھنے سے پہلے روزے نہ رکھو، عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے کہا بنی تمیم کا وفد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ، صلی اللہ علیہ وسلم، قعقاع بن معبد بن زرارہ کو ان کا امیر مقرر فرمائیں۔ عمر فاروق نے کہا اقرع بن حابس کو امیر مقرر کریں۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عمر فاروق سے کہا تم میرے خلاف ہی بولتے ہو عمر فاروق نے کہا میں تمہاری مخالفت نہیں کرتا ہوں۔ اس گفتگو میں ان کی آوازیں بلند ہونے لگیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔ یعنی اللہ اور اس کے رسول کے سوا کوئی فیصلہ نہ کرو۔ کلبی نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل سے پہلے کوئی بات اور کام نہ کرو حتی کہ آپ تمہیں حکم دیں۔ ابن زید نے کہا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل سے پہلے کوئی بات اور کام نہ کرو حتی کہ آپ تمہیں حکم دیں۔ ابن زید نے کہا اللہ رسول کے آگے آگے مت چلو (عینی)

قولہ اِمْتَحَنَ " سے اس آیت کریمہ : اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى کی طرف اشارہ کیا۔ اور اَخْلَصَ سے اس کی تفسیر کی یعنی اللہ تعالیٰ نے تقویٰ اور پرہیزگاری کے لئے ان کے دل خالص کئے۔ قولہ لَا تَنَابَزُوْا " سے اس آیت کریمہ " وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ "، کی طرف اشارہ کیا اور اس کی تفسیر یہ کی کہ کسی کو اسلام لانے کے بعد کافر نہ کہو۔ حسن بصری نے کہا لوگ یہودی اور نصرانی کو مسلمان ہونے کے بعد اے یہودی اے نصرانی کر کے پکارتے تھے اس کی ممانعت میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ عکرمہ سے منقول ہے کسی کو یہ نہ کہو یا فاسق یا منافق یا کافر، ضحاک نے اس آیت کریمہ کا شان نزول یہ ذکر کیا کہ جب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ نے دیکھا کہ قبیلہ بنی سلمہ کے ہر شخص کے دو دو یا اس سے زیادہ نام ہیں۔ بعض اچھے نہ تھے تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

قولہ لَا يَلِتْكُمْ "، سے اس آیت کریمہ : وَاِنْ تُطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَا يَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَيْئًا

۴۵۲۵ — حَدَّثَنَا يَسَرَةُ بْنُ صَفْوَانَ بْنِ جَمِيلٍ اللَّخْمِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا نَافِعُ بْنُ عُمَرَ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ قَالَ كَادَ الْخَيِّرَانِ أَنْ يَهْلِكَا أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ رَفَعَا أَصْوَاتَهُمَا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ قَدِمَ عَلَيْهِ رَكْبُ بَنِي تَمِيمٍ فَأَشَارَ أَحَدُهُمَا بِالْأَقْرَعِ بْنِ حَابِسٍ أَخِي بَنِي مُجَاشِعٍ وَأَشَارَ الْآخَرُ بِرَجُلٍ آخَرَ قَالَ نَافِعٌ لَا أَحْفَظُ اسْمَهُ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ لِعُمَرَ مَا أَرَدْتَ إِلَّا خِلَافِي قَالَ مَا أَرَدْتُ خِلَافَكَ فَارْتَفَعَتْ أَصْوَاتُهُمَا فِي ذَلِكَ فَأَنْزَلَ اللَّهُ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمُ الْآيَةَ قَالَ ابْنُ الزُّبَيْرِ فَمَا كَانَ عُمَرُ يُسْمِعُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى يَسْتَفْهِمَهُ وَلَمْ يَذْكُرْ ذَلِكَ عَنْ أَبِيهِ يَعْنِي أَبَا بَكْرٍ

کی طرف اشارہ کیا اور يَنْقُصْكُمْ سے اس کی تفسیر کی کہ تم سے کچھ کم نہ کرے گا یہ لَاتَ يَلِيتُ سے ہے۔ سورۂ طور میں اَلَتْنَا بمعنی نَقَصْنَا ہے۔ ہم نے کم کیا۔ یعنی اگر تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو گے تو تمہارے اعمال سے کچھ کم نہ کرے گا۔

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد! اپنی آوازیں نبی کی آواز سے اونچی نہ کرو!"

تَشْعُرُوْنَ کے معنی تم جانو اسی مادہ سے لفظ شاعر ہے۔ اور شُعُور بمعنی علم سے مشتق ہے۔ اس سے وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ کی طرف اشارہ ہے۔

۴۵۲۵ — ترجمہ: ابن ابی مُلیکہ نے کہا قریب تھا کہ سب سے بہتر دو آدمی ہلاک ہو جاتے یعنی ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما جبکہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور اپنی آوازیں اونچی کر دی تھیں جس وقت آپ کے پاس بنی تمیم کا وفد آیا ان میں سے ایک نے مشورہ دیا کہ بنی مجاشع کے بھائی اقرع بن حابس کو ان کا امیر مقرر فرمائیں جبکہ دوسرے (ابوبکر) نے یہ مشورہ دیا کہ کسی اور آدمی کو

۴۵۲۶ — حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا اَزْهَرُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ عَوْنٍ قَالَ اَنْبَاَنِیْ مُوْسَی بْنُ اَنَسٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِفْتَقَدَ ثَابِتَ بْنَ قَیْسٍ فَقَالَ رَجُلٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنَا اَعْلَمُ لَكَ عِلْمَهٗ فَاَتَاهُ فَوَجَدَهٗ جَالِسًا فِیْ بَیْتِهٖ مُنَكِّسًا رَاْسَهٗ فَقَالَ لَهٗ مَا شَاْنُكَ فَقَالَ شَرٌّ كَانَ یَرْفَعُ صَوْتَهٗ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ وَهُوَ مِنْ اَهْلِ النَّارِ فَاَتَی الرَّجُلُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ قَالَ كَذَا وَكَذَا فَقَالَ

امیر مقرر کیا جائے (قعقاع بن معبد کو) نافع نے کہا اس کا نام یاد نہیں۔ ابوبکر صدیق نے عمر فاروق سے فرمایا تم میرا خلاف ہی چاہتے ہو۔ عمر فاروق نے کہا میں آپ کی مخالفت کا ارادہ نہیں کیا۔ اس گفتگو میں ان کی آوازیں اونچی ہوگئیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ: "لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ" نازل فرمائی۔ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے کہا اس آیت کے نزول کے بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عمر فاروق اپنی آواز نہیں سناتے تھے۔ حتیٰ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان سے پوچھتے تھے۔ عبداللہ بن زبیر نے یہ اپنے باپ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں ذکر نہیں کیا۔

۴۵۲۵ — شرح: كَادَ الْخَيِّرَانِ يَهْلِكَا اَبَابَكْرٍ وَّعُمَرَ" ابوبکر اور عمر خیران کا بیان ہے۔ بعض نسخوں میں حِبْرَانِ تثنیہ حِبر بمعنی عالم ہے۔ ایک روایت میں یَهْلِكَا ناصب و جازم کے بغیر لیک لغت ہے۔ حَبر کی حاء پر فتحہ اور کسرہ دونوں جائز ہیں۔ رکب کے معنی اونٹوں والے مسافر" اس آیت کریمہ سے ظاہر ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز مبارک پر آواز اونچی کرنا حرام ہے۔ اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ صحیح حدیث میں ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی جبکہ آپ کے پاس آپ کی بیبیاں امہات المؤمنین بلند آوازوں سے گفتگو کر رہی تھیں؛ حالانکہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز مبارک پر اونچی آواز کرنا حرام ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ واقعہ مذکورہ آیات کے نزول سے پہلے کا ہے یا ان کی اونچی آواز اجتماعی صورت میں تھی۔ ہر ایک کی آواز اونچی نہ تھی۔ یہ حدیث مرسل ہے کیونکہ ابن ابی ملیکہ تابعی ہیں۔ علامہ قسطلانی نے کہا ابن ابی ملیکہ نے عبداللہ بن عمر سے سماعت کی ہے۔ واللہ و رسولہ اعلم!

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما اسماء بنت ابی بکر کے بیٹے ہیں۔ ابوبکر صدیق ان کے نانے ہیں ان پر باپ کا اطلاق مجازی ہے۔

۴۵۲۶ — ترجمہ: انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

مُوسیٰ فَرَجَعَ اِلَیْہِ الْمَرَّۃَ الْاٰخِرَۃَ بِبِشَارَۃٍ عَظِیْمَۃٍ فَقَالَ اذْھَبْ اِلَیْہِ فَقُلْ لَہٗ اِنَّکَ لَسْتَ مِنْ اَھْلِ النَّارِ وَلٰکِنَّکَ مِنْ اَھْلِ الْجَنَّۃِ

بَابُ قَوْلِہٖ اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَکَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرَاتِ اَکْثَرُھُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ

نے ثابت بن قیس کو گم پایا تو ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں اس کی خبر لاتا ہوں۔ وہ اُن کے پاس آیا تو ان کو نیچا سر کیے ہوئے اپنے گھر میں بیٹھا ہوا پایا۔ اُس آدمی نے کہا تمہارا کیا حال ہے۔ ثابت نے کہا بُرا حال ہے۔ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز مبارک سے اپنی آواز اُونچی کرتا ہے۔ اس کے عمل تباہ ہوگئے ہیں۔ وہ تو دوزخی ہے۔ وہ شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور آپ کو خبر سُنائی کہ اُس نے ایسا ایسا کہا ہے۔ موسیٰ بن انس نے کہا وہ آدمی دوسری بار عظیم خوشخبری لے کر ثابت کے پاس گیا اور کہا کہ آپ نے فرمایا کہ اسے جا کر کہہ دو کہ تو دوزخی نہیں، لیکن تو جنتیوں میں سے ہے۔

۴۵۲۶ شرح: اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ جن حضرات کو جنت کی خوشخبری دی گئی ہے وہ تو صرف دس ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ منافات نہیں، کیونکہ ایک عدد دُوسرے عدد کے منافی نہیں ہوتا یا عشرہ مبشرہ سے وہ حضرات مراد ہیں۔ جنہیں ایک مجلس میں خوشخبری دی گئی تھی۔ یا جن کے حق میں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے لفظ "بَشَّرْتُ بِالْجَنَّۃِ" فرمایا یہ تاویل مرزوی ہے! کیونکہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیشتر حضرات کو مختلف مواقع میں جنتی فرمایا ہے۔ نیز بالاتفاق یہ ثابت ہے کہ ازواج مطہرات اور سیّدہ فاطمہ اور حسن و حسین رضی اللہ عنہم سب جنتی ہیں۔ واللہ تعالیٰ و رسولہ الاعلیٰ اعلم!

(حدیث ۳۳۸۲ کی شرح دیکھیں)

باب ۷ اللہ تعالیٰ کا ارشاد! بے شک جو لوگ تمہیں حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں اُن میں اکثر بے عقل ہیں"

تفسیر: قبیلہ بنی تمیم کے دیہاتی لوگ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ شریف کے پاس آ کر بُلند

۴۵۲۷ — حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِي ابْنُ اَبِي مُلَيْكَةَ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الزُّبَيْرِ اَخْبَرَهُمْ اَنَّهُ قَدِمَ رَكْبٌ مِنْ بَنِي تَمِيْمٍ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ اَمِّرِ الْقَعْقَاعَ بْنَ مَعْبَدٍ وَقَالَ عُمَرُ بَلْ اَمِّرِ الْاَقْرَعَ بْنَ حَابِسٍ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ مَا اَرَدْتَ اِلَى اَوْ اِلَّا خِلَافِي فَقَالَ عُمَرُ مَا اَرَدْتُ خِلَافَكَ فَتَمَارَيَا حَتَّى ارْتَفَعَتْ اَصْوَاتُهُمَا فَنَزَلَ فِي ذٰلِكَ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ حَتَّى انْقَضَتِ الْاٰيَةُ

آواز سے پکارنے لگے اے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائیں۔ ہمارے مدح کرنے سے زینت اور ہمارا مذمت کرنا عیب ہے۔ قتادہ اور زید بن ارقم سے روایت ہے کہ چند دیہاتی لوگ آئے اور انھوں نے کہا ہمیں اس شخص کے پاس لے چلو! اگر وہ پیغمبر ہیں تو ہم نیک بخت ہو جائیں گے اور ان کی صحبت سے سعادت مندی حاصل ہو گی اگر وہ بادشاہ ہے تو اس کے دروازے پر اچھی زندگی گزاریں گے وہ حجرہ شریف کے پاس آئے اور اے محمد، اے محمد! سے ندا کرنے لگے تو یہ آئت نازل ہوئی۔

۴۵۲۷ — ترجمہ : عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ قبیلہ بنی تمیم کا قافلہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم! قعقاع بن معبد کو ان کا امیر بنائیں۔ عمر فاروق نے کہا: اقرع بن حابس کو امیر منتخب کریں۔ ابوبکر صدیق نے کہا تو نے میری مخالفت کا ارادہ کیا ہے۔ عمر فاروق نے کہا میں نے آپ کی مخالفت نہیں چاہی وہ دونوں جھگڑ پڑے حتیٰ کہ ان کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔ اس وقت یہ آئت کریمہ "اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول کے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرو" نازل ہوئی۔

(اس حدیث کی مناسبت بنی تمیم کے قافلہ کے آنے میں ہے، کیونکہ مفسرین کا اتفاق ہے کہ یہ آئت کریمہ انہی لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے)

بَابُ قَوْلُهٗ تَعَالٰی وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰی تَخْرُجَ اِلَیْهِمْ لَکَانَ خَیْرًا لَّهُمْ ؕ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سُوْرَةُ قٓ

رَجْعٌ بَعِیْدٌ رَدٌّ فُرُوْجٍ فُتُوْقٍ وَاحِدُهَا فَرْجٌ وَرِیْدٌ فِیْ حَلْقِهٖ وَالْحَبْلُ حَبْلُ

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد! اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ آپ اُن کے پاس تشریف لاتے تو یہ ان کے لئے بہتر تھا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے"

سُورَہ ق

یہ سورت مکی ہے اس کی ۴۵ آیات ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روائت ہے کہ "ق" اللہ کا نام ہے اللہ تعالیٰ نے اس نام سے قسم کھائی ہے۔ قتادہ نے کہا یہ قرآن کا نام ہے۔ قرطبی سے منقول ہے کہ یہ اللہ کے ناموں کا پہلا حرف ہے جو قدیر، قادر، قریب اور قاھر و قہار، قاضی قابض ہیں۔ عکرمہ اور ضحاک نے کہا کہ سبز زمرد کا سبز پہاڑ ہے جس نے زمین کا احاطہ کیا ہوا ہے۔ اس کی تہ میں وہ پتھر ہے۔ جس پر زمین قبّہ کی مانند ہے۔ اس کے عکس سے آسمان سبز معلوم ہوتا ہے اس پر آسمان کا کنارہ ہے۔ لوگ جو زمرّد پاتے ہیں اُسی سے جدا ہوا ہے

ابن عباس اور مقاتل سے ایک روائت یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے

العالق وقال مجاهد ما تنقص الارض من عظامهم تبصرة بصيرة حب الحصيد الحنطة باسقات الطوال افعیینا افاعیی علینا وقال قرینه الشیطان الذی قیض له فنقبوا ضربوا او القی السمع لا یحدث نفسه بغیره حین انشاکم وانشا خلقکم رقیب عتید رصد سائق وشهید الملکین کاتب وشهید شهید شاهد بالقلب لغوب النصب وقال غیره نضید الکفری ما دام فی اکمامه ومعناه منضود بعضه علی بعض فاذا خرج من اکمامه فلیس بنضید فی ادبار النجوم وادبار السجود کان عاصم یفتح التی فی ق ویکسر التی فی الطور وتکسران جمیعا وتنصبان وقال ابن عباس یوم الخروج یخرجون من القبور ـــــــ

اس کو پیدا کیا اس کے بعد جبل قبیس کو پیدا کیا۔ ساری دُنیا اس پہاڑ کے اندر ہے اس کے پیچھے جو کچھ ہے وہ اللہ ہی جانتا ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قولہ رجع بعید " سے اس آیت کریمہ : ءاذا متنا وکنا ترابا ذٰلک رجع بعید " کی طرف اشارہ کیا اور بعید " سے تفسیر کی۔ یہ منکرین بعثت کی بات ہے کہ کیا جب ہم مر جائیں گے اور مٹی ہو جائیں گے پھر جئیں گے یہ پلٹنا دُور ہے۔

قولہ فروج " سے اس آیت کریمہ " وزینّاھا وما لھا من فروج " ہم نے زمین کو سنوارا اور اس میں کوئی رخنہ نہیں۔ کوئی عیب وقصور نہیں۔ امام نے فُرُوج کی تفسیر فتوق سے کی اس کا واحد " فرج " ہے۔ بعض نے کہا فروج کے معنی ایک دوسرے سے جُدا ہو جانے کے ہیں۔

قولہ من حبل الورید " سے اس آیت کریمہ : ونحن اقرب الیه من حبل الورید " کی طرف اشارہ کیا اور ہم دل کی رگ سے بھی اس سے زیادہ نزدیک ہیں۔ ورید وہ رگ ہے جس میں خون جاری ہو کر بدن کے جسم

جزو میں پہنچا ہے۔ یہ رگ گردن میں ہے۔ یہ کمالِ قرب کی مثال ہے۔ حبل کی ورید کی طرف اضافت توصیفی ہے۔ جیسے مَسْجِدُ الْجَامِعِ یعنی حَبْلُ الْعِرْقِ الْوَرِیْدِ ،، ہوسکتا ہے کہ حبل عام ہو اور اس کی ورید کی طرف اضافت بیانیہ ہو یعنی ورید حبل کا بیان ہے۔ یا ورید سے مراد عاتق ہو اور حبل کی عاتق کی طرف اضافت ہے جیسے ورید کی اضافت عاتق کی طرف ہے۔ آیت کریمہ سے مراد کمالِ علم کا بیان ہے کہ ہم بندے کے حال سے خود اس سے زیادہ جانتے ہیں۔ حبل الورید کے معنی یہ ہیں کہ انسان کے اجزاء ایک دوسرے سے پردے میں ہیں مگر اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز پردے میں نہیں۔ سبحان اللہ! یہ کیسا سیاق ہے کہ خدائے ذوالجلال نے اپنے کمال قرب کی مثال یہ بیان فرمائی اور اپنے حبیب کریم کے لوگوں سے کمالِ قرب کی مثال فرمائی: اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ ،، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مومنوں کو ان کی جانوں سے زیادہ قریب ہیں۔ یہ رمز غامض ہے جسے اللہ اور اس کا رسول جانتے ہیں۔

قولہ مَا تَنْقُصُ الْاَرْضُ ،، سے اس آیت کریمہ: قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْاَرْضُ ،، ہم جانتے ہیں جو کچھ زمین ان میں سے گھٹاتی ہے۔ اس کی تفسیر میں مجاہد نے کہا کہ زمین جو ان کی ہڈیاں گھٹاتی ہے۔ یعنی جو ان کے جسم کی ہڈیاں زمین کھا جاتی ہیں۔ اُن میں سے کوئی چیز ہم سے چھپی نہیں تو ہم ان کو ویسے ہی زندہ کرنے پر قادر ہیں، جیسے کہ وہ پہلے تھے۔

قولہ تَبْصِرَۃً ،، سے اس آیت کریمہ تَبْصِرَۃً وَّ ذِکْرٰی لِکُلِّ عَبْدٍ مُّنِیْبٍ ،، کی طرف اشارہ کیا۔ اور کہا تبصرہ بمعنی بصیرت ہے۔ یعنی سوجھ اور سمجھ ہر رجوع والے بندے کے لئے۔

قولہ حَبَّ الْحَصِیْدِ ،، یعنی اس آیت کریمہ ,, فَاَنْۢبَتْنَا بِہٖ جَنّٰتٍ وَّ حَبَّ الْحَصِیْدِ ،، ہم نے پانی سے باغ اُگائے اور اناج جو کاٹا جاتا ہے جیسے گیہوں چنا وغیرہ کہ ان کو کاٹ کر ان سے اناج نکالتے ہیں۔ حب سے گندم کا دانہ ہے یا ہر دانہ ،،

قولہ بَاسِقٰتٍ لَّہَا ،، یعنی اس آیت کریمہ: وَالنَّخْلَ بٰسِقٰتٍ لَّہَا ،، میں بَاسِقَات کے معنی لمبی ہیں یعنی کھجور کے لمبے درخت ،، بسق بمعنی طال ہے دراز ہوا۔ بعض نے کہا طوال کے معنی سیدھے لمبے ایک روائت میں ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بَاصِقَات صاد سے پڑھا اور بصاق کھجور کی قسم ہے (صراح)

قولہ اَفَعَیِیْنَا ،، سے اس آیت کریمہ: اَفَعَیِیْنَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ بَلْ ہُمْ فِیْ لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ ،، کی طرف اشارہ کیا۔ تو کیا ہم پہلی بار بنا کر تھک گئے بلکہ نئے بننے سے شک وشبہ میں ہیں۔ اور اَفَعَیِیْنَا کی تفسیر اَفَاَعْیَا عَلَیْنَا سے کی کیا ہم پر یہ دشوار ہے اور ہم عاجز ہو گئے ہیں؟

قولہ وَقَالَ قَرِیْنُہٗ ،، سے اس آیت کریمہ: وَقَالَ قَرِیْنُہٗ ہٰذَا مَا لَدَیَّ عَتِیْدٌ ،، کی طرف اشارہ کیا۔ یعنی اس کا ہمنشیں بولا یہ ہے جو میرے پاس حاضر ہے۔ امام نے قرین کے معنی شیطان ذکر کئے ہیں جو اس پر مقرر ہے۔ قتادہ سے روائت ہے کہ قرین سے مراد فرشتہ ہے۔ جو اس پر مقرر ہے۔ لہٰذا آیت کے

معنی یہ ہیں کہ فرشتے نے کہا یہ ہے جو میرے پاس حاضر ہے۔ تفسیر مدارک اور خازن میں ہے کہ یہ فرشتہ اس کے اعمال لکھنے والا اور اس پر گواہی دینے والا ہے۔ اس کا نامۂ اعمال پیش کرے گا۔

قولہ نَقَّبُوْا " سے اس آیت کریمہ : فَنَقَّبُوْا فِی الْبِلَادِ هَلْ مِنْ مَّحِیْصٍ " کی طرف اشارہ کیا اور نَقَّبُوْا کی تفسیر ضَرَبُوْا یعنی گھومنے پھرنے سے کی۔ یعنی وہ موت کے ڈر سے شہروں میں گھومتے پھرے کہ کہیں بھاگنے کی جگہ ملے۔ قولہ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ سے اس آیت کریمہ : اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ " کی طرف اشارہ کیا اور کہا اَلْقَى السَّمْعَ کے معنی ہیں۔ اس کے سوا دل میں کوئی بات نہ کرے گا اس کی تفسیر یہ بھی کی جاتی ہے کہ کان لگائے اور متوجہ ہو۔ قولہ حِیْنَ اَنْشَاَكُمْ " جس وقت تمہیں پیدا کیا اور تمہاری پیدائش ظاہر کی۔ یہ اَفَعَیِیْنَا کی تفسیر کا تتمہ ہے۔ حق یہ تھا کہ اسے وہاں لکھا جاتا، لیکن کاتب کے سہو سے یہاں لکھا گیا ہے۔

قولہ رَقِیْبٌ سے آیت کریمہ : مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ " کی طرف اشارہ کیا اور "رصد" سے اس تفسیر کی۔ رصد کے معنی بغور دیکھنا بعض مفسرین نے رَقِیْب کی تفسیر حافظ سے اور عتید کی تفسیر حاضر سے کی ہے (عینی)۔

قولہ سَائِقٌ وَّشَهِيْدٌ " سے اس آیت کریمہ : وَجَآءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ وَّشَهِيْدٌ " کی طرف اشارہ کیا اور ذکر کیا کہ یہ دو فرشتے ہیں۔ اُن میں سے ایک کاتب اور دُوسرا گواہ ہے۔ حسن بصری نے کہا سائق ہانکنے والا اور شہید گواہ ہے یعنی ہر جان یوں ہوگی کہ اس کے ساتھ ایک ہانکنے والا فرشتہ ہوگا جو اس کو حشر کی طرف ہانکے گا اور ایک گواہ ہوگا جو اس کے عملوں کی گواہی دے گا۔

قولہ شَهِيْدٌ " سے اس آیت کریمہ : اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ " کی طرف اشارہ کیا اور شہید کی تفسیر شَاهِدٌ بِالْقَلْبِ " سے کی یعنی یا کان لگائے اور دل سے متوجہ ہُوا شبلی قدس سرہ نے فرمایا قرآنی نصائح سے فیض حاصل کرنے کے لئے قلب حاضر چاہیئے جس میں چشم زدن بھی غفلت نہ ہو اور وہ قلب حاضر رکھے۔

قولہ لُغُوْبٍ " سے اس آیت کریمہ : وَمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ " کی طرف اشارہ کیا اور "نصب" بمعنی تعب و مشقت سے اس کی تفسیر کی اور ہمیں تعب و مشقت نہ پہنچی " عبد الرزاق نے معمر کے ذریعہ قتادہ سے روایت کی کہ یہودیوں نے کہا اللہ تعالیٰ نے مخلوق چھ دنوں میں پیدا کی اور جمعہ کے دن تخلیق سے فارغ ہُوا پھر وہ تھک گیا اور ہفتہ کے روز عرش پر لیٹ کر آرام لیا۔ یہ آیت کریمہ اُن کے رد میں نازل ہُوئی کہ اللہ تعالیٰ تکان سے پاک ہے وہ تھکتا نہیں۔ قولہ نَضِيْدٌ " سے اس آیت کریمہ وَالنَّخْلَ بٰسِقٰتٍ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِيْدٌ " کی طرف اشارہ کیا اور نضید کی کُفُرَّیٰ سے تفسیر کی۔ بضم الکاف و فتح الفاء یعنی مجاہد کے غیر نے کہا شگوفہ جب تک اپنے غلاف میں رہے۔ اس کے معنی یہ ہیں۔ اس کے بعض پتے بعض پر تہ کردہ ہیں۔ جب وہ اپنے غلاف سے نکل جائے تو نضید نہیں ہے۔ کُفُرَّیٰ بضم الکاف و فتح الفاء اور راء مشدّدہ مقصورہ ہے اس کے معنی شگوفہ کے ہیں۔ اَکْمَامٌ کِمٌّ " کی جمع بکسر الکاف اور میم مشدد ہے۔ مسروق نے کہا جنت کی کھجوریں سرتا پا شگوفہ دار ہیں اس کے

بابٌ قَوْلُهٗ وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ

میوے منضّد ہیں۔ جیسے مٹکے ہوتے ہیں جب اُن سے پھل اُتار جائے تو اس کے نیچے اور پھل نکل آتا ہے اور جنت کی نہریں کناروں کے بغیر جاری ہیں۔

قولہ فِی اَدْبَارِ النُّجُوْمِ وَاَدْبَارِ السُّجُوْدِ ،، لفظ اَدبار قرآن کریم میں دو جگہ واقع ہے۔ ایک اَدبار السجود سورۂ طور میں اور دوسرے اَدْبَارِ السُّجُوْدِ اس سورت میں ہے۔ اس سے اس آیت کریمہ: وَمِنَ الَّیْلِ فَسَبِّحْهُ وَاَدْبَارِ السُّجُوْدِ ،، کی طرف اشارہ کیا یعنی رات گئے اس کی تسبیح کرو اور نمازوں کے بعد ،، عاصم ”اَدبار“ کے ہمزہ کو مفتوح اور سورۂ طور میں ”اِدبار“ کے ہمزہ کو مکسور پڑھتے ہیں۔ ابو عمرو اور کسائی نے عاصم کی موافقت کی اور نافع ابن کثیر اور حمزہ نے مخالفت کی اور ہمزہ کو مکسور پڑھا۔

قولہ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ ،، اس سے مراد مطلق تسبیح ہے۔ بعض نے کہا فرض نمازوں کے بعد تسبیح کرو! امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام نمازوں کے بعد تسبیح کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ بعض نے کہا اس سے مراد نماز ہے کہ فرض نمازوں کے بعد نفل پڑھو۔ بعض نے کہا مراد فرائض ہیں یعنی طلوع شمس سے پہلے صبح کی نماز غروب سے پہلے عصر کی نماز پڑھو!

قولہ وَمِنَ الَّیْلِ فَسَبِّحْهُ ،، سے مراد عشاء کی نماز ہے۔ بعض نے رات کی نماز مراد لیا ہے۔

قولہ اَدْبَارِ السُّجُوْدِ ،، اس سے مراد مغرب کے فرضوں کے بعد دو سنتیں ہیں اور اَدبار النجوم، صبح سے پہلے دو سنتیں ہیں۔ ”اَدبار“ کا ہمزہ مفتوح ہو تو دُبُر کی جمع ہے۔ اگر مکسور ہو تو باب اِفعال کی مصدر ہے

قولہ یُکْسَرَانِ جَمِیْعًا ،، یعنی سورۂ قاف اور طور دونوں میں اِدبار کو کسرہ سے پڑھتے ہیں اور دونوں کو مفتوح بھی پڑھا جاتا ہے۔ بعض مفسرین نے اس کو ترجیح دی ہے اور قراء سبعہ نے سورۂ طور میں کسرہ پر اتفاق کیا ہے اور فتح کو شاذ کہا ہے۔ (عینی، کرمانی)

عاصم ابن بحود اسدی تابعی کوفی قراء سبعہ میں سے ہیں۔ ۱۲۸ ہجری میں فوت ہوئے۔

قولہ یَوْمَ الْخُرُوْجِ ،، سے اس آیت کریمہ: یَوْمَ یَسْمَعُوْنَ الصَّیْحَةَ بِالْحَقِّ ذٰلِكَ یَوْمُ الْخُرُوْجِ کی طرف اشارہ کیا۔ اس کی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا جس دن لوگ اپنی قبروں سے باہر آئیں گے۔

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد! دوزخ عرض کریگی کچھ اور زیادہ ہے

یعنی جس وقت ہم جہنم سے فرمائیں گے کیا تو بھر گئی ہے؟ وہ عرض کرے گی کچھ اور زیادہ ہے۔ اس کی دو صورتیں

۴۵۲۸ — حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ اَبِی الْاَسْوَدِ قَالَ حَدَّثَنَا حَرَمِیٌّ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَۃُ عَنْ قَتَادَۃَ عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ یُلْقٰی فِی النَّارِ وَتَقُوْلُ ھَلْ مِنْ مَّزِیْدٍ حَتّٰی یَضَعَ قَدَمَہٗ فَتَقُوْلُ قَطِ قَطِ

ہیں، کیونکہ استفہام میں انکار بھی ہو سکتا ہے اور نفی کا بھی احتمال ہے۔ لہٰذا آیت کریمہ کے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ اب مجھ میں گنجائش باقی نہیں۔ میں بھر چکی اور معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ ابھی اور گنجائش ہے۔

۴۵۲۸ — ترجمہ : انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دوزخ میں لوگوں کو ڈالا جائے گا اور وہ کہے گی کچھ اور زیادہ ہے۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کا قدم رکھے گا تو کہے گی بس بس۔

۴۵۲۸ — شرح : قط میں تین لغات ہیں طاء کو ساکن یا مکسور منوّن یا غیر منوّن پڑھنا اس کے معنی ہیں مجھے کافی ہے۔ بعض نے کہا یہ جہنم کی آواز ہے۔

ھَلْ مِنْ مَّزِیْدٍ ،، نافرمانوں پر غیض و غضب کے باعث کہے گی۔ یہ سوال تقریر بمعنی استزادہ ہے۔ زیادہ طلب کرنا یعنی میں بھر گئی ہوں مجھ میں کچھ باقی نہیں رہی جو بھری نہ ہو۔ یہ بات مشکل ہے کیونکہ اس وقت اس کا معنی انکار ہوگا حالانکہ اس کا مخاطب اللہ تعالیٰ ہے اور اس باب میں مذکور حدیث کا معنی اس کے مناسب نہیں۔ بعض علماء نے کہا یہ سوال دوزخ کے خازنوں کے لئے ہے۔ اور جواب بھی اُن کی طرف سے ہے۔ اس تقدیر پر عبارت محذوف ہے وہ یہ کہ ہم دوزخ کے خازنوں سے کہیں گے اور وہ مزید کہیں گے نیز جائز ہے کہ یہ مصدر ہو یعنی ھَلْ مِنْ زِیَادَۃٍ یا اسم مفعول ہو یعنی جو مجھے زیادہ دیتے جاؤ گے میں اسے جلاتی رہوں گی (قسطلانی)

قولہ حَتّٰی یَضَعَ قَدَمَہٗ ،، حتیٰ کہ اللہ اپنا قدم قدرت رکھے گا۔ مسلم کی روایت میں ہے ،، حَتّٰی یَضَعَ رِجْلَہٗ ،، دونوں حدیثیں ایک دوسری کی تفسیر کرتی رہتی ہیں۔

اللہ کا قدم یا رِجل کی بحث

جن احادیث میں قدم و رجل کے لفظ آتے ہیں وہ اللہ کی صفات میں مشہور احادیث ہیں۔ اس میں علماء کے دو مذہب ہیں۔ ایک مذہب مُفَوِّضَہ کا ہے۔ وہ یہ ہے کہ اِن پر ایمان لانا کہ جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وہ حق ہے اور رجل کا معنی یہ ہے کہ جو اللہ کی شان کے لائق ہے۔ ظاہری معنی مراد نہیں جمہور علماء اور بعض متکلمین یہی کہتے ہیں۔ دوسرا مذہب جمہور متکلمین اور مُؤَوِّلَہ کا ہے۔ وہ قدم اور رجل کی تاویل کرتے ہیں اور کہتے

۴۵۲۹ — حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُوسَى الْقَطَّانُ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو سُفْيَانَ الْحِمْيَرِيُّ سَعِيدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ مَهْدِيٍّ قَالَ حَدَّثَنَا عَوْفٌ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَفَعَهُ وَأَكْثَرُ مَا كَانَ يُوقِفُهُ أَبُو سُفْيَانَ يُقَالُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَأْتِ فَتَقُولُ هَلْ مِنْ مَزِيدٍ فَيَضَعُ الرَّبُّ تَبَارَكَ وَتَعَالَى قَدَمَهُ عَلَيْهَا فَتَقُولُ قَطْ قَطْ ۴۵۳۰ — حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ

ہیں اس سے دوزخ کو ذلیل کرنا مقصود ہے، کیونکہ جب وہ سرکشی اور طلب مزید میں مبالغہ کرے گی تو اللہ تعالیٰ اُس کو ذلیل کرے گا اور اسے تحتِ قدم رکھے گا۔ حقیقی قدم مراد نہیں۔ عرب مثال بیان کرنے کے طور پر اعضا کے الفاظ استعمال کرتے رہتے ہیں۔ اُن کی مراد بعینہٖ اعضاء نہیں ہوتے جیسے وہ کہتے ہیں: رَغِمَ أَنْفُهُ وَسَقَطَ فِي يَدِهِ ،، حقیقۃً رَغِمَ انف (ناک کا خاک آلود ہونا اور ہاتھ پر جانا مراد نہیں) بعض نے کہا قدم سے مراد متقدم یعنی اللہ تعالیٰ دوزخ میں پہلے لوگ رکھے گا جو عذاب کے لائق ہیں۔ بعض نے کہا قدم سے مراد بعض مخلوق کا قدم ہے اور ضمیر غائب معلوم مخلوق کی طرف راجع ہے یا وہاں ایسی مخلوق ہے جس کا نام ہی قدم ہے ان کو دوزخ میں رکھے گا۔ اور قدم سے مراد اخیر ہے کیونکہ قدم سب اعضاء سے آخر ہے۔ لہٰذا معنیٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ دوزخ میں آخری دوزخی داخل کرے گا۔ اوّل معنی بہتر ہے (فتح الباری)۔ واللہ و رسولہ اعلم!

۴۵۲۹ — ترجمہ: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اُنھوں نے یہ روایت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک مرفوع کی ہے کہ ابوسفیان اسے بیشتر اوقات موقوف روایت کرتے ہیں کہ دوزخ سے کہا جائے گا کیا تو بُر ہوگئی ہے۔ وہ کہے گی — هَلْ مِنْ مَزِيدٍ ،، تو رب تبارک و تعالیٰ اپنی قدرت کا قدم اس پر رکھے گا تو وہ کہے گی بس بس۔

۴۵۳۰ — ترجمہ: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت اور دوزخ نے باہم جھگڑا کیا۔ دوزخ نے کہا میں متکبر اور ظالموں کے لئے خاص کی گئی ہوں۔ جنت نے کہا میرا کیا حال ہے کہ مجھ میں صرف کمزور لوگ اور لوگوں کی نظروں میں گرے ہوئے لوگ داخل ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے جنت سے فرمایا تو میری رحمت ہے میں تیرے ذریعہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہوں رحم کروں گا اور دوزخ سے فرمایا تو میرا عذاب ہے تیرے ساتھ میں اپنے بندوں میں سے جسے چاہوں عذاب کروں گا۔ جنت اور دوزخ میں سے ہر ایک نے بھرنا ہے۔ بہرکیف دوزخ نہ بھرے گی۔ حتیٰ کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اس میں اپنی قدرت کا قدم داخل کرے گا۔ تو وہ کہے گی بس بس بس۔

قَالَ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَحَاجَّتِ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ فَقَالَتِ النَّارُ اُوْثِرْتُ بِالْمُتَكَبِّرِيْنَ وَالْمُتَجَبِّرِيْنَ وَقَالَتِ الْجَنَّةُ مَا لِیْ لَا يَدْخُلُنِیْ اِلَّا ضُعَفَاءُ النَّاسِ وَسَقَطُهُمْ قَالَ اللّٰہُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی لِلْجَنَّةِ اَنْتِ رَحْمَتِیْ اَرْحَمُ بِكِ مَنْ اَشَاءُ مِنْ عِبَادِیْ وَقَالَ لِلنَّارِ اِنَّمَا اَنْتِ عَذَابٌ اُعَذِّبُ بِكِ مَنْ اَشَاءُ مِنْ عِبَادِیْ وَلِكُلِّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا مِلْؤُهَا فَاَمَّا النَّارُ فَلَا تَمْتَلِئُ حَتّٰی يَضَعَ رِجْلَهٗ فَتَقُوْلُ قَطٍ قَطٍ قَطٍ فَهُنَالِكَ تَمْتَلِئُ وَيُزْوٰی بَعْضُهَا اِلٰی بَعْضٍ وَلَا يَظْلِمُ اللّٰہُ مِنْ خَلْقِهٖ اَحَدًا وَاَمَّا الْجَنَّةُ فَاِنَّ اللّٰہَ يُنْشِئُ لَهَا خَلْقًا

اس وقت اس کا ایک حصّہ دوسرے حصّہ سے مل جائے گا۔ اللہ اپنی مخلوق میں سے کسی پر ظلم اور زیادتی نہ کرے گا بلکہ جنّت کے لئے اللہ تعالیٰ ایک مخلوق پیدا کرے گا۔

۴۵۳۰ — شرح : ضُعَفَاءُ النَّاسِ وہ لوگ ہیں جن کے کمزور حال، مسکنت کی وجہ سے اکثر لوگ ان کی طرف متوجہ نہیں ہوتے تھے سَقَط " بفتح السین و بفتح القاف ہے جو لوگوں میں حقیر سمجھے جاتے ہیں اور اکثر لوگوں کے نزدیک وہ ان کی نظروں سے گرے ہوتے ہیں۔ حالانکہ وہ اللہ کے حضور عظیم اشخاص ہیں اور ان کے درجات بلند ہیں چونکہ انہیں اللہ تعالیٰ نے عظیم مقام عطا فرمایا ہے۔ اس لئے وہ اللہ تعالیٰ کے حضور غایت خضوع اور انتہائی خشوع سے رہتے ہیں۔ اور لوگوں میں نہایت عاجزی سے رہتے ہیں۔ اس معنی کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو ضعیف اور سقط فرمایا ہے۔ اگر یہ سوال پوچھا جائے "قولہ لَا يَدْخُلُنِیْ اِلَّا ضُعَفَاءُ النَّاسِ وَسَقَطُهُمْ " میں حصر ہے کہ جنت میں صرف وہی لوگ داخل ہوں گے جو لوگوں میں کمزور اور نظر انداز ہوں گے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اغلب کے اعتبار سے ہے کیونکہ ان میں اکثر فقراء و مساکین اور کمزور قسم کے لوگ ہیں اور جو دنیا و آخرت میں اکابر ہیں وہ کم ہیں اور وہ بلند درجات والے ہیں۔ امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا یہ حدیث اپنے ظاہر پر ہے کہ اللہ تعالیٰ جنّت و دوزخ کی اشیاء میں تمیز پیدا کرے جس کے باعث وہ ادراک کریں اور ایک دوسرے سے خصومت پر قادر ہوں

بَابٌ قَوْلُهٗ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ

۴۵۳۱ — حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ جَرِيْرٍ عَنْ اِسْمٰعِيْلَ عَنْ قَيْسِ بْنِ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كُنَّا جُلُوْسًا لَيْلَةً مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَظَرَ اِلَى الْقَمَرِ لَيْلَةَ اَرْبَعَ عَشْرَةَ فَقَالَ اِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ كَمَا تَرَوْنَ هٰذَا لَا تُضَامُّوْنَ فِيْ رُؤْيَتِهٖ فَاِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ لَّا تُغْلَبُوْا عَلٰى صَلٰوةٍ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَلَا قَبْلَ غُرُوْبِهَا فَافْعَلُوْا ثُمَّ قَرَاَ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ

۴۵۳۲ — حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا وَرْقَاءُ عَنِ ابْنِ اَبِيْ نَجِيْحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَمَرَهٗ اَنْ يُّسَبِّحَ فِيْ اَدْبَارِ الصَّلَوَاتِ كُلِّهَا يَعْنِيْ قَوْلَهٗ وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ

باب ۲ اللہ تعالیٰ کا ارشاد! سورج کے طلوع وغروب سے قبل اپنے رب کی حمد کرتے ہوئے اس کی پاکی بولو

اس سے مراد نماز فجر اور نماز عصر ہے "

ترجمہ ۴۵۳۱ : جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا۔ ہم ایک رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ تو آپ نے چودھویں رات کے چاند کی طرف نظر فرمائی اور فرمایا عنقریب تم اپنے رب کو ایسے دیکھو گے جیسے اس کو دیکھتے ہو کہ اس کو دیکھنے میں تم آپس میں

سُوْرَةُ وَالذَّارِيَاتِ

وَقَالَ عَلِيٌّ اَلرِّيَاحُ وَقَالَ غَيْرُهُ تَذْرُوهُ تُفَرِّقُهُ وَفِي اَنْفُسِكُمْ تَاْكُلُ وَتَشْرَبُ فِي مَدْخَلٍ وَّاحِدٍ وَيَخْرُجُ مِنْ مَوْضِعَيْنِ فَرَاغَ فَرَجَعَ فَصَكَّتْ فَجَمَعَتْ اَصَابِعَهَا فَضَرَبَتْ بِهٖ جَبْهَتَهَا وَالرَّمِيْمُ نَبَاتُ الْاَرْضِ اِذَا يَبِسَ

مزاحمت نہ کروگے اگر تم طاقت رکھو تو سورج کے طلوع و غروب سے پہلے نماز سے مغلوب نہ ہو تو ضرور پڑھو پھر آپ نے یہ آئت کریمہ تلاوت فرمائی: "وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ"،
(حدیث ۵۳۱ - جلد ۱: ۱، کی شرح دیکھیں)

۴۵۳۲ — ترجمہ: مجاہد سے روائت ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کو حکم دیا کہ تمام نمازوں کے اَدبار میں تسبیح پڑھیں اس سے مقصد "ادبار السجود"، کا مطلب بیان کرنا ہے کہ سجود سے مراد نماز یعنی جزو سے کل مراد ہے۔

سُورۂ ذاریات

یہ پوری سُورت مکی ہے اس کی ستر آیات ہیں۔ سخاوی نے کہا یہ سورۂ احقاف کے بعد اور سورۂ غاشیہ سے پہلے نازل ہوئی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا ذاریات ہوائیں ہیں۔ سفیان بن عُیَیْنہ نے ابن ابی حسین سے روائت کی اُنھوں نے کہا میں نے ابو الطفیل کو یہ کہتے ہوئے سُنا کہ میں ابن الکواء سے سُنا کہ میں نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے ذاریات ذرواً کے متعلق پوچھا اُنھوں نے کہا یہ ہوائیں ہیں اور حاملات وقراً سے پوچھا تو کہا یہ بادل ہیں، جاریات یسراً سے پوچھا تو کہا یہ کشتیاں ہیں اور مُدبّرات امراً سے پوچھا تو کہا یہ فرشتے ہیں۔ علامہ عینی نے کہا کہ

وَدَيِسَ لَمُوسِعُونَ اَیْ لَذُوسَعَةٍ وَکَذٰلِكَ عَلَی الْمُوسِعِ قَدْرُہٗ
یَعْنِی الْقَوِیَّ زَوْجَیْنِ الذَّکَرَ وَالْاُنْثٰی وَاخْتِلَافُ الْاَلْوَانِ حُلْوٌ

حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ عبدالرزاق نے دوسرے اسناد کے ساتھ ابوالطفیل سے روایت کی کہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مجلس میں حاضر تھا جبکہ وہ خطبہ دے رہے تھے۔ انھوں نے کہا "سلونی" مجھ سے جو چاہو پوچھو! اللہ کی قسم تم کوئی شئ نہ پوچھوگے جو قیامت تک ہونے والی ہے مگر تمہیں بتاؤں گا مجھ سے اللہ کی کتاب کے متعلق پوچھو! اللہ کی قسم کوئی آیت کریمہ نہیں مگر میں جانتا ہوں وہ رات نازل ہوئی یا دن میں صاف زمین میں نازل ہوئی یا پہاڑ پر نازل ہوئی۔ ابن کواء نے کہا میں اس کے اور حضرت علی کے درمیان تھا اور وہ میرے پیچھے تھا اس نے میرے پس پشت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ ذاریات کیا چیز ہے الخ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے غیر نے کہا تَذْرُوْهُ بمعنی تُفَرِّقُهٗ "ہے۔ یعنی اس آیت کریمہ: تَذْرُوْهُ الرِّیَاحُ" کے معنی یہ ہیں کہ اس کو ہوائیں پریشان کرتی ہیں۔ یہ آیت کریمہ سورۂ کہف میں ہے۔ ذاریات کی مناسبت سے یہاں ذکر کردی ہے۔ جوہری نے کہا ذرات الریح التراب وغیرہ تذروہ وتذریہ ذروًا وذریًا۔ یعنی یہ واؤ اور یاء ہر دو سے مذکور ہے ہوا خاک اڑاتی ہے (یعنی) قولہ وَفِیْ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ "یعنی تم عبرت کی نگاہ سے نہیں دیکھتے ہو جو تمہاری ذوات میں اللہ تعالیٰ کی آیاتِ قدرت ہیں کہ جاندار ایک جگہ سے کھاتا پیتا ہے اور وہ دو جگہوں سے نکلتا ہے۔

قولہ فَرَاغَ بمعنی فَرَجَعَ "یعنی یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مہمانوں کا واقعہ ہے جو بصورت انسان فرشتے آئے تو ابراہیم علیہ السلام اپنے گھر تشریف لائے اور موٹا تازہ بچھڑا ذبح کیا اور اسے بریاں کرکے لے آئے اور ان سے کہا۔ کھاؤ! جب انھوں نے نہ کھایا تو خوف زدہ ہوئے۔ انھوں نے کہا آپ ڈریں نہیں ہم آپ کو بیٹے کی خوشخبری دینے آئے ہیں۔ ابراہیم علیہ السلام کی بیوی نے گھر کی طرف چہرہ کرکے آہ لی اور اپنے منہ پر ہاتھ رکھا جیسے عورتیں تعجب کے وقت کرتی ہیں اور کہا مجھے بچہ کیسے پیدا ہوگا الخ

قولہ فَصَکَّتْ "یعنی انگلیاں اکٹھی کرکے اپنے ماتھے پر ماریں۔

قولہ وَالرَّمِیْمَ "یعنی زمین کا گھاس سبزہ جس وقت خشک ہوجائے اور باریک ہوجائے۔" رمیم" دراصل بوسیدہ ہڈی ہے۔ "مُدِیْسَ ماضی مجہول ہے اس کی مصدر" دوس" ہے۔ اس کے معنی کسی شئ کو قدموں تلے روندنا ہے حتی کہ وہ ٹکڑے ٹکڑے ہوجائے۔ یہ اصل میں دُوِسَ تھا۔ دال کا ضمہ حذف کرکے اسے واو کا کسرہ دیا پھر واؤ کا ماقبل مکسور ہونے کے سبب اسے یاء سے بدل دیا "دیس" ہوا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا رمیم ہلاک ہونے والی شئ ہے۔ ابوالعالیہ نے کہا باریک مٹی ہے۔

قولہ لَمُوسِعُوْنَ سے اس آیت کریمہ: وَالسَّمَآءَ بَنَیْنٰهَا بِاَیْدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ "کی طرف اشارہ کیا

حامِضٌ فَهُمَا زَوْجَانِ فَفِرُّوْا اِلَى اللّٰهِ مِنَ اللّٰهِ اِلَيْهِ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ مَا خَلَقْتُ
اَهْلَ السَّعَادَةِ مِنْ اَهْلِ الْفَرِيْقَيْنِ اِلَّا لِيُوَحِّدُوْنَ وَقَالَ بَعْضُهُمْ خَلَقَهُمْ

ہم نے آسمان پیدا کیا اور بے شک ہم وسعت دینے والے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہم مخلوق کا رزق وسیع کرنے والے ہیں۔ امام نے اس کی تفسیر «لَذُوْ سَعَةٍ» سے کی یعنی مُوْسِع بمعنی صاحب وسعت ہے اسی طرح «عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ» یعنی اس جگہ موسع بمعنی قوت ہے۔ یعنی یہ وسعت قدرت کے معنی میں ہے۔

قولہ زوجین " اس آیت کریمہ «وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ» میں ہر جنس حیوان سے نر اور مادہ مراد ہیں۔ بعض مفسرین نے زوجین کی یہ تفسیر کی ہے کہ دو مختلف صنفیں اور نوع پیدا کئے چنانچہ زمین و آسمان، شمس و قمر، رات دن، انسان و جن، ایمان و کفر، پانی و خشکی، نرم اور سخت، گرمی و سردی، نیک بختی و بدبختی، حق و باطل اور دنیا و آخرت جوڑا جوڑا پیدا کئے۔

قولہ وَاخْتِلَافُ اَلْوَانِكُمْ " سے اس آیت کریمہ: «وَمِنْ اٰيَاتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَاتٍ لِّلْعَالِمِيْنَ» اور اس کی نشانیوں سے آسمانوں اور زمینوں کی پیدائش اور تمہاری زبانوں اور رنگتوں کا مختلف ہونا ہے بے شک اس میں جاننے والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔ یہ آیت کریمہ سورۂ روم میں ہے یعنی اس کی نشانیوں سے انسانوں کی رنگتوں میں اختلاف ہے اور وہ مختلف رنگتوں میں ہیں۔ اگر وہ ہم شکل ہوتے اور ایک ہی نوع ہوتے تو ایک دوسرے کو پہچاننے میں سخت دشواری اور التباس ہوتا کہ یہ کون ہے وہ کون ہے اور کثیر مصلحتیں جاتی رہتیں۔ اسی طرح ہر شئ میں رنگت کے اختلاف نہ ہونے سے بڑی مشکلات پیش آتیں ایسے کھانے پینے کی اشیاء میں اختلاف ضروری ہے۔ حتیٰ کہ پھلوں کے ذائقے مختلف ہیں۔ کوئی میٹھے ہیں۔ کوئی ترش ہیں۔ امام بخاری نے اسی طرف اشارہ کیا اور کہا رنگتوں کا مختلف ہونا جیسے شیریں اور ترش (حلو و حامض) یہ جوڑا ہے۔ اس پر زوجان کا اطلاق اس اعتبار سے ہے کہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کے متضاد ہے۔ اور ان میں تقابل بالتضاد ہے جیسے مذکر و مؤنث ذکورت و انوثت میں ایک دوسرے کے مقابل ہیں۔ اسی مناسبت سے امام نے سورۂ روم کی آیت کو یہاں ذکر کیا ہے (عینی) قولہ فَفِرُّوْا اِلَى اللّٰهِ " سے اس آیت کریمہ «فَفِرُّوْا اِلَى اللّٰهِ اِنِّيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ» پس اللہ کی طرف بھاگو! بے شک میں اس کی طرف سے تمہارے لئے صریح ڈر سنانے والا ہوں" اس کی تفسیر میں امام نے کہا «من اللہ الیہ» یعنی اس کی نافرمانی سے اس کی طاعت کی طرف یا اس کے عذاب سے اس کی رحمت کی طرف۔ مفسرین نے کہا اس کے معنی ہیں اللہ کے عذاب سے ایمان لا کر اس کے ثواب کی طرف بھاگو اور اس کی عصیاں سے کنارہ کش رہو۔ ابوبکر وراق نے کہا شیطان کی تابعداری سے رحمٰن کی تابعداری

لِيَفْعَلُوْا فَفَعَلَ بَعْضٌ وَتَرَكَ بَعْضٌ وَلَيْسَ فِيْهِ حُجَّةٌ لِاَهْلِ الْقَدْرِ

کی طرف بھاگو! قولہ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ "میں نے جنّوں اور انسانوں کو صرف اس لئے پیدا کیا کہ وہ مجھے ایک جانیں۔ بعض نے کہا ان کو پیدا کیا تاکہ عبادت کریں تو بعض نے کیا اور بعض نے ترک کر دیا۔ اس میں اہلِ قدر کے لئے دلیل نہیں ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کی یہ تفسیر کی ہیں نے دونوں فریقوں جنّوں اور انسانوں میں نیک بختوں کو صرف اس لئے پیدا کیا کہ وہ مجھے ایک جانیں۔ دونوں فریقوں میں سے نیک بختوں کو اس لئے خاص کیا کہ علت اور معلول میں ملازمہ واضح ہو، کیونکہ اہلِ سعادت کی پیدائش کے لئے اللہ کی توحید علت ہے۔ ان میں ملازمہ جب ہی ہو سکتا ہے کہ مخلوق اہلِ سعادت ہو اور وہ اللہ کی توحید کے قائل ہوں، چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی قراءت ہی یہ ہے: وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی روایت کے معنی یہ ہیں۔ اِلَّا لِاٰمُرَ لِعِبَادَتِیْ وَاَدْعُوْهُمْ اِلَيْهَا "یعنی میں نے پیدا انہیں کیا مگر اس لئے کہ ان کو اپنی عبادت کرنے کا حکم دوں اور انہیں اس طرف بلاؤں" زجاج نے اسی معنی پر اعتماد کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: وَمَا اُمِرُوْا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ "اس کی تائید کرتا ہے کہ ان کو یہی حکم دیا گیا ہے کہ صرف اللہ کی عبادت کریں۔

علامہ عینی رحمہ اللہ نے کہا اگر یہ سوال پوچھا جائے اگر اللہ تعالیٰ نے جنّوں اور انسانوں کو اس کی ربوبیت کا اقرار کرنے اور اس کے حکم کے تابع ہو جانے اور اس کی مشیئت سے راضی ہونے کے لئے پیدا کیا ہے تو اُنھوں نے کفر کیوں کیا

اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو اُن کے لئے فیصلہ کیا ہے وہ اس کی قضاء کے تابع ہیں، کیونکہ اللہ کی قضاء ان پر جاری ہے اگر اُن پر نازل ہو تو اس کو روکنے پر قادر نہیں ہیں۔ اس کی مخالفت صرف اس نے کی جس نے مامور بہ پر عمل سے انکار کیا اس کی قضاء کے تابع ہونا ممتنع نہیں۔

قولہ قَالَ بَعْضُهُمْ خَلَقَهُمْ لِيَفْعَلُوْا "، اس عبارت سے امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے مذکور دو توجیہوں میں فرق بیان کیا ہے کہ پہلا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو فطرت میں عبادت کے لئے پیدا نہیں کیا؛ ان کو صرف عبادت کی تکلیف دینے کے لئے پیدا کیا۔ بعض نے اس پر عمل کیا اور بعض نے عمل نہ کیا جیساکہ حدیث میں ہے كُلُّ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ عَلٰى فِطْرَةِ الْاِسْلَامِ "، ہر بچہ فطرتِ اسلام پر پیدا ہوتا ہے آگے ان کا عمل مختلف ہو جاتا ہے۔ اور فرمایا: اِعْمَلُوْا فَكُلٌّ مُيَسَّرٌ لِمَا خُلِقَ لَهٗ "، تم عمل کرتے رہو ہر ایک کا عمل اس کے لئے آسان کیا گیا ہے جس کے لئے وہ پیدا کیا گیا ہے۔ ان توجیہات کا مقصد یہ ہے کہ کافر جنوں اور

اَلدَّلْوُ الْعَظِيْمُ وَقَالَ مُجَاهِدٌ صَرَّةٍ صَيْحَةٍ ذَنُوْبًا سَبِيْلًا اَلْعَقِيْمُ

انسانوں کے عمل نہ کرنے اور اللہ کی عبادت نہ کرنے سے اللہ تعالیٰ کے ارادہ کا تخلف لازم نہیں آتا۔

قولہ لَيْسَ فِيْهِ حُجَّةٌ لِاَهْلِ الْقَدَرِ ،، اہل قدر معتزلے ہیں ان کا عقیدہ ہے کہ اللہ کا ارادہ صرف خیر سے متعلق ہوتا ہے۔ شر سے اللہ کا ارادہ متعلق نہیں ہوتا۔ لہٰذا لوگ جو برُے عمل کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ارادے سے نہیں کرتے۔ نیز اُن کا عقیدہ ہے کہ اللہ کے فعل معلل بالغرض ہوتے ہیں یعنی غرض اللہ کے فعل کی علت ہوتی ہے۔ اسی لئے فرمایا کہ لوگوں کو پیدا کرنے سے اللہ کی غرض عبادت ہے گویا تخلیق خلق کی علت اللہ کی عبادت ہے۔

اہل سُنّت و جماعت نے اس کا جواب یہ دیا کہ اگر کوئی شئ کسی دوسری شئ کا معلل ہو تو اس کو یہ لازم نہیں کہ وہ شئ یعنی علت مراد ہو اور دوسری شئ یعنی معلول مراد نہ ہو۔ لہٰذا خلق کا بعلت عبادت معلل ہونے کو یہ لازم نہیں کہ عبادت مراد ہو اور اس کا غیر مراد نہ ہو۔ ان کے دوسرے عقیدہ کا جواب یہ ہے وقوع تعلیل اس کے وجوب کو لازم نہیں جواز تعلیل کے ہم بھی قائل ہیں لہٰذا ایک مقام میں تعلیل واقع ہو تو اس کو یہ لازم نہیں کہ تمام مقامات میں تعلیل ضروری اور واجب ہو جائے۔ معتزلہ نے اس سے یہ بھی استدلال کیا کہ لوگوں کے افعال ان کی اپنی مخلوق ہیں۔ یعنی لوگ اپنے اعمال کے خالق ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے عبادت کا اسناد ان کی طرف کیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اسناد بطور کسب ہے اور عبد اس کا محل ہے یعنی عبد کاسب ہے اس لئے عبادت کا اسناد اس کی طرف کیا ہے اس کو یہ لازم نہیں کہ بندہ افعال کا خالق ہے۔

قولہ الذنوبُ ،، سے اس آیت کریمہ فَاِنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذَنُوْبًا مِّثْلَ ذَنُوْبِ اَصْحَابِهِمْ فَلَا يَسْتَعْجِلُوْنَ ،، کی طرف اشارہ کیا اور دلوِ عظیم سے اس کی تفسیر کی۔ لغت کے اعتبار سے ذنوب کے معنی بہت بڑا ڈول ہے جو پانی سے بھرا ہوا ہو۔ مفسرین کے اس کی تفسیر میں مختلف اقوال ہیں۔ چنانچہ مجاہد نے راستہ سے نخعی نے برتن سے قتادہ اور عطاء نے عذاب سے، حسن نے دولت سے۔ کسائی اور اخفش نے حصہ اور نصیب سے تفسیر کی ہے۔ آیت کریمہ کے معنی یہ ہیں۔ بے شک اُن ظالموں کے لئے عذاب کا ایک حصہ اور نصیب ہے جیسے ان کے ساتھ والوں کے لئے حصہ و نصیب ہے تو مجھ سے عذاب نازل کرنے کی جلدی نہ کریں۔ قولہ صَرَّةٍ ،، سے اس آیت کریمہ : فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ فِيْ صَرَّةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَقَالَتْ عَجُوْزٌ عَقِيْمٌ ،، کی طرف اشارہ کیا۔ پھر اس کی صَيْحَةٍ سے تفسیر کی۔ آیت کے معنی یہ ہیں: ابراہیم علیہ السلام کی بیوی چلاتی ہوئی آئی پھر اپنے ماتھے پر ہاتھ مارا تھا ،،

مجاہد نے ذَنُوْب کی تفسیر سبیل یعنی راہ سے کی ہے۔ عَقِيْمٌ ،، وہ عورت ہے جسے بچہ پیدا نہ ہو۔ قولہ اَلْحُبُكُ ،، سے اس آیت کریمہ : وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْحُبُكِ ،، کی طرف اشارہ کیا اور ابن عباس

اَلَّتِیْ لَاتَلِدُ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَالْحُبُكُ اِسْتِوَاءُهَا وَحُسْنُهَا فِیْ غَمْرَةٍ فِیْ ضَلَالَتِهِمْ يَتَمَادُوْنَ وَقَالَ غَيْرُهُ تَوَاصَوْا تَوَاطَئُوْا وَقَالَ مُسَوَّمَةً مُعَلَّمَةً مِنَ السِّيْمَا

سُوْرَةُ وَالطُّوْرِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

رضی اللہ عنہا سے اس کی تفسیر نقل کی کہ آسمان ہموار اور خوبصورت ہے ۔ مجاہد نے اس کی تفسیر مضبوط بنیاد سے کی ہے ۔

قولہ فی غمرۃ ،، سے اس آیت کریمہ : قُتِلَ الْخَرّٰصُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ فِیْ غَمْرَةٍ سَاهُوْنَ ،، کی طرف اشارہ کیا اور اس کی تفسیر ضلالت سے کی ۔ یعنی مارے جائیں دل سے تراشنے والے (اندازہ و تخمینہ کرنے والے) جو جہالت کے نشہ میں آخرت کو بھولے ہوئے ہیں اور گمراہی میں زندگی بسر کر رہے ہیں ۔ قولہ اَتَوَاصَوْا ،، اس آیت کریمہ : اَتَوَاصَوْا بِهٖ بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ،، کی طرف اشارہ کیا اور کہا کہ ابن عباس کے غیر نے اس کی تفسیر : تَوَاطَئُوْا ،، سے کی ہے ۔ یعنی کیا آپس میں ایک دوسرے کو یہ بات کہہ رہے ہیں ۔ بلکہ وہ سرکش لوگ ہیں ۔ تواطؤ کے معنی ہیں ایک دوسرے کی بات میں موافقت کرنا ۔ قولہ مسومۃ ،، سے اس آیت کریمہ : لِنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ طِيْنٍ مُّسَوَّمَةً ،، کی طرف اشارہ کیا اور ابن عباس کے غیر سے اس کی تفسیر نقل کی کہ مسومہ سیما بمعنی علامت سے مشتق ہے ۔ یعنی ان پر گارے کے بنائے ہوئے پتھر چھوڑیں جو تمہارے رب کے پاس حد سے بڑھنے والوں کے لئے علامت کردہ ہیں قولہ قُتِلَ الْاِنْسَانُ ،، قتل بمعنی لعن یعنی جھوٹے لوگوں پر لعنت کی گئی ۔ یہاں تفسیر میں کچھ تقدیم و تاخیر واقع ہوئی ہے ۔ قُتِلَ الْخَرّٰصُوْنَ ،، خَرّٰصُوْنَ ،، جھوٹے لوگ ہیں ۔ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں امام نے مرفوع حدیث ذکر نہیں کی ، کیونکہ ان کی شرط کے مطابق ایسی حدیث نہ ملی ہوگی (عینی)

سُوْرَۂ طُوْر

ابوالعباس نے کہا یہ سورت مکی ہے ۔ کلبی نے کہا اس میں ایک آیت کریمہ : وَاِنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا

وَقَالَ قَتَادَةُ مَسْطُوْرٍ مَكْتُوْبٍ وَقَالَ مُجَاهِدٌ اَلطُّوْرُ الْجَبَلُ بِالسُّرْيَانِيَّةِ رَقٍّ مَنْشُوْرٍ صَحِيْفَةٍ وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ سَمَاءٌ وَالْمَسْجُوْرِ الْمُوْقَدُ وَقَالَ الْحَسَنُ تَسْجُرُ حَتّٰى يَذْهَبَ مَاؤُهَا فَلَا يَبْقٰى فِيْهَا قَطْرَةٌ وَقَالَ مُجَاهِدٌ اَلَتْنَا نَقَصْنَا

عَذَابًا دُوْنَ ذٰلِكَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ " مدنی ہے بدر میں مقتول مشرکوں کے بارے میں نازل ہوئی۔ اس کی ۴۹ - آیات ہیں۔ ثعلبی نے کہا ہر پہاڑ طور ہے، لیکن اس طور سے اللہ کی مُراد وہ پہاڑ ہے جس پر موسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے ارض مقدس میں کلام کیا تھا اور وہ مدین کی زمین ہے۔ اس طور کو سینا کہتے ہیں۔ سینا کے معنی پتھر ہیں یا وہ ایک درخت ہے۔ مقاتل بن حیان نے کہا "دو" طور ہیں۔ ایک کو طور زیت کہا جاتا ہے۔ دوسرے کو طور تین کہتے ہیں؛ کیونکہ یہ دونوں زیتون اور تین اگاتے ہیں۔ علامہ عینی نے کہا جب کفار مکہ نے تکذیب کی تو اللہ نے طور کی قسم کھائی اور وہ نبطی لغت میں پہاڑ ہے جس پر موسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے ارض مقدس میں کلام کیا تھا۔ ایک روایت میں ہے۔ طور زیت میں ستر انبیاء کرام علیہم السلام بھوک کے باعث فوت ہوئے۔ وہ وادی سلوان کی مشرقی جانب ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قولہ مَسْطُوْرٍ سے اس آیت کریمہ : وَكِتَابٍ مَّسْطُوْرٍ ،، کی طرف اشارہ کیا۔ قتادہ نے اس کی تفسیر مکتوب کی ہے۔ علامہ قسطلانی نے کہا اس سے مراد قرآن کریم ہے یا جو اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ میں لکھا ہے یا موسیٰ علیہ السلام کے الواح یا معارف الٰہیہ مراد ہیں جو اولیاء اللہ کے دلوں میں ہیں یا کراماً کاتبین کے دفتر میں جو لکھا گیا ہے۔ مجاہد نے کہا سریانی زبان میں طور کے معنی پہاڑ ہیں لیکن اس سے مراد وہ طور ہے جہاں موسیٰ علیہ السلام پر تجلی ہوئی تھی۔

قولہ مَنْشُوْرٍ ،، سے اس آیت کریمہ : فِيْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ ،، کی طرف اشارہ کیا۔ مجاہد نے کہا رق چمڑہ ہے۔ بعض نے کہا لوح محفوظ ہے۔ کلبی نے کہا جس میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے لئے تورات لکھی رق منشور بمعنی صحیفہ ہے۔ قولہ والسَّقْفِ ،، سے اس آیت کریمہ : وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ ،، کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی سقف مرفوع سے مراد آسمان ہے جو زمین کے لئے چھت کی مانند ہے؛ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ہم نے آسمان کو محفوظ چھت بنایا۔

قولہ اَلْمَسْجُوْرِ ،، سے اس آیت کریمہ : وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ ،، کی طرف اشارہ کیا۔ یعنی سلگائے ہوئے سمندر، مسجود

وَقَالَ غَيْرُهُ تَمُوْرُ تَدُوْرُ اَحْلَامُهُمُ الْعُقُوْلُ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَلْبَرُّ اللَّطِيْفُ كِسْفًا قِطَعًا اَلْمَنُوْنُ اَلْمَوْتُ وَقَالَ غَيْرُهُ يَتَنَازَعُوْنَ يَتَعَاطَوْنَ

یعنی مُوقدہے سلگایا ہُوا، بیضاوی نے کہا بحر مسجور پانی سے بھرا ہُوا محیط سمندر ہے۔
حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بحر مسجور عرش کے نیچے گہرا سمندر ہے جو زمین و آسمان کے درمیان ہے۔ وہ غلیظ پانی ہے جسے بحر الحیوان کہتے ہیں۔ وہ نفخہ اولیٰ کے بعد چالیس روز بارش برسائے گا تو لوگ اپنی اپنی قبروں سے زندہ باہر نکلیں گے جیسے نباتات اُگتی ہیں۔ ان آیات کے معنی یہ ہیں۔ درطور کی قسم اور اس نوشتہ کی جو کھلے دفتر میں لکھا ہے اور بیت المعمور اور بلند چھت اور سلگائے سمندر کی قسم بیشک تیرے رب کا عذاب ضرور ہونا ہے۔ اس کو کوئی دفع کرنے والا نہیں حسن بصری نے کہا بحر مسجور گرم کیا جائے گا حتیٰ کہ اس کا سارا پانی خشک ہو جائے گا اس میں ایک قطرہ پانی باقی نہ رہے گا۔ یہ واقعہ قیامت کے دن ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ "جب سمندر خشک ہو جائیں گے"
قولہ اَلَتْنَاهُمْ "، سے اس آئت کریمہ: وَمَا اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَیْءٍ یعنی ہم نے ان کے عمل سے کوئی چیز کم نہیں کی۔ یہ مجاہد کی تفسیر ہے اس کے غیر نے یَوْمَ تَمُوْرُ السَّمَآءُ کی تفسیر کی کہ آسمان گردش کرے گا جیسے چکی گھومتی ہے۔ در اصل مُور بمعنی اختلاف و اضطراب ہے۔ یعنی آسمان چکی کی طرح گھومیں گے اور اس حرکت میں آئیں گے کہ ان کے اجزاء مختلف اور منتشر ہو جائیں گے۔
قولہ اَحْلَامُهُمْ "، سے اس آئت کریمہ: اَمْ تَاْمُرُهُمْ اَحْلَامُهُمْ بِهٰذَا اَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ کی طرف اشارہ کیا۔ اور احلام کی عُقول سے تفسیر کی یعنی کیا ان کی عقلیں انہیں یہ بتاتی ہیں۔ یا وہ سرکش لوگ ہیں "، کہ عناد میں اندھے ہو رہے ہیں اور کفر و طغیان میں حد سے بڑھ رہے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آئت کریمہ: اِنَّهٗ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِیْمُ "، کی تفسیر میں ذکر کیا کہ بَرّ بمعنی لطیف ہے۔
قولہ کِسْفًا "، سے آئت کریمہ: وَاِنْ یَّرَوْا کِسْفًا مِّنَ السَّمَآءِ سَاقِطًا "، کی طرف اشارہ کیا اور کِسف کی قِطَع سے تفسیر کی قطع قطعہ کی جمع ہے۔ ابو عبیدہ نے کہا: کِسَفٌ "، کِسْفَہ کی جمع ہے۔ جیسے سِدَر سِدرہ کی جمع ہے۔ اگر سین ساکن پڑھیں تو یہ مفرد لفظ ہے۔ اس کی جمع اَکْسَاف اور "کسوف" ہے۔ یعنی اگر آسمان سے کوئی ٹکڑا گرتا دیکھیں تو کہیں گے تہ بہ تہ بادل ہے۔
قولہ اَلْمَنُوْنُ "، سے اس کریمہ: اَمْ یَقُوْلُوْنَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهٖ رَیْبَ الْمَنُوْنِ "، کی طرف اشارہ کیا اور موت سے اس کی تفسیر کی طبری نے علی بن ابی طلحہ کے طریق سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ "رَیْبَ الْمَنُوْنِ "، موت ہے۔

۴۵۳۳ — حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ نَوْفَلٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ زَيْنَبَ ابْنَةِ اَبِي سَلَمَةَ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ شَكَوْتُ اِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّي اَشْتَكِي فَقَالَ طُوفِي مِنْ وَّرَاءِ النَّاسِ وَاَنْتِ رَاكِبَةٌ فَطُفْتُ وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي اِلَى جَنْبِ الْبَيْتِ يَقْرَأُ بِالطُّوْرِ وَكِتَابٍ مَّسْطُورٍ

۴۵۳۴ — حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيٰنُ قَالَ حَدَّثُونِي عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ اَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الْمَغْرِبِ بِالطُّوْرِ فَلَمَّا بَلَغَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ اَمْ هُمُ الْخَالِقُوْنَ اَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بَلْ لَّا يُوْقِنُوْنَ اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآئِنُ رَبِّكَ اَمْ هُمُ

قولہ يَتَنَازَعُوْنَ ،، سے اس آیت کریمہ : يَتَنَازَعُوْنَ فِيْهَا كَاْسًا لَّا لَغْوٌ فِيْهَا وَلَا تَاْثِيْمٌ ،، کی طرف اشارہ کیا اور يتنازعون کی يتعاطون سے تفسیر کی۔ ابوعبیدہ نے بھی یہی تفسیر کی ہے لیکن انھوں نے يتداولون ،، کا اضافہ کیا ہے۔ اس کے معنی ہیں۔ ایک دوسرے سے لیتے ہیں۔ یعنی ایک دوسرے سے لیتے ہیں وہ جام جس میں نہ بیہودگی اور نہ گناہ گاری ،، کاسًا ،، کے معنی شراب کا پیالہ ہے جس کے پینے میں کوئی بیہودگی نہیں اور نہ کوئی فضول بات نہ گالی گلوچ اور نہ جھگڑا۔ یہ شراب پلانے والے فرشتے ہیں اور اللہ کا نام لے کر وہ شراب پئیں گے جبکہ جنت کے سارے لوگ اللہ کے مہمان ہوں گے بخلاف دنیا کی شراب کے اس کو پیتے وقت اللہ کا نام لینا کفر ہے۔

۴۵۳۳ — ترجمہ : ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ میں بیمار ہوں (میں پیدل طواف نہیں کر سکتی ہوں) سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سوار ہو کر لوگوں کے بعد طواف کر لو میں نے طواف کیا جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کے پاس نماز پڑھ رہے تھے۔ اور اس میں سورہ طور پڑھتے تھے (حدیث ۱۵۲۱ کی شرح دیکھیں)

۴۵۳۴ — ترجمہ : جبیر بن مطعم نے کہا میں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا کہ آپ

الْمُصَيْطِرُوْنَ كَادَ قَلْبِيْ اَنْ يَّطِيْرَ قَالَ سُفْيٰنُ فَاَمَّا اَنَا فَاِنَّمَا سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ يُحَدِّثُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ اَبِيْهِ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الْمَغْرِبِ بِالطُّوْرِ لَمْ اَسْمَعْهُ زَادَ الَّذِيْ قَالُوْا لِيْ

مغرب کی نماز میں سورۂ طور پڑھتے تھے۔ جب اس آیت کریمہ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ اَمْ هُمُ الْخَالِقُوْنَ الآیۃ پر پہنچے۔ کیا وہ کسی اصل سے نہ پیدا کیے گئے یا (یعنی ماں باپ کے بغیر پیدا ہوئے) یا اُنھوں نے زمین و آسمان کو پیدا کیا بلکہ انہیں یقین نہیں۔ یا اُن کے پاس تمہارے رب کے خزانے ہیں یا وہ غالب خود مختار ہیں (ابن عباس نے کہا) قریب تھا کہ میرا دل اُڑ جاتے۔ سُفیان نے کہا بہرحال میں نے زہری کو محمد بن جبیر بن مطعم سے حدیث بیان کرتے ہوئے سُنا کہ سید کونین صلی اللہ علیہ وسلم کو مغرب کی نماز میں سورۂ طور پڑھتے ہوئے سُنا اور میں نے ان کو نہیں سُنا کہ وہ اس سے زیادہ کیا ہو جو اُنھوں نے کہا (وہ زیادتی یہ ہے) فَلَمَّا بَلَغَ هٰذِهِ الآیۃ "

۴۵۳۴ — شرح: یعنی کیا یہ لوگ جامد اشیاء کی طرح ماں باپ کے بغیر پیدا ہوئے کہ ان میں عقل نہیں اور ان پر اللہ تعالیٰ کی کوئی حجت قائم نہیں۔ ابن کیسان نے کہا اس کا معنیٰ یہ ہے کہ کیا یہ لوگ عبث اور بیہودہ پیدا ہوئے ہیں۔ ان پر اوامر اور نواہی نہیں ہیں یا اُنھوں نے اپنے آپ کو خود پیدا کیا ہے جب یہ دونوں چیزیں باطل ہیں کہ یہ لوگ نہ تو عبث پیدا ہوئے ہیں اور نہ خود بخود پیدا ہوئے ہیں تو اللہ تعالیٰ جس نے ان کو پیدا کیا ہے اس کی حجت ان پر قائم ہے۔ کیا اِن لوگوں نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے؟ بلکہ یہ حقیقتِ حال کو یقیناً نہیں جانتے ہیں۔

بعض مفسّرین نے یہ تفسیر کی ہے کہ اگر یہ جائز ہوتا ہے کہ اپنی ذات کی خالقیت کا دعویٰ کر سکتے تو یہ ضرور دعویٰ کرتے کہ اُنھوں نے زمین و آسمان کو پیدا کیا ہے چونکہ یہ ممکن نہیں ہے لہٰذا ان کے سب دعوے باطل ہیں لہٰذا انہیں اقرار کرنا چاہیے کہ ہر شئ کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔ اس کے بعد خود اضراب و اعراض کر کے فرمایا بلکہ انہیں کچھ یقین نہیں اور عدمِ یقین ہی ان کے ایمان کو مانع ہے جو اللہ کی توفیق اور اس کے فضل کے بغیر میسّر نہیں ہوتا۔

سُوْرَةُ وَالنَّجْمِ

وَقَالَ مُجَاهِدٌ ذُوْ مِرَّةٍ ذُوْ قُوَّةٍ قَابَ قَوْسَيْنِ حَيْثُ الْوَتَرُ مِنَ الْقَوْسِ ضِيْزٰى عَوْجَاءُ وَأَكْدٰى قَطَعَ عَطَاءَهُ رَبُّ الشِّعْرٰى هُوَ مِرْزَمُ الْجَوْزَاءِ

سُوْرَۃ والنجم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یہ سورۃ مکیہ ہے، لیکن یہ آیت کریمہ: "اَلَّذِیْنَ یَجْتَنِبُوْنَ کَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ"، جو نبہان تمار کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ مدنیہ ہے۔ سخاوی نے کہا یہ سورت اخلاص کے بعد اور سورۂ عبس سے پہلے نازل ہوئی۔ اس کی ۶۲ آیات ہیں۔ "وَالنَّجْمِ" میں واؤ قسم کے لئے ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا نجم ثریا ہے۔ عرب ثریا کو نجم کہتے ہیں اگرچہ وہ کئی ستاروں پر مشتمل ہوتا ہے۔ مجاہد نے کہا اس سے مراد آسمان کے تمام ستارے ہیں۔ اگرچہ یہ لفظ واحد ہے، لیکن اس کے معنی جمع ہیں۔ "اِذَا ھَوٰی"، یعنی جب غائب ہوا اور گرا۔ اور "مَا ضَلَّ صَاحِبُکُمْ وَمَا غَوٰی"، قسم کا جواب ہے۔ صاحب سے مراد جناب سید کونین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں (عینی)

مجاہد سے ایک تفسیر یہ بھی منقول ہے کہ "نجم" سے مراد قرآن کریم ہے۔ اِذَا ھَوٰی یعنی جب نازل ہوا۔ بعض نے نجم سے جنس نجوم مراد لی ہے۔ بعض نے کہا نجم وہ نباتات ہیں جو زمین پر بکھر جاتی ہیں اور ان کا پیڑ نہیں ہوتا۔ تفسیر خازن میں ہے کہ "نجم" سے مراد سرور کائنات جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

قولہ ذُوْ مِرَّۃٍ"، مجاہد نے کہا ذُو مِرَّۃ بمعنی ذو قُوَّۃ ہے۔ یعنی بہت طاقتور، وہ جبرائیل علیہ السلام ہیں۔ انھوں نے لوط علیہ السلام کی قوم کی بستیاں تحت الثریٰ سے اپنے پر پر اٹھائیں اور آسمان تک لے گئے پھر ان کو الٹ دیا۔

قولہ قَابَ قَوْسَیْنِ"، دو کمانوں کے درمیان کا فاصلہ یا اس سے قریب تر، ضحاک نے کہا "ثُمَّ دَنٰی"، پھر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب کے قریب ہوئے۔ "فَتَدَلّٰی"، اور سجدہ میں گر گئے اور دو کمان یہ

اَلَّذِی وَفّٰی وَفّٰی مَا فُرِضَ عَلَیہِ اَزِفَتِ الْاٰزِفَۃُ اِقْتَرَبَتِ السَّاعَۃُ سَامِدُوْنَ

پہ نقل مکان نہ تھا۔ آپ اللہ کے حکم سے قائم تھے جیسے کوئی کسی شئی سے متعلق ہوتا ہے اور اس کا قدم کسی مکان پہ مستقر نہیں ہوتا ،، قاب ، قاد اور قید ،، شئی کی مقدار ہے۔
جمہور مفسرین نے کہا قوس سے مراد کمان ہے جس کے ساتھ تیر پھینکا جاتا ہے۔ بعض مفسرین نے کہا قوس سے مراد کلائی ہے۔ جس کے ساتھ اشیاء کی پیمائش کی جاتی ہے۔ ابن مردویہ کی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روائت اس قول کی صحت پہ دلالت کرتی ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا قاب مقدار ہے اور قوسین دو کلائیاں ہیں۔ یعنی محب اور محبوب صلی اللہ علیہ وسلم میں دو ہاتھوں کی مقدار کا فاصلہ رہ گیا یا اس سے بھی زیادہ قریب ہوئے۔ بعض نے یوں کہا ہے کہ یہ دراصل قابیْ قوسین تھا اس کو قلب کر کے قاب قوسین کہا ہے مراد بھی یہی ہے کیونکہ ایک قوس کے دو قاب ہوتے ہیں۔
قولہ ضِیْزٰی ،، سے اس آئت کریمہ ،، تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِیْزٰی ،، کی طرف اشارہ کیا اور عَوْجاء یعنی ٹیڑھی سے اس کی تفسیر کی۔ ابن عباس اور قتادہ رضی اللہ عنہم سے روائت ہے کہ یہ ظالمانہ تقسیم ہے کہ تم نے اپنے رب کے لئے ایسی اولاد بنائی جسے تم مکروہ جانتے ہو۔
ابن سیرین نے کہا یہ تقسیم مساوی نہیں کہ تمہارے لئے بیٹے اور اللہ کے لئے بیٹیاں۔ اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے سارے انسان اس کی مملوک ہیں۔ مملوک اولاد نہیں ہو سکتی۔
قولہ اَكْدٰى ،، سے اس آئت کریمہ " اَفَرَءَیْتَ الَّذِیْ تَوَلّٰی وَاَعْطٰی قَلِیْلًا وَّ اَكْدٰى ،، کی طرف اشارہ کیا اور قَطَعَ بمعنی عَطَاءَہٗ اپنا عطیہ روک لیا۔ پورا نہ کیا سے اس کی تفسیر کی۔ یعنی اپنی بخشش کو دُور کیا یہ آئت کریمہ ولید بن مغیرہ کی شان میں نازل ہوئی جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دین میں اتباع کیا تھا مشرکوں نے اس کو عار دلائی اور کہا کہ تو نے بزرگوں کا دین چھوڑ دیا اور تو گمراہ ہو گیا ہے۔ اُس نے کہا میں نے عذاب الٰہی کے خوف سے ایسا کیا تو عار دلانے والے کافر نے اس سے کہا اگر تو شرک کی طرف لوٹ آئے اور اس قدر مال مجھ کو دے تو تیرا عذاب میں اپنے ذمے لیتا ہوں اس پہ ولید اسلام سے منحرف اور مرتد ہو کر پھر شرک میں مبتلا ہو گیا اور جس شخص سے مال دینا ٹھہرایا تھا اُس نے تھوڑا سا دیا اور باقی سے منع کر دیا۔ اس لئے مولیٰ کریم نے فرمایا تو کیا تم نے دیکھا جو پھر گیا اور کچھ تھوڑا سا دیا اور روک لیا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ آئت ابوجہل بن ہشام کے حق میں نازل ہوئی کہ اُس نے کہا تھا کہ اللہ کی قسم محمد ،، صلی اللہ علیہ وسلم ،، ہمیں بہترین اخلاق کا حکم فرماتے ہیں اس تقدیر پہ معنی یہ ہیں کہ تھوڑا سا اقرار کیا اور حق لازم میں سے قدرے قلیل ادا کیا اور باقی سے باز رہا یعنی ایمان نہ لایا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ عاص بن وائل کے متعلق نازل ہوئی وہ اکثر امور میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید اور

اَلْبَرْطَمَةُ هُوَ ضَرْبٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَقَالَ عِكْرِمَۃُ يَتَغَنَّوْنَ بِالْحِمْيَرِيَّةِ وَقَالَ اِبْرَاهِيْمُ

موافقت کیا کرتا تھا۔ اَکْدٰی ،، کُدْیہ سے ہے اور کدیہ اس پتھر کو کہتے ہیں جو کنواں کھودتے وقت اس میں ظاہر ہو اور کھدائی سے روکے اور پانی سے ناامید کر دے، چنانچہ محاورہ ہے کہ جب کوئی بخل کرے تو کہا جاتا ہے کدیت اصابعہ اور جب ہاتھ کچھ نہ کرے اور تھک جائے تو "کدیت یدہ کہا جاتا ہے۔

قولہ رَبُّ الشِّعْرٰی ،، سے اس آیت کریمہ : وَاَنَّہٗ هُوَ رَبُّ الشِّعْرٰی ،، کی طرف اشارہ کیا اور مرزم الجوزاء ،، سے اس کی تفسیر کی۔ یعنی شعریٰ ستارہ ہے جو جوزاء کے بعد طلوع کرتا ہے۔ مرزم کی میم مکسور راء ساکن اور زاء مفتوح ہے۔ شعریٰ دو ستارے ہیں۔ ایک غُمَیْصَاءُ دوسرا عبور ہے۔ پہلا برج۔ اسد میں ہے دوسرا برج جوزاء میں ہے۔ ابوحنیفہ دینوری نے کہا غُمَیْصَاءُ اور عُبُور ایک دوسرے کے مقابل ہیں۔ ان دونوں کے درمیان مجرہ ہے کہتے ہیں کہ یہ دونوں ایک بار ہی طلوع کرتے ہیں۔ قبیلہ خزاعہ شعریٰ عبور کی پوجا کرتے ہیں جو بہت روشن ہے۔ اس کا پہلا پرستار ابوکبشہ ہے جو بُت پرستی ترک کر کے عبور کی پوجا کرتا تھا۔ (تیسیر القاری وعینی)

قولہ وَفّٰی ،، سے اس آیت کریمہ : وَاِبْرَاهِيْمَ الَّذِیْ وَفّٰی ،، کی طرف اشارہ کیا۔ یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اُن امور کو پورا کیا جو اللہ تعالیٰ نے اُن پر فرض کئے تھے۔ زُجاج نے کہا ابراہیم علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ نے چند امور میں امتحان لیا جن کو اُنھوں نے پورا کر دیا اُن میں سے ایک اپنے بیٹے کو ذبح کرنا تھا۔

قولہ اَزِفَتِ الْاٰزِفَۃُ ،، سے اس آیت کریمہ : اَزِفَتِ الْاٰزِفَۃُ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَاشِفَةٌ کی طرف اشارہ کیا اور اقتربت الساعۃ سے تفسیر کی یعنی قیامت کی گھڑی قریب ہوگئی۔ اس کے سوا کوئی اور ظاہر نہیں کرے گا۔

قولہ سَامِدُوْن ،، سے اس آیت کریمہ " تَضْحَكُوْنَ وَلَا تَبْكُوْنَ وَاَنْتُمْ سَامِدُوْنَ ،، کی طرف اشارہ کیا اور کہا سُمُود بمعنی بَرْطَمَۃ ہے۔ بعض برطنہ نون سے پڑھتے ہیں۔ دونوں بمعنی اعراض ہیں مفسرین سامدون کی تفسیر لہوون اور غافلون سے کرتے ہیں؛ چنانچہ کہا جاتا ہے۔ دَعْ عَنْكَ سُمُوْدَكَ یعنی لَهْوَكَ ،، یہ اہل یمن کی لغت ہے۔ آیت کے معنی یہ ہیں تم ہنستے ہو روتے نہیں؛ حالانکہ تم غفلت اور کھیل کود میں ہو۔ سُفیان بن عُیَیْنہ نے کہا برطمہ یہ ہے کہ اپنی ٹھوڑی کو سینہ کی طرف لے گئے۔ بعض نے کہا برطمہ غُصّہ سے رگوں کا پھول جانا ہے مُبَرْطِم کے معنی متکبر ہیں۔ بعض نے کہا یہ گانا جو سمجھ نہیں آتا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام عکرمہ نے کہا سامدوں کے معنی .. وہ حمیری لغت میں گاتے تھے۔

قولہ اَفَتُمَارُوْنَہٗ " سے اس آیت کریمہ : اَفَتُمَارُوْنَہٗ عَلٰی مَا يَرٰی ،، کی طرف اشارہ کیا اور اَفَتُجَادِلُوْنَ سے اس کی تفسیر کی۔ یہ تفسیر ابراہیم نخعی نے کی ہے۔ حمزہ نے اَفَتَمْرُوْنَ ،، پڑھا ہے۔ اس کے

اَفَتُمَارُوْنَهٗ اَفَتُجَادِلُوْنَهٗ وَمَنْ قَرَأَ اَفَتَمْرُوْنَهٗ يَعْنِيْ اَفَتَجْحَدُوْنَهٗ قَالَ مَازَاغَ الْبَصَرُ بَصَرُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا طَغٰى وَلَا جَاوَزَمَا رَاٰى فَتَمَارَوْا اَكَذَّبُوْا وَقَالَ الْحَسَنُ اِذَا هَوٰى غَابَ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَغْنٰى وَاَقْنٰى اَعْطٰى فَاَرْضٰى

اس کے معنی ہیں کیا تم اس کا انکار کرتے ہو۔ یعنی کیا اُن سے ان کے دیکھے ہُوئے پر جھگڑتے ہو یہ مشرکین کو خطاب ہے جو شبِ معراج کے واقعات کا انکار کرتے اور اس میں جھگڑتے تھے۔

قولہ "مَازَاغَ"، آنکھ نہ کسی طرف پھری نہ حد سے بڑھی۔ یعنی سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو جو حکم ہُوا آپ اس سے آگے نہ بڑھے اور نہ مقصود اِدھر اُدھر مائل ہُوئے اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالِ قوت کا اظہار ہے کہ اس مقام میں جہاں عقلیں حیرت زدہ ہیں۔ آپ ثابت رہے اور جس نور کا دیدار مقصود تھا اس سے بہرہ اندوز ہُوئے۔ دائیں بائیں کسی طرف ملتفت نہ ہُوئے۔ نہ مقصود کی دید سے آنکھ پھیری نہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح بیہوش ہُوئے بلکہ اس مقامِ عظیم میں ثابت رہے۔

قولہ "فَتَمَارَوْا"، یہ سورۂ قمر کی آیت ہے۔ یہاں سہوِ ناسخ سے واقع ہُوئی ہے۔ اس کے معنی "کذبوا" ہیں۔ علامہ کرمانی نے کہا تمارٰی بمعنی تکذب ہے۔ اور یہ اسی سورت کی آیت ہے۔ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكَ تَتَمَارٰى، تو اے سُننے والے اپنے رب کی کونسی نعمتوں میں شک کرے گا۔ پس یہ خطاب مطلق انسان کے لیۓ ہے۔ تفسیر نسفی میں ہے کہ یہ خطاب جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے لیکن یہ اچھا نہیں نہ ہمیں ہی پسند ہے کذا قال عینی۔

قولہ "اِذَا هَوٰى"، سے اس آیت کریمہ: وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى، کی طرف اشارہ کیا۔ اس کی تفسیر میں حسن بصری نے کہا هَوٰى بمعنی غاب ہے۔ بعض نے کہا ہوی بمعنی نزل ہے یہ هَوٰى يَهْوِىْ سے ہے امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى، یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم شب معراج میں جس وقت آسمان سے تشریف لائے (عینی وتیسیر القاری)

قولہ "اَغْنٰى"، سے اس آیت کریمہ: وَاَنَّهٗ اَغْنٰى وَاَقْنٰى، کی طرف اشارہ کیا اس کی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا اَعْطٰى فَاَرْضٰى دیا اور راضی کر دیا۔ ابو صالح نے کہا لوگوں کو مال کے ساتھ غنی کر دیا اور اصولِ اموال دیئے۔ ضحاک نے سونے، چاندی اور مختلف اموال کے ساتھ غنی کیا اور اونٹوں بکریوں اور گائے کے ساتھ خوش کیا۔ اخفش نے کہا: اَغْنٰى بمعنی اقنه ہے۔ "بہت سمجھدار"

۴۵۳۵ ــ حَدَّثَنِي يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ إِسْمٰعِيلَ ابْنِ أَبِي خَالِدٍ عَنْ عَامِرٍ عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ قُلْتُ لِعَائِشَةَ يَا أُمَّتَاهْ هَلْ رَأَى مُحَمَّدٌ رَبَّهُ فَقَالَتْ لَقَدْ قَفَّ شَعَرِي مِمَّا قُلْتَ أَيْنَ أَنْتَ مِنْ ثَلَاثٍ مَنْ حَدَّثَكَهُنَّ فَقَدْ كَذَبَ مَنْ حَدَّثَكَ أَنَّ مُحَمَّدًا رَأَى رَبَّهُ فَقَدْ كَذَبَ ثُمَّ قَرَأَتْ لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ ...... وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُكَلِّمَهُ اللّٰهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ وَمَنْ حَدَّثَكَ أَنَّهُ يَعْلَمُ مَا فِي غَدٍ فَقَدْ كَذَبَ ثُمَّ قَرَأَتْ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَنْ حَدَّثَكَ أَنَّهُ كَتَمَ فَقَدْ كَذَبَ ثُمَّ قَرَأَتْ يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ الْآيَةَ وَلٰكِنَّهُ رَأَى جِبْرِيلَ فِي صُورَتِهِ مَرَّتَيْنِ ــ

۴۵۳۵ ــ ترجمہ: مسروق نے کہا میں نے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا اے میری ماں! کیا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے (شب معراج) میں اپنے رب کو دیکھا ہے۔ ام المؤمنین نے فرمایا جو تو نے کہا ہے (یہ سن کر) میرے بال کھڑے ہو گئے ہیں۔ تو تین چیزوں سے کہاں ہے جس نے تجھے ان کی خبر دی اُس نے جھوٹ بولا۔ جس نے تجھے یہ خبر دی کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے اُس نے جھوٹ کہا پھر یہ آیت کریمہ: لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ پڑھی کوئی اللہ کو نہیں پاتا اور وہ سب کو پاتا ہے۔ اور وہ لطیف خبیر ہے۔ اور کسی بشر کو مناسب نہیں کہ اللہ اس سے کلام کرے مگر وحی کے طور پر یا پس پردہ "، اور جس نے تجھے خبر دی کہ آپ کل کی خبریں جانتے ہیں۔ پس اُس نے جھوٹ کہا پھر یہ آیت کریمہ: وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَاذَا تَكْسِبُ غَدًا پڑھی کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا اور جس نے تجھے خبر دی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی وحی خفیہ رکھی ہے تو وہ جھوٹا ہے پھر پڑھا " اے رسول تیرے رب کی طرف سے جو تجھ پر نازل ہوا ہے۔ اس کو لوگوں تک

پہنچا دے ،، لیکن آپ نے جبرائیل علیہ السلام کو دو بار اس کی اصلی شکل میں دیکھا۔

۴۵۳۵ — شرح : قولہ یا اُمّتَاہ ،، آخر میں الف اور ہا زائد ہے ہا وقف کے لئے ہے۔ علامہ خطابی نے کہا ندآء کے وقت وقف میں مد یا ابہٗ یا اُمّہٗ پڑھتے ہیں۔ اگر وقف نہ کریں تو وصل کے وقت ،، یا اَبَتِ یا اُمّتِ ،، پڑھتے ہیں۔ اور نُدبہ کے وقت یا اَبتاہ یا اُمّتاہ کہتے ہیں اس میں ہا وقف کے لئے ہے۔ علامہ کرمانی نے کہا ؛ یا اُمّتاہ ،، ندبہ نہیں کیونکہ ندبہ میں کسی پر افسوس مطلوب ہوتا ہے یہاں افسوس کا مقام نہیں۔

قولہ قَفَّ شَعرِی ،، یعنی اللہ تعالیٰ کی ہیبت کی گھبراہٹ سے میرے رونگٹے کھڑے ہوگئے ؛ کیونکہ خوف کے وقت چمڑہ منقبض ہوجاتا ہے۔ اس سے بال کھڑے ہوجاتے ہیں۔ ام المؤمنین نے فرمایا اَیْنَ اَنْتَ مِنْ ثَلاثٍ یعنی تجھے چاہیئے کہ ان اشیاء کو ذہن میں جگہ دیں تاکہ جو ان کا قائل ہے اس کا جھوٹ ظاہر ہوجائے۔ ان تین میں سے ایک یہ ہے کہ جس نے یہ خبر دی کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات اپنا رب دیکھا ہے اُس نے جھوٹ کہا پھر اللہ کی رویت کی نفی پر دو آیتوں سے استدلال کیا ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ،، لَا تُدْرِکُہُ الْاَبْصَارُ وَھُوَ یُدْرِکُ الْاَبْصَارَ ،، یعنی ابصار اللہ تعالیٰ کا ادراک نہیں کرسکتیں اور عدمِ ادراک رؤیت کی نفی کرتا ہے۔ دوسرے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَمَا کَانَ لِبَشَرٍ ،، اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے غیر سے کلام کرنے کو تین امور میں منحصر کیا۔ اُن میں سے ایک وحی ہے کہ کسی کے دل میں کوئی شئ ڈال دیتا ہے دوسرے یہ کہ پس پردہ کلام کرتا ہے۔ تیسرے یہ کہ اس کی طرف فرشتہ بھیجتا ہے جو اس کو اللہ کا کلام پہنچاتا ہے۔ ان تینوں امور میں کلام کرنے کی حالت میں رؤیت کی نفی ہوتی ہے ؛ لیکن یہ استدلال تام نہیں ؛ کیونکہ پہلی آیت میں ادراک سے مراد احاطہ ہے عدم احاطہ عدمِ رؤیت کو مستلزم نہیں۔

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کسی مرفوع حدیث سے رؤیت کی نفی نہیں کی اگر ان کے پاس کوئی مرفوع حدیث ہوتی تو ضرور ذکر کرتیں۔ انہوں نے صرف ظاہر آیت کریمہ سے استنباط پر اعتماد کیا ہے ؛ حالانکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کی مخالفت کی ہے اور قاعدہ ہے کہ جب صحابی کوئی بات کرے اور ان میں سے دوسرا صحابی اس کے قول کی مخالفت کرے تو بالاتفاق اس کا قول حجت نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کی رؤیت میں ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مخالفت کی ہے ؛ چنانچہ امام ترمذی نے حکم بن ابان کے طریق سے عکرمہ کے ذریعے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روائت کی کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ربّ کو دیکھا ہے۔

ابن خزیمہ نے قوی اسناد کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روائت کی کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ربّ کو دیکھا ہے۔ کعب الاحبار اور زہری نے بھی یہی کہا ہے۔

عبدالرزاق نے معمر کے ذریعہ حسن بصری سے روائت کی کہ انہوں نے قسم کھا کر کہا کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

نے اپنے رب کو دیکھا ہے۔ ابن خزیمہ نے عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے اثبات رؤیت کی روائت کی ہے۔ جب کوئی اُن سے ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کا رؤیت سے انکار ذکر کرتا تو اس پر سخت ناراضگی کا اظہار کرتے۔ اور اُنھوں نے کتاب التوحید میں ثابت کیا کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کو سر کی آنکھوں سے دیکھا ہے اور کہا ابن عباس رضی اللہ عنہا سے مذکور ہے کہ رؤیت دو بار ہوئی ہے ایک بار مبارک آنکھ سے اور دُوسری بار قلب شریف سے ہوئی ہے۔ واللہ اعلم!

دُوسری آئت سے استدلال کا جواب یہ ہے کہ اس سے مطلق رؤیت کی نفی نہیں ہوتی۔ البتہ یہی کہہ سکتے ہیں کہ حالتِ رؤیت میں کلام نہیں ہُوا لہٰذا ہو سکتا ہے کہ رؤیت ہوئی اور کلام نہ ہُوا۔

قولہ مَنْ حَدَّثَ اَنَّہٗ یَعْلَمُ مَا فِیْ غَدٍ "یہ مذکور تین امور سے دوسرا ہے کہ جس نے خبر دی کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل میں ہونے کو جانتے ہیں وہ جھوٹا ہے اور اس آئت کریمہ سے استدلال کیا کہ کوئی نفس نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا۔

اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اعلام والہام کے بغیر نہیں جانتے ورنہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت تک ہونے والے حوادث اور واقعات تفصیلاً بیان فرمائے ہیں یہ تمام بذریعہ وحی تھے۔ بلکہ خواصانِ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم جو فیضِ رسول سے مستفیض ہیں۔ قیامت تک ہونے والے واقعات وہ بھی جانتے ہیں؛ چنانچہ شیخ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تیسیر القاری میں سورۂ ذاریات کی تفسیر میں ذکر کیا کہ ایک وجہ سے حاکم نے اور ایک دوسری وجہ سے شیخ عبدالرزاق نے ابوالطفیل سے روائت کی تصحیح کی ہے کہ اُنھوں نے کہا میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہُوا وہ خطبہ دے رہے تھے اور فرماتے تھے جو چاہتے ہو مجھ سے پوچھو اللہ کی قسم قیامت تک جو واقعات ہونے والے ہیں میں سب بیان کردوں گا۔ اسی صورت میں علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اسے ذکر کیا ہے۔ الحاصل آئت کریمہ میں علمِ ذاتی کی نفی ہے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ اپنے منتخب رسُولوں کو غیب پر مطلع فرماتا ہے۔ پس حضرات انبیاء کرام اللہ تعالیٰ کے اطلاع کرنے سے غیب پر مطلع ہوتے ہیں اور اولیاء کرام نبیوں کے تابع ہیں وہ بھی باطلاع اللہ مغیبات پر مطلع ہیں واللہ ورسولہ اعلم!

قولہ مَنْ حَدَّثَ اَنَّہٗ کَتَمَ "یہ تیسری شئ ہے کہ جس نے تمہیں خبر دی کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شریعت کے احکام سے کچھ مخفی رکھا ہے۔ اُس نے جھوٹ کہا، کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر احکام کی تبلیغ فرض ہے۔ آپ اُن سے کوئی شئ مخفی نہیں رکھ سکتے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے رسول جو تجھ پر نازل ہُوا ہے وہ لوگوں تک پہنچا دو! واللہ ورسولہ اعلم!

بَابُ قَوْلُهُ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى حَيْثُ الْوَتَرُ مِنَ الْقَوْسِ

۴۵۳۶ــ حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ قَالَ سَمِعْتُ زِرًّا عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى فَاَوْحٰى اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰى قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ مَسْعُوْدٍ اَنَّهٗ رَاٰى جِبْرِيْلَ لَهٗ سِتُّ مِائَةِ جَنَاحٍ

۴۵۳۶ــ ترجمہ: شیبانی نے کہا میں نے زِرّ بن حُبیش کو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے سُنا کہ محب اور محبوب میں دو ہاتھ کا فاصلہ رہا بلکہ اس سے بھی کم،، اب وحی فرمائی اپنے بندے کو جو وحی فرمائی۔ زِرّ نے کہا ہمیں عبداللہ بن مسعود نے خبر سُنائی کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرائیل علیہ السلام کو اس حال میں دیکھا کہ اس کے چھ سو پر تھے (حدیث ۲۹۹۵ کی شرح دیکھیں)

۴۵۳۶ــ شرح: قولہ لہٗ سِتُّمِأَةِ جَنَاحٍ،، یہ جملہ اسمیہ حالیہ واؤ کے بغیر ہے۔ بخاری کے غیر کی روایت میں ہے کہ جبرائیل کے بالوں سے موتی اور یاقوت گرتے تھے۔ نسائی کی روایت میں یَتَنَاثَرُ مِنْهَا تَهَاوِيْلُ الدُّرِّ وَالْيَاقُوْتِ،، یعنی اُن سے مختلف رنگ کے موتی اور یاقوت گرتے تھے۔ تہاویل تہوال کی جمع بمعنی اختلاف اللون ہے،، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا مذہب ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا تھا جیسے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ علامہ ابن حجر نے شرح بخاری میں ذکر کیا۔ علماء سلف نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے رب کے دیکھنے میں اختلاف کیا ہے۔ ام المؤمنین عائشہ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما نے رؤیت کا انکار کیا ہے جبکہ ایک جماعت رؤیت کے اثبات کی قائل ہے۔

عبدالرزاق نے معمر کے ذریعہ حسن بصری سے روائت کی کہ انہوں نے قسم کھا کر کہا کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کو دیکھا ہے۔ ابن خزیمہ نے عروہ بن زُبیر سے اس کو ثابت کیا ہے اور ان سے جب ام المؤمنین کا انکار ذکر کیا جاتا تو بڑے زور سے کہتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے۔ ابن عباس

بابُ قولہ فَاَوۡحٰۤی اِلٰی عَبۡدِہٖ مَاۤ اَوۡحٰی

کے تلامذہ یہی کہتے ہیں۔ کعب الاحبار، زہری اور ان کے شاگرد معمر اور دیگر علماء نے اسی پر یقین کیا ہے۔ اشعری اور ان کے اکثر اتباع بھی یہی کہتے ہیں۔ پھر اختلاف اس بات میں ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو سر کی آنکھوں سے دیکھا ہے یا قلب شریف سے دیکھا ہے۔

ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ابن عباس سے مطلق اور مقید دونوں طرح کی روایات ہیں۔ لہذا مطلق روایات کو مقید روایات پر محمول کرنا ضروری ہے؛ چنانچہ امام نسائی نے صحیح اسناد کے ساتھ اسے ذکر کیا اور حاکم نے بھی عکرمہ کے ذریعہ ابن عباس سے اس روایت کی تصحیح کی کہ اُنھوں نے کہا کیا تمہیں اس بات میں تعجب ہے کہ خُلت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے لئے کلام سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے لئے اور رؤیت جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مختص ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس طرح بھی روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دل سے دیکھا ہے۔ اس میں اتفاق کی یہی صورت ہے کہ آپ نے ایک بار سر کی آنکھ سے دیکھا اور ایک بار قلب شریف سے دیکھا۔ اور قلب کی رؤیت ایسی تھی جیسے آنکھ سے رؤیت ہوتی ہے۔ محض حصول علم نہ تھا؛ کیونکہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے بالدوام عالم ہیں۔ آپ کو قلبی رؤیت اس طرح تھی کہ آپ کے قلب شریف میں رؤیت پیدا کی گئی جیسے غیر کو دیکھنے کے لئے آنکھ میں رؤیت پیدا کی گئی ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے شرح مسلم میں تصریح کی ہے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے سر مبارک کی آنکھوں سے اللہ کو دیکھا ہے اور ام المؤمنین کے انکار کا مفصل جواب ذکر کیا۔ تمام شد

باب — اللہ تعالیٰ کا ارشاد! پروردگار عالم نے اپنے بندہ کی طرف وحی کی جو بھی وحی کی،،

تفسیر حسن بصری، ربیع اور ابن زید سے روایت ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی کی اور وہ یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے حبیب تمام نبیوں پر جنت میں داخل حرام ہے جب تک آپ جنت میں داخل نہ ہوں گے۔ اسی طرح تیری امت جب تک جنت میں داخل نہ ہو کسی امت کے لئے جنت میں داخل ہونا

۴۵۳۷ ۔ حَدَّثَنَا طَلْقُ بْنُ غَنَّامٍ قَالَ حَدَّثَنَا زَائِدَةُ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ قَالَ سَأَلْتُ زِرًّا عَنْ قَوْلِهِ تَعَالَى فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَى فَأَوْحَى إِلَى عَبْدِهِ مَا أَوْحَى قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ أَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى جِبْرِيلَ لَهُ سِتُّ مِائَةِ جَنَاحٍ

... نہ ہوگا۔ (تیسیر القاری)

ابن حجر نے فتح میں ذکر کیا کہ اکثر مفسرین یہی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی فرمائی۔ بعض نے کہا جبرائیل علیہ السلام نے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کی۔ اقول اس تقدیر پہ آیت کریمہ کے معنی میں عبارت مقدر کرنا ہوگی! وہ یہ کہ فَاَوْحٰی جبرائیل اِلٰی عَبْدِہٖ اَیْ عَبْدِ اللّٰہِ مُحَمَّدٍ وَلَا یَخْفٰی مَا فِیْہِ مِنَ التَّکَلُّفِ» واللہ اعلم!

علامہ قسطلانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے نقل کیا کہ تمام ضمیریں لفظ اللہ کی طرف راجع ہیں۔ جعفر بن محمد نے کہا اللہ نے اپنے بندے کو بلا واسطہ وحی کی اور آپ کے قلب شریف میں وہ اسرار ڈالے جن کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا ہے "صلی اللہ علیہ وسلم"

۴۵۳۷ — ترجمہ: شیبانی نے کہا میں نے زر بن حُبیش سے اس آیت کریمہ: فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَا اَوْحٰی کے متعلق پوچھا تو انھوں نے کہا سرورِ کائنات جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرائیل کو دیکھا جبکہ اس کے چھ سو پر تھے۔

۴۵۳۷ — شرح: یہ پہلی حدیث کا دوسرا طریقہ ہے۔ یعنی اس آیت کریمہ میں مذکور "عبد"، محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا مذہب یہ ہے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے جسے دیکھا تھا وہ حضرت جبرائیل علیہ السلام تھے۔ جیسے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا مذہب ہے۔

پس عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مذہب کے مطابق آیت کریمہ کے معنی یہ ہیں: جبرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ کے بندے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کی؛ کیونکہ عبداللہ کا مذہب ہی یہ ہے کہ جو قریب ہوئے تھے وہ جبرائیل علیہ السلام تھے۔ انھوں نے ہی سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کی تھی،، اس مسئلہ کی تحقیق ہم نے عنقریب کر دی ہے۔

بَابُ قَوْلِہٖ لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیَاتِ رَبِّہِ الْکُبْرٰی

۴۵۳۸ ـــ حَدَّثَنَا قَبِیْصَۃُ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْیٰنُ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاھِیْمَ عَنْ عَلْقَمَۃَ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیَاتِ رَبِّہِ الْکُبْرٰی قَالَ رَاٰی رَفْرَفًا اَخْضَرَ قَدْ سَدَّ الْاُفُقَ

بَابُ قَوْلِہٖ اَفَرَأَیْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰی

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد! اپنے رب کی بڑی بڑی آیات دیکھیں،،

۴۵۳۸ ـــ ترجمہ : عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کی بڑی بڑی آیات دیکھیں،، اور آپ نے سبز رفرف کو دیکھا جس نے اُفق کو روک رکھا تھا۔

۴۵۳۸ ـــ شرح : نسائی اور حاکم نے ابن مسعود سے روایت کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرائیل علیہ السلام کو رفرف پر دیکھا اُس نے آسمان اور زمین کو بھرا ہُوا تھا۔ بیہقی نے کہا رفرف جبرائیل علیہ السلام کی اصلی صورت ہے جو آسمان میں ہے۔ قرطبی کی روایت میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ دَنٰی فَتَدَلّٰی،، میں تقدیم و تاخیر ہے۔ در اصل عبارت یوں ہے۔ فتدلّٰی الرفرف لمحمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم لیلۃ المعراج فجلس علیہ ثم دنٰی،، یعنی شبِ معراج میں رفرف سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہُوا تو آپ اس پر بیٹھ گئے پھر اُوپر پرواز کی اور اپنے رب کے قریب ہُوئے۔ فرمایا جبرائیل مجھ سے جُدا ہو گئے اور آوازیں خاموش ہوگئیں تو میں نے اپنے رب کا کلام سُنا۔ اس تقدیر پہ رفرف ریشمی باریک خوبصورت کپڑا ہے جس پر بیٹھتے ہیں۔ اس کو پردے میں بھی استعمال کرتے ہیں (قسطلانی) الحاصل اس مسئلہ کے متعلق محدثین میں اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔

شیخ سعدی نے کہا : ؎ اگر یک سرموئے برتر پرم ؛ فروغِ تجلی بسوزد پرم

۴۵۳۹ــ حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَشْهَبِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الْجَوْزَاءِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اللَّاتَ وَالْعُزَّى كَانَ اللَّاتُ رَجُلًا يَلُتُّ سَوِيقَ الْحَاجِّ

۴۵۴۰ــ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَٰنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَلَفَ فَقَالَ فِي حَلِفِهِ وَاللَّاتِ وَالْعُزَّى فَلْيَقُلْ لَا إِلَٰهَ إِلَّا اللَّهُ وَمَنْ قَالَ لِصَاحِبِهِ تَعَالَ أُقَامِرْكَ فَلْيَتَصَدَّقْ

۴۵۳۹ــ ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کریمہ: "اللّٰتَ وَالْعُزّٰی" کی تفسیر میں ذکر کیا کہ لات ایک آدمی تھا جو حاجیوں کے لئے ستو بنایا کرتا تھا۔

۴۵۳۹ــ شرح: لات ایک آدمی تھا جو موسم حج میں ستوؤں سے حاجیوں کی مہمانی کیا کرتا تھا۔ اس لئے لوگ اس کی بہت تعظیم کرتے تھے۔ اس کی عمر بہت لمبی ہوئی ہے۔ جس پتھر پر وہ بیٹھا کرتا تھا لوگوں نے اس کے مرنے کے بعد اسے بت کی شکل بنا کر اس کا نام لات رکھا۔ کچھ مدت گزر جانے کے بعد لوگوں نے اس پتھر کی عبادت کرنا شروع کر دی جس پر وہ بیٹھا کرتا تھا۔ اس کو لات اس کے فعل کے اعتبار سے کہتے ہیں۔ فانہ کان یلتُّ السویق" یہ طائف میں رہتا تھا۔ بعض نے کہا مکہ میں تھا۔ ابن زید نے کہا یہ نخلہ میں مکان تھا اس کی قریش پوجا کرتے تھے۔ عزیٰ غطفان کا ایک درخت تھا جس کی غطفانی پوجا کرتے تھے۔ مجاہد نے کہا یہ وہی ہے جس کی طرف جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد بن ولید کو بھیجا تھا خالد نے اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تھا

۴۵۴۰ــ ترجمہ: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو قسم کھائے اور اپنی قسم میں لات و عزیٰ ذکر کرے تو فوراً کہے "لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ"، اور جس نے اپنے ساتھی سے کہا آؤ میں تمہارے ساتھ جوا کھیلتا ہوں وہ فوراً صدقہ کرے

بَابُ قَوْلِهٖ وَمَنَاةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى

۱۴۵۴ — حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ سَمِعْتُ عُرْوَةَ قُلْتُ لِعَائِشَةَ فَقَالَتْ اِنَّمَا كَانَ مَنْ اَهَلَّ بِمَنَاةَ الطَّاغِيَةِ الَّتِيْ بِالْمُشَلَّلِ

۴۵۴۰ — **شرح**: قسم صرف معبود کی کھائی جاتی ہے جس کی تعظیم کی جاتی ہے۔ جب کسی اور کی قسم کھائی تو اُس نے اس قسم میں کافروں سے مشابہت کی۔ اس لئے اس کے ازالہ کے لئے کلمہ توحید، ذکر کرے، کیونکہ اس سے اصنام کی تعظیم کا ازالہ ہوتا ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا اگر لات وعزیٰ وغیرہ بتوں کی قسم کھالی یا کہا اگر میں نے یہ کام کیا تو میں یہودی نصرانی یا اسلام سے بیزار ہوں یا سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیزار ہوں وغیرہ وغیرہ سے قسم منعقد نہیں ہوتی اس پر لازم ہے کہ استغفار کرے اور لا اِلٰہ اِلاّ اللہ پڑھے۔ وہ مذکور کام کرے یا نہ کرے اس پر کفارہ واجب نہیں امام شافعی، مالک اور دیگر علماء کی یہی مذہب ہے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا تمام میں اس پر کفارہ واجب ہے۔

فتاویٰ ظہیریہ میں ہے اگر کہا کہ یہ کام کیا تو وہ یہودی ہے یا اسلام سے بیزار ہے تو یہ ہمارے مذہب میں قسم ہے اگر اُس نے وہ کام کیا تو اُس کی دو صورتیں ہیں اگر ان امور کو فعل ماضی سے مُعلّق کیا تھا اور وہ قسم کھانے کے وقت جانتا ہے کہ وہ جھوٹ بول رہا ہے تو بعض علماء نے کہا وہ کافر ہو جائے گا، کیونکہ اُس نے موجود شرط سے مُعلّق کیا ہے۔ یہ کفر سے رضامندی ہے۔ بعض نے کہا کافر نہ ہوگا اور نہ ہی اس پر کفارہ لازم ہے شیخ الاسلام شیخ زادہ بھی یہی کہتے ہیں۔ اگر قسم کھائی کہ یہ کام مستقبل میں کرے گا تو بعض علماء نے کہا کافر نہ ہوگا اور اس پر کفارہ واجب ہے۔ صحیح جواب یہ ہے جو امام سرخسی نے کہا ہے کہ اس طرح کی قسم میں دیکھا جائے گا اگر قسم کھانے والا کا اعتقاد یہ ہے کہ ایسی قسم کھانے سے کافر ہو جاتا ہے تو فی الحال کافر ہو جائے گا اگر اس کا اعتقاد یہ نہیں تو کافر نہ ہوگا اس کی قسم فعل ماضی میں ہو یا مستقبل میں ہو (عینی)

قولہ تعالیٰ یہ تعالیٰ باب تفاعل کی مصدر سے امر ہے اور اُقامر،، اس کا جواب مجزوم ہے۔ قمار یہ ہے کہ دو آدمیوں میں سے ہر ایک چاہتا ہے کہ فلاں کام میں یا فلاں بات میں دوسرے پر غلبہ کرلے تاکہ جو مال داؤ پر لگایا ہے۔ وہ قبضہ میں کرلے یہ بالاتفاق حرام ہے۔ ایسی بات کرنے کا کفارہ یہ ہے کہ صدقہ کرے تاکہ اس کا گناہ زائل ہو جائے۔

لَا يَطُوفُونَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ فَطَافَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمُسْلِمُوْنَ قَالَ سُفْيٰنُ مَنَاةُ بِالْمُشَلَّلِ مِنْ قُدَيْدٍ وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ خَالِدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ عُرْوَةُ قَالَتْ عَائِشَةُ نَزَلَتْ فِي الْأَنْصَارِ كَانُوْا هُمْ وَغَسَّانُ قَبْلَ أَنْ يُسْلِمُوْا يُهِلُّوْنَ لِمَنَاةَ مِثْلَهُ مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ كَانَ رِجَالٌ مِنَ الْأَنْصَارِ مِمَّنْ كَانَ يُهِلُّ لِمَنَاةَ وَمَنَاةُ صَنَمٌ بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِيْنَةِ قَالُوْا يَا نَبِيَّ اللّٰهِ كُنَّا لَا نَطُوْفُ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ تَعْظِيْمًا لِمَنَاةَ نَحْوَهُ

باب — اللہ تعالیٰ کا ارشاد! تیسرا منات ہے!

آئت کریمہ میں "اُخریٰ" عُزّیٰ کی صفت ہے، کیونکہ پہلا لات اور دوسرا عزّیٰ ہے تاللہ کو اُخریٰ نہیں کہا جاتا۔ خلیل نے یہ اس لئے کہا ہے کہ آیات کے رؤس ایک جیسے ہوں۔ بعض نے کہا یہاں تقدیم و تاخیر ہے۔ دراصل اس طرح تھا "اَفَرَئَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى الْاُخْرٰى وَمَنَاةَ"

۴۵۷۱ — ترجمہ: زہری نے بیان کیا کہ میں نے عروہ سے سنا کہ میں نے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا (میں نہیں دیکھتا کہ جو کوئی صفا اور مروہ کے درمیان سعی نہ کرے اس کو گناہ ہو) ام المؤمنین نے فرمایا کہ جو لوگ مناۃ طاغیہ میں جو مشلل میں ہے احرام باندھتے وہ صفا و مروہ کے درمیان سعی نہ کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آئت کریمہ: اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ" نازل فرمائی تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں نے دونوں کے

بَابُ قَوْلِهِ فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا

۴۵۴۲ ـــ حَدَّثَنَا اَبُوْمَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُالْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَجَدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالنَّجْمِ وَسَجَدَ مَعَهُ الْمُسْلِمُوْنَ وَالْمُشْرِكُوْنَ وَالْجِنُّ وَالْاِنْسُ تَابَعَهُ ابْنُ طَهْمَانَ عَنْ اَيُّوْبَ وَلَمْ يَذْكُرِ ابْنُ عُلَيَّةَ ابْنَ عَبَّاسٍ۔

درمیان طواف (سعی) کیا سفیان بن عُیَیْنَہ نے کہا۔ منات مُشَلَّل میں قُدَید کے قریب ہے۔ عبدالرحمٰن بن خالد نے زُہری سے روایت کی کہ عروہ نے کہا ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا یہ آیت کریمہ انصار کے بارے میں نازل ہوئی وہ اور غسانی اسلام لانے سے پہلے مناۃ کے لئے احرام باندھتے تھے۔ مَعْمَر نے زُہری سے روایت کی کہ عروہ نے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ انصار کے چند لوگ مناۃ کا احرام باندھتے تھے منات مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان بُت تھا۔ صحابہ نے عرض کیا یا نبیَّ اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم! ہم مناۃ کی تعظیم کے لئے صفاء اور مروہ کے درمیان طواف نہیں کرتے تھے۔

۴۵۴۱ ـــ شرح: یعنی عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا جبکہ میں اس وقت کمسن تھا کہ مجھے فرمائیں: اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا،، کہ صفا اور مروہ اللہ تعالیٰ کے علامات ہیں جو کوئی حج کرے یا عمرہ کرے اس پر کچھ حرج نہیں کہ ان کے درمیان طواف کرے۔ عروہ نے کہا میرے نزدیک اگر کوئی ان دونوں کے درمیان سعی نہ کرے تو اس پر گناہ نہیں۔ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا یہ ان لوگوں کے متعلق ہے جو مناۃ کے لئے احرام باندھتے تھے۔ وہ صفا اور مروہ کے درمیان طواف نہ کرتے تھے۔ اس میں وہ اس بُت کی تعظیم کرتے تھے، کیونکہ وہ ,, مُشَعَّل ،، (صفا مروہ کے درمیان) میں نہ تھا اس میں ,, اُساف اور ,, نائلہ،، دو بُت تھے تو اللہ تعالیٰ نے اُن کا ردّ کرتے ہوئے یہ آیت کریمہ نازل کی کہ صفا اور مروہ اللہ تعالیٰ کے شعائر میں سے ہیں۔ اس لئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں نے آپ کے ساتھ ان کا طواف کیا (حدیث ع ۱۵۴۱ کی شرح دیکھیں)

۴۲۴۳ — حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ أَخْبَرَنِي أَبُو أَحْمَدَ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ أَوَّلُ سُوْرَةٍ أُنْزِلَتْ فِيهَا سَجْدَةٌ اَلنَّجْمُ قَالَ فَسَجَدَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَجَدَ مَنْ خَلْفَهُ إِلَّا رَجُلٌ رَأَيْتُهُ أَخَذَ كَفًّا مِنْ تُرَابٍ فَسَجَدَ عَلَيْهِ فَرَأَيْتُهُ بَعْدَ ذٰلِكَ قُتِلَ كَافِرًا وَهُوَ أُمَيَّةُ بْنُ خَلَفٍ

باب — اللہ تعالیٰ کا ارشاد! اللہ کو سجدہ کرو! اور اس کی عبادت کرو!

۴۵۴۲ — ترجمہ : ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ نجم میں سجدہ کیا اور آپ کے ساتھ مسلمانوں، مشرکوں، جنوں اور سب نے سجدہ کیا۔ عبدالوارث کی ابراہیم بن طہمان نے ایوب سے روایت کرنے میں متابعت کی اور ابن عُلَیّہ نے ابن عباس کو ذکر نہیں کیا"

۴۵۴۲ — شرح : اس مجلس میں مشرکوں نے سجدہ کیا کیونکہ یہ سب سے پہلے سجدہ کی آیت ہے جو نازل ہوئی تو مشرکوں نے مسلمانوں کا معارضہ کرنے کے لئے اپنے بتوں کو سجدہ کیا۔ یہ سجدہ اُنھوں نے قصداً نہ کیا تھا یا اُنھوں نے اس مجلس میں مسلمانوں سے خائف ہو کر کیا تھا۔ اور جو کہا جاتا ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان شریف پر تلاوت کے وقت شیطان نے یہ القاء کیا تھا۔ "تِلْكَ الْغَرَانِيقُ الْعُلٰى - إِنَّ شَفَاعَتَهُنَّ لَتُرْتَجٰى" نقلاً اور عقلاً صحیح نہیں۔
(اس کی مکمل تفصیل حدیث ۱۰۱۴ کی شرح میں دیکھیں)

۴۵۴۳ — ترجمہ : عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا پہلی سورت جو نازل ہوئی جس میں سجدہ ہے وہ سورۂ نجم ہے۔ عبداللہ نے کہا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کیا اور آپ کے پیچھے سب لوگوں نے سجدہ کیا۔ مگر ایک آدمی کو میں نے دیکھا کہ اُس نے مٹھی بھر مٹی لی اور اس پر سجدہ کیا اس کے بعد میں نے اس کو دیکھا کہ وہ کافر قتل ہوا اور وہ اُمیّہ بن خلف ہے

سُوْرَۃُ اِقْتَرَبَتِ السَّاعَۃُ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قَالَ مُجَاھِدٌ مُسْتَمِرٌّ ذَاھِبٌ مُزْدَجَرٌ مُتَنَاھِیْ وَازْدُجِرَ فَاسْتُطِیْرَ جُنُوْنًا دُسُرٍ اَضْلَاعُ السَّفِیْنَۃِ لِمَنْ کَانَ کُفِرَ یَقُوْلُ کُفِرَ یَقُوْلُ کُفِرَ لَہٗ

۴۵۳۸ — شرح : مٹھی بھر مٹی اُٹھاکر اس پہ سجدہ کرنے والا یہ آدمی اُمیہ بن خلف تھا جو بدر میں کفر کی حالت میں قتل ہُوا تھا۔ اُس نے مٹی ماتھے پر لگاکر کہا تھا مجھے یہی کافی ہے اور سجدہ نہ کیا اگر وہ سجدہ کرلیتا تو ممکن تھا۔ اللہ تعالیٰ اس کو اسلام نصیب کرتا۔ ابن سعد کی روائت میں یہ شخص ولید بن مغیرہ ہے جس نے سجدہ نہ کیا تھا۔ بعض نے کہا یہ سعید بن عاص ابن اُمیہ ہے۔ بعض نے کہا ان دونوں نے سجدہ نہ کیا تھا، لیکن یہ تمام محلِ نظر ہیں کیونکہ صحیح حدیث میں تصریح ہے کہ یہ شخص امیہ بن خلف ہے اور جن کافروں کا مذکور حضرات نے ذکر کیا ہے اُن میں سے کوئی بدر میں قتل نہیں ہُوا تھا۔ بدر میں امیہ بن خلف قتل ہُوا تھا جس کے قتل کی خبر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ مدت پہلے ذکر فرمائی تھی اس کی تفصیل ابتداء مغازی میں ہم ذکر کرچکے ہیں۔ (حدیث ع ۱۰۱۰ کی شرح دیکھیں)

سُوْرَۃُ اِقْتَرَبَ السَّاعَۃُ

اس کو سورہ قمر بھی کہتے ہیں یہ مکیہ ہے مگر یہ تین آیات : اَمْ یَقُوْلُوْنَ نَحْنُ جَمِیْعٌ مُّنْتَصِرٌ، سَیُھْزَمُ الْجَمْعُ وَیُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ بَلِ السَّاعَۃُ اَدْھٰی وَاَمَرُّ " اس کی ۵۵۔ آیات ہیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قولہ مُسْتَمِرٌّ سے اس آیت کریمہ : وَاِنْ یَّرَوْا اٰیَۃً یُّعْرِضُوْا وَیَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ کی طرف اشارہ کیا اور " ذَاھِبٌ " سے اس کی تفسیر کی۔ عبد الرزاق نے معمر، قتادہ کے ذریعہ انس سے روائت کی

جَزَآءً مِنَ اللهِ مُحْتَضَرٌ يَحْضُرُوْنَ الْمَآءَ وَقَالَ ابْنُ جُبَيْرٍ مُّهْطِعِيْنَ

مُسْتَمِرٌّ" کے معنیٰ ذَاھِبٌ ہیں۔ مفسّرین نے کہا یعنی عنقریب زائل اور باطل ہوگا؛ چنانچہ کہا جاتا ہے۔ مَرَّ الشَّیْءُ وَاسْتَمَرَّ"، شئ زائل ہوگئی۔ ضحاک نے مضبوط، شدید اور قوی سے تفسیر کی ہے، کیونکہ جب رسّی سخت مضبوط اور قوی ہوجائے تو کہتے ہیں: مَرَّ الْحَبْلُ"، ربیع سے معنی نافذ منقول ہے۔ بعض نے بمعنی ماضٍ کہا ہے۔ بعض نے ایک دوسرے کے مشابہ سے تفسیر کی ہے۔ آئت کریمہ کے معنی یہ ہیں "مکہ والے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدق و نبوت پر دلالت کرنے والی اگر کوئی نشانی دیکھیں تو منہ پھیرتے ہیں اور ایمان نہیں لاتے۔ قولہ مُزْدَجَرٌ"، سے اس آئت کریمہ: وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنَ الْاَنْبَآءِ مَا فِيْهِ مُزْدَجَرٌ" کی طرف اشارہ کیا۔ اور مُتَنَاهٍ"، سے اس کی تفسیر کی یعنی انتہائی ڈانٹ"۔ آئت کریمہ کے معنی یہ ہیں بے شک اُن کے پاس وہ خبریں آئیں جن میں کافی کفر سے روک تھی کہ پچھلی امتیں اپنے رسُولوں کی تکذیب کرنے کے سبب ہلاک ہوئیں۔ مُزْدَجَر دراصل مُزْتَجَر" تھا۔ باب افتعال سے اسم مفعول ہے۔ تاء کو دال سے بدلا ہے۔ قولہ وَازْدُجِرَ"، سے اس آئت کریمہ: وَقَالُوْا مَجْنُوْنٌ وَّازْدُجِرَ" کی طرف اشارہ کیا اور اُسْتُطِيْرَ جُنُوْنًا"، سے اس کی تفسیر کی۔ یعنی پہلے نوح کی قوم نے جھٹلایا تو ہمارے بندہ کو جھوٹا بتایا اور بولے کہ وہ مجنون ہے اور اسے جھڑکا اور دھمکایا کہ اگر تم تبلیغ سے باز نہ آئے تو ہم تمہیں قتل کرڈالیں گے یہ ابن زید سے نقل کیا ہے۔ مجاہد نے کہا اُزْدُجِرَ بمعنی اُسْتُطِيْرَ جُنُوْنًا ہے۔ یعنی اس کا جنون دراز ہوگیا ہے۔ قولہ دُسُرٍ"، سے اس آئت کریمہ: وَحَمَلْنٰهُ عَلٰى ذَاتِ اَلْوَاحٍ وَّدُسُرٍ"، کی طرف اشارہ کیا اور اس کی اَضْلَاعِ سَفِیْنَہ سے تفسیر کی یعنی ہم نے نوح کو تختوں اور کیلوں والی کشتی پر سوار کیا۔ اَضْلَاعِ سفینہ اس کے تختے ہیں۔ مفسّرین نے کہا دُسُر دِاسِر کی جمع ہے اس کے معنی میخیں ہیں، چنانچہ کہا جاتا ہے۔ دَسَرْتُ السَّفِيْنَةَ"، میں نے سفینہ کو میخوں کے ساتھ مضبوط کیا۔ یہ ابن عباس کی تفسیر ہے حسن بصری نے صدرِ سفینہ سے تفسیر کی ہے۔ دراصل دُسُر بمعنی دفع ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔ عنبر وہ شئ ہے کہ دَسَرَهُ الْبَحْرُ"، جس کو سمندر دفع کرے اسی لئے سفینہ کے اطراف، صدر اور میخوں کو دسر کہتے ہیں کہ وہ کشتی میں پانی داخل ہونے کے منع کرتے ہیں۔

قولہ لِمَنْ كَانَ كُفِرَ"، سے اس آئت کریمہ " تَجْرِىْ بِاَعْيُنِنَا جَزَآءً لِّمَنْ كَانَ كُفِرَ"، کی طرف اشارہ کیا اور جَزَآءً مِّنَ اللهِ"، سے اس کی تفسیر کی، یعنی ہم نے نوح اور ان کی کشتی کو طوفان میں غرق ہونے سے سلامت رکھا۔ یہ ان کے عمل کی جزاء تھی۔ نسفی نے فراء سے نقل کیا کہ کفر کا مصدر معنی مراد ہے اور کفر ماضی معروف ہے یعنی جس نے نوح کے ساتھ کفر کیا وہ غرق کرکے

اَلنَّسَلَانُ اَلْخَبَبُ اَلسِّرَاعُ وَقَالَ غَيْرُهٗ فَتَعَاطٰى بِيَدِهٖ فَعَقَرَهَا

ہلاک کر دیئے گئے یہ ان کے کفر کی سزا تھی۔

قولہ مُحْتَضَرٌ سے اس آیت کریمہ " وَنَبِّئْهُمْ اَنَّ الْمَآءَ قِسْمَةٌ بَيْنَهُمْ كُلُّ شِرْبٍ مُّحْتَضَرٌ " کی طرف اشارہ کیا۔ اور یَحْضُرُوْنَ الْمَآءَ سے اس کی تفسیر کی۔ یعنی انہیں خبر دیدے کہ پانی اُن میں حصوں سے تقسیم ہے۔ ہر حصہ پر وہ حاضر ہو جس کی باری ہے یعنی ایک دن اُن کا اور ایک دن اُونٹنی کا جو دن اونٹنی کا ہے اس دن اونٹنی حاضر ہو اور جو دن قوم کا ہے اس دن قوم پانی پر حاضر۔ شِرب، پانی کا حصہ ہے۔ قولہ مُهْطِعِيْنَ " سے اس آیت کریمہ : مُهْطِعِيْنَ اِلَى الدَّاعِ يَقُوْلُ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ " کی طرف اشارہ کیا یعنی بلانے کی طرف لپکتے ہوئے کافر کہیں گے یہ دن سخت ہے مہطعین کے ضمن میں اہطاع کی تفسیر نَسَلان یعنی خبب سراع سے کی۔ خَبَب رفتار کی قسم ہے اور سِراع اس کی تاکید ہے۔ ابن منذر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے " مہطعین " بمعنی ناظرین اور قتادہ سے بمعنی عابدین روایت کی ہے۔ احمد بن یحییٰ نے کہا مہطع وہ شخص ہے جو خواری اور خشوع سے دیکھے اور داعی حضرت اسرافیل علیہ السلام ہے۔ قسطلانی نے نقل کیا کہ اہطاع گردن اُٹھا کر تیز چلنا ہے۔ مطلق دیکھنا بھی ہے۔

قولہ فَتَعَاطٰى " سے اس آیت کریمہ : فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ فَتَعَاطٰى فَعَقَرَهَا " کی طرف اشارہ کیا یعنی اُنھوں نے اپنے ساتھی کو آواز دی اُس نے اونٹنی کی کوچیں کاٹ دیں اور اس کو ہلاک کر دیا۔ سعد ابن جبیر کے غیر نے کہا۔ اس کو اپنے ہاتھ سے پکڑا اور اس کی کوچیں کاٹ دیں۔ ابوذر کی روایت میں فَعَاطَهَا بِيَدِهٖ اور " فَتَعَاطَهَا بِيَدِهٖ " مذکور ہے۔ اور اس کو صحیح کہا ہے۔

علامہ قسطلانی نے کہا عَاطَهَا " عین کے بعد الف اور اس کے بعد طاء اور ھا اور الف ہے۔ ابن تین نے کہا یہاں عاطہا کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔ سوائے اس کے کہ یہ مقلوب ہو کہ عین کو لام کی جگہ کیا ہو؛ کیونکہ اس تقدیر پر عَطْو " بمعنی تناول ہوگا تو معنی یہ ہوگا۔ فتناولها بيده "، اس کو اپنے ہاتھ سے پکڑا عوط کلام عرب میں نہیں دیکھا گیا اور عیط کے معنی اس کے موافق نہیں۔ شیخ نور الحق محدث دہلوی نے کہا یہ بات مخفی نہیں کہ یہ کلام شارحین کے کتب لغت میں عدم سعی کے باعث ظاہر ہوا ہے۔ جوہری اور قاموس دونوں لغت کی کتابیں ہیں۔ ان دونوں نے لفظ عوط اور عیط لیا ہے لیکن اس مقام میں مقلوب کر کے معنی واضح ہوتا ہے کہ یہ دراصل عطو تھا کہ اس کو عوط کہتے ہیں اور کلام عرب میں عطو بمعنی تناول ہے۔ کما ذکرنا عن القسطلانی۔ ابن فارس نے کہا تعاط بمعنی تجرّا ہے یعنی اُس نے ناقہ کو کھینچا اور اس کی کوچیں کاٹ دیں۔ یہ شخص قدار بن سالف تھا۔ اپنی قوم میں بہت بہادر تھا۔ اُس نے تیز تلوار لے کر اونٹنی کی کوچیں کاٹی تھیں۔

اَلْمُحْتَظِرِ لِحَظَارٍ مِنَ الشَّجَرِ مُحْتَرِقٍ اُزْدُجِرَ اُفْتُعِلَ مِنْ زَجَرْتُ كُفِرَ فَعَلْنَا بِهٖ وَبِهِمْ مَا فَعَلْنَا جَزَآءً لِّمَا صُنِعَ بِنُوْحٍ وَّاَصْحَابِهٖ مُسْتَقِرٌّ عَذَابٌ حَقٌّ يُقَالُ اَلْاَشِرُ الْمَرِحُ وَالتَّجَبُّرُ

قولہ اَلْمُحْتَظِرِ ،، سے اس آیت کریمہ : " فَكَانُوْا كَهَشِيْمِ الْمُحْتَظِرِ ،، کی طرف اشارہ کیا اور مُحْتَظِر کی تفسیر لِحَظَار سے کی کہ وہ درخت کی جلی ہوئی باڑ کی طرح ہوگئے ،، ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُن سے خبر دی کہ " ہم نے اُن پر ایک سخت آواز بھیجی تو وہ درخت کی جلی ہوئی باڑ کی طرح ہوگئے۔ یہ فرشتہ کی ہولناک آواز تھی ،، جو اللہ تعالیٰ نے صالح علیہ السلام کی قوم پر عذاب بھیجا تھا جبکہ انھوں نے اونٹنی کو ہلاک کر دیا تھا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ " مُحْتَظِر ،، وہ ہے جو کوئی اپنی بکریوں کے لئے درخت کی شاخوں اور کانٹوں وغیرہ سے باڑ بناتا ہے کہ وہ درندے سے محفوظ رہیں تو جو اس سے گری پڑی ہوتی ہے۔ یا بکریوں کے پاؤں میں روند کر ریزہ ریزہ اور باریک ہوجاتی ہے اس کو ہشیم کہا جاتا ہے۔ یہ حالت ان کی ہوگئی تھی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک روایت بھی ہے کہ وہ بوسیدہ جلی ہوئی ہڈیوں کی طرح ہوگئے یا وہ گھاس کی طرح ہوگئے جسے بکریاں کھاتی ہیں۔

قولہ وَازْدُجِرَ ،، سے اس آیت کریمہ " وَقَالُوْا مَجْنُوْنٌ وَّازْدُجِرَ ،، کی طرف اشارہ کیا اور یہ اشارہ کیا کہ اُزْدُجِرَ ،، افتعال سے ماضی مجہول ہے۔ اس کا مادہ " زجر ،، ہے۔ کیونکہ دراصل اُزْتُجِرَ ،، تھا تاء کو دال سے بدلا تو اُزْدُجِرَ ہوا۔ یہ زَجَرْتُ سے مشتق نہیں ، کیونکہ فعل مصدر سے مشتق ہوتا ہے۔ فعل سے مشتق نہیں ہوتا۔

قولہ كُفِرَ ،، اس کی تفسیر ابھی گزری ہے یا محض تکرار ہے۔ اگر اسے یہاں ذکر نہ کیا جاتا تو بہت اچھا ہوتا۔ کفر ،، کفرانِ نعمت سے ہے۔ اور جس کا کفران کیا گیا وہ حضرت نوح علیہ السلام ان کی قوم نے نعمتوں سے کفر کیا۔ خصوصًا نبی کا وجود بہت بڑی نعمت ہوتی ہے جو انسان کی دُنیا میں رشد و ہدایت اور آخرت میں نجات و مغفرت کا سبب ہوتا ہے اس کی طاعت نہ کرنا کفرانِ نعمت ہے۔ یعنی ہم نے نوح کے ساتھ یہ کیا کہ ان کی مدد کی اور ان کی دعا قبول فرمائی اور ان کی قوم کے ساتھ یہ کیا کہ ان کو پانی میں غرق کر دیا۔ یہ اس فعل کی جزا تھی جو انھوں نے حضرت نوح علیہ السلام اور آپ کے ساتھیوں سے بُرا برتاؤ کیا تھا اور انہیں سب و شتم اور مار پیٹ کی تھی اور انہیں دردناک اذیتیں پہنچائی تھیں۔

قولہ مُسْتَقِرٌّ ،، سے اس آیت کریمہ : وَلَقَدْ صَبَّحَهُمْ بُكْرَةً عَذَابٌ مُّسْتَقِرٌّ ،، کی طرف اشارہ کیا۔

بَابُ قَوْلُهٗ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا

۴۵۴۴ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ شُعْبَةَ وَسُفْيٰنَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ اَبِىْ مَعْمَرٍ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ انْشَقَّ الْقَمَرُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِرْقَتَيْنِ فِرْقَةٌ فَوْقَ الْجَبَلِ وَفِرْقَةٌ دُوْنَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِشْهَدُوْا

۴۵۴۵ـ حَدَّثَنَا عَلِىٌّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيٰنُ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ اَبِىْ نَجِيْحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ اَبِىْ مَعْمَرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ انْشَقَّ الْقَمَرُ وَنَحْنُ مَعَ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَارَ فِرْقَتَيْنِ فَقَالَ لَنَا اِشْهَدُوْا اِشْهَدُوْا

اور اس کی عذاب حق سے تفسیر کی۔ یعنی صبح تڑکے ان پر ٹھہرنے والا عذاب آیا جو عذاب آخرت تک باقی رہے گا۔ قولہٗ اَلْاَشِرُ، سے اس آیت کریمہ: بَلْ هُوَ كَذَّابٌ اَشِرٌ، کی طرف اشارہ کیا اور مرح اور بَطَر سے اس کی تفسیر کی یعنی بلکہ یہ سخت جھوٹا اترانے والا ہے۔ نبوت کا دعویٰ کر کے بڑا بننا چاہتا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا بہت جلد کل جان جائیں گے کون تھا بڑا جھوٹا اترانے والا۔

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد! شق ہو گیا چاند اور اگر دیکھیں کوئی نشانی تو منہ پھیرتے ہیں

۴۵۴۴ ترجمہ: ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ شریف میں چاند دو ٹکڑے ہوا۔ ایک ٹکڑا پہاڑ کے اوپر اور دوسرا پہاڑ کے نیچے پڑا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس معجزہ پر تم گواہ رہو۔"

۴۵۴۴ شرح: مشرکینِ مکہ نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا اگر آپ نبوت کے

۴۵۴۶ — حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي بَكْرٌ عَنْ جَعْفَرٍ عَنْ عِرَاكِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ انْشَقَّ الْقَمَرُ فِي زَمَانِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۴۵۴۷ — حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ سَأَلَ أَهْلُ مَكَّةَ أَنْ يُرِيَهُمْ آيَةً فَأَرَاهُمُ انْشِقَاقَ الْقَمَرِ

کے دعویٰ میں سچے ہیں تو چاند کے دو ٹکڑے کر کے دکھائیں۔ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے چاند کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ ایک ٹکڑا جبل ابی قبیس پر پڑا اور دوسرا ٹکڑا مقام قیقعان پر گرا جن کو سویدا بھی کہتے ہیں جبکہ حراء دونوں ٹکڑوں کے درمیان تھا۔ جمعرات کو یہ معجزہ رونما ہوا۔
(حدیث ۲۴۰۴ جلد ۵ کی شرح دیکھیں)

۴۵۴۵ — ترجمہ : عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا چاند دو ٹکڑے ہوا جبکہ ہم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے وہ دو ٹکڑے ہو گیا تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم گواہ ہو جاؤ، تم گواہ ہو جاؤ!"

۴۵۴۵ — شرح : حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کا یہ دوسرا طریق ہے جس میں پہلی حدیث پر کچھ اضافہ ہے وہ یہ کہ "نَحْنُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ"۔ اس حدیث کا مدلول یہ ہے کہ یہ خبر بیان کرنے والے بعض وہ لوگ ہیں جنہوں نے انشقاق قمر آنکھوں سے دیکھا اور بعض وہ جو سُن کر خبر دیتے ہیں۔

۴۵۴۶ — ترجمہ : ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ شریف میں چاند دو ٹکڑے ہوا (ابن عباس مخبرین میں سے ہیں۔ انہوں نے خود انشقاق قمر نہیں دیکھا۔ (حدیث ۲۴۰۴ جلد : ۵ کی شرح دیکھیں)

۴۵۴۷ — ترجمہ : انس رضی اللہ عنہ نے کہا مکہ والوں نے سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ آپ ان کو معجزہ دکھائیں تو آپ نے ان کو چاند کا دو ٹکڑے ہونا دکھایا۔

۴۵۴۸ ـــ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ شُعْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ انْشَقَّ الْقَمَرُ فِرْقَتَيْنِ

۴۵۴۷ ـــ شرح : حضرت انس بن مالک بھی مخبرین میں سے ہیں۔ انشقاقِ قمر کی حدیث صحابہ کرام کی ایک جماعت نے روایت کی ہے اُن میں سے ابن مسعود ، انس بن مالک اور ابن عباس ہیں ۔ ان کی احادیث بخاری میں مذکور ہیں ۔حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ چاند دو ٹکڑے ہُوا جبکہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے ۔ ابو عبدالرحمٰن سلمی نے کہا میں حذیفہ سے مدائن میں ملا تو ان کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا کہ جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں چاند دو ٹکڑے ہُوا ۔

بیہقی نے اپنے طریق سے جبیر بن مطعم سے روایت کی کہ چاند دو ٹکڑے ہُوا اور ہم مکہ میں جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے ۔

۴۵۴۸ ـــ ترجمہ : حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ چاند کے دو ٹکڑے ہوئے ۔

۴۵۴۸ ـــ شرح : یہ پانچ احادیث ہیں جن میں انشقاقِ قمر کا ذکر ہے ان کے راوی ابن مسعود ، ابن عباس اور انس ہیں۔ ابن مسعود کی حدیث میں تصریح ہے کہ وہ انشقاقِ قمر کے وقت موجود تھے ، چنانچہ اُنھوں نے کہا : ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ آپ نے ہمیں فرمایا تم گواہ رہو۔ انس بن مالک انشقاق کے وقت وہاں موجود نہ تھے ، کیونکہ انس مدینہ منورہ میں چار یا پانچ سال کے تھے اور انشقاقِ قمر کا معجزہ ہجرت سے پانچ سال پہلے مکہ مکرمہ میں ہُوا تھا اور ابن عباس رضی اللہ عنہما اس وقت پیدا ہی نہ ہوئے تھے ۔ وہ صحابہ کرام سے سُن کر روایت کرتے ہیں جبکہ صحابہ کرام کی بہت بڑی جماعت نے انشقاقِ قمر کی روایت کی ہے۔ اس مقام میں یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ بعض لوگوں نے کہا اِنْشَقَّ الْقَمَرُ ، یعنی چاند ٹکڑے ہو جائے گا جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اَتٰى اَمْرُ اللّٰهِ ، اس کے معنی ہیں اللہ کا امر آئے گا یعنی ماضی مستقبل کے معنی میں ہے ۔ اس آیتِ کریمہ میں انشقاقِ قمر قیامت کی علامت سے ہے اور جو انشقاق کفارِ مکہ پر حجت قائم ہُوا تھا وہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا اور یہ بہت بڑا عظیم معجزہ ہے۔ لیث نے مجاہد سے روایت کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے ابابکر تم اس کے گواہ بن جاؤ ۔ یہ معجزہ تمام معجزات کا اصل اور سارے نبیوں کے معجزات سے فائق ہے ، کیونکہ انبیاء کرام علیہم السلام کے معجزے زمین سے تجاوز نہ کرتے تھے (عینی و قسطلانی)

بَابُ قَوْلِهٖ تَجْرِیْ بِاَعْیُنِنَا جَزَآءً لِّمَنْ کَانَ کُفِرَ وَلَقَدْ تَّرَکْنٰهَآ اٰیَةً فَهَلْ مِنْ مُّدَّکِرٍ قَالَ قَتَادَةُ اَبْقَی اللّٰهُ سَفِیْنَةَ نُوْحٍ حَتّٰی اَدْرَکَهَا اَوَائِلُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ ۴۵۴۹ ـ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقْرَأُ فَهَلْ مِنْ مُّدَّکِرٍ

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد ! ہماری حفاظت میں بہتی اس کے صلہ میں جس کے ساتھ کفر کیا گیا تھا

(نوح علیہ السلام) ہم نے اسے نشانی چھوڑا تو ہے کوئی دھیان کرنے والا "
"قتادہ نے کہا اللہ تعالیٰ نے سفینۂ نوح کو محفوظ رکھا حتیٰ کہ اس اُمت کے اگلے لوگوں نے اس کو پایا "

تفسیر ؛ اس آیت کریمہ سے پہلی آیت یہ ہے : وَحَمَلْنٰهُ عَلٰی ذَاتِ اَلْوَاحٍ وَّ دُسُرٍ "یعنی ہم نے نوح کو تختوں اور کیلوں والی پر سوار کیا جو ہماری حفاظت میں چلتی تھی ۔ اس حال میں کہ یہ اس کی جزا تھی جس کے ساتھ کفر کیا گیا ۔ یعنی حضرت نوح علیہ السلام جو اللہ کی نعمتوں میں نعمت تھے کا کافروں نے انکار کیا تو ہم نے اس واقعہ کو کہ کفار غرق کر کے ہلاک کر دیئے گئے تھے اور حضرت نوح علیہ السلام کو نجات دی گئی انکے کفر کی جزا بنایا ۔ بعض مفسرین کے نزدیک " تَرَکْنٰهَا " کی ضمیر کا مرجع کشتی ہے ۔ قتادہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کشتی کو سرزمین جزیرہ میں اور بعض کے نزدیک جودی پہاڑ پر مدتوں باقی رکھا یہاں تک کہ ہماری امت کے پہلے لوگوں نے اس کو دیکھا "
علامہ قسطلانی نے ابن کثیر سے نقل کیا کہ ظاہر یہ ہے کہ جنس سفینہ کو باقی رکھا جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اُن کے لئے نشانی یہ ہے کہ ہم نے ان کی اولاد کو بھری ہوئی کشتی میں سوار کیا ۔ شیخ دہلوی نے اس کا

بَابُ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ

قَالَ مُجَاهِدٌ هَوَّنَّا قِرَاءَتَهُ

۴۵۵۰ — حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ يَحْيٰى عَنْ شُعْبَةَ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ كَانَ يَقْرَأُ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ

تعاقب کرتے ہوئے کہا کہ یہ امر مخفی نہیں کہ یہ قتادہ اور اس کے غیر کے صریح قول کے خلاف ہے۔

۴۵۴۹ — ترجمہ : عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم "فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ" پڑھتے تھے۔ (یہ ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ بعض علماءِ سلف نے "مُذَّكِر" ذال سے پڑھا ہے۔ یہ بھی قتادہ سے منقول ہے (عینی)

باب بے شک ہم نے قرآن یاد کرنے کے لئے آسان فرما دیا تو ہے کوئی یاد کرنے والا "

مجاہد نے کہا ہم نے قرآن پڑھنا آسان کر دیا "

تفسیر : ایک روایت میں ہے کہ دوسری کتب الٰہیہ کو یاد کرنا پیغمبر کے سوا آسان نہ تھا اس آیت کریمہ میں قرآن کریم تعلیم و تعلّم اور اس کے ساتھ اشتغال رکھنے اور اس کو حفظ کرنے کی ترغیب ہے اور یہ بھی مستفاد ہوتا ہے کہ قرآن یاد کرنے والے کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد ہوتی ہے اور اس کا حفظ سہل اور آسان فرما دینے ہی کا ثمرہ ہے کہ بچے تک اس کو یاد کر لیتے ہیں سوائے الحمد کے کوئی مذہبی کتاب ایسی نہیں ہے جو یاد کی جاتی ہے اور سہولت سے یاد ہو جاتی ہو۔

۴۵۵۰ — ترجمہ : عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپ "فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ" پڑھتے تھے "

بابُ قولہٖ اَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ

۴۵۵۱ ـــ حَدَّثَنَا اَبُوْنُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ عَنْ اَبِي اِسْحٰقَ اَنَّهٗ سَمِعَ رَجُلًا سَاَلَ الْاَسْوَدَ مِنْ مُّدَّكِرٍ اَوْ مُذَّكِرٍ فَقَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ يَقْرَؤُهَا فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ دَالًا

بَابٌ قَوْلُهٗ فَكَانُوْا كَهَشِيْمِ الْمُحْتَظِرِ

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد! گویا کہ وہ کھجور کے گرے ہوئے تنے تھے تو کیسا ہے میرا عذاب اور ڈر کے فرمان

تفسیر : یہ آیت کریمہ قوم عاد کی شان میں نازل ہوئی کہ سخت سرد ہوا نے ان کو پاؤں سے اٹھا کر سروں کے بل اوندھا پھینکا اور اُن کی گردنیں توڑ دیں۔ محمد بن قرظہ بن کعب نے اپنے والد سے روایت کی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہوا نے لوگوں کو ان کی قبروں سے نکالا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا "اَعْجَازُ نَخْلٍ" کھجوروں کی جڑیں "مُنْقَعِرٍ" جڑ سے اکھڑ کر زمین پر گرنے والے "اَعْجَاز" عجز کی جمع ہے۔ جیسے عضد کی جمع اَعْضَاد ہے۔ عجز شئی کا پچھلا حصّہ ہے۔ ان کو اَعْجَاز سے تشبیہ دی، کیونکہ ہوا نے ان کے سر اڑائے اور جسموں کو پھینک دیا۔

۴۵۵۱ ـــ ترجمہ : ابواسحاق سے روایت ہے کہ ایک آدمی سے سُنا جس نے اسود سے پوچھا کہ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ہے یا مُذَّكِرٍ، اسود نے کہا میں نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو میں نے یہ پڑھتے ہوئے سُنا "فَهَلْ مُدَّكِرٍ" وہ دال پڑھتے تھے اور کہا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ پڑھتے "فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ" دال پڑھتے تھے۔

۴۵۵۲ ـــ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ شُعْبَةَ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَرَأَ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ

بَابٌ قَوْلُهُ وَلَقَدْ صَبَّحَهُمْ بُكْرَةً عَذَابٌ مُسْتَقِرٌّ فَذُوقُوا عَذَابِي وَنُذُرِ

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد! جبھی وہ ہوگئے جیسے گھیرا بنانے والے کی بچی ہوئی گھاس سوکھی روندی ہوئی بے شک ہم نے آسان کیا قرآن یاد کرنیوالے کے لئے

تفسیر : یعنی جس طرح چرواہے جنگل میں اپنی بکریوں کی حفاظت کے لئے گھاس کانٹوں کا احاطہ بنالیتے ہیں اس میں سے کچھ گھاس بچی رہ جاتی ہے اور وہ جانوروں کے پاؤں میں روندکر ریزہ ریزہ ہوجاتی ہے یہ حالت اُن کی ہوگئی "مُحْتَظِر بکسر الظاء اسم فاعل ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہا نے کہا "مُحْتَظِر وہ چرواہا ہے جو اپنی بکریوں کے لئے گھاس اور کانٹوں سے گھیرا بناتا ہے جو اس میں سے زمین پر گرا ہوتا ہے اس کو بکریاں پاؤں سے روند ڈالتی ہیں۔ روندی ہوئی گھاس کو ہشیم کہتے ہیں بعض نے کہا یہ اسم مکان ہے "

۴۵۵۲ ـــ **ترجمہ** : عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے "فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ" پڑھا۔

باب ـــ اللہ تعالیٰ کا ارشاد! اور بے شک صبح تڑکے ان پر ٹھہرنے والا عذاب آیا تو چکھو میرا عذاب اور ڈر کے فرمان "

۴۵۵۳ــ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَرَأَ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ

بَابُ قَوْلِهِ وَلَقَدْ أَهْلَكْنَا أَشْيَاعَكُمْ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ

۴۵۵۴ــ حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَرَأْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهَلْ مِنْ مُذَّكِرٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ

تفسیر : یہ لوط علیہ السلام کی قوم کا واقعہ ہے۔ ان پر صبح کے وقت عذاب آیا اور ہمیشہ ثابت رہا۔ حتیٰ کہ عذاب آخرت تک پہنچائے گا۔

۴۵۵۳ــ ترجمہ : عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے "فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ" پڑھا۔

(یہ عبداللہ بن مسعود کی حدیث کا دوسرا طریق ہے)

باب ــ اللہ تعالیٰ کا ارشاد! اور بے شک ہم نے تمہاری وضع کے (پہلی اُمتوں کے کافر) ہلاک کر دیئے تو ہے کوئی دھیان کرنے والا

(جو عبرت حاصل کریں۔ اَشْيَاعَكُمْ ، کفر میں مشابہت رکھنے والے)

۴۵۵۴ــ ترجمہ : عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے "فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ" پڑھا۔

۴۵۵۴ــ شرح : امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ حدیث چھ طرق سے ذکر کی ہے۔

بَابُ قَوْلِهِ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ

۴۵۵۵ــــ حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حَوْشَبٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ح وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ وُهَيْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَهُوَ فِيْ قُبَّةٍ يَوْمَ بَدْرٍ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَنْشُدُكَ عَهْدَكَ وَوَعْدَكَ اَللّٰهُمَّ اِنْ تَشَأْ لَا تُعْبَدْ بَعْدَ الْيَوْمِ فَاَخَذَ اَبُوْبَكْرٍ بِيَدِهٖ فَقَالَ حَسْبُكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلْحَحْتَ عَلٰى رَبِّكَ وَهُوَ يَثِبُ فِي الدِّرْعِ فَخَرَجَ وَهُوَ يَقُوْلُ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ يَعْنِيْ مِنَ الْمَرَارَةِ ــــ

علامہ کرمانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا کہ اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ ان چھ عنوانوں میں حدیث کے تکرار کا کیا مقصد ہے؟ اور اس حدیث اور تراجم میں کیا مناسبت ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس کی غرض یہ ہے کہ اس سورت میں جو چھ جگہ مذکر مذکور ہے وہ دال کے ساتھ ہے۔ ذال سے نہیں۔

باب ــ اللہ تعالیٰ کا ارشاد! اب بھگائی جاتی ہے یہ جماعت اور پیٹھ پھیر دیں گے ،،

۴۵۵۵ــــ ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جبکہ آپ غزوۂ بدر کے روز ایک قبہ میں تشریف فرما تھے۔ اے اللہ! میں تجھ سے تیرا عہد اور وعدہ طلب کرتا ہوں (جو مسلمانوں کی مدد کرنے کا وعدہ کیا ہے) اے اللہ! اگر تو مسلمانوں کی ہلاکت چاہتا ہے تو اس دن کے بعد تیری عبادت نہ کی جائے گی۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ کا دست اقدس پکڑ کر

بَابُ قَوْلِهِ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ أَدْهٰى وَأَمَرُّ يَعْنِيْ مِنَ الْمَرَارَةِ

۴۵۵۶ — حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامُ ابْنُ يُوْسُفَ أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ قَالَ أَخْبَرَنِيْ يُوْسُفُ بْنُ مَاهَكٍ قَالَ إِنِّيْ عِنْدَ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ قَالَتْ لَقَدْ أُنْزِلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ وَإِنِّيْ لَجَارِيَةٌ أَلْعَبُ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ أَدْهٰى وَأَمَرُّ —

عرض کیا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کو یہ کافی ہے۔ آپ نے اپنے رب سے بہت دعا کی ہے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم زرہ میں جوش سے چلے جبکہ آپ فرما رہے تھے سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ "

۴۵۵۵ — شرح: کفارِ مکہ کہتے تھے ہماری جمعیت بہت بڑی ہے اور ہم ایک جگہ جمع ہیں۔ ہمارا مقابلہ کرنا مشکل ہے۔ ہم سب مل کر بدلہ لیں گے تو اللہ تعالیٰ نے اِن آیات میں ان کو ڈرایا اور اپنا کیا ہوا وعدہ سچا کیا اور بدر میں ان کو شکست فاش دی۔ اس طرح ان کی جمعیت اور غرور خاک آلود ہوئے اور دنیائے عرب میں ان کی کمزوری شہرۂ آفاق ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے جو وعدہ کیا تھا وہ یہ تھا کہ کفارِ مکہ کے دو گروہوں میں سے ایک گروہ پر آپ کو غالب فرمائے گا؛ چنانچہ فرمایا وَإِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ أَنَّهَا لَكُمْ "

(حدیث ۲۷۱۷، ج ۴ کی شرح دیکھیں)

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد! بلکہ اُن کا وعدہ قیامت ہے اور قیامت نہایت کڑی اور سخت کڑوی ہے "

یعنی کفار مکہ کے عذاب کا وعدہ قیامت کا دن ہے جبکہ اس دن کا عذاب بہت سخت لا علاج اور ہزیمت قتل اور قید سے زیادہ سخت ہے۔ امرّ مرارہ سے ماخوذ ہے مرو سے نہیں۔ مرارہ کے معنی

۴۵۵۷ — حَدَّثَنِیْ اِسْحٰقُ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ خَالِدٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَهُوَ فِيْ قُبَّةٍ لَهٗ يَوْمَ بَدْرٍ اَنْشُدُكَ عَهْدَكَ وَوَعْدَكَ اَللّٰهُمَّ اِنْ شِئْتَ لَمْ تُعْبَدْ بَعْدَ الْيَوْمِ اَبَدًا فَاَخَذَ اَبُوْبَكْرٍ بِيَدِهٖ وَقَالَ حَسْبُكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَدْ اَلْحَحْتَ عَلٰى رَبِّكَ وَهُوَ فِي الدِّرْعِ فَخَرَجَ وَهُوَ يَقُوْلُ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ

کڑوی کے ہیں ،، اَدْھٰی اعظیم تریں مصیبت ،،

۴۵۵۶ — ترجمہ : ابن جُریج نے کہا مجھے یوسف بن ماھک نے خبر دی کہ میں ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بیٹھا تھا۔ اُنھوں نے فرمایا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر مکہ مکرمہ میں یہ آیت کریمہ : بَلِ السَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ ،، نازل ہوئی جبکہ میں کمسن تھی اور کھیلتی تھی ۔

(اس حدیث کی مفصل تقریر باب فضائل قرآن میں دیکھیں گے۔ انشاء العزیز)

۴۵۵۷ — ترجمہ : ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے روز فرمایا جبکہ آپ خیمہ میں تشریف فرما تھے : اے اللہ ! میں تجھ سے تیرا عہد اور وعدہ طلب کرتا ہوں۔ اے اللہ ! اگر تو مومنوں کی ہلاکت چاہتا ہے تو آج کے بعد تیری عبادت نہیں کی جائے گی ۔ ابوبکر صدیق نے آپ کا دست اقدس تھام کر عرض کیا یا رسول اللہ ! صلی اللہ علیہ وسلم ! آپ کو اللہ کافی ہے۔ آپ نے اپنے رب سے بہت دُعا کی ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زرہ میں باہر تشریف لائے جبکہ یہ فرمارہے تھے ۔ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ بَلِ السَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ

(آیات کے فواصل کے اعتبار سے "دُبُر،، کو مفرد ذکر کیا ہے)

سُوْرَۃُ الرَّحْمٰنِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَاَقِیْمُوا الْوَزْنَ یُرِیْدُ لِسَانَ الْمِیْزَانِ وَالْعَصْفُ بَقْلُ الزَّرْعِ اِذَا قُطِعَ مِنْهُ شَیْءٌ قَبْلَ اَنْ یُدْرِكَ فَذٰلِكَ الْعَصْفُ وَالرَّیْحَانُ وَرَقُهٗ وَالْحَبُّ الَّذِیْ یُؤْكَلُ مِنْهُ وَالرَّیْحَانُ فِیْ كَلَامِ الْعَرَبِ

سُوْرَۃُ الرَّحْمٰن

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ابوالعباس نے کہا اس سورت کے مکی ہونے میں سب کا اتفاق ہے کیونکہ یہ مسلم امر ہے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے منڈی عکاظ میں یہ پڑھی اور جنات نے اس کو سنا تھا۔ کفارِ قریش نے سب سے پہلے اسی سورت کی سماعت کی تھی۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے حجرِ اسود کے پاس یہ سورت پڑھی تو ان کو بہت پیٹا گیا اور ان کے منہ پر شدید زخم آئے۔ ابوسعید نے قتادہ سے نقل کیا کہ سورت مکی ہے اس کی ۷۸ آیات ہیں" اس سورت کو مدنی کہنا صحیح نہیں۔ یہ اس وقت نازل ہوئی جب کفار نے کہا رحمٰن کیا ہے۔ جیسے شہبان، رکبان، قضبان اور ہسبان جموع ہیں۔ تقدیرِ عبارت اس طرح۔ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ یَجْرِیَانِ بِحُسْبَانٍ "

قولہ اَقِیْمُوْا " سے اس آیت کریمہ ؛ وَاَقِیْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِیْزَانَ " کی طرف اشارہ کیا۔ اور مجاہد کے غیر نے اس کی تفسیر کی کہ اس سے ترازو کی ڈنڈی مراد ہے۔ ابوالدردا نے تفسیر کی " کہ عدل و انصاف سے ترازو کی ڈنڈی سیدھی رکھو۔ سفیان بن عیینہ نے کہا اقامت ہاتھ سے اور قسط دل سے ہوتا ہے۔ لَا تُخْسِرُوا الْمِیْزَانَ " یعنی ناپنے اور وزن کرنے میں کمی نہ کرو۔

اَلرِّزْقُ وَقَالَ بَعْضُهُمْ وَالْعَصْفُ يُرِيْدُ الْمَاكُوْلَ مِنَ الْحَبِّ وَالرَّيْحَانُ النَّضِيْجُ الَّذِىْ لَمْ يُؤْكَلْ وَقَالَ غَيْرُهُ وَالْعَصْفُ وَرَقُ الْحِنْطَةِ وَقَالَ الضَّحَّاكُ الْعَصْفُ التِّبْنُ وَقَالَ اَبُوْمَالِكٍ الْعَصْفُ اَوَّلُ مَا يُنْبِتُ تُسَمِّيْهِ النَّبَطُ هَبُوْرًا وَقَالَ مُجَاهِدٌ الْعَصْفُ وَرَقُ الْحِنْطَةِ وَالرَّيْحَانُ الرِّزْقُ وَالْمَارِجُ اللَّهَبُ الْاَصْفَرُ وَالْاَخْضَرُ الَّذِىْ يَعْلُوْ النَّارَ اِذَا اُوْقِدَتْ وَقَالَ بَعْضُهُمْ عَنْ مُجَاهِدٍ رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ لِلشَّمْسِ

قولہ وَالْعَصْفُ " سے اس آیت کریمہ : وَالْحَبُّ ذُوْالْعَصْفِ وَالرَّيْحَانِ " کی طرف اشارہ کیا۔ اور کہا " عصف " کچی کھیتی ہے۔ جبکہ پکنے سے پہلے اس میں کچھ کاٹ لیا جائے تو یہ عصف ہے۔ " ریحان " بمعنی روزی ہے اور وہ دانہ جو کھایا جاتا ہے۔ عرب کے کلام میں رزق کو ریحان کہتے ہیں۔ ان میں بعض نے کہا " عصف " سے مراد وہ دانے ہیں جو کھائے گئے اور " ریحان " وہ پکے ہوئے دانے ہیں جو نہیں کھائے گئے۔ بعض نے کہا " عصف " گیہوں کے پتے ہیں۔ ضحاک نے کہا " عصف " سوکھی گھاس ہے۔ ابو مالک نے کہا " عصف " وہ ہے جو سب سے پہلے اُگے۔ نبطی اس کو " ھَبُور " کہتے ہیں۔ مجاہد نے کہا " عصف " گیہوں کے پتے ہیں اور " ریحان " کے معنی رزق ہیں۔

قولہ مَارِج " سے اس آیت کریمہ : وَخَلَقَ الْجَانَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ " کی طرف اشارہ کیا اور اس کی تفسیر یہ کی کہ یہ زرد اور سبز شعلے ہیں جو سلگائے جانے پر بلند ہوتے ہیں۔ بعض نے کہا جب آگ روشن کی جائے تو اس کی ایک طرف سے نکلنے والے باریک شعلے کو مارج کہتے ہیں۔ بعض نے کہا خالص شعلہ جس میں دھواں نہ ہو۔ جان ابلیس ہے۔ اس کا واحد جن ہے۔

قولہ رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ " سے اس آیت کریمہ " رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ " کی طرف اشارہ کیا۔ بعض نے مجاہد سے نقل کیا کہ سورج کا ایک مشرق سردی میں ہے اور ایک گرمی میں مشرق ہے۔ اس طرح مغربین بھی دو ہیں ایک سردی میں دوسرا گرمی میں۔

قولہ لَا يَبْغِيَانِ " سے اس آیت کریمہ : مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيَانِ " کی طرف اشارہ کیا اور اس کی تفسیر یہ کی کہ وہ ایک دوسرے سے ملتے نہیں اور نہ متغیر ہوتے ہیں اور نہ ہی ایک دوسرے پر غلبہ کرتے ہیں۔ ان دونوں کے درمیان فاصلہ ہے۔ بعض نے کہا وہ

فِي الشِّتَاءِ مَشْرِقٌ وَمَشْرِقٌ فِي الصَّيْفِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ مَغْرِبُهَا
فِي الشِّتَاءِ وَالصَّيْفِ لَا يَبْغِيَانِ لَا يَخْتَلِطَانِ الْمُنْشَآتُ مَا رُفِعَ مِنْ
قَلْعِهِ مِنَ السُّفُنِ فَأَمَّا مَا لَمْ يُرْفَعْ قَلْعُهُ فَلَيْسَ بِمُنْشَأَةٍ وَقَالَ
مُجَاهِدٌ وَنُحَاسٌ الصُّفْرُ يُصَبُّ عَلَى رُؤُسِهِمْ يُعَذَّبُونَ بِهِ
خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ يَهُمُّ بِالْمَعْصِيَةِ فَيَذْكُرُ اللّٰهَ فَيَتْرُكُهَا الشُّوَاظُ
لَهَبٌ مِنْ نَارٍ مُدْهَامَّتَانِ سَوْدَاوَانِ مِنَ الرِّيِّ صَلْصَالٍ خُلِطَ

لوگوں پر غلبہ نہیں کرتے کہ ان کو غرق کر دیں۔ حسن بصری نے کہا "بحرین" سے مراد بحر روم اور بحر ہند ہے۔ قتادہ سے منقول ہے کہ بحر فارس اور بحر روم مراد ہیں۔ ان کے درمیان جزائر فاصل ہیں۔ مجاہد اور ضحاک سے روائت ہے کہ زمین و آسمان کا بحر مراد ہیں جو ہر سال ایک دوسرے سے ملتے ہیں اور برزخ بُعدِ مسافت کو کہتے ہیں۔ قولہ "اَلْمُنْشَآتُ" اس آیت کریمہ: "وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنْشَآتُ فِي الْبَحْرِ كَالْأَعْلَامِ" کی طرف اشارہ کیا اور اس کی تفسیر یہ کی کہ مُنْشَآت وہ کشتیاں ہیں جن کے بادبان بلند کئے گئے ہوں اور جن کے بادبان بلند نہیں کئے گئے وہ مُنْشَآت نہیں ہیں (جواری جاریہ کی جمع ہے اس کے معنی بڑی بڑی کشتیاں ہیں۔ قِلع بکسر القاف بمعنی بادبان ہے۔ قولہ "كَالْفَخَّار" سے اس آیت کریمہ "خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ" کی طرف اشارہ کیا۔ یعنی جیسے فخار بنایا جاتا ہے اور وہ آگ سے پکایا جاتا ہے جو ہاتھ مارنے سے آواز دیتا ہے۔ صَلْصَال مصدر ہے۔ اس سے ماضی "صَلْصَلَ يُصَلْصِلُ" ہے۔ صلصلۃ کے معنی مٹی خشک ہے جب اسے پکایا جائے اور وہ آواز دینے لگے تو اس کو فخار کہتے ہیں۔ اس سے مراد خلقِ آدم ہے جو انسان کا اصل ہے۔ قولہ "اَلنُّحَاس" سے اس آیت کریمہ: "يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِنْ نَارٍ وَنُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرَانِ" کی طرف اشارہ کیا۔ پھر اس کی یہ تفسیر کی کہ نحاس تانبا ہے جو پگھلا کر دوزخیوں کے سروں پر ڈالا جائے گا۔ اس کے ساتھ ان کو عذاب کیا جائے گا۔ یعنی جب تم قیامت کے روز قبروں سے نکلو گے۔ تو بے دھوئیں کی آگ کی لپٹ اور بے لپٹ کا کالا دھواں تم پر چھوڑا جائے گا۔ لپٹ میں دھواں ہو تو اس میں سب اجزاء جلانے والے نہ ہوں گے کہ زمین کے اجزاء شامل ہیں جن سے دھواں بنتا ہے اور دھوئیں میں لپٹ ہو تو وہ پورا سیاہ اور اندھیرا نہ ہوگا کہ لپٹ کی رنگت شامل ہے۔ ان پر

بِرَمْلٍ فَصَلْصَلَ كَمَا يُصَلْصِلُ الْفَخَّارُ وَيُقَالُ مُنْتِنٌ يُرِيْدُوْنَ بِهٖ صَلَّ يُقَالُ صَلْصَالٌ كَمَا يُقَالُ صَرَّ الْبَابُ عِنْدَ الْإِغْلَاقِ وَصَرْصَرَ مِثْلُ كَبْكَبْتُهُ يَعْنِيْ كَبَبْتُهُ فَاكِهَةٌ وَّنَخْلٌ وَّرُمَّانٌ وَقَالَ بَعْضُهُمْ لَيْسَ الرُّمَّانُ وَالنَّخْلُ بِالْفَاكِهَةِ وَأَمَّا الْعَرَبُ فَإِنَّهَا تَعُدُّهَا فَاكِهَةً كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى فَأَمَرَهُمْ بِالْمُحَافَظَةِ عَلٰى كُلِّ الصَّلَوَاتِ ثُمَّ أَعَادَ الْعَصْرَ تَشْدِيْدًا لَهَا كَمَا

بے دھوئیں کی لپیٹ بھی بھیجی جائے گی۔ جس کے سب اجزار جلانے والے اور بے لپٹ کا دھواں جو سخت کالا اندھیرا ہے۔ مجاہد نے کہا شواظ "آگ کی لپٹ جس میں دھواں نہ ہو۔ بعض نے کہا وہ سُرخ لپٹ ہے۔ بعض نے کہا دھواں جو لپٹ سے نکلتا ہے۔

قولہ فَلَا تَنْتَصِرَانِ پھر بدلا نہ لے سکو گے"، اور اس عذاب سے نہ بچ سکو گے اور آپس میں ایک دوسرے کی مدد نہ کر سکو گے۔

قولہ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ " سے اس آئت کریمہ : وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتَانِ " کی طرف اشارہ کیا اور اس کی تفسیر یہ کی کہ آدمی کسی گناہ کا ارادہ کرتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ اور اس کی عظمت یاد آئے تو اس کو ترک کر دیتا ہے۔ اس کے لئے دو جنتیں ہیں۔

قولہ مُدْهَامَّتَانِ " سے سنہری سے سیاہی جھلک دینے والی وہ مٹی جس میں ریت ملی ہو اور وہ کھنکھناتی ہے جس طرح ٹھیکری کھنکھناتی ہے۔ بعض نے کہا اس کے معنی ہیں سڑا ہُوا۔

صلصال " اس سے صَلَّ مراد لیتے ہیں۔ .... اس کے معنی صَلَّ اللَّحْمُ "، ہیں یعنی گوشت گندہ ہوگیا۔ جیسے کہا جاتا ہے۔ صَرَّ الْبَابُ عِنْدَ الْإِغْلَاقِ "، بند کرتے وقت دروازہ آواز دے تو کہتے ہیں۔ صَرَّ الْبَاب اور صَرْصَرَ " كَبْكَبْتُهُ " کی طرح ہے کہ مراد كَبَبْتُهُ " ہے۔ اسی طرح صَرْصَرَ بمعنی صَرَّ ہے۔

یعنی آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام خشک مٹی سے پیدا ہُوئے جو ٹھیکری کی طرح کھنکھناتی تھی۔ اس کی امام بخاری نے یہ تفسیر کی کہ " خُلِطَ بِرَمْلٍ "، یعنی جب مٹی ریت سے ملائی جائے اور خشک ہو جائے تو قوی تر ہو جاتی ہے کہ جب اس پہ ہاتھ مارا جائے تو اس سے آواز نکلتی ہے۔ امام نے اپنے قول فَصَلْصَلَ كَمَا يُصَلْصِلُ الْفَخَّارُ "، سے اسی کی طرف اشارہ کیا ہے۔

اَعِیْدَ النَّخْلُ وَ الرُّمَّانُ وَ مِثْلُهَا اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ یَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَنْ فِی الْاَرْضِ ثُمَّ قَالَ وَ کَثِیْرٌ مِّنَ النَّاسِ وَ کَثِیْرٌ

قولہ یُقال مُنتن ،، امام نے اس سے یہ اشارہ کیا کہ لَحْمٌ مُنْتِنٌ ،، کہا جاتا ہے اور ان کی مراد یہ ہوتی ہے کہ اِتْنَہٗ صَلّ ،، چنانچہ گوشت کچا ہو یا پکا ہُوا بدبودار ہو جائے تو کہتے ہیں "صَلّ اللَّحْمُ"،،

قولہ یقال صلصال ،، امام نے اس سے یہ اشارہ کیا کہ یہ صَلّ کا مضاعف ہے جیسے کہا جاتا ہے "صَرَّ الْبَابُ"،، جب وہ آواز دے تو اس کو مضاعف صَرْصَرَ کہا جاتا ہے۔ جیسے کَبْنَتَہٗ کو مضاعف کَبْکَبْتُہٗ ،، کہا جاتا ہے۔

قولہ فاکھۃ وَ نَخْلٌ وَّ رُمَّان ،، اس سے اس آیت کریمہ فِیْهِمَا فَاکِهَةٌ وَّ نَخْلٌ وَّ رُمَّانٌ،، کی طرف اشارہ کیا۔ یعنی دو جنتوں میں جن کو اس آیت کریمہ ،، وَ مِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتَانِ ،، میں ذکر کیا پھل، کھجور، انار ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے کلام شریف سے ظاہر ہوتا ہے کہ جنتیں چار ہیں ؛ چنانچہ ارشاد فرمایا : وَ لِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتَانِ ،، پھر فرمایا : وَ مِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتَانِ ،، یعنی پہلی دو جنتوں کے علاوہ جن کا خائفین کے لئے وعدہ کیا گیا ہے اور دو جنتیں ہیں جن میں پھل، کھجور اور انار ہیں ؛ لیکن عدد اپنے مفہوم میں منصوص نہیں ہوتا کہ اس پر زیادتی نہ ہو سکے لہٰذا ہو سکتا ہے کہ خائفین کے لئے دو جنتیں ہوں اور دوسری دو عام مسلمانوں کے لئے ہوں اور اخص خواص حضرات انبیاء کرام اور رُسُلِ عظام کے لئے مخصوص جنت ہو۔

قَالَ بَعْضُهُمْ ،، یعنی بعض علماء نے کہا انار اور کھجور پھل نہیں اور عرب ان کو پھل شمار کرتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ نمازوں کی حفاظت کرو ! خصوصاً درمیانی نماز ،، اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو تمام نمازوں کی حفاظت کا حکم فرمایا پھر عصر کی نماز کا اعادہ کیا۔ صرف اس کی اہمیت بیان کرنے کے لئے اسی طرح نخل اور رمّان کا اعادہ کیا۔ اس آیت کی مثل یہ آیت کریمہ ہو کہ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جو لوگ آسمانوں اور زمین میں ہیں اور اکثر لوگ اللہ کو سجدہ کرتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ اور بہت سے لوگ کہ اُن پر عذاب ثابت ہو چکا ہے مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَنْ فِی الْاَرْضِ ،، کے ضمن میں سب لوگوں کا ذکر ہو چکا ہے ؛ لیکن کَثِیْرٌ مِّنَ النَّاسِ علیحدہ ذکر کیا۔

شرح : علامہ کرمانی وغیرہ نے کہا کہ اس بعض سے مراد امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ ان کا مذہب یہ ہے کہ کھجور اور انار فاکہہ (پھل) نہیں۔ اگر کوئی شخص قسم کھائے کہ وہ پھل نہ کھائے گا اس نے کھجور یا انار کھا لیا تو حانث نہ ہوگا ؛ کیونکہ کھجور غذا ہے اور انار دوا بھی ہے لہٰذا ان دونوں میں محض تفکّہ نہیں پایا جاتا۔ پھر امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے قول کو ضعیف کرتے ہوئے کہا ، کہ عرب ان کو فواکہ (پھل) شمار کرتے ہیں۔ لہٰذا یہ بھی قسم میں داخل ہونے چاہئیں امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے اس دلیل کا جواب

حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ وَقَدْ ذَكَرَهُمْ فِي أَوَّلِ قَوْلِهِ مَنْ فِي السَّمٰوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ وَقَالَ غَيْرُهُ أَفْنَانٍ أَغْصَانٍ وَجَنَا الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ مَا يُجْتَنَى قَرِيبٌ وَقَالَ الْحَسَنُ فَبِأَيِّ آلَاءِ نِعَمِهِ وَقَالَ قَتَادَةُ رَبِّكُمَا

یہ ہے کہ ہم کھجور اور انار پر پھل کے اطلاق کا انکار نہیں کرتے ہیں، لیکن ان میں محض تفکہ نہیں۔ اس حیثیت سے یہ قسم میں داخل نہیں۔ امام نے مذکورہ دلیل کی تائید میں کہا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد "حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوَاتِ الخ" میں خاص کا عام پر عطف ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے نمازوں کی حفاظت کا حکم فرمایا پھر اس کے بعد عصر کی حفاظت کا ذکر کیا حالانکہ عصر کی نماز تمام نمازوں میں داخل ہے۔ یہ صرف عصر کی نماز کی اہمیت اور تعظیم کے لئے ذکر کیا۔ ایسے نخل اور رمان یعنی کھجور اور انار پھلوں میں داخل ہیں اور ان کی اہمیت کے لئے عام کے بعد ذکر کیا۔ اسی طرح یہ آیت کریمہ "اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ" ہے اس میں سب لوگ داخل ہیں، لیکن ان کی اہمیت کے لئے ان کو علیحدہ ذکر کیا اس کا جواب یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کہہ سکتے ہیں کہ فاکہہ عام نہیں کیونکہ یہ نکرہ ہے اثبات میں واقع ہے اور نکرہ سیاقِ اثبات میں عام نہیں ہوتا۔ نیز اس آیت کریمہ اور دلیل میں مذکور دو آیتوں میں مشابہت و موافقت نہیں پائی جاتی، کیونکہ "صلوات" اور "مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ" بالاتفاق عام ہیں لیکن فاکہہ نکرہ سیاقِ اثبات میں عام نہیں۔ لہٰذا امام بخاری کا استدلال تام نہیں۔ نیز بعض سے مراد صرف امام ابوحنیفہ ہی نہیں بلکہ مفسرین کی ایک جماعت نے بھی یہی کہا ہے چنانچہ فراء نے کہا مفسرین نخل اور رمان کو فاکہہ نہیں کہتے ہیں، کیونکہ فاکہہ وہ ہوتا ہے جو کھانے سے پہلے یا بعد محض تفکہ اور لذت کے طور پر کھایا جاتا ہے اور کھجور پھل اور طعام ہے جبکہ انار، پھل اور دواء ہے ان میں محض تفکہ نہیں۔ لہٰذا یہ قسم میں داخل نہیں ہیں۔

قولہ اَفْنَانٍ "یعنی ذَوَاتَا اَفْنَانٍ میں افنان فَنَنٌ کی جمع ہے اس کے معنی ہیں بہت سی ڈالوں والیاں (اور ہر ڈالی پر قسم قسم کے میوے)

مجاہد کے غیر نے کہا "اَفْنَانٍ" شاخیں ہیں مفسرین نے افنان بمعنی الوان کہا ہے اس تقدیر پر یہ فَنٌّ کی جمع ہے، چنانچہ "اِفْتَنَّ فُلَانٌ فِي حَدِيْثِهِ" اس شخص کیلئے کہا جاتا ہے جو کلام کے مختلف اطوار اور ضروب میں شروع ہو۔ ضحاک نے رنگا رنگ کے میووں سے تفسیر کی ہے۔

قولہ وَجَنَى الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ" سے اس آیت کریمہ: وَجَنَى الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ

يَعْنِي الْجِنَّ وَالْإِنْسَ وَقَالَ أَبُو الدَّرْدَاءِ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ يَغْفِرُ ذَنْبًا وَيَكْشِفُ كَرْبًا وَيَرْفَعُ قَوْمًا وَيَضَعُ آخَرِينَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ بَرْزَخٌ حَاجِزٌ الْأَنَامُ الْخَلْقُ نَضَّاخَتَانِ فَيَّاضَتَانِ ذُو الْجَلَالِ ذُو الْعَظَمَةِ وَقَالَ غَيْرُهُ مَارِجٍ خَالِصٍ مِنَ النَّارِ يُقَالُ مَرَجَ الْأَمِيرُ رَعِيَّتَهُ إِذَا

کی طرف اشارہ کیا اور اس کی تفسیر مَا يُجْتَنٰى قَرِيْبٌ سے کی یعنی دونوں جنتوں کے درختوں کے پھل اتنے قریب ہیں کہ نیچے سے چُن لو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ درخت اتنا قریب ہوگا کہ اللہ کے پیارے کھڑے بیٹھے اس کا میوہ چُن لیں گے۔

قولہ وَقَالَ الْحَسَنُ الخ یعنی حسن بصری نے اس آیت کریمہ: فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ،، میں آلاء کی تفسیر نعمتوں سے کی اور قتادہ نے رَبِّكُمَا،، کی تفسیر میں کہا جنوں اور انسانوں کے رب" الآءِ اِلی کی جمع ہے۔ رَبِّكُمَا میں جنوں اور انسانوں سے خطاب ہے اور تُكَذِّبٰنِ،، عربوں کی عادت کے مطابق تثنیہ ذکر کیا ہے۔ اس آیت کے تکرار میں حکمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس سُورت میں بہت نعمتیں شمار کی ہیں۔

قولہ وَقَالَ اَبُو الدَّرْدَاءِ،، یعنی عُویمر بن مالک ابوالدرداء نے اس آیت کریمہ: كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍ کی تفسیر میں کہا کہ اس کی شان یہ ہے کہ گناہ معاف کرتا ہے مصیبت دُور کرتا ہے۔ بعض کو بُلند اور بعض کو ذلیل کرتا ہے۔ (ابن ماجہ)

قولہ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ،، یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کریمہ: مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ،، کی تفسیر میں کہا کہ برزخ بمعنی حاجز ہے۔ بعض نے حائل سے تفسیر کی ہے۔ یعنی ایک دوسرے پر غلبہ نہیں کرتے۔

قولہ الْاَنَام،، سے اس آیت کریمہ "وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ،، کی طرف اشارہ کیا اور انام کی تفسیر خلق سے کی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور عامر شعبی سے روایت ہے کہ انام ہر ذی روح ہے بعض نے انس و جن سے تفسیر کی ہے۔

قولہ نَضَّاخَتٰنِ،، سے اس آیت کریمہ: فِيْهِمَا عَيْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ،، کی طرف اشارہ کیا اور فَيَّاضَتَانِ سے اس کی تفسیر کی۔ یعنی ان میں دو چشمے جوش مارتے ہوئے۔ بعض نے کہا وہ پانی کے فوارے ہیں جو بند نہیں ہوتے۔ علامہ قسطلانی رحمہ اللہ نے کہا خیر و برکت کا فیضان کرتے ہیں۔ عبداللہ بن مسعود اور ابن عباس

خَلَاهُمْ يَعُدُ وَبَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مَرَجَ أَمْرُ النَّاسِ مَرِيجٍ مُلْتَبِسٌ مَرَجَ اخْتَلَطَ الْبَحْرَيْنِ مِنْ مَرَجْتَ دَابَّتَكَ تَرَكْتَهَا سَنَفْرُغُ سَنُحَاسِبُكُمْ لَا يَشْغَلُهُ شَيْءٌ عَنْ شَيْءٍ وَهُوَ مَعْرُوفٌ فِي كَلَامِ الْعَرَبِ يُقَالُ لَأَتَفَرَّغَنَّ لَكَ وَمَا بِهِ شُغْلٌ يَقُولُ لَآخُذَنَّكَ عَلٰى غِرَّتِكَ

رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ وہ اولیاء اللہ کے جنت کے مکانوں پر کستوری، عنبر اور کافور کی بارش کریں گے۔ سعید بن جبیر نے کہا مختلف پھلوں اور پانی کی بارش کریں گے "۔

قولہ ذُو الجَلَال " سے اس آئت کریمہ: تَبَارَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ "، کی طرف اشارہ کیا اور ذوالجلال کی تفسیر ذوالعظمت "، عظمت والا سے کی۔

قولہ والاکرام " یعنی کرم والا جو سوال اور وسیلہ کے بغیر عطاء کرتا ہے۔

قولہ قال غیرُہٗ " ابن عباس کے غیر نے کہا "، مارج خالص آگ ہے جس میں دھواں نہ ہو۔

کہا جاتا ہے: مَرَجَ الْأَمِيرُ رَعِيَّتَهُ "، یہ اس وقت کہا جاتا ہے جبکہ امیر لوگوں کے درمیان تخلیہ کر دے اس حال میں کہ وہ ایک دوسرے پہ چڑھائی کریں.................. اور ایک دوسرے پر ظلم کریں۔ امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ مَرَجَ کئی معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ ان میں سے ایک تو یہ ہے جو ذکر کیا ہے اور دوسرے مَرِجَ أَمْرُ النَّاسِ "، کہا جاتا ہے۔ جبکہ لوگوں کا معاملہ درہم برہم خلط ملط اور مضطرب ہو جائے۔ ابوداؤد نے کہا مَرِجَ أَمْرُ الدِّيْنِ "، دین کا معاملہ خراب ہو گیا۔ اسی سے مَرِيج " ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ " فِيْ أَمْرٍ مَرِيْجٍ "، بمعنی مشتبہ ہے۔ مَرَجَ بمعنی اِخْتَلَطَ "، دو سمندروں کو ملا یا مَرَجْتَ دَابَّتَكَ " سے ماخوذ ہے۔ یعنی تو نے اپنے جانور چھوڑ دیئے کہ وہ چرتے پھرتے ہیں۔ یہاں تقدیم و تاخیر ہے۔ اس کو مَرَجَ الامیرُ رَعِیَّتَہٗ "، کے بعد ذکر کرنا چاہیے تھا، کیونکہ یہ اس کا ہم معنیٰ ہے۔ ظاہر یہ ہے کہ لکھنے والوں نے مَرَجَ مفتوح الراء کو مَرِجَ مکسور الراء سے خلط ملط کر دیا ہے۔

قولہ سَنَفْرُغُ لَكُمْ " سے آئت کریمہ، سَنَفْرُغُ لَكُمْ أَيُّهَا الثَّقَلَانِ "، کی طرف اشارہ کیا۔ اور سَنُحَاسِبُكُمْ "، سے اس کی تفسیر کی یعنی عنقریب تمہارا حساب لیں گے۔ فراغ کے معنی ہیں حساب و کتاب سے فارغ ہونا اور اللہ تعالیٰ کو کوئی شئ مشغول نہیں کرتی۔ یہ معنی کلام عرب میں مشہور ہے، چنانچہ کہا جاتا ہے لَأَتَفَرَّغَنَّ لَكَ وَمَا بِهِ شُغْلٌ "، میں تیرے لئے فارغ ہوں گا، حالانکہ اسے کوئی شغل نہیں۔ اس کی تفسیر لَآخُذَنَّكَ "، سے کی۔ یعنی تجھے غفلت میں پکڑوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے وعید و تہدید فرمائی ہے جیسے کوئی کہے

بَابُ قَوْلِهٖ وَمِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتَانِ

۴۵۵۸ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِی الْاَسْوَدِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِیْزِ ابْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ الْعَمِّیُّ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عِمْرَانَ الْجَوْنِیُّ عَنْ اَبِیْ بَکْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قَیْسٍ عَنْ اَبِیْهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ جَنَّتَانِ مِنْ فِضَّةٍ اٰنِیَتُهُمَا وَمَا فِیْهِمَا وَجَنَّتَانِ مِنْ ذَهَبٍ اٰنِیَتُهُمَا وَمَا فِیْهِمَا وَمَا بَیْنَ الْقَوْمِ وَبَیْنَ اَنْ یَّنْظُرُوْا اِلٰی رَبِّهِمْ اِلَّا رِدَاءُ الْکِبْرِ عَلٰی وَجْهِهٖ فِیْ جَنَّةِ عَدْنٍ ـ

ہیں تیرے لئے فارغ ہوتا ہوں ۔ اس سے ڈانٹ ڈپٹ مقصود ہوتی ہے ۔

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد! ان دونوں کے قریب دو جنتیں ہیں“

حکیم ترمذی نے کہا ” دون “ سے مراد قرب ہے یعنی اُن کے قریب دو جنتیں ہیں اور وہ عرش کے بہت قریب ہیں ۔ حکیم ترمذی نے کہا یہ پہلی دو جنتوں سے افضل ہیں ۔ اُن کے غیر نے کہا ان کے قرب میں ہیں یہ ایک دوسری سے افضل نہیں حلیمی نے کہا پہلی دو دوسروں سے افضل ہیں جو اُن کے بعد ہیں؛ کیونکہ سونے اور چاندی میں بہت تفاوت ہے ۔ ابن مردویہ نے حماد کے طریق سے ابو عمران سے روایت کی کہ سونے کی جنتیں سابقین کے لئے اور چاندی کی تابعین کے لئے ہیں ۔ ابو بکر سے ثابت کی روایت ہے کہ سونے کی مقربین کے لئے اور چاندی کی اصحاب یمین کے لئے ہیں ۔ (فتح الباری)

۴۵۵۸ ترجمہ : ابو بکر بن عبد اللہ بن قیس نے اپنے والد عبد اللہ بن قیس سے روایت کی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو جنتیں چاندی کی ہیں ۔ جن کے برتن اور جو کچھ اُن میں ہے سب چاندی کے ہیں ۔ اور دو جنتیں سونے کی ہیں ان کے برتن اور جو کچھ اُن میں ہے سب سونے کے ہیں ۔ لوگوں کے درمیان اور اُن کے اپنے رب کو جنت عدن میں

باب حُورٌ مَّقْصُوْرَاتٌ فِي الْخِيَامِ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ الْحَوْرَاءُ سَوْدَاءُ الْحَدَقِ وَقَالَ مُجَاهِدٌ مَقْصُوْرَاتٌ مَحْبُوْسَاتٌ قُصِرَ طَرْفُهُنَّ وَأَنْفُسُهُنَّ عَلَى أَزْوَاجِهِنَّ قَاصِرَاتٌ لَا يَبْغِيْنَ غَيْرَ أَزْوَاجِهِنَّ

دیکھنے کے درمیان صرف کبریائی کی چادر ہوگی،،

۴۵۵۸ شرح : قولہ فی جنتِ عَدْنٍ ،، ظرف قوم کے متعلق ہے۔ یعنی لوگوں کے درمیان اور اس امر کے درمیان کہ وہ جنتِ عدن میں اپنے رب کو دیکھیں صرف کبریائی کی چادر اس کے چہرے پر ہوگی۔ یہ دیکھنے کا ظرف نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا کسی مکان میں ہونا محال ہے یا یہ قوم سے حال واقع ہے یا اس حال میں کہ لوگ جنت میں ہوں گے۔

قولہ رِدَاءُ الْکِبْرِیَاءِ عَلٰی وَجْھِہٖ ،، متشابہات سے ہے ، کیونکہ وجہ اور رداء کا لغوی معنی مراد نہیں۔ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ متشابہات کے متعلق علماء کے دو گروہ ہیں۔ ایک گروہ مُفَوِّضَہ ہے جو کہتے ہیں کہ متشابہات کی تاویل صرف اللہ ہی جانتا ہے دوسرا گروہ مُؤَوِّلَہ ہے جو متشابہات کی تاویل کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں وجہ سے مراد ذات ہے اور رداء سے مراد عظمت ہے چنانچہ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "عظمت میرا ازار اور کبریاء میری چادر ہے جیسے ازار اور رداء آدمی کو لازم ہیں اسی طرح عظمت اور کبریاء اللہ کی ذات سے مختص ہیں۔ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا عظمت اور کبریائی محسوس کپڑوں کی جنس سے نہیں یہ صرف مجازات ہیں اور ان میں مناسبت کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح رداء اور ازار انسان کے لئے مخصوص ہیں۔ ان میں اس سے کوئی مشارک نہیں اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریاء میں اس سے کوئی مشارک نہیں ہے ؛ چنانچہ اس حدیث کے آخر میں ہے جو کوئی ان میں سے کسی ایک میں میرے منازعت کرے گا میں اس کو ہلاک کروں گا۔

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد ! حُوریں جو خیموں میں چھپی ہوئی ہیں"

حُور حَوراء کی جمع ہے اس کے معنی آنکھ کی سخت سفیدی اور سخت سیاہی ، مقصورات کے معنی خیموں میں محبوس اور چھپی ہوئی ،، یعنی پردہ دار ہوں گی۔ مجاہد نے کہا وہ اپنے شوہروں کے لئے ہی ہوں گی اور ان کے بدل کو نہ چاہیں گی ،، ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا حُور سیاہ آنکھوں والی عورتیں ہیں۔

۴۵۵۹ — حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی قَالَ حَدَّثَنِیْ عَبْدُ الْعَزِیْزِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عِمْرَانَ الْجَوْنِیُّ عَنْ اَبِیْ بَکْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ قَیْسٍ عَنْ اَبِیْهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ فِی الْجَنَّةِ خَیْمَةً مِّنْ لُؤْلُؤَةٍ مُّجَوَّفَةٍ عَرْضُهَا سِتُّوْنَ مِیْلًا فِیْ کُلِّ زَاوِیَةٍ مِّنْهَا اَهْلٌ مَّا یَرَوْنَ الْاٰخَرِیْنَ یَطُوْفُ عَلَیْهِمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَجَنَّتَانِ مِنْ فِضَّةٍ اٰنِیَتُهُمَا وَمَا فِیْهِمَا وَجَنَّتَانِ مِنْ کَذَا اٰنِیَتُهُمَا وَمَا فِیْهِمَا وَمَا بَیْنَ الْقَوْمِ وَبَیْنَ اَنْ یَّنْظُرُوْا اِلٰی رَبِّهِمْ اِلَّا رِدَآءُ الْکِبْرِ عَلٰی وَجْهِهٖ فِیْ جَنَّةِ عَدْنٍ —

مجاہد نے کہا " مقصورات " کے معنی محبوسات ہیں - بند کی ہوئیں - ان کی نظریں اور خواہشات اپنے شوہروں پر بند ہوں گی - اپنے شوہروں کے سوا کسی کی متلاشی نہ ہوں گی - علامہ قسطلانی نے کہا حکیم ترمذی نے کہا ہمیں یہ روایت پہنچی ہے کہ عرش سے بادل بارش برسائے گا تو رحمت کے قطرات کے حلقے بن جائیں گے پھر نہروں کے کنارے ہر ایک پر خیمہ نصب کیا جائے گا جس کی وسعت چالیس میل ہوگی - اس کا کوئی دروازہ نہ ہوگا حتیٰ کہ جب اللہ کا ولی (جنت میں سب اولیاء اللہ ہوں گے) خیمہ میں داخل ہونے کا ارادہ کرے گا تو اس کا دروازہ کھلے گا تاکہ اللہ کے ولی کو معلوم ہو جائے کہ فرشتوں اور خادموں میں سے کسی مخلوق کی نگاہ اُن پر نہیں پڑی ہے - پھر اس بات میں اختلافِ رائے پایا جاتا ہے کہ جنت کی حوریں زیادہ خوبصورت ہوں گی یا دُنیاوی عورتیں زیادہ خوبصورت ہوں گی - بعض علماء نے کہا جنت کی حوریں زیادہ خوبصورت ہوں گی کیونکہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ جنازہ کی دُعا میں فرمایا: " اے اللہ اس کو اس کی اپنی بیوی سے بہتر بیوی بدل دے - بعض نے کہا دُنیاوی عورتیں جنت کی حوروں سے ستر ہزار گنا زیادہ خوبصورت ہوں گی۔

۴۵۵۹ — ترجمہ: ابوبکر بن عبداللہ بن قیس نے اپنے والد عبداللہ بن قیس سے روایت کی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں مجوّف (کھوکھلے) موتی کا خیمہ ہوگا جس کی چوڑائی ساٹھ میل ہوگی اس کے ہر کونہ میں بیویاں ہوں گی

سُورَةُ الْوَاقِعَةِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَقَالَ مُجَاهِدٌ رُجَّتْ زُلْزِلَتْ بُسَّتْ فُتَّتْ لُتَّتْ كَمَا يُلَتُّ السَّوِيقُ

جو دُوسرے کو نہ والیوں کو نہ دیکھیں گیں۔ مومن اُن سے مباشرت کریں گے اور دو باغ چاندی کے ہوں گے اُن کے برتن اور جو کچھ اُن میں ہو گا سب چاندی کے ہوں گے اور دو باغ سونے کے ہوں گے اُن کے برتن اور جو کچھ ان میں ہے سب سونے کے ہوں گے اور جنت عدن میں لوگوں کے درمیان اور اس امر کے درمیان کہ وہ اپنے رب کو دیکھیں صرف اللہ کے چہرے پر کبریائی کی چادر ہوگی۔

۴۵۵۹ — شرح: قولہ یطوف علیہم المؤمنون ،، دمیاطی نے کہا۔ درست یہ ہے کہ مؤمن کہا جاتا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جمع کا مقابلہ جمع سے ہو تو احاد پر تقسیم ہو جاتی ہے۔ یعنی ہر مومن اپنی بیوی سے مباشرت کرے گا۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کی رؤیت واقع نہیں، لیکن اس کا جواب یہ ہے کہ جنتِ عدن میں عدم وقوع سے یا اس وقت میں عدم وقوع کو یہ لازم نہیں کہ رؤیت واقع ہی نہیں ہو سکتی ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم!

سُورۂ واقعہ

ابو العباس نے کہا یہ سورت مکیہ ہے اور اس آیت کریمہ: وَاَصْحٰبُ الْیَمِیْنِ اور اس آیت کریمہ اَفَبِھٰذَا الْحَدِیْثِ اَنْتُمْ مُّدْھِنُوْنَ ،، میں اختلاف ہے۔ پہلی فتح مکہ اور حنین کے بعد اہل طائف کے حق میں نازل ہوئی .... اور دُوسری اِن لوگوں کے حق میں نازل ہوئی جو کہتے ہیں کہ فلاں ستارہ کے طلوع کے باعث بارش ہوئی۔ ان کی اصلاح میں یہ دونوں آیتیں مدنی ہیں اس کی ننانوے (۹۹) آیات ہیں۔ واقعہ سے مراد قیامت ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قولہ رُجَّتْ ،، سے اس آیت کریمہ اِذَا رُجَّتِ الْاَرْضُ رَجًّا ،، کی طرف اشارہ کیا اور زُلْزِلَتْ ،، سے اس کی تفسیر کی اس کے

اَلْمَخْضُوْدُ الْمُوْقَرُ حَمْلًا وَيُقَالُ اَيْضًا لَا شَوْكَ لَهٗ مَنْضُوْدٌ اَلْمَوْزُ وَالْعُرُبُ اَلْمُحَبَّبَاتُ اِلٰى اَزْوَاجِهِنَّ ثُلَّةٌ اُمَّةٌ يَحْمُوْمٌ دُخَانٌ اَسْوَدُ يُصِرُّوْنَ يُدِيْمُوْنَ اَلْهِيْمُ الْاِبِلُ الظِّمَاءُ لَمُغْرَمُوْنَ لَمُلْزَمُوْنَ رَوْحٌ جَنَّةٌ وَرَخَاءٌ وَالرَّيْحَانُ الرِّزْقُ وَنُنْشِئَكُمْ فِيْ اَيِّ خَلْقٍ نَشَاءُ وَقَالَ غَيْرُهٗ

معنی ہلائی جائے "، یعنی جب زمین پوری طرح ہلائی جائے گی۔
قولہ بُسَّتْ " سے اس آیت کریمہ : وَبُسَّتِ الْجِبَالُ " کی طرف اشارہ کیا اور فُتَّتْ، لُتَّتْ سے اس کی تفسیر کی۔ اس کے معنی وہ توڑے اور پیسے جائیں گے جیسے ستو پیس کر باریک کیا جاتا ہے۔ لُتَّتْ اور لُتَّتْ ہم معنی ہیں۔ یعنی وہ پیسے ہوئے آٹے کی طرح ہوں گے۔ ابن مسیب نے کہا اس کے معنی کُسِّرَتْ کَسْرًا "، ہیں یعنی پوری طرح توڑے جائیں گے۔
عطاء نے کہا " بُسَّتْ معنی اُذْهِبَتْ ذِهَابًا "، ہے۔ حسن بصری سے منقول ہے کہ جڑ سے اکھاڑے جائیں گے۔ عطیہ نے کہا ریت اور مٹی کی طرح بچھا دیئے جائیں گے۔
قولہ اَلْمَخْضُوْد "، سے اس آیت کریمہ " فِیْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ "، کی طرف اشارہ کیا پھر اس کی تفسیر یہ کی کہ اس کے معنی ہیں جو بوجھ سے لدا ہو۔ اور اس شئ کو بھی کہا جاتا ہے جس میں کانٹا نہ ہو "، خَضْد کا لغوی معنی قطع ہے۔ گویا کہ اس شئ کے کانٹے قطع کئے گئے ہیں۔ حسن بصری نے اس کی تفسیر یہ کی کہ جو ہاتھوں کو زخمی نہ کرے۔ ابن کیسان نے کہا جس سے اذیت نہ پہنچے۔
قولہ مَنْضُوْدٍ " سے اس آیت کریمہ " وَطَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ " کی طرف اشارہ کیا اور اس کی "موز"، یعنی کیلا سے تفسیر کی۔ طَلْحٌ "، طلحہ کی جمع ہے۔ اکثر مفسرین نے یہی تفسیر کی ہے۔ حسن بصری نے کہا : طلع کے معنی کیلا نہیں بلکہ یہ درخت ہے جس کا سایہ ٹھنڈا اور خوشنما ہوتا ہے۔ فراء نے کہا عربوں کے نزدیک طلع بہت بڑا درخت ہے جس میں کانٹے ہوتے ہیں۔ مَنْضُوْد جو ایک دوسرے سے ملا ہو۔ مغرب میں اس کے معنی بعض سامان کو بعض کے ساتھ اکٹھا کرنا۔
قولہ وَالْعُرُب سے اس آیت کریمہ : فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا عُرُبًا اَتْرَابًا "، کی طرف اشارہ کیا اور اس کی تفسیر یہ کی کہ وہ عورتیں جو اپنے شوہروں کو محبوب ہیں۔ مُحَبَّبَات مُحَبَّبَةٌ کی جمع اسم مفعول ہے۔ اس کا مادہ حُبٌّ عُرُب عُرُوْبَہ کی جمع ہے اہل مکہ اس کو عَرِبَہ کہتے ہیں۔ اور اہل مدینہ منورہ غَنِجَہ کہتے ہیں جبکہ اہل عراق شَکِلَہ کہتے ہیں۔ اور اَتْرَابٌ "، تِرْبٌ کی جمع ہے۔ یعنی وہ ہم عمر ہوں گی۔
(تفہیم البخاری، حصہ نہم کے صفحہ ۵۷ تا ۵۹ کا مطالعہ کریں)

تَفَكَّهُونَ تَعْجَبُونَ عُرُبًا مُثَقَّلَةً وَاحِدُهَا عَرُوبٌ مِثْلُ صَبُورٍ وَصُبُرٍ يُسَمِّيهَا أَهْلُ الْمَدِينَةِ الْغَنِجَةَ وَأَهْلُ الْعِرَاقِ الشَّكِلَةَ وَقَالَ فِي خَافِضَةٌ لِقَوْمٍ إِلَى النَّارِ وَرَافِعَةٌ إِلَى الْجَنَّةِ مَوْضُونَةٌ مَنْسُوجَةٌ

قولہ ثُلَّةٌ "سے اس آیت کریمہ ثُلَّةٌ مِنَ الْأَوَّلِينَ "کی طرف اشارہ کیا۔ اور "اُمت" سے اس کی تفسیر کی۔ ثلہ کے معنی فرقہ بھی ہیں۔ "قولہ یَحْمُوْمٍ "سے اس آیت کریمہ : وَظِلٍّ مِنْ يَحْمُومٍ "کی طرف اشارہ کیا پھر اس کی تفسیر "دخان اسود"، یعنی کالا دھواں سے کی، کیونکہ عرب کالی شئ کو یحموم کہتے ہیں۔

قولہ یُصِرُّوْنَ "سے اس آیت کریمہ وَكَانُوا يُصِرُّونَ عَلَى الْحِنْثِ الْعَظِيمِ "کی طرف اشارہ کیا پھر اس کی تفسیر "یُدِیْمُوْنَ" سے کی کہ وہ ہمیشہ رہے۔ یعنی وہ گناہ کبیرہ جو شرک ہے پر ہمیشہ رہے۔ ابوبکر اصم سے منقول ہے۔ کفار قسم کھا کر کہتے تھے کہ بعث اور قیامت کوئی شئ نہیں اور بت اللہ کے شریک ہیں (معاذاللہ) وہ اس قسم اور اعتقادِ باطل پر ہمیشہ رہتے تھے۔

قولہ اَلْهِیْمِ سے اس آیت کریمہ: "فَشَارِبُونَ شُرْبَ الْهِيمِ "کی طرف اشارہ کیا۔ اس کی تفسیر اِبِل ظِمَاء "، پیاسے اونٹ سے کی هِیْمٌ هَیْمَاءُ کی جمع ہے ؛ چنانچہ اونٹ کو جمل اَهْیَمُ اور اونٹنی کو ناقہ هَیْمَاءُ کہا جاتا ہے۔ اور اِبِل ہیم پیاسے اونٹ ہیں۔ قتادہ نے کہا یہ اونٹوں کی بیماری ہے۔ اس کے ہوتے ہوئے وہ پانی سے سیر نہیں ہوتے اور پانی پی پی کر ہلاک ہو جاتے ہیں۔ اس بیماری کو "هیام"، کہا جاتا ہے۔ ظِمَاءٌ ظَمْآن کی جمع ہے اور ظماء بمعنی پیاس ہے۔

قولہ لَمُغْرَمُوْنَ "اس آیت کریمہ "اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ "کی طرف اشارہ کیا۔ پھر لَمُلْزَمُوْنَ سے اس کی تفسیر کی "مُلْزَمُوْنَ"، الزام سے اسم مفعول ہے۔ لام تاکید کے لئے ہے۔ آیت کے معنی یہ ہیں۔ ہم پر چٹی پڑی (اور ہمارا مال ضائع ہو گیا) بلکہ ہم بے نصیب رہے "، ابن عباس اور قتادہ رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ مُغْرَمُوْنَ غرام سے بمعنی عذاب ہے۔

قولہ مَدِيْنِيْنَ "، سے اس آیت کریمہ : فَلَوْلَا إِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِينِينَ "، کی طرف اشارہ کیا پھر مُحَاسَبِیْنَ "سے اس کی تفسیر کی "یعنی تو کیوں نہ ہوا اگر تمہیں بدلہ ملنا نہیں (مرنے کے بعد اٹھ کر)

قولہ رَوْحٌ "، سے اس آیت کریمہ : فَأَمَّا إِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِينَ فَرَوْحٌ وَرَيْحَانٌ وَجَنَّةُ نَعِيمٍ "کی طرف اشارہ کیا۔ رَوح جنت اور آرام ہے اور ریحان رزق ہے۔ یعنی پھر وہ مرنے والا اگر مقربوں سے ہے تو اس کے لئے راحت ہے اور پھول اور آرام کے باغ "، اس کی تفصیل یہ ہے کہ ابوالعالیہ

وَمِنْهُ وَضِيْنُ النَّاقَةِ وَالْكُوْبُ لَا اٰذَانَ لَهٗ وَلَا عُرْوَةَ وَالْاَبَارِيْقُ ذَوَاتُ الْاٰذَانِ وَالْعُرَى مَسْكُوْبٍ جَارٍ وَفُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ

نے کہا مقربین سے جو کوئی دنیا سے مفارقت کرتا ہے ۔ اس کے پاس جنت کے پھولوں کی ڈالی لائی جاتی ہے وہ اس کی خوشبو لیتا ہے تب روح قبض ہوتی ہے۔

قولہ نُنْشِئَكُمْ ،، سے اس آیت کریمہ " وَنُنْشِئَكُمْ فِيْمَا لَا تَعْلَمُوْنَ ،، کی طرف اشارہ کیا اور اس کی تفسیر یہ کی کہ ہم تمہیں جس خلق میں چاہیں پیدا کریں تم اُن صورتوں کو نہیں جانتے ہو۔ یعنی مسخ کر کے بندر سور وغیرہ کی صورت بنا دیں یہ سب ہماری قدرت میں ہے تمہیں یہ معلوم نہیں ۔

قولہٗ تفکھون ،، سے اس آیت کریمہ : وَلَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُوْنَ ،، کی طرف کیا اور مجاہد کے غیر نے اس کی تفسیر تَعْجَبُوْنَ ،، سے کی ،، یعنی ہم چاہیں تو جو تم بوتے ہو اسے خشک گھاس چورا چورا کر دیں پھر متحیر اور نادم و غمگین رہ جاؤ۔ عکرمہ نے ملامت سے حسن بصری نے ندامت سے اور ابن کیسان نے غم و حزن سے تفسیر کی ہے ۔ لفظ تفکہ اضداد سے ہے یعنی دو ضدوں میں استعمال ہوتا رہتا ہے ؛ چنانچہ عرب کہتے ہیں ۔ تَفَكَّهْتُ یعنی تَنَعَّمْتُ میں آرام میں رہا اور یہ بھی کہتے ہیں " تفکّہت ،، یعنی حَزِنْتُ ،، میں غمگین رہا۔ قولہ عُرُبًا ،، مشغلہ اس کا واحد عَرُوْب ہے جیسے صبور کی جمع صُبُر ہے۔ اہلِ مکہ اسے عَرِبَہ کہتے ہیں اور اہلِ مدینہ منورہ اور اہلِ عراق شکلہ کہتے ہیں ۔

(یہ مکرر ہے۔ ابوذر کی روایت میں نہیں (تفہیم البخاری جلد ۵ ص۵۷ پر دیکھیں)

قولہ وَقَالَ خَافِضَةٌ ،، سے اس آیت کریمہ : لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ کی طرف اشارہ کیا (جب قیامت واقع ہوگی) اس وقت اس کے ہونے میں کسی کو انکار کی گنجائش نہ ہوگی کسی کو پست کرنے والی کسی کو بلندی دینے والی ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا جو لوگ دنیا میں اُونچے تھے قیامت انہیں پست کرے گی اور جو دنیا میں پستی میں تھے ۔ ان کے مرتبے بلند کرے گی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اہلِ معصیت کو پست کرے گی اور اہلِ طاعت کو بلند۔

قولہ مَوْضُوْنَةٍ ،، سے اس آیت کریمہ ،، عَلٰى سُرُرٍ مَّوْضُوْنَةٍ ،، کی طرف اشارہ کیا اور " مَنْسُوْجَةٌ " سے اس کی تفسیر کی یعنی بُنے گئے ۔ اسی سے وَضِيْنُ النَّاقَةِ ،، ماخوذ ہے " اَلْكُوْبُ ،، جس برتن کی ٹونٹی اور دستہ نہ ہو۔ اَلْاَبَارِيْقُ ،، وہ برتن جن کی ٹونٹیاں اور دستے ہوں ۔ اکواب کُوب کی جمع ہے اور اباریق ابریق کی جمع ہے ۔ یہ نام اس لئے ہے کہ اس کا رنگ چمکدار ہوتا ہے (ج ۵ ۔ ص ۵۷ ۔ دیکھیں)

قولہ مَسْكُوْبٍ ،، سے اس آیت کریمہ : وَمَآءٍ مَّسْكُوْبٍ ،، کی طرف اشارہ کیا اور " جَارٍ ،، سے اس کی

مُتْرَفِيْنَ مُمْتَعِيْنَ مَا تُمْنُوْنَ هِيَ النُّطْفَةُ فِيْ اَرْحَامِ النِّسَاءِ لِلْمُقْوِيْنَ لِلْمُسَافِرِيْنَ وَالْقِيُّ الْقَفْرُ بِمَوَاقِعِ النُّجُوْمِ بِمُحْكَمِ الْقُرْاٰنِ وَيُقَالُ بِمَسْقَطِ

تفسیر کی. یعنی ہمیشہ جاری پانی میں ،، مفسرین نے کہا وہ پانی کناروں کے بغیر ہمیشہ جاری رہے گا اور کبھی منقطع نہ ہوگا۔ قولہ فُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ ،، اور بلند بچھونوں میں ان میں سے بعض بعض سے فوق ہوں گے جو مرصع اونچے اونچے تختوں پر ہوں گے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ بچھونوں سے مراد عورتیں ہیں۔ اس تقدیر پر معنی یہ ہوں گے کہ عورتیں فضل و جمال میں بلند درجہ رکھتی ہوں گی ،، ابو امامہ باہلی سے روایت ہے کہ اگر اوپر سے نیچے بچھونے گرائے جائیں تو ستر سال بعد وہ نیچے پہنچیں۔

قولہ مُتْرَفِيْنَ ،، سے اس آیت کریمہ: اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُتْرَفِيْنَ ،، کی طرف اشارہ کیا۔ پھر اس کی تفسیر مُمْتَعِيْنَ سے کی یعنی بے شک وہ اس سے پہلے دنیا کے اندر نعمتوں میں تھے،، کشمیہنی کی روایت میں۔ مُمْتَعِيْنَ ،، ہے اِمتاع سے مشتق ہے۔ نفع اٹھانے والے۔

قولہ مَا تُمْنُوْنَ ،، سے اس آیت کریمہ: اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تُمْنُوْنَ ءَاَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَهٗٓ اَمْ نَحْنُ الْخَالِقُوْنَ ،، کی طرف اشارہ کیا پھر اس کی تفسیر یہ کی کہ یہ عورتوں کے رحموں میں نطفہ ہے ، کیونکہ ،، مَا تُمْنُوْنَ ،، وہ نطفہ ہے جو عورتوں کے رحموں میں ڈالا جائے۔ فراء نے کہا یعنی نطفے جب رحموں میں ڈالے جائیں کیا ان نطفوں کو تم پیدا کرتے ہو یا ہم۔

قولہ لِلْمُقْوِيْنَ ،، سے اس آیت کریمہ: نَحْنُ جَعَلْنٰهَا تَذْكِرَةً وَّمَتَاعًا لِّلْمُقْوِيْنَ ،، کی طرف اشارہ کیا پھر اس کی مسافرین سے تفسیر کی اور یہ اشارہ کیا کہ یہ قِیٌّ بمعنی قَفْر سے مشتق ہے۔ یعنی آبادی سے خالی زمین ،، جب کوئی مکان مکینوں سے خالی ہو تو کہا جاتا ہے ،، اقوتِ الدارُ ،، مجاہد نے کہا ،، مُقْوِيْنَ ،، وہ ہیں جو مسافروں اور حاضرین سب لوگوں سے نفع حاصل کریں۔ قطرب نے کہا مقوی اضداد سے ہے۔ فقیر اور غنی دونوں میں استعمال ہوتا ہے۔

قولہ مَوَاقِعِ النُّجُوْمِ ،، سے اس کریمہ: فَلَآ اُقْسِمُ بِمَوَاقِعِ النُّجُوْمِ ،، کی طرف اشارہ کیا۔ اور اس کی تفسیر مُحْكَم قرآن ،، سے کی۔ کشاف میں اس آیت کریمہ کی تفسیر یہ کی کہ قرآن کریم سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر نجماً نجماً نازل ہوا۔ یہ اوقاتِ نزول قرآن کی قسم ہے۔ لَآ اُقْسِمُ کے معنی یہ ہیں جو تم کہتے ہو اس طرح نہیں پھر قسم سے کلام کی ابتداء کی۔

قولہ یقال بِمَسْقَطِ النُّجُوْمِ اِذَا سَقَطْنَ ،، اس سے دوسری تفسیر کی طرف اشارہ ہے یعنی ستاروں کے گرنے کے مقامات جو مغارب ہیں۔ اس تقدیر پر آیت کریمہ کے معنی یہ ہیں تو مجھے قسم ہے ان جگہوں کی جہاں تارے

النُّجُوْمِ اِذَا سَقَطْنَ وَمَوَاقِعُ وَمَوْقِعٌ وَاحِدٌ مُدْهِنُوْنَ مُكَذِّبُوْنَ مِثْلُ لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ فَسَلَامٌ لَّكَ اَىْ مُسَلَّمٌ لَكَ اِنَّكَ مِنْ اَصْحَابِ الْيَمِيْنِ وَاُلْغِيَتْ اِنَّ وَهُوَ مَعْنَاهَا كَمَا تَقُوْلُ اَنْتَ مُصَدَّقٌ مُسَافِرٌ عَنْ قَلِيْلٍ اِذَا كَانَ قَدْ قَالَ اِنِّىْ مُسَافِرٌ عَنْ قَلِيْلٍ

ڈوبتے ہیں کہ وہ ظہورِ قدرت اور جلال الٰہی کے مقام ہیں حسن بصری نے کہا مَسَاقِط ،، سے مراد قیامت میں تاروں کا گرنا ہے۔ قولہ مَوَاقِع وَ مَوْقِعٌ وَاحِدٌ ،، یعنی اِن دو لفظوں کا حاصل ایک ہے۔
علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا لفظ یا معنی کے اعتبار سے واحد نہیں بلکہ جو کچھ ان دونوں لفظوں سے حاصل ہوتا ہے وہ واحد ہے۔ کیونکہ جمع مضاف اور مفرد مضاف دونوں عام ہیں۔ ان میں کچھ تفاوت نہیں علامہ کرمانی نے کہا اس کی جمع کی طرف اضافت اس کے تعدّد کو مستلزم ہے جیسے کہا جاتا ہے۔ قلبُ القوم حالانکہ اس سے مراد ،، قلوب القوم ،، ہے۔
قولہ مُدْهِنُوْنَ ،، سے اس آیت کریمہ : اَفَبِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَنْتُمْ مُّدْهِنُوْنَ ،، کی طرف اشارہ کیا پھر اس کی تفسیر ،، مُكَذِّبِيْنَ ،، سے کی ،، یعنی کیا اس بات میں تم تکذیب کرتے ہو اور نہیں مانتے ،، ،، اس حدیث ،، سے مراد قرآن کریم ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کی تفسیر ،، کافرون ،، سے کی ہے۔ جیسے لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ یعنی لو تکفر فیکفرون ،، اگر تو کفر کرے تو وہ کفر کریں گے۔ ابن کیسان سے منقول ہے کہ مُدہن وہ شخص ہے جو اس پر حق ہے وہ ادا نہ کرے اور حیلہ بہانہ سے وقت گذار دے۔ بعض کے نزدیک مدہن منافق ہے جو اپنی جانب نرم رکھتا ہے۔ تاکہ اس کا کفر مخفی رہے۔
قولہ فَسَلَامٌ لَّكَ ،، سے اس آیت کریمہ : وَاَمَّا اِنْ كَانَ مِنْ اَصْحَابِ الْيَمِيْنِ فَسَلَامٌ لَّكَ مِنْ اَصْحَابِ الْيَمِيْنِ ،، کی طرف اشارہ کیا اور یہ بتایا کہ یہاں کلمہ ،، اِن ،، محذوف ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے: اِنَّكَ مِنْ اَصْحَابِ الْيَمِيْنِ ،، اگرچہ اِنَّ کو ملغیٰ کیا گیا ہے لیکن اس کا معنی باقی ہے۔ جیسے تو کہے: اَنْتَ مُصَدَّقٌ مُسَافِرٌ عَنْ قَلِيْلٍ ،، یعنی تیری تصدیق کی جاتی ہے کہ تو عنقریب سفر کرنے والا ہے۔ جبکہ اُس نے کہا ہو کہ میں عنقریب سفر کرنے والا ہوں ،، پس اس آیت کریمہ کے معنیٰ یہ ہیں۔ تجھے تسلیم کر لیا گیا ہے کہ تو اصحاب یمین میں سے ہے۔ قولہ قد یکون للدعاء ،، یعنی کبھی دعاء کے طور پر استعمال ہوتا ہے جیسے فَسَقْيًا ،، فَسَقْيًا لَكَ مِنْ اَصْحَابِ الْيَمِيْنِ ای سقاک اللہ سقیا اور سلام مرفوع مبتدا ہے کیونکہ یہ دُعا ہے اور وہ مخصّص ہے
ثعلبی نے کہا : فَسَلَامٌ لَّكَ مرفوع ہے یعنی فَلَكَ سَلَامٌ فَلَا تَهْتَمَّ لَهُمْ فَاِنَّهُمْ سَلِمُوْا

وَقَدْ يَكُونُ كَالدُّعَاءِ لَهُ كَقَوْلِكَ فَسُقْيًا مِنَ الرِّجَالِ إِنْ رَفَعْتَ السَّلَامُ فَهُوَ مِنَ الدُّعَاءِ تُوْرُوْنَ تَسْتَخْرِجُوْنَ أَوْرَيْتُ أَوْقَدْتُ لَغْوًا بَاطِلًا تَاثِيمًا كَذِبًا

بَابُ قَوْلِهِ وَظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ

۴۵۶۰ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيٰنُ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ فِي الْجَنَّةِ شَجَرَةً يَسِيرُ الرَّاكِبُ فِي ظِلِّهَا مِائَةَ عَامٍ لَا يَقْطَعُهَا وَاقْرَءُوْا إِنْ شِئْتُمْ وَظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ ـ

مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ " یعنی اے محبوب تم پر سلام ہو دہنی طرف والوں سے آپ اُن کی فکر نہ کریں وہ اللہ کے عذاب سے سلامتی میں ہیں "۔ فرآء نے کہا " مُسَلَّمٌ لَكَ أَنَّهُمْ مِنْ أَصْحَابِ الْيَمِيْنِ "۔ تجھے تسلیم کر لیا گیا ہے کہ تو اصحاب یمین میں سے ہے (صاحب یمین (دہنی طرف والے) سے کہا جاتا ہے تجھے تسلیم کر لیا گیا ہے تو اصحاب یمین میں سے ہے) زمخشری نے کہا اس کے معنی یہ ہیں۔ اے داہنی طرف والے تیرے بھائیوں، جو داہنی طرف والے ہیں کی طرف سے تجھے سلام ہو یعنی وہ تجھے سلام کہتے ہیں۔

قولہ اِنْ رَفَعْتَ السَّلَامُ هُوَ مِنَ الدُّعَاءِ "، اگر سلام کو مرفوع پڑھے تو یہ دُعاء کے لئے ہے۔ اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ کسی قاری نے اس کو منصوب نہیں پڑھا ہے سب مرفوع پڑھتے ہیں تو " اِنْ رَفَعْتَ الخ کہنے کا کیا مقصد ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ سقیا منصوب دُعاء کے لئے ہوتا ہے اور سلام مرفوع دُعاء کے لئے ہوتا ہے اور منصوب دُعاء کے لئے نہیں ہوتا۔

قولہ تُوْرُوْنَ " سے اس آیت کریمہ " اَفَرَءَيْتُمُ النَّارَ الَّتِيْ تُوْرُوْنَ "، کی طرف اشارہ کیا پھر اس کی تَسْتَخْرِجُوْنَ " سے تفسیر کی اَوْرَيْتَ کے معنی اَوْقَدْتُ ہیں میں نے آگ روشن کی "، تُوْرُوْنَ دراصل تُوْرِيُوْنَ تھا یاء پر ضمہ ثقیل تھا نقل کر کے ماقبل کو دیا۔ دو ساکن واؤ اور یاء جمع ہو گئے یاء کو حذف کیا تُوْرُوْنَ " ہُوا۔

قولہ لَغْوًا "، سے اس آیت کریمہ " لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا تَاْثِيْمًا "، کی طرف اشارہ کیا اور لغو کی باطل سے اور تاثیم کی کذب سے تفسیر کی اہل جنت جنات میں باطل اور جھوٹ نہ سنیں گے یعنی جنات میں باطل اور جھوٹی چیزیں نہیں ہوں گی۔

سُوْرَۃُ الْحَدِیْدِ وَالْمُجَادَلَۃِ

قَالَ مُجَاهِدٌ جَعَلَكُمْ مُسْتَخْلَفِيْنَ مُعَمَّرِيْنَ فِيْهِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد! اور ہمیشہ کے سائے میں جن کو سورج دور نہیں کرتا،،

ربیع سے منقول ہے کہ اس سے عرش کا سایہ مراد ہے۔ عمرو بن میمون سے روائت ہے کہ یہ سایہ ستر ہزار سال کی مسافت کی مقدار ہے،،

۴۵۶۰ — ترجمہ: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روائت ہے وہ اس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچاتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں ایک درخت ہے جس کے سایہ میں سوار سو سال چلتا رہے تو بھی اس کو طے نہ کر سکے گا۔ اگر چاہتے ہو تو یہ آئت پڑھو۔ وَظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ،،

۴۵۶۰ — شرح: ابو ہریرہ اس حدیث کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچاتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سماعت کا جزم نہیں۔ ممکن ہے کہ ابو ہریرہ نے اس سے سنا ہو جس نے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے سماعت کی ہو۔ علامہ قسطلانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ساری جنت سایہ ہے۔ وہاں سورج نہیں لہٰذا یہ سورج کا سایہ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ یہ سایہ پیدا کرے گا ربیع بن انس نے عرش کا سایہ کہا ہے۔

(حدیث ۳۰۴۰ ج: ۵ کی شرح دیکھیں)

سورہ حدید

یہ سورت مکی ہے۔ کلبی نے کہا اس سورت میں مکی اور مدنی دونوں آیات ہیں صحیح بھی یہی ہے ؟ کیونکہ اس سورت میں منافقوں کا ذکر ہے۔ اور منافق صرف مدینہ منورہ میں تھے۔ کیونکہ اسلام کے

مِنَ الضَّلَالَةِ اِلَى الْهُدٰى وَمَنَافِعُ .... اِلَى النُّوْرِ
لِلنَّاسِ جُنَّةٌ وَسِلَاحٌ مَوْلٰكُمْ اَوْلٰى بِكُمْ لِئَلَّا يَعْلَمَ اَهْلُ الْكِتَابِ
لِيَعْلَمَ اَهْلُ الْكِتَابِ يُقَالُ الظَّاهِرُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا وَالْبَاطِنُ عَلٰى كُلِّ
شَيْءٍ عِلْمًا اُنْظُرُوْنَا اِنْتَظِرُوْنَا

غلبہ کے بعد نفاق پیدا ہُوا جبکہ بدر کی جنگ کے بعد اسلام غالب ہُوا تو بعض مشرکوں نے کفر چھپایا اور اسلام ظاہر کیا۔ اور یہ آئت کریمہ : لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ " یہ فتح مکہ کے بعد نازل ہُوئی۔ اسی طرح آئتِ قتال ہجرت کے بعد نازل ہُوئی اور یہ آیات مدنی ہیں اور پہلی مکی ہیں۔ اس کی ۲۹ آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قولہ جَعَلَكُمْ مُسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ " سے اس آئت کریمہ : وَاَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ کی طرف اشارہ کیا یعنی اس کی راہ میں کچھ وہ خرچ کرو جس میں تمہیں اوروں کا جانشین کیا۔ اور مُسْتَخْلَفِيْنَ " کی تفسیر مُعَمَّرِيْنَ سے کی یعنی اس میں آباد ہونے والے۔

قولہ مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَى النُّوْرِ " سے اس آئت کریمہ : هُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ عَلٰى عَبْدِهٖ اٰيَاتٍ بَيِّنَاتٍ لِيُخْرِجَكُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَى النُّوْرِ " یعنی نور کی طرف اشارہ کیا اور مِنَ الضَّلَالَةِ اِلَى النُّوْرِ سے اس کی تفسیر کی یعنی .... وہی ہے کہ اپنے بندہ پر (سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم) روشن آئتیں اُتارتا ہے تاکہ تمہیں اندھیریوں (گمراہی) سے نکالے اوجالے (ہدائت) کی طرف لے جائے اور نورِ ایمان عطا فرمائے " ظلمات کی تفسیر ضلالت سے اور نور کی ہدائت سے کی۔

قولہ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ " سے اس آئت کریمہ : وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ " کی طرف اشارہ کیا۔ پھر منافع للناس کی تفسیر جُنَّۃ اور سلاح سے کی۔ ہم نے لوہا اُتارا (لوہا پیدا کیا) اس میں سخت اور نہائت قوت اور لوگوں کے فائدے۔ یعنی ہم نے لوہا پیدا کیا اور لوگوں کے لئے معادن سے نکالا اور انہیں اس کی صنعت کا حکم دیا۔ اس میں نہائت قوت ہے کہ اس سے اسلحہ اور آلاتِ جنگ بنائے جاتے ہیں۔ اور صنعتوں اور حرفتوں کے وہ بہت کام آتا ہے۔

قولہ مَوْلٰكُمْ " سے آئت کریمہ " مَاْوٰكُمُ النَّارُ هِيَ مَوْلٰكُمْ " کی طرف اشارہ کیا ہے اَوْلٰى بِكُمْ "

سُوْرَةُ الْمُجَادَلَةِ

وَقَالَ مُجَاهِدٌ يُحَادُّوْنَ يُشَاقُّوْنَ كُبِتُوْا اُخْزُوْا مِنَ الْخِزْيِ اِسْتَحْوَذَ غَلَبَ

سے اس کی تفسیر کی ،، یعنی تمہارا ٹھکانا آگ ہے وہ تمہارے بہت لائق ہے۔
قولہ لِئَلَّا یَعْلَمَ اَهْلُ الْکِتَابِ ،، یعنی لِیَعْلَمَ اَهْلُ الْکِتَابِ ،، یعنی لِئَلَّا یَعْلَمَ میں لا زائدہ ہے۔ جیسے مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ ،، میں لا زائدہ ہے یُقَالُ اَلظَّاهِرُ ،، سے اس آیت کریمہ : هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ کی طرف اشارہ کیا۔ اور ظاہر و باطن کی یہ تفسیر کی یعنی اللہ تعالیٰ کا ظہور و بطون علمی ہے۔
قولہ اُنْظُرُوْنَا ،، سے اس آیت کریمہ : یَوْمَ یَقُوْلُ الْمُنَافِقُوْنَ وَالْمُنَافِقَاتُ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِکُمْ کی طرف اشارہ کیا جس دن منافق مرد اور منافق عورتیں مسلمانوں سے کہیں گے کہ ہمیں ایک نگاہ دیکھو کہ ہم تمہارے نور سے کچھ حصہ لیں ،، اُنْظُرُوْا میں ہمزہ وصل کے لئے ہے۔

سُوْرَۂ مجادلہ

ابوالعباس نے کہا یہ سورت بالاتفاق مدنی ہے۔ سخاوی نے کہا یہ حجرات سے پہلے اور منافقین کے بعد نازل ہوئی اس کی ۲۲۔ آیات ہیں۔ علامہ عینی نے کہا عبد بن حمید کی تفسیر میں ہے کہ محمد بن سیرین نے کہا اس مجادلہ (جھگڑا کرنے والی عورت) کا نام وہ خویلہ بنت دلیج ہے ،، ان کے شوہر نے ان سے ظہار کیا تھا یہ اسلام میں پہلا ظہار تھا۔ عکرمہ نے کہا اس کا نام خولہ بنت ثعلبہ ہے۔ یہ عبادہ بن صامت کے بھائی اوس بن صامت کی بیوی تھی۔ انھوں نے اس سے ظہار کیا تو یہ آیت کریمہ قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِیْ تُجَادِلُكَ فِیْ زَوْجِهَا الآیۃ
قولہ یُحَادُّوْنَ ،، سے اس آیت کریمہ اِنَّ الَّذِیْنَ یُحَادُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ الآیۃ ،، کی طرف اشارہ کیا اور اس کی تفسیر یُشَاقُّوْنَ اللّٰهَ سے کی یعنی اللہ کی مخالفت کرتے ہیں۔
قولہ کُبِتُوْا ،، سے اس آیت کریمہ : کُبِتُوْا کَمَا کُبِتَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ،، کی طرف اشارہ کیا اور

سُوْرَةُ الْحَشْرِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَلَاءُ اَلْاِخْرَاجُ مِنْ اَرْضٍ اِلٰی اَرْضٍ

اُخْزُوْا ‏»سے اس کی تفسیر کی۔ یعنی ذلیل کئے گئے۔ یہ خِزْیٌ سے مشتق ہے۔ بعض نے کہا وہ ہلاک کئے گئے کُبِتُوْا ‏» دراصل کُبِدُوْا ‏» تھا۔ دال کو تاء سے بدلا ہے۔ کیونکہ دونوں کا مخرج قریب ہے۔ کہا جاتا ہے کُبِدَ ‏» جبکہ اس کو دل میں تکلیف ہو۔

قولہ اِسْتَحْوَذَ ‏»، سے اس آیت کریمہ ‏«اسْتَحْوَذَ عَلَیْہِمُ الشَّیْطَانُ ‏» کی طرف اشارہ کیا اور غَلَبَ ‏»، سے اس کی تفسیر کی یعنی اُن پر شیطان نے غلبہ کیا۔ ایک روایت میں ہے کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اسْتَحَاذَ عَلَیْہِمْ بروزنِ اسْتَقَامَ پڑھتے تھے۔ یہ قاعدہ کے مطابق ہے اور ‏«اسْتَحْوَذَ ‏»، بدونِ اعلال ہے۔ اس سورت میں اور اس سے پہلی سورت میں کوئی مرفوع حدیث ذکر نہیں کی ‏»

سُوْرۂ حشر

یہ سورت مدنی ہے۔ اس کی چوبیس آیات ہیں اس کو حشر اس لئے کہا گیا کہ اس میں قبیلہ بنی نضیر کے یہودیوں کو حجاز مقدس سے جلاوطن کیا گیا تھا اور شام میں ان کا حشر اور اجتماع ہوا تھا۔ محمد بن اسحاق نے کہا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُحد کی جنگ سے واپسی پر بنی نضیر کو جلاوطن کیا۔ جبکہ غزوۂ احزاب کے بعد قریظہ کو فتح کیا تھا ان میں دو سال کا فرق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہُوَ الَّذِیْٓ اَخْرَجَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ اَہْلِ الْکِتَابِ مِنْ دِیَارِہِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ ‏»، وہی ہے جس نے ان کافر کتابیوں کو اُن کے گھروں سے نکالا اُن کے پہلے حشر کے لئے یعنی یہود بنی نضیر کو جو مدینہ منورہ میں تھے۔ نکالا یہ جلاوطنی اُن کا پہلا حشر ہے اور دوسرا حشر اُن کا یہ ہے کہ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانۂ خلافت میں خیبر سے شام کی طرف نکالا یا آخر حشر روزِ قیامت کا حشر ہے کہ آگ سب لوگوں کو سرزمین شام کی طرف لے جائیگی اور وہیں اُن پر قیامت قائم ہوگی۔

۴۵۶۱ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُو بِشْرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ سُورَةُ التَّوْبَةِ قَالَ التَّوْبَةُ هِيَ الْفَاضِحَةُ مَا زَالَتْ تَنْزِلُ وَمِنْهُمْ وَمِنْهُمْ حَتَّى ظَنُّوا أَنَّهَا لَمْ تُبْقِ أَحَدًا مِنْهُمْ إِلَّا ذُكِرَ فِيهَا قَالَ قُلْتُ سُورَةُ الْأَنْفَالِ قَالَ نَزَلَتْ فِي بَدْرٍ قَالَ قُلْتُ سُورَةُ الْحَشْرِ قَالَ نَزَلَتْ فِي بَنِي النَّضِيرِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قَوْلُهُ الْجَلَاءَ ،، سے اس آیت کریمہ : وَلَوْلَا أَنْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ الْجَلَاءَ لَعَذَّبَهُمْ فِي الدُّنْيَا کی طرف اشارہ کیا اور ایک زمین سے دوسری زمین کی طرف نکالنے ،، سے اس کی تفسیر کی۔ جلاء اخراج سے خاص ہے۔ کیونکہ جلاء اہل و اولاد اور مال سمیت نکالنا ہے اور اخراج اس سے عام ہے۔ اہل و اولاد اور مال ہو یا نہ ہو وطن سے باہر کرنا ہے۔

۴۵۶۱ ـ ترجمہ : سعید بن جُبیر نے کہا میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا آپ سورۂ توبہ کو کیا کہتے ہیں۔ اُنھوں نے کہا توبہ فاضحہ ہے؛ اس میں ہمیشہ وَمِنْهُمْ وَمِنْهُمْ ،، نازل ہوتا رہا حتیٰ کہ اُنھوں نے گمان کیا کہ اُس نے ان میں سے کسی کو باقی نہ رہنے دیا مگر اس میں ذکر کر دیا۔ سعید نے کہا میں نے کہا سورۂ انفال کن لوگوں کے حق میں نازل ہوئی کہا یہ اہل بدر کے متعلق نازل ہوئی کہا سورۂ حشر کے متعلق آپ کیا کہتے ہیں کہا یہ بنی نضیر کے بارے میں نازل ہوئی۔

۴۵۶۱ ـ شرح : قولہ مِنْهُمْ وَمِنْهُمْ ،، سے آیت کریمہ : وَمِنْهُمُ الَّذِينَ يُؤْذُونَ النَّبِيَّ وَمِنْهُمْ مَنْ يَلْمِزُكَ فِي الصَّدَقَاتِ وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ ائْذَنْ لِي ،، وَمِنْهُمْ مَنْ عَاهَدَ اللّٰهَ ،، بعض یہودی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچاتے ہیں اور بعض صدقات میں عیب جوئی کرتے ہیں اور بعض وہ ہیں جو کہتے ہیں مجھے اجازت دیں میں غزوہ میں نہیں جا سکتا اور اُن میں سے بعض نے عہد شکنی کی اس طرح کافروں کے عیوب بیان کئے اور ان کو عالم میں رسوا کیا حتیٰ کہ ان کو یہ گمان ہوا کہ اس سورت نے ان میں سے کسی کو نہ چھوڑا مگر اس میں ذکر کیا۔ اور یہودی

۴۵۶۲ — حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُدْرِكٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمَّادٍ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ سَعِيدٍ قَالَ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ سُورَةُ الْحَشْرِ قَالَ قُلْ سُورَةُ بَنِي النَّضِيرِ

بَابُ قَوْلِهِ مَا قَطَعْتُمْ مِنْ لِينَةٍ نَخْلَةٍ مَا لَمْ تَكُنْ عَجْوَةً أَوْ بَرْنِيَّةً

رسوائِ زمان ہوئے اس لئے اس کو فاضحہ کہتے ہیں۔

۴۵۶۲ — ترجمہ: سعید بن جبیر نے کہا میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا سُورۂ حشر کے متعلق آپ کیا کہتے ہیں۔ اُنھوں نے کہا اسے بنی نضیر کہو۔

۴۵۶۲ — شرح: یعنی یہ سورت کریمہ بنی نضیر کے حق میں نازل ہوئی۔ علامہ قسطلانی نے زرکشی سے نقل کیا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس سورت کا نام حشر کہنا مکروہ جانا کیونکہ حشر قیامت میں ہوگا۔ ابن حجر نے فتح الباری میں اس پر اضافہ ذکر کیا کہ یہاں حشر سے مراد بنی نضیر کو ارضِ حجاز مقدس سے باہر نکالنا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کو حشر کی زمین میں نکال دو پھر قیامت میں ساری مخلوق شام میں جمع ہوگی۔ کہا حشر ثانی لوگوں کو آگ قیامت میں جمع کرے گی۔ کذا فی عینی۔

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد! جو درخت تم نے کاٹے یا اُن کی جڑوں پر قائم چھوڑ دیئے یہ سب اللہ کی اجازت سے تھا

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے "لینہ" کی تفسیر کھجور کے درخت سے کی جو عجوہ اور برنی نہ ہو۔ عکرمہ اور قتادہ نے بھی یہی کہا ہے۔ علامہ قسطلانی رحمہ اللہ نے کہا لینہ سخت زرد کھجور ہے جس کی گٹھلی باہر سے نظر آتی ہے بظاہر خستہ اور نرم ہوتی ہے کہ اس میں دانت چھپ جاتے ہیں۔ بعض نے کہا یہ کھجور کا عمدہ درخت ہے۔ لین سے ماخوذ ہے اس کی جمع اَلْیان ہے۔ بیضاوی نے کہا لینہ بروزن فِعْلہ

۴۵۶۳ — حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَرَّقَ نَخْلَ بَنِي النَّضِيْرِ وَقَطَعَ وَهِيَ الْبُوَيْرَةُ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى مَا قَطَعْتُمْ مِنْ لِيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَائِمَةً عَلٰى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ

بَابُ قَوْلِهٖ مَا اَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ

۴۵۶۴ — حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيٰنُ غَيْرَ مَرَّةٍ عَنْ عَمْرٍو عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ مٰلِكِ بْنِ اَوْسِ بْنِ الْحَدَثَانِ عَنْ عُمَرَ قَالَ

ہے لَون سے مشتق ہے واؤ کو یاء سے بدل کیا اس کی جمع الوان ہے۔ برنیہ اچھی کھجور ہے عجوہ مدینہ منورہ کی بہترین کھجور ہے جس کے متعلق سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی ہر صبح سات عجوہ کھجوریں کھائے وہ آسیب سے محفوظ رہتا ہے۔ ایک روایت کے مطابق اس پر زہر اثر نہیں کرتا۔

۴۵۶۳ — ترجمہ: ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی نضیر کے کھجور کے درختوں کو جلا دیا اور کاٹ ڈالا اور وہ بُوَیرہ ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ: "مَا قَطَعْتُمْ مِنْ لِيْنَةٍ الاية" نازل کی یعنی جو درخت تم نے کاٹے یا ان کی جڑوں پر قائم چھوڑ دیئے یہ سب اللہ کی اجازت سے تھا۔ اور اس لئے کہ فاسقوں کو رسوا کرے۔

۴۵۶۳ — شرح: بُوَیرہ مدینہ منورہ شرفہا اللہ تعالیٰ، کے قریب جگہ ہے۔ وہاں بنی نضیر کے کھجور کے درخت تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگے کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ نے ہمیں فساد اور خرابہ سے منع کیا ہے یہ کیا ہے کہ آپ نے ہمارے پھلدار درخت جلا دیئے اور ان کو کاٹ ڈالا ہے تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کافروں کے شہروں کو گرانا اور تباہ کرنا جائز ہے اور ان کے درختوں کو کاٹ ڈالنا صحیح ہے تاکہ وہ غصہ سے مریں

(حدیث ۲۸۱۸ ج: ۴ کی شرح دیکھیں)

قَالَ كَانَتْ اَمْوَالُ بَنِي النَّضِيرِ مِمَّا اَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِمَّا لَمْ يُوْجِفِ الْمُسْلِمُوْنَ عَلَيْهِ بِخَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ فَكَانَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاصَّةً يُنْفِقُ عَلٰى اَهْلِهٖ مِنْهَا نَفَقَةَ سَنَتِهٖ ثُمَّ يَجْعَلُ مَا بَقِيَ فِي السِّلَاحِ وَالْكُرَاعِ عُدَّةً فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد! اور جو اللہ نے اپنے رسول کو بغیر جنگ کے دیا،،

۴۵۶۴ — ترجمہ : حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا بنی نضیر کے مال اس میں سے تھے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو بغیر جنگ کے عطا کیے۔ مسلمانوں نے اُن پر گھوڑے اور اُونٹ نہیں دوڑائے وہ مال جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مخصوص تھے اس سے آپ اپنی بیویوں پر ایک سال کا خرچہ لیتے اور جو باقی بچتا وہ اسلحہ اور گھوڑوں میں خرچ کرتے۔ اس حال میں کہ اللہ کی راہ میں جہاد کی تیاری کرتے۔

۴۵۶۴ — شرح : ایجاف کا مادہ وجیف بمعنی تیز رفتار ہے۔ خیل گھوڑے اور رکاب اونٹ ہیں جن پر سیر کی جاتی ہے۔ سلاح جنگی اسلحہ ہے۔ کُراع گائے بکری کے پائے ہیں۔ پھر اس کا اطلاق گھوڑوں میں مشہور ہو گیا۔ قرطبی نے کہا یہ حدیث امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے لئے دلیل ہے کہ فئی تقسیم نہیں کرنی چاہیئے۔ امام کے اجتہاد اور اس کی صلاحیت پر چھوڑ دی جائے۔ یہی خمس کا حال ہے۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا اس کو تین حصوں میں تقسیم کیا جائے۔ امام شافعی اس کے پانچ حصے کرتے ہیں۔ امام شافعی سے پہلے کسی نے یہ قول نہیں کیا کہ فئی کا مال پانچ حصوں میں تقسیم کیا جائے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اناج ایک سال کا ذخیرہ کرنا جائز ہے جبکہ اپنی زمین سے حاصل ہو۔ اگر بازار سے خرید کیا ہو تو بعض علماء جائز کہتے ہیں اور بعض نا جائز کہتے ہیں وہ کہتے ہیں اگر اناج کا ذخیرہ کرنے سے عوام مسلمانوں کو ضرر پہنچتی ہے تو جائز نہیں نیز معلوم ہوا کہ خوراک کا ذخیرہ کرنا توکل کے منافی نہیں،،

بَابُ قَوْلِهٖ وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ

۴۵۶۵ — حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيٰنُ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ لَعَنَ اللّٰهُ الْوَاشِمَاتِ وَالْمُوْتَشِمَاتِ وَالْمُتَنَمِّصَاتِ وَالْمُتَفَلِّجَاتِ لِلْحُسْنِ الْمُغَيِّرَاتِ خَلْقَ اللّٰهِ فَبَلَغَ ذٰلِكَ امْرَأَةً مِّنْ بَنِيْ اَسَدٍ يُقَالُ لَهَا اُمُّ يَعْقُوْبَ فَجَآءَتْ فَقَالَتْ اِنَّهٗ بَلَغَنِيْ اَنَّكَ لَعَنْتَ كَيْتَ وَكَيْتَ فَقَالَ وَمَالِيْ لَآ اَلْعَنُ مَنْ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ هُوَ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ فَقَالَتْ لَقَدْ قَرَأْتُ مَا بَيْنَ اللَّوْحَيْنِ فَمَا وَجَدْتُ فِيْهِ مَا تَقُوْلُ قَالَ لَئِنْ كُنْتِ قَرَأْتِيْهِ لَقَدْ وَجَدْتِيْهِ اَمَا قَرَأْتِ وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا قَالَتْ بَلٰى قَالَ فَاِنَّهٗ قَدْ نَهٰى عَنْهُ قَالَتْ فَاِنِّيْ اَرٰى اَهْلَكَ يَفْعَلُوْنَهٗ قَالَ فَاذْهَبِيْ فَانْظُرِيْ فَذَهَبَتْ فَنَظَرَتْ فَلَمْ تَرٰى مِنْ حَاجَتِهَا شَيْئًا فَقَالَ لَوْ كَانَتْ كَذٰلِكَ مَا جَامَعْتُنَا

باب — اللہ تعالیٰ کا ارشاد! اور جو کچھ تمہیں رسول عطاء فرمائیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو"

۴۵۶۵ — ترجمہ : عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ تعالیٰ نے واشمات اور مُوتَشِمات، مُتَنَمِّصات پر لعنت فرمائی اور اُن عورتوں پر لعنت فرمائی جو حُسن کے لئے دانتوں کو کُشادہ کرتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی تخلیق کو بدلنے والی ہیں"، قبیلہ بنی اسد

کی ایک عورت جس کو ام یعقوب کہا جاتا ہے کو یہ خبر پہنچی تو وہ آئی اور عبداللہ بن مسعود سے کہا مجھے خبر پہنچی ہے کہ تم نے اس طرح لعنت کی ہے۔ انھوں نے کہا میرے لئے کیا ہے کہ میں اس پر لعنت نہ کروں جس پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی ہے اور وہ کہ جس پر اللہ کی کتاب میں لعنت کی گئی ہے۔ اس عورت نے کہا میں نے قرآن کریم دونوں تختیوں کے درمیان پڑھا ہے۔ میں نے اس میں وہ نہیں پایا جو تم کہتے ہو۔ عبداللہ بن مسعود نے کہا اگر تو قرآن کریم پڑھتی تو اسے پالیتی۔ کیا تو نے پڑھا نہیں وہ جو کچھ تمہیں رسول عطاء فرمائیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو،، اس عورت نے کہا میں تمہارے گھر والوں کو دیکھتی ہوں کہ وہ یہ کرتے ہیں۔ عبداللہ بن مسعود نے کہا جاؤ اور دیکھو وہ عورت گئی اور نظر کی اور جو کچھ اس نے گمان کیا تھا۔ وہ نہ دیکھا۔ عبداللہ بن مسعود نے کہا اگر ایسا ہوتا تو وہ ہمارے ساتھ نہ رہتی۔

۴۵۶۵۔ شرح : **وَاشِمَات** وَاشِمَہ کی جمع ہے۔ یہ وَشم سے ہے عورت کے ہاتھ کی پشت یا ہونٹ وغیرہ پر سوئی گاڑی جاتی ہے حتیٰ کہ اس سے خون بہنے لگتا ہے پھر اس جگہ میں سُرمہ یا نیل وغیرہ بھر دیا جاتا ہے تو وہ جگہ سیاہ یا سبز ہو جاتی ہے۔ اس کا کرنے والا واشم اور واشمہ ہیں اور جس عورت کو یہ کیا جاتا ہے وہ موشومہ ہے۔ اگر وہ یہ فعل طلب کرتی ہے تو وہ مُستَوشِمَہ ہے۔ یہ فاعل اور جو اپنے اختیار سے کروائے دونوں کے لئے حرام ہے۔ اگر یہ فعل چھوٹے بچے سے کیا جائے تو کرنے والی گنہگار ہے، کیونکہ اس وقت بچہ مکلف نہیں۔ امام نووی رحمہ اللہ نے کہا ہمارے اصحاب شافعیہ کہتے ہیں جس جگہ یہ فعل کیا جائے وہ پلید ہو جاتی ہے اگر کسی طریقہ سے اس کو زائل کرنا ممکن ہو تو زائل کرنا واجب ہے اور اگر اس کا ازالہ ممکن نہ ہو اور سخت حرج میں واقع ہونے کا ڈر ہو تو اگر عضو وغیرہ کے تلف ہونے کا خطرہ ہو یا عضو ناکارہ ہو جانے کا ڈر ہو تو اس کا ازالہ واجب نہیں اور جب توبہ کرے تو گناہ معاف ہو گا۔ اگر اس کے ازالہ میں کوئی تکلیف وغیرہ نہ ہو تو اس کا ازالہ واجب ہے اور تاخیر کرنے میں گناہ گار ہو گا اس میں مرد و زن دونوں برابر ہیں۔ اگرچہ حدیث میں عورتوں کا ذکر ہے، کیونکہ یہ کام عموماً عورتیں کرتی ہیں۔ اگر مرد یہ کرے تو اس کی اقتداء درست نہیں۔ احناف کہتے ہیں اقتداء جائز ہے اگر زائل کرنا ممکن ہو۔

اَلْمُتَنَمِّصَات ،، **مُتَنَمِّصَۃ** ،، کی جمع ہے۔ **تَنَمُّصْ** سے مشتق ہے۔ اس کے معنی ،، منہ سے بال دور کرنا ہے۔ یہ فعل کرنے والی **مُتَنَمِّصَۃ** ہے اور یہ فعل کرنے والی نامِصَہ ہے۔ یعنی بال زائل کرنے والی۔ امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا یہ فعل حرام ہے۔ ہاں اگر عورت کو داڑھی یا مونچھیں نکل آئیں تو ان کے لئے بال زائل کرنا حرام نہیں بلکہ مستحب ہے کہ داڑھی اور مونچھوں کے بال کسی طریقہ سے زائل کرے۔ البتہ آبروئں کے بال زائل کرنے ممنوع ہیں۔

اَلْمُتَفَلِّجَات ،، **مُتَفَلِّجَۃ** کی جمع ہے۔ اس کا مادہ **تَفَلُّجْ** ہے اور وہ سامنے والے دانتوں کو کشادہ

۴۵۶۶ — حَدَّثَنَا عَلِيٌّ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ عَنْ سُفْيَانَ قَالَ ذَكَرْتُ لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَابِسٍ حَدِيثَ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ لَعَنَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْوَاصِلَةَ فَقَالَ سَمِعْتُهُ مِنْ اِمْرَأَةٍ يُقَالُ لَهَا أُمُّ يَعْقُوبَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ مِثْلَ حَدِيثِ مَنْصُورٍ

کرنا ہے۔ یہ حسن بڑھانے کے لئے عموماً عورتیں کرتی ہے۔ اگر یہ فعل حسن بڑھانے کے لئے نہ کیا جائے بلکہ کسی علاج کے لئے یا دانت میں عیب زائل کرنے کے لئے کیا جائے تو حرج نہیں۔ امام نووی رحمہ اللہ نے کہا بوڑھی عورتیں خوبصورتی کے لئے ایسا کرتی ہیں یہ فعل کرنے اور کروانے والی دونوں کے لئے حرام ہے۔ "الْمُغَيِّرَاتِ خَلْقَ اللّٰهِ" یہ مذکورہ تمام امور کو شامل ہے کیونکہ ان میں اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی صورت کو بدلا جاتا ہے۔

قولہ "مَنْ هُوَ فِي كِتَابِ اللّٰهِ" اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ "مَنْ هُوَ" کا عطف کس پر ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس کا عطف "مَنْ لَعَنَهُ" پر ہے۔ دراصل عبارت اس طرح ہے: "مَالِيَ لَا أَلْعَنُ مَنْ هُوَ فِي كِتَابِ اللّٰهِ مَلْعُونٌ" یعنی مجھے کیا کہ میں اس پر لعنت نہ کروں جو اللہ کی کتاب میں ملعون ہے۔ اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ قرآنِ کریم میں عورتوں پر لعنت کہاں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جس سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہو اس سے رکنا واجب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا" اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے یہ فعل کرنے والا ظالم ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ" ظالموں پر خدا کی لعنت ہے (کرمانی) "مَا بَيْنَ الدَّفَّتَيْنِ" سے مراد قرآن کریم ہے۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا "مَا جَامَعْتُنَا" یعنی اگر وہ یہ کرتی تو میرے پاس نہ رہتی بلکہ میں اس کو طلاق دے دیتا۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص کی بیوی معصیت کا ارتکاب کرے اور دشنام وغیرہ کرے نماز نہ پڑھے اس کو طلاق دے کر گھر سے باہر کر دے اسی طرح ابروؤں کے بال نکالنا انہیں باریک فیشن دار کرنا بھی ممنوع ہے۔ ایسی عورت کو بھی طلاق دے کر مفارقت کر لینا درست ہے۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی زینب بنت عبداللہ ثقفیہ ہے۔

۴۵۶۶ — ترجمہ: عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے واصلہ پر لعنت فرمائی۔ عبدالرحمن بن عابس نے

نے کہا میں نے یہ ایک عورت سے سُنا ہے جسے ام یعقوب کہا جاتا ہے۔ اُس نے عبداللہ منصور کی حدیث کی مانند روایت کی ہے۔

۴۵۶۶ — شرح : یعنی جو حدیث اس سے پہلے مذکور ہے، لیکن پہلی حدیث میں "واصلہ" کا ذکر نہیں، ممکن ہے کہ منصور کی حدیث کے معنی یہ ہوں کہ منصور کی حدیث میں واشمات وغیرہ پر لعنت مذکور ہے۔ ام یعقوب نے بھی عبداللہ بن مسعود سے روایت میں واصلہ پر لعنت ذکر کی ہو، "واصلہ" وہ عورت ہے جو بالوں کے ساتھ انسانی بالوں کو پیوند کرے تاکہ بال لمبے ہو جائیں یہ فعل بھی وشم کی طرح ممنوع اور ملعون ہے۔

عورتوں کا بال لمبے کرنا

بعض عورتیں بالوں کو لمبا اور زیادہ کرنے کے لئے دوسرے بال پیوند کرتی ہیں یہ فعل کرنے والی عورت واصلہ اور کروانے والی مُستوصلہ کہلاتی ہے۔ دونوں پر سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے۔ قرطبی نے کہا یہ حدیث اس فعل کی تحریم میں نص ہے۔ امام مالک اور کثیر علماء یہی کہتے ہیں اُنھوں نے بالوں کے ساتھ صوف وغیرہ کے پیوند کو ممنوع کہا، کیونکہ یہ وصل شعر کے معنی میں ہیں نیز حدیث میں صرف لفظ واصلہ ہے یہ اپنے عموم کے اعتبار سے سب کو شامل ہے۔ ظاہریوں نے کہا بالوں کو سر پر رکھنے کو جسے "وگ یا جوڑا" کہتے ہیں۔ جائز کہا ہے کیونکہ یہ وصل نہیں وضع ہے۔ بعض نے مطلقاً وصل کو جائز کہا ہے۔ یہ باطل قول ہے۔ اس نہی میں وہ پشم یا ریشم کے دھاگے داخل نہیں جو بالوں کے ساتھ خوبصورتی کے لئے ملاتی ہیں۔

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کی تفصیل اس طرح ذکر کی ہے کہ اگر آدمی کے بال بالوں سے جوڑیں تو یہ بالاتفاق حرام ہے اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔ مرد کے بال ہوں یا عورت کے بال، کیونکہ آدمی کے بالوں اور دیگر اجزاء سے نفع حاصل کرنا حرام ہے، کیونکہ انسان مکرم اور معزز ہے اس کے بال کسی استعمال میں لانا حرام ہے بلکہ اگر سر منڈائے یا ناخن ترشوائے تو بالوں اور ناخنوں کو زمین میں دفن کیا جائے۔ اگر غیر آدمی کے بال ملائے جو پلید ہیں مردار کے بال ہوں یا حرام جانور زندہ سے اُتارے گئے ہوں یہ بھی حرام ہیں، کیونکہ اس تقدیر پر وہ نماز یا غیر نماز میں قصداً نجاست کا حامل ہوتا ہے۔ اس حرمت میں مرد اور عورت شادی شدہ ہو یا نہ دونوں برابر ہیں۔ اگر بال پاک ہوں تو عورت شادی شدہ نہ ہو تو بھی حرام ہیں اگر شادی شدہ ہو تو صحیح ترین صورت یہ ہے کہ اگر شوہر کی اجازت سے کرے تو جائز ہے ورنہ حرام ہے۔ عورت کا چہرہ پر سرخی لگانا اگر شادی شدہ نہ ہو یا اس کا شوہر ہو اور اس کی اجازت کے بغیر سرخی استعمال کرے تو حرام ہے شوہر کی اجازت سے جائز ہے (کرمانی) بہرکیف عورت کا خوبصورت بن کر بازار کی زینت بننا حرام ہے۔ گھر میں اپنے شوہر کے لئے زینت کرنے میں حرج نہیں۔

بَابُ قَوْلِهٖ وَالَّذِیْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِیْمَانَ

۴۵۶۷ — حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ یُوْنُسَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْبَکْرٍ عَنْ حُصَیْنٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَیْمُوْنٍ قَالَ قَالَ عُمَرُ اُوْصِیْ الْخَلِیْفَةَ بِالْمُهٰجِرِیْنَ الْاَوَّلِیْنَ اَنْ یَّعْرِفَ لَهُمْ حَقَّهُمْ وَاُوْصِیْ الْخَلِیْفَةَ بِالْاَنْصَارِ الَّذِیْنَ تَبَوَّؤُا الدَّارَ وَالْاِیْمَانَ مِنْ قَبْلِ اَنْ یُّهَاجِرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْ یَّقْبَلَ مِنْ مُحْسِنِهِمْ وَیَعْفُوَ عَنْ مُسِیْئِهِمْ

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد! اور جنہوں نے پہلے سے اس شہر (مدینہ منورہ) اور ایمان میں گھر بنایا۔

۴۵۶۷ — ترجمہ: عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے (حیات کے آخری وقت میں) کہا میں ہونے والے خلیفہ کو وصیت کرتا ہوں کہ وہ اولین مہاجرین کا حق پہچانے اور خلیفہ کو انصار کے متعلق وصیت کرتا ہوں جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہجرت کرنے سے پہلے اس شہر اور ایمان میں گھر بنایا کہ ان میں نیک اور مخلصوں سے احسان کرے اور ان میں سے گنہگاروں کو معاف کرے۔

۴۵۶۷ — شرح: عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات سے پہلے جبکہ وہ زخمی تھے ان کے بعد ہونے والے خلیفہ کو وصیت کی کہ مہاجرین کا حق پہچانے کیونکہ انھوں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دین متین کی سربلندی کے لئے اپنا وطن، مال و دولت اور اولاد چھوڑی کہ ان سے خصوصی رعایت کرے مہاجرین اولین وہ صحابہ کرام ہیں جو تحویل قبلہ سے پہلے ہجرت کرکے آئے تھے۔ بعض نے کہا جو بیعت رضوان کے وقت موجود تھے۔ بعض نے کہا جو غزوۂ بدر میں شریک تھے۔
تَبَوَّؤُا الدَّارَ وَالْاِیْمَانَ "کے معنی یہ ہیں کہ انھوں نے مدینہ منورہ میں جگہ بنائی اور ایمان میں اخلاص کیا منافقت سے اجتناب کیا۔ نیز ایمان مدینہ منورہ کا نام بھی ذکر کیا جاتا ہے۔

بَابُ قَوْلِهِ وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ الْاٰيَة

اَلْخَصَاصَةُ اَلْفَاقَةُ الْمُفْلِحُوْنَ اَلْفَائِزُوْنَ بِالْخُلُوْدِ اَلْفَلَاحُ اَلْبَقَاءُ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ عَجِّلْ وَقَالَ الْحَسَنُ حَاجَةً حَسَدًا

۴۵۶۸ حَدَّثَنِيْ يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ كَثِيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ قَالَ حَدَّثَنَا فُضَيْلُ بْنُ غَزْوَانَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ حَازِمٍ الْاَشْجَعِيُّ

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد! اور اپنی جانوں پر اُن کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ انہیں شدید محتاجی ہو"

یہ آیت کریمہ انصار کی شان میں نازل ہوئی کہ اُنھوں نے اپنے مال اور مکانات فقرآء مہاجرین میں تقسیم کر دیئے ،،

خصاصہ کی فاقہ سے تفسیر کی یعنی اگرچہ وہ خود فقیر اور محتاج ہوں وہ دوسروں کو اپنی ذوات پر ترجیح دیتے ہیں۔ قولہ المفلحون ،، سے اس آیت کریمہ: وَمَنْ یُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَائِزُوْنَ ،، کی طرف اشارہ کیا اور مُفلحون کی اَلْفَائِزُوْنَ بِالْخُلُوْدِ ،، سے تفسیر کی فلاح کی بقاء سے تفسیر کی یعنی فلاح بمعنی بقاء بھی آتا ہے یعنی جو اپنے نفس کے لالچ سے بچایا گیا تو وہی کامیاب ہیں اور باقی رہنے والے ہیں۔

قولہ حَیَّ عَلٰی ،، سے غرض یہ ہے کہ یہاں فلاح اور حیّ کے معنی یہ ہیں کہ مقصد کی کامیابی میں جلدی کر۔ یہ فلاح کا معنی ہے اور حیّ کا معنی بالتبع ذکر کیا ہے۔ ابن تین نے کہا کسی لغوی نے حَیَّ بمعنی عَجِّلْ نہیں کہا بلکہ بمعنی هَلُمَّ اور اَقْبِلْ کہا ہے۔

قولہ قال الحسن حاجۃً ،، سے اس آیت کریمہ: وَلَا یَجِدُوْنَ فِیْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا ،، کی طرف اشارہ کیا اور حسن بصری رحمہ اللہ نے حاجۃ کی تفسیر حَسَدًا سے کی یعنی اپنے دلوں میں کوئی حاجت نہیں پاتے اور ان کے دلوں میں کوئی خواہش پیدا نہیں ہوتی اور نہ ہی وہ حسد کرتے ہیں۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ اَتٰی رَجُلٌ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَصَابَنِیَ الْجَهْدُ فَاَرْسَلَ اِلٰی نِسَائِهٖ فَلَمْ یَجِدْ عِنْدَهُنَّ شَیْئًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلَا رَجُلٌ یُضَیِّفُ هٰذَا اللَّیْلَةَ یَرْحَمُهُ اللّٰهُ فَقَامَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَقَالَ اَنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَذَهَبَ اِلٰی اَهْلِهٖ فَقَالَ لِاِمْرَاَتِهٖ ضَیْفُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تَدَّخِرِیْهِ شَیْئًا قَالَتْ وَاللّٰهِ مَا عِنْدِیْ اِلَّا قُوْتُ الصِّبْیَةِ قَالَ فَاِذَا اَرَادَ الصِّبْیَةُ الْعَشَاءَ فَنَوِّمِیْهِمْ وَتَعَالَیْ فَاَطْفِئِ السِّرَاجَ وَنَطْوِیْ بُطُوْنَنَا اللَّیْلَةَ فَفَعَلَتْ ثُمَّ غَدَا الرَّجُلُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَقَدْ عَجِبَ اللّٰهُ اَوْ ضَحِكَ مِنْ فُلَانٍ وَفُلَانَةٍ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ وَیُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ

۴۵۶۸ — ترجمہ: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا ایک آدمی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور عرض کیا یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم مجھے بہت بھوک ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے پاس بھیجا تو اُن کے پاس کچھ نہ پایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی آدمی ہے جو آج رات اس کو کھانا کھلائے اور اس کی مہمانی کرے۔ ایک انصاری کھڑا ہُوا اور کہا یا رسول اللہ! میں اس کی مہمانی کرتا ہوں پھر اپنے گھر گیا اور اپنی بیوی سے کہا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مہمان ہے اس سے کوئی شئ نہیں روکنا۔ اُس نے کہا ہمارے پاس صرف بچوں کا کھانا ہے اس کے سوا اور کچھ نہیں اُس نے کہا جب بچے کھانا مانگیں تو انہیں سلا دو اور آکر چراغ بجھا دینا ہم آج رات بھوکے رہیں گے۔ پس اُس نے ایسا ہی کیا پھر صبح کو وہ آدمی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت حاضر ہُوا تو آپ نے فرمایا فلاں مرد اور فلاں عورت سے اللہ بہت خوش ہُوا اور اللہ نے یہ آیت کریمہ نازل کی، وَیُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ"

۴۵۶۸ — شرح: خطیب نے کہا یہ میزبان ابوطلحہ انصاری تھے۔ بعض نے عبداللہ بن رواحہ

سُورَةُ المُمْتَحِنَةِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَقَالَ مُجَاهِدٌ لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لَا تُعَذِّبْنَا بِأَيْدِيْهِمْ فَيَقُوْلُوْنَ

کہا ہے۔ اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ بچوں کا نفقہ واجب ہے اور ضیافت واجب نہ تھی تو ان کا نفقہ ضیافت میں کیوں خرچ کیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ کھانا ان کی ضرورت سے زائد تھا (کرمانی)

علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کا تعاقب کرتے ہوئے کہا کہ مذکورہ عورت نے صراحت کی تھی کہ ہمارے پاس صرف بچوں کا کھانا ہے۔ اس لئے بہتر جواب یہ ہے کہ اس عورت کو معلوم تھا کہ بچے رات کے کھانے کے محتاج نہیں ہیں اور اُن کا کھانا طلب کرنا صرف ان کی عادت کے لحاظ سے تھا، کیونکہ بچے بھوک کے بغیر کھانے کی اشیاء طلب کرتے رہتے ہیں۔ اگر وہ بھوک کے باعث کھانے کے محتاج ہوتے اور نہ کھانے سے انہیں ضرر پہنچتی تو اُن کو کھلانا ضیافت پر مقدم ہوتا۔

قولہ عجب اللہ" اللہ تعالیٰ کے حق میں عجب اور ضحک سے مراد اُن کے لوازم اور غایات ہیں۔ ان کے مبادی اور حقیقی معانی مراد نہیں، کیونکہ تعجب وہ حالت ہے جو امر عجیب کے ادراک سے حاصل ہوتی ہے۔ اور ضحک امر عجیب کے وقت دانتوں کا ظاہر ہونا ہے۔ یہ دونوں امور اللہ تعالیٰ کے حق میں محال ہیں۔ لہٰذا ان کی غایت سے رضاء مراد ہے۔ علامہ خطابی نے کہا عجب کا اطلاق اللہ پر محال ہے۔ اس سے مراد رضاء ہے، کیونکہ سخی کا ضحک رضاء پر دلالت کرتا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ فرشتوں کا تعجب مراد ہو کیونکہ اپنی ذات پر دوسرے کو ترجیح دینا عادۃً نادر ہے اس لئے فرشتے اس پر تعجب کرتے ہیں۔

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے "ضحک" کی تاویل رحمت سے کی ہے، لیکن ضحک بمعنی رضاء ذہن کے زیادہ قریب ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم!

سُورۂ مُمتحنہ

مُمتَحِنَۃ بکسر الحاء ہے یعنی امتحان لینے والی سورت کی طرف امتحان کی اضافت مجازی ہے۔ جیسے سُورۂ براءت کو فاضحہ کہا جاتا ہے۔ یعنی رسوا کرنے والی اور منافقوں کے عیوب ظاہر کرنے والی بعض نے

لَوْ كَانَ هٰؤُلَاۗءِ عَلَى الْحَقِّ مَا اَصَابَهُمْ هٰذَا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ اَمَرَ اَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِفِرَاقِ نِسَاۗئِهِمْ كُنَّ كَوَافِرَ بِمَكَّةَ

بَابُ لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَاۗءَ

حاء پر فتح پڑھا ہے۔ انھوں نے اس کی نسبت اس عورت کی طرف کی ہے جس کے حق میں یہ سورت نازل ہوئی اور وہ ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی مُعَیط عبدالرحمٰن بن عوف کی بیوی ہے۔ بعض نے اور کہا ہے۔ ابوالعباس نے کہا یہ سورت بالاتفاق مدنی ہے۔ اس کی تیرہ آیات ہیں۔ سخاوی نے کہا یہ سورت احزاب کے بعد اور سورۂ نساء سے پہلے نازل ہوئی۔ لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً ،، کی تفسیر میں مجاہد نے کہا ہمیں ان کے ہاتھوں عذاب نہ دے پس وہ کہیں گے اگر یہ لوگ حق پر ہوتے تو انہیں یہ عذاب نہ پہنچتا۔ یعنی ان کو ہم پر مسلط نہ کر کہ یہ ہمیں وہ عذاب دیں گے جس کی ہمیں طاقت نہیں۔ بعض نے کہا اس کے معنی یہ ہیں کہ کافروں کو ہم پر کامیاب نہ کر ورنہ وہ کہیں گے کہ وہ حق پر ہیں اور ہم باطل پر ہیں۔

قولہ بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ ،، سے اس آیت کریمہ : کی طرف اشارہ کیا عِصَم عصمۃ کی جمع ہے۔ اس کے معنی جس کو مضبوط پکڑے۔ اور کوافر کافرہ کی جمع ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو کافرہ عورتوں کے نکاح پر قائم رہنے سے منع فرمایا اور حکم دیا کہ ان سے علیحدہ ہوجائیں اور ان کو چھوڑ دیں۔ ابن عباس نے اس کی تفسیر میں کہا کہ کافرہ عورتوں کے عقد ختم کردو جس کی کافرہ بیوی مکہ میں ہے وہ اسے بیوی شمار نہ کرے اس سے تعلق ختم کر دے۔ وہ اس کی بیوی نہیں رہی اور اگر اہل مکہ سے کوئی عورت مسلمان ہوکر تمہارے پاس آجائے، حالانکہ مکہ مکرمہ میں اس کا شوہر کافر ہے تو وہ اس کو شوہر نہ سمجھیں اس کا تعلق بھی ختم ہوچکا ہے زہری نے کہا جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنی دو بیویوں قریبہ بنت اُمَیّۃ اور ام کلثوم خزاعیہ جو عبداللہ کی والدہ ہے طلاق دے دی یہ دونوں مُشرِکہ مکہ میں تھیں قریبہ سے معاویہ بن ابوسفیان نے نکاح کرلیا جبکہ وہ بھی اس وقت مکہ میں مشرک تھے اور ام کلثوم سے ابوجہم نے نکاح کرلیا اور یہ دونوں مشرک تھے اور طلحہ بن عُبَیدُاللہ کی بیوی اروی بنت ربیعہ تھی۔ اسلام نے ان میں بھی تفریق کردی۔ قولہ اَمَرَ آہ یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو حکم دیا کہ وہ مکہ میں کافرہ بیویوں سے علیحدگی اختیار کرلیں۔

باب میرے دشمن اور اپنے دشمن کو دوست نہ بناؤ

۴۵۶۹۔ حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيٰنُ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ قَالَ حَدَّثَنِي الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ أَنَّهُ سَمِعَ عُبَيْدَ اللّٰهِ ابْنَ أَبِي رَافِعٍ كَاتِبَ عَلِيٍّ يَقُولُ سَمِعْتُ عَلِيًّا يَقُولُ بَعَثَنِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا وَالزُّبَيْرَ وَالْمِقْدَادَ فَقَالَ انْطَلِقُوا حَتّٰى تَأْتُوا رَوْضَةَ خَاخٍ فَإِنَّ بِهَا ظَعِيْنَةً مَعَهَا كِتَابٌ فَخُذُوهُ مِنْهَا فَذَهَبْنَا تَعَادٰى بِنَا خَيْلُنَا حَتّٰى أَتَيْنَا الرَّوْضَةَ فَإِذَا نَحْنُ بِالظَّعِيْنَةِ فَقُلْنَا أَخْرِجِي الْكِتَابَ قَالَتْ مَا مَعِيَ مِنْ كِتَابٍ فَقُلْنَا لَتُخْرِجِنَّ الْكِتَابَ أَوْ لَتُلْقِيَنَّ الثِّيَابَ فَأَخْرَجَتْهُ مِنْ عِقَاصِهَا فَأَتَيْنَا بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا فِيْهِ مِنْ حَاطِبٍ قَالَ لَا تَعْجَلْ عَلَيَّ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنِّي كُنْتُ امْرَأً مِنْ قُرَيْشٍ وَلَمْ أَكُنْ مِنْ أَنْفُسِهِمْ وَكَانَ مَنْ مَعَكَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ لَهُمْ قَرَابَاتٌ يَحْمُونَ بِهَا أَهْلِيْهِمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِمَكَّةَ فَأَحْبَبْتُ إِذْ فَاتَنِي مِنَ النَّسَبِ فِيْهِمْ

۴۵۶۹۔ ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کاتب عبید اللہ بن ابی رافع نے
میں نے علی بن ابی طالب کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اور زبیر اور مقداد کو بھیجا کہ تم جاؤ جب تم روضہ خاخ پہنچو گے وہاں ایک عورت
ہے جس کے پاس خط ہے وہ اس سے لے آؤ ہم چل پڑے اس حال میں کہ گھوڑے ہمیں بھگا لے جا رہے
تھے حتیٰ کہ ہم روضہ خاخ پہنچ گئے کیا دیکھتے ہیں کہ وہاں ایک عورت ہے ہم نے کہا خط نکالو اس نے کہا
میرے پاس کوئی خط وغیرہ نہیں ہم نے کہا خط نکالو ورنہ تیرے کپڑے اتار دیں گے تو اس نے اپنے
بالوں کے جوڑے سے خط نکالا ہم خط لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے پس کیا دیکھتے
ہیں کہ وہ خط حاطب بن ابی بلتعہ کی طرف سے مکہ میں رہنے والے مشرکوں کی طرف لکھا گیا تھا
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے حاطب! یہ کیا؟ حاطب نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

أَنْ أَصْطَنِعَ إِلَيْهِمْ يَدًا يَحْمُوْنَ قَرَابَتِيْ وَمَا فَعَلْتُ ذٰلِكَ كُفْرًا وَلَا ارْتِدَادًا عَنْ دِيْنِيْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّهُ قَدْ صَدَقَكُمْ فَقَالَ عُمَرُ دَعْنِيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَأَضْرِبْ عُنُقَهُ فَقَالَ إِنَّهُ شَهِدَ بَدْرًا وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ اللّٰهَ اطَّلَعَ عَلٰى أَهْلِ بَدْرٍ فَقَالَ اعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ قَالَ عَمْرٌو وَنَزَلَتْ فِيْهِ يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ قَالَ لَا أَدْرِي الْآيَةَ فِي الْحَدِيْثِ أَوْ قَوْلُ عَمْرٍو۔

میرے متعلق جلدی نہ فرمانا میں قریشی مرد ہوں اور اُن میں سے نہیں ہوں (میری پیدائش ان میں سے نہیں۔ میں ان کا حلیف ہوں) اور جو آپ کے ساتھ مہاجرین ہیں۔ ان کی اُن سے قرابتیں ہیں جس کے باعث وہ مکہ میں اُن کے گھر اور مال کی حفاظت کرتے ہیں۔ میں نے چاہا کہ جب میرا اُن میں نسب نہیں ہے تو میں اُن پہ احسان کروں تاکہ وہ میرے قرابت کی حفاظت کریں۔ میں نے یہ کفر اور اپنے دین سے منحرف ہونے کے باعث نہیں کیا (یہ سن کر) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ حاطب نے سچ کہا ہے۔ عمر فاروق نے کہا یا رسول اللہ! آپ مجھے چھوڑیں میں اس کی گردن اڑاتا ہوں۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ بدر میں حاضر تھا تمہیں کیا معلوم۔ اللہ تعالیٰ اہلِ بدر کو دیکھ کر فرمایا جو چاہو کرو میں نے یقیناً تمہیں بخش دیا ہے۔ عمرو بن دینار نے کہا اس کے متعلق یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: اے ایمان والو! میرے دشمن اور اپنے دشمن کو دوست نہ بناؤ۔ سفیان بن عیینہ نے کہا مجھے معلوم نہیں کہ یہ آیت حدیث کا حصہ ہے یا عمرو کا قول ہے۔

۴۵۶۹ — **شرح** : سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے جن صحابہ کرام کو خط لینے روضہ خاخ بھیجا تھا وہ علی المرتضیٰ، عمار بن یاسر، زبیر بن عوام، طلحہ، مقداد بن اسود اور ابو مرثد تھے وہ تمام گھوڑوں پہ سوار تھے "ظعینہ" وہ عورت ہے جو ہودج میں بیٹھی ہو اس عورت کا نام سارہ تھا۔ قولہ کنتُ امرأً من قریش "یعنی ان کا حلیف ہونے کے باعث میں اُن میں سے ہوں نسب و ولادت کے اعتبار سے نہیں" لہٰذا یہ "لم اکن من انفسهم" کے منافی نہیں۔ اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ جب سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حاطب کی تصدیق کر دی تھی تو عمر فاروق نے حاطب کی گردن اڑانے کی بات

۴۵۷۰ — حَدَّثَنَا عَلِيٌّ قِيلَ لِسُفْيَانَ فِي هٰذَا فَنَزَلَتْ لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي قَالَ سُفْيَانُ هٰذَا فِي حَدِيثِ النَّاسِ حَفِظْتُهُ مِنْ عَمْرٍو مَا تَرَكْتُ مِنْهُ حَرْفًا وَمَا أُرَى أَحَدًا حَفِظَهُ غَيْرِي

بَابٌ قَوْلُهُ إِذَا جَاءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهَاجِرَاتٍ

۴۵۷۱ — حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ قَالَ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَخِي ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَمِّهِ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ أَنَّ عَائِشَةَ

کیوں کی ؟ اس کا جواب یہ ہے کہ عمر فاروق نے دینی قوت وصلابت کے پیش نظر ارادہ کیا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے انتظام میں استحکام کریں تاکہ کوئی اور شخص ایسی جرأت نہ کر سکے نیز ممکن ہے کہ عمر فاروق کا اس کلام سے مقصد لوگوں کو خبردار کرنا ہو کہ آئندہ کوئی شخص اس قسم کے ناشائستہ کام کا مرتکب نہ ہو اُنھوں نے حاطب کو قتل کرنے کا عزم نہ کیا تھا۔ (اس حدیث کی تفصیل کے لئے چوتھی جلد کی حدیث ع۲۸۰۵ کی شرح دیکھیں)

۴۵۷۰ — ترجمہ : علی بن مدینی نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان سے کہا گیا کیا یہ آیت کریمہ وَلَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي الآیۃ حاطب بن بلتعہ کے حق میں نازل ہوئی تھی ؟ سفیان نے کہا یہ لوگوں کی حدیث میں ہے۔ میں نے یہ عمرو سے یاد کی ہے اُس سے میں نے ایک حرف بھی نہیں چھوڑا ہے اور میں نے کسی کو نہیں دیکھا کہ اُس نے میرے سوا اس کو یاد کیا ہو گا ،،

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد ! جب تمہارے پاس مومن عورتیں ہجرت کر کے آئیں ،،

یہ آیت کریمہ حدیبیہ کے بعد نازل ہوئی اس کا سبب قریش اور مسلمانوں میں اس شرط پر صلح تھی کہ جو کوئی مکہ سے نکل کر مسلمانوں کے پاس آئے مسلمان اسے قریش کو واپس کر دیں گے ۔ پھر اللہ تعالیٰ نے

زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
كَانَ يَمْتَحِنُ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ بِهٰذِهِ الْآيَةِ بِقَوْلِ اللّٰهِ يَا أَيُّهَا
النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ إِلَى قَوْلِهِ غَفُورٌ رَّحِيمٌ قَالَ عُرْوَةُ
قَالَتْ عَائِشَةُ فَمَنْ أَقَرَّ بِهٰذَا الشَّرْطِ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ قَالَ لَهَا رَسُولُ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ بَايَعْتُكِ كَلَامًا وَلَا وَاللّٰهِ مَا مَسَّتْ يَدُهُ يَدَ
امْرَأَةٍ قَطُّ فِي الْمُبَايَعَةِ مَا يُبَايِعُهُنَّ إِلَّا بِقَوْلِهِ قَدْ بَايَعْتُكِ عَلَى ذٰلِكَ
تَابَعَهُ يُونُسُ وَمَعْمَرٌ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ ابْنُ إِسْحٰقَ عَنِ الزُّهْرِيِّ وَقَالَ إِسْحٰقُ
ابْنُ رَاشِدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ وَعَمْرَةَ

اس سے وہ عورتیں مستثنٰی کر دیں جو بشرط الامتحان ہجرت کر کے مسلمانوں کے پاس آجائیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فَامْتَحِنُوهُنَّ، اُن کا امتحان لو۔

۴۵۷۱ — ترجمہ: یعقوب بن ابراہیم نے کہا ہمیں ابن شہاب کے بھتیجے محمد بن عبداللہ بن مسلم نے اپنے چچا محمد بن مسلم زہری سے روایت کی کہ انھوں نے کہا مجھے عروہ نے خبردی کہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا زوجۂ محترمہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے بیان فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُن مومن عورتوں کا جو آپ کے پاس ہجرت کر کے آئیں۔ اس آیت کریمہ یَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ، "غَفُورٌ رَّحِيمٌ" تک کے نزول کے سبب امتحان لیا کرتے تھے۔ عروہ نے کہا ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا جو مومن عورت اس شرط کا اقرار کرتی اسے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے میں نے تجھے اس پر بیعت کر لیا ہے۔ صرف کلام سے بیعت کرتے تھے۔ خدا کی قسم! بیعت کرتے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ کسی عورت کے ہاتھ سے مس نہ کرتا۔ آپ عورتوں کو صرف اپنے اس کلام کہ میں نے تجھے اس پر بیعت کر لیا ہے بیعت کیا کرتے تھے۔ ابن شہاب کے بھتیجے کی یونس معمر اور عبدالرحمٰن بن اسحاق نے زہری سے روایت کرنے میں متابعت کی اسحاق بن راشد یعنی معمر نے زہری سے روایت کی۔ زہری نے عروہ اور عمرہ دونوں سے یہ روایت کی ہے۔

۴۵۷۱ — شرح: اس آیت کریمہ کا تتمہ یہ ہے: عَلَى أَنْ لَا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْئًا وَلَا يَسْرِقْنَ

وَلَا يَزْنِينَ وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَاْتِينَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِينَهٗ بَيْنَ اَيْدِيهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ
وَلَا يَعْصِينَكَ فِي مَعْرُوفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ،، اے
پیارے نبی جب تمہارے حضور مسلمان عورتیں حاضر ہوں اس پر بیعت کرنے کو کہ اللہ کا کچھ شریک نہ
ٹھہرائیں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ بدکاری اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی اور نہ وہ بہتان لائیں گی
جسے اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان یعنی موضع ولادت میں اُٹھائیں اور کسی نیک بات میں تمہاری
نافرمانی نہ کریں گی تو اُن سے بیعت کرلو اور اللہ سے اُن کی مغفرت چاہو،، بے شک اللہ بخشنے والا
مہربان ہے۔ عورتوں کی بیعت میں اِن شرائط کی تخصیص اس لئے ہے کہ یہ صفات عورتوں میں راسخ
اور غالب ہوتی ہیں۔ ان میں عقل ناقص ہونے کے باعث ان سے دُور رہنے میں دشواری ہے اس لئے
پہلے اُن سے اقرار لیا کہ ان کے قریب نہ جائیں ورنہ مَردوں کی بیعت میں بھی یہ امور ضروری ہیں۔
مفسرین نے ذکر کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مردوں کی بیعت سے فارغ ہوئے
تو عورتوں سے بیعت لی جبکہ آپ صفا پہاڑی پر تشریف فرما تھے اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس کے
نیچے تھے اور جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے عورتوں سے آپ کے لئے بیعت لیتے
تھے۔ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت کے وقت کسی
عورت کے ہاتھ سے مس نہیں کیا اور مردوں سے بیعت کے وقت دونوں ہاتھوں سے مصافحہ
فرماتے تھے۔ اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ ابن خُزیمہ، ابن حبان، بزار، طبرانی اور ابن مُردویہ
نے اسماعیل بن عبدالرحمٰن کے طریق سے ام عطیہ سے روائت کی کہ عورتوں سے بیعت لیتے وقت
سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر کے باہر سے اپنا دستِ اقدس لمبا کیا اور ہم نے اندر سے اپنے ہاتھ
آگے بڑھائے پھر آپ نے فرمایا: اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ،،
اسی طرح حدیث ۴۵۷۲ میں ام عطیہ سے روائت ہے کہ ہم میں سے ایک عورت نے اپنا
ہاتھ پیچھے کرلیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت ہاتھوں سے کرتی
تھیں کلام سے بیعت نہ تھی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ عورتوں کا پسِ پردہ ہاتھ بڑھانے میں یہ اشارہ ہے کہ
اُن سے بیعت کا وقوع ہُوا ہے۔ یہ مصافحہ کو مستلزم نہیں اور دوسری حدیث میں قبض ید سے مراد
یہ ہے کہ اس عورت نے قبول سے تاخیر کی تھی یا درمیان میں پردہ حائل تھا۔ چنانچہ ابوداؤد نے مراسیل
میں شعبی سے روائت کی کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے جب عورتوں سے بیعت لی تو آپ نے
چادر اپنے دستِ اقدس پر رکھی اور فرمایا میں نے یہ اس لئے کیا ہے کہ عورتوں سے مصافحہ کروں۔ اس سے
معلوم ہوتا ہے کہ عورتیں جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور باپردہ آتی تھیں، کیونکہ بیگانی عورت
کو مس کرنے اور اس کے چہرے کو دیکھنے کا ایک ہی حکم ہے۔

بَابٌ قَوْلُهُ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ

۴۵۷۲ـــ حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيْرِيْنَ عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ بَايَعْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَرَاَ عَلَيْنَا اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْئًا وَّنَهَانَا عَنِ النِّيَاحَةِ فَقَبَضَتِ امْرَاَةٌ يَدَهَا فَقَالَتْ اَسْعَدَتْنِيْ فُلَانَةُ اُرِيْدُ اَنْ اَجْزِيَهَا فَمَا قَالَ لَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا فَانْطَلَقَتْ وَرَجَعَتْ فَبَايَعَهَا

باب ـــ اللہ تعالیٰ کا ارشاد! جب آپ کے پاس مومن عورتیں بیعت کرنے آئیں "

۴۵۷۲ــــ ترجمہ: ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے کہا ہم نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی تو آپ نے ہمارے سامنے یہ آیت کریمہ پڑھی کہ ہم اللہ کا کچھ شریک نہ ٹھہرائیں اور ہمیں نوحہ کرنے سے منع فرمایا تو ایک عورت نے اپنا ہاتھ روک لیا اور کہا فلانہ عورت نے میری موافقت کی تھی (میرے ساتھ نوحہ کیا تھا) میں اس کو نوحہ کی جزاء دینا چاہتی ہوں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کچھ نہ کہا وہ عورت چلی گئی پھر واپس آئی تو آپ نے اس سے بیعت کی۔

۴۵۷۲ــــ شرح: عورت کا میت پر روتے ہوئے اس کے محاسن بیان کرنے کو نوحہ کہتے ہیں۔ جس عورت نے بیعت کے وقت اپنا ہاتھ روک لیا تھا۔ وہ ام عطیہ تھی لیکن اس نے اپنے کو مبہم رکھا اس کی دلیل یہ ہے کہ نسائی کی روایت میں ہے کہ ام عطیہ نے کہا ایک عورت نے میری موافقت کی تھی میرے لئے ضروری ہے کہ میں اس کی نوحہ میں موافقت کروں۔ عاصم کی روایت میں اس طرح ہے کہ ام عطیہ نے کہا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ

فلاں عورت نے جاہلیت میں میرے ساتھ نوحہ کیا تھا میں اس کی مکافات کرنا چاہتی ہوں اسعاد نوحہ میں مدد کرنے کے معنی میں خاص ہے اور مساعدت تمام امور میں عام ہے۔

نسائی کی روایت میں ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ام عطیہ سے فرمایا جاؤ اور اس عورت کے ساتھ نوحہ کرو وہ گئی لہذا اس عورت کے ساتھ نوحہ کرکے واپس آئی تو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے بیعت لی۔ اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ام عطیہ کو اسعاد کی اجازت دی تھی کہ وہ اس کی مکافات کرسکے۔ امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا یہ رخصت ام عطیہ کے لئے مخصوص ہے۔ شارع علیہ السلام کو اختیار ہے کہ جس کو چاہے عام احکام سے مستثنیٰ کرکے مخصوص کردے۔ علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا اس میں نظر ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ شریعتِ مطہرہ میں حرام کو حلال کرنے میں تخصیص نہیں ہوتی،، ہاں یوں ہوسکتا ہے کہ جس عورت سے نوحہ میں مکافات کی تھی وہ ابھی مسلمان نہ ہوئی ہو۔

نیز ابن مردویہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں سے بیعت لی۔ خولہ بنت حکیم نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جاہلیت میں میرا والد اور بھائی فوت ہوگئے تھے۔ اور فلاں عورت نے نوحہ کرنے میں میری موافقت کی تھی اور مکافات کی رخصت طلب کی۔ ترمذی نے سعد بن حوشب کے طریق سے ام سلمہ انصاریہ سے روایت کی کہ اسماء بنت یزید نے عرض کیا یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم! میرا چچا فوت ہوگیا تھا اور فلاں قبیلہ کی عورت نے نوحہ کرنے میں میری موافقت کی تھی۔ میں اس کی مکافات کرنا چاہتی ہوں آپ نے انکار کیا تو میں نے بار بار عرض کی آپ نے مجھے نوحہ کی اجازت دے دی۔ پھر اس کے بعد میں نے نوحہ نہیں کیا۔ امام احمد اور طبری نے مصعب بن نوح کے طریق سے حدیث ذکر کی کہ میں نے اپنے قبیلہ کی ایک عورت کو پایا جس نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی تھی۔ اس نے کہا کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے عہد لیا کہ ہم نوحہ نہ کریں گی تو ایک عورت نے کہا یا نبی اللہ لوگوں نے نوحہ کرنے میں ہماری مصیبتوں میں ہماری موافقت کی تھی۔ اب انہیں مصیبت پہنچی ہے۔ میں نوحہ میں ان کی موافقت کرنا چاہتی ہوں۔ آپ نے فرمایا جاؤ اس کی مکافات کرو (بدلہ دو) وہ گئی اور مکافات کرکے واپس آئی اور حضور کی بیعت کی،، ان احادیث نبویہ صلی اللہ علیٰ صاحبہا سے بعض مالکیہ نے استدلال کیا کہ نوحہ کرنا جائز ہے۔ اور حرام وہ نوحہ ہے جس میں جاہلیت کی رسم کے مطابق گریبان چاک کئے جائیں۔ رخسارے پیٹے جائیں اور بال نوچے جائیں لیکن صحیح بات یہ ہے کہ نوحہ مطلقاً حرام ہے۔ اس میں جاہلیت کی رسوم ادا کی جائیں یا نہ۔ اور ان احادیث کا بہترین جواب یہ ہے کہ ابتداءِ اسلام میں نوحہ سے نہی تنزیہی تھی۔ یہ واقعات اس زمانہ کے ہیں۔ پھر جب عورتوں کی بیعت مکمل ہوگئی اور اس پر تشدید زیادہ ہوگئی تو نوحہ قطعی حرام ہوگیا۔

۴۵۷۳ — حَدَّثَنِیْ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا وَھْبُ بْنُ جَرِیْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبِیْ قَالَ سَمِعْتُ الزُّبَیْرَ عَنْ عِکْرِمَۃَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِیْ قَوْلِہٖ تَعَالٰی وَلَا یَعْصِیْنَکَ فِیْ مَعْرُوْفٍ قَالَ اِنَّمَا ھُوَ شَرْطٌ اللّٰہِ لِلنِّسَآءِ

۴۵۷۴ — حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْیٰنُ قَالَ الزُّھْرِیُّ حَدَّثَنَاہُ قَالَ حَدَّثَنَاہُ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبُوْ اِدْرِیْسَ سَمِعَ عُبَادَۃَ بْنَ الصَّامِتِ قَالَ کُنَّا عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَتُبَایِعُوْنِیْ عَلٰی اَنْ لَّا تُشْرِکُوْا بِاللّٰہِ شَیْئًا وَّلَا تَزْنُوْا وَلَا تَسْرِقُوْا وَقَرَاَ اٰیَۃَ النِّسَآءِ وَاَکْثَرُ لَفْظِ سُفْیٰنَ قَرَاَ الْاٰیَۃَ فَمَنْ وَّفٰی مِنْکُمْ فَاَجْرُہٗ عَلَی اللّٰہِ وَمَنْ اَصَابَ مِنْ ذٰلِکَ شَیْئًا فَعُوْقِبَ فَھُوَ کَفَّارَۃٌ لَّہٗ وَمَنْ اَصَابَ مِنْھَا شَیْئًا فَسَتَرَہُ اللّٰہُ فَھُوَ اِلَی اللّٰہِ اِنْ شَآءَ عَذَّبَہٗ وَاِنْ شَآءَ غَفَرَلَہٗ تَابَعَہٗ عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ فِی الْاٰیَۃِ

۴۵۷۳ — ترجمہ : ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں کہا۔ یہ شرط ہے جو اللہ تعالیٰ نے عورتوں پر عائد کی ہے۔

۴۵۷۳ — شرح : یعنی یہ آیت کریمہ عورتوں کے بارے میں ہے، لیکن یہ شرط مردوں کی شرط کے منافی نہیں؛ کیونکہ مفہوم لقب کا اعتبار نہیں۔ لہٰذا مرد بھی اس شرط میں داخل ہیں جیسے اکثر احکام مردوں کی نسبت مشروع ہیں اُن میں عورتیں بھی داخل ہیں۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعتِ عقبہ میں مردوں پر بھی یہی شرط عائد کی تھی۔

۴۵۷۴ — ترجمہ : سفیان نے کہا زہری نے ہم سے حدیث بیان کی کہ مجھے ابوادریس خولانی نے خبر دی کہ اُنھوں نے عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سُنا کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے تو آپ نے فرمایا کیا تم اس شرط پر میری بیعت نہیں کرتے کہ اللہ کا شریک نہ بناؤ گے اور نہ زنا کرو گے اور نہ ہی چوری کرو گے اور سورۂ نساء کی

۴۵۷۵ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيْمِ قَالَ حَدَّثَنَا هٰرُوْنُ بْنُ مَعْرُوْفٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ وَاَخْبَرَنِيْ ابْنُ جُرَيْجٍ اَنَّ الْحَسَنَ بْنَ مُسْلِمٍ اَخْبَرَهٗ عَنْ طَاوٗسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ شَهِدْتُ الصَّلٰوةَ يَوْمَ الْفِطْرِ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبِيْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ وَعُثْمٰنَ فَكُلُّهُمْ يُصَلِّيْهَا قَبْلَ الْخُطْبَةِ ثُمَّ يَخْطُبُ بَعْدُ فَنَزَلَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلَيْهِ حِيْنَ يُجَلِّسُ الرِّجَالَ بِيَدِهٖ ثُمَّ اَقْبَلَ يَشُقُّهُمْ حَتّٰى اَتَى النِّسَآءَ مَعَ بِلَالٍ فَقَالَ يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْئًا وَّلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِيْنَ وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ حَتّٰى فَرَغَ مِنَ الْاٰيَةِ كُلِّهَا ثُمَّ قَالَ حِيْنَ فَرَغَ اَنْتُنَّ عَلٰى ذٰلِكَ وَقَالَتِ امْرَاَةٌ وَّاحِدَةٌ لَمْ يُجِبْهُ غَيْرُهَا نَعَمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَا يَدْرِي الْحَسَنُ مَنْ هِيَ قَالَ فَتَصَدَّقْنَ وَبَسَطَ بِلَالٌ ثَوْبَهٗ فَجَعَلْنَ يُلْقِيْنَ الْفَتَخَ وَالْخَوَاتِيْمَ فِيْ ثَوْبِ بِلَالٍ ـ

آیت کریمہ تلاوت فرمائی۔ سفیان کے اکثر لفظ قَرَءَ الآیۃ ہیں۔ جس نے تم میں سے وفاء کی اس کی جزاء اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے اور جس نے ان میں سے کچھ ارتکاب کیا اور اس کو عذاب دیا گیا تو وہ اس کے گناہ کا کفارہ ہے اور اس میں سے کسی شئ کا مرتکب ہوا اور اللہ تعالیٰ نے اس کی پردہ پوشی کی تو وہ اللہ کے اختیار میں ہے اگر چاہے عذاب دے اگرچہ چاہے تو گناہ معاف کر دے۔ عبدالرزاق نے بھی معمر سے روایت کرنے میں سفیان کی متابعت کی ہے۔

۴۵۷۵ ـ ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عید فطر کی نماز میں حاضر ہوا اور ابوبکر صدیق

سُوْرَۃُ الصَّفِّ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَقَالَ مُجَاهِدٌ مَنْ اَنْصَارِيْ اِلَى اللّٰهِ مَنْ يَّتَّبِعُنِيْ اِلَى اللّٰهِ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ مَرْصُوْصٌ مُلْصَقٌ بَعْضُهٗ بِبَعْضٍ وَقَالَ غَيْرُهٗ بِالرَّصَاصِ

عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ عنہم کے ساتھ حاضر ہوا وہ تمام عید کی نماز خطبہ سے پہلے پڑھتے تھے پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد خطبہ پڑھتے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم منبر شریف سے نیچے اُترے گویا کہ میں آپ کو دیکھ رہا ہوں جس وقت اپنے ہاتھ مبارک کے اشارے سے لوگوں کو بٹھا رہے تھے۔ پھر آپ مردوں کی صف چیرتے ہوئے آئے حتیٰ کہ حضرت بلال کے ساتھ عورتوں کے پاس آئے اور یہ آیت کریمہ یَا اَیُّھَا النَّبِیُّ اِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ الاٰیۃ تلاوت فرمائی۔ اے نبی جب تمہارے حضور مسلمان عورتیں حاضر ہوں اس پر بیعت کرنے کو کہ اللہ کا کچھ شریک نہ ٹھہرائیں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ بدکاری اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی اور نہ وہ بہتان لائیں گی جسے اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان یعنی موضع ولادت میں اُٹھائیں اور کسی نیک بات میں تمہاری نافرمانی نہ کریں گی تو اُن سے بیعت لو اور اللہ سے ان کی مغفرت چاہو، بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ پھر جس وقت آیت کریمہ کی تلاوت سے فارغ ہوئے تو فرمایا اے عورتو! تم اس آیت میں مذکور پر بیعت کرتی ہو؟ تو ایک عورت نے کہا ہاں پس اس کے سوا کسی عورت نے جواب نہ دیا۔ حسن بن مسلم کو معلوم نہیں کہ وہ عورت کون تھی۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورتو! صدقہ کرو اور بلال نے اپنا کپڑا پھیلا دیا تو عورتوں نے بلال کے کپڑے میں چھلے اور انگوٹھیاں ڈالنا شروع کیں۔ (حدیث ۹۲۳ ج: ۲ کی شرح دیکھیں)

سُوْرۂ صفّ

اس کو سورہ حواریین بھی کہتے ہیں۔ ابو العباس نے کہا یہ سورت مدنی ہے۔ عینی نے ابن نقیب سے نقل کیا کہ یہ مکی ہے، لیکن یہ نقل منظور فیہ ہے، کیونکہ اس سورت کی آیات میں جہاد کی

بَابٌ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ اَحْمَدُ

ترغیب دلائی گئی ہے اور مکہ میں جہاد مشروع نہ تھا۔
اس کی چودہ آیات ہیں۔ سخاوی نے کہا یہ سورت تغابن کے بعد اور فتح مکہ سے پہلے نازل ہوئی۔
اس کا نام صف اس لئے ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وہ اللہ کی راہ میں صفیں باندھ کر جہاد کرتے ہیں۔

قولہ مَنْ اَنْصَارِيْ اِلَى اللّٰهِ ،، یعنی عیسیٰ علیہ السلام نے حواریین سے کہا کون ہیں جو اللہ کی طرف ہو کر میری مدد کریں۔ مجاہد نے اس کی یہ تفسیر کی کہ اللہ کی طرف ہو کر میری متابعت کرے۔
قولہ مَرْصُوْص ،، سے اس آیت کریمہ : كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ ،، کی طرف اشارہ کیا اور ابن عباس نے اس کی تفسیر یہ کی کہ بعض دوسرے بعض سے ملے ہوئے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے غیر نے کہا رصاص کے ساتھ ملا ہوا۔ رَصاص کی راء کو مکسور و مفتوح دونوں طرح پڑھا جاتا ہے۔ شارح کرمانی نے کہا رَصاص بفتح الراء ہے عام لوگ راء پر کسرہ پڑھتے ہیں۔
علامہ عینی نے کہا دستور اللغۃ میں راء کو صرف مفتوح کہا ہے۔ کرمانی کا مقصد یہ ہے کہ اہل لغت راء کو مفتوح پڑھتے ہیں لیکن عام لوگ مکسور پڑھتے ہیں ،،
قولہ مِنْ بَعْدِي ،، سے اس آیت کریمہ : وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يَا بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَاةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَاْتِيْ مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ اَحْمَدُ ،، کی طرف اشارہ کیا اور یاد کرو جب عیسیٰ بن مریم نے کہا اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں اپنے سے پہلی کتاب تورات کی تصدیق کرتا ہوا اور اُن رسول کی بشارت سناتا ہوا جو میرے بعد تشریف لائیں گے اُن کا اسم گرامی احمد ہے ،،
اللہ تعالیٰ نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام "احمد" رکھا اور اپنے نام سے مشتق کیا یا فاعل میں مبالغہ ہے۔ یعنی جو کوئی میری حمد کرے آپ اس سے زیادہ حمد کرنے والے ہیں۔

اہل انجیل کے نزدیک آپ کا اسم مبارک
فارقلیط ہے (یعنی جو اپنی طرف سے کلام نہ کرے)

۴۵۷۷ـــ حَدَّثَنَا اَبُوالْیَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَیْبٌ عَنِ الزُّهْرِیِّ قَالَ اَخْبَرَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ جُبَیْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ اَبِیْہِ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ لِیْ اَسْمَآءً اَنَا مُحَمَّدٌ وَاَنَا اَحْمَدُ وَاَنَا الْمَاحِی الَّذِیْ یَمْحُو اللّٰہُ بِیَ الْکُفْرَ وَاَنَا الْحَاشِرُ الَّذِیْ یُحْشَرُ النَّاسُ عَلٰی قَدَمِیَّ وَاَنَا الْعَاقِبُ

سُوْرَةُ الْجُمُعَةِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

بَابٌ قَوْلُہٗ وَاٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِھِمْ وَقَرَأَ عُمَرُ فَامْضُوْآ اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ

۴۵۷۶ــــ ترجمہ : جُبیر بن مطعم نے کہا میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ میرے کئی نام ہیں۔ میں محمد ہوں میں احمد ہوں میں ماحی ہوں میرے ذریعہ اللہ کفر مٹائے گا میں حاشر ہوں میرے قدموں پہ لوگ اُٹھائے جائیں گے۔ میں عاقب ہوں۔ عاقب وہ ہے جو اپنے سے پہلے نیک کا نیکی میں خلیفہ ہو۔ اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء طیبہ بہت ہیں۔ ان اسماء کی تخصیص کا کیا سبب ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے مقصود وہ اسماء ہیں جو بہت سی کتابوں میں موجود ہیں اور پہلی اُمتوں کے علم میں ہیں۔ حاشر کے معنی ہیں میری نبوت کے زمانہ میں حشر ہوگا۔ میرے بعد کوئی پیغمبر نہیں۔ بعض نے یہ معنی ذکر کئے ہیں کہ میں سب سے پہلے قبر شریف سے اُٹھوں گا۔ یہ معنی ان صحیح احادیث کے منافی نہیں جن میں یہ مذکور ہے کہ میں سب سے پہلے قبر شریف سے باہر تشریف لاؤں گا جبکہ موسیٰ علیہ السلام استارہ عرش پکڑے ہوں گے۔

(حدیث ۳۳۰۴ کی شرح دیکھیں)

۴۵۷۷ ـ حَدَّثَنِیْ عَبْدُ الْعَزِیْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِیْ سُلَیْمٰنُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ ثَوْرٍ عَنْ اَبِی الْغَیْثِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ کُنَّا جُلُوْسًا عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاُنْزِلَتْ عَلَیْهِ سُوْرَةُ الْجُمُعَةِ وَاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ قَالَ قُلْتُ مَنْ هُمْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَلَمْ یُرَاجِعْهُ حَتّٰی سَاَلَ ثَلٰثًا وَفِیْنَا سَلْمَانُ الْفَارِسِیُّ وَضَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَدَهٗ عَلٰی سَلْمَانَ ثُمَّ قَالَ لَوْ کَانَ الْاِیْمَانُ عِنْدَ الثُّرَیَّا لَنَالَهٗ رِجَالٌ اَوْ رَجُلٌ مِنْ هٰؤُلَاءِ ـ

سُورۂ جُمُعہ

یہ سورت بالاتفاق مدنی ہے۔ اس کی گیارہ آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

باب

اللہ تعالیٰ کا ارشاد! اور اُن میں (امیوں میں سے) اوروں کو پاک کرتے اور علم عطاء فرماتے ہیں جو اُن اگلوں سے نہ ملے

یَلْحَقُوْا منصوب یُعَلِّمُهُمُ الْکِتَابَ پر عطف ہے۔ یعنی اُن میں سے اُن مومنوں کو علم عطاء فرماتے ہیں جو آپ کے دین کے تابع ہیں۔ علامہ قسطلانی نے ذکر کیا جو بھی آخر زمانہ تک جناب سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کا علم حاصل کرتا ہے۔ آپ اس کے بالقوہ معلم ہیں، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس خیر عظیم اور فضل جسیم کا اصل ہیں۔ اگر مجرور ہو تو "اُمیین" پر عطف ہوگا یعنی آخرین امتیوں میں بھیجا۔

قولہ یَلْحَقُوْا بِهِمْ "یعنی آخرین نے اگلوں کو نہیں پایا، لیکن اُن کے بعد ہیں۔ اِن آخرین سے مراد بانو

۴۵۷۸ — حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِیْزِ اَخْبَرَنِیْ ثَوْرٌ عَنْ اَبِی الْغَیْثِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَنَالَهٗ رِجَالٌ مِّنْ هٰؤُلَاءِ

قیامت تک اسلام میں داخل ہوں گے انھوں نے ان کا زمانہ نہ پایا یا فضیلت و شرافت میں اُن کے درجہ کو نہ پہنچے، کیونکہ صحابہ کے بعد لوگ خواہ قطب و غوث ہو جائیں مگر صحابیت کی فضیلت نہیں پا سکتے۔ عجمی لوگ ہیں یا وہ تمام لوگ ہیں جو سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد

قولہ قَرَءَ عُمَرُ ،، یعنی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰهِ ،، کے بجائے ،، فَامْضُوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰهِ ،، پڑھا ہے؛ چنانچہ سالم نے اپنے والد عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ میں نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو یہ پڑھتے سُنا ہے۔

۴۵۷۷ — ترجمہ : ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ تو آپ پر سورۂ جمعہ نازل ہوئی۔ جب یہ آیت وَّاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ ،، نازل ہوئی تو ابوہریرہ نے کہا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم! وہ لوگ کون ہیں۔ آپ نے جواب کی طرف رجوع نہ کیا حتی کہ تین بار سوال عرض کیا۔ اور ہم میں سلمان فارسی بیٹھے ہوئے تھے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دستِ اقدس سلمان پر رکھ کر فرمایا۔ اگر ایمان ثریا کے پاس ہوتا تو ان میں سے لوگ یا کوئی آدمی اس کو لے آتا۔

۴۵۷۷ — شرح : حدیث کے سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ وآخرین ،، سے مراد اہلِ فارس ہیں کیونکہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا سلمان پر دستِ اقدس رکھ کر یہ فرمانا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ لوگ سلمان فارسی کی جماعت سے ہیں۔ علامہ کرمانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا وہ اہلِ فارس یعنی عجمی ہیں اس میں اُن کی فضیلت واضح ہوتی ہے۔ قرطبی نے کہا سب سے بہتر قول یہ ہے کہ ”آخرین ،، اہلِ فارس ہیں۔ اس کی دلیل یہ حدیث ہے اور یہ علانیہ ظاہر بھی ہو چکا ہے، کیونکہ اُن میں دین کا غلبہ ہوا اور علماء کی کثرت ہوئی اس طرح اُن کا وجود سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کی ایک دلیل ہے جبکہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ ان علماء میں سے ہیں۔ صحیح تر قول یہ ہے کہ اہلِ فارس لاوذ بن سام بن نوح علیہ السلام کی اولاد ہیں۔ علی بن کیسان نسابہ نے کہا وہ فارس بن جابر بن یافث بن نوح علیہ السلام کی اولاد ہیں۔ طبقات صاعد میں اس طرح ہے کہ اہلِ فارس پہلے نوح علیہ السلام کے دین پر مُوحّد تھے یہاں تک زردشت پیدا ہوا اس نے لوگوں کو مجوسیوں کے دین پر مجبور کیا اور وہ سب آتش پرست ہو گئے کبھی

بَابُ قَوْلِهٖ وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً

۴۵۷۹ — حَدَّثَنِیْ حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا حُصَيْنٌ عَنْ سَالِمِ بْنِ اَبِی الْجَعْدِ عَنْ اَبِیْ سُفْيَانَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ اَقْبَلَتْ عِيْرٌ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَنَحْنُ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَثَارَ النَّاسُ اِلَّا اثْنَا عَشَرَ رَجُلًا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا انْفَضُّوْا اِلَيْهَا

سال وہ آتش پرست رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے اُن کو ہلاک کیا۔

۴۵۷۸ — ترجمہ: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی (اگر ایمان ثریا میں ہوتا) تو ان لوگوں میں سے اسے پکڑ لاتے (یعنی اس حدیث میں عبداللہ بن عبدالوہاب نے بے تردد "لَنَالَہٗ رِجَالٌ" کہا ہے)

باب — اللہ تعالیٰ کا ارشاد! اور اُنھوں نے جب کوئی مال تجارت یا کوئی لہو دیکھا تو اسکی طرف چل دیئے"۔

۴۵۷۹ — ترجمہ: جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے کہا جمعہ کے روز شام سے ایک قافلہ آیا جبکہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے۔ بارہ آدمیوں کے سوا سب لوگ ادھر بھاگ گئے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل کی کہ جب اُنھوں نے مال تجارت یا کھیل دیکھا تو اس کی طرف چل دیئے اور آپ کو کھڑا چھوڑ گئے۔

۴۵۷۹ — شرح: قولہ اِنْفَضُّوْا اِلَيْهَا، ضمیر کا مرجع تجارت، کیونکہ لوگوں کا بھاگ جانا تجارت کی دریافت کے لئے تھا جبکہ ڈھول بجا کر اعلان کیا گیا تھا کہ مالِ تجارت پہنچ چکا ہے۔ یہ کوئی تماشا نہ تھا جس کو دیکھنے کے لئے گئے تھے۔ اس لئے ضمیر تثنیہ "اِلَيْهِمَا" نہیں لائے، کیونکہ اگر مرجع دو چیزیں ہوں اور ان میں سے ایک دوسرے پر معطوف ہو تو

سُورَۃ اِذَا جَآءَكَ الْمُنَافِقُوْنَ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ اِلٰى لَكَاذِبُوْنَ

۴۵۸۰۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَجَاءٍ قَالَ حَدَّثَنَا اِسْرَآئِيْلُ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ قَالَ كُنْتُ فِيْ غَزَاةٍ فَسَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ ابْنَ اُبَيٍّ يَقُوْلُ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِهٖ وَلَوْ رَجَعْنَا مِنْ عِنْدِهٖ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ فَذَكَرْتُ

اُن کی ضمیر واحد لاتے ہیں۔ صاحب کشاف نے کہا دراصل کلام اس طرح ہے: اِذَا رَاَوْا تِجَارَۃً انْفَضُّوْا اِلَيْهَا وَاِذَا رَاَوْا لَهْوًا انْفَضُّوْا اِلَيْهِ "، علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے صاحب کشاف کی تصویب کی اُنھوں نے کہا وا الجواب فیہ قال الزمخشریؒ "، ایک انفضّوا الخ کی دوسرے پر دلالت ہونے کے باعث ایک کو حذف کردیا "، واللہ ورسولہ اعلم (حدیث ۸۹۵ ج ۲ کی شرح دیکھیں)

سُورۂ منافقین

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یہ سُورت مدنی ہے اس کی گیارہ آیات ہیں

اللہ تعالیٰ کا ارشاد! جب تمہارے پاس منافق آتے ہیں تو کہتے ہیں ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسُول ہیں "، لَكَاذِبُوْنَ تک "

۴۵۸۰۔ ترجمہ: زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے کہا میں ایک غزوہ میں تھا (تبوک) تو میں نے

ذٰلِكَ لِعَمِّيْ اَوْ لِعُمَرَ فَذَكَرَهٗ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَعَانِيْ فَحَدَّثْتُهٗ فَاَرْسَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اُبَيٍّ وَاَصْحَابِهٖ فَحَلَفُوْا مَا قَالُوْا فَكَذَّبَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَدَّقَهٗ فَاَصَابَنِيْ هَمٌّ لَمْ يُصِبْنِيْ مِثْلُهٗ قَطُّ فَجَلَسْتُ فِي الْبَيْتِ فَقَالَ لِيْ عَمِّيْ مَا اَرَدْتَّ اِلٰى اَنْ كَذَّبَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَقَتَكَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ فَبَعَثَ اِلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَرَاَ فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ صَدَّقَكَ يَا زَيْدُ

عبداللہ بن اُبی سے سُنا وہ کہتا تھا جو لوگ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہیں اُن پر خرچ نہ کرو حتیٰ کہ وہ آپ کے گرد سے متفرق ہو جائیں۔ اگر ہم آپ کے پاس سے مدینہ منورہ لوٹ کر گئے تو جو عزیز تر ہے وہ ذلیل تر کو مدینہ منورہ سے نکال دے گا، میں نے یہ (عبداللہ کا کلام) اپنے چچا یا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا تو انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا تو جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بُلایا تو میں نے (جو کچھ سُنا تھا) آپ سے عرض کر دیا۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن اُبیّ اور اس کے ساتھیوں کو پیغام بھیجا تو وہ قسمیں کھا گئے (کہ ہم نے نہیں کہا) پس جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے جھٹلا دیا اور عبداللہ وغیرہ کی تصدیق کر دی۔ (یہ سُن کر) مجھے وہ غم لاحق ہُوا جو اس کی مثل کبھی لاحق نہ ہُوا تھا میں اپنے گھر بیٹھ گیا (شرمندگی کے باعث) میرے چچا نے مجھے کہا تو نے کیا ارادہ کیا کہ جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھے جھوٹا کہا اور تمہیں ناراض ہوئے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ "جب منافق تمہارے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسُول ہیں" نازل فرمائی پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو میرے پاس بھیجا اور یہ سورت پڑھی اور فرمایا اے زید اللہ نے تیری تصدیق کر دی ہے (کہ تو سچا ہے اور منافق جھوٹے ہیں)

۴۵۸۰ — شرح : یہ واقع تبوک سے مدینہ منورہ کی طرف واپسی کے وقت پیش آیا جیسا کہ نسائی میں ہے۔ علامہ قسطلانی نے یہ واقعہ غزوۂ رجیع کے وقت ذکر کیا ہے۔ علامہ عینی نے کہا اہل مغازی کہتے ہیں کہ یہ واقعہ غزوہ بنی مصطلق میں ہُوا۔ علامہ ابن حجر نے شرح بخاری میں امام نسائی کے قول کی تائید کی ہے۔ ابوالفرج نے کہا یہ غزوۂ مریسیع کا واقعہ ہے عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین تھا اور قبیلہ خزرج کا سردار تھا۔

قولہ ذکرتُ ذالک لعمی "یعنی میں نے اس منافق کا کلام اپنے چچا یا عمر فاروق سے ذکر کیا۔ اکثر روایات

بَابٌ قَوْلِهٖ اِتَّخَذُوْا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً يَجْتَنُّوْنَ بِهَا

۴۵۸۱ـ حَدَّثَنَا اٰدَمُ بْنُ اَبِيْ اِيَاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا اِسْرَائِيْلُ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ قَالَ كُنْتُ مَعَ عَمِّيْ فَسَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ اُبَيٍّ ابْنَ سَلُوْلَ يَقُوْلُ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا وَقَالَ اَيْضًا لَئِنْ رَّجَعْنَا اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِعَمِّيْ فَذَكَرَ عَمِّيْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَرْسَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اُبَيٍّ وَاَصْحَابِهٖ فَحَلَفُوْا مَا قَالُوْا فَصَدَّقَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَذَّبَنِيْ فَاَصَابَنِيْ هَمٌّ لَمْ يُصِبْنِيْ مِثْلُهٗ قَطُّ فَجَلَسْتُ فِيْ بَيْتِيْ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ اِلٰى قَوْلِهٖ هُمُ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا اِلٰى قَوْلِهٖ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ فَاَرْسَلَ

سے مراد سعد بن عبادہ ہیں جو قبیلہ خزرج "عمّ" طبرانی نے کہا "لِعَمِّیْ" مذکور ہے۔ میں لفظِ اَوْ نہیں۔ صرف
کے سردار تھے یہ ان کے حقیقی چچا نہیں۔ زید بن ارقم کے حقیقی چچا ثابت بن قیس صحابی ہیں۔ کرمانی نے کہا چچا سے
مراد عبداللہ بن رواحہ ہے، لیکن وہ بھی اُن کے حقیقی چچا نہیں۔ زید بن ارقم نے کہا جب مجھے جھٹلایا گیا تو میں
نے اپنے گھر ہی رہنا شروع کر دیا۔ مجھے یہ خوف طاری ہُوا کہ اگر کوئی مجھے دیکھے گا تو کہے گا تو نے جھوٹ بولا
ہے۔ محمد بن کعب کی روایت کے مطابق زید نے کہا میری قوم مجھے ملامت کرنے لگی تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔
ابوسعد کی روایت میں ہے کہ زید بن ارقم نے کہا۔ ایک دفعہ میں جناب رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ہمراہ تھا اور
میں نے ندامت کے باعث سر نیچا کیا ہُوا تھا۔ تو جناب رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم میرے پاس تشریف لائے
اور میرا کان پکڑ کر ہنس پڑے پھر مجھے ابوبکر صدیق ملے اور کہا خوشخبری ہو پھر عمر فاروق ملے اُنھوں نے بھی
یہی کہا جب صبح ہوئی تو سرورِ کائنات صلّی [illegible] وسلّم نے سورۂ منافقین پڑھی۔

اِلَی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَرَأَھَا عَلَیَّ ثُمَّ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ قَدْ صَدَّقَکَ بَابُ قَوْلِہٖ ذٰلِکَ بِاَنَّھُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ کَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ فَھُمْ لَا یَفْقَھُوْنَ

باب۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد! منافقوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے ان کے ساتھ اپنا حال چھپاتے ہیں۔

۱۵۸۱ ـــ ترجمہ: زید بن ارقم نے کہا میں اپنے چچا کے ہمراہ تھا۔ اچانک میں نے عبداللہ ابن اُبی بن سلول کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ جو رسول اللہ کے پاس ہیں۔ ان پر خرچ نہ کرو! یہاں تک کہ وہ آپ کے پاس سے متفرق ہو جائیں۔ نیز اُس نے کہا اگر ہم مدینہ منورہ لوٹ کر گئے تو اس میں سے غالب ذلیل کو نکال دے گا۔ میں نے یہ کلام اپنے چچا سے ذکر کیا تو میرے چچا نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن ابی سلول اور اس کے ساتھیوں کو پیغام بھیجا تو سب نے قسم کھائی کہ انھوں نے کچھ نہیں کہا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی تصدیق کی اور مجھے جھٹلا دیا اس سے مجھے وہ غم لاحق ہوا کہ ایسا غم پہلے کبھی لاحق نہیں ہوا تھا میں اپنے گھر بیٹھ گیا تو میرے چچا نے کہا تو نے کیا کہا، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھے جھٹلا دیا اور ناراض ہو گئے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ: اِذَا جَاءَکَ الْمُنٰفِقُوْنَ الآیۃ نازل فرمائی۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے پیغام بھیجا اور میرے سامنے یہ سورت پڑھی اور فرمایا اے زید اللہ تعالیٰ نے تیری تصدیق کر دی ہے (زید بن ارقم کی حدیث کا دوسرا طریق ہے) ایک روایت میں ہے کہ عبداللہ بن ابی بن سلول کا بیٹا ہاتھ میں تلوار لئے عبداللہ بن ابی کے سر پر کھڑا ہو گیا۔ اور کہنے لگا میرے سامنے اقرار کر کہ تو ذلیل ہے اور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم غالب اور عزیز ہیں؛ ورنہ تلوار سے سر اُڑا دوں گا۔ عبداللہ نے اپنے بیٹے کے سامنے اپنی ذلت، رسوائی اور خواری کا اقرار کیا تو اپنی جان بچائی۔ عبداللہ بن ابی بن سلول کے بیٹے کا نام بھی عبداللہ ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہ وجزاہ خیراً

باب۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد! یہ اس سبب سے کہ وہ لوگ ایمان لائے پھر کفر کیا تو ان کے دلوں پر مہریں لگا دی گئیں پس وہ لوگ سمجھتے نہیں۔

۴۵۸۲ — حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ قَالَ سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ كَعْبٍ الْقُرَظِيَّ قَالَ سَمِعْتُ زَيْدَ بْنَ اَرْقَمَ قَالَ لَمَّا قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اُبَيٍّ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَقَالَ اَيْضًا لَئِنْ رَّجَعْنَا اِلَى الْمَدِيْنَةِ اَخْبَرْتُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَامَنِيَ الْاَنْصَارُ وَحَلَفَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اُبَيٍّ مَا قَالَ ذٰلِكَ فَرَجَعْتُ اِلَى الْمَنْزِلِ فَنِمْتُ فَاَتَانِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَتَيْتُهٗ فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ صَدَّقَكَ وَنَزَلَ هُمُ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا الْاٰيَةَ وَقَالَ ابْنُ اَبِيْ زَائِدَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ عَمْرٍو عَنِ ابْنِ اَبِيْ لَيْلٰى عَنْ زَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

بَابُ قَوْلِهٖ وَاِذَا رَاَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ اَجْسَامُهُمْ وَاِنْ يَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ كَاَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ يَحْسَبُوْنَ كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ

۴۵۸۲ — ترجمہ: عبداللہ بن ارقم نے کہا جب عبداللہ بن اُبی نے کہا اُن لوگوں پر خرچ نہ کرو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد ہیں نیز اُس نے کہا اگر ہم مدینہ منورہ کی طرف لوٹ کر گئے۔ میں نے یہ خبر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچائی تو مجھے انصار نے ملامت کی۔ اور عبداللہ قسم کھا گیا کہ اُس نے یہ نہیں کہا۔ میں اپنے گھر جا کر سو گیا تو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلایا۔ میں حاضر خدمت ہُوا تو آپ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے تمہاری تصدیق کر دی ہے۔ اور یہ آیت کریمہ: هُمُ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا، نازل ہوئی ابن ابی زائدہ یحییٰ بن زکریا نے سلیمان اعمش سے اُنھوں نے عمرو بن مُرّہ سے اُنھوں نے عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے اُنھوں نے زید رضی اللہ عنہ سے اُنھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث روایت کی،،

۴۵۸۴ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ قَالَ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ مُعٰوِيَةَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اِسْحٰقَ قَالَ سَمِعْتُ زَيْدَ بْنَ الْاَرْقَمِ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ اَصَابَ النَّاسَ فِيْهِ شِدَّةٌ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اُبَيٍّ لِاَصْحَابِهٖ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِهٖ وَ قَالَ لَئِنْ رَجَعْنَا اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ فَاَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرْتُهٗ فَاَرْسَلَ اِلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اُبَيٍّ فَسَاَلَهٗ فَاجْتَهَدَ يَمِيْنَهٗ مَا فَعَلَ قَالُوْا كَذَبَ زَيْدٌ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَقَعَ فِيْ نَفْسِيْ مِمَّا قَالُوْا شِدَّةٌ حَتّٰى اَنْزَلَ اللّٰهُ تَصْدِيْقِيْ فِيْ اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ فَدَعَاهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَسْتَغْفِرَ لَهُمْ فَلَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد! جب تو منافقوں کو دیکھے تو ان کے جسم تمہیں اچھے معلوم ہوں اور اگر بات کریں تو تو ان کی بات غور سے سُنے۔ گویا وہ لکڑیاں ہیں دیوار سے ٹکائی ہوئی۔ ہر بلند آواز اپنے ہی اُوپر لے جاتے ہیں۔ وہ دُشمن ہیں تو اُن سے بچتے رہو۔ اللہ انہیں مارے کہاں اوندھے جاتے ہیں۔

تفسیر: یعنی منافقوں کے جسم تمہیں تعجب میں ڈالتے ہیں کہ ان کی خلقت ہموار، قد دراز اور خوبصورت بھلے معلوم ہوتے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے عبد اللہ بن اُبی جسیم صحت مند، خوبصورت اور میٹھی زبان والا انصار کے سرداروں میں سے تھا۔ اکثر منافق اسی طرح تھے۔ جب محمدی آفتابِ رسالت کا طلوع ہُوا تو ان کے ستارے خاک میں مل گئے تو عداوت اور

انکار نبوت پر کمر بستہ ہو گئے ،، اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ آپ کے دشمن اور آپ کے صحابہ کے بھی دشمن ہیں۔ ان کی میٹھی باتیں اور چرب زبانی نہ دیکھیں ان سے بچتے رہیں اور ان کے ظاہر حال سے دھوکہ نہ کھائیں۔ یہ اپنے دلوں میں سخت دشمنی رکھتے ہیں اور تمہاری خبریں کافروں کو پہنچاتے ہیں اور تمہاری پوری جاسوسی کرتے ہیں۔ اللہ انہیں ہلاک کرے یہ کیسے پھرتے ہیں۔

۴۵۸۳ — ترجمہ : زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے کہا۔ ہم ایک سفر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ نکلے (غزوۂ تبوک یا بنی مصطلق) اس سفر میں لوگوں کو سختیٔ سفر کا سامنا کرنا پڑا تو عبداللہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا ان لوگوں پر خرچ نہ کرو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہیں۔ حتیٰ کہ آپ کے گرد سے چلے جائیں۔ نیز اس نے کہا لَئِنْ رَّجَعْنَا اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ،، میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو یہ خبر دی تو آپ نے عبداللہ بن اُبی کو بلایا اور اس سے پوچھا تو وہ زور دار قسمیں کھانے لگا کہ اس نے یہ نہیں کہا لوگوں نے کہا زید نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور جھوٹ بولا ہے تو میرے دل کو لوگوں کی باتوں سے سخت تکلیف ہوئی۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے میری تصدیق میں اِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُوْنَ نازل فرمائی۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بلایا تاکہ اُن کے لئے مغفرت طلب کریں تو اُنھوں نے اپنے سر پھیرے اور خدمت میں حاضر نہ ہوئے ،،

۴۵۸۳ — شرح : اگر کوئی سوال پوچھے کہ اس حدیث میں ہے کہ زید بن ارقم نے کہا میں خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عبداللہ بن ابی کی ہذیانات کی آپ کو خبر دی اور اس سے پہلی حدیث میں فرمایا کہ زید بن ارقم نے کہا میں نے اپنے چچا سے ذکر کیا اُنھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ پہلے زید نے بالواسطہ خبر پہنچائی پھر خود خبر دی بایں ہمہ دونوں خبروں کے وقوع میں منافات نہیں۔

قولہ كَاَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ ،، چند منافقین مدینہ منورہ کے رؤساء تھے۔ وہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس شریف میں حاضر ہوتے تو نہایت خوبصورتی سے ٹیک لگا کر بیٹھتے جبکہ وہ حسنِ منظر اور فصیح اللسان بھی تھے اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان کے لمبے اور خوشنما اجسام دیکھ کر تعجب کرتے جب وہ بات کرتے تو حضور نہایت غور سے ان کی بات سنتے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر وہ بات کریں آپ ان کی بات غور سے سُنتے ہیں گویا یہ لوگ صرف صورتیں ہیں ان میں ارواح نہیں اجسام ہیں۔ ان میں عقل نہیں۔ ان کے ٹیک لگا کر بیٹھنے اور ان کے اجسام کے ایمان و خیر سے خالی ہونے کو ان کڑیوں سے تشبیہ دی گئی جو دیوار سے ٹکائی ہوئی ہوں۔ کیونکہ کڑی سے فائدہ اس وقت پہنچتا ہے جب وہ مکان کی چھت پر ہو یا کسی استعمال میں آتی ہو اور جب تک فارغ پڑی ہو اور اس کے

بَابٌ قَوْلُهٗ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ قَالَ كَانُوْا رِجَالًا اَجْمَلَ شَيْءٍ

بَابٌ قَوْلُهٗ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ وَرَاَيْتَهُمْ يَصُدُّوْنَ وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ حَرَّكُوْا اسْتَهْزَءُوْا بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيُقْرَاُ بِالتَّخْفِيْفِ مِنْ لَوَيْتُ

۴۵۸۴ — حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى عَنْ اِسْرَائِيْلَ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ قَالَ كُنْتُ مَعَ عَمِّيْ فَسَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ اُبَيِّ ابْنَ سَلُوْلَ يَقُوْلُ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا وَلَئِنْ رَّجَعْنَا اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ

انتفاع وغیرہ نہ ہو تو اس کو دیوار کے ساتھ ٹکا دیتے ہیں۔ اس لئے عدم انتفاع میں کافروں کو ٹکائی ہوئی کڑیوں سے تشبیہ دی گئی ہے۔ بعض نے یہ کہا کہ خُشُبٌ مُّسَنَّدَہ، مراد وہ بت ہیں جو لکڑی سے بنائے گئے ہیں جو دیواروں سے ٹکائی ہوتی ہیں ان کے ساتھ حسنِ صورت اور قلتِ نفع میں تشبیہ دی۔ واللہ اعلم!

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد! جب اُن سے کہا جائے کہ آؤ رسول اللہ تمہارے لئے معافی چاہیں تو اپنا سر گھماتے ہیں اور تم انہیں دیکھو کہ غور کرتے ہوئے منہ پھیر لیتے ہیں اور معافی نہیں چاہتے

تفسیر: حَرَّكُوْا یعنی سردارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے مذاق کرتے ہیں اور آپ کی بات ماننے سے انکار کرتے ہیں اور لَوَّوْا کو مخفف بھی پڑھا گیا ہے۔ اس تقدیر پر لَوَيْتُ سے ماخوذ ہوگا۔ اس کے معنی میلان کرنا ہے؛ چنانچہ کہا جاتا ہے۔ لَوَيْتُ رَاْسِيْ میں نے سر مائل کیا۔

۴۵۸۴ — ترجمہ: زید بن ارقم نے کہا۔ میں اپنے چچا کے ہمراہ تھا۔ اچانک میں نے عبداللہ بن اُبی بن سلول کو یہ کہتے ہوئے سنا ان لوگوں پر خرچ

لِعَمِّيْ فَذَكَرَ عَمِّيْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَعَانِيْ فَحَدَّثْتُهُ فَاَرْسَلَ
اِلٰى عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ اُبَيٍّ وَاَصْحَابِهٖ فَحَلَفُوْا مَا قَالُوْا وَكَذَّبَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَدَّقَهُمْ فَاَصَابَنِيْ غَمٌّ لَمْ يُصِبْنِيْ مِثْلُهٗ قَطُّ فَجَلَسْتُ فِيْ
بَيْتِيْ وَقَالَ عَمِّيْ مَا اَرَدْتَ اِلٰى اَنْ كَذَّبَكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَمَقَتَكَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ
لَرَسُوْلُ اللّٰهِ وَاَرْسَلَ اِلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَرَاَهَا وَقَالَ اِنَّ
اللّٰهَ قَدْ صَدَّقَكَ **بَابٌ** قَوْلُهٗ سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ

نہ کرو جو رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہیں حتیٰ کہ وہاں سے چلے جائیں بکھر جائیں متفرق ہوجائیں اور اگر ہم مدینہ پہنچے تو اس میں سے غالب کمزور کو نکال دے گا۔ میں نے یہ اپنے چچا سے ذکر کیا تو اُنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کر دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سچا خیال فرمایا۔ اس لیئے آپ نے مجھے بلایا تو میں نے اس کی بات آپ سے بیان کی آپ نے عبد اللہ اور ساتھیوں کو پیغام بھیجا وہ قسمیں کھا گئے کہ اُنھوں نے کچھ نہیں کہا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے جھٹلا دیا۔ اس سے مجھے سخت غم لاحق ہُوا پہلے اس جیسا غم کبھی لاحق نہیں ہُوا تھا۔ میں اپنے گھر بیٹھ گیا میرے چچا نے کہا تو نے کیا چاہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھے جھٹلا دیا ہے اور تجھ سے ناراض ہوگئے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ: اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ الآیۃ نازل فرمائی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بُلایا اور یہ آیت پڑھی اور فرمایا اللہ نے تیری تصدیق کر دی ہے۔ (یہ مذکورہ حدیث کا اور طریق ہے)

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد! برابر ہے اُن پر استغفار کریں یا نہ کریں اللہ ان لوگوں کو کبھی نہیں بخشے گا ‘‘

بے شک اللہ فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا ‘‘ کیونکہ یہ لوگ مغفرت کی طرف توجہ نہیں کرتے اور نہ ہی اسے کسی شمار میں لاتے ہیں اللہ ان کو نہیں بخشے گا ‘‘

تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ لَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ

۴۵۸۵ — حَدَّثَنَا عَلِيٌّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيٰنُ قَالَ عَمْرٌو سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كُنَّا فِيْ غَزَاةٍ قَالَ سُفْيٰنُ مَرَّةً فِيْ جَيْشٍ فَكَسَعَ رَجُلٌ مِّنَ الْمُهَاجِرِيْنَ رَجُلًا مِّنَ الْاَنْصَارِ فَقَالَ الْاَنْصَارِيُّ يَا لَلْاَنْصَارِ وَقَالَ الْمُهَاجِرِيُّ يَا لَلْمُهَاجِرِيْنَ فَسَمِعَ ذَاكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا بَالُ دَعْوٰى جَاهِلِيَّةٍ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَسَعَ رَجُلٌ مِّنَ الْمُهَاجِرِيْنَ رَجُلًا مِّنَ الْاَنْصَارِ فَقَالَ دَعُوْهَا فَاِنَّهَا مُنْتِنَةٌ فَسَمِعَ بِذٰلِكَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اُبَيٍّ فَقَالَ فَعَلُوْهَا اَمَا وَاللّٰهِ لَئِنْ رَّجَعْنَا اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ فَبَلَغَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ عُمَرُ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ دَعْنِيْ اَضْرِبْ عُنُقَ هٰذَا الْمُنَافِقِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعْهُ لَا يَتَحَدَّثُ النَّاسُ اَنَّ مُحَمَّدًا يَقْتُلُ اَصْحَابَهٗ وَكَانَتِ الْاَنْصَارُ اَكْثَرَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ حِيْنَ قَدِمُوا الْمَدِيْنَةَ ثُمَّ اِنَّ الْمُهَاجِرِيْنَ كَثُرُوْا بَعْدُ قَالَ سُفْيٰنُ فَحَفِظْتُهٗ مِنْ عَمْرٍو قَالَ عَمْرٌو سَمِعْتُ جَابِرًا كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۴۵۸۵ — ترجمہ : جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے کہا ہم ایک غزوہ بنی مصطلق میں تھے۔ سُفیان بن عُیَیْنہ نے ایک دفعہ کہا ہم لشکر میں تھے۔ ایک مہاجر نے ایک انصاری کی پشت پر ہاتھ مارا تو انصاری نے انصار کو پکارا اور کہا اے انصار! اور مہاجر نے کہا اے مہاجرو! جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پکار سنی تو فرمایا یہ جاہلیت کی پکار کیسی ہے؟ (یہ جاہلیت کی رسم ہے) لوگوں نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ایک مہاجر نے انصاری مرد کی پیٹھ پر ہاتھ مارا ہے۔ آپ نے فرمایا چھوڑو یہ گندی بات ہے۔ عبد اللہ بن اُبی نے یہ سنا اور کہا کیا انھوں نے

بَابُ قَوْلِهٖ هُمُ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا وَلِلّٰهِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ

۴۵۸۶ ـ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ اِسْمٰعِيْلُ ابْنُ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ عُقْبَةَ عَنْ مُوْسَى بْنِ عُقْبَةَ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْفَضْلِ

ایسا کیا ہے؟ بخدا! اگر ہم مدینہ منورہ لوٹ کر گئے تو غالب تر آدمی ذلیل تر کو باہر نکال دے گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے چھوڑیں میں اس منافق کی گردن اُڑاتا ہوں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسا نہ کرو۔ لوگ باتیں کریں گے کہ محمد" صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھیوں کو قتل کر دیتے ہیں جب مہاجرین مدینہ منورہ میں آئے تھے تو انصار کی تعداد اُن سے زیادہ تھی۔ پھر مہاجرین زیادہ ہو گئے تھے۔

۴۵۸۵ ـ شرح: علی بن عبداللہ مدینی امام بخاری کے استاذ ہیں۔ وہ سفیان بن عیینہ سے راوی ہیں جبکہ اُن کے شیخ عمرو بن دینار ابو محمد مکی ہیں۔ محمد بن اسحاق نے کہا یہ غزوہ بنی مصطلق تھا۔ کسع کے معنی ہاتھ یا پاؤں سے کسی کی دبر کو تھپکی دینا ہے۔ اس مہاجر کا نام جھجاہ بن قیس تھا جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا گھوڑا چلایا کرتا تھا جبکہ انصاری کا نام سنان بن وبرہ جُہنی ہے جو انصار کا حلیف تھا۔ للانصار میں لام استغاثہ کا ہے۔ یہ لام مفتوح ہوتا ہے۔ یعنی اَغِیْثُوْنِیْ ،، میری فریاد رسی کرو ،، سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یا لَلْاَنْصَار و یَالَلْمُھَاجِرِیْنَ ،، میں استغاثہ کو جاہلیت کی رسم قرار دیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن اُبی رئیس المنافقین کو قتل کرنے کی اجازت طلب کی تو آپ نے یہ فرما کر روک دیا کہ لوگ کہیں گے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھیوں کو قتل کر دیتے ہیں، کیونکہ یہ منافق بظاہر اپنے آپ کو مسلمان اور اصحاب سے ظاہر کرتے ہیں۔ اگر اسے قتل کر دیا تو دُور کے لوگ کہیں گے کہ وہاں اصحاب کو قتل کر دیا جاتا ہے اور یہ لوگوں کے اسلام سے نفرت کا موجب ہو گا اور زبقۂ اسلام میں داخل ہونے سے گریز کریں گے ،،

أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ حَزِنْتُ عَلَى مَنْ أُصِيبَ بِالْحَرَّةِ فَكَتَبَ إِلَيَّ زَيْدُ بْنُ أَرْقَمَ وَبَلَغَهُ شِدَّةُ حُزْنِي يَذْكُرُ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِلْأَنْصَارِ وَلِأَبْنَاءِ الْأَنْصَارِ وَشَكَّ ابْنُ الْفَضْلِ فِي أَبْنَاءِ أَبْنَاءِ الْأَنْصَارِ فَسَأَلَ أَنَسًا بَعْضُ مَنْ كَانَ عِنْدَهُ فَقَالَ هُوَ الَّذِي يَقُولُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَذَا الَّذِي أَوْفَى اللَّهُ لَهُ بِأُذُنِهِ

بَابُ قَوْلِهِ يَقُولُونَ لَئِنْ رَجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ وَلِلَّهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَلَكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَعْلَمُونَ

باب — اللہ تعالیٰ کا ارشاد! یہ وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں جو لوگ رسول اللہ "صلی اللہ علیہ وسلم" کے پاس ہیں اُن پر خرچ نہ کرو! حتیٰ کہ یہ بکھر جائیں اور اللہ ہی کے لئے آسمانوں اور زمینوں کے خزانے ہیں، لیکن منافق نہیں سمجھتے"

۵۸۶۴ — ترجمہ : انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا جو لوگ حرہ کے روز قتل ہو گئے تھے۔ مجھے اُن کا بہت غم تھا مجھے زید بن ارقم نے خط لکھا جبکہ انہیں میرے سخت غمگین ہونے کی خبر پہنچی تھی (وہ مجھے تسلی دے رہے تھے) اُنھوں نے خط میں لکھا کہ انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے اے اللہ انصار اور ان کے بیٹوں کو بخش دے عبداللہ بن فضل نے انصار کے بیٹوں کے بیٹوں میں شک کیا ہے (کہ آپ نے ابناء ابناء انصار فرمایا ہے یا نہیں) انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس جو لوگ بیٹھے ہوئے تھے ان میں سے کسی نے انس سے دریافت کیا کہ زید بن ارقم کون ہے؟ تو انس بن مالک نے کہا یہ وہ ہے جس کی شان میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ وہ شخص ہے جس کی اپنے کان سے سُنی ہوئی خبر کی اللہ تعالیٰ نے تصدیق کی ہے۔

۴۵۸۷ـــ حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيٰنُ قَالَ حَفِظْنَاهُ مِنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُوْلُ كُنَّا فِيْ غَزَاةٍ

۴۵۸۶ـــ شرح : حرّہ" مدینہ منورہ کے ایک طرف مقام ہے جہاں یزید پلید کے لشکروں اور اہلِ مدینہ منورہ میں جنگ ہوئی تھی۔ اس میدان میں جلے ہوئے سیاہ سنگریزے ہیں۔ اس میں اہل مدینہ کے اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے جبکہ اُنھوں نے یزید پلید کی بیعت ختم کر دی تھی۔ یزید نے لشکر بھیج کر مہاجرین و انصار کا قتلِ عام کیا تھا۔ اسماعیلی نے محمد بن فلیح کے طریق سے موسیٰ ابن عقبہ سے یہ اضافہ کیا کہ میں اپنی قوم کے قتلِ عام پر غمگین تھا۔ حرّہ کا واقعہ ترسٹھ ہجری میں ہوا اس کا سبب یہ تھا کہ اہلِ مدینہ منورہ کو جب یہ خبر پہنچی کہ یزید خلافِ شرع امور کا ارتکاب کرتا ہے تو اُنھوں نے اس کی بیعت سے انکار کر دیا۔ انصار نے عبداللہ بن حنظلہ کو اپنا امیر مقرر کیا جبکہ مہاجرین نے عبداللہ بن مطیع عدوی کو اپنا امیر منتخب کیا ناپاک یزید نے مسلم بن عقبہ کو لشکرِ جرار دے کر اُن کے مقابلہ کو بھیجا۔ اُس نے انصار و مہاجرین کو شکست دی اور مدینہ منورہ کی ہر شئ کو مباح جانا حتیٰ کہ تین روز تک یہ فساد برپا رہا اور ایک رات میں ایک ہزار کنواری لڑکیاں حاملہ ہوگئیں۔ عبداللہ بن حنظلہ اس میں شہید ہوگئے اور بے شمار انصار بھی شہید ہوئے۔ اس وقت انس بن مالک بصرہ میں مقیم تھے۔ جب اس واقعہ کی خبر انہیں پہنچی تو ان کو شدید صدمہ ہوا اور ہر وقت غمگین رہنے لگے۔ اس وقت زید بن ارقم کوفہ میں تھے اُنھوں نے انس کو تسلی دینے کے لئے یہ خط لکھا تھا۔ جس کا خلاصہ یہ تھا کہ جو لوگ اللہ کی مغفرت سے سرشار ہوگئے ہوں اُن پر زیادہ غم نہیں کرنا چاہیئے۔ زید بن ارقم کے ذکر سے یہ حدیث باب کے مناسب ہے کیونکہ "اَوْفَى اللّٰهُ بِاُذُنِهٖ" میں منافقین اور اس آیت کے نزول کا سارا واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔

باب ۴ اللہ تعالیٰ کا ارشاد! کہتے ہیں ہم مدینہ پھر کر گئے (اس غزوہ سے لوٹ کر) تو ضرور جو بڑی عزت والا ہے وہ اس میں سے نکال دے گا اسے جو نہایت ذلت والا ہے عزت تو اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں ہی کے لئے ہے مگر منافقوں کو خبر نہیں"

فَكَسَعَ رَجُلٌ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ رَجُلًا مِنَ الْاَنْصَارِ فَقَالَ الْاَنْصَارِيُّ يَا لَلْاَنْصَارِ فَقَالَ الْمُهٰجِرِيُّ يَا لَلْمُهَاجِرِيْنَ فَسَمَّعَهَا اللّٰهُ رَسُوْلَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا هٰذَا فَقَالُوْا كَسَعَ رَجُلٌ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ رَجُلًا مِنَ الْاَنْصَارِ فَقَالَ الْاَنْصَارِيُّ يَا لَلْاَنْصَارِ وَقَالَ الْمُهٰجِرِيُّ يَا لَلْمُهَاجِرِيْنَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعُوْهَا فَاِنَّهَا مُنْتِنَةٌ قَالَ جَابِرٌ وَكَانَتِ الْاَنْصَارُ حِيْنَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكْثَرَ ثُمَّ كَثُرَ الْمُهَاجِرُوْنَ بَعْدُ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اُبَيٍّ اَوَقَدْ فَعَلُوْا وَاللّٰهِ لَئِنْ رَّجَعْنَا اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ دَعْنِيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَضْرِبْ عُنُقَ هٰذَا الْمُنَافِقِ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعْهُ لَا يَتَحَدَّثُ النَّاسُ اَنَّ مُحَمَّدًا يَقْتُلُ اَصْحَابَهٗ

۴۵۸۷ ترجمہ : جابر بن عبداللہ نے کہا ہم ایک غزوہ میں تھے کہ مہاجرین میں سے ایک شخص نے ایک انصاری کی پیٹھ پر ہاتھ مارا تو انصاری نے انصار کو بلانا شروع کیا اور مہاجر نے مہاجرین کو پکار دی اس کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تو فرمایا یہ کیسی پکار ہے لوگوں نے کہا ایک مہاجر نے ایک انصاری کی پیٹھ پر ہاتھ مارا ہے تو انصاری نے انصار کو پکارا ہے جبکہ مہاجر نے مہاجرین کو پکارا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے چھوڑو یہ خبیث بات ہے۔ جابر نے کہا جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف لائے تھے تو انصار زیادہ تھے پھر اس کے بعد مہاجر زیادہ ہوگئے تھے۔ عبداللہ بن اُبی (منافق) نے کہا کیا انہوں نے یہ کیا ہے؟ بخدا! اگر ہم لوٹ کر مدینہ منورہ گئے تو زیادہ عزت والا اس میں سے اسے نکال دے گا جو نہایت ذلت والا ہے۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ! مجھے چھوڑیں میں اسے قتل کرتا ہوں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف لائے تھے تو انصار زیادہ تھے پھر اس کے بعد مہاجر زیادہ ہوگئے تھے۔ عبداللہ ابن اُبی (منافق) نے کہا کیا انہوں نے یہ کیا ہے؟ بخدا! اگر ہم لوٹ کر مدینہ منورہ گئے تو زیادہ عزت والا اس میں سے اسے نکال دے گا جو نہایت ذلت والا ہے۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ! مجھے چھوڑیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سُوْرَۃُ التَّغَابُنِ

وَقَالَ عَلْقَمَۃُ عَنْ عَبْدِ اللہِ وَمَنْ یُّؤْمِنْ بِاللہِ یَھْدِ قَلْبَہٗ ھُوَ الَّذِیْ اِذَا اَصَابَتْہُ مُصِیْبَۃٌ رَضِیَ وَعَرَفَ اَنَّھَا مِنَ اللہِ

میں اسے قتل کرتا ہوں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! لوگ یہ باتیں نہ کریں کہ محمد "صلی اللہ علیہ وسلم" اپنے ساتھیوں کو قتل کر دیتے ہیں۔

۴۵۸۷ — شرح : ایک حکم کے اسباب متعدد ہو سکتے ہیں۔ اسماعیلی نے اس حدیث کے آخر میں روایت کی کہ ابن شہاب نے کہا زید بن ارقم نے ایک منافق کو یہ کہتے ہوئے سنا جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیان کرتے ہیں کہ اگر یہ سچے ہیں تو ہم گدھوں سے زیادہ شریر ہیں۔ یہ واقعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچایا گیا تو منافق نے اپنی بات کا انکار کر دیا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی : یَحْلِفُوْنَ بِاللہِ مَا قَالُوْا، اس میں اللہ تعالیٰ نے زید کی تصدیق فرمائی۔ یہ حدیث مرسل جید ہے۔ امام بخاری نے اس کو ذکر نہیں کیا کیونکہ یہ ان کی شرط پر نہیں۔ ان دونوں قصوں میں دو آیتوں کے نزول سے زید کی تصدیق ہے۔ یہ ممنوع نہیں (فتح الباری)

سُوْرَۂ تغابن

ابو العباس نے کہا یہ سورت بلا خلاف مدنی ہے۔ مقاتل نے کہا یہ مدنی ہے۔ اس میں بعض آیات مکیہ ہیں۔ تغابن غبن سے بمعنی نقصان ہے۔ یہ قیامت کا ایک نام ہے، کیونکہ قیامت میں مظلوم ظالم سے غبن کرے گا اور اپنا نقصان کرے گا۔ بعض نے کہا اس دن کافر تجارت میں غبن کئے جائیں گے جس کی اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں خبر دی ہے۔ اِنَّھُمُ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَۃَ بِالْھُدٰی، اس کی اٹھارہ آیات ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قولہ یَوْمُ التَّغَابُنِ" سے اس آیت کریمہ : یَوْمَ یَجْمَعُکُمْ لِیَوْمِ الْجَمْعِ ذٰلِکَ یَوْمُ التَّغَابُنِ کی طرف اشارہ کیا قتادہ سے روایت ہے کہ جنتی دوزخیوں سے غبن کریں گے یعنی جنتیوں نے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سُوْرَۃُ الطَّلَاقِ

وَقَالَ مُجَاهِدٌ وَبَالَ أَمْرِهَا جَزَاءَ أَمْرِهَا

اسلام پر بیعت کی انہیں نفع ہوا جبکہ تم اس سے باز رہے وہ خسارے اور نقصان میں رہے۔ آیت کے معنی یہ ہیں: جس دن تمہیں اکٹھا کرے گا سب کے جمع ہونے کا دن کافروں کی محرومی ظاہر ہونے کا دن ہے علقمہ نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے کہا جو کوئی اللہ پر ایمان لاتا ہے اللہ اس کے دل کو ہدایت دیتا ہے۔ یہ وہ شخص ہے جس کو مصیبت پہنچے تو وہ راضی ہو اور یہ جانے کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے اور اس کو بخوشی تسلیم کرے محی الدین رحمہ اللہ تعالیٰ نے فتوح الغیب میں ذکر کیا یہد قلبہ کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ اسے یقین کی توفیق دیتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ یقین کرتا ہے کہ جو مصیبت اس کو پہنچنے والی ہو وہ ہرگز خطا نہیں جا سکتی اور جو خطا ہو جانے والی ہو وہ اس پر آ نہیں سکتی۔ یہ مقامِ تسلیم ہے قلبِ سلیم کے معنی بھی یہی ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سُورۂ طلاق

مقاتل نے کہا: یہ سورۂ نساء صغریٰ ہے۔ سورۂ دہر کے بعد اور لم یکن سے پہلے نازل ہوئی یہ بلا اختلاف مدنی ہے اس کی بارہ آیات ہیں۔

قولہ وَبَالَ أَمْرِهَا ۔ سے اس آیت کریمہ: فَذَاقَتْ وَبَالَ أَمْرِهَا وَكَانَ عَاقِبَةُ أَمْرِهَا خُسْرًا ،، کی طرف اشارہ کیا مجاہد نے اس کی تفسیر: جَزَاءَ أَمْرِهَا ،، سے کی وبال بمعنی جزاء ہے آیت کے معنی یہ ہیں۔ تو انہوں نے اپنے کئے کی جزا چکھی اور ان کے کام کا انجام گھاٹا ہوا۔

قولہ إِنِ ارْتَبْتُمْ الآیۃ سے اس آیت کریمہ: وَاللَّائِي يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيضِ مِنْ نِسَائِكُمْ إِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَاثَةُ أَشْهُرٍ الآیۃ،، اور إِنِ ارْتَبْتُمْ ،، کی تفسیر ,, إِنْ لَمْ تَعْلَمُوا ،، سے کی یعنی تمہاری عورتوں میں جنہیں حیض کی امید نہ رہی بوڑھی ہو جانے کی وجہ سے وہ حیض سے

۴۵۸۸ ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي سَالِمٌ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ وَهِيَ حَائِضٌ فَذَكَرَ عُمَرُ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَغَيَّظَ فِيهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ لِيُرَاجِعْهَا ثُمَّ يُمْسِكْهَا حَتَّى تَطْهُرَ ثُمَّ تَحِيضَ فَتَطْهُرَ فَإِنْ بَدَا لَهُ أَنْ يُطَلِّقَهَا فَلْيُطَلِّقْهَا طَاهِرًا قَبْلَ أَنْ يَمَسَّهَا فَتِلْكَ الْعِدَّةُ كَمَا أَمَرَهُ اللَّهُ

مایوس ہوگئی اور سن یاس کو پہنچیں) اگر تمہیں ان کے حیض کا علم نہ ہو تو اُن کی عدت تین ماہ ہے اور جنہیں ابھی حیض نہیں آیا ان کی عدت بھی تین ماہ ہے اور حمل والیوں کی میعاد یہ ہے کہ وہ اپنا حمل جَنُن پس جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کے کام میں آسانی فرما دے گا۔

۴۵۸۸ ـ ترجمہ : ابن شہاب نے کہا مجھے سالم نے خبر دی کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اُن سے بیان کیا کہ اُنہوں نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی ہے حالانکہ وہ حیض کی حالت میں تھی۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے یہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا آپ غصہ سے بھر گئے پھر فرمایا اسے چاہیئے کہ اپنی بیوی سے رجوع کر لے پھر اسے اپنے پاس روکے رکھے حتیٰ کہ وہ حیض سے پاک ہو جائے۔ پھر اسے حیض آئے اور پھر حیض سے پاک ہو جائے پھر اگر طلاق دینا چاہے تو طلاق دے اور اس سے جماع کیئے بغیر طلاق دے۔ اس قسم کی طلاق کی یہ عدت ہے۔ جیسا کہ اللہ نے اس کو حکم فرمایا ہے (فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ)

۴۵۸۸ ـ شرح : عبداللہ بن عمر کے حیض میں طلاق دینے اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ عرض کرنے سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حیض کے ایام میں طلاق دینے اور اس کی قباحت کا انہیں علم نہ تھا۔ اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے غصہ میں آنا اس بنا پر تھا کہ اُن سے اس ضروری علم سے تقصیر ہوئی تھی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں جہل عُذر نہیں۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا غُصہ فرمانا اس لیے تھا کہ حیض کی حالت میں طلاق دینا بدعت ہے۔ علامہ کرمانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا طہارت عورت کی وصف خاص نہیں حتیٰ کہ تاء تانیث کی ضرورت نہ ہو جیسے حائض حیض عورت کی وصفِ خاص ہے اس لیئے اس پر تاء تانیث نہیں تو طاہر کو مذکر لانے کا کیا سبب ہے طاہر تو مرد بھی ہوتے ہیں۔ یہ عورت کی

وصف خاص نہیں اس کا جواب یہ ہے کہ حیض سے طاہر ہونا عورت کی وصف خاص ہے۔
قولہ فَتِلْكَ الْعِدَّةُ الخ یعنی جن عدت کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ جب تم عورتوں کو طلاق دو تو ان کی عدت کے وقت یہ انہیں طلاق دو۔ "لِعِدَّتِهِنَّ" میں لام بمعنی وقت ہے۔ اس حدیث کو صحاح ستہ کے سب ائمہ کرام نے ذکر کیا ہے۔ اس حدیث سے چند مسائل مستنبط کئے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ طلاق سُنت یہ ہے کہ طُہر میں ہو پھر اس میں فقہا میں اختلاف رونما پایا جاتا ہے۔
امام مالک رضی اللہ عنہ نے کہا طلاق سنت یہ ہے کہ شوہر اپنی بیوی کو طہر کی حالت میں جماع کئے بغیر ایک طلاق دے پھر اس کے قریب نہ جائے حتیٰ کہ جب تیسرے حیض کے خون کی ابتداء ہوگی تو عدت ختم ہو جاتی ہے گی۔
امام اوزاعی اور لیث بھی امام مالک سے اتفاق کرتے ہیں۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا یہ طلاق احسن ہے۔ مرغینانی نے کہا ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے اصحاب کے نزدیک طلاق کی تین قسمیں ہیں۔ حسن، احسن اور بدعی۔ حسن طلاق جسے طلاق سنت کہتے ہیں۔ یہ ہے کہ مدخول بہا بیوی کو تین اطہار میں تین طلاقیں ہر طہر میں ایک طلاق جماع کئے بغیر دے۔ احسن طلاق یہ ہے کہ ایک طہر میں جماع کئے بغیر صرف ایک طلاق دے اور اس کے قریب نہ جائے حتیٰ کہ عدت پوری ہو جائے۔ بدعی طلاق یہ ہے کہ بیک کلمہ تین طلاقیں دے یا ایک طہر میں متفرق تین طلاقیں دے اس طرح طلاق واقع ہو جاتی ہے لیکن گنہگار ہوگا۔ احناف حیض میں طلاق دینے کو بھی بدعی کہتے ہیں۔ یہ طلاق دینا گناہ ہے۔ بایں ہمہ طلاق واقع ہو جاتی ہے اور اس سے رجوع کرنا ضروری ہے لیکن رجوع پہ جبر نہیں کیا جائے اگر رجوع نہ کیا اور عدت پوری ہو گئی تو طلاق تمام ہوگی۔ اس طلاق میں رجوع کرنے کی صورت بیوی کی رضا ضروری نہیں۔ رجوع کلام سے ہو سکتا ہے اور فعل سے بھی جیسے مطلقہ رجعیہ کا بوسہ لے لیا یا اس سے جماع کر لیا احناف کے مسلک میں اگر مطلقہ بیوی سے عدت میں جماع کرنے پر قادر نہ ہو تو قول سے رجوع کر سکتا ہے۔ اگر قصد کے بغیر عورت کا بوسہ لے لیا رجوع ثابت ہو جائے گا۔ رجعت بالفعل کے امام شافعی قائل نہیں
امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا جس نے اپنی حائض بیوی کو طلاق دی وہ گناہ گار ہے اس کو رجوع کر لینا چاہئیے اگر نہ کیا حتیٰ کہ عدت پوری ہو گئی تو طلاق کے باعث بائنہ ہو جائے گی۔ امام رحمہ اللہ کے نزدیک حائضہ عورت کو طلاق دی تو رجوع کرنا واجب ہے۔ اسی طرح جب عورت نفاس میں ہو اور طلاق دی گئی تو شوہر کو رجوع کرنے پہ مجبور کیا جائے۔ امام ابو حنیفہ، امام شافعی، اوزاعی اور امام احمد رحمہ اللہ کہتے ہیں رجوع کے لئے کہا جائے اور مجبور نہ کیا جائے وہ حدیث شریف میں ابن عمر کو رجوع کا امر ندب پہ محمول کرتے ہیں۔ تاکہ طلاق سنت کے مطابق واقع ہو۔ لیکن اس صورت میں اگر عدت پوری ہو گئی تو بالاتفاق اسے رجعت پر مجبور کیا جائے گا (عینی)

بَابٌ وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ وَاحِدُهَا ذَاتُ حَمْلٍ ۴۵۸۹ـ حَدَّثَنَا سَعْدُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيٰى قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبُوْسَلَمَةَ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ وَاَبُوْهُرَيْرَةَ جَالِسٌ عِنْدَهٗ فَقَالَ اَفْتِنِيْ فِي امْرَاَةٍ وَلَدَتْ بَعْدَ زَوْجِهَا بِاَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اٰخِرُ الْاَجَلَيْنِ قُلْتُ اَنَا وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ قَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ اَنَا مَعَ ابْنِ اَخِيْ يَعْنِيْ اَبَا سَلَمَةَ فَاَرْسَلَ ابْنُ عَبَّاسٍ غُلَامَهٗ كُرَيْبًا اِلٰى اُمِّ سَلَمَةَ يَسْاَلُهَا فَقَالَتْ قُتِلَ زَوْجُ سُبَيْعَةَ الْاَسْلَمِيَّةِ وَهِيَ حُبْلٰى فَوَضَعَتْ بَعْدَ مَوْتِهٖ بِاَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد! اور حمل والیوں کی میعاد یہ ہے کہ وہ اپنا حمل جن لیں" اور جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کے کام میں آسانی فرما دیگا

اولات الاحمال جمع ہے اس کا واحد ذاتِ حمل ہے "حمل والی" یہ حکم مطلقہ اور جس کا شوہر فوت مرگیا ہو سب کو شامل ہے۔ لہٰذا حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل ہے خواہ وہ عدت طلاق کی ہو یا وفات کی " عبداللہ بن مسعود، ابن عمر، ابوہریرہ اور فقہا کا یہی مسلک ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ حاملہ عورت کی عدت رہ ہے جو وضع حمل اور عدتِ وفات میں سے دُور تر ہو۔

۴۵۸۹ـ ترجمہ: ابوسلمہ نے کہا ایک آدمی ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آیا جبکہ ابوہریرہ اُن کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ اُس نے ابن عباس

فَخَطَبَتْ فَانْكَحَهَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ اَبُوْ السَّنَابِلِ فِيْمَنْ خَطَبَهَا وَقَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ وَاَبُوْ النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ مُحَمَّدٍ قَالَ كُنْتُ فِيْ حَلْقَةٍ فِيْهَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِيْ لَيْلٰى وَكَانَ اَصْحَابُهُ يُعَظِّمُوْنَهُ فَذَكَرَ اٰخِرَ الْاَجَلَيْنِ فَحَدَّثْتُ بِحَدِيْثِ سُبَيْعَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ قَالَ فَضَمَّنَ لِيْ بَعْضُ اَصْحَابِهٖ قَالَ مُحَمَّدٌ فَفَطِنْتُ لَهٗ فَقُلْتُ اِنِّيْ اِذًا لَجَرِيْءٌ اِنْ كَذَبْتُ عَلٰى عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ وَهُوَ فِيْ نَاحِيَةِ الْكُوْفَةِ فَاسْتَحْيٰى وَقَالَ لٰكِنَّ عَمَّهٗ لَمْ يَقُلْ ذٰلِكَ فَلَقِيْتُ اَبَا عَطِيَّةَ مَالِكَ بْنَ عَامِرٍ فَسَأَلْتُهٗ فَذَهَبَ يُحَدِّثُنِيْ حَدِيْثَ سُبَيْعَةَ فَقُلْتُ هَلْ سَمِعْتَ عَنْ عَبْدِ اللهِ فِيْهَا شَيْئًا فَقَالَ كُنَّا عِنْدَ عَبْدِ اللهِ فَقَالَ اَتَجْعَلُوْنَ عَلَيْهَا التَّغْلِيْظَ وَلَا تَجْعَلُوْنَ عَلَيْهَا الرُّخْصَةَ لَنَزَلَتْ سُوْرَةُ النِّسَاءِ الْقُصْرٰى بَعْدَ الطُّوْلٰى وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ــــــ

سے کہا آپ مجھے اس عورت کے بارے میں فتویٰ دیں جو اپنے شوہر کی وفات کے چالیس روز بعد وضع حمل کرے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اس کی عدت دونوں عدتوں میں سے دُور تر عدت ہے (وفات سے اگر چار ماہ دس دن آخری ہیں تو یہ عدت ہے ورنہ وضع حمل عدت ہے) ابوسلمہ کہتے ہیں میں نے کہا حاملہ عورتوں کی عدت یہ ہے کہ وہ حمل وضع کریں۔ ابوہریرہ نے کہا میں اپنے بھتیجے یعنی ابوسلمہ کے ساتھ ہوں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنے غلام کُریب کو ام المؤمنین ام سلمہ کے پاس بھیجا کہ اُن سے دریافت کریں۔ اُنھوں نے فرمایا سُبَیعہ اسلمیہ کا شوہر قتل ہوگیا جبکہ وہ حاملہ تھی۔ اُس نے شوہر کی موت کے چالیس روز بعد وضع حمل کیا تو اس کے پاس نکاح کا پیغام بھیجا گیا تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے اس کا نکاح کر دیا۔ ابوالسنابل اُن لوگوں میں سے تھا جنھوں نے اسے نکاح کا پیغام بھیجا تھا۔ سلیمان بن حرب ابوالنعمان نے کہا ہم سے حماد بن زید نے ایوب کے ذریعہ محمد بن سیرین سے بیان کیا کہ محمد بن سیرین نے کہا میں ایک جماعت میں تھا جس میں عبدالرحمن

ابن ابی لیلیٰ تھے۔ ان کے ساتھی ان کی بہت تعظیم کرتے تھے۔ اُنھوں نے حاملہ مُتَوَفّٰی عَنْهَا زَوْجُهَا ، کی عدت
بہر دو اجل سے آخری ذکر کی میں نے اُن سے سُبَیعہ بنت حارث کی حدیث ذکر کی جو مجھے عبداللہ بن عتبہ کے ذریعہ
پہنچی تھی۔ ابن سیرین نے کہا مجھے اُن کے بعض ساتھیوں نے خاموش کر دیا۔ محمد بن سیرین نے کہا میں سمجھ گیا کہ
عبدالرحمن کی مخالفت پر مجھ پر عیب لگایا ہے۔ میں نے کہا اگر میں نے عبداللہ بن عتبہ پر جھوٹ بولا ہے تو میں نے جھوٹ
بولنے میں بہت بڑی جرأت کی ہے، حالانکہ وہ کوفہ کے کنارے میں رہ رہے ہیں (زندہ ہیں) پس عبدالرحمن کے بعض
ساتھی شرمندہ ہوگئے اور کہا لیکن عبداللہ بن عتبہ کے چچا نے یہ نہیں کہا۔ میں ابو عطیہ مالک بن عامر سے ملا اور
اس سے پوچھا تو اُنھوں نے مجھ سے سبیعہ اسلمیہ کی حدیث بیان کرنی شروع کی۔ میں نے کہا کیا تم نے عبداللہ بن مسعود
سے اس کے بارے میں کچھ سُنا ہے؟ اُنھوں نے کہا ہم عبداللہ بن مسعود کے پاس تھے تو اُنھوں نے کہا کیا تم اس
(عورت) پر سختی کرتے ہو اس پر آسانی نہیں کرتے ہو؟ تو سورۂ نساء قصریٰ نساء طولیٰ کے بعد نازل ہوئی
(وہ یہ کہ) حاملہ عورتوں کی عدت یہ ہے کہ وہ وضع حمل کریں۔

۴۵۸۹ — شرح: جس عورت کا شوہر فوت ہو جائے اور وہ حاملہ ہو تو اس کی عدت وضع حمل ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر شوہر کو
غسل دیا جاتا ہو اور اس کی بیوی حمل وضع کر دے تو عدتِ وفات ختم ہوگئی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما
مُتَوَفّٰی عَنْهَا زَوْجُهَا ، کی عدت اَبْعَدُ الْاَجَلَیْنِ ، فرماتے ہیں۔ یعنی شوہر فوت ہونے کے وقت سے چار ماہ دس دن
وضع حمل کی مدت سے زیادہ ہے تو اس کی عدت چار ماہ دس دن ہے اور اگر وضع حمل چار ماہ دس دن کے
بعد ہوگا تو اس کی عدت وضع حمل ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا جو چاہے میں اس سے
مباہلہ کرنے کو تیار ہوں کہ سورۂ نساء قصریٰ جس میں عدتِ وفات وضع حمل ہے۔ وہ سورۂ نساء طولیٰ کے
بعد نازل ہوئی جس میں عدتِ وفات چار ماہ دس دن ہے۔ پس سورۂ طلاق کی آیت اُولَاتُ الْاَحْمَالِ نے
اتنی مقدار کو سورۂ نساء کی آیت سے منسوخ کر دیا اور چار ماہ دس دن عدت ان عورتوں کی ہے جن کے شوہر
فوت ہو جائیں اور وہ حاملہ نہ ہوں۔ سُبَیعہ بنت حارث اسلمیہ کی حدیث اس کی تائید کرتی ہے کہ عدتِ وفات
وضع حمل ہے۔ یہ پہلی عورت ہے جو صلح حدیبیہ کے بعد مسلمان ہوئی تھی۔ ان کے شوہر سعد بن خولہ تھے جو مکہ مکرمہ
میں فوت ہوگئے تھے اور بدر میں حاضر تھے۔ اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ جنائز کی حدیث میں ہے کہ سعد بن خولہ
مکہ مکرمہ میں فوت ہوئے اور بدر کے واقعہ میں ہے کہ وہ وفات پا گئے اور یہاں یہ کہا کہ وہ قتل ہوگئے تھے۔
اس کا جواب یہ ہے کہ مشہور یہی ہے کہ وہ مکہ میں فوت ہوئے تھے قتل نہیں ہوئے تھے۔ ام المؤمنین ام سلمہ
رضی اللہ عنہا نے اپنے گمان سے قتل ذکر کیا ہے۔ کرمانی نے ذکر کیا ہے کہ ابو السنابل کا نام عمرو بن بعکک ہے جبکہ
علامہ عینی نے لبید بھی ذکر کیا ہے۔ بعض نے عبداللہ بعض نے اصرم کہا ہے۔ واللہ اعلم!
روایت ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مذکورہ روایت کی سماعت کے بعد

سُوْرَةُ الْمُتَحَرِّمِ

بَابُ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ

بَابُ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

عدّت وفات آخر الاجلین سے رجوع کر لیا تھا۔ اور وضع حمل کے قائل ہو گئے تھے۔ فقہاءِ امصار کا یہی مسلک ہے واللہ تعالیٰ! ورسولہ الاعلیٰ اعلم!

سُورۂ تحریم

سخاوی نے کہا یہ سورت حجرات کے بعد اور سورۂ جمعہ سے پہلے نازل ہوئی۔ یہ بلاخلاف مدنی ہے۔ اس کی بارہ ۱۲ آیات ہیں۔ اس سورت کا نام سورۂ مُتحرم بھی ہے۔ ابوذر کی روایت میں اس کا نام "لِمَ تُحَرِّمُ" ہے اس سورت کے نزول کے سبب مختلف ہیں۔ بعض نے کہا تحریم ماریہ میں نازل ہوئی جبکہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز ام المومنین عائشہ یا حفصہ کی باری میں ماریہ کے پاس تشریف لے گئے اور اُن سے خلوت فرمائی۔ جب باری اور نوبت والی ام المؤمنین کو معلوم ہُوا تو انھوں نے آزردگی ظاہر کی تو سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ماریہ کو اپنے لئے حرام کر دیا۔ خطابی نے اکثر مفسّرین سے ماریہ کا واقعہ ذکر کیا اور کہا یہ صحیح ہے نسائی نے بھی یہ روایت کی ہے اور حاکم نے اس کی تصحیح کرتے ہوئے کہا کہ یہ حدیث مسلم کی شرط پر ہے۔ داؤدی نے کہا اس روایت کے اسناد میں نظر ہے۔ صحیح یہ ہے کہ یہ واقعہ شہد کو حرام کرنے کے بارے میں ہے۔ امام نسائی نے کہا ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث شہد کے بارے میں بہت جید ہے۔ اور ماریہ کی حدیث اور اس کی تحریم جید طرق سے منقول نہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد! اے نبی تم اپنے اُوپر کیوں حرام کئے لیتے ہو وہ چیز جو اللہ نے تمہارے لئے حلال کی اپنی بیبیوں

۴۵۹۰ ـــ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيَى عَنِ ابْنِ حَكِيمٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ فِي الْحَرَامِ يُكَفِّرُ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

کی مرضی چاہتے ہو اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے "

اس کا شانِ نزول یہ ہے کہ سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم ام المؤمنین زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے محل میں رونق افروز ہوتے تو وہ شہد پیش کرتیں۔ اس ذریعہ سے ان کے یہاں کچھ زیادہ دیر تشریف فرما رہتے۔ یہ بات ام المؤمنین عائشہ اور حفصہ رضی اللہ عنہا کو ناگواری گزری اور انہیں رشک ہوا۔ انھوں نے باہم مشورہ کیا کہ جب حضور تشریف فرما ہوں تو عرض کیا جائے کہ دہن مبارک سے مغافیر کی بُو آتی ہے اور مغافیر کی بُو حضور کو ناپسند تھی۔ چنانچہ ایسا کیا گیا حضور کو اُن کا منشا معلوم تھا فرمایا مغافیر تو میرے قریب نہیں ہے۔ زینب کے یہاں شہد میں نے پیا ہے۔ اس کو میں اپنے اُوپر حرام کرتا ہوں۔ مقصود یہ کہ حضرت زینب کے یہاں شہد کا شغل ہونے سے تمہاری دل شکنی ہوتی ہے تو ہم شہد ہی ترک فرما دیتے ہیں۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

۴۵۹۰ ـــ ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا حلال کو حرام کرنے میں کفارہ دے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اچھی اقتداء ہے۔

۴۵۹۰ ـــ شرح: یعنی جس وقت کوئی شخص کہے کہ یہ چیز میرے لئے حرام ہے یا کہے تو مجھ پر حرام ہے۔ اس پر کفارہ یمین ہے۔ اس صورت میں فقہاء کرام میں اختلاف رائے پایا جاتا ہے کہ طلاق واقع ہوگی یا نہ اس میں چار اقوال ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے تم بھی کرو ابن عباس کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کا کفارہ دیا تھا، چنانچہ آیت کریمہ سے بھی یہی واضح ہوتا ہے۔ ارشاد ہے: قَدْ فَرَضَ اللهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ " اللہ نے تم پر قسم حلال کرنا فرض کیا ہے۔ پس حلال کی تحریم میں کفارہ واجب ہے۔ اگر کسی نے بیوی سے کہا تو مجھ پر حرام ہے۔ اگر یہ طلاق کی نیت سے کہا تو بائنہ طلاق واقع ہوگی۔ اگر اس میں تین کی نیت کی تو تین طلاقیں واقع ہوں گی اور اگر دو طلاقوں کی نیت کی تو ایک ہی واقع ہوگی

۴۵۹۱ — حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى قَالَ اَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُوْسُفَ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَشْرَبُ عَسَلًا عِنْدَ زَيْنَبَ ابْنَةِ جَحْشٍ وَيَمْكُثُ عِنْدَهَا فَوَاطَيْتُ اَنَا وَحَفْصَةُ عَنْ اَيَّتُنَا دَخَلَ عَلَيْهَا فَلْتَقُلْ لَهٗ اَكَلْتَ مَغَافِيْرَ اِنِّيْ اَجِدُ مِنْكَ رِيْحَ مَغَافِيْرَ قَالَ لَا وَلٰكِنِّيْ كُنْتُ اَشْرَبُ عَسَلًا عِنْدَ زَيْنَبَ ابْنَةِ جَحْشٍ فَلَنْ اَعُوْدَ لَهٗ وَقَدْ حَلَفْتُ لَا تُخْبِرِيْ بِذٰلِكَ اَحَدًا

اور اگر کچھ نیت نہ کی تو یہ قسم ہے اور قسم کا کفارہ دے گا۔ امام ابوحنیفہ، ابویوسف اور محمد رحمہم اللہ کا یہی مذہب ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم!

۴۵۹۱ — ترجمہ: ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زینب بنت جحش کے پاس شہد پیا کرتے تھے پھر وہیں آرام فرماتے تھے ایک دفعہ میں اور حفصہ نے باہم مشورہ کیا کہ ہم میں سے جس کے پاس آپ تشریف لے جائیں وہ عرض کرے آپ نے مغافیر کھایا ہے؟ مجھے آپ سے مغافیر کی بو آتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے مغافیر نہیں کھایا، لیکن میں زینب بنت جحش کے پاس شہد پیا کرتا ہوں تو اب نہیں پیوں گا اس کی میں قسم کھاتا ہوں۔ کسی کو یہ خبر نہ کرنا۔

۴۵۹۱ — شرح: زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا ام المومنین ہیں۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ان سے نکاح آسمانوں پر ہوا تھا۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "زَوَّجْنٰكَهَا"، ہم نے تمہارا نکاح زینب سے کر دیا۔ اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ ام المومنین عائشہ اور حفصہ رضی اللہ عنہما نے ایسا مشورہ کیوں کیا جس میں جھوٹ اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت ہوتی ہو۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ام المومنین عائشہ صغیرہ تھیں اور انہوں نے ایذا کے ارادہ سے یہ نہ کیا تھا بلکہ غیرت کے باعث کیا جو سوکنوں کی جبلت میں داخل ہے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم جس بی بی کے گھر میں شہد نوش فرماتے تھے وہ ام المومنین زینب ہیں رضی اللہ عنہا، جیسا کہ اس حدیث میں ہے اور جنہوں نے مشورہ کیا تھا کہ آپ نے مغافیر کھایا ہے وہ ام المومنین عائشہ اور حفصہ ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں شہد پیا تھا۔ اور جنہوں نے مشورہ کیا تھا وہ امہات المومنین عائشہ، سودہ اور صفیہ

بَابُ تَبْتَغِيْ بِذٰلِكَ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ

بَابُ قَوْلِهٖ قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ وَاللّٰهُ مَوْلَاكُمْ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ

۴۵۵۲۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ يَحْيٰى عَنْ عُبَيْدِ بْنِ حُنَيْنٍ اَنَّهٗ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ يُحَدِّثُ اَنَّهٗ قَالَ مَكَثْتُ سَنَةً اُرِيْدُ اَنْ اَسْاَلَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ عَنْ اٰيَةٍ فَمَا اَسْتَطِيْعُ اَنْ اَسْاَلَهٗ هَيْبَةً لَّهٗ حَتّٰى خَرَجَ حَاجًّا فَخَرَجْتُ

تھیں ''رضی اللہ عنہن'' عبد بن حمید کی تفسیر میں ہے کہ ام المؤمنین سودہ کے گھر شہد پیا تھا ان کی قریبی رشتہ داروں نے یمن سے شہد نذرانہ بھیجا تھا اور مشورہ کرنے والی ام المؤمنین عائشہ اور حفصہ تھیں رضی اللہ عنہا۔ بخاری کی روایت سے واضح ہے کہ وہ ام المؤمنین زینب تھیں رضی اللہ عنہا؛ کیونکہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے دو گروہ تھے ایک گروہ امہات المؤمنین عائشہ، سودہ، حفصہ اور صفیہ رضی اللہ عنہن پر مشتمل تھا جبکہ دوسرے گروہ میں امہات المؤمنین زینب، ام سلمہ اور باقی بیبیاں داخل تھیں ''رضی اللہ عنہن''، مغافیر مغفور کی جمع ہے اور وہ میٹھی گوند ہے جو درخت سے خود بخود بہہ نکلتی ہے شیخ دہلوی نے کہا مغفور در صمغی است شیرین کہ بُوئے خوش ندارد ''عینی نے ذکر کیا مغفور گوند ہے جو درخت سے نکل کر وہیں جم جاتی ہے اس کی کریہہ بُو ہوتی ہے۔ اس کو عُرفط کہتے ہیں۔ عرفط کڑوی جڑی بوٹی ہے۔ جس کے پتے چوڑے ہوتے ہیں اور زمین پر بکھری ہوتی ہے۔ اس میں چھوٹے چھوٹے کانٹے ہوتے ہیں اور روئی کی طرح سفید پھل قمیص کے بٹن کی طرح ہوتا ہے اس کی بُو مکروہ ہوتی ہے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مغافیر کھانے کی تردید فرما دی اور قسم کھا کر فرمایا کہ آئندہ شہد نہیں پئیں گے کیونکہ آپ جانتے تھے کہ اس تحریک میں غیرت شامل ہے؛ چونکہ ام المؤمنین حفصہ رضی اللہ عنہا نے ہی کہا تھا کہ آپ نے مغافیر کھایا ہے اس لئے اُن سے فرمایا کہ میری قسم کی خبر عائشہ اور دیگر بیبیوں کو نہ دینا۔

علامہ خطابی نے کہا اکثر مفسرین نے اس آیت کریمہ کو ماریہ قبطیہ پر محمول کیا ہے جبکہ اس کو اپنی ذات پر حرام فرمایا تھا اور ام المؤمنین حفصہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ یہ بھید عائشہ کو نہ بتانا ام المؤمنین

مَعَهٗ فَلَمَّا رَجَعْتُ وَكُنَّا بِبَعْضِ الطَّرِيْقِ عَدَلَ إِلَى الْأَرَاكِ لِحَاجَةٍ لَّهٗ
قَالَ فَوَقَفْتُ لَهٗ حَتّٰى فَرَغَ ثُمَّ سِرْتُ مَعَهٗ فَقُلْتُ يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ
مَنِ اللَّتَانِ تَظَاهَرَتَا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَزْوَاجِهٖ
فَقَالَ تَانِكَ حَفْصَةُ وَعَائِشَةُ قَالَ فَقُلْتُ وَاللّٰهِ إِنِّيْ كُنْتُ لَأُرِيْدُ أَنْ
أَسْأَلَكَ عَنْ هٰذَا مُنْذُ سَنَةٍ فَمَا أَسْتَطِيْعُ هَيْبَةً لَّكَ قَالَ فَلَا تَفْعَلْ
مَا ظَنَنْتَ أَنَّ عِنْدِيْ مِنْ عِلْمٍ فَسَلْنِيْ فَإِنْ كَانَ لِيْ عِلْمٌ خَبَّرْتُكَ بِهٖ
قَالَ ثُمَّ قَالَ عُمَرُ وَاللّٰهِ إِنْ كُنَّا فِي الْجَاهِلِيَّةِ مَا نَعُدُّ لِلنِّسَآءِ أَمْرًا
حَتّٰى أَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِنَّ مَا أَنْزَلَ وَقَسَمَ لَهُنَّ مَا قَسَمَ قَالَ فَبَيْنَا أَنَا فِيْ
أَمْرٍ أَتَأَمَّرُهٗ إِذْ قَالَتِ امْرَأَتِيْ لَوْ صَنَعْتَ كَذَا وَكَذَا قَالَ فَقُلْتُ لَهَا

ام المؤمنین حفصہ رضی اللہ عنہا نے یہ راز پوشیدہ نہ رکھا اور ام المؤمنین عائشہ سے ذکر کر دیا۔ اس وقت
یہ آیت کریمہ نازل ہوئی : وَإِذْ أَسَرَّ النَّبِيُّ إِلٰى بَعْضِ أَزْوَاجِهٖ

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد! تم اپنی بیبیوں کی رضاء چاہتے ہو اور اللہ نے تمہارے لئے قسموں کا کفارہ مقرر کر دیا ہے

۴۵۹۲ — ترجمہ : عُبید بن حُنین سے روایت ہے کہ اُنھوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما
کو یہ بیان کرتے ہوئے سُنا کہ میں نے ایک سال دیر کی (انتظار کیا) میرا ارادہ یہ تھا کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ
سے ایک آیت کا معنی پوچھوں۔ اُن کی ہیبت کے باعث میں اُن سے نہ پوچھ سکا حتیٰ کہ وہ حج کے لئے باہر نکلے
تو میں بھی اُن کے ساتھ نکلا۔ جب میں واپس ہوا ہم راستہ میں تھے تو عمر فاروق قضائے حاجت کے لئے پیلو کے
درخت کی طرف گئے۔ ابن عباس نے کہا میں اُن کے انتظار میں کھڑا رہا حتیٰ کہ وہ قضائے حاجت سے فارغ

مَالَكِ وَلِمَا هٰهُنَا فِيمَا تَكَلُّفُكِ فِي اَمْرٍ اُرِيْدُهٗ فَقَالَتْ لِي عَجَبًا لَكَ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ
مَا تُرِيْدُ اَنْ تُرَاجَعَ اَنْتَ وَاَنَّ ابْنَتَكَ لَتُرَاجِعُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
حَتّٰى يَظَلَّ يَوْمَهٗ غَضْبَانًا فَقَامَ عُمَرُ فَاَخَذَ رِدَاءَهٗ مَكَانَهٗ حَتّٰى دَخَلَ عَلٰى
حَفْصَةَ فَقَالَ لَهَا يَا بُنَيَّةُ اِنَّكِ لَتُرَاجِعِيْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
حَتّٰى يَظَلَّ يَوْمَهٗ غَضْبَانَ فَقَالَتْ حَفْصَةُ وَاللّٰهِ اِنَّا لَنُرَاجِعُهٗ فَقُلْتُ
تَعْلَمِيْنَ عَنِّيْ اُحَذِّرُكِ عُقُوْبَةَ اللّٰهِ وَغَضَبَ رَسُوْلِ اللّٰهِ يَا بُنَيَّةُ
لَا تَغُرَّنَّكِ هٰذِهِ الَّتِيْ اَعْجَبَهَا حُسْنُهَا حُبُّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
اِيَّاهَا يُرِيْدُ عَائِشَةَ قَالَ ثُمَّ خَرَجْتُ حَتّٰى دَخَلْتُ عَلٰى اُمِّ سَلَمَةَ لِقَرَابَتِي

ہو گئے۔ پھر میں ان کے ساتھ چلتا رہا ہے۔ میں نے کہا یا امیر المؤمنین سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی بیبیوں میں سے کونسی دو بیبیاں ہیں جنہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر غلبہ کیا تھا۔ انھوں نے کہا وہ حفصہ اور عائشہ ہیں۔ ابن عباس نے کہا میں نے عمر فاروق سے کہا بخدا! میں ایک سال سے پوچھنے کا ارادہ کر رہا تھا۔ آپ کی ہیبت اور رعب کے باعث نہ پوچھ سکا۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا ایسا مت کیا کرو جس علم کا تمہیں خیال ہو کر میں وہ جانتا ہوں تو مجھ سے پوچھ لیا کرو۔ اگر مجھے اس کا علم ہوگا تو تمہیں ضرور خبر دوں گا۔ ابن عباس نے کہا پھر عمر فاروق نے کہا ہم جاہلیت کے زمانہ میں عورتوں کا کچھ حق نہ سمجھتے تھے حتی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں نازل فرمایا جو بھی نازل فرمایا اور ان کے لئے تقسیم کر دیا جو بھی کر دیا (میراث) عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا ایک دفعہ میں ایک کام کی فکر اور سوچ میں تھا (سوچ رہا تھا) اچانک میری بیوی نے کہا اگر ایسا ایسا کرو تو بہتر ہے تو میں نے اسے کہا تجھے کیا؟ اس کام میں کیوں دخل دیتی ہو۔ جو میں ارادہ کرتا ہوں اس میں تو کس لئے تکلف کرتی ہے۔ اس نے مجھے کہا اے ابن خطاب مجھے تجھ پر تعجب ہے۔ تم نہیں چاہتے ہو کہ میں تمہاری باتوں کا جواب دوں حالانکہ تمہاری بیٹی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تکرار کرتی ہے اور جواب دیتی ہے حتی کہ آپ سارا دن غضبناک رہتے ہیں (یہ سن کر) عمر فاروق اٹھے اور اپنی جگہ سے چادر پکڑی اور روانہ ہوئے حتی کہ حفصہ کے پاس آئے اور انہیں کہا اے میری بیٹی کیا تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مراجعت کرتی ہے اور آپ کی باتوں کا جواب دیتی ہے۔ حتی کہ آپ دن بھر غضبناک رہتے ہیں۔ حفصہ نے کہا بخدا! ہم آپ کی باتوں کا

مِنْهَا فَكَلَّمْتُهَا فَقَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ عَجَبًا لَكَ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ دَخَلْتَ فِي كُلِّ شَيْءٍ
حَتَّى تَبْتَغِيَ أَنْ تَدْخُلَ بَيْنَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَزْوَاجِهِ
فَأَخَذَتْنِي وَاللَّهِ أَخْذًا كَسَرَتْنِي عَنْ بَعْضِ مَا كُنْتُ أَجِدُ فَخَرَجْتُ مِنْ
عِنْدِهَا وَكَانَ لِي صَاحِبٌ مِنَ الْأَنْصَارِ إِذَا غِبْتُ أَتَانِي بِالْخَبَرِ وَإِذَا
غَابَ كُنْتُ أَنَا آتِيهِ بِالْخَبَرِ وَنَحْنُ نَتَخَوَّفُ مَلِكًا مِنْ مُلُوكِ غَسَّانَ
ذُكِرَ لَنَا أَنَّهُ يُرِيدُ أَنْ يَسِيرَ إِلَيْنَا فَقَدِ امْتَلَأَتْ صُدُورُنَا مِنْهُ فَإِذَا
صَاحِبِي الْأَنْصَارِيُّ يَدُقُّ الْبَابَ فَقَالَ افْتَحْ افْتَحْ فَقُلْتُ جَاءَ
الْغَسَّانِيُّ فَقَالَ بَلْ أَشَدُّ مِنْ ذَالِكَ اعْتَزَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَزْوَاجَهُ فَقُلْتُ رَغِمَ أَنْفُ حَفْصَةَ وَعَائِشَةَ فَأَخَذْتُ
ثَوْبِي فَأَخْرُجُ حَتَّى جِئْتُ فَإِذَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي

جواب دیتی ہیں اور ردّ و بدل کرتی ہیں (مراجعت کرتی ہیں) میں نے اسے کہا تم جان لو! میں تجھے اللہ کے عذاب اور اللہ کے رسول کے غیظ و غضب سے ڈراتا ہوں اے میری بیٹی! تجھے یہ خاتون غرور میں ڈالے جس کا حسن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تعجب میں ڈالتا ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بہت محبت کرتے ہیں۔ ان کی مراد ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا پھر میں حفصہ کے گھر سے باہر آیا اور ام سلمہ کے پاس گیا کیونکہ میری اُن سے قرابت تھی۔ میں نے اس سے بھی وہی بات کی (جو حفصہ سے کی تھی) ام سلمہ نے کہا اے ابن خطاب تجھ پر تعجب ہے کہ ہر شئ میں دخل اندازی کرتے ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی بیویوں میں دخل اندازی کرتے ہو۔ بخدا! ام سلمہ نے مجھ پر ایسی گرفت کی کہ اس نے میرا غصہ ختم کر دیا جو میں اپنے اندر پاتا تھا۔ میں ام سلمہ کے پاس سے باہر نکل آیا۔ ایک انصاری میرا ہمسایہ تھا۔ جب میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس شریف سے غائب ہوتا تو وہ مجھے مجلس شریف کی خبریں دیتا اور جب وہ غائب ہوتا تو میں اس کو خبریں بتاتا تھا۔ ہم اُس وقت غسان کے بادشاہوں سے ایک بادشاہ سے ڈرتے تھے۔ ہمیں خبر دی گئی تھی کہ وہ ہماری طرف آنا چاہتا ہے۔

مَشْرُبَۃٌ لَّہٗ يُرْقٰى عَلَيْهَا بِعَجَلَةٍ وَغُلَامٌ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَسْوَدُ
عَلٰى رَاْسِ الدَّرَجَةِ فَقُلْتُ قُلْ هٰذَا عُمَرُ ابْنُ الْخَطَّابِ فَاَذِنَ لِيْ قَالَ عُمَرُ
فَقَصَصْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا الْحَدِيْثَ فَلَمَّا بَلَغْتُ
حَدِيْثَ اُمِّ سَلَمَةَ تَبَسَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاِنَّهٗ لَعَلٰى حَصِيْرٍ
مَابَيْنَهٗ وَبَيْنَهٗ شَيْءٌ وَتَحْتَ رَاْسِهٖ وِسَادَةٌ مِّنْ اَدَمٍ حَشْوُهَا لِيْفٌ وَاِنَّ
عِنْدَ رِجْلَيْهِ قَرَظًا مَصْبُوْبًا وَعِنْدَ رَاْسِهٖ اُهُبٌ مُعَلَّقَةٌ فَرَاَيْتُ اَثَرَ الْحَصِيْرِ
فِيْ جَنْبِهٖ فَبَكَيْتُ فَقَالَ مَا يُبْكِيْكَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ كِسْرٰى وَقَيْصَرَ
فِيْمَا هُمَا فِيْهِ وَاَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَقَالَ اَمَا تَرْضٰى اَنْ تَكُوْنَ لَهُمُ الدُّنْيَا
وَلَنَا الْاٰخِرَةُ

(حملہ کرنے کا خواہشمند ہے) اس کے خوف سے ہمارے سینے بھرے ہوئے تھے (ہم بہت خائف تھے) ایک دفعہ
اچانک وہ انصاری دروازہ کھٹکھٹا رہا ہے اور کہا جلدی دروازہ کھولو۔ میں نے کہا کیا غسانی آگئے ہیں؟ اس نے کہا
بلکہ اس سے بھی سخت واقعہ ہوا ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں سے علیحدگی اختیار کرلی ہے۔
میں نے (دل میں) کہا حفصہ اور عائشہ کی ناکیں خاک آلودہوں۔ میں نے کپڑے لئے اور باہر نکلا حتی کہ مدینہ منورہ
آیا۔ اس وقت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بالاخانہ میں تھے اور جلدی سے سیڑھی کے ذریعہ اس میں
تشریف لے جاتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام سیڑھی کے سر پر بیٹھا تھا۔ میں نے اسے کہا آپ
سے عرض کرو کہ ابن خطاب اجازت چاہتا ہے۔ تو آپ نے مجھے اجازت دے دی۔ عمر فاروق نے کہا میں نے جناب
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سارا واقعہ عرض کیا۔ جب میں ام سلمہ کے واقعہ تک پہنچا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے تبسم فرمایا جبکہ آپ چٹائی پر آرام فرما تھے۔ اس کے اور حضور کے درمیان کوئی اور شئی نہ تھی۔ آپ کے
سرمبارک کے نیچے چمڑے کا تکیہ تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔ اور آپ کے پاؤں کے پاس
درخت کے پتے پڑے ہوئے تھے اور سرمبارک کے پاس چمڑے لٹکے ہوئے تھے۔ میں نے چٹائی کے نشان
آپ کے پہلو میں دیکھے تو میں رو پڑا آپ نے فرمایا تم کیوں روتے ہو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کسرٰی
اور قیصر کس مزے میں ہیں۔ آپ تو اللہ کے رسول ہیں (کس قدر مشقت میں ہیں) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا کیا تم خوش نہیں کہ ان کے لئے دنیا ہے اور ہمارے لئے آخرت ہے۔

۴۵۹۲ شرح: اراک پیلو کا درخت ہے۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ راستہ سے عدول کر کے پیلو کے درخت تک قضائے حاجت کے لئے گئے۔

قولہ تظاہرتا، یعنی انھوں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا بھید ظاہر کر کے آپ کو غمناک کیا اور ایک دوسرے کی موافقت کر کے آپ پر غلبہ کیا تھا۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ازواج مطہرات سے صرف ام المؤمنین حفصہ اور ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے نام ذکر کئے ؛ کیونکہ حفصہ آپ کی بیٹی تھیں جبکہ عائشہ ابوبکر صدیق کی صاحبزادی تھیں یا یہ دونوں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی گوشہ نشینی کا سبب تھیں " عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم عورتوں کا کچھ حق نہ سمجھتے تھے کہ انہیں کسی مشورہ میں داخل کریں اور نہ ہی اپنے کاروبار میں ان کی رائے لیتے تھے حتی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں نازل کیا کہ ان کے ساتھ اچھا معاملہ کرو اور انہیں اذیت اور ضرر پہنچانے کے لئے نہ روکو! اگر وہ تمہاری اطاعت کریں تو ان کو ضرر پہنچانے کے لئے کوئی راہ تلاش نہ کرو۔ اور ان کے لئے وراثت میں ربع اور ثمن مقرر کیا کہ اگر شوہر کی اولاد نہ ہو تو ان کی بیویوں کو ایک چوتھائی دو اگر اولاد ہو تو ان کو آٹھواں حصہ ادا کرو اور ان کے شوہروں پر ان کا نان نفقہ واجب قرار دیا۔ قولہ فِي أَمْرٍ أَتَأَمَّرُهُ الخ " یعنی میں کسی امر کی سوچ اور فکر میں تھا۔ امام نووی نے کہا اس امر میں اپنے نفس سے مشورہ کر رہا تھا۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ علم کی مجالس میں حاضر ہونا مستحب ہے اور اگر ہر ایک کے لئے حاضر ہونا میسر نہ ہو تو باری مقرر کر لینا مستحسن ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال کا اہتمام کرتے تھے اور جس سے حضور کو قلق اور اضطراب ہو صحابہ کو سخت دکھ پہنچتا تھا۔ اس حدیث سے اشارہ ملتا ہے کہ ائمہ کرام اور بزرگوں کی ملاقات کے وقت اچھا لباس پہننا چاہیئے۔ اور عمامہ پہن کر ان سے ملاقات کرنی چاہیئے۔

قولہ حِبُّ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " مرفوع ہے کیونکہ یہ لَا تَغُرَّنَّكِ کے فاعل سے بدل الاشتمال ہے۔ ابن تین نے کہا " حُسْنُهَا " مرفوع فاعل ہے اور حب منصوب مفعول لہ ہے۔ دراصل عبارت اس طرح ہے۔ أَعْجَبَهَا حُسْنُهَا لِأَجْلِ حُبِّ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِيَّاهَا مسلم کی روایت میں وَحُبُّ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِيَّاهَا " بواو العاطفۃ " علامہ کرمانی نے کہا: وَحُبُّ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ہی مناسب ہے کیونکہ یہ دوسری روایات کے موافق ہے۔ وہ یہ ہیں: لَا تَغُرَّنَّكِ إِنْ كَانَتْ جَارَتُكِ أَوْضَأَ مِنْكِ وَأَحَبَّ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ " یہ تجھے غرور میں نہ ڈالے اگر تیری ہمسائی تجھ سے زیادہ خوبصورت اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب ہے۔

قولہ ام سلمہ " ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا مخزومیہ ہیں اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی والدہ بھی مخزومیہ ہے اور ام سلمہ اس کے چچا کی بیٹی ہے اس اعتبار سے عمر فاروق کی ام سلمہ سے قرابت ہے " رضی اللہ عنہا "

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

بَابُ قَوْلِهٖ وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ وَاَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَاَعْرَضَ عَنْ بَعْضٍ فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتْ مَنْ اَنْبَاَكَ هٰذَا قَالَ نَبَّاَنِيَ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ فِيْهِ عَائِشَةُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد! اور جب نبی نے اپنی ایک بی بی (حفصہ) سے ایک راز کی بات فرمائی،،

پھر جب وہ اس کا ذکر کر بیٹھی اور اللہ نے اسے نبی پر ظاہر کر دیا تو نبی نے اسے کچھ جتایا اور کچھ سے چشم پوشی فرمائی۔ پھر جب نبی نے اُسے اس کی خبر دی بولی حضور کو کس نے بتایا فرمایا مجھے علم والے خبردار نے بتایا ،،

تفسیر : سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلّم نے ام المؤمنین حفصہ رضی اللہ عنہا کو راز کی بات یہ بتائی کہ آپ نے ماریہ کو اپنے اُوپر حرام کر لیا ہے اور اس کے ساتھ یہ فرمایا کہ اس کا کسی پر اظہار نہ کرنا۔ جب ام المؤمنین حفصہ یہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے ذکر کر بیٹھی جبکہ اُن کا گمان یہ تھا کہ اس میں کچھ حرج نہیں تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ راز ظاہر کر دیا۔ کلبی نے کہا راز یہ تھا کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلّم نے ام المؤمنین حفصہ سے فرمایا کہ تمہارا والد عمر اور عائشہ کا والد ابوبکر یکے بعد دیگرے میری امت کے خلیفہ ہوں گے (عینی) لیکن یہ معنی سیاقِ کلام سے بعید تر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے راز کے افشاء کو سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر ظاہر فرمایا تھا

۴۵۹۳ حَدَّثَنَا اَبُوْعَبْدِ اللّٰہِ مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِیْلَ بْنِ اِبْرَاہِیْمَ بْنِ الْمُغِیْرَۃِ الْجُعْفِیُّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْیٰنُ قَالَ حَدَّثَنَا یَحْیٰی ابْنُ سَعِیْدٍ سَمِعْتُ عُبَیْدَ بْنَ حُنَیْنٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ یَقُوْلُ اَرَدْتُ اَنْ اَسْاَلَ عُمَرَ فَقُلْتُ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ مَنِ الْمَرْأَتَانِ اللَّتَانِ تَظَاہَرَتَا عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَمَا اَتْمَمْتُ کَلَامِیْ حَتّٰی قَالَ عَائِشَۃُ وَ حَفْصَۃُ

بَابٌ قَوْلُہٗ اِنْ تَتُوْبَا اِلَی اللّٰہِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُکُمَا صَغَوْتُ وَاَصْغَیْتُ مِلْتُ لِتَصْغٰی لِتَمِیْلَ

بَابٌ وَاِنْ تَظَاہَرَا عَلَیْہِ فَاِنَّ اللّٰہَ ہُوَ مَوْلَاہُ وَجِبْرِیْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ بَعْدَ ذٰلِکَ ظَہِیْرٌ ظَہِیْرٌ عَوْنٌ تَظَاہَرُوْنَ تَعَاوَنُوْنَ وَقَالَ مُجَاہِدٌ قُوْا اَنْفُسَکُمْ وَاَہْلِیْکُمْ بِتَقْوَی اللّٰہِ وَاَدِّبُوْہُمْ

جب آپ نے حفصہ کو خبر دی تو اُنھوں نے کہا جو راز میں نے افشاء کیا آپ کو یہ کس نے بتایا ہے ؟ تو سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اس نے بتایا ہے جس پر کوئی چیز پوشیدہ نہیں ،، ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس معنی میں روایت منقول ہے (پہلے ذکر ہو چکی ہے)

قولہ عَرَّفَ " یعنی حفصہ نے جو راز عائشہ سے ذکر کیا تھا اس کی حفصہ کو خبر دی اور ساری خبر نہ دی ،،

۴۵۹۳ ترجمہ : ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا میری خواہش تھی کہ میں عمر فاروق سے پوچھوں تو میں نے کہا اے امیر المؤمنین وہ دو عورتیں کون ہیں جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک دوسری سے معاونت کی ابھی میں نے کلام مکمل نہ کیا تھا کہ اُنھوں نے فرمایا وہ عائشہ اور حفصہ ہیں ۔ رضی اللہ عنہا ،،

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد ! نبی کی دونوں بیبیو ! اگر اللہ کی طرف تم رجوع کرو تو ضرور تمہارے دل راہ سے کچھ ہٹ گئے ہیں

۴۵۹۴ــــ حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيٰنُ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ عُبَيْدَ بْنَ حُنَيْنٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُوْلُ كُنْتُ أُرِيْدُ أَنْ أَسْأَلَ عُمَرَ عَنِ الْمَرْأَتَيْنِ اللَّتَيْنِ تَظَاهَرَتَا عَلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَكَثْتُ سَنَةً لَمْ أَجِدْ لَهُ مَوْضِعًا حَتّٰى خَرَجْتُ مَعَهُ

یعنی تم پر اللہ کی طرف رجوع کرنا واجب ہے ضرور تمہارے دل راہ سے کچھ ہٹ گئے ہیں کہ تمہیں وہ بات پسند آئی جو سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو گراں ہے یعنی تحریم ماریہ۔ یہ خطاب حفصہ اور عائشہ رضی اللہ عنہما سے ہے اِنْ تَتُوْبَا شرط ہے۔ اس کی جزاء فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا ہے۔ یعنی تم میں وہ چیز پائی گئی ہے جو توبہ کو واجب کرتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ تمہارے دل اس شئ سے پھر گئے ہیں جو تم پر واجب ہے وہ یہ کہ تم اس شئ کو محبوب جانو جس سے حضور کو محبت ہے اور جس کو آپ مکروہ جانیں تم بھی اسے مکروہ سمجھو ،،

قولہ صَغَوْتُ و اَصْغَيْتُ ،، کے معنی مِلْتُ ہیں یعنی میں مائل ہُوا۔ ثلاثی مجرد اور مزید فیہ دونوں معنی واحد ہیں اور وہ میلان کرنا ہے۔ لِتَصْغٰى کے معنی لِتَمِيْلَ ہیں۔ یہ سورۂ انعام کی آیت کریمہ : لِتَصْغٰى اِلَيْهِ اَفْئِدَةُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ ،، قولہ اِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ ،، یعنی اگر اُن پر زور باندھو اور باہم مل کر ایسا طریقہ اختیار کرو جو سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ناگوار ہو) تو بے شک اللہ ان کا مددگار ہے اور جبریل اور نیک اعمال والے اور اس کے بعد فرشتے مددپر ہیں ،، نیک اعمال والے سے مراد ابوبکرصدیق اور عمر فاروق دونوں ہیں۔ ایک روایت کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ مراد ہیں۔ بعض نے کہا ابوبکر صدیق اور عمر فاروق دونوں مراد ہیں ،، رضی اللہ عنہما ،، قولہ صالح المومنین ،، صالح مفرد ہے یوں بھی ہوسکتا ہے کہ صالحون جمع ہو اور اضافت کے سبب جمع کا نون گر گیا اور دو ساکن جمع ہونے سے واؤ ساقط ہوگئی اور کتابت میں بھی ساقط کردی جیسا کہ یدع الداع ہے۔ ہوسکتا ہے کہ تمام مخلص مسلمان مراد ہوں۔ قولہ والملائکۃ ،، یعنی اللہ تعالیٰ، جبرائیل اور

حَلَجًا فَلَمَّا كُنَّا بِظَهْرَانَ ذَهَبَ عُمَرُ لِحَاجَتِهٖ فَقَالَ اَدْرِكْنِيْ بِالْوَضُوْءِ فَاَدْرَكْتُهٗ بِالْاِدَاوَةِ فَجَعَلْتُ اَسْكُبُ عَلَيْهِ وَرَاَيْتُ مَوْضِعًا فَقُلْتُ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ مَنِ الْمَرْاَتَانِ اللَّتَانِ تَظَاهَرَتَا قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَمَا اَتْمَمْتُ كَلَامِيْ حَتّٰى قَالَ عَائِشَةُ وَحَفْصَةُ

بَابُ قَوْلِهٖ عَسٰى رَبُّهٗ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ مُسْلِمَاتٍ مُّؤْمِنَاتٍ قَانِتَاتٍ تَائِبَاتٍ عَابِدَاتٍ سَائِحَاتٍ ثَيِّبَاتٍ وَّاَبْكَارًا

نیک مومنوں کے بعد فرشتے مددگار ہیں۔

قولہ قُوْا اَنْفُسَكُمْ الاٰیۃ یعنی مجاہد نے اس آیت کریمہ: يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ "، کی تفسیر میں کہا اپنی جانوں کو ترکِ معاصی اور فعلِ طاعات کی وصیت کرو اور اپنے اہل وعیال کو پرہیزگاری اور اچھی باتوں کا حکم دو شر سے منع کرو اور انہیں علم و ادب سکھاؤ اور احکام شرعیہ کی تعلیم دو اس آیت کی یہی تفسیر صحیح ہے۔

۴۵۹۴ — ترجمہ: عُبید نے کہا میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے ہوئے سنا میں عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ان دو عورتوں کے متعلق پوچھنا چاہتا تھا جنہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک دوسری کی مدد کی اور غلبہ کیا۔ میں نے ایک سال انتظار کیا میں نے کوئی مقام نہ پایا کہ اُن سے سوال پوچھوں حتی کہ میں اُن کے ساتھ اس حال میں باہر نکلا کہ میں نے حج کا قصد کیا تھا۔ جب ہم مقام ظہران میں تھے عمر فاروق رضی اللہ عنہ قضائے حاجت کے لئے باہر نکلے تو مجھے کہا میرے پاس پانی لاؤ میں پانی کا مشکیزہ لے گیا اور اُن کے وضو کے اعضاء پر پانی ڈالنے لگا۔ میں نے یہ مقام سوال پوچھنے کے لئے مناسب خیال کیا تو میں نے کہا یا امیر المؤمنین وہ دو عورتیں کون ہیں جنہوں نے اتفاق کیا تھا ابن عباس نے کہا ابھی میں نے کلام پورا نہیں کیا تھا کہ انھوں نے کہا وہ عائشہ اور حفصہ ہیں۔ (یعنی میرے سوال کے جواب میں بہت جلدی کی)

۴۵۹۵ ـ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ قَالَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ عُمَرُ اجْتَمَعَ نِسَاءُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْغَيْرَةِ عَلَيْهِ فَقُلْتُ لَهُنَّ عَسٰى رَبُّهُ إِنْ طَلَّقَكُنَّ أَنْ يُبْدِلَهُ أَزْوَاجًا خَيْرًا مِنْكُنَّ فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد! اُن کا رب قریب ہے، اگر وہ تمہیں طلاق دے دیں کہ انہیں تم سے بہتر بیبیاں بدل دے

اطاعت والیاں، ایمان والیاں، ادب والیاں، توبہ والیاں، بندگی والیاں روزہ داریں بیبیاں اور کنواریاں "

تفسیر: اس آیت کریمہ میں ازواج مطہرات کو خوف دلایا گیا ہے کہ اگر انھوں نے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو آزردہ کیا اور آپ نے انہیں طلاق دے دی تو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ اپنے لطف و کرم سے اور بہتر بیبیاں عطاء فرمائے گا۔ اس تخویف سے ازواج مطہرات متاثر ہوئیں اور انھوں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے شرفِ خدمت کو ہر نعمت سے زیادہ سمجھا اور حضور کی دل جوئی اور رضا طلبی مقدم جانی اس لئے آپ نے انہیں طلاق نہ دی۔"

۴۵۹۵ ـــ ترجمہ: انس رضی اللہ عنہ نے کہا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں آپ کو غیرت دلانے میں جمع ہوئیں تو میں نے اُن سے کہا عَسٰی رَبُّہٗ الآیۃ تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

۴۵۹۵ ـــ شرح: عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو غیرت دلانے میں ازواج مطہرات کا اجتماع عورتوں کی طبیعت کے مطابق تھا۔ یہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے آزارِ خاطر کا موجب تھا۔ تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اُن سے کہا اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں طلاق دے دیں تو اللہ تعالیٰ تم سے بہتر بیویاں آپ کو بدل دے گا تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہم کی رائے کے موافق قرآن کریم میں پندرہ آیات نازل ہوئیں۔ اُن میں سے ایک یہ آیت کریمہ ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تبارک الذی بیدہ الملک

اَلتَّفَاوُتُ اَلْاِخْتِلَافُ وَالتَّفَاوُتُ وَالتَّفَوُّتُ وَاحِدٌ تَمَیَّزُ تَقَطَّعُ مَنَاکِبِهَا جَوَانِبُهَا تَدَّعُوْنَ وَتَدْعُوْنَ مِثْلُ تَذَّکَّرُوْنَ وَ تَذْکُرُوْنَ وَیَقْبِضْنَ یَضْرِبْنَ بِاَجْنِحَتِهِنَّ وَقَالَ مُجَاهِدٌ صَافَّاتٍ بَسْطُ اَجْنِحَتِهِنَّ وَنُفُوْرٌ اَلْکُفُوْرُ

سورۂ ملک

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ سورت مکی ہے اس کی تیس آیات ہیں۔ قولہ اَلتَّفَاوُتُ ،، سے اس آیت کریمہ : هَلْ تَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفَاوُتٍ ،، کی طرف اشارہ کیا۔ اور تفاوت کی اختلاف سے تفسیر کی اور تفاوت اور تفوت ہم معنی ہیں جیسے تعہد اور تعاہد بیک معنی آتے ہیں قولہ تَمَیَّزُ ،، سے اس آیت کریمہ ،، تَکَادُ تَمَیَّزُ مِنَ الْغَیْظِ ،، کی طرف اشارہ کیا اور ،، تَقَطَّعُ ،، سے اس کی تفسیر کی یعنی جب کافروں کو دوزخ میں ڈالا جائے گا وہ اس کی آواز گدھے کی آواز جیسی سنیں گے کہ جوش مارتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ شدت غضب میں پھٹ جائے گی۔

قولہ مَنَاکِبِهَا ،، سے اس آیت کریمہ : فَامْشُوْا فِیْ مَنَاکِبِهَا وَکُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ وَاِلَیْهِ النُّشُوْرُ ،، کی طرف اشارہ کیا اور اس کی جوانب سے تفسیر کی یعنی تم اس کے راستوں میں چلو اور اللہ کی روزی میں سے کھاؤ اور اسی کی طرف اٹھنا ہے ،،

قولہ تَدَّعُوْنَ ،، سے اس آیت کریمہ : وَقِیْلَ هٰذَا الَّذِیْ کُنْتُمْ بِهٖ تَدَّعُوْنَ ،، کی طرف اشارہ کیا اور بتایا کہ تَدَّعُوْنَ اور تَدْعُوْنَ ہم معنی ہیں اور اس میں تخفیف قطعاً کوئی قراءت نہیں اس لئے یہ تَذَّکَّرُوْنَ اور تَذْکُرُوْنَ کی طرح ہے۔

قولہ یَقْبِضْنَ ،، سے اس آیت کریمہ : وَیَقْبِضْنَ مَا یُمْسِکُهُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰنُ اِنَّهٗ بِکُلِّ شَیْءٍ بَصِیْرٌ ،، کی طرف اشارہ کیا اور یَضْرِبْنَ بِاَجْنِحَتِهِنَّ سے اس کی تفسیر کی۔ آیت کریمہ کے معنی یہ ہیں اور کیا انھوں نے

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نٓ وَالْقَلَمِ

وَقَالَ قَتَادَةُ حَرْدٍ جِدٍّ فِي أَنْفُسِهِمْ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ إِنَّا لَضَالُّوْنَ أَضْلَلْنَا مَكَانَ جَنَّتِنَا وَقَالَ غَيْرُهُ كَالصَّرِيْمِ كَالصُّبْحِ انْصَرَمَ مِنَ اللَّيْلِ وَاللَّيْلِ انْصَرَمَ مِنَ النَّهَارِ وَهُوَ أَيْضًا كُلُّ رَمْلَةٍ انْصَرَمَتْ مِنْ مُعْظَمِ الرَّمْلِ وَالصَّرِيْمُ أَيْضًا الْمَصْرُوْمُ مِثْلُ قَتِيْلٍ وَمَقْتُوْلٍ

اپنے اُوپر پرندے نہیں دیکھے (ہوا میں اڑتے وقت) پَر پھیلاتے اور سمیٹتے اس حالت میں اہنیں گرنے سے کوئی نہیں روکتا سوائے رحمٰن کے"۔ یعنی باوجودیکہ پرندے بوجھل موٹے جسیم ہوتے ہیں اور شئی ثقیل طبعًا پستی کی طرف مائل ہوتی ہے۔ وہ فضا میں نہیں رُک سکتی۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے کہ وہ ٹھہرے رہتے ہیں۔ ایسے ہی آسمانوں کو جب تک وہ چاہے روکے ہوئے ہے، وہ نہ روکے تو گر پڑیں۔

قولہ صافات سے اس آیت کریمہ: أَوَلَمْ يَرَوْا إِلَى الطَّيْرِ صَافَّاتٍ "کی طرف اشارہ کیا۔ اس کی تفسیر میں مجاہد سے نقل کیا۔ پرندے ہوا میں اُڑتے وقت اپنے پر پھیلاتے ہیں۔ پھر سمیٹتے ہیں۔

قولہ نُفُوْر" سے اس آیت کریمہ: بَلْ لَجُّوْا فِي عُتُوٍّ وَّنُفُوْرٍ "کی طرف اشارہ کیا اور نفور کی کفور سے تفسیر کی یعنی حق سے دُور ہوگیا۔

آیت کریمہ کے معنی یہ ہیں۔ بلکہ وہ سرکشی اور نفرت میں ڈھیٹ بنے ہوئے ہیں کہ حق سے قریب نہیں ہوتے نفور دراصل نفرت سے ہے۔

سُوْرَۂ نٓ وَالْقَلَم

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ یہ سورت اوّل سے "سَنَسِمُهٗ"، تک مکی ہے اس کے بعد لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ تک مدنی ہے۔ سخاوی نے کہا یہ سورۂ مزمل کے بعد اور مدثر سے پہلے نازل ہوئی

اس کی باون آیات ہیں۔

"ن" کے معنی میں مفسرین نے مختلف اقوال ذکر کئے ہیں۔ ابن عباس، مجاہد اور مقاتل نے کہا نون وہ مچھلی ہے جس نے زمین کو اٹھائے رکھا ہے۔ کلبی اور مقاتل نے اس کا نام بہموت ذکر کیا ہے جبکہ واقدی نے یبوث اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بلہوت ذکر کیا ہے۔ بعض نے کہا نون سے مراد حرف نون ہے جو لفظ رحمان کے آخر میں ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ یہ رحمٰن کے حروف میں سے ہے۔ الر۔ حم۔ ن کے حروف مقطعہ ہیں۔ حسن بصری، قتادہ اور ضحاک نے کہا نون دوات ہے۔ ابن عباس سے بھی ایک روایت میں یہی مذکور ہے۔ معاویہ بن قرہ نے کہا یہ اللہ کے نور کی لوح (تختی) ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بلند ہے۔ ابن کیسان سے روایت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ قسم کھائی ہے۔ ام جعفر علیہ السلام نے فرمایا یہ جنت میں نہر ہے۔ یہ تمام اقوال جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتے ہیں جبکہ تفسیر بالرائے صحیح نہیں ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قولہ حَرْدٍ " اس آیت کریمہ: وَغَدَوْا عَلٰى حَرْدٍ قَادِرِيْنَ "کی طرف اشارہ کیا۔ اور اس کی تفسیر میں قتادہ سے نقل کیا کہ حَرْد بمعنی جِدٍّ فِيْ أَنْفُسِهِمْ ہے یعنی امور میں مبالغہ اور کوشش کرنا۔ آیت کے معنی یہ ہیں " اور تڑکے کے چلے اپنے ارادہ پر قدرت سمجھتے ہوئے کہ کسی مسکین کو نہ آنے دیں گے اور تمام میوہ اپنے قبضہ میں لائیں گے۔ جب باغ کو دیکھا تو اس میں میوہ کا نام و نشان تک نہیں۔

قولہ لَضَآلُّوْنَ "، سے اس آیت کریمہ: فَلَمَّا رَأَوْهَا قَالُوْا إِنَّا لَضَآلُّوْنَ "، کی طرف اشارہ کیا اور اس کی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے " أَضْلَلْنَا مَكَانَ جَنَّتِنَا "، نقل کیا یعنی جب انہوں نے باغ کو دیکھا وہاں میوہ کا نام و نشان نہیں تو کہنے لگے ہم اپنے باغ کی جگہ سے بھٹک گئے ہیں ہم کسی اور باغ میں پہنچ گئے ہیں۔ ہمارا باغ تو بہت میوہ دار ہے۔ پھر جب غور کیا اور اس کے در و دیوار کو دیکھا اور پہچانا یہ اپنا ہی باغ ہے تو بولے بلکہ ہم بے نصیب ہو گئے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ذکر کیا کہ یمن میں ایک باغ تھا جس کو ضروان کہا جاتا تھا وہ صنعا سے چند میل دور تھا باغ والوں نے قسم کھائی تھی کہ وہ اس کا میوہ شب کی تاریکی میں اتاریں گے تاکہ کوئی مسکین وغیرہ نہ پہنچ سکے۔ اللہ تعالیٰ نے اس باغ میں آسمان سے آگ بھیجی اس نے باغ کو جلا کر رکھ دیا جبکہ وہ سو رہے تھے جب بیدار ہوئے اور باغ کی طرف آئے اور اس کو دیکھا تو کہنے لگے ہم راہ بھٹک گئے ہیں یہ باغ ہمارا نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہم نے باغ والوں کا امتحان لیا اسی طرح ہم نے مکہ والوں کا قحط سالی کے ساتھ امتحان لیا۔

قولہ کالصریم " ابن عباس رضی اللہ عنہما کے غیر نے فَأَصْبَحَتْ كَالصَّرِيْمِ " کی تفسیر میں کہا کہ مذکورہ باغ صریم کی طرح ہو گیا اور صریم کی تفسیر صبح سے کی جو رات سے جدا ہوتی ہے اور رات جو دن سے جدا ہوتا

بَابُ قَوْلِهٖ عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ

۴۵۹۶ — حَدَّثَنَا مَحْمُوْدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ اِسْرَائِيْلَ عَنْ اَبِيْ حَصِيْنٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ قَالَ رَجُلٌ مِنْ قُرَيْشٍ لَهٗ زَنَمَةٌ مِثْلُ زَنَمَةِ الشَّاةِ

ہے۔ اور ریت کے عظیم ٹیلے سے جو چھوٹا ٹیلہ جُدا ہوتا ہے اس کو بھی صریم کہتے ہیں۔ صریم بمعنی مصروم بھی ہے جیسے قتیل بمعنی مقتول ہے یعنی دراصل صریم بمعنی منقطع ہے۔ اس کا لیل و نہار دو رات۔ دن " پہ اطلاق کرتے ہیں یہ اضداد کے قبیلہ سے ہے۔ یعنی تم سے وہ شمار سے منقطع ہوگیا جس طرح صبح دن سے اور دن صبح سے منقطع ہوتے ہیں۔ نیز صریم بمعنی مٹی کا تودہ بھی ہے جو ریت کے بڑے تودہ سے جُدا ہو اور بمعنی مصروم بھی آتا ہے جیسے قتیل مقتول کے معنی میں استعمال ہے۔

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد! بدخلق اس کے باوجود بے اصل

۴۵۹۶ — ترجمہ : ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ ایک قریشی آدمی کے متعلق نازل ہوئی جس میں بکری کی علامت جیسی علامت تھی۔

۴۵۹۶ — شرح : اس سے مراد ولید بن مغیرہ مخزومی ہے۔ زنیم وہ ہے جس کی نسبت ایسی قوم کی طرف کی جائے جس میں سے وہ نہ ہو یہ زنمۂ شاۃ سے ماخوذ ہے۔ سعید بن جبیر نے کہا زنیم اسے کہتے ہیں جو بدی میں مشہور ہو۔ جیسے بکری زنمہ سے مشہور ہوتی ہے۔ عبید بن عمیر نے کہا عتل بہت زیادہ کھانے پینے والا وہ سخت قوی ہو اس کو ترازو میں رکھا جائے تو اس کا وزن جَو کے وزن کے برابر نہ ہو ایسے ستر ہزار لوگوں کو ایک فرشتہ ایک ہی دفعہ دوزخ میں پھینک دے گا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا زنیم وہ ہے جس کا اصل نہ ہو حرام زادہ بعض زنیم کو دیوث کہتے ہیں۔ بعض نے کہا جو اپنی لڑکی سے بدکاری کرے۔ ایک روایت میں ہے کہ ولید بن مغیرہ نے اپنی ماں سے جا کر کہا کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے حق میں دس باتیں فرمائی ہیں نو کو تو میں جانتا ہوں کہ مجھ میں موجود ہیں لیکن دسویں بات اصل میں خطا ہونے کی اس کا حال مجھے معلوم نہیں یا تو مجھے سچ سچ

۴۵۹۷ــــ حَدَّثَنَا اَبُوْنُعَیْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْیٰنُ عَنْ مَعْبَدِ بْنِ خَالِدٍ قَالَ سَمِعْتُ حَارِثَةَ بْنَ وَهْبِ الْخُزَاعِیَّ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اَلَا اُخْبِرُکُمْ بِاَھْلِ الْجَنَّةِ کُلُّ ضَعِیْفٍ مُتَضَعَّفٍ لَوْ اَقْسَمَ عَلَی اللّٰہِ لَاَبَرَّہٗ اَلَا اُخْبِرُکُمْ بِاَھْلِ النَّارِ کُلُّ عُتُلٍّ جَوَّاظٍ مُسْتَکْبِرٍ

ــــ بَابُ قَوْلِہٖ یَوْمَ یُکْشَفُ عَنْ سَاقٍ

بتا دے ورنہ میں تیری گردن مار دوں گا۔ اس پر اس کی ماں نے کہا تیرا باپ نامرد تھا مجھے اندیشہ ہوا کہ وہ مر جائے گا تو اس کا مال غیر لے جائیں گے تو میں نے ایک چرواہے کو بلا لیا تو اس سے ہے۔۔۔

ولید نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو مجنون کہا تھا اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے اس کے واقعی دس عیب ظاہر فرما دیئے۔ بعض نے کہا اس سے مراد ابوجہل ہے! کیونکہ وہ شرارت میں معروف تھا۔ مجاہد نے کہا وہ اسود بن عبد یغوث ہے۔ سدی نے کہا وہ اخنس بن شریق ہے۔

۴۵۹۷ــــ **ترجمہ**: حارثہ بن وہب خزاعی نے کہا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں تمہیں اہل جنت کی خبر نہ دوں؟ ہر ضعیف کہ اسے لوگ ناتواں اور حقیر جانتے ہوں اگر وہ اللہ پر قسم کھائے تو اللہ اس کو پورا کر دے کیا میں تمہیں دوزخیوں کی خبر نہ دوں؟ غلیظ سخت جھگڑالو اور متکبر لوگ ہیں "

۴۵۹۷ــــ **شرح**: یعنی جنت اور دوزخ میں بیشتر ایسے لوگ ہوں گے یہ نہیں کہ جنت اور دوزخ میں صرف یہی لوگ ہوں گے "متضعف" وہ ہیں جن کو لوگ کمزور اور حقیر جانتے ہوں! کیونکہ وہ دنیا میں مفلوک الحال نظر آتے ہیں۔ اگر متضعِف کا عین مکسور ہو تو معنی یہ ہوں گے جو متواضع اور عاجزی کرنے والے ہیں۔ ایسے لوگ اللہ کے کرم کی امید کرتے ہوئے کہ وہ ان کی قسم پوری کرے گا اگر قسم کھائیں تو اللہ ان کی قسم پوری کر دیتا ہے۔ بعض نے کہا اگر اللہ سے دعا کرے تو اللہ قبول کرے گا۔

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد! جس دن پنڈلی کھولی جائیگی

کشفِ ساق سے مراد سختیٔ احوال ہے۔ اس سے مراد قیامت کا دن ہے

۴۵۹۸ ــ حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ خَالِدِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِىْ هِلَالٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ ابْنِ يَسَارٍ عَنْ اَبِىْ سَعِيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ يَكْشِفُ رَبُّنَا عَنْ سَاقِهٖ فَيَسْجُدُ لَهٗ كُلُّ مُؤْمِنٍ وَّمُؤْمِنَةٍ وَيَبْقٰى مَنْ كَانَ يَسْجُدُ فِى الدُّنْيَا رِيَآءً وَّسُمْعَةً فَيَذْهَبُ لِيَسْجُدَ فَيَعُوْدُ ظَهْرُهٗ طَبَقًا وَّاحِدًا

۴۵۹۸ ــ ترجمہ : ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا۔ ہمارا رب اپنی پنڈلی کھولے گا تو ہر مومن مرد اور مومن عورت اس کو سجدہ کریں گے اور جو دنیا میں ریاکاری کے طور پہ سجدے کرتے تھے وہ باقی رہ جائیں گے۔ یہ ریاکار سجدہ کرنے کی کوشش کریں گے تو ان کی پُشت ایک تختہ ہو جائے گی ،،

۴۵۹۸ ــ شرح : اللہ تعالیٰ کی ساق (پنڈلی) متشابہات سے ہے جن کی حقیقت صرف اللہ اور اُس کے رسُول صلی اللہ علیہ وسلم جانتے ہیں جیسے ید اللہ، اللہ کا ہاتھ وجہ اللہ (اللہ کا چہرہ) ان کے حقیقی معنی مراد نہیں اس میں علماء کرام کے دو قول ہیں۔ ان میں سے ایک مذہب سلف کا ہے۔ وہ مُفوّضہ ہیں کہ ان کی تاویل اللہ ہی جانتا ہے۔ اِن پر ایمان واجب ہے اور یہ اعتقاد کرنا ضروری ہے کہ ان سے مراد وہ ہے جو اللہ کی شان کے لائق ہے۔ بعض متکلمین کا بھی یہی مذہب ہے کہ متشابہات کی تاویل وہ ہے جو اس کی شان کے لائق ہے۔ ان میں وہی کلام کر سکتا ہے جو عرب کی زبان میں مہارت رکھتا ہو اور فروع و اصول کے قواعد سے واقف ہو۔ اُنھوں نے کہا یہاں ”ساق،، سے مراد ”شدت،، ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ سخت امور کا اظہار فرمائے گا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہی تفسیر کی ہے۔ قاضی عیاض نے کہا ”ساق“ سے مراد ”عظیم نور،، ہے۔ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا ”يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ ،، نورِ عظیم کا ظہور ہوگا اور سب لوگ سجدہ میں گر جائیں گے۔ قتادہ رضی اللہ عنہ نے سخت گھبراہٹ میں ڈالنے والے امر سے تفسیر کی ہے۔ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا یہ رب العزت کے حجابات ہیں جو مومنوں کے لئے قیامت میں ظاہر کرے گا۔ ربیع نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ قیامت کے روز حجاب کھولا جائے گا تو جو لوگ دنیا میں ایمان لائے تھے تمام سجدہ میں گر جائیں گے۔ اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ قیامت دارِ جزاء ہے۔ دارِ عمل نہیں سجدہ کرنا عمل ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ سجدہ بطورِ تکلیف نہیں بلکہ اللہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سُوْرَةُ الْحَاقَّةِ

عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ يُرِيْدُ فِيْهَا الرِّضٰى اَلْقَاضِيَةَ الْمَوْتَةَ الْاُوْلٰى الَّتِىْ مُتُّهَا ثُمَّ اُحْيَا بَعْدَهَا مِنْ اَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِيْنَ اَحَدٌ يَكُوْنُ لِلْجَمِيْعِ وَلِلْوَاحِدِ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَلْوَتِيْنُ نِيَاطُ الْقَلْبِ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ طَغٰى كَثُرَ وَيُقَالُ بِالطَّاغِيَةِ بِطُغْيَانِهِمْ وَيُقَالُ طَغَتْ عَلَى الْخُزَّانِ كَمَا طَغَى الْمَاءُ عَلٰى قَوْمِ نُوْحٍ

کے تقرب اور اس سے لذت حاصل کرنے کے لئے ہے۔

قولہ طبقاً واحداً ،، یعنی ان کی پشت ایک تختہ ہو جائے گی۔ وہ ٹیڑھے نہیں ہو سکیں گے۔ لہٰذا وہ رکوع و سجود پر قادر نہ ہوں گے۔ اس حدیث سے بعض نے استدلال کیا کہ تکلیف مالا یطاق ،، جائز ہے ؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے يُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ،، ان کو سجدہ کرنے کے لئے کہا جائے گا انہیں سجدہ کرنے کی استطاعت نہ ہوگی ، لیکن یہ استدلال صحیح نہیں ؛ کیونکہ آخرت دارِ تکلیف نہیں اور سجدہ کرنے کے لئے لوگوں کو بلانا محض زجر و توبیخ اور امتحان کے لئے ہے واللہ و رسولہ اعلم !

سُوْرۂ حاقہ

بالاتفاق یہ سورت مکی ہے۔ اس کی باون ۵۲ آیات ہیں ،،

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قولہ حُسُوْمًا ،، سے اس آیت کریمہ : سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّ ثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ حُسُوْمًا کی طرف اشارہ کیا اور مُتَتَابِعَةً ،، سے اس کی تفسیر کی متتابعہ کے معنی لگاتار ہیں یعنی قوم عاد پر گرجی

آندھی قوت سے لگا دی وہ سات راتیں اور آٹھ دن لگاتار سخت سردی کے موسم میں چلتی رہی قولہ عِیْشَۃٍ رَّاضِیَۃٍ اس آیت کریمہ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ،، کی طرف اشارہ کیا اس کی تفسیر میں سعید بن جبیر نے کہا اس سے مراد یہ ہے کہ جس میں رضا ہو۔ علماء معانی کے نزدیک یہ استعارہ بالکنایہ ہے۔ یعنی وہ عیشہ ذات رضاء میں ہے کیونکہ عیشہ مرضیہ ہوتی ہے۔ اور آیت کریمہ میں رضاء کو عیش کے لئے ثابت کیا ہے۔ حالانکہ دراصل رضا صاحب عیش کی صفت ہے۔

قولہ القاضیۃ ،، سے اس آیت کریمہ: يَا لَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ مَا أَغْنَىٰ عَنِّيْ مَالِيَهْ ،، کی طرف اشارہ کیا۔ یعنی ہائے کسی طرح موت ہی قصہ چکا جاتی اور حساب کے لئے نہ اٹھایا جاتا اور یہ ذلت و رسوائی پیش نہ آتی۔ میرا مال میرے کچھ کام نہ آیا جو میں نے دنیا میں جمع کیا تھا وہ ذرا بھی میرا عذاب ٹال نہ سکا۔

قولہ مِنْ أَحَدٍ حَاجِزِيْنَ ،، سے اس آیت کریمہ: فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ أَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِيْنَ ،، کی طرف اشارہ کیا یعنی پھر تم میں کوئی ان کا بچانے والا نہ ہوتا، عَنْهُ ،، میں ضمیر کا مرجع قتل یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں یعنی وہ قتل سے بچ نہیں سکتے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گرفت سے نکل نہیں سکتے۔ امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ لفظ اَحَد جمع اور واحد دونوں کے لئے ہے کیونکہ نکرہ حیز نفی میں مفید عموم ہوتا ہے۔

قولہ اَلْوَتِیْن ،، سے اس آیت کریمہ ،، ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ ،، کی طرف اشارہ کیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس کی تفسیر میں کہا وَتِیْن دل کی رگ جب وہ کٹ جائے تو موت واقع ہو جاتی ہے۔ آیت کریمہ کے معنی یہ ہیں پھر اُن کی رگ دل کاٹ دیتے ،، جس کے کاٹتے ہی موت واقع ہو جاتی ،،

قولہ طَغٰی ،، سے اس آیت کریمہ: اِنَّا لَمَّا طَغَى الْمَآءُ حَمَلْنٰكُمْ فِي الْجَارِيَةِ ،، کی طرف اشارہ کیا اور طغی ،، کی کَثُرَ ،، سے تفسیر کی، یعنی بے شک جب پانی زیادہ ہوا تھا (اور وہ درختوں، عمارتوں، پہاڑوں اور ہر چیز سے بلند ہو گیا تھا) تو ہم نے تمہیں کشتی میں سوار کیا (اور حضرت نوح علیہ السلام کو اور اُن کے ساتھ والوں کو جو اُن پر ایمان لائے تھے نجات دی اور باقیوں کو غرق کیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہا طغی یعنی کثر ہے۔ کہا جاتا ہے۔ بالطَّاغِیَۃِ یعنی بطغیانہم یعنی وہ اپنی سرکشی کے باعث ہلاک ہوئے۔ اور کہا جاتا ہے طَغَتْ عَلَى الْخُزَّانِ جیسے پانی قوم نوح علیہ السلام پر تجاوز کر گیا تھا۔ ان پر ہوا حد سے بڑھ گئی۔ اور ضبط سے نکل گئی۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک کمیال کی مقدار سے زیادہ ہوا نہیں چھوڑی اور نہ ہی ایک کمیال سے زیادہ بارش کا خطرہ بھیجا ہے سوا یوم عاد اور یوم نوح کے ،، جو ضبط سے نکل گئی تھی۔ خُزَّان خازن کی جمع ہے۔

قولہ غِسْلِیْن ،، سے اس آیت کریمہ: وَلَا طَعَامٌ إِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ ،، کی طرف اشارہ کیا یعنی نہ کچھ کھانے کو مگر دوزخیوں کا پیپ۔ غسلین جو دوزخیوں کی پیپ سے بہنے لگے گا۔ ضحاک اور ربیع نے کہا غسلین دوزخ میں درخت ہے جس کو وہ کھائیں گے۔ فراء کے غیر نے غسلین کی تفسیر یہ کی ہے کہ جس کو تم دھوؤ تو جو شیء اس سے نکلے اس کو غسلین کہتے ہیں۔ پس غسلین فعلین کے وزن پر غسل سے ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سُوْرَۃُ سَأَلَ سَائِلٌ

وَالْفَصِيْلَةُ أَصْغَرُ آبَائِهِ الْقُرْبٰى إِلَيْهِ يَنْتَمِيْ مَنِ انْتَمٰى لِلشَّوٰى اَلْيَدَانِ وَالرِّجْلَانِ وَالْأَطْرَافُ وَجِلْدَةُ الرَّأْسِ يُقَالُ لَهَا شَوَاةٌ وَمَا كَانَ غَيْرَ مَقْتَلٍ فَهُوَ شَوًى وَالْعِزُوْنَ الْحِلَقُ وَالْجَمَاعَاتُ وَوَاحِدُهَا عِزَةٌ

اور شیٔ سے مراد زخم وغیرہ ہیں۔

قولہ أَعْجَازُ نَخْلٍ " سے اس آیت کریمہ : كَأَنَّهُمْ أَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ،، کی طرف اشارہ کیا اور اعجاز کی تفسیر اصول سے کی خاویہ بمعنی ساقط ہے۔ یعنی گویا وہ کھجوروں کے ڈھنڈ ہیں گرے ہوئے۔

قولہ بَاقِيَةٍ " سے اس آیت کریمہ ،، فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِنْ بَاقِيَةٍ " کی طرف اشارہ کیا اور اس کی تفسیر بقیۃ سے کی " تو تم ان میں کوئی بچا ہوا دیکھتے ہو؟ یعنی موت نے انہیں ایسا ڈھا دیا کہ آٹھویں روز جب صبح کو وہ سب لوگ ہلاک ہو گئے تو ہواؤں نے انہیں اڑا کر سمندر میں پھینک دیا اور ایک بھی باقی نہ رہا۔

سُوْرَہ سَأَلَ سَائِلٌ

اس کو سورۂ معارج بھی کہتے ہیں یہ مکی ہے۔ اس کی چوالیس آیات ہیں۔

قولہ الفصیلۃ " اس آیت کریمہ " وَفَصِيْلَتِهِ الَّتِيْ تُؤْوِيْهِ " کی طرف اشارہ کیا۔ اور اس کی تفسیر میں کہا کہ فصیلہ وہ قریبی رشتہ دار ہیں جن کی طرف منسوب کیا جاتا ہے

قولہ لِلشَّوٰى ،، سے اس آیت کریمہ ،، كَلَّا إِنَّهَا لَظٰى نَزَّاعَةً لِلشَّوٰى ،، کی طرف اشارہ کیا یعنی ہرگز نہیں دیے کچھ اس کے کام نہ آئے گا اور کسی طرح وہ عذاب سے بچ نہ سکے گا) وہ تو بھڑکتی آگ ہے۔ کھال اتار لینے والی ،، شوٰی کے معنی دونوں ہاتھ، دونوں پاؤں، اطراف بدن اور سر کی کھال کے ہیں۔ مقصد یہ ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سُوْرَةُ إِنَّآ أَرْسَلْنَا

أَطْوَارًا طَوْرًا كَذَا وَطَوْرًا كَذَا يُقَالُ عَدَا طَوْرَهُ أَيْ قَدْرَهُ وَالْكُبَّارُ أَشَدُّ مِنَ الْكُبَارِ وَكَذٰلِكَ جُمَّالٌ وَجَمِيْلٌ لِأَنَّهَا أَشَدُّ مُبَالَغَةً وَكُبَّارًا الْكَبِيْرُ وَكُبَارًا أَيْضًا بِالتَّخْفِيْفِ وَالْعَرَبُ تَقُوْلُ رَجُلٌ حُسَانٌ مُخَفَّفٌ وَجُمَالٌ مُخَفَّفٌ دَيَّارًا مِنْ دَوْرٍ وَلٰكِنَّهُ فَيْعَالٌ مِنَ الدَّوَرَانِ كَمَا قَرَءَ عُمَرُ الْحَيُّ الْقَيَّامُ وَهِيَ مِنْ قُمْتُ وَقَالَ غَيْرُهُ دَيَّارًا أَحَدًا تَبَارًا هَلَاكًا وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ مِدْرَارًا يَتْبَعُ بَعْضُهَا بَعْضًا وَقَارًا عَظَمَةً

دوزخ کی آگ بھڑکائی جائے گی اور وہ ان اعضاء کو چمڑے اور کھال سے دُور کر دے گی۔ ان کو اشواۃ بھی کہا جاتا ہے۔ اور جو عضو قتل کی جگہ نہ ہو اس کو شوا کہتے ہیں۔

قولہ اَلْعِزُوْن ،، سے اس آیت کریمہ : فَمَا لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا قِبَلَكَ مُهْطِعِيْنَ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ عِزِيْنَ ،، کی طرف اشارہ کیا۔ ان کافروں کو کیا ہوا تمہاری طرف تیز نگاہ سے دیکھتے ہیں داہنے اور بائیں گروہ کے گروہ عِزُوْنَ بکسر العین بمعنی گروہ اور جماعتیں اس کا واحد عِزَةٌ ہے۔ کافر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد حلقے باندھ کر گروہ کے گروہ جمع ہوتے تھے اور آپ کا کلام مبارک سنتے اور اس کو جھٹلاتے اور استہزاء کرتے اور کہتے اگر یہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے تو ہم ضرور ان سے پہلے اس میں داخل ہوں گے اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان کافروں کا کیا حال ہے کہ آپ کے پاس بیٹھتے بھی ہیں اور گردنیں اٹھا اٹھا کر دیکھتے بھی ہیں پھر سن کر نفع نہیں اٹھاتے۔

قولہ یُوْفِضُوْنَ ،، سے اس آیت کریمہ : كَأَنَّهُمْ إِلٰى نُصُبٍ يُّوْفِضُوْنَ ،، کی طرف اشارہ کیا گویا وہ نشانوں کی طرف لپک رہے ہیں جیسے جھنڈے والے اپنے جھنڈے کی طرف دوڑتے ہیں۔ یُوْفِضُوْنَ ،، کی تفسیر الفاض بمعنی اسراع سے کی یعنی وہ تیز دوڑتے ہیں (لپک رہے ہیں) یعنی جس وقت صیحہ اخیر سنیں گے تو اپنے بتوں

کی طرف دوڑیں گے جن کی وہ پوجا کرتے تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نصب کی تفسیر غایت سے کی ہے

سورۂ نوح علیہ السّلام

یہ سورت مکی ہے نحل کے بعد اور سورۂ ابراہیم علیہ السلام سے پہلے نازل ہوئی ، اس کی اٹھائیس آیات ہیں
قولہ اطوارا ، سے اس آیت کریمہ : وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا ، کی طرف اشارہ کیا یعنی اس نے تمہیں طرح طرح بنایا۔ کبھی نطفہ کبھی علقہ ، کبھی مضغہ ، کبھی عظام (ہڈیاں) اور ہڈیوں پر گوشت پیدا کیا اور تمہاری خلقت کامل کی ان مقامات میں طور بمعنی تارہ (کبھی) ہے اور بمعنی قدر بھی آتا ہے۔ اس کی طرف امام نے ، یقال عدا طورہ ، سے اشارہ کیا یعنی وہ اپنی حد سے بڑھ گیا ،،

قولہ کبارا ،، سے اس آیت کریمہ ،، وَمَكَرُوا مَكْرًا كُبَّارًا ،، کی طرف اشارہ کیا۔ کبار بتشدید الباء کبر کے معنی میں کبار بتخفیف الباء سے زیادہ سخت ہے کثرت حروف کثرت معنی پر دلالت کرتے ہیں۔ اسی طرح جمال بتشدید المیم اور جمیل ہیں کہ جمال کے معنی میں جمیل کے معنی سے زیادہ مبالغہ ہے۔ کبار مشدد بمعنی کبیر ہے۔ ایسے ہی کبار مخفف ہے اسی طرح حسان مشدد حسان مخفف سے ابلغ ہے اور جمال مشدد جمال مخفف سے ابلغ ہے
قولہ دیارا ،، سے اس آیت کریمہ ،، رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكَافِرِيْنَ دَيَّارًا کی طرف اشارہ کیا۔ زمین پر کوئی بسنے والا کافر نہ چھوڑ۔ دیارًا ، دور سے مشتق ہے اس کا وزن فیعال ہے۔ دراصل دیوار تھا۔ واؤ کو یاء سے بدل کیا اور یاء کو یاء میں ادغام کیا اس کا وزن ،، فعال ،، نہیں ، کیونکہ اس کا اصل دوار ،، نہیں تاکہ اس کا وزن فعال ،، ہو۔ جیسے عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے الحیّ القیّام ،، القیوم کی جگہ پڑھا اور یہ قمت سے ماخوذ ہے یہ بالکل دیار کی طرح ہے۔ یعنی قیام بروزن فعال نہیں بلکہ بروزن فیعال ہے جیسا کہ دیار بروزن فیعال ہے۔ ابن ابی داؤد نے کئی طرق سے ذکر کیا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے قیّام پڑھا ہے۔ سعید بن مسیب سے بھی یہ منقول ہے بعض نے کہا اس کا مقتضیٰ یہ ہے کہ " احد ،، کو مقدم ذکر کیا جائے ورنہ معنی درست نہ ہوگا۔ اس بعض نے کہا دیار بمعنی احد ہے۔ اور معنی یہ ہے کہ لا تذر علی الارض من الکافرین احدا ،، زمین پر کافر نہ چھوڑ ،، ثعلبی نے اس معنی کی طرف یوں اشارہ کیا کہ انھوں نے کہا دیارا احدا یدور فی الارض فیذہب و یجیئ یعنی زمین میں پھرنے والا آنے جانے والا کوئی نہ چھوڑ۔

قولہ تبارا ،، سے اس آیت کریمہ : وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا تَبَارًا ،، تبار بمعنی ہلاک ہے یعنی کافروں کو زیادہ نہ کر مگر تباہی۔ اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی اور ان کی قوم کے تمام کفار کو عذاب سے ہلاک کر دیا۔

بَابُ وُدًّا وَّلَا سُوَاعًا وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا

۴۵۹۹ — حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى قَالَ اَخْبَرَنَا هِشَامٌ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ وَقَالَ عَطَاءٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ صَارَتِ الْاَوْثَانُ الَّتِىْ كَانَتْ فِىْ قَوْمِ نُوْحٍ فِى الْعَرَبِ بَعْدُ اَمَّا وُدٌّ كَانَتْ لِكَلْبٍ بِدَوْمَةِ الْجَنْدَلِ وَاَمَّا سُوَاعٌ كَانَتْ لِهُذَيْلٍ وَاَمَّا يَغُوْثُ فَكَانَتْ لِمُرَادٍ ثُمَّ لِبَنِىْ غُطَيْفٍ بِالْجَوْفِ عِنْدَ سَبَأٍ وَاَمَّا يَعُوْقُ فَكَانَتْ لِهَمْدَانَ وَاَمَّا نَسْرٌ فَكَانَتْ لِحِمْيَرَ لِاٰلِ ذِى الْكَلَاعِ وَنَسْرًا اَسْمَاءُ رِجَالٍ صَالِحِيْنَ

قولہ مِدْرَارًا ،، اس آئت کریمہ : وَيُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا ،، کی طرف اشارہ کیا اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کی تفسیر یَتْبَعُ بَعْضُهٗ بَعْضًا ،، سے کی یعنی پے در پے آئت کے معنی یہ ہیں تم پر پے در پے بارش برسائے گا ؎

قولہ وَقَارًا ،، سے اس آئت کریمہ : مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا ،، کی طرف اشارہ کیا اور وقار کی عظمت سے تفسیر کی یعنی تمہیں کیا ہوا اللہ سے عزت حاصل کرنے کی امید نہیں کرتے (اس طرح کہ اس پر ایمان لاؤ) حسن بصری نے کہا تم اللہ کی عظمت نہیں جانتے ہو۔ حسن بصری نے کہا تم اللہ کا حق نہیں پہچانتے ہو اور اس کی نعمت کا شکر نہیں کرتے ہو۔ سعید بن جبیر نے کہا تم ثواب کی امید نہیں کرتے ہو اور عذاب سے ڈرتے نہیں ہو۔

باب — اللہ تعالیٰ کا ارشاد! کافر بولے (عوام سے) ہرگز نہ چھوڑنا اپنے خداؤں کو ،،

اور ہرگز نہ چھوڑنا وُدّ، سواع، یغوث، یعوق اور نسر کو اور انھوں نے بہتوں کو بہکایا ؎

۴۵۹۹ — ترجمہ : ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نوح علیہ السلام کی قوم میں

مِنْ قَوْمِ نُوْحٍ فَلَمَّا هَلَكُوْا أَوْحَى الشَّيْطَانُ إِلَى قَوْمِهِمْ أَنِ انْصِبُوْا إِلَى مَجَالِسِهِمُ الَّتِي كَانُوْا يَجْلِسُوْنَ أَنْصَابًا وَسَمُّوْهَا بِأَسْمَائِهِمْ فَفَعَلُوْا فَلَمْ تُعْبَدْ حَتَّى إِذَا هَلَكَ أُوْلٰئِكَ وَتَنَسَّخَ الْعِلْمُ عُبِدَتْ

جو بُت تھے بعد میں وہ عرب میں معبود بنائے گئے۔ وَدّ دُومۃ الجندل میں قبیلہ کلب کا بت تھا۔ سواع قبیلہ ہُذیل کا یغوث قبیلہ مراد کا پھر جُوف میں قبیلہ بنی غطیف کے بُت تھے۔ بہرحال یعوق یہ ہمدان کے لوگوں کا بت تھا اور نسر حمیر کا جو ذی الکلاع کے لوگوں سے تھا۔ بُت تھا۔ یہ یمن میں سبا کے قریب نوح علیہ السلام کی قوم میں سے نیک لوگ تھے جب وہ فوت ہو گئے تو شیطان نے اُن کے دلوں میں یہ ڈالا کہ ان کو اپنی مجلسوں میں جہاں وہ بیٹھا کرتے تھے بُت نصب کر دو۔ اور ان کے نام وہی رکھو جو اُن کے نام تھے۔ پس لوگوں نے ایسا ہی کیا اور ان کی عبادت نہیں کی جاتی تھی حتیٰ کہ جن لوگوں نے ان کو نصب کیا تھا ہلاک ہو گئے اور ان کا علم جاتا رہا تو ان کی عبادت کی جانے لگی اور لوگوں نے ان کو اپنے خدا گمان کر لیا۔

۴۵۹۹ شرح : محمد بن کعب سے روایت ہے کہ آدم علیہ السلام کے پانچ بیٹے۔ وَدّ سُواع، یغوث، یعوق اور نسر تھے۔ اُن میں سے ایک فوت ہو گیا تو وہ بہت غمناک ہوئے۔ شیطان نے کہا میں تمہارے لئے اس جیسا بنا دیتا ہوں جب اس کو دیکھو گے تو اسے یاد کرو گے اُنھوں نے کہا درست ہے۔ کرو! شیطان نے مسجد میں تانبہ اور پیتل سے ایک صورت بنائی پھر دوسرا فوت ہو گیا تو اس کا مجسمہ بنایا حتیٰ کہ سارے فوت ہو گئے اور اشیاء بدل گئیں حتیٰ کہ کچھ عرصہ بعد اُنھوں نے اللہ کی عبادت ترک کر دی۔ شیطان نے کہا تمہیں کیا ہوا کہ تم اپنے خدا اور اپنے آباء کے خداؤں کی عبادت نہیں کرتے ہو۔ کیا تم ان کو اپنے مصلوں میں نہیں دیکھتے ہو۔ پس لوگوں نے اللہ کے سوا بتوں کی پوجا شروع کر دی۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔ علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا کہ سہیلی نے کہا یغوث حضرت شیث علیہ السلام کے بیٹے تھے ان کی عبادت کی ابتداء مہلائیل بن قینان کے زمانہ سے شروع ہوئی۔ کتاب العین میں ہے "ودّ"، نوح علیہ السلام کی قوم کا بُت تھا اور وُدّ کی واو مضموم ہو تو یہ قریش کا بُت تھا۔ ماوردی نے کہا سب سے پہلے اس کی عبادت کی گئی اس کو ودّ اس لئے کہتے ہیں کہ لوگ اس سے محبت کرتے تھے اور نوح علیہ السلام کی قوم کے بعد یہ دومۃ الجندل میں قبیلہ کلب کا بت تھا۔ سُواع عورت کی شکل میں مجسمہ بنایا گیا تھا۔ یہ قبیلہ ہذیل کا بت تھا اور یغوث پہلے قبیلہ مراد کا بت تھا۔ سُواع عورت کی شکل میں مجسمہ بنایا گیا تھا۔ یہ قبیلہ ہذیل کا بت تھا اور یغوث

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سُوْرَةُ قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ

وَقَالَ الْحَسَنُ جَدُّ رَبِّنَا غِنَا رَبِّنَا وَقَالَ عِكْرِمَةُ جَلَالُ رَبِّنَا وَقَالَ اِبْرَاهِيْمُ اَمْرُ رَبِّنَا وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لِبَدًا اَعْوَانًا

پہلے قبیلہ مراد کا بت تھا پھر بنی عطیف کا جُرُف یا جوف میں بُت تھا جو یمن کی زمین میں ہے۔ واللہ اعلم!
قولہ الاوثان ،، وثن کی جمع ہے۔ وثن وہ ہے جو لکڑی یا پتھر یا چاندی یا جو سے بنایا ہوا جثہ ہو۔ عرب لوگ اوثان کو نصب کر کے ان کی عبادت کرتے تھے۔

سُوْرَۂ جِنّ

یہ سورت مکی ہے اس کی اٹھائیس (۲۸) آیات ہیں۔
قولہ لِبَدًا سے اس آئت کریمہ : لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا کی طرف اشارہ کیا اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے لِبَدًا کی تفسیر اَعْوَان بمعنی جماعات سے کی۔ یعنی جب اللہ کا بندہ (سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم فجر کے وقت بطن نخلہ میں) اس کی بندگی کرنے کھڑا ہوا (نماز پڑھنے) تو قریب تھا کہ وہ جن اس پر جمع ہو جائیں، کیونکہ انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت و تلاوت اور آپ کے اصحاب کی اقتداء نہائت عجیب اور پسندیدہ معلوم ہوئی اس سے پہلے انھوں نے کبھی ایسا منظر نہ دیکھا تھا اور ایسا بے مثل کلام نہ سُنا تھا۔ قولہ لِبَدًا دراصل لبدًا کے معنی ہیں۔ ایک دوسرے کے مجتمع ہونے والے اور قرآن کریم کی سماعت میں ہجوم کے ایک دوسرے کے اُوپر گرنے والے حسن بصری، قتادہ اور ابن زید نے اس کی تفسیر میں کہا کہ جب اللہ کا بندہ دعوتِ اسلام دینے کے لئے اُٹھا تو انسان اور جن اس پر جمع ہو گئے اور جو حق وہ لے کر آیا تھا اس کو باطل کرنے کے لئے اس پر غلبہ کرنے لگے اور اللہ کا نور بجھانا چاہا تو اللہ تعالیٰ نے اس کا انکار کیا جبکہ وہ اس امر کو پورا کرنے والا ہے۔ اور اپنے بندے کی مخالفت کرنے والوں کے مقابلہ میں اپنے بندہ کا مددگار رہے۔ قولہ بخسًا ،، سے اس آئت کریمہ : فَلَا يَخَافُ بَخْسًا وَّلَا رَهَقًا ،، کی طرف اشارہ کیا اور اس کی تفسیر نقص سے کی عرب کے کلام میں رہق کے معنی گناہ اور محارم کے ارتکاب کرنے کے ہیں۔

۴۶۰۰ — حَدَّثَنَا مُوْسٰى بْنُ اِسْمٰعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ اَبِيْ بِشْرٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ انْطَلَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ طَآئِفَةٍ مِّنْ اَصْحَابِهٖ عَامِدِيْنَ اِلٰى سُوْقِ عُكَاظٍ وَقَدْ حِيْلَ بَيْنَ الشَّيَاطِيْنِ وَبَيْنَ خَبَرِ السَّمَآءِ وَاُرْسِلَتْ عَلَيْهِمُ الشُّهُبُ فَرَجَعَتِ الشَّيَاطِيْنُ فَقَالُوْا مَا لَكُمْ قَالُوْا حِيْلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَ خَبَرِ السَّمَآءِ وَاُرْسِلَتْ عَلَيْنَا الشُّهُبُ قَالَ مَا حَالَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ خَبَرِ السَّمَآءِ اِلَّا مَا حَدَثَ فَاضْرِبُوْا مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا فَانْظُرُوْا مَا هٰذَا الْاَمْرُ الَّذِيْ حَدَثَ فَانْطَلَقُوْا فَضَرَبُوْا مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا يَنْظُرُوْنَ مَا هٰذَا الْاَمْرُ الَّذِيْ حَالَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ خَبَرِ السَّمَآءِ قَالَ فَانْطَلَقَ الَّذِيْنَ تَوَجَّهُوْا نَحْوَ تِهَامَةَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَخْلَةَ وَهُوَ عَامِدٌ اِلٰى سُوْقِ عُكَاظٍ وَهُوَ يُصَلِّيْ بِاَصْحَابِهٖ صَلٰوةَ الْفَجْرِ فَلَمَّا سَمِعُوا الْقُرْاٰنَ تَسَمَّعُوْا لَهٗ فَقَالُوْا هٰذَا الَّذِيْ حَالَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ خَبَرِ السَّمَآءِ فَهُنَالِكَ رَجَعُوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ فَقَالُوْا يَا قَوْمَنَا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا يَهْدِيْ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا

۴۶۰۰ — ترجمہ : ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چند صحابہ کرام کے ساتھ منڈی عکاظ کا قصد کرتے ہوئے گئے، حالانکہ شیطانوں اور آسمانی خبروں کے درمیان حجاب حائل ہو چکا تھا اور اُن پر آگ کے شعلے مارے جانے لگے تھے۔ تو شیطان واپس لوٹ گئے اُن سے کہا تمہارا کیا حال ہے کہ واپس آگئے ہو۔ اُنھوں نے کہا ہمارے اور آسمان کی خبر کے درمیان مانع واقع ہو گیا ہے۔ اور ہم پر آگ کے شعلے پھینکے جاتے ہیں۔ کہا تمہارے اور آسمان کی خبر کے درمیان کوئی نئی شیٔ حائل ہوئی ہے۔ تم زمین کے مشارق اور مغارب میں چلے جاؤ اور دیکھو یہ کیا ہے جو حائل ہوا ہے پس وہ گئے اور زمین کے مشرق و مغرب میں گئے۔ اس حال میں کہ وہ دیکھتے تھے کہ وہ کونسی نئی شیٔ ہے جو اُن کے اور آسمان کی خبر کے درمیان حائل ہے۔ راوی نے کہا جو تہامہ کی طرف گئے تھے۔ وہ جناب رسول اللہ

بہٖ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَا اَحَدًا ۔ اَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى نَبِيِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ وَاِنَّمَا اُوْحِيَ اِلَيْهِ قَوْلُ الْجِنِّ

صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نخلہ میں گئے، حالانکہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم منڈی عکاظ کا قصد کئے ہوئے تھے اور اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو فجر کی نماز پڑھا رہے تھے۔ جب انھوں نے قرآن سنا اور کان لگا کر سنا تو کہنے لگے یہ ہے وہ شی جو تمہارے اور آسمان کی خبر کے درمیان حائل ہوئی ہے۔ جب وہ اپنی قوم کی طرف واپس گئے تو کہنے لگے اے ہماری قوم! ہم نے عجیب قرآن سنا ہے جو ہدایت کی راہ بتاتا ہے ہم تو اس پہ ایمان لاتے ہیں اور اپنے پروردگار کا کسی کو شریک نہیں بناتے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پہ یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔ قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ الآیۃ۔ ابن عباس نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جن کا قول وحی کیا گیا تھا۔

۴۶۰۰ — شرح: عُکاظ بضم السین و فتح الکاف عرب کی مشہور منڈی ہے۔ نخل مکہ مکرمہ اور طائف کے درمیان وادی ہے۔ لوگ وہاں سارا شوال اقامت کرتے خرید و فروخت کرتے اور ایک دوسرے پہ فخر کی باتیں کیا کرتے تھے۔ جب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم طائف کی طرف تشریف لے گئے اور بعثت کے دسویں سال واپس تشریف لائے تو یہ واقعہ ہوا تھا، لیکن اشکال یہ ہے کہ اس حدیث میں آپ کے ہمراہ چند صحابہ کرام کا ذکر ہے، حالانکہ جب آپ طائف تشریف لے گئے تھے تو زید بن حارثہ کے سوا کوئی آپ کے ساتھ نہ تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ واقعہ متعدد بار ہوا ہے یا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم طائف سے واپس تشریف لائے تھے تو چند صحابہ کرام راستہ میں ملے اور آپ کے ساتھ ہم سفر ہو گئے تھے (قسطلانی) قولہ شُھُب بضم الشین والہا شہاب کی جمع ہے۔ احادیث و اخبار سے جو ظاہر ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ یہ واقعہ بعثت کی ابتداء کا ہے۔ اور جنوں کا قرآن کریم کی سماعت کے لئے آنا طائف کی طرف تشریف لے جانے سے دو سال قبل ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ جنوں نے آپ کو دیکھا تھا کہ آپ صحابہ کو صبح کی نماز پڑھا رہے تھے حالانکہ نماز معراج کی شب فرض ہوئی تھی اس کا جواب یہ ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ایک نماز سورج کے طلوع ہونے سے پہلے اور ایک نماز غروب ہونے سے پہلے پڑھا کرتے تھے۔

امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث پر کچھ اضافہ ذکر کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ جنات کا اپنی قوم سے یہ کہنا لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا، جب اللہ کا بندہ اس کی بندگی کرنے کھڑا ہوا تو قریب تھا کہ وہ جن اس پر جمع ہو جائیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ جب جنات نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھا اور دیکھا کہ آپ کے صحابہ آپ کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں۔ اور آپ کے سجدہ کے ساتھ سجدہ کرتے ہیں تو صحابہ کرام کے آپ کی اطاعت کرنے سے حیران ہو گئے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سُوْرَةُ الْمُزَّمِّلِ

وَقَالَ مُجَاهِدٌ وَتَبَتَّلْ أَخْلِصْ وَقَالَ الْحَسَنُ أَنْكَالًا قُيُودًا مُنْفَطِرٌ
مُثْقَلَةٌ بِهِ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ كَثِيبًا مَهِيلًا الرَّمْلُ السَّائِلُ وَبِيلًا شَدِيدًا

اور اپنی قوم سے یہ ذکر کیا " اس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنوں کو نہیں دیکھا اور نہ اُن پر قرآن پڑھا اس مقام میں صرف اتفاق ہو گیا تھا کہ آپ کے نماز پڑھاتے وقت جنات بھی وہاں پہنچ گئے۔ اور نماز میں آپ کی قرأت سُنی تو اللہ تعالیٰ نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر دی۔

(حدیث ع ۷۴۱ ، جلد : ۱ کی شرح دیکھیں)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یہ سورت مکی ہے اس کی انیس یا بیس آیات ہیں

مزمل دراصل متزمل تھا۔ تاء کو زاء سے بدل کر کے ادغام کر دیا۔ قولہ تَبَتَّلْ " سے اس آیت کریمہ وَتَبَتَّلْ اِلَیْہِ تَبْتِیْلًا " کی طرف اشارہ کیا۔ مجاہد نے کہا تَبَتَّلْ بمعنی اَخْلِصْ ہے۔ صرف اللہ کی عبادت کرو! عطاء نے کہا بمعنی انقطاع ہے۔ یہ لغوی معنیٰ ہے۔

قولہ اَنْکَالًا " سے اس آیت کریمہ : اِنَّ لَدَیْنَا اَنْکَالًا وَّجَحِیْمًا " کی طرف اشارہ کیا۔ حسن بصری نے کہا اَنْکَال بمعنی قیود ہے۔ یعنی ہمارے پاس قیود اور دوزخ ہے۔

قولہ مُنْفَطِرٌ بِہٖ " سے اس آیت کریمہ : " یَوْمًا یَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِیْبًا السَّمَآءُ مُنْفَطِرٌ بِہٖ " کی طرف اشارہ کیا اور مُثْقَلَةٌ بِہٖ " سے اس کی تفسیر کی۔ وہ دن بچوں کو بوڑھا کر دے گا اور آسمان اس سے بھاری ہو جائے گا " یعنی قیامت کے دن کی شدت دہشت آسمان کے انفطار کا سبب ہوگی۔ منفطر آسمان کی صفت ہے اور آسمان مؤنث اس کی صفت مذکر لانا تاویل پر مبنی ہے۔ یعنی سَقْفٌ مُنْفَطِرٌ۔ یا مُنْفَطِرٌ بِاَدَاتِ الْاِنْفِطَارِ " قولہ کَثِیْبًا مَّہِیْلًا " سے اس آیت کریمہ : وَکَانَتِ الْجِبَالُ کَثِیْبًا مَّہِیْلًا " کی طرف اشارہ کیا اور رمل سائل بمعنی بہنے والی ریت سے اس کی تفسیر کی۔ یعنی پہاڑ بہتا ہوا ریت کا ٹیلہ ہو جائیں گے۔ قولہ وَبِیْلًا " سے اس آیت کریمہ فَاَخَذْنٰہُ اَخْذًا وَّبِیْلًا کی طرف اشارہ کیا اور شدید سے وبیل کی تفسیر کی یعنی ہم نے اس کو سخت پکڑا اسی مادہ سے وبال ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سُوْرَةُ الْمُدَّثِّرِ

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ عَسِيْرٌ شَدِيْدٌ قَسْوَرَةٌ رِكْزُ النَّاسِ وَاَصْوَاتُهُمْ وَقَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ الْاَسَدُ وَكُلُّ شَدِيْدٍ قَسْوَرَةٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ نَافِرَةٌ مَّذْعُوْرَةٌ

١٠٦٤ ـــ حَدَّثَنَا يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْمُبَارَكِ عَنْ يَحْيٰى بْنِ اَبِىْ كَثِيْرٍ سَاَلْتُ اَبَا سَلَمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَوَّلِ مَا نَزَلَ مِنَ الْقُرْاٰنِ قَالَ يٰاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُلْتُ يَقُوْلُوْنَ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِىْ خَلَقَ فَقَالَ اَبُوْسَلَمَةَ سَاَلْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ ذٰلِكَ وَقُلْتُ لَهٗ مِثْلَ الَّذِىْ قُلْتَ فَقَالَ جَابِرٌ لَا اُحَدِّثُكَ اِلَّا مَا حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سُورہ مُدَّثِّر

یہ سُورت مکی ہے۔ اس کی چھپن (۵۶) آیات ہیں!

قول عَسِيْرٌ ،، سے اس آیت کریمہ: فَذٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَّوْمٌ عَسِيْرٌ ،، کی طرف اشارہ کیا پھر اس کی شدید سے تفسیر کی یعنی وہ سخت دن ہے۔ قول قَسْوَرَةٍ ،، سے اس آیت کریمہ: كَاَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ ،، کی طرف اشارہ کیا اور قَسْوَرَةَ کی تفسیر رِكْزُ النَّاسِ وَاَصْوَاتُهُمْ سے کی یعنی لوگوں کا شور وغوغا ،، آیت کے معنیٰ یہ ہیں ،، گویا وہ بھڑکے ہوئے گدھے ہیں کہ لوگوں کے شور وغوغا سے بھاگے جیں۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: قَسْوَرَةَ ،، بمعنی شیر ہے ہر سخت قسورہ ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما

قَالَ جَاوَرْتُ بِحِرَاءٍ فَلَمَّا قَضَيْتُ جِوَارِي هَبَطْتُ فَنُودِيتُ فَنَظَرْتُ عَنْ يَمِينِي فَلَمْ أَرَ شَيْئًا وَنَظَرْتُ عَنْ شِمَالِي فَلَمْ أَرَ شَيْئًا وَنَظَرْتُ أَمَامِي فَلَمْ أَرَ شَيْئًا وَنَظَرْتُ خَلْفِي فَلَمْ أَرَ شَيْئًا فَرَفَعْتُ رَأْسِي فَرَأَيْتُ شَيْئًا فَأَتَيْتُ خَدِيجَةَ فَقُلْتُ دَثِّرُونِي وَصُبُّوا عَلَيَّ مَاءً بَارِدًا قَالَ فَدَثَّرُونِي وَصَبُّوا عَلَيَّ مَاءً بَارِدًا قَالَ فَدَثَّرُونِي وَصَبُّوا عَلَيَّ مَاءً بَارِدًا قَالَ فَنَزَلَتْ يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَأَنْذِرْ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ

نے کہا عرب کی زبان میں قسورہ کا معنی اسد ہے اور فارسی زبان میں شیر اور حبشی زبان میں قسورہ ہے۔ مُسْتَنْفِرَۃٌ بھاگنے والے مذعورہ، گھبرائے ہوئے خائف۔

۴۶۰۱ — ترجمہ: یحییٰ بن ابی کثیر نے کہا میں نے ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن سے قرآن میں پہلی آیت کے نزول کے متعلق پوچھا (کہ قرآن میں پہلے کونسی آیت نازل ہوئی) انھوں نے کہا "یَاأَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ"۔ میں نے کہا لوگ کہتے ہیں: اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِی خَلَقَ "، پہلے نازل ہوئی"، ابو سلمہ نے کہا میں نے جابر بن عبد اللہ سے اس کے متعلق پوچھا اور انہیں وہی کہا جو تمہیں کہا ہے۔ جابر رضی اللہ عنہ نے کہا میں تم سے وہی حدیث بیان کرتا ہوں جو ہم سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کی۔ آپ نے فرمایا میں نے غار حراء میں اعتکاف کیا جب میں نے اعتکاف مکمل کر لیا اور پہاڑ کی غار سے نیچے اترا تو مجھے ایک آواز سنائی دی میں نے اپنی دائیں جانب دیکھا تو کچھ نظر نہ آیا آگے دیکھا تو کچھ نظر نہ آیا پیچھے دیکھا تو کچھ نظر نہ آیا میں نے سر اوپر اٹھایا تو ایک شئ دیکھی (وہ فرشتہ تھا جو حراء میں آیا تھا اور زمین آسمان کے درمیان کرسی پر بیٹھا ہوا ہے۔ میں خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس آیا اور کہا مجھے کمبل اڑھا دو اور میرے اوپر ٹھنڈا پانی ڈالو تو یہ آیت کریمہ: یَاأَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَأَنْذِرْ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ "، نازل ہوئی۔

۴۶۰۱ — شرح: اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ مشہور بلکہ صحیح یہ ہے کہ سب پہلے قرآن کریم کی یہ آیت کریمہ: اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ "، نازل ہوئی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں یہ نہیں کہ یَاأَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ پہلے نازل ہوئی ہے بلکہ جابر نے اجتہاد اور اپنے ظن کے اعتبار سے یہ ذکر کیا۔ یہ مشہور حدیث کے منافی نہیں جو بخاری کی ابتداء میں مذکور ہے۔ اس میں صراحت ہے کہ سب سے پہلے "اقراء"، نازل ہوئی۔ نیز یہ واضح بات ہے کہ وحی کے تین سال انقطاع کے بعد دوسری بار کا

بَابُ قَوْلِهٖ قُمْ فَاَنْذِرْ

۴۶۰۲ — حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِیٍّ وَغَيْرُهٗ قَالَا حَدَّثَنَا حَرْبُ بْنُ شَدَّادٍ عَنْ يَحْيَی بْنِ اَبِیْ كَثِيْرٍ عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ جَاوَرْتُ بِحِرَاءٍ مِثْلَ حَدِيْثِ عُثْمَانَ بْنِ عُمَرَ عَنْ عَلِیِّ بْنِ الْمُبَارَكِ

بَابُ قَوْلِهٖ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ

۴۶۰۳ — حَدَّثَنِیْ اِسْحٰقُ ابْنُ مَنْصُوْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ قَالَ حَدَّثَنَا حَرْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰی قَالَ سَاَلْتُ اَبَا سَلَمَةَ اَیُّ الْقُرْاٰنِ اُنْزِلَ اَوَّلُ فَقَالَ يٰاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ فَقُلْتُ اُنْبِئْتُ اَنَّهٗ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ

یہ واقعہ ہے۔ لہٰذا صحیح حدیث کے یہ منافی نہیں۔ اور جابر کا کلام اُن کے ظن پر مبنی ہے۔ سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام شریف میں کہیں تصریح نہیں کہ پہلے مدثّر نازل ہوئی شیخ نے اس توجیہہ کو محلِ نظر قرار دیا، کیونکہ جابر کی حدیث میں ہے کہ سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے فرشتہ دیکھا جو اس سے پہلے غارِ حراء میں آیا تھا۔ لہٰذا ہو سکتا ہے کہ جس آیت کریمہ میں تبلیغِ احکام کا ذکر ہے۔ یہ وہ آیت ہے۔
(حدیث ع ۳ ج ۱ کی شرح دیکھیں)

باب — اللہ تعالیٰ کا ارشاد! کھڑے ہو جاؤ پھر ڈر سناؤ!

۴۶۰۲ — ترجمہ: یحییٰ نے کہا میں نے ابو سلمہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا سب سے پہلے قرآن کریم کا کون کلمہ نازل ہوا۔ اُنھوں نے کہا یٰاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ میں نے ابو سلمہ سے کہا مجھے یہ خبر ملی ہے کہ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ "پہلے نازل ہوئی۔ ابو سلمہ نے کہا میں نے جابر بن عبد اللہ سے پوچھا کونسی آیت قرآن

خلق فقال ابو سلمة سألت جابر بن عبد الله اى القرآن انزل اول فقال يا ايها المدثر فقلت انبئت انه اقرأ باسم ربك فقال لا اخبرك الا بما قال رسول الله صلى الله عليه وسلم قال رسول الله صلى الله عليه وسلم جاورت في حراء فلما قضيت جواري هبطت فاستبطنت الوادي فنوديت فنظرت امامي وخلفي وعن يميني وعن شمالي فاذا هو جالس على عرش بين السماء والارض فاتيت خديجة فقلت دثروني وصبوا على ماء باردا فانزل على يا ايها المدثر قم فانذر وربك فكبر

باب قوله وثيابك فطهر

پہلے نازل ہوئی۔ اُنھوں نے کہا یا ایہا المدثر میں نے کہا مجھے خبر پہنچی ہے کہ "اقرأ باسم ربک" پہلے نازل ہوئی اُنھوں نے کہا میں تجھے وہی خبر دیتا ہوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے حرا میں اعتکاف کیا جب میں نے اعتکاف مکمل کر لیا تو غار سے نیچے اُترا اور وادی کے درمیان گیا تو مجھے ندا دی گئی میں نے اپنے آگے پیچھے دائیں بائیں دیکھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ فرشتہ زمین و آسمان کے درمیان کرسی پر بیٹھا ہے۔ میں خدیجہ کے پاس آیا اور اُن سے کہا مجھے کمبل اوڑھا دو اور میرے اُوپر ٹھنڈا پانی ڈالو اور مجھ پر یہ آیت کریمہ "یا ایہا المدثر" نازل ہوئی۔

۴۶۰۳ — **شرح** : ظاہر یہ ہے کہ جس نے یحییٰ بن ابی کثیر کو خبر دی وہ عروہ بن زبیر ہے رضی اللہ عنہما اور جس نے ابو سلمہ کو خبر دی وہ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ ہیں رضی اللہ عنہا کیونکہ یہ حدیث عروہ کے ذریعہ ام المؤمنین عائشہ سے مشہور ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ان کی مدثر کی اوّلیت سے مراد مخصوص اوّلیت ہو۔ یعنی وحی کے انقطاع کے بعد یا وہ اوّلیت جو انذار کے ساتھ مقید ہے مطلق اوّلیت مراد نہیں! کیونکہ مطلق اوّلیت اقرأ باسم ربک کے لئے ہے۔ الحاصل اقرأ باسم ربک میں اوّلیت حقیقی ہے اور مدثر میں اوّلیت اضافی ہے۔ واللہ اعلم!

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد! اور کپڑے پاک رکھیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۴۶۰۴ — حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ وَحَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ فَأَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُحَدِّثُ عَنْ فَتْرَةِ الْوَحْيِ فَقَالَ فِي حَدِيثِهِ فَبَيْنَا أَنَا أَمْشِي سَمِعْتُ صَوْتًا ...... مِنَ السَّمَاءِ فَرَفَعْتُ رَأْسِي فَإِذَا الْمَلَكُ الَّذِي جَاءَنِي بِحِرَاءٍ جَالِسٌ عَلَى كُرْسِيٍّ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ فَجُئِثْتُ مِنْهُ رُعْبًا فَرَجَعْتُ فَقُلْتُ زَمِّلُونِي فَدَثَّرُونِي فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ إِلَى وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ قَبْلَ أَنْ تُفْتَرَضَ الصَّلٰوةُ وَهِيَ الْأَوْثَانُ

تفسیر : ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا کہ کپڑوں کی پاکیزگی سے کیا مراد ہے عربوں میں مشہور ہے کہ جو شخص باوفا اور سچا ہو اس کو کہتے ہیں یہ شخص پاکیزہ لباس والا ہے اور جو عہد شکنی کرے اسے کہتے ہیں یہ پلید لباس والا ہے۔ اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا فخر و غرور اور ظلم و گناہ کا لباس نہ پہنو پاکیزہ لباس پہنو۔ ابن سیرین اور ابن زید نے کہا اس کے معنی ہیں اپنے کپڑے صاف کرو اور پانی سے دھوؤ اور نجاست سے پاک کرو کیونکہ مشرک کپڑے پاک نہ رکھتے تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کو حکم فرمایا کہ آپ کپڑے پاک رکھیں اور پاکیزگی اختیار کریں۔

۴۶۰۴ — ترجمہ : جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے کہا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا اس حال میں کہ آپ وحی کے رُک جانے کی حدیث بیان فرماتے تھے آپ نے ارشاد فرمایا ایک دفعہ میں جا رہا تھا۔ اچانک میں نے آسمان کی طرف سے آواز سنی۔ میں نے اپنا سر اوپر اٹھایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ فرشتہ جو غارِ حراء میں میرے پاس آیا تھا زمین و آسمان کے درمیان کرسی پر بیٹھا ہے۔ میں

بَابُ قَوْلِهٖ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ يَقُوْلُ الرُّجْزُ وَالرِّجْسُ الْعَذَابُ

۴۶۰۵ ــــ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ سَمِعْتُ اَبَا سَلَمَةَ قَالَ اَخْبَرَنِيْ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحَدِّثُ عَنْ فَتْرَةِ الْوَحْيِ فَبَيْنَا اَنَا اَمْشِيْ سَمِعْتُ صَوْتًا مِّنَ السَّمَآءِ فَرَفَعْتُ بَصَرِيْ قِبَلَ السَّمَآءِ فَاِذَا الْمَلَكُ الَّذِيْ جَآءَنِيْ بِحِرَاءٍ قَاعِدٌ عَلٰى كُرْسِيٍّ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ فَجُئِثْتُ مِنْهُ حَتّٰى هَوَيْتُ اِلَى الْاَرْضِ فَجِئْتُ اَهْلِيْ فَقُلْتُ زَمِّلُوْنِيْ زَمِّلُوْنِيْ فَزَمَّلُوْنِيْ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ يٰۤاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ اِلٰى قَوْلِهٖ فَاهْجُرْ قَالَ اَبُوْ سَلَمَةَ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرُوا الْاَوْثَانَ ثُمَّ حَمِيَ الْوَحْيُ وَتَتَابَعَ

اس کے خوف سے گھبرا گیا اور گھر واپس آیا اور کہا مجھے کمبل اوڑھا دو اُنھوں نے مجھے کمبل اوڑھا دیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ: یٰۤاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ الآیۃ نازل فرمائی "وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ" تک، (یہ تطہیر لباس) پہلے اس کے کہ نماز فرض ہو اور "وَالرُّجْزَ" کے معنی بُت ہیں۔

۴۶۰۴ ــــ شرح: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ لباس کی تطہیر کا حکم نماز کے فرض ہونے سے قبل تھا۔ غارِ حراء میں وحی آنے کے بعد کچھ عرصہ وحی رُک گئی تھی۔ اس کے بعد یٰۤاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ نازل ہوئی۔ قولہ جُئِثْتُ صیغہ ماضی مجہول متکلم ہے اس کے معنی گھبرانے کے ہیں اور رُعب بمعنی خوف ہے۔ قولہ الرُّجْزُ ھِیَ الْاَوْثَانُ "ضمیر مؤنث اس لئے ذکر کی کہ خبر جمع ہے اور خبر کو جمع باعتبار جنس ذکر کیا ہے۔ اگر سوال پوچھا جائے کہ پہلی حدیث میں ہے کہ میں نے فرشتہ کو عرش پر بیٹھے دیکھا اور اس حدیث میں کرسی پر بیٹھنا مذکور ہے اس کا جواب یہ ہے کہ دونوں میں کچھ فرق نہیں کیونکہ مقصود واحد ہے۔ دکھایہ کہ عظمت کے وقت جس پر بیٹھتے ہیں۔

باب ــــ اللہ تعالیٰ کا ارشاد! اور بتوں سے دُور رہو!

کہا جاتا ہے اَلرُّجْزُ وَالرِّجْسُ دونوں بمعنی عذاب ہیں"

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

سُوۡرَةُ الۡقِيَامَةِ

وَقَوۡلُهٗ لَا تُحَرِّكۡ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعۡجَلَ بِهٖ وَقَالَ ابۡنُ عَبَّاسٍ سُدًى هَمَلًا لِيَفۡجُرَ اَمَامَهٗ سَوۡفَ اَتُوۡبُ لَا وَزَرَ لَا حِصۡنَ

۴۶۰۵ — ترجمہ : ابن شہاب سے روایت ہے کہ میں نے ابوسلمہ سے سُنا کہ انھوں نے کہا مجھے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ انہوں نے جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے رُک جانے کے متعلق بیان فرماتے ہوئے سُنا کہ ایک دفعہ میں جا رہا تھا میں نے آسمان کی طرف سے آواز سُنی تو میں نے اپنا سَر آسمان کی طرف اُٹھایا۔ اچانک میں نے دیکھا کہ فرشتہ جو میرے پاس غار حرا میں آیا تھا آسمان اور زمین کے درمیان کرسی پر بیٹھا ہے۔ میں نے اس سے خوف کیا حتیٰ کہ زمین پر گر پڑا پھر اپنے گھر آیا تو کہا مجھے کمبل اُڑھادو مجھے کمبل اڑھادو تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی : یٰاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ فَاھْجُرْ ،، تک ،، ابوسلمہ نے کہا رُجز بُت ہیں۔ پھر وحی جاری ہوگیا اور پے در پے آتا رہا۔

۴۶۰۶ — شرح : مجاہد، عکرمہ، قتادہ، زہری، ابن زید اور ایک روایت کے مطابق ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ وَالرُّجْزَ فَاھْجُرْ ،، کے معنی بتوں کے قریب نہ جاؤ۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ رجز میں زا سین سے بدل ہے، کیونکہ دونوں کے مخارج قریب ہیں اس کی دلیل یہ ہے کہ قرآن کریم میں ہے : فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ ،، پلید بتوں سے دُور رہو۔ ابوالعالیہ اور ربیع نے کہا رُجز بضم الرّا بمعنی صنم ہے اور بالکسر رجز بمعنی نجس اور معصیت ہے۔ ضحاک نے شرک سے اور ابن کیسان نے اس کی شیطان سے تفسیر کی ہے کہ شرک اور شیطان سے دُور رہو (عینی) ابوسلمہ نے رُجز کی تفسیر اوثان سے کی ہے کیونکہ یہ عذاب تک پہنچاتے ہیں۔

سُورۂ قیامت

یہ سورت مکی ہے۔ اس کی چالیس آیات ہیں ،،

قولہ لَا تُحَرِّکْ بِہٖ ،، یہ خطاب سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے۔ یعنی اے حبیب اپنی زبان

۴۶۰۶ — حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيٰنُ قَالَ حَدَّثَنَا مُوْسٰى بْنُ اَبِیْ عَائِشَةَ وَكَانَ ثِقَةً عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اُنْزِلَ عَلَيْهِ الْوَحْیُ حَرَّكَ بِهٖ لِسَانَهٗ وَوَصَفَ سُفْيٰنُ يُرِيْدُ اَنْ يَّحْفَظَهٗ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ

کو حرکت نہ دیں، کیونکہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم قراءۃ قرآن کے لئے ہوشیار رہتے تھے کہ بھول نہ جائے اور اپنی زبان شریف کو ہلاتے رہتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت کریمہ نازل فرمائی کہ قرآن پاک کے تحفظ کے لئے اور بھول سے بچنے کے لئے اپنی زبان شریف کو نہ ہلائیں۔ آپ نہیں بھولیں گے "

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا اس آیت کریمہ : اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى "، میں سدی کی تفسیر ہمل یعنی مہمل سے کی۔ نیز ابن عباس رضی اللہ عنہما نے " بَلْ يُرِيْدُ الْاِنْسَانُ لِيَفْجُرَ اَمَامَهٗ میں لِيَفْجُرَ اَمَامَهٗ کی تفسیر سوف اتوب اعمل سے کی۔ میں عنقریب گناہ سے تائب ہوں گا اور عمل کروں گا۔ آیت کریمہ کے معنی یہ ہیں۔ انسان مستقبل میں فسق و فجور پر مداومت کا ارادہ کرتا ہے پھر کہتا ہے میں توبہ کرتا ہوں اور عنقریب نیک عمل کرنے لگوں گا۔

قولہ لا وَزَرَ " سے آیت کریمہ : كَلَّا لَا وَزَرَ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِنِ الْمُسْتَقَرُّ "، کی طرف اشارہ کیا اور وزر کی تفسیر حصن سے کی یعنی چھٹکارا نہیں۔

۴۶۰۶ — ترجمہ : ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتا تو آپ زبان شریف کو ہلاتے رہتے۔ سفیان نے بیان کیا کہ آپ کا ارادہ تھا کہ اسے یاد کرلیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ : لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ نازل فرمائی۔ (یعنی یاد کرنے کی جلدی میں قرآن کے ساتھ اپنی زبان کو حرکت نہ دیں) موسیٰ بن ابی عائشہ ثقہ مقبول الحدیث تابعی صغیر کوفی ابوجعدہ بن ہبیر کے موالی سے ہے، چونکہ یہ غیر مشہور ہے۔ اس لئے امام بخاری نے کہا " وَكَانَ ثِقَةً " ورنہ بخاری کی تمام احادیث میں ثقہ راوی ہیں

(حدیث عـ۴ جلد : ۱ کی شرح دیکھیں)

بَابُ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ

۴۶۰۷ — حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى عَنْ اِسْرَائِيْلَ عَنْ مُوْسٰى ابْنِ اَبِيْ عَائِشَةَ اَنَّهٗ سَاَلَ سَعِيْدَ بْنَ جُبَيْرٍ عَنْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ قَالَ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ كَانَ يُحَرِّكُ بِهٖ شَفَتَيْهِ اِذَا اُنْزِلَ عَلَيْهِ فَقِيْلَ لَهٗ لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ يَخْشٰى اَنْ يَّنْفَلِتَ مِنْهُ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ اَنْ نَّجْمَعَهٗ فِيْ صَدْرِكَ وَقُرْاٰنَهٗ اَنْ نَّقْرَاَهٗ فَاِذَا قَرَاْنَاهُ يَقُوْلُ اُنْزِلَ عَلَيْهِ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ اَنْ نُّبَيِّنَهٗ عَلٰى لِسَانِكَ

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد! بے شک اس کا (آپ کے سینہ میں) محفوظ کرنا اور پڑھنا ہمارے ذمہ ہے"

۴۶۰۷ — ترجمہ: موسیٰ بن ابی عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اُنھوں نے سعید بن جُبیرؓ سے اس آیت کریمہ: "وَلَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ" کے متعلق پوچھا تو اُنھوں نے کہا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن نازل ہوتا تو آپ اپنے ہونٹ کو حرکت دیا کرتے تھے پس آپ سے کہا گیا "لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ" اس خوف سے کہ اس سے کچھ ضائع ہو جائے گا۔ بے شک اس کو جمع کرنا ہمارے ذمہ ہے۔ ہم اس کو آپ کے سینہ میں محفوظ کریں گے ہم اس کو پڑھیں گے جب ہم پڑھ چکیں یعنی آیت نازل کی جائے تو جبرائیل کی قرأت کی اتباع کریں پھر اس کا بیان کرنا ہمارے ذمہ ہے۔ ہم آپ کی زبان سے بیان کرا دیں گے۔

۴۶۰۷ — شرح: ابن عباس رضی اللہ عنہما کے خیر نے یہ تفسیر کی ہے کہ اس کے مشکل معانی ہم بیان کر دیں گے۔ اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ وقتِ خطاب سے بیان کی تاخیر جائز ہے (حدیث ع۴ ج ا کی شرح دیکھیں)

بَابُ فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَرَأْنَاهُ بَيَّنَّاهُ فَاتَّبِعْ اِعْمَلْ بِهٖ

۴۶۰۸ — حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مُوْسٰى بْنِ اَبِيْ عَائِشَةَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِيْ قَوْلِهٖ لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا نَزَلَ جِبْرِيْلُ بِالْوَحْيِ وَكَانَ مِمَّا يُحَرِّكُ بِهٖ لِسَانَهٗ وَشَفَتَيْهِ فَيَشْتَدُّ عَلَيْهِ وَكَانَ يُعْرَفُ مِنْهُ فَاَنْزَلَ الْاٰيَةَ الَّتِيْ فِيْ لَا اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ قَالَ عَلَيْنَا اَنْ نَجْمَعَهٗ فِيْ صَدْرِكَ وَقُرْاٰنَهٗ فَاِذَا قَرَاْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ فَاِذَا اَنْزَلْنَاهُ فَاسْتَمِعْ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ عَلَيْنَا اَنْ نُبَيِّنَهٗ بِلِسَانِكَ قَالَ فَكَانَ اِذَا اَتَاهُ جِبْرِيْلُ اَطْرَقَ فَاِذَا ذَهَبَ قَرَاَهٗ كَمَا وَعَدَهُ اللّٰهُ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى تَوَعُّدٌ

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد! جب ہم اسے پڑھ چکیں اس وقت اس پڑھے ہوئے کی اتباع کرو!..

یعنی جب آپ پر وحی آجائے اور قرآن نازل کیا جائے تو اس کے نازل ہونے کے بعد اس کی اتباع کرو..

۴۶۰۸ — ترجمہ: سعید بن جبیر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ لاتحرک بہ لسانک لتعجل بہ کی تفسیر ابن عباس میں منقول ہے

مروی ہے کہ جب جبرائیل علیہ السلام وحی قرآن کے ساتھ نازل ہوتے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زبان شریف اور ہونٹوں کو حرکت دیتے تھے اور آپ پر یہ دشوار ہوتا جو آپ سے پہچانا جاتا تھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی جو اس سورت میں ہے۔ (آپ کی دشواری دفع کرنے کے لئے یہ آیت نازل فرمائی) آپ قرآن کے ساتھ اپنی زبان نہ ہلائیں بے شک اس کو جمع کرنا ہمارے ذمہ ہے۔ اس کی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا بے شک یہ کام ہمارے ذمہ ہے کہ ہم قرآن آپ کے سینہ میں محفوظ کریں اور پڑھوائیں پس جب ہم پڑھ چکیں تو ہمارے پڑھے ہوئے کی اتباع کریں۔ یعنی جب ہم اس کو نازل کریں تو آپ سنتے رہیں پھر ہمارے ذمہ اس کا بیان کرنا (آپ کی زبان شریف سے ہم اس کو بیان کرا دیں گے) ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ان آیات کے نزول کے بعد جب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جبرائیل علیہ السلام آتے تو آپ سر مبارک جھکائے رکھتے جب وہ چلے جاتے تو وہ پڑھتے جیسا کہ اللہ نے آپ سے وعدہ کیا ہے۔

۴۶۰۸ — شرح : یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کا دوسرا طریق ہے۔

قولہ لسانہ و شفتیہ " یہاں دونوں کو ذکر کیا اور پہلی روایت میں صرف زبان کو ذکر کیا اور اسرائیل نے صرف ہونٹوں کو ذکر کیا ہے۔ مقصد سب کا ایک ہی ہے۔

قولہ فیشتدُّ عَلَیہِ " یعنی نزول وحی کے وقت آپ کا حال سخت ہوتا تھا اور ثقل وحی سے آپ کو شدت محسوس ہوتی تھی۔ (حدیث : ۴ جلد : ا کی شرح دیکھیں)

قولہ اَولٰی لَکَ فَاَولٰی " سے اس آیت کریمہ : اَولٰی لَکَ فَاَولٰی ثُمَّ اَولٰی لَکَ فَاَولٰی " کی طرف اشارہ کیا۔ اور اس کی تفسیر " تَوَعَّدَ " سے کی۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے ابوجہل کو وعید پر وعید فرمائی۔ آیت کریمہ کے معنی یہ ہیں۔ تیری خرابی آ لگی اب آ لگی پھر تیری خرابی آ لگی اب آ لگی " اَولٰی بمعنی وَیل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ابوجہل کو دو وعیدیں کیں۔ ایک یہ کہ وہ زندگی غم و غصہ سے بسر کرے گا اور حسد کی آگ میں جلتا رہے گا۔ دوسری وعید قبر سے باہر آنے کے بعد جب ذلیل و رسوا ہو کر داخل ہوگا۔ لعنۃ اللہ علیہ۔

علامہ عینی نے نقل کیا کہ اولیٰ مغلوب ہے اصل میں " وَیلیٰ " ویل سے ماخوذ ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے۔ مَا اَطیَبَہٗ وَ مَا اَیطَبَہٗ "

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ابوجہل سے کہا تیری زندگی میں تجھے ویل پھر جس دن مرے گا پھر جس روز قبر سے نکلے گا۔ پھر جب دوزخ میں داخل ہوگا! "

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سُوْرَۃُ هَلْ اَتٰی عَلَی الْاِنْسَان

يُقَالُ مَعْنَاهُ أَتَى عَلَى الْإِنْسَانِ وَهَلْ تَكُونُ جَحْدًا وَيَكُونُ خَبَرًا وَهٰذَا مِنَ الْخَبَرِ يَقُولُ كَانَ شَيْئًا فَلَمْ يَكُنْ مَذْكُورًا وَذٰلِكَ مِنْ حِينِ خَلَقَهُ مِنْ طِينٍ إِلَى أَنْ يُنْفَخَ فِيهِ الرُّوحُ أَمْشَاجٍ الْأَخْلَاطُ مَاءُ الْمَرْأَةِ وَمَاءُ الرَّجُلِ الدَّمُ وَالْعَلَقَةُ وَيُقَالُ إِذَا خُلِطَ مَشِيجٌ كَقَوْلِكَ خَلِيطٌ وَمَمْشُوجٌ مِثْلُ مَخْلُوطٍ وَيُقَالُ سَلَاسِلًا وَأَغْلَالًا وَلَمْ يُجِزْهُ بَعْضُهُمْ مُسْتَطِيرًا مُمْتَدًّا الْبَلَاءُ وَالْقَمْطَرِيرُ الشَّدِيدُ يُقَالُ يَوْمٌ قَمْطَرِيرٌ وَيَوْمٌ قُمَاطِرٌ وَالْعَبُوسُ وَالْقَمْطَرِيرُ وَالْقُمَاطِرُ وَالْعَصِيبُ أَشَدُّ مَا يَكُونُ مِنَ الْأَيَّامِ فِي الْبَلَاءِ وَقَالَ غَيْرُهُ أَسْرَهُمْ شِدَّةَ الْخَلْقِ وَكُلُّ شَيْءٍ شَدَدْتَهُ مِنْ قَتَبٍ فَهُوَ مَأْسُورٌ

سُورۂ هَلْ اَتٰی عَلَی الْاِنْسَانِ

بے شک آدمی پر ایک وقت وہ گزرا کہ کہیں اس کا نام بھی نہ تھا،،

قتادہ، سدی اور سفیان نے کہا یہ سورت مکی ہے۔ کلبی نے کہا یہ سورت مکی ہے۔ مگر چند آیات وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ ،، سے قَمْطَرِيرًا تک صحیح اخبار سے منقول ہے کہ یہ علی المرتضیٰ، فاطمہ، حسن و حسین رضی اللہ عنہم کی شان میں مدینہ منورہ میں نازل ہوئیں۔ حسن بصری نے کہا کہ یہ آیت کریمہ وَلَا تُطِعْ

مِنْهُمْ آثِمًا اَوْ كَفُوْرًا ،، بھی مدنی ہے۔ بعض نے کہا یہ ساری سورت مدنی ہے۔ جمہور بھی یہی کہتے ہیں۔
اس سورت میں اکتیس آیات ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قولہ يُقَالُ مَعْنَاهُ ،، کہا جاتا ہے کہ اس کا معنیٰ "اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ" یعنی آدمی پر ایک وقت گزرا
هَلْ ،، کبھی انکار کے لئے اور کبھی خبر کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ یہاں خبر کے لئے ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وہ
شئ تھا لیکن مذکور نہ تھا یہ اس کی مٹی سے پیدائش کے وقت سے لے کر اس میں روح پھونکنے تک کا ہے۔
اس کا قائل فراء ہے۔ ھل کبھی نفی کے لئے استعمال ہوتا ہے اور اثبات کے لئے

شرح : بھی مستعمل ہے۔ یعنی اس کے ساتھ واقعی شئ سے خبر دی جاتی ہے۔ اس وقت
هَلْ تحقیق کے لئے ہوتا ہے۔ امام نے "هٰذَا مِنَ الْخَيْر" سے اس طرف اشارہ کیا ہے۔ یعنی آئت کریمہ میں "هل"
بمعنی "قد" ہے اور معنی یہ ہے کہ "بے شک انسان پہ ایک وقت وہ گزرا"، انسان سے مراد حضرت آدم علیہ السلام
ہیں۔ قولہ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ" یعنی ایک وقت گزرا وہ چالیس برس ہیں۔ یا انسان سے مراد جنس انسان ہے
اور "حِيْن" سے مراد حمل کی مدت ہے۔ قولہ اَمْشَاجٍ "یعنی عورت کی منی کا مرد کی منی سے ملنا۔ یہ مشیج کی جمع
ہے۔ ثعلبی نے کہا: اَمْشَاج جمع کا وزن ہے واحد کے معنی میں ہے، کیونکہ یہ نطفہ کی صفت ہے۔ جیسے کہا
جاتا ہے "ثَوْبٌ اَخْلَاقٌ" ،، قولہ ماء المرءۃ ،، یہ اخلاط کی تفسیر ہے۔ یعنی مرد و عورت کی منی رحم میں ایک
دوسری سے خلط ملط ہوتی ہیں اور دونوں کے ملنے سے بچہ پیدا ہوتا ہے۔ جبکہ مرد کی منی سفید گاڑھی اور عورت
کی منی زرد پتلی ہوتی ہے۔ جس کی منی اپنے ساتھی کی منی پر غالب ہو جائے بچہ کی شکل و صورت اس جیسی ہوگی
قولہ الدم۔ یعنی پھر خون پھر خون بستہ پھر گوشت پھر ہڈیاں بنتا ہے پھر اس کو اللہ تعالیٰ نئی خلقت عطا فرماتا
ہے۔ قولہ یقال ،، یعنی جب کوئی شئ کسی اور سے مخلوط ہو تو اسے مشیج کہا جاتا ہے بروزن فَعِيْل بمعنی مَمْشُوْج ہے جیسے
خلیط ،، کہا جاتا ہے۔ اور ممشوج مخلوط کی طرح ہے۔
قولہ سَلَاسِلَا وَ اَغْلَالًا ،، سے اس آئت کریمہ: اِنَّا اَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِيْنَ سَلَاسِلَا وَاَغْلَالًا
وَّسَعِيْرًا ،، کی طرف اشارہ کیا ،، ہم نے کافروں کے لئے زنجیریں اور طوق اور بھڑکتی آگ تیار کر رکھی ہیں "،
زنجیروں سے باندھ کر دوزخ کی طرف گھسیٹے جائیں گے طوق ان کے گلوں میں ڈالے جائیں گے اور بھڑکتی آگ میں
جلائے جائیں گے۔ سَلَاسِل سلسلہ کی جمع ہے۔ سلسلہ (زنجیر) ستر گز لمبی ہوگی۔ اَغْلَال غُلّ کی جمع بمعنی طوق ہے
سَلَاسِل غیر منصرف صیغہ منتہی الجموع ہے۔ لہٰذا اس پر تنوین نہیں ہونی چاہیئے، لیکن اغلال کی مناسبت سے
اس پر تنوین پڑھی جاتی ہے نافع اور کسائی کی قراءت یہی ہے۔ جبکہ حمزہ، خلف، حفص اور ابن کثیر بغیر تنوین
پڑھتے ہیں۔ قولہ لَمْ يُجْرِ بَعْضُهُمْ ،، بضم الیاء وسکون الجیم وبعدہ الراء ،، اِجْراء بمعنی انصراف ہے۔ اس سے

بسم الله الرحمن الرحيم

سورة المرسلات

جُمَالَاتٌ حِبَالٌ اِرْكَعُوْا صَلُّوْا لَا يَرْكَعُوْنَ لَا يُصَلُّوْنَ وَسُئِلَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَا يَنْطِقُوْنَ وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ فَقَالَ اِنَّهٗ ذُوْ اَلْوَانٍ مَرَّةً يَنْطِقُوْنَ وَمَرَّةً يُخْتَمُ عَلَيْهِمْ

مراد یہ ہے کہ بعض نے سلاسل کو منصرف نہیں پڑھا اور اس کو بغیر تنوین پڑھا ہے۔ یہ قدیم اصطلاح ہے کہ اسم مجری اور اسم غیر مجری یعنی اسم منصرف اور غیر منصرف کہتے ہیں۔

علامہ قسطلانی نے لم یُجْزِ ضبط کیا ہے بضم الیاؤ بکسر الجیم بعدہ الزاء، یعنی بعض نے تنوین کو جائز نہیں کہا قاضی عیاض نے کہا اکثر کی روایت میں زاء ہے اور یہی اچھا ہے۔ علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا اچھا ہونے کی وجہ بیان نہیں کی بلکہ راء پڑھنا اچھا ہے۔

قولہ مُسْتَطِیْرًا سے اس آیت کریمہ: وَيَخَافُوْنَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِيْرًا، کی طرف اشارہ کیا اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی برائی پھیلی ہوئی ہے۔ قتادہ نے کہا اس دن کی برائی اور سختی اس قدر پھیلی ہوئی ہے کہ آسمان پھٹ جائیں گے ستارے گر پڑیں گے۔ چاند سورج بے نور ہو جائیں گے۔ پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے کوئی عمارت باقی نہ رہے گی" مستطیر کی ممتد سے تفسیر کی یعنی پھیلی ہوئی اور قمطریر بمعنی شدید ہے؛ چنانچہ کہا جاتا ہے یَوْمٌ قَمْطَرِیْرٌ ویَوْمٌ قُمَاطِرٌ، سخت دن عبوس، قمطریر، قماطر اور عصیب سب ہم معنی ہیں یعنی مصیبت کا سخت دن"، ان میں اس آیت کریمہ: اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِيْرًا، کی طرف اشارہ کیا۔ یعنی بے شک ہمیں اپنے رب سے ایسے دن کا ڈر ہے جو نہایت سخت ہے۔

قولہ اَسْرَهُمْ" سے اس آیت کریمہ: نَحْنُ خَلَقْنٰهُمْ وَشَدَدْنَا اَسْرَهُمْ، کی طرف اشارہ کیا اور اس کی تفسیر شدت خلق "پیدائش کی مضبوطی" سے کی ہے۔ ہر وہ شی جسے اونٹ کے پالان سے مضبوط کیا جائے اس کو اسر کہتے ہیں۔

بسم الله الرحمن الرحيم

سورۂ مرسلات

یہ سورت بالاتفاق مکی ہے!
مقاتل نے کہا ایک آیت کریمہ : وَاِذَا قِیْلَ لَھُمُ ارْکَعُوْا لَا یَرْکَعُوْنَ " مدنی ہے۔ سخاوی نے کہا یہ سورہ ہمزہ کے بعد اور ق سے پہلے نازل ہوئی۔ اس کی پچاس آیات ہیں "مرسلات" سخت تیز ہوائیں اور ناشرات نرم ہوائیں ہیں عُرفاً حال منصوب ہے۔ یعنی تند تیز ہوائیں جو ایک دوسری کے بعد چلتی ہیں۔ آیت کے معنی یہ ہیں "قسم ان ہواؤں کی جو لگاتار بھیجی جاتی ہیں۔ بعض نے مرسلات کی تفسیر فرشتوں سے کی۔
قولہ جِمَالٰتٌ " سے اس آیت کریمہ : اِنَّھَا تَرْمِیْ بِشَرَرٍ کَالْقَصْرِ کَاَنَّہٗ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ " کی طرف اشارہ کیا اور اس کی ڈوریوں سے تفسیر کی جن کے ساتھ کشتیاں باندھی جاتی ہیں۔ یہ معنی جیم کے مضموم پڑھنے کی تقدیر پر ہے اور جمالات کی جیم مکسور پڑھیں تو یہ جمالۃ" کی جمع ہے۔ اور جمالہ اونٹنی ہے۔ مجاہد کی تفسیر کے مطابق جیم مضموم پڑھنی چاہیے، کیونکہ انھوں نے اس کی تفسیر "حبال" سے کی ہے۔ نیز مجاہد نے اس آیت کریمہ : حَتّٰی یَلِجَ الْجَمَلُ فِیْ سَمِّ الْخِیَاطِ میں جمل کی تفسیر کشتی کے رسے سے کی ہے۔
قولہ اِرْکَعُوْا " سے اس آیت کریمہ : وَاِذَا قِیْلَ لَھُمُ ارْکَعُوْا لَا یَرْکَعُوْنَ " کی طرف اشارہ کیا اور اس کی تفسیر " صَلُّوْا " سے کی اور لَا یَرْکَعُوْنَ " کی تفسیر لَا یُصَلُّوْنَ " سے کی۔ رکوع سے مراد نماز ہے۔ جزء کے اطلاق سے کل مراد لیا یعنی جب انہیں کہا جائے کہ نماز پڑھو تو وہ نماز نہیں پڑھتے"
قولہ سُئِلَ ابْنُ عَبَّاسٍ الخ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ تعالیٰ کے اس کلام کے متعلق سوال پوچھا گیا کہ یہ دن ہے کہ لوگ کلام نہیں کریں گے۔ حالانکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے : بخدا! اے ہمارے پروردگار! ہم مشرک نہ تھے اور فرمایا : آج ہم ان کے مونہوں پر مہریں کر دیں گے۔
ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا : اس دن میں مختلف حالات ہوں گے کبھی لوگ کلام کریں گے اور کبھی ان کے مونہوں پر مہریں کر دی جائیں گی!

شرح : سوال کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن کریم کی یہ آیات ایک دوسرے کے خلاف ہیں۔ ان میں اتفاق کی کیا صورت ہے! چنانچہ لاینطقون کے معنی ہیں وہ بولیں گے نہیں اور وَاللّٰہِ رَبِّنَا "، سے ظاہر ہے کہ وہ باتیں کریں گے۔ جواب کا حاصل یہ ہے کہ قیامت کا دن طویل دن ہوگا ایک وقت اور مکان میں وہ خاموش ہوں گے اور دوسرے وقت میں باتیں کریں گے پس آیات میں اختلاف نہیں۔

۴۶۰۹ — ترجمہ : عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے کہ آپ پر یہ آیت کریمہ : وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا "، نازل ہوئی اور ہم آپ کے مقدس منہ سے حاصل کر رہے تھے۔ اچانک ایک سانپ نکلا ہم اس کی طرف دوڑے تو وہ ہم سے بھاگ گیا اور اپنے بل میں داخل ہو گیا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۴۶۰۹ـــ حَدَّثَنِیْ مَحْمُوْدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَیْدُ اللّٰہِ عَنْ اِسْرَائِیْلَ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ اِبْرَاھِیْمَ عَنْ عَلْقَمَۃَ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ کُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاُنْزِلَتْ عَلَیْہِ وَالْمُرْسَلَاتِ وَاِنَّا لَنَتَلَقَّاھَا مِنْ فِیْہِ فَخَرَجَتْ حَیَّۃٌ فَابْتَدَرْنَاھَا فَسَبَقَتْنَا فَدَخَلَتْ جُحْرَھَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وُقِیَتْ شَرَّکُمْ وَوُقِیْتُمْ شَرَّھَا

۴۶۱۰ـــ حَدَّثَنَا عَبْدَۃُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ اَخْبَرَنَا یَحْیٰی بْنُ اٰدَمَ عَنْ اِسْرَائِیْلَ عَنْ مَنْصُوْرٍ بِھٰذَا وَعَنْ اِسْرَائِیْلَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاھِیْمَ عَنْ عَلْقَمَۃَ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ مِثْلَہٗ وَتَابَعَہٗ اَسْوَدُ بْنُ عَامِرٍ عَنْ اِسْرَائِیْلَ وَقَالَ حَفْصٌ وَاَبُوْ مُعٰوِیَۃَ وَسُلَیْمٰنُ بْنُ قَرْمٍ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاھِیْمَ عَنِ الْاَسْوَدِ قَالَ یَحْیٰی بْنُ حَمَّادٍ اَخْبَرَنَا اَبُوْ عَوَانَۃَ عَنْ مُغِیْرَۃَ عَنْ اِبْرَاھِیْمَ عَنْ عَلْقَمَۃَ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ وَقَالَ ابْنُ اِسْحٰقَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْاَسْوَدِ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ

نے فرمایا وہ تمہاری شر سے بچ نکلا جیسے تم اس کی شر سے بچ گئے۔ (حدیث ۳۰۹۹ کی شرح دیکھیں)

۴۶۱۰ـــ ترجمہ: عبدہ بن عبداللہ نے یحییٰ بن آدم، اسرائیل اور منصور کے ذریعہ منصور سے یہی روایت کی ہے۔ اور اسرائیل نے اعمش، ابراہیم، علقمہ کے ذریعہ عبداللہ بن مسعود سے اس طرح روایت کی ہے۔ اسود بن عامر نے اسرائیل سے روایت کرنے میں یحییٰ ابن آدم کی متابعت کی (اسود بن عامر کا لقب شاذان شامی ہے)

قولہ قال حفص الخ حفص، ابومعاویہ اور سلیمان بن قرم نے اعمش سے انہوں نے ابراہیم سے انھوں نے اسود سے روایت کی!

شرح: اس سے امام کا مقصد یہ ہے کہ جو اسرائیل نے اعمش کے ذریعہ ابراہیم سے روایت کی

۴۶۱۱ — حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بَيْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَارٍ إِذْ نَزَلَتْ عَلَيْهِ وَالْمُرْسَلَاتِ فَتَلَقَّيْنَاهَا مِنْ فِيهِ وَإِنَّ فَاهُ لَرَطْبٌ بِهَا إِذْ خَرَجَتْ حَيَّةٌ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْكُمْ اقْتُلُوهَا قَالَ فَابْتَدَرْنَاهَا فَسَبَقَتْنَا قَالَ فَقَالَ وُقِيَتْ شَرَّكُمْ كَمَا وُقِيتُمْ شَرَّهَا

بَابٌ قَوْلُهُ إِنَّهَا تَرْمِي بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ

۴۶۱۲ — حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَابِسٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ إِنَّهَا تَرْمِي بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ قَالَ كُنَّا نَرْفَعُ الْخَشَبَ بِقَصَرٍ ثَلَاثَةَ أَذْرُعٍ أَوْ أَقَلَّ فَنَرْفَعُهُ لِلشِّتَاءِ فَنُسَمِّيهِ الْقَصَرَ

ہے۔ ابراہیم کے شیخ میں اِن تینوں نے اسرائیل کی مخالفت کی ہے۔ یہ تینوں اعمش، ابراہیم اور اسود سے روایت کرتے ہیں جبکہ اسرائیل اعمش، ابراہیم، علقمہ اور عبد اللہ بن مسعود سے روایت کرتے ہیں۔

قولہ قال یحیی بن حماد،، اس سے مقصد یہ ہے کہ اس حدیث کی متعدد طرق سے روایت کی ہے۔

قولہ قال ابن اسحاق،، اس سے مقصد یہ ہے کہ یہ حدیث جو اسود بن یزید سے مروی ہے۔ اعمش اور منصور کے طرق کے بغیر بھی اس کا اصل ہے۔

ترجمہ ۴۶۱۱ : عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا۔ ایک وقت ہم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غار میں تھے۔ اچانک آپ پر سورۃ والمرسلات نازل ہوئی۔ ہم نے آپ کے مقدس منہ شریف سے یہ سیکھی۔ جبکہ آپ کا منہ مبارک اس سے تر تھا کیا دیکھتے ہیں کہ ایک سانپ نکلا تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو قتل کرنا اپنے پر لازم جانو ہم اس کی طرف دوڑے وہ ہم سے آگے نکل گیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ تمہاری شر سے بچ نکلا جیسے تم اس کی شر سے بچ گئے ہو۔ (حدیث ۳۰۹۹ جلد ۵ کی شرح دیکھیں)

بَابُ قَوْلِهٖ كَاَنَّهٗ جِمَالَاتٌ صُفْرٌ

۴۶۱۳ــ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى قَالَ اَخْبَرَنَا سُفْيٰنُ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَابِسٍ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ تَرْمِيْ بِشَرَرٍ كُنَّا نَعْمِدُ اِلَى الْخَشَبَةِ ثَلٰثَةَ اَذْرُعٍ وَفَوْقَ ذٰلِكَ فَنَرْفَعُهٗ لِلشِّتَآءِ فَنُسَمِّيْهِ الْقَصَرَ كَاَنَّهٗ جِمَالَاتٌ صُفْرٌ حِبَالُ السُّفُنِ تُجْمَعُ حَتّٰى تَكُوْنَ كَاَوْسَاطِ الرِّجَالِ

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد! بے شک دوزخ چنگاریاں اُڑاتی ہے جیسے اُونچے محل

۴۶۱۲ــ ترجمہ: عبدالرحمٰن بن عابس نے کہا میں نے ابن عباس کو اس آیت کی تفسیر میں یہ کہتے ہوئے سُنا کہ ہم لکڑیاں تین گز یا اس سے کم کی اکٹھی کرکے اس کو سردیوں میں گرمی حاصل کرنے کے لئے اُونچی کرتے رہتے اور اس کو قصر کہتے تھے۔

۴۶۱۲ــ شرح: قصر بفتح القاف وسکون الصاد،، بعض قاف کو مکسور اور صاد مفتوح پڑھتے ہیں اس سے مراد کھجور کے تنہ کی لکڑی ہے جس کے پاؤں موٹے سخت ہوتے ہیں۔ سردیوں میں گرمی حاصل کرنے کے لئے اسے اُٹھائے رکھتے تھے۔ بعض نے کہا قصر سے مراد اونٹ کا بچہ ہے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قصر یعنی قلعہ اور شہر ہے اس کی جمع قصور ہے۔ مجاہد نے کہا وہ درخت کا تنہ ہے۔ سعید بن مسیب اور ضحاک سے روایت ہے کہ وہ کھجور کا تنہ عظیم درخت ہے۔ اس کا واحد قصرۃ جیسے تمر کا واحد تمرۃ ہے

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد! گویا کہ وہ زرد رنگ کے اونٹ ہیں

۴۶۱۳ــ ترجمہ: عبدالرحمٰن بن عابس نے کہا میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا وہ اس

بَابُ قَوْلُهُ هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ

۴۶۱۴ — حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبِیْ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ حَدَّثَنِیْ اِبْرَاهِیْمُ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ بَیْنَمَا نَحْنُ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ غَارٍ اِذْ نَزَلَتْ عَلَیْهِ وَالْمُرْسَلَاتِ فَاِنَّهٗ لَیَتْلُوْهَا وَاِنِّیْ لَاَتَلَقَّاهَا مِنْ فِیْهِ وَاِنَّ فَاهُ لَرَطْبٌ بِهَا اِذْ وَثَبَتْ عَلَیْنَا حَیَّةٌ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اُقْتُلُوْهَا فَابْتَدَرْنَاهَا فَذَهَبَتْ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وُقِیَتْ شَرَّكُمْ كَمَا وُقِیْتُمْ شَرَّهَا قَالَ عُمَرُ حَفِظْتُهٗ مِنْ اَبِیْ فِیْ غَارٍ بِمِنًى

استکرمہ : ترمی بشرر کالقصر » کی تفسیر میں کہتے تھے کہ ہم لکڑیاں تین گز یا اس سے زیادہ اکٹھی کر کے اس کو سردیوں میں گرمی حاصل کرنے کے لئے اونچی کرتے رہتے ہم اس کو قصر کہتے تھے گویا کہ وہ کشتیاں کی رسیاں جو جمع کی جائیں حتیٰ کہ وہ درمیانے مردوں کے برابر اونچی ہو جائیں۔

۴۶۱۳ — شرح : جِمَالَاتٌ » یعنی اونٹ ہے بضم الجیم یعنی رسیاں جن سے کشتیاں باندھتے ہیں اور جیم کو مکسور پڑھیں تو یہ جمالہ کی جمع ہے اور وہ جمل کی جمع یعنی اونٹ ہے۔ یہاں جیم مضموم ہے کیونکہ اس کے بعد حبال السفن یعنی کشتیوں کی رسیاں مذکور ہے۔

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد! یہ وہ دن ہیں جس میں لوگ باتیں نہیں کریں گے!“

۴۶۱۴ — ترجمہ : عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا ایک وقت ہم سرکار مدینہ منورہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک غار میں تھے۔ اچانک سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر سورۂ مرسلات نازل ہوئی اور آپ اس کی تلاوت فرماتے تھے اور میں آپ کے منہ مبارک سے وہ سیکھ رہا تھا۔ جبکہ آپ کا منہ مبارک تر تھا۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

سُوۡرَةُ عَمَّ يَتَسَآءَلُوۡنَ

قَالَ مُجَاهِدٌ لَا يَرۡجُوۡنَ حِسَابًا لَا يَخَافُوۡنَهٗ لَا يَمۡلِكُوۡنَ مِنۡهُ خِطَابًا لَا يُكَلِّمُوۡنَهٗ اِلَّا اَنۡ يَّاۡذَنَ لَهُمۡ وَقَالَ ابۡنُ عَبَّاسٍ وَهَّاجًا مُضِيۡئًا عَطَآءً حِسَابًا جَزَآءً كَافِيًا اَعۡطَانِیۡ مَا اَحۡسَبَنِیۡ اَیۡ كَفَانِیۡ

اچانک ہم پر ایک سانپ گرا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو قتل کرو وہ ہم سے آگے نکل گیا۔ ہم اس کو پکڑ نہ سکے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ تمہاری شر سے بچ نکلا جیسے تم اس کی شر سے محفوظ رہے، عمر ابن حفص بن غیاث شیخ بخاری نے کہا میں نے یہ حدیث اپنے والد سے سنی جو منی کے غار میں تھے

۴۶۱۴ — شرح : یہ حدیث مذکورہ سانپ کے واقعہ میں دوسرے طریق سے مذکور ہے امام بخاری نے اپنے شیخ عمر بن حفص بن غیاث سے ذکر کی ہے۔ انھوں نے سلیمان اعمش، ابراہیم نَخَعی اور اسود بن یزید سے روایت کی ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سُورۂ عَمَّ یَتَسَاءَلُونَ

اس سورت کا نام نَبَأ بھی ہے۔ اس کی چالیس آیات ہیں۔ عَمَّ دراصل عَمَّا تھا تخفیف کے لئے الف حذف کردیا۔ جمہور کی قرأت ابن کثیر کی قرأت عمہ آخر میں ہاء سکتہ ہے۔ یعنی یہ مشرک کیا پوچھتے ہیں۔

قولہ لَا یَرۡجُوۡنَ " سے اس آیت کریمہ : اِنَّهُمۡ كَانُوۡا لَا یَرۡجُوۡنَ حِسَابًا "، کی طرف اشارہ کیا اور مجاہد نے اس کی تفسیر لَا یَخَافُوۡنَ سے کی رجاء خوف کے معنی میں استعمال ہوتا رہتا ہے۔

قولہ لَا یَمۡلِكُوۡنَ مِنۡهُ خِطَابًا " یعنی وہ اللہ سے کلام نہ کریں گے۔ مگر یہ کہ انہیں کلام کرنے کی اجازت دی جائے۔ لَا یَمۡلِكُوۡنَ " میں ضمیر کا مرجع آسمانوں اور زمین والے ہیں۔ یعنی وہ اللہ تعالیٰ سے عذاب کم کرنے یا

بَابُ قَوْلِهٖ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَتَاْتُوْنَ اَفْوَاجًا زُمَرًا

۴۶۱۵ ـ حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْمُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بَيْنَ النَّفْخَتَيْنِ اَرْبَعُوْنَ قَالَ اَرْبَعُوْنَ يَوْمًا قَالَ اَبَيْتُ قَالَ اَرْبَعُوْنَ شَهْرًا قَالَ اَبَيْتُ قَالَ اَرْبَعُوْنَ سَنَةً قَالَ اَبَيْتُ قَالَ ثُمَّ يُنْزِلُ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مَاءً فَيَنْبُتُوْنَ كَمَا يَنْبُتُ الْبَقْلُ لَيْسَ مِنَ الْاِنْسَانِ شَيْءٌ اِلَّا يَبْلٰى اِلَّا عَظْمًا وَّاحِدًا وَهُوَ عَجْبُ الذَّنَبِ وَمِنْهُ يُرَكَّبُ الْخَلْقُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

ثواب زیادہ کرنے کے متعلق اس کی اجازت کے بغیر بات نہیں کر سکیں گے۔

قولہ وَهَّاجًا ،، سے اِس آیت کریمہ : وَجَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا ،، کی طرف اشارہ کیا اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کی تفسیر ،، مُضِيْئًا ،، سے کی ۔ یعنی ان میں نہایت ایک چمکتا چراغ رکھا۔

قولہ ثَجَّاجًا ،، سے اس آیت کریمہ : وَاَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرَاتِ مَاءً ثَجَّاجًا ،، کی طرف اشارہ کیا اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کی تفسیر مُنْصَبًّا ،، سے کی ۔ یعنی ہم نے بدلیوں سے زور کا پانی اُتارا۔

قولہ عَطَآءً ،، سے اس آیت کریمہ ،، جَزَاءً مِّنْ رَّبِّكَ عَطَاءً حِسَابًا ،، کی طرف اشارہ کیا اور جزاءً کافیًا سے اس کی تفسیر کی ۔ یعنی تمہارے رب کی طرف سے (تمہارے اعمال کا) صلا نہایت کافی عطاء“

قولہ اَعْطَانِيْ مَا اَحْسَبَنِيْ اَيْ كَفَانِيْ ،، سے یہ اشارہ کیا کہ لفظ حساب بمعنی کفایت ہے یعنی فلان نے مجھے وہ عطیہ دیا جو مجھے کافی ہے ۔ چنانچہ کہا جاتا ہے اَحْسَبْتُ فُلَانًا ،، میں نے اتنا دیا جو اسے نہایت کافی تھا ۔ حتی کہ وہ یہ کہنے پر مجبور ہو گیا کہ ”حَسْبِيْ“ مجھے کافی ہے

قولہ غَسَّاقًا ،، سے اس آیت کریمہ : لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا بَرْدًا وَّلَا شَرَابًا اِلَّا حَمِيْمًا وَّغَسَّاقًا کی طرف اشارہ کیا ۔ اس میں کسی طرح کی ٹھنڈک کا مزہ نہ پائیں گے اور نہ کچھ پینے کو مگر کھولتا ہوا پانی اور دوزخیوں کا جلتا پیپ ،، یہ ان کی پوری جزاء ہو گی جیسے انھوں نے عمل کئے ویسی جزاء ملے گی جیسا کفر بدترین جرم ہے ویسا ہی سخت ترین عذاب ان کو ہوگا ۔ جیسے کو تیسا بدلا ۔ ابوعبیدہ جو ابن عباس کے غیر ہیں نے اس کی تفسیر میں کہا

غَسَقَتْ عَيْنُهُ الخ اس سے اشارہ کیا کہ غسّاق کے معنی بہنے والی پیپ، کیونکہ یہ غَسَقَتْ عَيْنُهُ سے اس کی آنکھ بہنے لگی اور يَغْسِقُ الجُرحُ یعنی زخم بہنے لگا سے ماخوذ ہے۔ کہا جاتا ہے یہ دوزخیوں کے زخموں کی پیپ ہے۔ شہر بن حوشب نے کہا غساق دوزخ میں ایک وادی ہے جس میں تین سو تیس گھاٹیاں ہیں۔ ہر گھاٹی میں تین سو تیس مکانات ہیں۔ ہر مکان میں چار کونے ہیں۔ ہر کونے میں بہت بڑے سانپ ہیں۔ ہر سانپ کے سر میں زہر کا مٹکا ہے (عینی)

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد! جس دن صور پھونکا جائے گا تو تم چلے آؤ گے فوجوں کی فوجیں،،

افواج کی تفسیر زُمر سے کی یعنی تم فوجوں کی فوجیں اپنی قبروں سے حساب کے لئے موقف کی طرف چلے آؤ گے،،

۴۶۱۵ــ ترجمہ : ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دو صور پھونکے جانے کے درمیان چالیس ہیں۔ راوی نے کہا کہ چالیس دن مراد ہیں؟ ابوہریرہ نے کہا میں اس کا انکار کرتا ہوں۔ انھوں نے کہا چالیس ماہ ابوہریرہ نے اس کا انکار کیا۔ انھوں نے کہا چالیس سال مراد ہیں؟ ابوہریرہ نے اس کا انکار کیا۔ فرمایا پھر اللہ تعالیٰ آسمان سے پانی اُتارے گا۔ تو وہ مردے زندہ اُٹھیں گے جیسے سبزہ اُگتا ہے۔ انسان کے جسم کی ہر شئ گل سڑ جائے گی، لیکن ایک ہڈی باقی رہ جائے گی اور وہ دُم کی جڑ ہے۔ قیامت کے دن اسی سے تخلیق ہوگی۔

۴۶۱۵ــ شرح : دو صور پھونکے جائیں گے ان کے درمیان چالیس سال کا وقفہ ہوگا! پہلی بار پھونکا جائے گا تو سب مر جائیں گے۔ پھر چالیس برس بعد دوسری بار پھونکا جائے گا تو سب لوگ قبروں سے باہر نکل آئیں گے۔ جیسے سبزہ اُگتا ہے۔ علامہ قسطلانی نے کہا اس کلیے سے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام مستثنیٰ ہیں۔ عجب الذنب۔ ڈھڈی کی ہڈی ہے۔ اس کو دم کی جڑ بھی کہتے ہیں۔ وہ دونوں سرینوں کے درمیان ہڈی ہے۔ اس کو اصلی اجزاء کہتے ہیں جو مٹی میں مل کر مٹی نہیں ہوتی اور آگ میں جلانے سے نہیں جلتی اللہ تعالیٰ اسے محفوظ رکھتا ہے واللہ ورسولہ اعلم! علامہ کرمانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مظہری شارح مصابیح سے نقل کیا کہ اس سے مراد طولِ بقاء ہے یہ نہیں کہ وہ بوسیدہ ہی نہیں ہوتی، کیونکہ یہ خلافِ محسوس ہے۔ اس میں حکمت یہ ہے کہ یہ ہڈی انسان کے بدن کی جڑ اور اصل ہے جس پر انسان مبنی ہے۔ اس لئے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سُورَةُ وَالنَّازِعَاتِ

وَقَالَ مُجَاهِدٌ اَلْاٰيَةُ الْكُبْرٰى عَصَاهُ وَيَدُهُ وَيُقَالُ وَالنَّاخِرَةُ وَالنَّخِرَةُ سَوَاءٌ، مِثْلُ الطَّامِعِ وَالطَّمِعِ وَالْبَاخِلِ وَالْبَخِلِ وَقَالَ بَعْضُهُمُ النَّخِرَةُ الْبَالِيَةُ وَالنَّاخِرَةُ الْعَظْمُ الْمُجَوَّفُ الَّذِي تَمُرُّ فِيهِ الرِّيحُ فَتَنْخَرُ وَالطَّامَّةُ تَطُمُّ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ الْحَافِرَةُ إِلٰى أَمْرِنَا الْأَوَّلِ إِلَى الْحَيٰوةِ وَقَالَ غَيْرُهُ أَيَّانَ مُرْسٰهَا مَتٰى مُنْتَهَاهَا وَمُرْسَى السَّفِينَةِ حَيْثُ تَنْتَهِي

اس کا تمام اجزاء سے سخت ترین ہونا ہی مناسب ہے جیسے دیوار کی بنیاد مضبوط ترین ہوتی ہے۔ لہٰذا یہ بہت عرصہ باقی رہتی ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا۔ یہ نبیوں کے ساتھ مختص ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نبیوں کے جسم زمین پر حرام کئے ہیں (حدیث ۴۴۹۵ ج: ۶ کی شرح دیکھیں)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سُورۂ نازعات

یہ سورت بلا اختلاف مکی ہے۔ سخاوی نے کہا یہ سورۂ نبأ کے بعد اور سورۂ "اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ" سے پہلے نازل ہوئی اس کی چھیالیس آیات ہیں۔ نازعات کے معنی میں چند اقوال ذکر کئے جاتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں۔ یہ ملائکہ کرام ہیں جو لوگوں کی روحیں قبض کرتے ہیں لیکن یہ معنی ضعیف ہے کیونکہ قابض ارواح صرف حضرت عزرائیل علیہ السلام ہے۔ سعید بن جبیر نے کہا یہ ستارے ہیں جن کے انوار اُفق میں طلوع ہوتے ہیں پھر غائب ہوجاتے ہیں۔ قولہ "اَلْاٰيَةُ الْكُبْرٰى" سے اس آیت کریمہ: "فَاَرٰهُ الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى" کی طرف اشارہ کیا اور مجاہد نے اس کی تفسیر عصا اور "ید" سے کی یعنی حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرعون کو بہت

۶۴۱۶ — حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ الْمِقْدَامِ حَدَّثَنَا الْفُضَيْلُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْحَازِمٍ حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بِاِصْبَعَيْهِ هٰكَذَا بِالْوُسْطٰى وَالَّتِىْ تَلِى الْاِبْهَامَ بُعِثْتُ وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ

بڑا معجزہ عصا اور ہاتھ دکھایا (عصا کا اژدہا بن جانا اور ہاتھ کا روشن ہو جانا)

قولہ "سمکھا" سے اس آیت کریمہ "رفع سمکھا فسوّاھا" کی طرف اشارہ کیا اور اس کی تفسیر کی کہ آسمانوں کو ستونوں کے بغیر اٹھایا۔

قولہ "نخرۃ" سے اس آیت کریمہ: ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً" کی طرف اشارہ کیا۔ حشر و نشر کے منکر کہتے تھے جب ہم بوسیدہ ہڈیاں ہو جائیں گے تو پھر زندہ اٹھائے جائیں گے؟ ناخرۃ اور نخرۃ" طامع اور طمع باخل اور بخل جیسے ہیں یعنی ناخرہ اور نخرہ اصل معنی میں مساوی ہیں اور وہ بوسیدہ ہونا ہے۔ اگرچہ نخر میں ناخرہ کی نسبت وہ مبالغہ ہے جو ناخرہ میں نہیں ہے۔ اسی طرح طامع اور طمع، باخل اور بخل ہے۔ بعض نے کہا نخرہ بوسیدہ ہڈی ہے اور ناخرہ ...... کھوکھلی ہڈی ہے جس سے ہوا گزرے تو آواز پیدا ہو"

قولہ "الحافرۃ" سے اس آیت کریمہ "اَئِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِى الْحَافِرَةِ" کی طرف اشارہ کیا اور اس کی تفسیر "اِلٰى اَمْرِنَا الْاَوَّلِ" سے کی۔ یعنی کیا ہم پہلی حالت (حیات) کی طرف لوٹائے جائیں گے۔ یعنی زندہ کئے جائیں گے، چنانچہ کہا جاتا ہے۔ رَجَعَ فُلَانٌ فِىْ حَافِرَتِهٖ" فلاں شخص اپنی راہ کی طرف لوٹ گیا جہاں سے وہ آیا تھا۔ بعض نے کہا "حافرہ" وہ زمین ہے جس میں لوگوں کی قبریں ہوں۔ پس آیت کریمہ کے معنی یہ ہیں کیا ہم واپس لوٹائے جائیں گے حالانکہ ہم قبروں میں ہیں۔ زمین کو بھی حافرہ کہا جاتا ہے، کیونکہ یہ قبروں کی جگہ ہے کافروں کی مراد یہ ہے کہ کیا ہم مرنے کے بعد پھر پہلے کی طرح زندہ ہوں گے۔

قولہ "ایان مرسٰھا" سے اس آیت کریمہ: يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا" کی طرف اشارہ کیا اور اس کی تفسیر "مَتٰى مُنْتَهَاهَا" سے کی یعنی تم سے قیامت کو پوچھتے ہیں کہ وہ کب کے لئے ٹھہری ہوئی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے غیر نے اس کی تفسیر "متی منتھاھا" سے کی جہاں کشتی لنگر انداز ہو اس کو مرسی سفینہ، کہا جاتا ہے۔ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا سرور کون و مکان محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کو ذکر کرتے تھے اور اس کے متعلق پوچھے جاتے تھے حتی کہ یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

قولہ "الراجفۃ" سے اس آیت کریمہ: يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ" کی طرف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سُورَۃُ عَبَسَ

کَلَحَ وَ اَعْرَضَ وَقَالَ غَیْرُہٗ مُطَھَّرَۃٌ لَا یَمَسُّھَا اِلَّا الْمُطَھَّرُوْنَ وَھُمُ الْمَلَائِکَۃُ وَھٰذَا مِثْلُ قَوْلِہٖ فَالْمُدَبِّرَاتِ اَمْرًا جَعَلَ الْمَلَائِکَۃَ وَالصُّحُفَ مُطَھَّرَۃً لِاَنَّ الصُّحُفَ لَا یَقَعُ عَلَیْھَا التَّطْھِیْرُ فَجُعِلَ التَّطْھِیْرُ لِمَنْ حَمَلَھَا اَیْضًا سَفَرَۃٌ الْمَلَائِکَۃُ وَاحِدُھُمْ سَافِرٌ سَفَرْتُ اَصْلَحْتُ بَیْنَھُمْ وَجُعِلَتِ الْمَلَائِکَۃُ اِذَا نَزَلَتْ بِوَحْیِ اللّٰہِ وَتَادِیَتِہٖ کَالسَّفِیْرِ الَّذِیْ یُصْلِحُ بَیْنَ الْقَوْمِ وَقَالَ غَیْرُہٗ تَصَدّٰی تَغَافَلَ عَنْہُ وَقَالَ مُجَاھِدٌ لَمَّا یَقْضِ لَا یَقْضِیْ اَحَدٌ مَا

اشارہ کیا اور اس کی تفسیر میں کہا کہ راجفہ پہلی بار پھونکنا اور مرادفہ دوسری بار پھونکنا ہے۔

۴۶۱۶ — ترجمہ : سہل بن زید نے کہا میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے بیچ کی انگلی اور جو انگوٹھے کے پاس والی انگلی ہے کے اشارے سے فرمایا کہ میں اور قیامت اس طرح بھیجے گئے ہیں۔

۴۶۱۶ — شرح : یعنی جس طرح وسطی اور سبابہ دونوں انگلیوں کے درمیان نہایت ہی کم فاصلہ ہے۔ میرے اور قیامت میں اس طرح اتصال ہے اور وہ یہ کہ قیامت بہت تیزی سے قریب آرہی ہے جبکہ اس کے اشراط رونما ہو رہے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سُورۃ عبس

یہ سورت مکی ہے۔ اسے سورۃ سفرہ بھی کہا جاتا ہے۔ اس کی بیالیس آیات ہیں۔ سخاوی نے ذکر کیا یہ سورۃ قدر

أُمِرَ بِهٖ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ تَرْهَقُهَا تَغْشَاهَا شِدَّةٌ مُسْفِرَةٌ مُشْرِقَةٌ بِأَيْدِي سَفَرَةٍ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ كَتَبَةٌ أَسْفَارًا كُتُبًا تَلَهّٰى تَشَاغَلَ يُقَالُ وَاحِدُ الْأَسْفَارِ سِفْرٌ

سے پہلے اور سورۂ نجم کے بعد نازل ہوئی۔ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ یہ سورت ابن ام مکتوم اعمیٰ (نابینا) کے بارے میں نازل ہوئی جبکہ وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہنے لگے یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے سیدھی راہ بتائیں۔ اسے یہ معلوم نہ تھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور مشرک سردار بیٹھے ہوئے ہیں اور آپ انہیں اسلام کی تبلیغ کر رہے ہیں۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے قطع کلام کرنے کے باعث اس سے اعراض کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل فرمائی۔ اس کے بعد جب ابن مکتوم آپ کے حضور آیا کرتے تھے تو آپ اس کے لئے چادر بچھا دیتے تھے اور اس کی تحسین کرتے تھے۔ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا سے ایک اور روایت کے مطابق اس مجلس میں صنادید قریش مثلاً ابوجہل ملعون اور ربیعہ کے دونوں بیٹے عتبہ اور شیبہ بھی تھے۔ قولہ عَبَسَ ،، سے اس آیت کریمہ "عَبَسَ وَتَوَلّٰى اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى ،، کی طرف اشارہ کیا۔ تیوری چڑھائی اور منہ پھیرا اس پر کہ اس کے پاس وہ نابینا حاضر ہوا۔ امام بخاری نے عَبَسَ کی تفسیر کَلَحَ اور اَعْرَضَ سے کی یعنی تیوری چڑھائی اور منہ پھیرا۔

قولہ مُطَهَّرَةٍ سے اس آیت کریمہ فِیْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ كِرَامٍ بَرَرَةٍ ،، کی طرف اشارہ کیا اور مُطہرہ کی تفسیر یہ کی کہ اس کو پاک شخص ہاتھ لگاتے ہیں اور وہ ملائکہ (فرشتے) ہیں۔ یعنی جب صحیفے تطہیر سے موصوف ہیں تو اس کے حاملین کی وصف بھی تطہیر سے کی اور فرمایا اسے پاک اشخاص مس کرتے ہیں۔ جیسا کہ فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا ،، میں تدبیر محمول کی صفت ہے۔ اس کے محمول کو بھی مُدَبِّر کہا ہے۔ سَفَرَةٍ سے مراد فرشتے ہیں۔ یہ سافر کی جمع ہے۔ جب تو لوگوں کے درمیان صلح کرا دے تو کہا جاتا ہے "سَفَرْتُ" اور فرشتے جب اللہ کی وحی لے کر آتے ہیں اور اسے نبی کو پہنچاتے ہیں تو وہ بھی سفیر کی طرح ہیں جو لوگوں کے درمیان صلح کراتے ہیں۔

ابن عباس اور مقاتل رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ "سفرہ" کرام کاتبین ہیں۔ کتاب کو بھی سفر کہا جاتا ہے۔ اس کی جمع اَسْفَار ہے۔ آیت کریمہ کے معنی یہ ہیں: "ان صحیفوں میں کہ عزت والے ہیں (اللہ کے نزدیک) بلندی والے ہیں (ان کی قدر بلند ہے) پاکی والے ہیں ایسوں کے ہاتھ لکھے ہوئے جو کرم والے نکوئی والے ہیں۔

قولہ تَصَدّٰى ،، سے اس آیت کریمہ: فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰى ،، کی طرف اشارہ کیا پھر اس کی تفسیر تَغَافَلَ ،، سے کی۔ علامہ زمخشری نے اس کی تفسیر یہ کی ہے۔ آپ اس پر توجہ کرتے ہوئے اس سے گفتگو

۴۶۱۷ ــــ حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ قَالَ سَمِعْتُ زُرَارَةَ ابْنَ اَوْفٰی يُحَدِّثُ عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَثَلُ الَّذِيْ يَقْرَءُ الْقُرْاٰنَ وَهُوَ حَافِظٌ لَهٗ مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ وَمَثَلُ الَّذِيْ يَقْرَءُ وَهُوَ يَتَعَاهَدُهٗ وَهُوَ عَلَيْهِ شَدِيْدٌ فَلَهٗ اَجْرَانِ

فرماتے ہیں۔ علامہ کرمانی نے کہا یہی معنی مناسب اور مشہور ہے۔ صاحب التلویح نے اس کی تصویب کی ہے۔ اکثر مفسرین نے اس کو پسند کیا ہے۔ امام بخاری کی تفسیر کے مطابق معنی یہ ہیں کہ آپ اس سے غفلت کرتے ہیں۔ یہ تفسیر نامناسب ہے اور کاتب سے سہو ہوا ہے۔

قولہ لَمَّا يَقْضِ ،، سے اس آیت کریمہ: كَلَّا لَمَّا يَقْضِ مَا اَمَرَهٗ ،، کی طرف اشارہ کیا۔ مجاہد نے اس کی تفسیر یہ کی کہ جس کا حکم دیا گیا اس کو کوئی پورا نہیں کرتا، ابن ابی نجیح نے مجاہد سے یہ ذکر کیا جو حکم اس پر فرض کیا گیا تھا اس کو کوئی پورا نہیں کرتا۔

قولہ تَرْهَقُهَا ،، سے اس آیت کریمہ ,, تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ،، کی طرف اشارہ کیا اور اس کی تفسیر یہ کی کہ اس کو سختی چھپالے گی۔ یعنی وہ قیامت کے دن کی شدت اور سختی میں ڈھانکا جائے گا۔ بعض نے یہ معنی کئے ہیں ”اس کو اندھیرا، ذلت اور رسوائی پالے گی۔ ابن زید نے کہا غَبَرَہ اور قَتَرَہ ،، میں فرق یہ ہے کہ غبرہ اڑنے والا غبار ہے جو اوپر آسمان کی طرف جاتا ہے اور قترہ وہ ہے جو زمین میں نیچے ہے۔

قولہ مُسْفِرَةٌ سے اس آیت کریمہ: وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ،، کی طرف اشارہ کیا، ,,کتنے منہ اس دن روشن ہوں گے۔ کیونکہ وہ نورِ ایمان سے منور ہوں گے اور عبادت اور آثارِ وضوء سے اُن کے اعضاء چمکتے ہوں گے۔

امام بخاری نے مُسْفِرَہ کی تفسیر مُشْرِقَۃٌ سے کی ہے یعنی روشن و تاباں ہوں گے۔

قولہ بِاَيْدِيْ ،، سے اس آیت کریمہ: بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ ،، کی طرف اشارہ کیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کی تفسیر میں کہا کہ سفرہ سے مراد کاتب ہیں جو اعمالنامہ لکھتے ہیں۔ اَسْفَار سِفر کی جمع بمعنی کتاب ہے۔

قَوْلُهٗ تَلَهّٰى سے اس آیت کریمہ: فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰى ،، کی طرف اشارہ کیا پھر اس کی تفسیر تَشَاغَلُ سے کی ،، اسے چھوڑ کر اور طرف مشغول ہوتے ہو۔ قولہ وَاحِدُ الْاَسْفَارِ سِفْرٌ ،، اس کے معنی گزرے ہیں۔ واللہ اعلم!

۴۶۱۷ ــــ ترجمہ: ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس شخص کی مثال جو قرآن پڑھتا ہے حالانکہ وہ اسے یاد ہے

۴۶۱۷ — حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ قَالَ سَمِعْتُ زُرَارَةَ ابْنَ اَوْفٰی یُحَدِّثُ عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَثَلُ الَّذِیْ یَقْرَءُ الْقُرْاٰنَ وَهُوَ حَافِظٌ لَهٗ مَعَ السَّفَرَةِ الْکِرَامِ وَمَثَلُ الَّذِیْ یَقْرَءُ وَهُوَ یَتَعَاهَدُهٗ وَهُوَ عَلَیْهِ شَدِیْدٌ فَلَهٗ اَجْرَانِ

فرماتے ہیں۔ علامہ کرمانی نے کہا یہی معنی مناسب اور مشہور ہے۔ صاحب التلویح نے اس کی تصویب کی ہے۔ اکثر مفسرین نے اس کو پسند کیا ہے۔ امام بخاری کی تفسیر کے مطابق معنی یہ ہیں کہ آپ اس سے غفلت کرتے ہیں۔ یہ تفسیر نامناسب ہے اور کاتب سے سہو ہُوا ہے۔

قولہ لَمَّا یَقْضِ ،، سے اس آیت کریمہ : کَلَّا لَمَّا یَقْضِ مَا اَمَرَهٗ ،، کی طرف اشارہ کیا۔ مجاہد نے اس کی تفسیر یہ کی کہ جس کا حکم دیا گیا اس کو کوئی پورا نہیں کرتا، ابن ابی نجیح نے مجاہد سے یہ ذکر کیا جو حکم اس پر فرض کیا گیا تھا اس کو کوئی پورا نہیں کرتا۔

قولہ تَرْهَقُهَا ،، سے اس آیت کریمہ ،، تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ،، کی طرف اشارہ کیا اور اس کی تفسیر یہ کی کہ اس کو سختی چھپالے گی۔ یعنی وہ قیامت کے دن کی شدت اور سختی میں ڈھانکا جائے گا۔ بعض نے یہ معنی کئے ہیں ”اس کو اندھیرا، ذلت اور رُسوائی پالے گی۔ ابن زید نے کہا غَبَرَہ اور قَتَرَہ ،، میں فرق یہ ہے کہ غبرہ اڑنے والا غبار ہے جو اوپر آسمان کی طرف جاتا ہے اور قترہ وہ ہے جو زمین میں نیچے ہے۔

قولہ مُسْفِرَۃٌ ،، سے اس آیت کریمہ : وُجُوْهٌ یَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ،، کی طرف اشارہ کیا ،، کتنے منہ اس دن روشن ہوں گے۔ کیونکہ وہ نورِ ایمان سے منوّر ہوں گے اور عبادت اور آثارِ وضوء سے اُن کے اعضاء چمکتے ہوں گے۔

امام بخاری نے مُسْفِرہ کی تفسیر مُشْرِقَۃٌ سے کی ہے یعنی روشن و تاباں ہوں گے۔

قولہ بِاَیْدِیْ ،، سے اس آیت کریمہ : بِاَیْدِیْ سَفَرَةٍ ،، کی طرف اشارہ کیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کی تفسیر میں کہا کہ سفرہ سے مراد کاتب ہیں جو اعمالنامہ لکھتے ہیں۔ اَسْفَار سِفْر کی جمع بمعنی کتاب ہے۔

قولہٗ تَلَهّٰی سے اس آیت کریمہ : فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰی ،، کی طرف اشارہ کیا پھر اس کی تفسیر تَشَاغَلَ سے کی ،، اسے چھوڑ کر اور طرف مشغول ہوتے ہو۔ قولہ وَاحِدُ الْاَسْفَارِ سِفْرٌ ،، اس کے معنی گزرے ہیں۔ واللہ اعلم!

۴۶۱۷ — ترجمہ : ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اُس شخص کی مثال جو قرآن پڑھتا ہے حالانکہ وہ اسے یاد ہے

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سُوْرَةُ إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ

اِنْكَدَرَتْ اِنْتَثَرَتْ وَقَالَ الْحَسَنُ سُجِّرَتْ ذَهَبَ مَاؤُهَا فَلَا تَبْقٰى قَطْرَةٌ وَقَالَ مُجَاهِدٌ اَلْمَسْجُوْرُ الْمَمْلُوْءُ وَقَالَ غَيْرُهٗ سُجِّرَتْ اُفْضِيَ بَعْضُهَا اِلٰى بَعْضٍ فَصَارَتْ بَحْرًا وَاحِدًا وَالْخُنَّسُ تَخْنِسُ فِيْ مُجْرَاهَا تَرْجِعُ وَتَكْنِسُ تَسْتَتِرُ كَمَا تَكْنِسُ الظِّبَاءُ تَنَفَّسَ اِرْتَفَعَ النَّهَارُ وَالظَّنِيْنُ الْمُتَّهَمُ وَالضَّنِيْنُ يَضَنُّ بِهٖ وَقَالَ عُمَرُ النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ يُزَوَّجُ نَظِيْرَهٗ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ ثُمَّ قَرَاَ اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ عَسْعَسَ اَدْبَرَ

سفرکرام کی طرح یعنی وہ مقرب فرشتوں کے ساتھ ہوگا اور اس شخص کی مثال جو قرآن پڑھتا ہے اور اس کو یاد کرتا ہے حالانکہ وہ اس پر یاد کرنا دشوار ہے اس کو دو ثواب ہیں (ایک ثواب مشقت کا دوسرا قرأت کا ثواب) (بعض نے کہا لفظ مثل زائد ہے)

سُورۂ اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ

یہ سورت مکی ہے۔ اس کو سورت "کورت" بھی کہا جاتا ہے۔ اس کا نام سورۂ تکویر بھی ہے۔ اس کی انتیس (۲۹) آیات ہیں "

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قولہ اِنْكَدَرَتْ سے "اس آیت کریمہ: وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ "کی طرف اشارہ کیا اور اس کی اِنْتَثَرَتْ "سے تفسیر کی یعنی جب ستارے آسمان سے زمین پر گر پڑیں گے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا

جب متغیر ہو جائیں گے ،، قولہ سُجِّرَت ،، اس سے اس آیت کریمہ ،، وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ،، کی طرف اشارہ کیا۔
حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا سمندروں کا پانی ختم ہو جائے گا۔ ان میں ایک قطرہ بھی باقی نہ رہے گا۔ مجاہد
نے کہا مَسْجُوْرٌ بمعنی مملوّ ہے یعنی پُر کیا ہُوا ،، تسجیر ان الفاظ میں سے ہے جو اضداد میں استعمال ہوتے ہیں حسن بصری
کے غیر نے کہا سُجِّرَتْ کے معنی ہیں۔ ایک دوسرے سے مل جائیں گے کہ ایک دریا ہو جائے گا۔ ابن زید ابن عطیہ
اور سفیان نے کہا انہیں گرم کیا جائے گا۔ یہ آگ بن جائیں گے۔
قولہ وَالْخُنَّسِ ،، سے اس آیت کریمہ : فَلَآ اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ الْجَوَارِ الْكُنَّسِ ،، کی طرف اشارہ کیا ،،
قسم ہے اُن ستاروں کی جو الٹے پھریں سیدھے چلیں تھم رہیں۔ یہ پانچ ستارے ہیں جنہیں خمسہ متحیرہ کہتے
ہیں۔ زُحل، مشتری ، مرّیخ ، زہرہ اور عطارد۔ قبیلہ مراد کے
ایک شخص نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا : اَلْخُنَّسُ الْجَوَارُ الْكُنَّسُ ،، کیا ہیں انھوں نے کہا یہ ستارے ہیں جو
دن میں الٹی چال پھرتے ہیں۔ خنّس کے معنی چھپنے کی جگہ لوٹنے کے ہیں۔ کُنّس وحشی جانوروں کے چھپنے کی جگہیں۔ بعض
نے کہا خُنّس گاؤ خر ہے جب وہ انسان کو دیکھے تو اپنی چھپنے کی جگہ میں داخل ہو جاتی ہے۔ خُنّس خانس کی جمع ہے
بمعنی اپنے راستے پر لوٹنے والے اور کُنّس کانس کی جمع بمعنی چھپنے والے ،،
امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا مد خُنّس جو اپنے مقام پر یا راستے پر لوٹتے ہیں اور تَكْنِسُ بمعنی تَسْتَتِرُ چھپتے
ہیں یعنی سورج کی روشنی میں چھپے رہتے ہیں۔ جیسے ہرن اپنی کمین گاہ میں چھپتے ہیں جو وہ درختوں کی شاخوں
سے بناتے ہیں۔ علامہ کرمانی رحمہ اللہ نے سبع سیارہ مراد لئے ہیں۔
قولہ تَنَفَّسَ ،، سے اس آیت کریمہ : وَالصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ ،، کی طرف اشارہ کیا اور اس کی تفسیر یہ
کی کہ جب دن بلند ہُوا۔
قولہ اَلظَّنِيْنُ ،، سے اس آیت کریمہ ،، وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِظَنِيْنٍ ،، کی طرف اشارہ کیا۔ پھر
اس کی تفسیر مُتَّهَمٌ سے کی اگر اس کو ضنین ضاد سے پڑھا جائے تو اس کے معنی بخل کے ہیں۔ یعنی تم پر غیب بتانے
میں بخل نہیں کرتے بلکہ تمہیں خبردار کرتے ہیں۔ علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ثعلبی سے نقل کیا کہ قولہ مَا هُوَ ،، یعنی
محمد صلی اللہ علیہ وسلم غیب یعنی وحی اور آسمان کی خبر اور جس علم غیب پر مطلع ہیں تم پر بخل نہیں کرتے بلکہ تمہیں
خبردار کرتے ہیں۔ پھر ثعلبی نے کہا اس کو ظاء سے بھی پڑھا گیا ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم علم غیب
کی خبر دینے میں متہم نہیں یہ ظِنّۃ بمعنی تہمت سے ماخوذ ہے۔ تفسیر اتقان میں ہے۔ ضاد اور ظاء میں فرق کرنا واجب
ہے۔ ان کے مخارج کی معرفت قاری پر لازم ہے۔ اکثر عجمی لوگ ان دو حرفوں میں امتیاز نہیں کرتے (عینی)
قولہ قال عُمَرُ ،، یعنی امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا : النفوس زوّجت کے معنی یہ ہیں کہ اپنے مثل
کے ساتھ جنّت اور دوزخ میں ملا دیئے جائیں گے ،، بعض نے کہا مومنوں کو حوروں کے ساتھ اور کافروں کو شیطانوں
کے ساتھ ملا دیا جائے گا۔ عکرمہ نے کہا نیک کو نیک ساتھی کے ساتھ ملا دیا جائے گا جو دنیا میں نیک تھا اور بدکار

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سُوۡرَۃُ اِذَا السَّمَآءُ انۡفَطَرَتۡ

وَقَالَ الرَّبِيعُ بْنُ خُثَيْمٍ فُجِّرَتْ فَاضَتْ وَقَرَءَ الْأَعْمَشُ وَعَاصِمٌ فَعَدَلَكَ بِالتَّخْفِيفِ وَقَرَاءَةُ أَهْلِ الْحِجَازِ بِالتَّشْدِيدِ وَأَرَادَ مُعْتَدِلَ الْخَلْقِ وَمَنْ خَفَّفَ يَعْنِي فِي أَيِّ صُورَةٍ شَاءَ إِمَّا حَسَنٍ وَإِمَّا قَبِيحٍ وَطَوِيلٍ أَوْ قَصِيرٍ

کو بدکار ساتھی کے ساتھ ملا دیا جائے گا۔ جو دنیا میں بدی میں اعانت کرتے تھے" پھر پڑھا۔ اُحْشُرُوا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اَزْوَاجَهُمْ" جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ان کو اپنے ساتھیوں کے ساتھ ملا دو!

قولہ عَسْعَسَ سے اس آیت کریمہ: وَالَّیْلِ اِذَا عَسْعَسَ" کی طرف اشارہ کیا۔ جب رات پیٹھ پھیرے عَسْعَسَ ان الفاظ میں سے ہے جو اپنی ضد میں استعمال ہوتے ہیں یعنی عَسْعَسَ اَقْبَلَ اور اَدْبَرَ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ حالانکہ یہ دونوں باہم ایک دوسرے کے ضد ہیں۔ اس جگہ معنی اَدْبَرَ مستعمل ہے یعنی پیٹھ پھیرلے۔ اس پر قرینہ: وَالصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ ہے اور صبح جب دمکے اور اس کی روشنی خوب پھیلے۔

سُورۂ انفطار

یہ سورہ مکیہ ہے اس کی انیس ۱۹ آیات ہیں اسے
سُورۂ اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ بھی کہا جاتا ہے!

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اِنْفِطَار بمعنی انشقاق ہے قولہ بُعْثِرَتْ" سے اس آیت کریمہ: وَاِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ" کی طرف اشارہ کیا اس کی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ذکر کیا جاتا ہے کہ زمین میں سے اموات کو نکالا جائے گا۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے غیر نے کہا بُعْثِرَتْ کے معنی اُٹھائی جائیں گی۔ بُعْثِرَتْ حُوْصِیْ" میں نے اس کا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سُورَةُ وَیْلٌ لِلْمُطَفِّفِیْنَ

وَقَالَ مُجَاهِدٌ رَانَ ثَبْتُ الْخَطَایَا ثُوِّبَ جُوْزِیَ وَقَالَ غَیْرُهُ الْمُطَفِّفُ لَا یُوَفِّی

سنجلا حصہ اُوپر کر دیا ، قولہ فُجِّرَتْ سے اس آئت کریمہ " إِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ " کی طرف اشارہ کیا اور ربیع بن خثیم نے اس کی تفسیر " فَاضَتْ " سے کی ۔ یہ فیض سے ماخوذ ہے ۔ یعنی جب سمندر بہا دیئے جائیں گے اور شیریں اور شور سب مل کر ایک ہو جائیں گے ۔

قولہ قَرَءَ الْاَعْمَشُ ، یعنی سلیمان اعمش ، عاصم بن ابی النجود نے " فَعَدَلَكَ " مخفف پڑھا ہے ۔ اہل حجاز اسے مشدد " فَعَدَّلَكَ " پڑھتے ہیں ۔ اس سے مراد لیا ہے ۔ معتدل خلقت والا اور جس نے مخفف پڑھا ہے وہ مراد لیتے ہیں جس صورت میں چاہا خوبصورت یا بدصورت اور لمبا یا ٹھنگنا پیدا کیا ۔

سُوْرَۃُ وَیْلٌ لِلْمُطَفِّفِیْنَ

سدی نے کہا یہ سُورت مدنی ہے ۔ کلبی نے کہا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کے سفر میں راستہ میں نازل ہُوئی ۔ مقاتل نے کہا یہ مدنیہ ہے ۔ اس کی ایک آئت " قَالَ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ " مکہ مکرمہ میں نازل ہُوئی ۔ سخاوی نے کہا یہ سورت عنکبوت کے بعد نازل ہُوئی ۔ نسائی اور ابن ماجہ میں صحیح اسناد کے ساتھ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب سید کونین صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو وہ لوگ ناپ تول میں بہت کمی کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آئت کریمہ " وَیْلٌ لِلْمُطَفِّفِیْنَ " نازل فرمائی کہ کم تولنے والوں کی خرابی ہے " تو لوگوں نے اس کے بعد ناپ تول پُورا کرنا شروع کر دیا ۔ اس کی ۳۶ آیات ہیں

علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مقاتل سے نقل کیا کہ ویل جہنم میں گہری وادی ہے جس کی گہرائی ستر سال کی مسافت ہے ۔ اس میں ستر ہزار گھاٹیاں ہیں ہر گھاٹی میں ستر ہزار راہ ہیں ۔ ہر راہ میں ستر ہزار غار ہیں ۔ ہر غار میں ستر ہزار محل ہیں جیسے لوہے کے تابوت ہوتے ہیں ۔ ہر تابوت میں ستر ہزار درخت ہیں ۔ ہر درخت کی ستر ہزار

٤٦١٨ـــ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا مَعْنٌ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ حَتّٰى يَغِيْبَ اَحَدُهُمْ فِيْ رَشْحِهٖ اِلٰى اَنْصَافِ اُذُنَيْهِ

شاخیں ہیں۔ ہر شاخ پر ستر ہزار پھل ہیں۔ اس کی لمبائی ستر ہزار گز ہے۔ ہر درخت کے نیچے ستر ہزار اژدھے اور ستر ہزار بچھوے ہیں ہر اژدھے کی لمبائی ایک ماہ کا سفر اس کی موٹائی پہاڑ کی طرح ہے لمبی لمبی کھجوروں کی طرح اس کے دانت ہیں اس کے تین سو ستر قفازے ہیں ہر قفازے میں زہر کا مٹکا ہے۔ صاحب تلویح نے کہا صحیح ابن حبان میں اس کا اصل موجود ہے؛ چنانچہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حدیث روایت کی کہ کافر پر ننانوے (٩٩) تنین مسلط کئے جائیں گے جانتے ہو کہ تنین کیا ہے؟ وہ ستر سانپ ہیں۔ ہر سانپ کے سات سر ہیں۔ وہ قیامت تک اس کو ڈستے رہیں گے۔

قولہ بَلْ رَانَ "سے اس آیت کریمہ "بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ" کی طرف اشارہ کیا "بلکہ اُن کے دلوں پر زنگ چڑھا دیا ہے۔ اس کی تفسیر میں مجاہد نے کہا رَانَ بمعنی ثَبَتَ الْخَطَايَا ہے۔ کافروں کے دلوں میں گناہ پختہ ہو گئے ہیں۔ حتی کہ ان کو ڈھانک رکھا ہے۔ دراصل رَان رَین سے بمعنی غلبہ ہے چنانچہ کہا جاتا ہے رَانَتِ الْخَمْرُ عَلٰى قَلْبِهٖ" جبکہ شراب اس کے دل پر غلبہ کرے اور وہ بیہوش ہو جائے۔

قولہ ثُوِّبَ" سے اس آیت کریمہ: هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ" کی طرف اشارہ کیا۔ پھر اس کی "جُوْزِيَ" بمعنی جزاء دیا گیا" سے تفسیر کی یعنی کیوں کچھ بدلا ملا کافروں کو اپنے اعمال کا جو وہ دُنیا میں کرتے تھے" مجاہد کے غیر نے کہا "مُطَفِّفٌ" وہ ہے جو کسی کا حق پُورا نہ دے بلکہ اس کے دینے میں کمی کرے قولہ الرَّحِيْق" سے اس آیت کریمہ "يُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِيْقٍ" کی طرف اشارہ کیا پھر اس کی "خمر" بمعنی شراب سے تفسیر کی۔ اور "خِتٰمُهٗ مِسْكٌ" سے اس آیت کریمہ "مِنْ رَّحِيْقٍ مَّخْتُوْمٍ خِتٰمُهٗ مِسْكٌ" کی طرف اشارہ کیا یعنی وہ نتھری شراب پلائے جائیں گے جو مہر کیا رکھی ہے جس مہر کو نیک لوگ ہی توڑیں گے۔ قولہ تَسْنِيْم" سے اس آیت کریمہ "مِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِيْمٍ" کی طرف اشارہ کیا پھر اس کی تفسیر میں کہا کہ وہ شراب ہے جس کا نام تسنیم ہے یہ اعلیٰ شراب ہے تمام جنتیوں کی شراب سے افضل ہے۔ اس کو تسنیم اس لئے کہا کہ یہ اُن کے اوپر بالاخانوں اور اُن کے منازل میں گرائی جائے گی جو جنتِ عدن سے جنتیوں کی طرف جاری ہو گی۔ جبکہ تسنیم کے معنی گرانے کے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سُورۃ اِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ

قَالَ مُجَاهِدٌ كِتَابَهٗ بِشِمَالِهٖ يَاْخُذُ كِتَابَهٗ مِنْ وَّرَآءِ ظَهْرِهٖ وَسَقَ جَمَعَ مِنْ دَابَّةٍ ظَنَّ اَنْ لَّنْ يَّحُوْرَ اَنْ لَّا يَرْجِعَ اِلَيْنَا

۴۶۱۸ — ترجمہ : عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن لوگ اللہ تعالیٰ کے حضور کھڑے ہوں گے جبکہ اُن میں سے ایک اپنے نصف کان تک اپنے پسینہ میں غائب ہوگا۔

۴۶۱۸ — شرح : قیامت کے روز اس کے خوف سے لوگ لرزاں ہوں گے اور گھبراہٹ سے ان سے پسینہ جاری ہوگا جو اُن میں سے کسی ایک کے کان کی لَو تک پہنچے گا۔ یہ دہشت اس لئے ہوگی کہ کم تولنا سخت گناہ ہے جس کے باعث وہ ربّ العالمین کے حضور عاجزی کریں گے اور پسینہ پسینہ ہو جائیں گے حتیٰ کہ اس میں ان کے جسم غائب ہو جائیں گے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سُورۂ اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ

اس کو سُورۂ انشقاق بھی کہا جاتا ہے یہ مکّی ہے اس کی ۲۷ آیات ہیں"

قولہ کِتَابَهٗ بِشِمَالِهٖ" سے اس آیت کریمہ : وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتَابَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ " کی طرف اشارہ کیا اس کی مجاہد نے یہ تفسیر کی کہ اپنا اعمال نامہ اپنی پشت کے پیچھے سے لے گا۔ اس کا داہنا ہاتھ اس کی گردن کے ساتھ ملا کر طوق میں باندھ دیا جائے گا اور بایاں ہاتھ پیٹھ کے پیچھے کیا جائے گا اور پشت کے پیچھے سے اس کو اعمالنامہ دیا جائے گا۔ مجاہد سے ایک روایت اس طرح بھی ہے کہ اس کا ہاتھ پشت کے پیچھے نکالا جائے گا" واللہ ورسولہ اعلم!

۴۶۱۹ــ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُثْمَانَ بْنِ الْأَسْوَدِ سَمِعْتُ ابْنَ أَبِي مُلَيْكَةَ سَمِعْتُ عَائِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۴۶۲۰ــ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۴۶۲۱ــ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ يَحْيَى عَنْ أَبِي يُونُسَ حَاتِمِ ابْنِ أَبِي صَغِيرَةَ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ أَحَدٌ يُحَاسَبُ إِلَّا هَلَكَ قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ جَعَلَنِي اللّٰهُ فِدَاءَكَ أَلَيْسَ يَقُولُ اللّٰهُ تَعَالَى فَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَسِيرًا قَالَ ذَاكَ الْعَرْضُ يُعْرَضُونَ وَمَنْ نُوقِشَ الْحِسَابَ هَلَكَ

قولہ اَذِنَت" سے اس آیت کریمہ : وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ وَاَلْقَتْ مَا فِيْهَا وَتَخَلَّتْ" کی طرف اشارہ کیا اور مجاہد نے اَذِنَتْ" کی تفسیر سَمِعَتْ وَاَطَاعَتْ لِرَبِّهَا" سے کی یعنی اپنے رب کا حکم سنے اور اطاعت کرے اور "اَلْقَتْ مَا فِيْهَا کی تفسیر اَخْرَجَتْ مَا فِيْهَا مِنَ الْمَوْتٰى" سے کی یعنی جو اس میں مُردے ہیں نکال دے اور باہر کر دے۔

قولہ وَتَخَلَّتْ" کی تفسیر خَلَتْ فَلَيْسَ فِيْ بَطْنِهَا شَيْءٌ" سے کی یعنی خالی ہوگئی اور اس کے پیٹ میں کچھ نہ رہا۔ قولہ وَسَقَ" سے اس آیت کریمہ "وَاللَّيْلِ وَمَا وَسَقَ" کی طرف اشارہ کیا۔ پھر اس کی تفسیر یہ کی کہ قسم ہے رات کی اور اس کی جو اس میں جانور جمع ہوتے ہیں۔

قولہ ظَنَّ اَنْ لَّنْ يَّحُوْرَ یعنی وہ سمجھا کہ اس نے اپنے رب کی طرف لوٹنا نہیں۔"

بَابُ قَوْلِهِ لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ

۴۶۲۲ ـ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ النَّضْرِ قَالَ أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُو بِشْرٍ جَعْفَرُ بْنُ إِيَاسٍ عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ حَالًا بَعْدَ حَالٍ قَالَ هٰذَا نَبِيُّكُمْ

۴۶۱۹ تا ۴۶۲۱ ـ ترجمہ : ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی نہیں جس کا حساب لیا جائے مگر وہ ہلاک ہو جائے گا۔ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر فدا کرے۔ کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا ؟ جس کو اعمالنامہ اس کے دابنے ہاتھ میں دیا جائے اس کا حساب آسان ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تو اعمال نامہ پیش کرنا ہے جو محض پیش کئے جائیں گے اور جس کے حساب میں تفتیش کی گئی وہ ہلاک ہو جائے گا۔

۴۶۱۹ تا ۴۶۲۱ ـ شرح : یہ حدیث ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے تین طرق سے مروی ہے۔ ایک عمرو بن علی کا طریق دوسرا سلیمان بن حرب کا اور تیسرا طریق مسدد کا ہے۔ رضی اللہ عنہم پہلے دو طرق میں ابن ابی ملیکہ بلا واسطہ ام المؤمنین سے روایت کرتے ہیں۔ جبکہ تیسرے طریق میں قاسم کے واسطہ سے روایت کرتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ اس طریق میں ابن ابی ملیکہ نے قاسم سے روایت کی پھر ام المؤمنین سے سماعت کی یا پہلے ام المؤمنین سے سماعت کی پھر قاسم سے توثیق کی ؛ کیونکہ ان کی روایت میں زیادتی ہے جو ابن ابی ملیکہ کے نزدیک نہیں۔ اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ حساب سے مراد ثواب و جزاء ہے کافر کے لئے ثواب ہی نہیں تو اس کے حساب کا کیا مقصد ہے ؟ نیز حساب لینے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ" اللہ تعالیٰ قیامت کے روز کافروں سے کلام نہیں کرے گا تو حساب کیسے لے گا ؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ کا مطلق سے کلام نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اُن سے رحمت و شفقت سے کلام نہیں کرے گا غضب و قہر سے کلام کرے گا جس سے وہ خائف ہوں گے۔ مطلق کلام کی نفی نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا : اِخْسَئُوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ " دوزخ میں ذلیل و خوار رہو اور مجھ سے کلام نہ کرو۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
سُوْرَةُ الْبُرُوْجِ
وَقَالَ مُجَاهِدٌ الْأُخْدُوْدُ شَقٌّ فِي الْأَرْضِ فَتَنُوْا عَذَّبُوْا

۴۶۲۲ ترجمہ: مجاہد سے روایت ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کریمہ لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ" کی تفسیر میں ذکر کیا کہ مراد حال بعد حال ہے۔ یہ تمہارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

۴۶۲۲ شرح: یہ آیت کریمہ قسم کا جواب ہے جو اس سے پہلی آیات میں مذکور ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ اے مسلمانو! تمہیں مشرکوں پر غلبہ اور کامیابی حاصل ہوگی۔ حتی کہ تمہاری حالت بہت اچھی ہوگی اور انجام بخیر ہوگا۔ لہٰذا تمہیں حال کے بعد حال پیش آئے گا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ موت کے شدائد و اہوال پھر مرنے کے بعد اُٹھنا پھر موقف حساب میں پیش ہونا یہ بھی کہا گیا ہے کہ انسان کے حالات میں تدریج ہے۔ ایک وقت دودھ پیتا بچہ ہوتا ہے پھر دودھ چھوٹتا ہے۔ پھر لڑکپن کا زمانہ آتا ہے پھر جوان ہوتا ہے پھر جوانی ڈھلتی ہے پھر بوڑھا ہوتا ہے۔ اور ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ خطاب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے کہ آپ شب معراج میں ایک آسمان پر تشریف لے گئے پھر دوسرے پر اسی طرح درجہ بدرجہ مرتبہ بمرتبہ منازل قرب میں واصل ہوئے۔ اس احتمال کے مطابق لَتَرْكَبَنَّ میں باء مفتوح ہوگی؛ چنانچہ ابن کثیر نے باء کو مفتوح پڑھا ہے اور کہا کہ یہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہے۔

سورہ بروج
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ سورت مکیہ ہے۔ اس کی بائیس آیات ہیں۔ بروج کی تعداد بارہ[۱۲] ہے۔ یہ آسمان کے محلات میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ بروج وہ ستارے ہیں جو قمر کے منازل ہیں۔ بعض نے آسمان کے دروازے مراد لئے ہیں۔
قولہ الاخدود، سے اس آیت کریمہ قُتِلَ أَصْحَابُ الْأُخْدُوْدِ" کی طرف اشارہ کیا۔ اس کی تفسیر میں مجاہد نے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سُورَةُ الطَّارِقِ

وَقَالَ مُجَاهِدٌ ذَاتِ الرَّجْعِ سَحَابٌ يَرْجِعُ بِالْمَطَرِ ذَاتِ الصَّدْعِ تَتَصَدَّعُ بِالنَّبَاتِ

کہا۔ یہ زمین کی دراڑیں ہیں۔ قولہ فَتَنُوا ،، سے اس آیت کریمہ : اِنَّ الَّذِیۡنَ فَتَنُوا الۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَالۡمُؤۡمِنٰتِ کی طرف اشارہ کیا اور عَذَّبُوا ،، سے اس کی تفسیر کی فتنہ کے معنی عذاب آتے ہیں۔ قرآن کریم میں ہے۔ عَلَى النَّارِ يُفْتَنُونَ ،، ان کو دوزخ میں عذاب دیا جائے گا ،، ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا : اَلْوَدُودُ بمعنی حبیب ہے اور مجید بمعنی کریم ہے۔

سُورہ طارق

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

یہ سورت مکیہ ہے اس کی سترہ آیات ہیں۔ یہ ابوطالب کے حق میں نازل ہوئی جبکہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دودھ اور روٹی لے کر حاضر ہوئے اور آپ کو تحفہ پیش کیا ابھی آپ بیٹھے تناول فرما رہے تھے کہ اچانک ستارہ گرا اور پانی ہی پانی ہو گیا۔ پھر آگ سے بھر گیا تو ابوطالب نے گھبرا کر عرض کیا یہ کیا شئی ہے ؟ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ ستارہ پھینکا گیا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں سے ایک نشانی ہے۔ ابوطالب حیران رہ گئے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ ،، نازل فرمائی۔ یعنی ستارہ رات ظاہر ہوتا ہے اور دن کو چھپ جاتا ہے جو کوئی رات آئے اسے طارق کہتے ہیں۔

قولہ هُوَ النَّجْمُ ،، یعنی طارق ستارہ ہے جو کوئی تمہارے پاس رات آئے اس کو طارق کہتے ہیں اور یہ طرق سے مشتق ہے۔ اس کے معنی کھٹکھٹانے کے ہیں چونکہ مہمان دروازہ کھٹکھٹانے کا محتاج ہوتا ہے۔ اس لئے اس کو طارق کہتے ہیں۔ قولہ اَلنَّجْمُ الثَّاقِبُ ،، اس کی تفسیر میں مجاہد نے کہا ثاقب وہ ہے جو روشنی دے۔ بعض نے ثریا کہا ہے۔ قولہ ذَاتِ الرَّجْعِ ،، سے اس آیت کریمہ : وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ الایۃ ،، کی طرف اشارہ کیا مجاہد نے اس کی تفسیر یہ کی کہ ذات الرجع وہ بدلی ہے جو بارش کے ہمراہ لوٹ آتی ہے۔ ذَاتِ الصَّدْعِ ،، زمین جو

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سُوۡرَۃُ سَبِّحِ اسۡمَ رَبِّکَ

سبزہ اُگنے کی جگہ سے پھٹ جاتی ہے۔ اس کی تفسیر میں اس طرح بھی کہا جاتا ہے کہ ہر سال آسمان سے بارش اور لوگوں کے رزق اُترتے ہیں۔ اگر یہ نہ ہوتا تو سب ہلاک ہو جاتے اور مواشی بھی ہلاک ہو جاتے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا "وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الرَّجْعِ" یعنی آسمان بارش والا اور زمین نباتات و اشجار اور اثمار و انہار والی۔

قولہ قال ابنُ عباس رضی اللہ عنہما، ابن عباس رضی اللہ عنہما نے "لَقَوْلٌ فَصْلٌ" کی تفسیر میں کہا کہ یہ قول حق ہے جو حق و باطل کو جُدا جُدا کرتا ہے۔

قولہ "لَمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ" سے اس آیت کریمہ: "اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ" کی طرف اشارہ کیا کوئی جان نہیں جس پر نگہبان نہ ہو۔ "لَمَّا" بمعنی اِلَّا ہے یعنی "اِلَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ"۔ ابن ابی حاتم نے اسے موصول ذکر کیا اور یزید نحوی کے طریق سے عکرمہ کے ذریعہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی اور اس کا اسناد صحیح ہے، لیکن ابوعبیدہ نے اس کا انکار کرتے ہوئے کہا ہم نے کلام عرب میں لمّا بمعنی اِلَّا کا شاہد نہیں سُنا۔ نسفی نے تفسیر میں ذکر کیا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے لمّا کو مشدد اس لئے پڑھا ہے کہ "اِنْ" نافیہ ہے۔ اور لمّا بمعنی الّا ہے۔ یہ ہذیل کی لغت ہے وہ کہتے ہیں "نَشَدْتُكَ اللّٰهَ لَمَّا قُمْتَ" اور ان کی مراد: "اِلَّا قُمْتَ" ہوتی ہے آیت کے معنی یہ ہیں "مَا نَفْسٌ اِلَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ مِنْ رَبِّهَا" دوسرے لوگ "لَمَا" کو مخفف پڑھتے ہیں اور "ما" کو موصولہ کہتے ہیں اور اِن کو مخففہ کہتے ہیں یعنی: "اِنَّ كُلَّ نَفْسٍ لَعَلَيْهَا حَافِظٌ مِنْ رَبِّهَا يَحْفَظُ عَلَيْهَا وَ يُحْصِي عَلَيْهَا مَا تَكْسِبُهُ مِنْ خَيْرٍ اَوْ شَرٍّ"۔ بیشک ہر جان پر اس کے رب کی طرف سے نگہبان ہے جو اس کی نگہبانی کرتا ہے اور اس کے اچھے اور بُرے اعمال کو جو وہ کسب کرتا ہے ضبط کرتا ہے۔ علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا اس تقریر میں ابوعبیدہ کے کلام کا رد ہے کہ لمّا بمعنی اِلَّا کا عرب کے کلام میں کوئی شاہد نہیں۔

سُوۡرَہ سَبِّحِ اسۡمَ رَبِّکَ الۡاَعۡلٰی

یہ سورت مکیہ ہے اس کو سُوۡرَۃُ الۡاَعۡلٰی بھی کہا جاتا ہے۔ اس کی انیس ۱۹ آیات ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے "سَبِّحِ اسۡمَ رَبِّکَ الۡاَعۡلٰی" پڑھا تو فرمایا "سُبۡحَانَ رَبِّیَ الۡاَعۡلٰی"۔

۴۶۲۳ ــــ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ اَخْبَرَنِی اَبِی عَنْ شُعْبَۃَ عَنْ اَبِی اِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَآءِ قَالَ اَوَّلُ مَنْ قَدِمَ عَلَیْنَا مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مُصْعَبُ بْنُ عُمَیْرٍ وَابْنُ اُمِّ مَکْتُوْمٍ فَجَعَلَا یُقْرِئَانِنَا الْقُرْاٰنَ ثُمَّ جَاءَ عَمَّارٌ وَبِلَالٌ وَسَعْدٌ ثُمَّ جَاءَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فِیْ عِشْرِیْنَ ثُمَّ جَاءَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَمَا رَاَیْتُ اَھْلَ الْمَدِیْنَۃِ فَرِحُوْا بِشَیْءٍ فَرَحَھُمْ بِہٖ حَتّٰی رَاَیْتُ الْوَلَائِدَ وَالصِّبْیَانَ یَقُوْلُوْنَ ھٰذَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَدْ جَاءَ فَمَا جَاءَ حَتّٰی قَرَاْتُ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی فِیْ سُوَرٍ مِّثْلِھَا

قولہ قَدَّرَ فَھَدٰی ،، کی مجاہد نے یہ تفسیر کی کہ انسان کی شقاوت و بدبختی مقدر کی اور حیوانات کو چراگاہوں میں جانے کی ہدایت دی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فَجَعَلَہٗ غُثَاءً اَحْوٰی ،، کی تفسیر فرمائی پھر اسے خشک سیاہ کر دیا۔

۴۶۲۳ ــــ ترجمہ : براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام میں سے سب سے پہلے جو ہمارے پاس آئے وہ مصعب بن عمیر اور ابن مکتوم تھے۔ وہ ہمیں قرآن کریم پڑھاتے تھے۔ پھر عمار بن یاسر، بلال اور سعد بن ابی وقاص آئے پھر عمر فاروق بیس صحابہ کرام میں آئے پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ میں نے مدینہ منورہ والوں کو کسی شئ سے اتنا خوش ہوتے نہیں دیکھا جتنا وہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے سے خوش ہوئے تھے۔ حتیٰ کہ میں نے بچیوں اور بچوں کو دیکھا وہ کہہ رہے تھے۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں۔ پس آپ تشریف نہ لائے حتیٰ کہ میں نے سورۃ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی ،، اس جیسی سورتوں میں پڑھی۔

۴۶۲۳ ــــ شرح : ولائد" ولید کی جمع بمعنی صَبِیَّۃ (بچیاں) ہے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ منورہ تشریف آوری کے وقت وہاں کی بچیاں اور بچے یہ کہتے تھے۔ ھٰذَا رَسُوْلُ اللّٰہِ قَدْ جَاءَ ،، یہ کمسن بچے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذوق مشاہدہ میں کہتے تھے۔ ابوذر کی روایت میں اس قول میں "رسول اللہ" کے بعد صلی اللہ علیہ وسلم مذکور نہیں، کیونکہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی کے ذکر کے وقت صلوٰۃ کی مشروعیت پانچ ہجری میں ہوئی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سُورۃ ھَلْ اَتَاکَ حَدِیْثُ الْغَاشِیَۃِ

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ عَامِلَۃٌ نَاصِبَۃٌ اَلنَّصَارٰی وَقَالَ مُجَاھِدٌ عَیْنٍ اٰنِیَۃٍ بَلَغَ اِنَاھَا وَحَانَ شُرْبُھَا حَمِیْمٍ اٰنٍ بَلَغَ اِنَاہُ لَا تَسْمَعُ فِیْھَا لَاغِیَۃً شَتْمًا اَلضَّرِیْعُ نَبْتٌ یُقَالُ لَہُ الشِّبْرِقُ یُسَمِّیْہِ اَھْلُ الْحِجَازِ الضَّرِیْعَ اِذَا یَبِسَ وَھُوَ سُمٌّ بِمُسَیْطِرٍ بِمُسَلَّطٍ وَیُقْرَأُ بِالصَّادِ وَالسِّیْنِ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اِیَابَھُمْ مَرْجِعَھُمْ

آئت کریمہ: یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا " کے نزول کے وقت ہوئی گو یہ آئت کریمہ سورۂ احزاب میں ہے، لیکن صحیح روائت کے مطابق یہ پانچ ہجری میں نازل ہوئی۔ بعض نے کہا ہو سکتا ہے کہ پوری سورت کے نزول کے وقت شروع ہوئی گو یہ آئت کریمہ سورۂ احزاب میں ہے لیکن صحیح روائت کے مطابق یہ پانچ ہجری میں نازل ہوئی۔ بعض نے کہا ہو سکتا ہے کہ پوری سورت کے نزول سے پہلے یہ آئت کریمہ نازل ہوئی ہو، لیکن یہ امکان بعید ہے، کیونکہ اس وقت مدینہ منورہ میں قرآن کریم صرف اس قدر نازل ہوا تھا جو اس حدیث سے مفہوم ہے۔ اور مکہ مکرمہ میں وقوع کی تقدیر پر اس آئت کا مدینہ منورہ والوں کو علم ہونا بعید تر ہے۔ خصوصًا بچوں اور بچیوں کو علم ہونا بعید ترین ہے لیکن یہ کہنا بعید نہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ کا ذکر معراج کی حدیث میں ثابت ہے اور معراج بلاشبہ مکہ مکرمہ میں ہوئی تھی اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ منورہ تشریف لانے سے پہلے آچکے تھے اُن کی زبان سے وہ صلوٰۃ معلوم کر چکے تھے۔ علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے امام طحاوی سے نقل کیا کہ ابو جعفر طحاوی کا مذہب ہے کہ جب بھی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک ذکر کیا جائے آپ پر درود شریف پڑھنا واجب ہے

سُورۂ ھَلْ اَتَاکَ حَدِیْثُ الْغَاشِیَہ

بالاتفاق یہ سورت مکی ہے۔ اس کی سولہ آیات ہیں۔ بعض اس کو سورۂ غاشیہ کہتے ہیں اور غاشیہ قیامت کا دن ہے۔"

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قولہ عَامِلَةٌ نَاصِبَةٌ ،، سے اس آئت کریمہ ،، وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ عَامِلَةٌ نَاصِبَةٌ ،، کی طرف اشارہ کیا اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کی تفسیر یہ کی کہ عاملہ ناصبہ نصاریٰ ہیں۔ ابن ابی حاتم نے شبیب بن بشر کے طریق سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ ذکر کیا اور یہود کا اضافہ کیا کہ وہ بھی عاملہ ناصبہ میں۔ ثعلبی نے کہا وہ رُہبان ہیں یعنی اُنھوں نے دین اسلام کے بغیر عمل کئے اور تھکے وہ ان سے قبول نہیں بعض نے کہا کہ وہ دوزخ کی آگ میں عمل کریں گے تھکیں گے کہ زنجیریں اور طوق پہنے ہُوئے چلیں گے فریادیں کریں گے اور دوزخ کی آگ سے خلاصی چاہیں گے علامہ عینی نے ضحاک سے نقل کیا کہ انہیں دوزخ کی آگ میں لوہے کے پہاڑ پر چڑھنے کے لئے کہا جائے گا جس سے وہ بہت مشقت میں ہوں گے۔ آئت کریمہ کے معنی یہ ہیں کہ قیامت کے دن بعض چہرے (یہود و نصاریٰ) کام کریں گے اور مشقت جھیلیں گے۔

قولہ عَيْنٌ اٰنِيَةٌ ،، اس سے آئت کریمہ ،، تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ ،، کی طرف اشارہ کیا۔ نہائت جلتے چشمہ کا پانی پلائے جائیں گے۔ مجاہد نے اس کی تفسیر میں کہا گرمی میں اپنے وقت کو پہنچا۔ قسطلانی نے کہا اگر اس کا ایک قطرہ دُنیا کے پہاڑوں پر ڈالا جائے تو وہ پگل جائیں۔

قولہ حمیم آن ،، اپنی انتہا کے وقت کو پہنچا" سخت گرم ،، حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا تمہارا اس قوم کے متعلق کیا خیال ہے جو اپنے قدموں پر پچاس ہزار سال اللہ کے حضور کھڑے رہیں گے۔ اس دن ایک لقمہ بھی نہ کھائیں گے اور نہ پانی کا گھونٹ پئیں گے یہاں تک کہ جب پیاس کے سبب ان کی گردنیں ٹوٹ جائیں گی اور ان کے پیٹ بھوک سے جل جائیں گے تو انہیں دوزخ میں لے جایا جائے گا اور سخت گرم چشمہ سے ان کو پانی پلایا جائے گا جس کی گرم منتہا کو پہنچی ہوگی مقاتل نے کہا عین آنیہ ،، پہاڑ کی کھوہ سے نکلتا ہے۔ ستر سال کی مسافت اس کا طول ہے سخت سیاہ جیسے تیل کی میل ہوتی ہے۔ اس میں بے شمار کیڑے ہوں گے۔ اس کو فرشتہ لوہے کے سخت گرم برتن میں پانی پلائے گا جب وہ اسے اپنے منہ میں کرے گا تو منہ کی دونوں داڑھیں جلا دے گا اور اس کے دانت گر جائیں گے جب اس کے سینہ میں پہنچے گا تو اس کا دل جلا دے گا جب پیٹ میں پہنچے گا تو وہ تانبے کی طرح پگل جائے گا (اعاذنا اللہ منھا) عینی

قولہ لَا تَسْمَعُ فِيْهَا لَاغِيَةً ،، لاغیہ کی تفسیر شتم سے کی جنت میں جھوٹ اور بہتان نہیں سُنے گا اور نہ ہی کفر کی سماعت کرے گا۔ بعض نے کہا تم ان کے کلام میں لغو کلمہ نہ سنو گے، کیونکہ جنتی حکمت اور دانائی کی باتیں کریں گے

قولہ ضَرِيْعٌ ،، اس آئت کریمہ لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ ،، اُن کے لئے کچھ کھانا نہیں مگر آگ کے کانٹے ،، کہا جاتا ہے ضریع ایک گھاس ہے جسے شرق کہتے ہیں۔ جب خشک ہو جائے تو حجازی اس کو ضریع کہتے ہیں وہ زہر ہے۔ جب یہ آئت کریمہ نازل ہُوئی تو مشرکوں نے کہا ہمارے اُونٹ ضریع سے موٹے ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آئت کریمہ نازل فرمائی لَا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِيْ مِنْ جُوْعٍ ،، نہ فربہی لائیں اور نہ بھوک میں کام دیں۔ مشرک جھوٹے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سُوْرَةُ الْفَجْرِ

وَقَالَ مُجَاهِدٌ اَلْوَتْرُ اللّٰهُ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ الْقَدِيْمَةِ وَالْعِمَادُ اَهْلُ عَمُوْدٍ لَا يُقِيْمُوْنَ يَعْنِيْ اَهْلَ خِيَامٍ سَوْطَ عَذَابٍ اَلَّذِيْ عُذِّبُوْا بِهٖ اَكْلًا لَمًّا اَلسَّفُّ وَجَمًّا اَلْكَثِيْرُ وَقَالَ مُجَاهِدٌ كُلُّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ فَهُوَ شَفْعٌ اَلسَّمَاءُ شَفْعٌ وَالْوَتْرُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى وَقَالَ غَيْرُهٗ سَوْطَ عَذَابٍ كَلِمَةٌ تَقُوْلُهَا الْعَرَبُ لِكُلِّ نَوْعٍ مِّنَ الْعَذَابِ يَدْخُلُ فِيْهِ السَّوْطُ لَبِالْمِرْصَادِ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ تَحَاضُّوْنَ تُحَافِظُوْنَ وَتَحُضُّوْنَ تَاْمُرُوْنَ بِاِطْعَامِهٖ الْمُطْمَئِنَّةُ الْمُصَدِّقَةُ

بولتے ہیں؛ کیونکہ اونٹ اس کو اس وقت کھاتے ہیں جب وہ سبزہ ہو جب خشک ہو جائے تو نہیں کھاتے۔ ترگھاس کو شبرق کہتے ہیں ضریع نہیں کہتے ہیں۔ اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ دوزخیوں کے لئے ضریع کے سوا طعام کوئی طعام نہیں جیسا کہ اس آئت کریمہ سے ظاہر ہے حالانکہ سورۂ حاقہ میں ہے۔ اُن کا طعام غسلین ہوگا۔ اس کا جواب یہ ہے عذاب کے مختلف انواع ہیں اور جنہیں عذاب دیا جائے گا ان کے کئی طبقات ہیں۔ ان میں سے بعض تھوہر کھائیں گے بعض کو غسلین (دوزخیوں کی پیپ) دیا جائے گا اور بعض کو آگ کے کانٹے دیئے جائیں گے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک روایت یہ ہے کہ "ضریع" آگ کا درخت ہے خلیل نے کہا وہ سبز بدبودار پودا ہے اس کو سمندر میں پھینکا جاتا ہے (عینی) قولہ "بِمُسَيْطِرٍ" سے آئت کریمہ "لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُسَيْطِرٍ" کی طرف اشارہ کیا اور "مُسَيْطِرٍ" کی مُسَلِّط سے تفسیر کی۔ اس کو مُصَيْطِر صاد سے بھی پڑھا جاتا ہے۔

قولہ "اِيَابَهُمْ" سے اس آئت کریمہ "اِنَّ اِلَيْنَا اِيَابَهُمْ" کی طرف اشارہ کیا پھر اس کی تفسیر "مَرْجِعَهُمْ" سے کی یعنی بے شک ہماری ہی طرف ان کا لوٹنا ہے۔

بِالثَّوَابِ وَقَالَ الْحَسَنُ يَاأَيَّتُهَا النَّفْسُ إِذَا أَرَادَ اللهُ قَبْضَهَا اِطْمَأَنَّتْ إِلَى
اللهِ وَاطْمَأَنَّ اللهُ إِلَيْهَا وَرَضِيَتْ عَنِ اللهِ وَرَضِيَ اللهُ عَنْهَا فَأَمَرَ بِقَبْضِ
رُوحِهَا وَأَدْخَلَهَا اللهُ الْجَنَّةَ وَجَعَلَهُ مِنْ عِبَادِهِ الصَّالِحِينَ وَقَالَ غَيْرُهُ
جَابُوا نَقَبُوا مِنْ جَيْبِ الْقَمِيصِ قُطِعَ لَهُ جَيْبٌ يَجُوبُ الْفَلَاةَ يَقْطَعُهَا
لَمًّا لَمَمْتُهُ أَجْمَعَ أَتَيْتُ عَلَى آخِرِهِ

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سُوْرَۂ فجر

یہ سورت مکی ہے بعض نے مدنی کہا ہے۔ اس کی تیس آیات ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا فجر بمعنی نہار (دن) ہے اور اس کا معنی نماز فجر بھی ہے۔ قتادہ نے کہا ماہ محرم کو فجر کہتے ہیں۔ ضحاک نے کہا ذوالحجہ کا پہلا دن ہے۔ مقاتل نے کہا ہر سال کے جمعہ کی صبح ہے۔

قولہ وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ، سے اس آیت کریمہ : وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ، کی طرف اشارہ ہے۔ وتر خدا ہے اکثر قراء وِتر بکسر الواو پڑھتے ہیں۔ ابن عباس سے مروی ہے کہ شفع روز نحر ہے اور وَتر عرفہ کا دن ہے۔ حسن بصری نے کہا جفت اور طاق عدد مراد ہیں۔ بعض کہتے ہیں شفع آدم اور وَتر حوا ہیں "علیہما السلام"

قولہ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ، سے اس آیت کریمہ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ کی طرف اشارہ کیا کیا تم نے نہ دیکھا تمہارے رب نے عاد کے ساتھ کیسا کیا وہ ارم حد سے زیادہ طول والے اِرَم عاد کا عطف بیان ہے۔ عاد دو قبیلے عاد اولی اور عاد اخیرہ تھے۔ اَلْقَدِيْمَہ سے عاد اولیٰ کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اس کا نسب یہ ہے۔ عاد بن عوص بن اِرَم بن سام بن نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام دراصل عاد سے مراد اس کی اولاد ہے جیسے بنی ھاشم کو ہاشم کہا جاتا ہے اور ان کا نام اِرَم ان کے دادے اِرَم کے نام سے ہے وہ عاد اولی قدیمہ ہیں اور جو اُن کے بعد مذکور ہیں ان کو عاد اخیرہ کہتے ہیں اِرَم قبیلہ ہے اس لئے غیر منصرف ہے اور ذات العماد اِرَم کی صفت ہے یعنی بلند مکانات والے یا بلند قدو قامت والے اور طاقتور۔ مقدام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپ نے ارم ذات العماد کو ذکر کیا کہ ان میں سے کوئی آدمی پتھر اٹھا کر

لاتا اور کسی قبیلہ پر گرا کر سب کو ہلاک کر دیتا تھا۔ کلبی نے کہا ان کے قد چار چار سو گز تھے۔ مقاتل نے کہا ان کے قد لمبے لمبے ستونوں کی طرح بارہ بارہ گز تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سو سو گز مذکور ہے۔ دراصل ان کے قد ایک جیسے نہ تھے کچھ بہت لمبے چار سو گز تھے کچھ درمیانے سو دو سو گز لمبے تھے اور چھوٹے سے چھوٹے بارہ بارہ گز لمبے تھے۔ قولہ ذات العماد ،، مبتدا ہے اہل ثمود اس کی خبر ہے۔ یعنی خیموں والے جو ایک شہر میں نہ ٹھہرتے تھے ان کو ذات العماد اس لئے بھی کہا جاتا ہے کہ وہ ثمود رکھتے تھے کسی ایک جگہ اقامت نہ کرتے تھے اور چلتے رہتے تھے جہاں پانی گھاس پاتے وہاں منتقل ہو جاتے تھے پھر اپنے مکانات کی طرف لوٹ آتے تھے اور کسی جگہ مستقل اقامت نہ کرتے تھے۔ ان کے باغات اور کھیتیاں تھیں اور بڑے بڑے محلات تھے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان کو ذات العماد اس لئے کہتے ہیں کہ شداد بن عاد نے بہت بلند محل بنایا تھا اس کے باعث ان کو ذات العماد کہا جاتا ہے۔

"عاد"

عاد کے دو بیٹے شداد اور شدید تھے۔ دونوں ملک کے مالک تھے جب شدید مرگیا تو شداد سارے ملک کا مالک ہو گیا اور روئے زمین کے بادشاہ اس کے مطیع ہو گئے۔ شداد نے جنت اور اس کے اوصاف کا ذکر سنا تھا۔ اس لئے اس نے کہا کہ عدن کے جنگلات میں ایک مکان اور باغ بنائے گا، چنانچہ وہ تین سو سال میں مکمل ہوا جبکہ اس کی عمر نو سو برس تھی۔ مکان اور باغ تیار کرنے کے بعد اپنے وزرا اور امرا کے ہمراہ اس کو دیکھنے کا قصد کیا جب ایک دن رات کا سفر طے کر چکے تو اللہ تعالیٰ نے آسمان سے سخت آواز نازل کی جس سے تمام ایک ہی دفعہ ہلاک ہو گئے ،، سُبْحَانَ الَّذِیْ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَهُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَعَلٰی مَا یَشَاءُ قَدِیْرٌ"

قولہ سَوْطَ عَذَابٍ ،، سے اس آیت کریمہ : فَصَبَّ عَلَیْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ ،، کی طرف اشارہ کیا اور اس کی ،، اَلَّذِیْ عُذِّبُوْا بِهٖ ،، سے تفسیر کی یعنی اُن پر تمہارے رب نے قوت سے عذاب کا کوڑا مارا۔ قولہ اَکْلًا لَّمًّا ،، سے اس آیت کریمہ ،، وَتَاْكُلُوْنَ التُّرَاثَ اَكْلًا لَّمًّا وَّتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا کی طرف اشارہ کیا، میراث کا مال ہپ ہپ کھاتے ہو اور مال کی نہایت محبت رکھتے ہو ،، لمّا کی تفسیر سخت سے کی ،، تراث یتیموں کی میراث ہے یعنی تم یتیموں کی میراث خوب کھاتے ہو اور حلال و حرام سب کھا جاتے ہو اور مال سے بہت محبت کرتے ہو۔ بکر بن عبداللہ نے اَللّم ،، میراث میں تجاوز کرنا اور جو شئی پائے کھا جائے اور یہ نہ پوچھے کہ یہ حلال ہے یا حرام ہے۔ حسن بصری نے کہا اپنا حصہ اور غیر کا حصہ کھا جاتا ہے۔ بیضاوی نے کہا اس زمانہ میں لوگ عورتوں اور بچوں کو وارث نہ بناتے تھے اور ان کے حصے خود کھا جاتے تھے۔ اگر یہ سوال پوچھا جائے جمہور کے قول کے مطابق یہ سورت مکی ہے، اور میراث کی آیت کریمہ مدینہ منورہ میں

نازل ہوئی تھی۔ تو یہ کہنا کیسے صحیح ہوگا کہ وہ عورتوں کو بچوں کو وارث نہ بناتے تھے اور حرام کھاتے تھے، حالانکہ حرمت شرعی حکم ہے۔ آیت کے نزول سے پہلے یہ حکم نہ تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ میراث کی آیت کریمہ جو مدینہ منورہ میں نازل ہوئی تھی اس میں ہر ایک کے حصہ کا تعین معلوم ہوا تھا اس سے پہلے حقوق کے تعین کے بغیر مستحق ہوتے تھے لہٰذا شرعی حکم پایا گیا تو حرمت بھی ثابت ہو گئی۔ واللہ ورسولہ اعلم!

قولہ جَمًّا ،، اس کی تفسیر کثیر سے کی یعنی تم مال سے بہت محبت کرتے ہو۔ قولہ وَالشَّفْعِ ،، سے آیت کریمہ وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ،، کی طرف اشارہ کیا اور اس کی تفسیر میں مجاہد نے کہا جو شئی اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہے وہ شفع ہے آسمان شفع ہے اور وتر صرف اللہ تبارک و تعالیٰ ہے۔ اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ آسمان وتر ہے کیونکہ یہ سات ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ آسمان زمین کا شفع ہے جیسے سرد و گرم اور مذکر و مؤنث شفع ہیں اور شفع کا معنی جس کا مقابل اور مثل ہو۔

قولہ سَوْطَ عَذَابٍ ،، سے اس آیت کریمہ: فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ کی طرف اشارہ کیا اور اس کی تفسیر یہ کی جس کے ساتھ انہیں عذاب دیا گیا۔ عرب ہر قسم کے عذاب کو سوط عذاب کہتے ہیں۔ اس میں لفظ سوط داخل ہے۔ قولہ لَبِالْمِرْصَادِ ،، سے آیت کریمہ: اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ،، کی طرف اشارہ کیا ،، بے شک تمہارے رب کی نظر سے کچھ غائب نہیں لَبِالْمِرْصَادِ ،، کی تفسیر ,, اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ،، سے کی مِرصاد کا وزن مِفعال ہے۔ مِرصاد اور مرصد ایک ہی چیز ہے۔ البتہ مِرصاد میں مبالغہ ہے جو مرصد میں نہیں۔ یہ رصد سے ہے جیسے میقات وقت سے ہے۔ قولہ تَحَاضُّوْنَ ،، سے اس آیت کریمہ: وَلَا تَحَاضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ،، کی طرف اشارہ کیا پھر تحافظون سے اس کی تفسیر کی۔ اور آپس میں ایک دوسرے کو مسکین کے کھلانے کی رغبت نہیں دیتے۔ یہاں دو قراءتیں ہیں۔ اہل کوفہ کی قراءت تَحَاضُّوْنَ ہے۔ ان کے علاوہ دوسروں کی قرأت تَحُضُّوْنَ ،، ہے۔ اس کی تفسیر یہ کی کہ تم مسکین کے کھلانے کی رغبت نہیں دلاتے۔ پہلی تفسیر کے مطابق معنی یہ ہیں کہ تم حفاظت نہیں کرتے ہو! قولہ اَلْمُطْمَئِنَّةُ ،، سے اس آیت کریمہ: يٰاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ ،، کی طرف اشارہ کیا پھر اس تفسیر اَلْمُصَدِّقَةُ بِالثَّوَابِ ،، سے کی ،، ثواب کی تصدیق کرنے والا حسن بصری نے کہا نفس مطمئنہ وہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اس کو قبض کرنے کا ارادہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ کے حضور آرام میں ہوگا اور اللہ تعالیٰ اس سے مطمئن ہوگا یعنی اس پر رحمت کرے گا۔ نفس اللہ سے راضی ہوگا اور اللہ نفس سے راضی ہوگا۔ اور اس کی روح کے قبض کا حکم دے گا اور اس کو جنت میں داخل کرے گا اور اسے اپنے نیک بندوں میں سے کرے گا۔ بعض نے نفسِ مطمئنہ کی یہ تفسیر کی کہ وہ اللہ کے وعدہ پر مطمئن ہے اور اللہ کے قول کی تصدیق کرتا ہے۔ بعض نے کہا وہ مخلص ہے۔ ابن عطاء نے کہا اسے اللہ کی معرفت حاصل ہے اس کے بغیر چشم زدن بھی صبر نہیں کرتا بعض نے کہا اللہ کے ذکر سے مطمئن ہے۔ قرآن کریم میں ہے وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ ،، ان کے دل اللہ کے ذکر سے قرار پکڑتے ہیں۔ بعض نے کہا وہ اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سُوْرَةُ لَا أُقْسِمُ

وَقَالَ مُجَاهِدٌ بِهٰذَا الْبَلَدِ مَكَّةَ لَيْسَ عَلَيْكَ مَا عَلَى النَّاسِ فِيْهِ مِنَ الْاِثْمِ وَوَالِدٍ اٰدَمَ وَمَا وَلَدَ لُبَدًا كَثِيْرًا وَّالنَّجْدَيْنِ الْخَيْرُ وَالشَّرُّ مَسْغَبَةٍ مَجَاعَةٍ مَتْرَبَةٍ السَّاقِطُ فِي التُّرَابِ وَيُقَالُ فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ فَلَمْ يَقْتَحِمِ الْعَقَبَةَ فِي الدُّنْيَا ثُمَّ فَسَّرَ الْعَقَبَةَ فَقَالَ وَمَآ اَدْرَاكَ مَا الْعَقَبَةُ فَكُّ رَقَبَةٍ اَوْ اِطْعَامٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ

قولہ اِطْمَئَنَّ اللّٰهُ اِلَيْهَا ، اللہ تعالیٰ کی طرف اطمینان کی نسبت مجازی ہے۔ اس سے اس کا لازم رحمت مراد ہے۔ کماذکرنا رضی کے معنی ترکِ اعتراض کے ہیں۔

قولہ جَابُوْا ،، سے اس آیت کریمہ " وَثَمُوْدُ الَّذِيْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ ،، کی طرف اشارہ کیا پھر نَقَبُوْا سے اس کی تفسیر کی۔ ثمود جنہوں نے وادی میں پتھر کی چٹانیں کاٹیں " مِنْ جَيْبِ الْقَمِيْصِ ،، سے یہ اشارہ کیا کہ جیب کے معنی قطع کاٹنے کے ہیں ، چنانچہ کہا جاتا ہے " جُبْتُ الْقَمِيْصَ ،، میں نے اس کا گریبان چاک کیا اسی طرح جب کوئی جنگل کا سفر قطع کرے تو کہا جاتا ہے : يَجُوْبُ الْفَلَاةَ ،، فراء نے کہا " ثمود نے چٹانیں کاٹیں اوران میں گھر بنائے۔ قولہ لَمًّا ،، میں نے سب کو ختم کر دیا یعنی اس کے آخر کو پہنچا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط

" سُوْرَةُ لَا اُقْسِمُ "

اس کو سورۂ بلد بھی کہتے ہیں۔ یہ سورت مکی ہے۔ اس کی بیس آیات ہیں

قولہ بِهٰذَا الْبَلَدِ ،، سے اس آیت کریمہ لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ وَاَنْتَ حِلٌّ بِهٰذَا الْبَلَدِ" کی طرف اشارہ کیا۔ اس کی تفسیر میں مجاہد نے کہا۔ بلد سے مراد مکہ ہے۔ اور تم پر وہ گناہ نہیں جس میں لوگوں

بر گناہ ہے۔ آئت کریمہ کے معنیٰ یہ ہیں کہ مجھے اس شہر کی قسم (مکہ مکرمہ کی) کہ اے محبوب تم اس شہر میں تشریف فرما ہو
وَ اَنْتَ حِلٌّ "، کہ معنیٰ یہ ہیں کہ اے محبوب مستقبل میں آپ اس شہر میں حلال ہیں جو کچھ قتل و قید وغیرہ کرنا چاہیں آپ
کریں، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فتح مکہ میں اپنے نبی علیہ السلام کے لئے مکہ حلال کر دیا حتیٰ کہ جسے چاہا قتل کیا اور جسے چاہا
قید کیا۔ ابن خطل کو کعبہ کے پردوں میں قتل کیا اسی طرح اس کے ساتھی بھی قتل کئے۔ ابو سفیان کے مکان میں داخل
ہونے والے کو امن دیا۔ واسطی نے کہا بلد سے مراد مدینہ منورہ ہے شرّفہا اللہ، لیکن یہ ارادہ بعید ہے کیونکہ سورت
مکی ہے۔ قولہ وَوَالِدٍ، سے اس آئتِ کریمہ : وَوَالِدٍ وَّ مَا وَلَدَ " کی طرف اشارہ کیا اور اس کی تفسیر حضرت آدم
علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کی اولاد سے کی۔ بعض نے کہا مَا وَلَدَ سے مراد حضرت ابراہیم علیہ السلام اور جناب
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، کیونکہ وہ آدم علیہ السلام کی نسل سے ہیں۔

قولہ لُبَدًا "، سے اس آئت کریمہ : يَقُوْلُ اَهْلَكْتُ مَالًا لُّبَدًا "، کی طرف اشارہ کیا اور لُبَدًا کی
تفسیر کثیرًا سے کی۔ یعنی کہتا ہے میں نے بہت مال فنا کر دیا۔ یہ ولید بن مغیرہ ہے جس نے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم
کی عداوت میں لوگوں کو رشوتیں دیں تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچائے۔ "لُبَدٌ" تلبید سے ماخوذ ہے۔
اس کے معنیٰ ہیں۔ اشیاء کا ایک دوسرے پر جمع ہونا یعنی ڈھیروں کے ڈھیر ہو جانا۔

قولہ وَالنَّجْدَيْنِ "، سے اس آئت کریمہ " وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ "، کی طرف اشارہ کیا۔ نجد بمعنیٰ طریق
واضح ہے۔ اونچی زمین کو بھی نجد کہتے ہیں۔ یہاں اس سے مراد خیر و شر ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نجدین
سے عورت کے دو پستان مراد لئے ہیں۔ یعنی ہم نے انسان کو چھاتیوں کی راہ دکھا دی کہ پیدا ہونے کے بعد
اس سے دودھ پیتا اور غذا حاصل کرتا رہا۔

قولہ مَسْغَبَةٍ سے اس آئت کریمہ : اَوْ اِطْعٰمٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ "، کی طرف اشارہ کیا یا بھوک
کے دن کھانا دینا۔ مَسْغَبَۃ "، کی تفسیر مجاعۃ "، یعنی بھوک سے کی۔

قولہ مَتْرَبَةٍ "، سے اس آئت کریمہ : اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ "، کی طرف اشارہ کیا اور اس کی تفسیر
اَلسَّاقِطُ فِي التُّرَابِ "، سے کی مٹی میں گرنے والا "، ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا۔ یہ وہ شخص ہے جس کے اور
زمین کے درمیان کوئی شئی نہ ہو۔ اُن سے یہ روایت بھی ہے کہ جس کا کوئی مکان نہ ہو اور وہ خاک آلود ہو۔

قولہ فَلَا اقْتَحَمَ " سے اس آئت کریمہ " فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ "، کی طرف اشارہ کیا۔ بے سوچے سمجھے
گھاٹی میں نہ کودا "، عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا عقبہ "، دوزخ میں ایک پہاڑ ہے۔ مجاہد، ضحاک اور کلبی
نے کہا عقبہ تیز دھار تلوار کی طرح جہنم کا پل ہے جو تین ہزار سال کی نرم، سخت اور اونچی نیچی مسافت ہے۔ اس کے
دونوں طرف لوہے کی کنڈیاں ہیں۔ دنیا بھر میں بے سوچے سمجھے گھاٹی میں نہ کودا پھر عقبہ کی تفسیر فرمائی کہ تمہیں
کس نے بتایا کہ عقبہ کیا چیز ہے وہ غلام کو آزاد کرنا یا بھوک کے دن کھانا کھلانا ہے۔

سُوْرَۃُ وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَقَالَ مُجَاهِدٌ بِطَغْوَاهَا مَعَاصِيهَا وَلَا يَخَافُ عُقْبٰى اَحَدٍ

سُورہ وَالشَّمْسِ وَضُحَاهَا

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یہ سُورت مکی ہے۔ اس کی پندرہ آیات ہیں "

قولہ وَالشَّمْسِ وَضُحَاهَا " مجاہد نے کہا ضحاھا بمعنی منورھا ہے۔ یعنی سورج اور اس کی روشنی کی قسم جس وقت پُورا روشن ہو۔ قولہ تلاھا " سے اس آیت کریمہ " وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا " کی طرف اشارہ کیا۔ یعنی چاند کی قسم جب اس کے پیچھے آئے اور اس کی روشنی اخذ کرے۔

قولہ طحاھا " سے اس آیت کریمہ : وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰهَا " کی طرف اشارہ کیا یعنی زمین اور اس کے پھیلانے والے کی قسم! دحاھا بمعنی بَسَطَ ہے پھیلا دیا۔ قولہ دسّاھا " سے اس آیت کریمہ : وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا " کی طرف اشارہ کیا۔ یعنی وہ جان خسارہ میں رہی جسے اس نے معصیت میں چھپایا۔ مجاہد نے کہا : دسّاھا بمعنی اَغْوَاھا " ہے۔ یعنی اس کا مقام چھپا دیا حتیٰ اُس نے بُرے عمل شروع کر دیئے اور گناہوں پر سوار ہو گیا۔

قولہ فَاَلْهَمَهَا " سے اس آیت کریمہ : فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا " کی طرف اشارہ کیا یعنی نفس کو شقاوت اور بدبختی اور سعادت و نیک بختی کا الہام کیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا نفس کے لئے خیر و شر کی وضاحت کر دی اور اس کو طاعت اور معصیت کی تعلیم دی۔

قولہ لَا يَخَافُ عُقْبَاهَا " اس سے پہلے یہ ہے " فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْبِهِمْ فَسَوّٰهَا وَلَا يَخَافُ عُقْبَاهَا اللہ تعالیٰ نے ان کے رسُول کو جھٹلانے اور اونٹنی کو ہلاک کرنے کے سبب ان کو ہلاک کیا اور ان میں سے کسی کو نہ چھوڑا اور اللہ کو کسی کی عاقبت کا ڈر نہیں۔

قولہ عُقْبٰى اَحَدٍ " عُقْبَاھا کی ضمیر کا مرجع نفس ہے اور یہ مؤنث سماعی ہے اس کی تعبیر اَحَد سے کی ہے۔ دَمْدَمَ کے معنی عام ہلاکت کے ہیں۔ حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ کے معنیٰ یہ ذکر کیے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو ان کے ہلاک

۴۶۲۳ — حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمٰعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ زَمْعَةَ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ وَذَكَرَ النَّاقَةَ وَالَّذِي عَقَرَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذِ انْبَعَثَ أَشْقَاهَا انْبَعَثَ لَهَا رَجُلٌ عَزِيزٌ عَارِمٌ مَنِيعٌ فِي رَهْطٍ مِثْلُ أَبِي زَمْعَةَ وَذَكَرَ النِّسَاءَ فَقَالَ يَعْمِدُ أَحَدُكُمْ فَيَجْلِدُ امْرَأَتَهُ جَلْدَ الْعَبْدِ فَلَعَلَّهُ يُضَاجِعُهَا مِنْ آخِرِ يَوْمِهِ ثُمَّ وَعَظَهُمْ فِي ضَحِكِهِمْ مِنَ الضَّرْطَةِ وَقَالَ لِمَ يَضْحَكُ أَحَدُكُمْ مِمَّا يَفْعَلُ وَقَالَ أَبُو مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَمْعَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلُ أَبِي زَمْعَةَ عَمِّ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ

کرنے میں کسی کے پیچھا کرنے کا خوف نہیں جیسا بادشاہوں کو ہوتا ہے؛ کیونکہ وہ کائنات کا مالک ہے جو چاہے کرے کسی کو دم مارنے کی مجال نہیں۔

قولہ بطغواھا، سے اس آیت کریمہ: کَذَّبَتْ ثَمُودُ بِطَغْوَاھَا، کی طرف اشارہ کیا اور طغویٰ کی تفسیر معاصی سے کی۔ ثمود نے اپنی سرکشی اور معاصی کے باعث جھٹلایا۔ طغویٰ اور طغیان دونوں واحد اور طغیٰ کی مصدر ہیں۔

۴۶۲۳ — ترجمہ: ہشام نے اپنے والد عروہ سے خبر دی کہ انہیں عبداللہ بن زمعہ نے خبر دی کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حال میں سنا کہ آپ خطبہ فرما رہے تھے اور آپ نے اونٹنی اور جس نے اونٹنی کو قتل کیا تھا کا ذکر کیا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِذِ انْبَعَثَ اَشْقَاھَا، جبکہ اس کا سب سے بدبخت اٹھ کھڑا ہوا، کے معنی یہ فرمائے۔ اونٹنی کے لئے وہ شخص اٹھا جو اپنی قوم میں فسادی سخت خبیث اور ابو زمعہ کی طرح قوی تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خطبہ میں عورتوں کا تذکرہ کیا اور فرمایا تم میں سے کوئی ایک شخص قصد کرتا ہے کہ اپنی بیوی کو اپنے غلام کی طرح مارتا ہے پھر آخر دن میں اس سے ہم بستری کرتا ہے۔ پھر لوگوں کو گوز سے ہنسنے پر نصیحت کی اور فرمایا تم میں سے کوئی اس فعل سے کیوں ہنستا ہے جو وہ خود کرتا ہے۔ ابو معاویہ نے کہا ہشام نے اپنے والد سے انھوں نے عبداللہ بن زمعہ سے روایت کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابو زمعہ کی طرح جو زبیر بن عوام کا چچا تھا۔

۴۶۲۳ —— شرح ، وَذَکَرَ النَّاقَۃَ ،، معطوف علیہ محذوف ہے۔ دراصل عبارت اس طرح ہے۔ فَخَطَبَ وَذَکَرَ کَذَا وَکَذَا وَ ذَکَرَ النَّاقَۃَ ،، یہ صالح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اونٹنی ہے جس نے اس کی کوچیں کاٹی تھیں وہ قُدار بن سالف اس کی ماں قُدیرہ ہے ثمود میں یہ منحوس شخص تھا اس کو نحوست میں مثال کے طور پر ذکر کیا جاتا ہے۔ یہ سُرخ رنگ نیلی آنکھوں والا بونا تھا۔ ابن قتیبہ نے اس کو ولدِ زناء کہا ہے۔ گویہ سالف کے فراش پر پیدا ہوا تھا۔ رجل عزیز یعنی جس کی مثل کم پائی جائے۔ عارم ،، شرحِ حمادی ،، مَنِیع ،، قوی، طاقتور ،،

اس حدیث میں عورتوں کے بارے میں نصیحت اور ان کو پیٹنے کی ممانعت ہے۔ نیز اس حدیث میں ضرطہ (گوز) کی آواز کی سماعت سے اغماض اور اعراض کی ترغیب ہے۔ جاہلیت میں لوگ ضرطہ کی آواز سن کر ہنسا کرتے تھے ان کی مجالس میں یہ عام معمول تھا۔ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس سے منع فرمایا جب ایسی شئ واقع ہو تو اس کی طرف توجہ نہ کی جائے اور اس سے غفلت برتی جائے۔ لوط علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قوم میں یہ حرکت معروف تھی اور وہ اپنی مجالس میں قصداً گوز مار کر ہنسا کرتے تھے۔

اسماء رجال

: ہشام بن عروہ بن زبیر بن عوام بن خُویلد بن اسد بن عبد العزّیٰ ابن قصی قرشی اسدی ہیں۔ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔

ع۲ عبد اللہ بن زمعہ بن اسود بن مطلب بن عبد العزّیٰ بن قصی قرشی ہیں۔

ع۳ ابو زمعہ اسود بن مطلب عبد اللہ بن زمعہ کا دادا ہے۔ اسود ان لوگوں میں سے ہے جو استہزاء کیا کرتے تھے۔ یہ کفر کی حالت میں مکہ میں مرا تھا۔ اس کا بیٹا زمعہ بھی بدر کی جنگ میں کافر قتل ہوا تھا۔

قرطبی نے کہا ہو سکتا ہے۔ یہ ابو زمعہ وہ ہے جس نے شجرہ کے نیچے بیعت کی تھی اور غزوہ ابن خدیج میں افریقہ میں فوت ہوئے اور قیروان کے بلویہ میں مدفون ہوئے۔ اگر یہ وہی ہیں تو ان کو اونٹنی کی کوچیں کاٹنے والے سے اس بات میں تشبیہ تھی کہ وہ اپنی قوم میں طاقتور تھے جس کا فر کو چاہتے تھے قتل کر دیتے تھے۔ نیز طبری نے کہا ممکن ہے کہ ان کا غیر ابو زمعہ ہو جو کافر تھا۔

ابو معاویہ نے کہا مثل ابی زمعہ عمّ زبیر بن عوام۔ علامہ کرمانی رحمہ اللہ نے کہا ابو معاویہ محمد بن خازم ضریر ہے۔ بعض نے استدراک کیا اور کہا ابو زمعہ زبیر کا چچا نہیں اس کا جواب یہ ہے کہ وہ زبیر کے والد کے چچا کا بیٹا ہے۔ اس پر مجازاً چچا کا اطلاق کیا گیا ہے۔

سُورَةُ وَاللَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَالَ اِبْنُ عَبَّاسٍ بِالْحُسْنٰى بِالْخَلَفِ وَقَالَ مُجَاهِدٌ تَرَدّٰى مَاتَ وَتَلَظّٰى تَوَهَّجُ وَقَرَأَ عُبَيْدُ بْنُ عُمَيْرٍ تَتَلَظّٰى بَابٌ وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى

سُورَۂ وَاللَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى

یہ سورت مکی ہے۔ اس کی اکیس آیات ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔ یہ سورت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی جبکہ انھوں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو آزاد کیا تھا۔ اس کے معنی یہ ہیں اور رات کی قسم جب اپنے اندھیرے میں دن کو چھپالے۔ زجاج نے کہا جب اُفق اور زمین و آسمان کے مابین کو چھپالے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قولہ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى "، ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کی تفسیر خلف سے کی یعنی جو کسی پر خرچ کرے اللہ اس کو حسب وعدہ عطا کرتا ہے۔ قولہ تَرَدّٰى "، سے اس آیت کریمہ : وَمَا يُغْنِي عَنْهُ مَالُهٗ اِذَا تَرَدّٰى " کی طرف اشارہ کیا اور مجاہد نے اس کی تفسیر مات سے کی یعنی جب مرجائے گا تو اس کا مال اس کے کام نہ آئے گا۔ قولہ تَلَظّٰى "، سے اس آیت کریمہ : فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰى "، کی طرف اشارہ کیا اور مجاہد نے اس کی تفسیر : تَوَهَّجُ "، سے کی یعنی میں تمہیں ڈراتا ہوں۔ اس آگ سے جو بھڑک رہی ہے۔ تَوَهَّجُ اصل میں تَتَوَهَّجُ تھا۔ ایک تاء کو حذف کیا گیا ہے۔ عُبَیداللہ بن عُمَیر نے " تَتَلَظّٰى " پڑھا ہے۔

باب ۷ اللہ تعالیٰ کا ارشاد! اور دن کی قسم جب روشن ہو "

۴۶۲۴ — حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ بْنُ عُقْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ دَخَلْتُ فِي نَفَرٍ مِنْ أَصْحَابِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ فَسَمِعَ بِنَا أَبُو الدَّرْدَاءِ فَأَتَانَا فَقَالَ أَفِيكُمْ مَنْ يَقْرَأُ فَقُلْنَا نَعَمْ قَالَ فَأَيُّكُمْ أَقْرَأُ فَأَشَارُوا إِلَيَّ فَقَالَ اقْرَأْ فَقَرَأْتُ وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَى وَالنَّهَارِ إِذَا تَجَلَّى وَالذَّكَرِ وَالْأُنْثَى قَالَ أَنْتَ سَمِعْتَهَا مِنْ فِي صَاحِبِكَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَأَنَا سَمِعْتُهَا مِنْ فِي النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهَؤُلَاءِ يَأْبَوْنَ عَلَيْنَا

بَابٌ قَوْلُهُ وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْأُنْثَى

۴۶۲۵ — حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي ثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ قَدِمَ أَصْحَابُ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَى أَبِي الدَّرْدَاءِ فَطَلَبَهُمْ فَوَجَدَهُمْ فَقَالَ أَيُّكُمْ يَقْرَأُ عَلَى قِرَاءَةِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كُلُّنَا قَالَ فَأَيُّكُمْ أَحْفَظُ فَأَشَارُوا إِلَى عَلْقَمَةَ قَالَ كَيْفَ سَمِعْتَهُ يَقْرَأُ وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَى قَالَ عَلْقَمَةُ وَالذَّكَرِ وَالْأُنْثَى قَالَ أَشْهَدُ أَنِّي سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ هَكَذَا

۴۶۲۴ — ترجمہ: علقمہ نے کہا میں عبداللہ بن مسعود کے ساتھیوں کی جماعت میں شامل ہوگیا جب ابودرداء نے ہمارے آنے کی خبر سُنی تو ہمارے پاس آئے اور کہا کیا تم میں کوئی شخص ہے۔ جو قرآن پڑھتا ہو؟ ہم نے کہا جی ہاں! کہا تم میں سے کون زیادہ پڑھنے والا ہے لوگوں نے میری طرف اشارہ کیا۔ ابودرداء نے کہا پڑھو! میں نے پڑھا " وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَى وَالنَّهَارِ إِذَا تَجَلَّى وَالذَّكَرِ وَالْأُنْثَى "۔ ابودرداء نے کہا کیا تم نے اپنے صاحب کے منہ سے سُنا ہے؟ میں نے کہا جی ہاں! ابوالدرداء نے کہا میں نے یہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ مبارک سے سُنا ہے اور یہ لوگ ہماری قرارت کا انکار کرتے ہیں۔

وَهٰؤُلَاءِ يُرِيدُونِي عَلٰى اَنْ اَقْرَأَ وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى وَاللهِ لَا اُتَابِعُهُمْ

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد! اور اس کی قسم جس نے نر و مادہ پیدا کئے ،،

۴۶۲۵ — ترجمہ : ابراہیم نخعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ ابوالدرداء کے پاس آئے۔ ابودرداء نے ان کو تلاش کیا اور ان کو پالیا اور کہا تم میں سے کون ہے جو عبداللہ بن مسعود کی قراءت پر قرآن پڑھتا ہے۔ ان میں سے ایک نے کہا ہم سب عبداللہ بن مسعود کی قراءت پر قرآن پڑھتے ہیں۔ ابوالدرداء نے کہا تم میں سے زیادہ حافظ کون ہے۔ لوگوں نے علقمہ کی طرف اشارہ کیا۔ ابوالدرداء نے کہا تم نے عبداللہ کو یہ کیسے پڑھتے سنا ہے وَاللَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى ،، علقمہ نے کہا ،، وَالذَّكَرِ وَالْاُنْثٰى ،، ابوالدرداء نے کہا میں یقیناً جانتا ہوں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح پڑھتے سنا ہے۔ یہ شام کے لوگ چاہتے ہیں کہ میں ،، وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى پڑھوں۔ بخدا! میں ان کی موافقت نہیں کروں گا۔

۴۶۲۵ — شرح : یعنی اہل شام ،، وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ،، پڑھتے ہیں اور میں نے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ مبارک سے سنا ہے کہ آپ وَالذَّكَرِ وَالْاُنْثٰى ،، پڑھتے تھے میں ان کی قرأت کی موافقت نہیں کروں گا، حالانکہ ان کی قراءت متواتر ہے کیونکہ میں نے سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ مبارک سے یہ سنا ہے لہٰذا یہ طریق یقینی ہے۔ اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ اگر ابوالدرداء کی سماعت یقینی ہے تو اہلِ شام نے ان کی مخالفت کیوں کی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ان کا طریق بھی یقینی ہے، کیونکہ ان کی قرأت کا ثبوت تواتر سے ہے۔ جیسے حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى ،، کے بعد ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا و صَلٰوةِ الْعَصْرِ ،، پڑھتی ہیں اور انھوں نے یہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے لہٰذا اس طرح کی قراءت قرآن تو ہے، لیکن منسوخ ہے اور اس نسخ کی کسی نے مخالفت نہیں کی۔ نیز یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچا ہے کہ مصحفِ عثمانی جس پر تمام صحابہ کرام اور امت کا اجماع ہے، میں یہ مسطور ہے : وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ،، لہٰذا یہ واجب الاتباع ہے۔ واللہ اعلم!

بَابُ قَوْلِهٖ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى

۴۶۲۶ — حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ ثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ عَنْ اَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِيِّ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَقِيْعِ الْغَرْقَدِ فِيْ جَنَازَةٍ فَقَالَ مَا مِنْكُمْ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا وَقَدْ كُتِبَ مَقْعَدُهٗ مِنَ الْجَنَّةِ وَمَقْعَدُهٗ مِنَ النَّارِ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَفَلَا نَتَّكِلُ فَقَالَ اعْمَلُوْا فَكُلٌّ مُيَسَّرٌ ثُمَّ قَرَاَ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى وَاَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد! اور جس نے دیا اور پرہیزگاری کی"

۴۶۲۶ — ترجمہ : حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا ہم ایک جنازہ میں مقبرہ بقیع غرقد میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے تو آپ نے فرمایا تم سے کوئی شخص نہیں مگر اس کے رہنے کی جگہ جنت یا دوزخ میں لکھی ہوئی ہے (کہ وہ جنتی ہے یا دوزخی ہے) صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم ! کیا ہم اس لکھے پر توکل نہ کرلیں ؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم عمل کرتے رہو جس کے لئے انسان پیدا کیا گیا ہے وہ عمل اس کے لئے آسان ہوگا۔ پھر پڑھا : فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى تا لِلْعُسْرٰى "

۴۶۲۶ — شرح : یعنی اچھے اور برے اعمال جنت و دوزخ کے مُوجِب نہیں بلکہ بندگی کا مقتضیٰ اس مقتضیٰ کا تارک ہے۔ دراصل اعمال جنت و دوزخ کے موجب نہیں یہ محض اللہ تعالیٰ کی مشیت ہے۔ اور اعمال صرف اسباب کی حد تک محدود ہیں۔ ابن مردویہ نے تفسیر میں ذکر کیا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرنے والا یہ شخص "سُراقہ بن جُعشُم" ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ نے اپنے مسند میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کا نام ذکر کیا ہے۔ جبکہ ابوبکر مروزی کے مسند میں عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا نام مذکور ہے (قسطلانی)

بَابُ قَوْلِهٖ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى

۴۶۲۷ـــ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ ثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ ثَنَا الْاَعْمَشُ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِیِّ عَنْ عَلِیٍّ قَالَ كُنَّا قُعُوْدًا عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ.

بَابُ قَوْلِهٖ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى

۴۶۲۸ـــ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ ثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِیِّ عَنْ عَلِیٍّ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ كَانَ فِیْ جَنَازَةٍ فَاَخَذَ عُوْدًا يَنْكُتُ فِی الْاَرْضِ فَقَالَ مَا مِنْكُمْ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا وَقَدْ كُتِبَ مَقْعَدُهٗ مِنَ النَّارِ اَوْ مِنَ الْجَنَّةِ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَفَلَا نَتَّكِلُ فَقَالَ اعْمَلُوْا فَكُلٌّ مُيَسَّرٌ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى الْاٰيَةَ قَالَ شُعْبَةُ وَحَدَّثَنِیْ بِهٖ مَنْصُوْرٌ فَلَمْ اُنْكِرْهُ مِنْ حَدِيْثِ سُلَيْمَانَ

باب ۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد! اور اُس نے سب سے اچھی چیز کو سچ مانا ۔۔۔"

۴۶۲۷ـــ ترجمہ : حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا۔ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے اور پوری حدیث ذکر کی۔

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد! بہت جلد ہم اُسے آسانی مہیا کر دیں گے

بَابُ قَوْلِهٖ وَاَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى

۴۶۲۹ — حَدَّثَنَا يَحْيٰى قَالَ ثَنَا وَكِيْعٌ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ سَعْدِ ابْنِ عُبَيْدَةَ عَنْ اَبِىْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَلِىٍّ قَالَ كُنَّا جُلُوْسًا عِنْدَ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا مِنْكُمْ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا وَقَدْ كُتِبَ مَقْعَدُهٗ مِنَ الْجَنَّةِ وَمَقْعَدُهٗ مِنَ النَّارِ قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَفَلَا نَتَّكِلُ قَالَ لَا اِعْمَلُوْا فَكُلٌّ مُيَسَّرٌ ثُمَّ قَرَءَ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى اِلٰى اٰخِرِ الْاٰيَةِ

بَابُ قَوْلِهٖ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى

۴۶۳۰ — حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ قَالَ ثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ عَنْ اَبِىْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِىِّ عَنْ عَلِىٍّ قَالَ كُنَّا فِىْ جَنَازَةٍ فِىْ بَقِيْعِ الْغَرْقَدِ فَاَتَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَعَدَ وَقَعَدْنَا حَوْلَهٗ

۴۶۲۸ — ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپ ایک جنازے میں شریک تھے تو آپ نے ایک لکڑی لی اور اس کو زمین پر مارنا شروع کیا اور فرمایا تم میں سے کوئی نہیں مگر اس کی جگہ دوزخ یا جنت میں لکھی ہوئی ہے (کہ وہ جنتی ہے یا دوزخی) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم کیا اس لکھے پر توکل نہ کرلیں آپ نے فرمایا تم عمل کرتے رہو۔ ہر عمل آسان ہے۔ پس جس نے دیا اور پرہیزگاری کی اور اس نے اچھی چیز کو اچھا کہا الآیۃ شعبہ نے کہا مجھ سے منصور نے یہ حدیث بیان کی تو میں نے سلیمان کی حدیث سے اس کا انکار نہیں کیا (یعنی سلیمان اعمش کی حدیث کی موافقت کی ہے اور اس سے کسی چیز کا انکار نہیں کیا)

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد! اور جس نے بخل کیا اور بے پرواہ بنا

وَمَعَہٗ مِخْصَرَۃٌ فَنَکَّسَ فَجَعَلَ یَنْکُتُ بِمِخْصَرَتِہٖ ثُمَّ قَالَ مَا مِنْکُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَوْ مَا مِنْ نَّفْسٍ مَّنْفُوْسَۃٍ اِلَّا وَقَدْ کُتِبَ مَکَانُہَا مِنَ الْجَنَّۃِ وَالنَّارِ وَاِلَّا وَقَدْ کُتِبَتْ شَقِیَّۃً اَوْ سَعِیْدَۃً فَقَالَ رَجُلٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَفَلَا نَتَّکِلُ عَلٰی کِتَابِنَا وَنَدَعُ الْعَمَلَ فَمَنْ کَانَ مِنَّا مِنْ اَھْلِ السَّعَادَۃِ فَسَیَصِیْرُ اِلَی السَّعَادَۃِ وَمَنْ کَانَ مِنَّا مِنْ اَھْلِ الشَّقَآءِ فَسَیَصِیْرُ اِلٰی عَمَلِ اَھْلِ الشَّقَآءِ قَالَ اَمَّا اَھْلُ السَّعَادَۃِ فَیُیَسَّرُوْنَ لِعَمَلِ اَھْلِ السَّعَادَۃِ وَاَمَّا اَھْلُ الشَّقَاوَۃِ فَیُیَسَّرُوْنَ لِعَمَلِ اَھْلِ الشَّقَاءِ ثُمَّ قَرَأَ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰی وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰی الآیۃ

۴۶۲۹ — ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا تم میں سے کوئی نہیں مگر اس کی جگہ جنت یا دوزخ میں لکھی ہوئی ہے۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ہم لکھے پر بھروسہ نہ کریں فرمایا ایسا نہ کرو عمل کرو ہر عمل آسان ہے پھر پڑھا فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰی الآیۃ

۴۶۲۹ — شرح: یعنی جس نے دیا اور پرہیزگاری کی اور سب سے اچھی بات کی تو ہم بہت جلد اُسے آسانی مہیا کر دیں گے اور جس نے بخل کیا اور بے پرواہ بنا تو بہت جلد ہم اُسے دشواری مہیا کر دیں گے۔ یعنی ایسی خصلت جو اس کے لئے دشواری اور شدت کا سبب ہو۔ اور اسے جہنم پہنچا دے۔ یہ آیات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور اُمیہ بن خلف کے حق میں نازل ہوئیں جن میں سے ایک حضرت صدیق پرہیزگار ہیں اور دُوسرا بدبخت امیہ بن خلف حضرت بلال کو جو اس کی مِلک میں تھے۔ دین سے منحرف کرنے کے لئے طرح طرح کی تکلیفیں دیتا تھا اور انتہائی ظلم اور سختیاں کرتا تھا۔ ایک روز ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ اُمیہ نے حضرت بلال کو گرم زمین پر ڈال کر تپتے ہوئے پتھر ان کے سینے پر رکھے ہیں اور اس حال میں کلمہ ایمان اُن کی زبان پر جاری ہے۔ آپ نے امیہ سے فرمایا اے بدنصیب ایک خدا پرست پر یہ سختیاں؟ اس نے کہا آپ کو تکلیف ناگوار ہوتی ہے تو اس کو خرید لیجئے آپ نے گراں قیمت پر بلال کو خرید کر آزاد کر دیا اس وقت یہ سورت نازل ہوئی۔ اس میں بیان فرمایا گیا تمہاری کوششیں مختلف ہیں یعنی حضرت ابوبکر صدیق کی کوشش اور امیہ کی کوشش اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رضائے الٰہی کے طالب ہیں جبکہ امیہ حق کی دشمنی میں سرگرداں ہے۔ واللہ اعلم

بَابُ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى

۴۶۳۱ــ حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ ثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْاَعْمَشِ قَالَ سَمِعْتُ سَعْدَ بْنَ عُبَيْدَةَ يُحَدِّثُ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِیِّ عَنْ عَلِیٍّ قَالَ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ جَنَازَةٍ فَاَخَذَ شَيْئًا فَجَعَلَ يَنْكُتُ بِهِ الْاَرْضَ فَقَالَ مَا مِنْكُمْ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا وَقَدْ كُتِبَ مَقْعَدُهٗ مِنَ النَّارِ وَمَقْعَدُهٗ مِنَ الْجَنَّةِ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَفَلَا نَتَّكِلُ عَلٰى كِتَابِنَا وَنَدَعُ الْعَمَلَ قَالَ اعْمَلُوْا فَكُلٌّ مُيَسَّرٌ لِمَا خُلِقَ لَهٗ اَمَّا مَنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ السَّعَادَةِ فَيُيَسَّرُ لِعَمَلِ اَهْلِ السَّعَادَةِ وَاَمَّا مَنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الشَّقَاءِ فَيُيَسَّرُ لِعَمَلِ اَهْلِ الشَّقْوَةِ ثُمَّ قَرَاَ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى الْاٰيَةَ ــــ

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد اور سب سے اچھی چیز کو جھٹلایا

۴۶۳۱ــ ترجمہ : حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا ہم مقبرہ بقیع غرقد میں ایک جنازے میں شریک تھے ۔ ہمارے پاس جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور بیٹھ گئے ہم بھی آپ کے ارد گرد بیٹھ گئے ۔ آپ کے پاس چھوٹی سی چھڑی تھی ۔ آپ سر مبارک جھکا کر چھڑی کے ساتھ زمین پر نشان کرنے لگے پھر فرمایا تم میں سے کوئی نہیں یا فرمایا کوئی جان مخلوق نہیں مگر اس کی جگہ جنت یا دوزخ میں لکھی گئی ہے ۔ اور کوئی نفس مخلوق نہیں مگر اس کا بدبخت ہونا یا نیک بخت ہونا لکھا گیا ہے ۔ ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہ ! صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہم اپنی لکھی ہوئی کتاب پر بھروسہ نہ کر لیں اور عمل کرنے ترک کر دیں جو نیک بختوں میں سے ہے وہ بدبختوں کے عمل کرے گا ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اہل سعادت کے لئے نیک بختوں کے عمل آسان کر دیئے جائیں گے اور اہل شقاوت کے لئے بدبختوں کے عمل آسان کر دیئے جائیں گے ۔ پھر یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی :
فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى الایۃ

سُوْرَۃُ وَالضُّحٰی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَقَالَ مُجَاھِدٌ وَاللَّیْلِ اِذَا سَجٰی اسْتَوٰی وَقَالَ غَیْرُہٗ اَظْلَمَ وَسَکَنَ عَائِلًا فَاَغْنٰی ذَا عِیَالٍ

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد! بہت جلد ہم اسے دشواری مہیا کر دیں گے"

۴۶۳۱ ترجمہ : حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک جنازے میں شریک تھے۔ آپ نے ایک چیز پکڑی اور زمین پر نشان لگانے لگے پھر فرمایا تم میں سے کوئی نہیں مگر اس کی جگہ دوزخ یا جنت میں لکھی گئی ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم اپنے لکھے ہوئے پر بھروسہ نہ کریں اور عمل کرنا چھوڑ دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عمل کرتے رہو ہر انسان جس کے لئے پیدا کیا گیا وہ اس کے لئے آسان کر دیا گیا ہے جو شخص اہل سعادت سے ہے اسے اہل سعادت سے عمل کی آسانی کر دی جائے گی اور جو کوئی اہل شقاوت سے ہے اس کے لئے اہل شقاوت کے عمل آسان کر دیئے جائیں گے۔ پھر یہ آیت کریمہ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰی وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰی تلاوت فرمائی۔ (حدیث ۱۲۸۲ ج دوم کی شرح دیکھیں)

سُوْرَۃُ وَالضُّحٰی

یہ سورت مکی ہے۔ اس کی گیارہ آیات ہیں۔ والضحیٰ سے مراد وقت ضحیٰ ہے۔ یہ وہ وقت ہے جب میں سورج بلند ہونے لگتا ہے اور سردی گرمی میں دن معتدل ہوتا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قولہ اذا سجیٰ "سے اس آیت کریمہ : وَاللَّیْلِ اِذَا سَجٰی" کی طرف اشارہ کیا اور استوی سے اس کی تفسیر کی یعنی رات دن کے برابر ہوئی۔ مجاہد کے غیر نے کہا سجیٰ " یعنی

بَابُ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى

۴۶۳۱ــــ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ قَالَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَسْوَدُ بْنُ قَيْسٍ قَالَ سَمِعْتُ جُنْدَبَ بْنَ سُفْيَانَ قَالَ اشْتَكٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَقُمْ لَيْلَتَيْنِ اَوْ ثَلَاثًا فَجَاءَتِ امْرَأَةٌ فَقَالَتْ يَا مُحَمَّدُ اِنِّىْ لَاَرْجُوْ اَنْ يَّكُوْنَ شَيْطَانُكَ قَدْ تَرَكَكَ لَمْ اَرَهٗ قَرِبَكَ مُنْذُ لَيْلَتَيْنِ اَوْ ثَلٰثٍ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ وَالضُّحٰى وَاللَّيْلِ اِذَا سَجٰى مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى ــــ

اَظْلَمَ وَسَكَنَ ہے۔ یعنی رات تاریک ہوئی اور ٹھہر گئی۔ جیسے سمندر کی لہریں ٹھہر جاتی ہیں۔
قولہ عَائِلًا ،، سے اس آیت کریمہ : وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَاَغْنٰى ،، کی طرف اشارہ کیا اور عائل کی تفسیر ذوعیال سے کی یعنی آپ کو صاحب عیال پایا پھر غنی کر دیا۔ یعنی لوگوں سے بے نیاز کر دیا اصل غنی یہی ہے۔

باب ـ اللہ تعالیٰ کا ارشاد! تمہیں تمہارے رب نے نہ چھوڑا اور نہ مکروہ جانا ،،

۴۶۳۲ــــ ترجمہ : جندب نے کہا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہو گئے اور دو یا تین راتیں قیام شب نہ کیا۔ ایک عورت (ابولہب کی بیوی اور ابوسفیان کی بہن) آئی اور کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے اُمید ہے کہ تمہارے شیطان نے تمہیں چھوڑ دیا ہے۔ میں نے دو تین راتیں اسے تمہارے قریب آتے نہیں دیکھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی : وَالضُّحٰى الآیۃ چاشت کی قسم اور رات کی جب وہ تاریک ہو جائے اور ٹھہر جائے۔ تمہارے رب نے نہ چھوڑا اور نہ مکروہ جانا۔ ،،

بَابُ قَوْلِہٖ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰی یُقْرَأُ بِالتَّشْدِیْدِ بِمَعْنًی وَّاحِدٍ مَا تَرَكَكَ رَبُّكَ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ مَا تَرَكَكَ وَمَا اَبْغَضَكَ ۴۶۳۳ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ ثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْاَسْوَدِ بْنِ قَیْسٍ قَالَ سَمِعْتُ جُنْدُبًا الْبَجَلِیَّ قَالَتِ امْرَأَةٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَا اُرٰی صَاحِبَكَ اِلَّا اَبْطَاَكَ فَنَزَلَتْ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰی ـ

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد! تمہیں تمہارے رب نے نہ چھوڑا اور نہ مکروہ جانا"

وَدَّعَكَ " بتشدید الدال والتخفیف بمعنی واحد ہے۔ یعنی دال کو مشدّد اور مخفف دونوں طرح پڑھا جاتا ہے۔ دونوں طرح معنی واحد ہے یعنی تمہیں تمہارے رب نے نہیں چھوڑا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا اس کے معنی یہ ہیں۔ تمہارے رب نے نہ چھوڑا اور نہ تم سے بغض کیا۔

۴۶۳۳ ـــ ترجمہ : اسود بن قیس نے کہا میں نے جندب بجلی سے سُنا کہ ایک عورت نے کہا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم! میں آپ کے صاحب کو نہیں دیکھتی مگر وہ آپ سے تاخیر کرنے لگا ہے تو یہ آیت کریمہ: مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰی " نازل ہوئی۔

۴۶۳۳ ـــ شرح : بعض علماء نے کہا یہ عورت ام المؤمنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ہیں؛ چنانچہ واحدی نے عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ جبرائیل علیہ السلام نے وحی لانے میں کچھ تاخیر کی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بہت سخت گھبرائے۔ ام المؤمنین خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا کیا آپ کے رب نے آپ کو مکروہ جانا ہے؟ تو یہ آیت کریمہ نازل "، ابن بشکوال نے ذکر کیا کہ اس کی قائل ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں لیکن یہ صحیح نہیں کیونکہ بالاتفاق یہ سورت مکی ہے۔ اس وقت ام المؤمنین عائشہ تو حضور کے گھر تشریف نہیں لائی تھیں۔ علامہ کرمانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ اس کی قائل کافرہ عورت ہے۔ جیسا کہ پہلی حدیث میں گزرا ہے مجھے امید ہے کہ تمہارے شیطان نے تمہیں چھوڑ دیا ہے تو اس نے یا رسول اللہ " کیسے کہہ دیا کیونکہ کافر تو یا رسول اللہ نہیں کہتے اس کا جواب یہ ہے

اس نے یہ بطور استہزاء کہا تھا۔ یا راوی نے عبارت کی اصلاح کے لئے یہ تصرف کیا ہے۔ علامہ ابن حجر عسقلانی نے کہا اس کی قائل ابولہب کی بیوی اور ابوسفیان کی بہن ام جمیل اور ام المؤمنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا دونوں ہیں؛ کیونکہ حاکم نے فقالت خدیجہ رضی اللہ عنہا طبری نے بھی عبداللہ بن شداد کے طریق سے کہا فقالت خدیجۃ وَلَا أُرٰی رَبَّكَ اور ہشام بن عروہ کے طریق سے کہا عروہ نے کہا فقالت خدیجۃ رضی اللہ عنہا لما تری من جزعہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دونوں طریق مرسل ہیں۔ لہٰذا ظاہر یہی ہے کہ ام جمیل اور ام المؤمنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا دونوں نے مومنہ ہیں انہوں نے لفظ ربک یا صاحبک سے تعبیر کی۔ ام جمیل نے آپ کو گالی کے طور پر کہا جبکہ ام المؤمنین خدیجہ رضی اللہ عنہا نے بطور ترحم اور ہمدردی کے کہا تھا۔ علامہ کرمانی نے کہا وہ عورت کافرہ تھی اور اس نے بطور استہزاء کہا تھا یا راوی کا تصرف ہے۔ علامہ عینی رحمہ اللہ نے کرمانی کا تعاقب کرتے ہوئے کہا۔ اس طریق میں کیسے معلوم کیا کہ وہ عورت کافرہ تھی البتہ اس سے پہلے طریق میں کافرہ تھی کیونکہ اس میں تصریح ہے کہ مجھے امید ہے کہ تمہیں تمہارے شیطان نے چھوڑ دیا ہے۔ ایسی بات مسلمان مرد و زن سے ہرگز متصور نہیں ہو سکتی۔ اس حدیث میں لفظ "صاحبک اور یا رسول اللہ! ہے ایسی بات کافر نہیں کہہ سکتا۔

حضرت جبرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وحی لانے میں تاخیر کا سبب "

ابن جریج نے کہا جبرائیل علیہ السلام بارہ روز رکے رہے اور وحی نہ لائے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے پندرہ دن ذکر کئے ہیں۔ جبکہ ان سے ایک روایت میں پچیس روز مذکور ہیں۔ مقاتل نے چالیس دن ذکر کئے بعض نے تین دن کہے ہیں۔ اس کے سبب میں چند اقوال ہیں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خادمہ خولی نے کہا ایک کتے کا بچہ گھر میں داخل ہوا اور چارپائی کے نیچے مر گیا۔ کئی روز گزر گئے اور جبرائیل نازل نہ ہوئے۔ آپ نے خولہ سے فرمایا ہمارے گھر میں کیا ہوا ہے کہ جبرائیل علیہ السلام نہیں آ رہے ہیں۔ خولہ نے کہا میں نے خیال کیا اگر میں گھر کی صفائی کرتی تو شاید کوئی شئی معلوم ہو جاتی؛ چنانچہ میں نے چارپائی کے نیچے جھاڑو دیا تو کوئی بھاری شئی محسوس ہوئی کیا دیکھتی ہوں کہ کتے کا بچہ مرا پڑا ہے۔ میں نے اس کو باہر پھینک دیا تو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے جبکہ آپ کے دانت شریف ایک دوسرے سے ٹکرا رہے تھے اور مجھے فرمایا اے خولہ میرے اوپر کپڑا اوڑھ دے مقاتل سے روایت ہے جب وحی میں تاخیر ہوئی تو مسلمانوں نے کہا یا رسول اللہ! آپ پر وحی رک گئی ہے۔ آپ نے فرمایا مجھ پر وحی کیسے نازل ہو، حالانکہ تم ہاتھ پاؤں کی انگلیوں کے مفاصل اچھی طرح دھوتے نہیں ہو اور نہ ناخن تراشتے ہو۔ ابن اسحاق سے روایت ہے مشرکوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام، ذی القرنین اور روح سے متعلق پوچھا تو آپ نے ان کو اگلے روز جواب دینے کا وعدہ فرمایا اور "ان شاء اللہ" نہ فرمایا تو جبرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام

سُورَۃُ اَلَمْ نَشْرَحْ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَقَالَ مُجَاهِدٌ وِزْرَكَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ اَنْقَضَ اَثْقَلَ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا قَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ اَيْ مَعَ ذٰلِكَ الْعُسْرِ يُسْرًا اٰخَرَ لِقَوْلِهِ هَلْ تَرَبَّصُوْنَ بِنَا اِلَّا اِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ وَلَنْ يَّغْلِبَ عُسْرٌ يُسْرَيْنِ وَقَالَ مُجَاهِدٌ فَانْصَبْ فِيْ حَاجَتِكَ اِلٰى رَبِّكَ وَيُذْكَرُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ

بارہ روز تک رک گئے بعض نے اس سے زیادہ ایام کا ذکر کیا ہے۔ مشرکوں نے کہا آپ کے رب نے آپ کو ترک کر دیا ہے تو جبرائیل علیہ السلام سورۃ والضحیٰ اور یہ آیت کریمہ: وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَيْءٍ اِنِّيْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا الآیۃ یہ جندب کی مذکور حدیث کے معارض نہیں؛ کیونکہ یہ دونوں کا جواب ہو سکتی ہے یا سائل کوئی بھی ہو یہ اس کا جواب ہے (عینی)

سورۂ الم نشرح

یہ سورت مکیہ ہے اس کی آٹھ آیات ہیں۔ یعنی کیا ہم نے آپ کے قلب شریف کو وسعت نہیں دی؟ اور ایمانٌ نبوت اور علم و حکمت کے ساتھ نرم نہیں کیا؟ یعنی ہم نے یقیناً یہ سب کچھ کیا ہے۔ اس میں ہمزہ حقیقی استفہام کے لئے نہیں۔ یعنی ہم نے آپ کا سینہ مبارک کھول دیا ہے۔ اس لئے "وَوَضَعْنَا" کا اس پہ عطف کیا۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قولہ وِزْرَكَ "، سے اس آیت کریمہ: وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ "، کی طرف اشارہ کیا اور مجاہد نے اس کی تفسیر فی الجاہلیت "، سے کی۔ علامہ کرمانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا "فی الجاہلیت" وِزر "کی صفت ہے وَضع کی صفت نہیں اس سے مراد افضل ترک کرنے اور فاضل اختیار کرنے کا بوجھ ہے۔ لعض نے کہا اُمت کے ذنوب مراد ہیں۔ یعنی ہم نے آپ کی امت کے ذنوب معاف کر دیئے ہیں اور آپ کی طرف وِزر" کی اضافت اس لئے کہ

سُورَۃُ وَالتِّین وَالزَّیْتُون

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ان کے ساتھ آپ کا قلب شریف مشغول تھا اور اُن کے غم میں منہمک تھا (عینی)

قولہ اَنْقَضَ " سے اس آیت کریمہ : وِزْرَكَ الَّذِیْ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ " کی طرف اشارہ کیا اور اَثْقَلَ " سے اس کی تفسیر کی۔ یعنی ہم نے آپ کا وہ بوجھ اُتار دیا جس نے آپ کی پشت کو بوجھل کر رکھا تھا بعض نے اس کی تفسیر کسر سے بھی کی ہے یعنی توڑ دیا تھا۔

قولہ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا " اس کی تفسیر میں سفیان بن عُیَیْنَہ نے کہا اس سختی کے ساتھ دُوسری آسانی ہے۔ یعنی ایک عسر کے ساتھ دو یُسر ہیں اور عسر دونوں کے درمیان ہے۔ کیونکہ معرفہ کا جب اعادہ کیا جائے تو ثانی معرفہ عین اولیٰ ہوتا ہے بخلاف نکرہ کے وہ پہلے نکرہ کا غیر ہوتا ہے۔

اِذَا اشْتَدَّتْ بِكَ الْبَلْوٰی فَفَكِّرْ فِیْ اَلَمْ نَشْرَحْ ؛ عُسْرٌ بَیْنَ یُسْرَیْنِ اِذَا فَكَّرْتَهٗ فَافْرَحْ

یعنی سخت مصیبت میں سورۂ الم نشرح میں غور کرو کہ اس میں ایک سختی دو آسانیوں کے درمیان ہے جب یہ غور کرو گے تم خوش ہو جاؤ گے؛ کیونکہ سختی کے بعد آسانی متوقع ہے، لیکن یہ قاعدہ اکثر یہ ہے بعض اوقات نکرہ کا اعادہ بھی عین اولیٰ ہوتا ہے؛ چنانچہ قرآن کریم میں ہے: هُوَ الَّذِیْ فِی السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّفِی الْاَرْضِ اِلٰهٌ "، اس آیت کریمہ میں الٰہ عین الٰہ اوّل ہے۔

قولہ هَلْ تَرَبَّصُوْنَ " یعنی جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ تم ہم پر کس چیز کا انتظار کرتے ہو مگر دو خوبیوں میں سے ایک کا یعنی یا تو فتح و غنیمت ملے گی یا شہادت اور مغفرت " اس آیت کریمہ کو ذکر کرنے سے مقصد یہ ہے۔ کہ مومنوں کے لئے ایک رنج سے تعدد حسنیٰ ثابت ہے اور وہ حسن ظفر اور حسن ثواب ہے۔ اسی طرح انہیں ہر سختی اور رنج والم کے ساتھ آسانی اور راحت ثابت ہے جیسے عبد الرزاق نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ذکر کی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے وحی کی گئی ہے کہ عُسر کے ساتھ یسر ہے۔ اور عسر کے ساتھ یسر ہے۔ ایک عسر دو یسروں پر ہرگز غالب نہیں آسکتی۔

قولہ فَانْصَبْ " مجاہد نے اس کی تفسیر میں کہا جس وقت عبادت سے فارغ ہو تو اپنے پروردگار کے حضور قضائے حاجت کے لئے دعاء میں کوشش کرو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ "، کی تفسیر یہ فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ مبارک کمالِ اسلام کے لئے فراخ کر دیا ہے اور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب شریف میں تبلیغ کرنے کے باعث جو دشواری اور تنگی آتی تھی وہ نہیں رہی

وَقَالَ مُجَاهِدٌ هُوَ التِّينُ وَالزَّيْتُونُ الَّذِي يَأْكُلُ النَّاسُ يُقَالُ فَمَا يُكَذِّبُكَ فَمَا الَّذِي يُكَذِّبُكَ بِأَنَّ النَّاسَ يُدَانُونَ بِأَعْمَالِهِمْ كَأَنَّهُ قَالَ وَمَنْ يَقْدِرُ عَلَى تَكْذِيبِكَ بِالثَّوَابِ وَالْعِقَابِ

۴۶۳۴ـ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ الْمِنْهَالِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي عَدِيٌّ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِي سَفَرٍ فَقَرَأَ فِي الْعِشَاءِ فِي إِحْدَى الرَّكْعَتَيْنِ بِالتِّينِ وَالزَّيْتُونِ

سُورَۃُ وَالتِّينِ وَالزَّيْتُونِ

یہ سورت مکی ہے۔ اس کی آٹھ آیات ہیں

مجاہد نے کہا تین (انجیر) اور زیتون وہ ہیں جو لوگ کھاتے ہیں۔ قتادہ نے کہا تین وہ پہاڑ ہے جس پہ دمشق ہے اور زیتون وہ پہاڑ ہے جس پر بیت المقدس ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ تین حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مسجد کا نام ہے جو انھوں نے کوہِ جودی پہ تعمیر کی تھی۔ بعض نے کہا اصحاب کہف کی مسجد کا نام ہے اور زیتون "ایلیا" کی مسجد ہے۔

قولہ "فَمَا يُكَذِّبُكَ" کہا گیا ہے۔ کون ہے جو تجھ کو جھٹلائے گا کہ لوگوں کو ان کے اعمال کا بدلہ دیا جائیگا گویا فرمایا کون ہے جو ثواب طاعت اور عذاب کے بارے میں تجھے جھٹلانے کی قدرت رکھتا ہو۔ اس میں مطلق انسان کو خطاب ہے۔ جو اس آیت کریمہ "وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ" میں مذکور ہے اور اس میں غائب سے خطاب کی طرف التفات ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہے۔ واللہ و رسولہ اعلم!

۴۶۳۴ — ترجمہ: عدی نے کہا میں نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر میں تھے تو آپ نے عشاء کی نماز کی دو رکعتوں میں سے ایک رکعت میں سورہ والتین والزیتون پڑھی۔ تقویم بمعنی خلق ہے۔

سُوْرَةُ اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَقَالَ قُتَيْبَةُ ثَنَا حَمَّادٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ عَتِيْقٍ عَنِ الْحَسَنِ قَالَ اُكْتُبْ فِي الْمُصْحَفِ فِيْ اَوَّلِ الْاِمَامِ

سُوْرَۂ اِقْرَأْ

اس سورت کو "سورۂ علق" بھی کہتے ہیں۔ یہ سورت مکی ہے اس کی بیس (۲۰) آیات ہیں۔

قتیبہ نے مذکور اسناد کے ذریعہ حسن بصری سے روایت کی کہ انھوں نے کہا مصحف میں قرآن کے اول میں (سورۂ فاتحہ سے پہلے) بسملہ لکھو اور دو سورتوں کے درمیان خط کر دو۔ یعنی حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا قرآن کے اول میں سورۂ فاتحہ سے پہلے بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ بسملہ لکھو اور باقی ہر دو سورتوں کے درمیان فاصلہ کے لئے بطورِ علامت خط کھینچ دو۔ دراصل علماء میں اس مسئلہ کے متعلق اختلافِ رائے پایا جاتا ہے کہ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ہر سورت کا جزو ہے یا صرف فاتحہ کا جزو ہے یا قرآن کریم کی مستقل آیت ہے جو سورتوں کے درمیان فاصلہ کے لئے ہے یہی مختار قول ہے اور حسن بصری کا یہ قول کہ صرف سورۂ فاتحہ سے پہلے بسملہ لکھی جائے۔ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قول کے خلاف ہے اور قرآن کریم کے بھی مخالف ہے کیونکہ قرآن کریم میں سورۂ براءت کے سوا ہر سورت سے پہلے مذکور ہے اور کسی سورت کا جزو نہیں لہٰذا دلائل میں نظر کرنے سے اہلِ انصاف کے نزدیک یہی قول مختار ہے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب بھی یہی ہے۔

قولہ نَادِیَہ سے اس آیت کریمہ "فَلْیَدْعُ نَادِیَہٗ" کی طرف اشارہ کیا اب پکارے اپنی مجلس کو مجاہد نے کہا نادیہ بمعنی عشیرہ (قبیلہ) ہے۔ دراصل نادیہ بمعنی مجلس ہے جس میں لوگ جمع ہوتے ہیں جب تک اس میں اس کے اہل جمع نہ ہوں اس کو نادیہ نہیں کہتے۔

قولہ اَلزَّبَانِیَۃ "سے اس آیت کریمہ: سَنَدْعُ الزَّبَانِیَۃ" کی طرف اشارہ کیا: ابھی ہم سپاہیوں کو بلاتے ہیں جو عذاب کے فرشتے ہیں۔ معمر نے کہا اس آیت کریمہ: اِنَّ اِلٰی رَبِّکَ الرُّجْعٰی "میں رجعی بمعنی رجع ہے یعنی بے شک تمہارے رب کی طرف مرجع ہے پھر لہٖ قولہ لَنَسْفَعًا "سے اس آیت کریمہ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِیَۃ"

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاجْعَلْ بَيْنَ السُّوْرَتَيْنِ خَطًّا وَقَالَ مُجَاهِدٌ نَادِيَهُ عِشَارَتَهُ الزَّبَانِيَةُ الْمَلَائِكَةُ وَقَالَ مَعْمَرٌ الرُّجْعٰى الْمَرْجِعُ لَنَسْفَعًا قَالَ لَنَاخُذَنْ وَلَنَسْفَعَنْ بِالنُّوْنِ وَهِيَ الْخَفِيْفَةُ سَفَعْتُ بِيَدِهِ اَخَذْتُ

بَابٌ ۴۶۳۵ — حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ ثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ ح وَحَدَّثَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ مَرْوَانَ الْبَغْدَادِيُّ قَالَ ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ اَبِيْ رِزْمَةَ قَالَ اَنَا اَبُوْ صَالِحٍ سَلْمُوْيَةُ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ عَنْ يُوْنُسَ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ اَخْبَرَنِي ابْنُ شِهَابٍ اَنَّ عُرْوَةَ بْنَ

کی طرف اشارہ کیا یعنی ضرور ہم پیشانی کے بال پکڑ کر کھینچیں گے اور اس کو جہنم میں ڈالیں گے۔ لَنَسْفَعَنْ نون خفیفہ کے ساتھ ہے ؛ چنانچہ کہا جاتا ہے "سَفَعْتُ بِيَدِهٖ" میں نے اسے پکڑا "، یعنی لغت میں سَفْعٌ کے معنی اخذ (پکڑنے) کے ہیں۔ بعض نے کہا اس کے معنی ہیں مضبوط پکڑنا۔ مقاتل نے کہا اس کا شان نزول یہ ہے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ میں داخل ہوئے تو وہاں ابو جہل کو اس حال میں پایا کہ اس نے ھُبَل (بت) کے گلے میں سونے کا طوق ڈالا ہے اور اسے خوشبو لگائی ہے اور کہتا ہے اے ھُبَل "، ہر شے کا شکر ہے مجھے تیری عزت کی قسم میں آنے والے سال تیرا شکر ادا کروں گا۔ اس سال ابو جہل کی ایک ہزار اونٹنی نے بچے دیئے تھے اور اس کو تجارت میں ایک ہزار سونے کے مثقال نفع ہوا تھا۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو منع کیا تو وہ بولا بخدا! اگر میں نے آپ کو یہاں بتوں کے سوا کسی کی عبادت کرتے دیکھا تو آپ کی پیشانی پکڑ کر کھینچوں گا تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی پروردگار عالم جل مجدہ الکریم نے فرمایا اگر یہ نہ رکا تو ہم اس کی پیشانی کے بال پکڑ کر کھینچیں گے اور دوزخ میں ڈالیں گے۔

باب

۴۶۳۵ — ترجمہ : یونس بن یزید نے کہا مجھے ابن شہاب نے خبر دی کہ عروہ بن زبیر نے

الزُّبَيْرِ اَخْبَرَهُ اَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ كَانَ اَوَّلَ مَا بُدِئَ بِهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرُّؤْيَا الصَّادِقَةُ فِي النَّوْمِ فَكَانَ لَا يَرٰى رُؤْيَا اِلَّا جَاءَتْ مِثْلَ فَلَقِ الصُّبْحِ ثُمَّ حُبِّبَ اِلَيْهِ الْخَلَاءُ فَكَانَ يَلْحَقُ بِغَارِ حِرَآءٍ فَيَتَحَنَّثُ فِيْهِ وَالتَّحَنُّثُ التَّعَبُّدُ اللَّيَالِيَ ذَوَاتِ الْعَدَدِ قَبْلَ اَنْ يَرْجِعَ اِلٰى اَهْلِهِ وَيَتَزَوَّدُ لِذٰلِكَ ثُمَّ يَرْجِعُ اِلٰى خَدِيْجَةَ فَيَتَزَوَّدُ بِمِثْلِهَا حَتّٰى فَجِئَهُ الْحَقُّ وَهُوَ فِيْ غَارِ حِرَآءٍ فَجَآءَهُ الْمَلَكُ فَقَالَ اقْرَاْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَنَا بِقَارِئٍ قَالَ فَاَخَذَنِيْ فَغَطَّنِيْ حَتّٰى بَلَغَ مِنِّي الْجَهْدُ ثُمَّ اَرْسَلَنِيْ فَقَالَ اقْرَاْ قُلْتُ مَا اَنَا بِقَارِئٍ قَالَ فَاَخَذَنِيْ فَغَطَّنِي الثَّانِيَةَ حَتّٰى بَلَغَ مِنِّي الْجَهْدُ ثُمَّ اَرْسَلَنِيْ فَقَالَ اقْرَاْ فَقُلْتُ مَا اَنَا بِقَارِئٍ فَاَخَذَنِيْ فَغَطَّنِي الثَّالِثَةَ حَتّٰى بَلَغَ مِنِّي الْجَهْدُ

انہیں کہا کہ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا زوجۂ محترمہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کی ابتداء اچھے خوابوں سے ہوئی۔ آپ کوئی خواب نہ دیکھتے مگر وہ صبح کی روشنی کی طرح واضح ہو جاتا پھر آپ کو تنہا رہنا پسند ہوا اور غارِ حرا میں تنہا رہنے لگے۔ اور گھر کی طرف لوٹنے سے پہلے اس میں متعدد راتیں عبادت کرتے تھے تحنث کے معنی "متعدد راتیں عبادت کرنا" ہیں اور خلوت و عبادت کے لئے خرچہ لے جاتے تھے۔ پھر خدیجہ رضی اللہ عنہا کی طرف لوٹتے اور عبادت کرنے کے لئے طعام لے جاتے حتیٰ کہ آپ کے پاس جبرائیل علیہ السلام آئے جبکہ آپ غارِ حراء میں تھے اور کہا پڑھیئے آپ نے فرمایا میں پڑھنے والا نہیں ہوں اُس نے مجھے پکڑا اور زور سے اس قدر دبایا کہ اپنی پوری طاقت صرف کر دی پھر مجھے چھوڑ دیا اور کہا پڑھیئے میں نے کہا میں پڑھنے والا نہیں ہوں☆ اُس نے مجھے پکڑا اور تیسری بار پھر مجھے پوری طاقت سے دبایا پھر چھوڑ دیا اور کہا اپنے رب کے نام سے پڑھیئے جس نے پیدا کیا اُس نے انسان کو بستہ خون سے پیدا کیا پڑھیئے آپ کا رب اکرم ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان آیات کو لے کر لوٹے جبکہ آپ کا قلب شریف خائف و مضطرب تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ام المؤمنین خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا کے پاس

☆ فرمایا اُس نے مجھے دوسری بار دبایا حتیٰ کہ مجھ پر پوری طاقت صرف کر دی پھر مجھے چھوڑا اور کہا پڑھیئے میں نے کہا میں پڑھنے والا نہیں ہوں

ثُمَّ اَرْسَلَنِیْ فَقَالَ اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ الْاٰیَاتِ اِلٰی قَوْلِهٖ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ فَرَجَعَ بِهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَرْجُفُ بَوَادِرُهٗ حَتّٰی دَخَلَ عَلٰی خَدِیْجَةَ فَقَالَ زَمِّلُوْنِیْ زَمِّلُوْنِیْ فَزَمَّلُوْهُ حَتّٰی ذَهَبَ عَنْهُ الرَّوْعُ قَالَ لِخَدِیْجَةَ اَیْ خَدِیْجَةُ مَالِیْ خَشِیْتُ عَلٰی نَفْسِیْ فَاَخْبَرَهَا فَقَالَتْ خَدِیْجَةُ كَلَّا اَبْشِرْ فَوَاللّٰهِ لَا یُخْزِیْكَ اللّٰهُ اَبَدًا فَوَاللّٰهِ اِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَصْدُقُ الْحَدِیْثَ وَتَحْمِلُ الْكَلَّ وَتَكْسِبُ الْمَعْدُوْمَ وَتَقْرِی الضَّیْفَ وَتُعِیْنُ عَلٰی نَوَائِبِ الْحَقِّ فَانْطَلَقَتْ بِهٖ خَدِیْجَةُ حَتّٰی اَتَتْ بِهٖ وَرَقَةَ بْنَ نَوْفَلٍ وَهُوَ ابْنُ عَمِّ خَدِیْجَةَ اَخِیْ اَبِیْهَا وَكَانَ امْرَأً تَنَصَّرَ فِی الْجَاهِلِیَّةِ وَكَانَ یَكْتُبُ الْكِتَابَ الْعَرَبِیَّ وَیَكْتُبُ مِنَ الْاِنْجِیْلِ بِالْعَرَبِیَّةِ مَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْ یَكْتُبَ وَكَانَ شَیْخًا كَبِیْرًا قَدْ عَمِیَ قَالَتْ خَدِیْجَةُ یَا ابْنَ عَمِّ اسْمَعْ مِنِ ابْنِ اَخِیْكَ قَالَ وَرَقَةُ یَا ابْنَ اَخِیْ مَاذَا تَرٰی فَاَخْبَرَهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَبَرَ مَا

تشریف لے گئے اور فرمایا مجھے کپڑوں میں لپیٹ لو اُنھوں نے آپ کو کپڑوں میں لپیٹ دیا۔ حتیٰ کہ آپ سے خوف و گھبراہٹ جاتی رہی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ام المؤمنین خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرشتے کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا اللہ کی قسم مجھے اپنی جان کا ڈر ہے۔ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا ایسا ہرگز نہ ہوگا۔ اللہ کی قسم آپ کو اللہ تعالیٰ کبھی رسوا نہ کرے گا۔ بے شک آپ صلۂ رحمی کرتے ہیں (اقرباء پر احسان کرتے ہیں) بوجھ اُٹھاتے ہیں (ضعیف لوگوں کی مدد کرتے ہیں) مال کسب کرتے ہیں۔ (مال حاصل کرکے مستحقین پر خرچ کرتے ہیں) مہمان نوازی کرتے ہیں اور حادثات پر مدد کرتے ہیں جو حق ہیں۔ ام المؤمنین خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کو ورقہ بن نوفل عبد العزیٰ کے پاس لے گئیں وہ ام المؤمنین خدیجہ کے چچا کے بیٹے تھے۔ اُنھوں نے جاہلیت میں نصرانی مذہب اختیار کر لیا تھا وہ عربی لکھا کرتے تھے اور انجیل سے عبرانی میں جو اللہ تعالیٰ چاہتا لکھا کرتے تھے۔ وہ معمر بزرگ تھے اور نابینا

رأى فقال ورقة هذا الناموس الذي أنزل على موسى ليتني فيها جذع ليتني أكون حيا ذكر حرفا قال رسول الله صلى الله عليه وسلم أو مخرجي هم قال ورقة نعم لم يأت رجل بما جئت بها إلا أوذي وإن يدركني يومك حيا أنصرك نصرا مؤزرا ثم لم ينشب ورقة أن توفي وفتر الوحي فترة حتى حزن رسول الله صلى الله عليه وسلم وقال محمد بن شهاب فأخبرني أبو سلمة بن عبد الرحمن أن جابر بن عبد الله الأنصاري قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو يحدث عن فترة الوحي قال في حديثه بينا أنا أمشي سمعت صوتا من السماء فرفعت رأسي فإذا الملك الذي جاءني بحراء جالس على كرسي بين السماء والأرض ففرقت منه فرجعت فقلت زملوني فدثروه فأنزل الله يا أيها المدثر قم فأنذر وربك فكبر وثيابك فطهر والرجز فاهجر قال أبو سلمة وهي الأوثان التي كان أهل الجاهلية يعبدون قال ثم تتابع الوحي

ہو چکے تھے۔ انہیں ام المؤمنین خدیجہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اے میرے چچا کے بیٹے اپنے بھتیجے سے کچھ سنو۔ ورقہ نے کہا اے میرے بھتیجے آپ کیا دیکھتے ہیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ دیکھا سارا واقعہ بیان فرمایا۔ ورقہ نے کہا یہ وہ رازدان ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا تھا۔ کاش کہ میں اس وقت نوجوان ہوتا میں اس وقت زندہ ہوتا اور ورقہ نے حرف ذکر کیا (وہ یہ کہ جب آپ کو آپ کی قوم مکہ سے نکال دے گی) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا وہ لوگ ایسا کریں گے اور مجھے مکہ سے نکالیں گے؟ ورقہ نے کہا جی ہاں! جو خبر آپ لائے ہیں اس جیسی خبر کوئی نہیں لاتا مگر اس کے ساتھ دشمنی کی جاتی ہے۔ اگر مجھے آپ کو اخراج کے زمانہ نے پایا تو میں آپ کی زبردست مدد کروں گا۔ اس کے بعد ورقہ نہ ٹھہرے اور جلد فوت ہو گئے اور وحی رک گئی حتیٰ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غمگین ہو گئے۔ محمد بن شہاب نے کہا مجھے ابو سلمہ

نے خبر دی کہ جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا جبکہ وہ وحی کے رُک جانے کی بات کر رہے تھے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے اپنے بیان شریف میں فرمایا کہ اس اثناء میں چل رہا تھا کہ اچانک میرے پاس آسمان سے آواز آئی۔ میں نے اپنا سر مبارک اُٹھایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہی فرشتہ جو غارِ حراء میں میرے پاس آیا تھا۔ آسمان اور زمین کے درمیان کرسی پر بیٹھا ہے میں اس سے مرعوب ہو کر واپس لوٹا اور میں نے کہا مجھے کمبل اوڑھا دو مجھے کمبل اوڑھا دو اُنھوں نے مجھے کمبل اوڑھا دیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔ اے کمبل اوڑھنے والے محبوب اُٹھئے اور کافروں کو ڈراؤ اپنے رب کی تعظیم کرو اور کپڑے صاف کرو اور بتوں سے دُور رہو اور بکثرت وحی کا نزول ہونے لگا۔

۴۶۲۵ — شرح : امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا۔ یہ حدیث مراسیل صحابہ سے ہے کیونکہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا اس وقت پیدا نہیں ہوئی تھیں اور حدیث مرسل وہ ہے جسے صحابی روایت کرے اور اس کے وقوع کا زمانہ نہ پایا ہو اور راوی جس روایت کے وقوع کا زمانہ پائے اس کو مرسل نہیں کہا جاتا بلکہ اس کا محمل یہ ہوتا ہے کہ راوی نے وہ حدیث سُنی ہے یا وہاں موجود تھا۔ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس حدیث کے وقوع کا زمانہ نہیں پایا اور نہ ہی اس وقت موجود تھیں بلکہ سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلّم سے یہ سُنی ہے کیونکہ اُنھوں نے اثنائے حدیث میں ذکر کیا : فَجَاءَہُ الْمَلَكُ فَقَالَ اِقْرَءْ الخ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلّم نے ام المؤمنین سے یہ حدیث بیان کی ہے۔ اَلرُّؤْیَا الصَّادِقَۃ، رُؤیا مصدر ہے اس کے معنی " دیکھنے " کے ہیں خواب میں کسی چیز کے دیکھنے کو رؤیا کہتے ہیں۔ جیسے رُؤیَۃٌ آنکھ سے دیکھنا ہے اور رآی دل سے دیکھنا ہے۔ رُؤیا کے بعد فی النوم کو تاکید کے لئے ذکر کیا کیونکہ رویا نوم سے مختص ہے اور رؤیا صادقہ وہ ہیں جن میں شیطان کی تلبیس نہ ہو۔ نبوّت کی ابتداء رؤیا صالحہ سے اس لئے ہے کہ فرشتے کے اچانک آنے کی صورت میں بشری قوت اس کی متحمل نہیں ہو سکتی تھی اس لئے بطورِ استیناس صدق رؤیا سے ابتداء کی تاکہ فرشتہ کا آنا مالوف ہو جائے اور اس کی رؤیت کے متحمل ہو سکیں۔ ایک روایت میں ہے کہ چھ ماہ یہ حال رہا تھا۔ سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کو تنہائی اس لئے محبوب تھی کہ یہ نیک لوگوں کی شان اور عارفین کی عادت ہے۔

سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلّم غارِ حراء میں عبادت کرتے تھے حراء پہاڑ ہے جو مکہ مکرمہ سے منیٰ کی طرف تین میل دُور ہے۔ وہاں سے کعبہ مشرفہ پر نظر پڑتی ہے۔

قولہ التَّحَنُّثُ التَّعَبُّدُ، یہ راوی کی تفسیر ہے۔ اس کے معنی ہیں عبادت کرنا۔ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کی روایت میں اس وقت سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کی عبادت کی صراحت مذکور نہیں۔ اس زمانہ میں سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کی عبادت تصفیہ، قلب تھی اور تنہائی اختیار کرنا اور مخلوق علیحدہ رہنا اور دُوسروں کی صحبت سے دُور رہنا اس عبادت کے ممد اور معاون ہیں اور وہاں سے بیت اللہ پر نظر پڑنا بھی اس کا موجب ہے شیخ محقق

عبدالحق رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی سند سے ذکر کیا کہ بعثت سے پہلے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت ابراہیم علیہ السلام کی ملت پر تھی۔ غار حرا میں زاد لے جانا توکل کے منافی نہیں، کیونکہ نفس کی بقاء کے لئے زاد کا ہونا ضروری ہے جبکہ اسباب توکل کے منافی نہیں ہیں۔

قولہ فجاءہ الحق، مجمل ہے اور فجاءہ الملک اس کا بیان ہے۔ اس میں فاء تفسیر یہ ہے۔ قولہ ما انا بقارئ، میں پڑھنے والا نہیں اور نہ مجھے پڑھنا آتا ہے۔ اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم فصحائے عرب اور بلغاءِ ارض سے فصیح تر اور بلیغ تریں ہیں۔ آپ کے اس لفظ کہ میں پڑھنا نہیں جانتا کا مقصد کیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ کلام الہٰی کے تصور کی ہیبت کے باعث بشری حیثیت سے اس کی برداشت مشکل تھی۔ اس لئے یہ قراءت سے اباء و انکار کا باعث تھا۔ جب حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ کو مانوس کرنا چاہا کہ آپ کلام قدیم زبانِ حادث پر جاری کریں تو آپ کو پوری طاقت سے بار بار دبایا جس کے آپ متحمل رہے۔ اگرچہ جبرائیل علیہ السلام نے پوری طاقت سے آپ کو دبایا تھا جیسے امام کرمانی نے ذکر کیا کہ استفرغ الطاقۃ، جبرائیل علیہ السلام نے پوری طاقت صرف کردی جس کی بنائے بشریت متحمل نہیں ہوسکتی لیکن یہ استفراغ طاقت بشری لباس میں تھا اس لئے اس کو برداشت کرلینا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے بعید نہ تھا اور جبرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بار بار دبانا کلام الہٰی کی ہیبت کم کرنے اور آپ کے قلب شریف کو حاضر کرنے کے لئے تھا تاکہ کلام ربانی کی قرأت کے متحمل ہوں۔

علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا، والحکمۃ فی الغط شغلہ عن الالتفات والمبالغۃ فی امرہ باحضار قلبہ الشریف، صلی اللہ علیہ وسلم! وکررہ مبالغۃ فی التنبیہ، اور شیخ دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا، تکرار گرفتن و فشردن از برائے تصرف در دفع ہیبت است کہ آنحضرت را دریں حال گرفتہ و مبالغہ در تکمیل ذات و احضار قلب شریف او است تا تہیئو قراءت کلام ربانی و ضبط آں کہ تحمل وحی موقوف برانست بروجہ احسن و اتم و الیق حاصل شود،،

قولہ ترجف بوادرہ، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم یہ آیات کریمات لے کر کلام ربانی کے تحمل کی ہیبت سے لرزتے ہوئے واپس تشریف لائے بوادر بادرہ کی جمع ہے اور وہ کان اور کندھے کے درمیان والا گوشت ہے جو خوف کے سبب لرزنے لگتا ہے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ام المؤمنین خدیجہ رضی اللہ عنہا سے سارا واقعہ ذکر کرتے ہوئے فرمایا میرا حال کیسا ہے کہ میرے قلب پر اس قدر خوف طاری ہے۔ ان کلمات طیبات میں ام المؤمنین خدیجہ رضی اللہ عنہا کا حال دریافت کرنا مقصود تھا کہ وہ اس میں کیسا خیال کرتی ہیں۔ انھوں نے نورِ فراست اور خداداد سمجھ سے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں مکارم اخلاق اور محاسن صفات اکمل وجہ پر مشاہدہ کیا ہوا تھا۔ عرض کیا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلہ رحمی کرتے ہیں سچی بات کرتے ہیں، عاجز لوگوں کی غم خواری کرتے ہیں۔ مال حاصل کرکے مستحقین پر خرچ کرتے ہیں، مہمان نوازی کرتے ہیں اور حادثات میں لوگوں کی مدد کرتے ہیں جس میں یہ صفات و اطوار پائے جائیں۔ اللہ تعالیٰ اس کو رسوا نہیں کرتا اور نہ ہی اس کو مہمل رہنے

دیتا ہے۔ پھر وہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو ورقہ کے پاس لے گئیں۔ اس میں ام المؤمنین خدیجہ رضی اللہ عنہا کا غایت درجہ کا ایمانی تصلّب ہے کہ کلامِ الٰہی سنتے ہی اس کی تصدیق کی اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت و رسالت کا اذعان کیا یہ بہت بڑی منقبت ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ جن مدائح اور محاسن کا انسان لائق ہو اس کے سامنے وہ ذکر کرنے ممنوع نہیں اور جس حدیث شریف میں ہے کہ " مدح کرنے والوں کے مونہوں پر مٹی ڈالو "، یہ وہ لوگ ہیں جو تحصیلِ زر اور حصولِ دنیا کے لئے کسی کی مدح کرتے ہیں اور ممدوح اس سے خوش ہوتے ہیں۔ ورقہ بن نوفل نے آپ سے واقعہ سن کر کہا یہ وہ ناموس ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا۔ ناموس دراصل سرِ خیر کو کہتے ہیں جیسے جاسوس سرِ شر کو کہتے ہیں، لیکن یہاں ناموس سے مراد حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں جو موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئے تھے۔ ورقہ نے عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ذکر نہیں کیا حالانکہ وہ ان کے مذہب پر نصرانی تھا، کیونکہ موسیٰ علیہ السلام نبیوں میں بہت مشہور ہیں اور ان کی نبوت میں سب کا اتفاق ہے۔ بخلاف عیسیٰ علیہ السلام کے کہ ان کی نبوت کی شان میں یہودی اختلاف کرتے تھے۔

" ام المؤمنین خدیجہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا "

اَبْشِرْ فَوَاللّٰہِ لَا یُخْزِیْکَ اللّٰہُ اَبَدًا "، یا رسولَ اللہ! آپ خوش رہیں بخدا! آپ کو اللہ تعالیٰ کبھی رسوا نہیں کرے گا"، معمر کی روایت میں ہے کہ اللہ آپ کو غم میں نہیں ڈالے گا۔ آپ صلہ رحم کرتے ہیں اور ذوالارحام کے حقوق ان کی جگہ رکھتے ہیں۔ سچ کہتے ہیں۔ تَحْمِلُ الْکَلَّ "، عاجز کا بوجھ اٹھاتے ہیں یعنی ضعیف و ناتوان یتیم اور بھوکوں کی مدد کرتے ہیں۔ تَکْسِبُ الْمَعْدُوْمَ "، مفلس کے لئے کسب مال کرتے ہیں۔ مشہور اور صحیح روایت میں نیز لغت میں مشہور یہ ہے کہ تَکْسِبُ "، کی تاء مفتوح ہے۔ ایک روایت کے مطابق تا مضموم ہے۔ اس وقت اس کے ایک معنی یہ ہیں کہ آپ اپنے غیر پر احسان کرتے ہیں اور اسے مال دیتے ہیں۔ دوسرے معنی یہ ہیں کہ آپ لوگوں کو فوائد کی ضروری باتیں اور مکارم الاخلاق عطاء کرتے ہیں جو لوگ آپ کے غیر سے نہیں پاتے اور تاء کے مفتوح پڑھنے کی صورت بھی اس کے دو معنے ہیں ان میں صحیح تر قول یہ ہے کہ اس کا معنی وہی ہے جو مضموم کا معنی ہے۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ آپ مال حاصل کرتے ہیں اور اس سے وہ پاتے ہیں جس کو حاصل کرنے سے آپ کا غیر عاجز ہے پھر وہ اچھے امور میں خیرات کر دیتے ہیں (عینی)

شیخ دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ بعض شارحین کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ معدوم سے مراد مال ہے اور بعض کے کلام سے یہ مفہوم ہے کہ اس سے مراد فقیر محتاج ہے۔ وَتَقْرِی الضَّیْفَ "، مہمان کو کھانا کھلاتے ہیں اور حق کی راہ میں پیش آنے والے حادثات پر مدد کرتے ہیں۔ نَوَائِب " نائبہ کی جمع ہے اس کے معنی اچھا یا برا حادثہ ہے چونکہ حادثہ حق اور باطل ہوتا ہے اس لئے حق کی قید ذکر کی ہے۔ یعنی حق کی راہ میں حادثات پر مدد کرتے ہیں۔ واللہ ورسولہ اعلم! یہ وہ اخلاق حمیدہ اور صفات صمیمہ ہیں جو ام المؤمنین نے

بَابُ قَوْلِهٖ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ

۴۶۳۶ـــ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ ثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اَوَّلَ مَا بُدِئَ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ فَجَاءَهُ الْمَلَكُ فَقَالَ اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ

بَابُ قَوْلِهٖ اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ

۴۶۳۷ـــ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ ثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ ح وَقَالَ اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ شِهَابٍ اَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ عَنْ عَائِشَةَ اَوَّلَ مَا بُدِئَ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرُّؤْيَا الصَّادِقَةُ جَاءَهُ الْمَلَكُ فَقَالَ اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ

سرورِ کائنات میں دیکھے تھے اور یہ استدلال کیا کہ حق تعالیٰ ان اخلاق و صفات کے حامل کو ہرگز رسوا نہ کریگا
(حدیث ع۳ ج : ۱ کی شرح دیکھیں)

باب ـــ اللہ تعالیٰ کا ارشاد! اللہ تعالیٰ نے انسان کو خون بستہ سے پیدا کیا "

۴۶۳۶ـــ ترجمہ : عروہ سے روایت ہے کہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کی ابتداء اچھے

بَابٌ قَوْلُهُ اَلَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ

۴۶۳۸ ــ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ یُوْسُفَ قَالَ ثَنَا اللَّیْثُ عَنْ عُقَیْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ سَمِعْتُ عُرْوَةَ قَالَتْ عَائِشَةُ فَرَجَعَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلٰی خَدِیْجَةَ فَقَالَ زَمِّلُوْنِیْ زَمِّلُوْنِیْ فَذَکَرَ الْحَدِیْثَ

خوابوں سے ہوئی پھر آپ کے پاس فرشتہ آیا اور کہا پڑھئے اپنے رب کے نام سے جس نے انسان کو بستہ خون سے پیدا کیا۔ پڑھئے آپ کا ربّ بڑا کریم ہے۔

باب ـ اللہ تعالیٰ کا ارشاد! پڑھئے! آپ کا ربّ بڑا کریم ہے!

۴۶۳۸ ــ ترجمہ : ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کی ابتدا سچے خوابوں سے ہوئی پھر آپ کے پاس فرشتہ آیا اور کہا پڑھئے اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا آدمی کو خونِ بستہ سے پیدا کیا۔ پڑھئے آپ کا رب بڑا کریم ہے جس نے بذریعہ قلم تعلیم دی (یعنی خط اور کتابت قلم کے ذریعہ سکھائی)

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد!

۴۶۳۸ ــ ترجمہ : ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ام المؤمنین خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا مجھے کمبل اوڑھا دو، مجھے کمبل اوڑھا دو اور پوری حدیث ذکر کی۔
(ان حدیثوں میں گفتگو ہو چکی ہے)

بَابُ قَوْلِهِ كَلَّا لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ

۴۶۳۸ حَدَّثَنَا يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ عَبْدِ الْكَرِيْمِ الْجَزَرِيِّ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ أَبُوْجَهْلٍ لَئِنْ رَأَيْتُ مُحَمَّدًا يُصَلِّيْ عِنْدَ الْكَعْبَةِ لَأَطَأَنَّ عَلٰى عُنُقِهٖ فَبَلَغَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَوْ فَعَلَهٗ لَأَخَذَتْهُ الْمَلَائِكَةُ تَابَعَهٗ عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ عَبْدِ الْكَرِيْمِ

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد! اگر یہ باز نہ آیا، تو پیشانی کے بال پکڑ کر گھسیٹیں گے جو جھوٹی پیشانی خطا کار ہے“

۴۶۳۸ ترجمہ : عکرمہ سے روائت ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ابوجہل نے کہا کہ اگر میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کعبہ کے پاس نماز پڑھتے دیکھ لیا تو میں ان کی گردن کچل دوں گا۔ یہ خبر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو فرمایا اگر وہ ایسا کرے گا تو اس کو عذاب کے فرشتے پکڑ لیں گے۔ عمرو بن خالد نے عبید اللہ کے ذریعے عبد الکریم سے روائت کرنے میں یحییٰ یا عبد الرزاق کی متابعت کی۔

۴۶۳۸ شرح : اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے كَلَّا لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الایۃ یعنی اگر یہ ملعون اس ارادہ سے باز نہ آیا تو ہم کے بال پکڑ کر اسے دوزخ میں پھینکیں گے۔ دوسری ناصیہ پہلی ناصیہ سے بدل ہے اور کاذبہ اور خاطئۃ مجازاً ناصیہ کی صفت ہے، کیونکہ دراصل کاذب اور خطا کار صاحب ناصیہ ہے۔ علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا کہ بلاذری نے روائت ذکر کی کہ ایک دن ابوجہل ملعون نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ کعبہ کے پاس نماز پڑھ رہے ہیں اور بُرے

سُورَةُ اِنَّآ اَنْزَلْنَاهُ فِیْ لَیْلَۃِ الْقَدْرِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يُقَالُ الْمَطْلَعُ هُوَ الطُّلُوْعُ وَالْمَطْلِعُ هُوَ الْمَوْضِعُ الَّذِیْ يُطْلَعُ مِنْهُ اِنَّآ اَنْزَلْنَاهُ اَلْهَاءُ كِنَايَةٌ عَنِ الْقُرْاٰنِ اَنْزَلْنَاهُ مَخْرَجُ الْجَمْعِ وَالْمُنْزِلُ هُوَ اللّٰهُ وَالْعَرَبُ تُؤَكِّدُ فِعْلَ الْوَاحِدِ فَتَجْعَلُهُ بِلَفْظِ الْجَمْعِ لِيَكُوْنَ اَثْبَتَ وَاَوْكَدَ

بُرے ارادہ سے آپ کی طرف بڑھا تو پشت کے بل پھرا اور اُلٹے قدم ہاتھوں کے ذریعے بچتا ہوا واپس پھر گیا لوگوں نے پوچھا کیا ہوا ؟ وہ بولا میں نے اپنے اور محمد "صلی اللہ علیہ وسلم" کے درمیان آگ کی خندق اور ہولناک منظر اور پَر دیکھے ہیں۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر وہ میرے قریب آتا تو عذاب کے فرشتے اس کے جوڑ جوڑ علیحدہ کر دیتے ایک روایت میں ہے کہ بارہ فرشتے تھے جن کے سر آسمان تک اور پاؤں زمین پر تھے ۔ یہ حدیث عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی مرسل حدیث ہے کیونکہ اُنھوں نے ابوجہل کے کلام کا زمانہ نہیں پایا جبکہ وہ ہجرت سے تین برس قبل پیدا ہوئے تھے۔ لہٰذا اُنھوں نے یہ حدیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی صحابی سے سُنی ہے۔

سُوْرَۃُ اِنَّآ اَنْزَلْنَاهُ

اس کو سورۂ قدر بھی کہتے ہیں۔ اکثر کے نزدیک یہ سورت مدنی ہے۔ واحدی نے ذکر کیا کہ سب سے پہلے مدینہ منورہ میں یہ سورت نازل ہوئی۔ ابو العباس نے کہا یہ سورت مکی ہے۔ اس کی پانچ آیات ہیں۔ یعنی ہم نے قرآن کریم کو ایک ہی بار لیلۃ القدر میں لوحِ محفوظ سے پہلے آسمان پر نازل فرمایا اور اس کو بیت العزۃ میں رکھا۔ پھر ۲۳ برس کی مدت میں تدریجاً سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوتا رہا۔

سُوْرَةُ لَمْ يَكُنْ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مُنْفَكِّيْنَ زَائِلِيْنَ قَيِّمَةٌ اَلْقَائِمَةُ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ اَضَافَ الدِّيْنَ اِلَى الْمُؤَنَّثِ

قولہ المطلع " سے اس آئت کریمہ " سَلَامٌ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ " کی طرف اشارہ کیا۔ وہ سلامتی ہے صبح چمکنے تک ۔ کہا جاتا ہے کہ مَطْلَع بفتح اللام مصدر بمعنی طلوع ہے۔ کسائی نے لام پر کسرہ پڑھا ہے اور یہ ظرف مکان ہے اور وہ طلوع ہونے کی جگہ ہے۔ یہ دونوں معنوں میں مستعمل ہے۔ جوہری نے کہا مَطْلَع بفتح اللام و بکسرہا مصدر اور ظرف مستعمل ہے قولہ اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ " ہم نے اسے (قرآن کریم) شب قدر میں اتارا۔ ضمیر غائب کا مرجع قرآن کریم ہے قولہ اَنْزَلْنَا ۔ مخرج الجمع " یعنی اَنْزَلْنَاہ جمع کا صیغہ ہے حالانکہ نازل کرنے والا صرف اللہ ہی ہے لہٰذا اِنِّیْ اَنْزَلْتُ " چاہئے تھا۔ لیکن جمع میں تاکید ہے اور عرب زیادہ اثبات اور توکید کے لئے فعل واحد کی جمع کے لفظ سے تاکید کرتے رہتے ہیں۔ اس کا فائدہ یہ ہے کہ اس میں فاعل کی تعظیم ہے اس کو جمع تعظیم کہتے ہیں

سُوْرَہ لَمْ یَکُنْ

اس سورت کو مُنْفَكِّيْنَ " سورۂ قیامت اور سُوْرَۂ بَيِّنَہ بھی کہتے ہیں۔ جمہور کے نزدیک یہ سورت مدنی ہے۔ بعض مکی کہتے ہیں۔ قولہ مُنْفَكِّيْنَ سے اس آئت کریمہ لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ الآیۃ " کی طرف اشارہ کیا یعنی اہل کتاب کافر یہود و نصاریٰ اور مشرک اپنے دین چھوڑنے والے نہیں۔ جب تک ان کے پاس روشن دلیل نہ آ جائے۔ فک کے لغوی معنی فتح کے ہیں۔ اسی سے فکِ کتابت اور فکِ رہن ہے مُنْفَكِّيْنَ بمعنی زائلین ہے۔

قولہ قَيِّمَةٌ " سے اس آئت کریمہ " ذَالِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ " کی طرف اشارہ کیا۔ پھر القائمہ سے اس کی تفسیر کی۔ دین کی مؤنث کی طرف اضافت کی اور وہ ملت ہے قَيِّمَةٌ اس کی صفت اور موصوف محذوف ہے۔ یعنی دِيْنُ الْمِلَّةِ الْقَائِمَةِ الْمُسْتَقِيْمَہ " یعنی یہ سیدھی ملت کا دین ہے۔

٦٤٣٩ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ اِنَّ اللّٰهَ اَمَرَنِي اَنْ اَقْرَأَ عَلَيْكَ لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا قَالَ وَسَمَّانِي قَالَ نَعَمْ فَبَكٰى

٦٤٤٠ ـ حَدَّثَنَا حَسَّانُ بْنُ حَسَّانَ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأُبَيٍّ اِنَّ اللّٰهَ اَمَرَنِي اَنْ اَقْرَأَ عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ قَالَ اُبَيٌّ آللّٰهُ سَمَّانِي لَكَ قَالَ اللّٰهُ سَمَّاكَ فَجَعَلَ اُبَيٌّ يَبْكِي قَالَ قَتَادَةُ فَاُنْبِئْتُ اَنَّهُ قَرَأَ عَلَيْهِ لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ

٤٦٣٩ ـــ ترجمہ : انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُبی بن کعب سے فرمایا : اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تجھ پر سُورۂ لَمْ یَکُنْ پڑھوں اُبی نے کہا یا رسُولَ اللہ ! اللہ تعالیٰ نے میرا نام لیا ہے ؟ اور رونے لگے "

٤٦٣٩ ـــ شرح : حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا یہ رونا خوشی کا رونا تھا یا تقصیر کے ڈر سے روئے تھے اُنھوں نے اپنے نفس کو حقیر سمجھا اور تعجب کرتے ہوئے خوف کیا۔ کیونکہ نیک لوگ جب کسی شئی سے خوش ہوں تو اس میں خشیت اور خوف پیش نظر رکھتے ہیں۔ ابن ابی کعب نے سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس لئے پوچھا تھا کہ اللہ نے میرا نام لیا ہے کہ شائد اللہ تعالیٰ نے مطلق کسی امتی کے متعلق فرمایا ہو کہ اس پر قرآن پڑھیں اور ابی کے نام کی خصوصیت نہ ہو اسی لئے اس کی تحقیق کے لئے استفسار کیا

٤٦٤٠ ـــ ترجمہ : حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُبی بن کعب سے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تجھ پر قرآن پڑھوں۔ اُبی نے کہا کیا اللہ نے آپ سے میرا نام لیا ہے ؟ فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھ سے تمہارا نام ذکر کیا ہے۔ (یہ سُن کر) تو اُبی رونے لگے۔ قتادہ نے کہا مجھے خبر دی گئی ہے کہ آپ نے اُبی کے سامنے لَمْ یَکُنِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ اَہْلِ الْکِتَابِ تلاوت فرمائی "

۴۶۴۱ــــ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي دَاوُدَ أَبُو جَعْفَرٍ الْمُنَادِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا رَوْحٌ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ نَبِيَّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِأُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ إِنَّ اللهَ أَمَرَنِي أَنْ أُقْرِئَكَ الْقُرْآنَ قَالَ آللهُ سَمَّانِي لَكَ قَالَ نَعَمْ قَالَ وَقَدْ ذُكِرْتُ عِنْدَ رَبِّ الْعٰلَمِينَ قَالَ نَعَمْ فَذَرَفَتْ عَيْنَاهُ

۴۶۴۰ــــ شرح: امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اُبی کے سامنے قرآن پڑھنے کی حکمت میں مختلف اقوال ہیں۔ مختار قول یہ ہے کہ لوگ اہلِ فضل کے سامنے قرآن پڑھنا مسنون جانیں۔ اور اس سے روگردانی نہ کریں۔ بعض نے اس میں اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کی جلالت وفضیلت کی وضاحت ہے اور یہ کہ وہ اس اہل ہیں کہ اُن سے قرآن پڑھا جائے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں قرآن میں امام شمار کرتے تھے۔ اس فضیلت وجلالت میں کوئی بھی ان کے ہم پلہ نہیں۔ اس سورت کی قراءت کی تخصیص کا یہ سبب ہے کہ اس میں معاش، احوالِ دین توحید ورسالت، اعجازِ قرآن عبادت اور اخلاص کا ذکر ہے۔ اور لوگوں کے جنتی اور دوزخی ہونے اور نیک بخت و بدبخت ہونے اور بہتر و بد مخلوق اور بعثت سے پہلے اور بعد کے احوال مذکور ہیں۔ واللہ ورسولہ اعلم!

۴۶۴۱ــــ ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُبی بن کعب سے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تجھے قرآن پڑھاؤں۔ اُبی نے کہا کیا اللہ نے آپ سے میرا نام لیا ہے فرمایا ہاں! اُبی نے کہا پروردگارِ عالم کے حضور مجھے ذکر کیا گیا ہے؟ فرمایا ہاں اُبی کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔،،

۴۶۴۱ــــ شرح: سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُبی بن کعب سے فرمایا کہ میں قرآن پڑھ کر تمہیں بتاؤں کہ کس طرح پڑھنا چاہیئے۔ جیسا کہ استاذ طالب حدیث کے سامنے حدیث بیان کرتا ہے یا قاری قرآن متعلمین کو پڑھ کر سمجھاتے ہیں کہ اس طرح پڑھا کریں۔ لہٰذا اس حدیث اور پہلی حدیث میں منافات نہیں جبکہ اس حدیث میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اُبی سے ارشاد ہے کہ میں تجھے قرآن پڑھاؤں اور پہلی حدیث میں ہے میں تیرے سامنے قرآن پڑھوں۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ ورسولنا الاعلیٰ اعلم!

سُورَةُ إِذَا زُلْزِلَتِ الْأَرْضُ زِلْزَالَهَا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يُقَالُ أَوْحَىٰ لَهَا وَأَوْحَىٰ إِلَيْهَا وَوَحَىٰ لَهَا وَوَحَىٰ إِلَيْهَا وَاحِدٌ

بَابُ قَوْلِهِ مَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ

٤٦٤٢ — حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ أَبِي صَالِحٍ السَّمَّانِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْخَيْلُ لِثَلٰثَةٍ لِرَجُلٍ أَجْرٌ وَلِرَجُلٍ سِتْرٌ وَعَلَىٰ رَجُلٍ وِزْرٌ فَأَمَّا الَّذِي لَهُ أَجْرٌ فَرَجُلٌ رَبَطَهَا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ فَأَطَالَ فِي مَرْجٍ أَوْ رَوْضَةٍ فَمَا أَصَابَتْ فِي طِيَلِهَا ذٰلِكَ فِي الْمَرْجِ وَالرَّوْضَةِ كَانَ لَهُ حَسَنَاتٌ وَلَوْ أَنَّهَا قَطَعَتْ طِيَلَهَا فَاسْتَنَّتْ شَرَفًا أَوْ شَرَفَيْنِ كَانَتْ

سُورَۂ إِذَا زُلْزِلَتِ الْأَرْضُ زِلْزَالَهَا

اِس کو سُورَۂ زلزلہ بھی کہتے یہ سُورت مکّی ہے۔ اِس کی آٹھ آیات ہیں"

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قولہ فَمَنْ يَعْمَلْ الآیۃ مثقال بروزن مِفْعَال بمعنی وزن ہے۔
قولہ اَوْحٰى لَهَا "سے اس آیت کریمہ يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا بِأَنَّ رَبَّكَ أَوْحٰى لَهَا "کی طرف اشارہ کیا اس کی تفسیر میں کہا کہ اوحی لہا اور اَوْحٰى اِلَيْهَا، وَحٰى لَهَا اور وَحٰى اِلَيْهَا "استعمال میں یکساں ہیں اور دونوں لام اور اِلٰی سے متعدی ہوتے ہیں۔ ذَرَّہ کے معنی چیونٹی ہیں اور سُورج کی شعاع میں نظر آنے والے کو بھی ذرہ کہا جاتا ہے۔

اٰثَارُهَا وَاَرْوَاثُهَا حَسَنَاتٍ لَهٗ وَلَوْ اَنَّهَا مَرَّتْ بِنَهْرٍ فَشَرِبَتْ مِنْهُ وَلَمْ يُرِدْ اَنْ يَسْقِيَ بِهٖ كَانَ ذٰلِكَ حَسَنَاتٍ لَهٗ وَهِيَ لِذٰلِكَ الرَّجُلِ اَجْرٌ وَرَجُلٌ رَبَطَهَا تَغَنِّيًا وَتَعَفُّفًا ثُمَّ لَمْ يَنْسَ حَقَّ اللّٰهِ فِيْ رِقَابِهَا وَلَا ظُهُوْرِهَا فَهُوَ لَهٗ سِتْرٌ وَرَجُلٌ رَبَطَهَا فَخْرًا وَّرِيَاءً وَّنِوَاءً فَهِيَ عَلٰى ذٰلِكَ وِزْرٌ وَسُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْحُمُرِ قَالَ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيَّ فِيْهَا اِلَّا هٰذِهِ الْاٰيَةَ الْفَاذَّةَ الْجَامِعَةَ مَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد "اور جو ایک ذرہ بھر برائی کرے اسے دیکھے گا"

۴۶۴۲ ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گھوڑے تین طرح کے لوگوں کے لئے ہوتے ہیں۔ ایک گھوڑا کسی شخص کے لئے ثواب کا ذریعہ ہوتا ہے کسی کے لئے بچاؤ کا سبب اور کسی کے لئے گناہ کا باعث ہے۔ ثواب کا ذریعہ اس شخص کے لئے ہے جس نے اس کو اللہ کی راہ میں باندھا اور اس کی رسی چراگاہ یا باغ میں لمبی کر دی جس قدر وہ چراگاہ یا باغ میں چارہ کھائے گا وہ اس کے لئے نیکیاں ہوں گی اور اگر اس کی رسی ٹوٹ جائے اور وہ ایک یا دو بلندیاں دوڑ جائے تو اس کے قدموں کے آثار اور اس کی لید اس شخص کے لئے نیکیاں ہوں گی۔ اور اگر وہ نہر کے پاس سے گزرے اور اس سے پانی پیئے؛ حالانکہ اس کا پانی پلانے کا ارادہ نہیں تھا یہ اس کی نیکیاں ہوں گی پس یہ گھوڑا اس کے ثواب کا ذریعہ ہے اور جس شخص نے اس کو مال داری کی وجہ سے اور لوگوں سے سوال سے بچاؤ کے لئے باندھا پھر اس کی گردن اور پیٹھ کے متعلق اللہ کا حق نہ بھولا یہ اس کے لئے بچاؤ کی صورت ہوگا اور جس نے فخر اور ریاء کے طور پر اور مسلمانوں سے دشمنی کے لئے باندھا وہ اس کے گناہ کا باعث ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گدھوں کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا اس کے متعلق مجھ پر کوئی آیت نہیں اتری سوا اس جامع تنہا آیت کے: "فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ الْاٰيَةَ"

سُورَةُ الْقَارِعَةِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ كَغَوْغَاءِ الْجَرَادِ يَرْكَبُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا كَذٰلِكَ النَّاسُ يَجُوْلُ بَعْضُهُمْ فِیْ بَعْضٍ كَالْعِهْنِ كَأَلْوَانِ الْعِهْنِ وَقَرَأَ عَبْدُ اللّٰهِ كَالصُّوْفِ

لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ" کی طرف اشارہ کیا اور اس کی تفسیر میں کہا : لِاَجْلِ الْخَيْرِ" اس تفسیر میں یہ اشارہ ہے کہ لِحُبِّ الْخَيْرِ" میں لام تعلیل کے لئے ہے۔ یعنی انسان مال کی خواہش کے سبب بخیل ہے۔ شدید بمعنی بخیل ہے۔ بخیل کو شدید کہا جاتا ہے۔

قولہ حُصِّلَ" سے اس آیت کریمہ : وَحُصِّلَ مَا فِی الصُّدُوْرِ" کی طرف اشارہ کیا اور حُصِّلَ کی تفسیر مُیِّزَ سے کی یعنی جو کچھ سینوں میں ہے کھول دیا جائے گا اور وہ جدا جدا کر دیا جائے گا۔ بعض نے حُصِّلَ بمعنی جمع کہا ہے بعض نے بمعنی اُخْرِجَ اور بعض نے بمعنی اُظْهِرَ کہا ہے۔ واللہ اعلم!

سُورۂ قارعہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ سورت مکّی ہے۔ اس کی گیارہ آیات ہیں۔ قارعہ بمعنی قیامت ہے کیونکہ قیامت دلوں کو ہلا دے گی

قولہ کَالْفَرَاشِ" سے اس آیت کریمہ : يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ" کی طرف اشارہ کیا اور فراش مبثوث کی تفسیر کَغَوْغَاءِ الْجَرَادِ" سے کی یعنی جس دن آدمی پھیلے ہوئے پروانوں کی طرح ہوں گے اور پہاڑ دھنی ہوئی روئی جیسے ہوں گے۔ جس طرح وہ شعلہ پر گرنے کے وقت منتشر ہوتے ہیں اور ان کے لئے کوئی ایک جہت معین نہیں ہوتی۔ ہر ایک دوسرے کے خلاف جہت جاتا ہے۔ یہی حال روز قیامت خلق کے انتشار کا ہوگا۔ کَغَوْغَاءِ الْجَرَادِ" ٹڈی دل کی طرح جو ایک دوسرے پر سوار ہوتے ہیں۔ ایسے ہی لوگ ایک دوسرے پر جمع ہوں گے۔ قیامت کے دن لوگوں کے ایک دوسرے پر گرنے کو ٹڈی دل

سُورَةُ اَلۡهٰكُمُ التَّكَاثُرُ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

وَقَالَ ابۡنُ عَبَّاسٍ اَلتَّكَاثُرُ مِنَ الۡاَمۡوَالِ وَالۡاَوۡلَادِ ۔

کے ساتھ کثرت اور خواری اور پریشانی میں تشبیہ دی ۔
قولہ کالعھن ۔ "دھنی ہوئی رنگ برنگی روئی کی طرح جس کے اجزاء متفرق ہوکر اُڑتے ہیں یہی حال قیامت کے ہول و دہشت سے پہاڑوں کا ہوگا" ۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا قیامت کے دن پہاڑوں کے اجزاء اُڑتے نظر آئیں گے حتی کہ وہ دھنی ہوئی روئی کی طرح ہوں گے جو دھنتے وقت اڑتے ہیں ۔ جب عظیم اور سخت پہاڑوں میں قارعہ کی یہ تاثیر ہے تو قارعہ کی آواز سننے کے وقت انسان جیسی ضعیف مخلوق کا حال کیسا ہوگا ؟

سُورۂ اَلۡهٰكُمُ التَّكَاثُرُ

اس کو سورۂ تکاثر بھی کہتے ہیں ۔ یہ سورت مکیہ ہے ۔ اس کی آٹھ آیات ہیں

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اَلۡهٰكُمُ التَّكَاثُرُ کی تفسیر میں کہا تمہیں اموال و اولاد کی کثرت نے اللہ کی طاعت سے غافل رکھا ۔ قتادہ نے کہا یہ سورت یہودیوں کے حق میں نازل ہوئی ۔ جب اُنھوں نے کہا ہم فلاں قبیلہ سے زیادہ ہیں اور فلاں قبیلہ فلاں سے اکثر ہے ۔ ان کو اس نے مشغول رکھا حتی کہ وہ گمراہ مرگئے "

سُوْرَةُ وَالْعَصْرِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یُقَالُ الدَّھْرُ اُقْسِمَ بِہٖ

سُوْرَةُ وَیْلٌ لِّکُلِّ ھُمَزَةٍ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحُطَمَةُ اسْمُ النَّارِ مِثْلُ سَقَرَ وَ لَظٰی

سُوْرَۂ عصر

یہ سُورت مکّی ہے اس کی تین آیات ہیں

یحیٰی نے کہا عصر یعنی دہر ہے کہ اس کی اللہ نے قسم کھائی ہے۔ حسن بصری نے کہا رات دن کی گھڑیوں میں سے ایک گھڑی ہے۔ مقاتل نے کہا، اس کے معنیٰ نمازِ عصر ہے۔ بعض نے کہا دراصل وَرَبِّ العصر ہے۔ یہ بہترین تفسیر ہے۔ بعض نے کہا دوسرے زمانوں پر اس کے کمالِ شرف کے اعتبار سے اس سے عصرِ نبوت مراد ہے۔

مجاہد نے کہا "اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ" میں خُسر کے معنی گمراہی ہیں پھر اس سے "اِلَّا" کے ساتھ مومنوں کو مستثنیٰ کیا یعنی وہ خسارے میں نہیں"

سُوْرَۂ ھُمَزَہ

یہ سُورت مکی ہے۔ اس کی نو آیات ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا "ھُمَزہ" وہ لوگ ہیں جو دو دو

سُوْرَۃُ اَلَمْ تَرَکَیْفَ فَعَلَ رَبُّکَ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قَالَ مُجَاهِدٌ اَبَابِيْلَ مُتَتَابِعَةً مُجْتَمِعَةً وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ سِجِّيْلٍ مِنْ سَنْكِ وَكِلْ

کے درمیان جدائی ڈالنے کے لئے چغلی کرتے ہیں۔ قتادہ نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کے گوشت کھاتے ہیں اور ان کی غیبت و چغلی کرتے ہیں"۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قولہ الحطمۃ" سے اس آیت کریمہ کَلَّا لَيُنْبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ" کی طرف اشارہ کیا اور اس کی تفسیر میں کہا یہ دوزخ کا نام ہے جیسے سقر اور لظیٰ دوزخ کے نام ہیں اس کو حطمہ اس لئے کہتے ہیں کہ یہ توڑ دیتی ہے۔

سُوْرَۃُ اَلَمْ تَرَ کَیْفَ

اس کو سورۂ فیل بھی کہتے ہیں یہ مکی ہے۔ اس کی پانچ آیات ہیں۔

اَلَمْ تَرَ سے مراد اَلَمْ تَعْلَمْ ہے۔ فراء نے کہا کیا آپ کو حبشہ اور فیل کی خبر نہیں پہنچی؟ انھوں نے یہ تفسیر اس لئے کی کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب فیل کے سال تولد فرمایا تھا۔ آپ نے بظاہر بچشم سر یہ واقعہ دیکھا نہیں۔

قولہ ابابیل" سے اس آیت کریمہ "وَاَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ" کی طرف اشارہ کیا۔ مجاہد نے اس کی تفسیر مُتَتَابِعَة مجتمع سے کی یعنی اُن پر ابابیل لگاتار جھنڈ کے جھنڈ بھیجے"۔ ثعلبی نے کہا ابابیل بہت زیادہ پھیلے ہوئے ایک دوسرے پر جمع تھے۔ نسفی کی تفسیر میں ہے کہ ابابیل ابال کی جمع ہے۔ کہا گیا ہے ابابیل عبادیل کی طرح ہے اس کا واحد نہیں۔ بعض نے کہا یہ اَبُّول کی جمع ہے۔ جیسے عجول کی جمع عجاجیل ہے۔ ایک روایت میں ہے۔ یہ پرندے اونٹ کی شکل کے تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے ان کے دانت درندوں کے دانتوں جیسے تھے۔ ایسے پرندے پہلے اور بعد میں کبھی نہیں دیکھے گئے۔ (عینی)

سُوْرَةُ لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَقَالَ مُجَاهِدٌ لِاِیْلٰفِ اَلِفُوْا ذٰلِكَ فَلَا یَشُقُّ عَلَیْهِمْ فِی الشِّتَآءِ وَالصَّیْفِ وَاٰمَنَهُمْ مِنْ كُلِّ عَدُوِّهِمْ فِیْ حَرَمِهِمْ وَقَالَ ابْنُ عُیَیْنَةَ لِنِعْمَتِیْ عَلٰی قُرَیْشٍ

قولہ سِجِّیْلٍ،، سے اس آیت کریمہ : تَرْمِیْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّیْلٍ،، کی طرف اشارہ کیا۔ اور سجیل کی تفسیر سنگ وگل سے کی یہ فارسی لغت ہے۔

ابابیل سمندر کی جانب سے فوج فوج آئیں۔ ہر ایک کے پاس تین تین کنکریاں تھیں۔ دو دو پاؤں میں اور ایک ایک چونچ میں تھی۔ جس پر پرندے سنگریزہ چھوڑتے وہ سنگریزہ اس کے خود کو توڑ کر سر سے نکل کر جسم کو چیر کر ہاتھی میں سے گذر کر زمین میں پہنچا ہر سنگریزہ پر اس شخص کا نام لکھا تھا جو اس سنگریزہ سے ہلاک کیا گیا قسطلانی نے کہا سجیل بمعنی دیوان اور دفتر ہے۔ اس میں کفار کا عذاب لکھا ہوا ہے۔ معنیٰ یہ ہیں کہ جو عذاب دیوان میں لکھا ہوا تھا اور وہ اللہ تعالیٰ نے کتاب میں لکھا ہے۔ اس عذاب میں ابابیل کنکریاں لا کر پھینکتے تھے۔

سُوْرَہ لِاِیْلٰفِ

اس کو سورۃ قریش بھی کہتے ہیں۔ ابو العباس نے کہا یہ سورت مکی ہے۔ ضحاک اور عطاء نے کہا یہ مدنی ہے اس کی چار آیات ہیں۔ مجاہد نے کہا ان کے محبت و میلان کرنے کے اعتبار سے یہ ہے کہ ان پر سردی اور گرمی میں سفر کرنا مشکل نہیں جبکہ وہ سردی میں یمن کی طرف اور گرمی میں شام کی طرف سفر کیا کرتے تھے۔

قولہ لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ،، یہ اس آیت کریمہ : فَلْیَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَیْتِ،، سے متعلق ہے۔ یعنی اگر دوسری بے شمار نعمتوں کے باوجود یہ اللہ کی عبادت نہیں کرتے تو کم از کم اس خاص نعمت کے باعث ہی اس گھر کے رب کی عبادت کریں کہ اس میں ان کے لئے تجارت وغیرہ کے منافع پائے جاتے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ہر سال میں دو سفروں کی رغبت دلائی ان کی محبت ان میں ڈالی۔ سردی کے موسم میں یمن کا سفر اور گرمی

سُوْرَةُ أَرَءَيْتَ الَّذِى

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَقَالَ مُجَاهِدٌ يَدُعُّ يَدْفَعُ عَنْ حَقِّهِ يُقَالُ هُوَ مِنْ دَعَعْتُ يُدَعُّوْنَ يُدْفَعُوْنَ سَاهُوْنَ لَاهُوْنَ وَالْمَاعُوْنَ الْمَعْرُوْفُ كُلُّهُ وَقَالَ بَعْضُ الْعَرَبِ الْمَاعُوْنُ الْمَاءُ وَقَالَ عِكْرِمَةُ أَعْلَاهَا الزَّكٰوةُ الْمَفْرُوْضَةُ وَأَدْنَاهَا عَارِيَةُ الْمَتَاعِ

کے موسم میں شام کا سفر کہ قریش تجارت کے لئے ان موسموں میں یہ سفر کرتے تھے اور ہر جگہ کے لوگ انہیں اہل حرم کہتے تھے اور ان کی عزت و حرمت کرتے تھے۔ یہ ان پر ایک خاص نعمت ہے۔ بعض کہتے ہیں پہلی سورت آیت کریمہ "فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ" سے متعلق ہے یعنی ان کو کھائے ہوئے گھاس کی طرح کر دیا تاکہ قریش کی تالیف ہو۔ کسائی اور اخفش نے کہا۔ لِاِیلاف کا لام تعجب کے لئے ہے۔ یعنی قریش کے سردی گرمی کے سفر سے محبت کرنے اور اس گھر کے رب کی عبادت ترک کرنے پر تعجب دامن گیر ہوتا ہے۔ قریش نضر بن کنانہ کی اولاد ہیں۔ قولہ تعالیٰ اٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ، اللہ تعالیٰ نے قریش کو حرم میں ان کے ہر دشمن سے بے خوف کیا ہے اور وہ قتل وغیرہ سے امن میں ہیں۔

سفیان بن عیینہ نے کہا ایلاف بمعنی انعام بھی آتا ہے یعنی قریش پر میری نعمت کے سبب سے کہ وہ ان دو سفروں سے محبت کرتے ہیں۔

سُوْرَةُ أَرَءَيْتَ

اس کو سُوْرَةُ ماعون بھی کہتے ہیں یہ مکی ہے۔ اس کی سات آیات ہیں

مجاہد نے کہا يَدُعُّ بمعنی يَدْفَعُ عَنْ حَقِّهٖ ہے یعنی یتیم کو اس کے حق سے دور کرتا ہے اور دھکے دیتا ہے۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ ابوجہل ایک یتیم کا وصی تھا۔ ایک روز وہ برہنہ آیا کہ ابوجہل سے اپنا مال لے اس نے اس کو دھکے دیئے اور بہت سختی کی یا ولید بن مغیرہ یا ابوسفیان کے بارے میں نازل ہوئی کہ ایک روز

سُورَۃُ اِنَّا اَعْطَیْنٰكَ الْكَوْثَرَ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ شَانِئَكَ عَدُوَّكَ

بر ہنہ یتیم نے اس سے کپڑے کا سوال کیا تو اُس نے اس کو لاٹھی سے مارا اور دھکے دے کر نکال دیا۔

قولہ یُقَالُ الخ یعنی کہا جاتا ہے کہ یہ دَعْدَعَتْ سے مشتق ہے۔ اور یہ ماضی کا صیغہ ہے۔ ضمیر متکلم کے باعث ادغام نہیں کیا گیا۔

قولہ یَدُعُّوْنَ معنی یَدْفَعُوْنَ ہے حسن بصری اور ابو رجاء کی قراءت میں یہ مخفف ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح منقول ہے۔

قولہ سَاھُوْنَ ،، سے اس آیت کریمہ فَوَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَ الَّذِیْنَ ھُمْ عَنْ صَلٰوتِھِمْ سَاھُوْنَ " کی طرف اشارہ کیا۔ پھر لَاھُوْنَ سے اس کی تفسیر کی۔ یعنی اُن نمازیوں کی خرابی ہے جو اپنی نماز سے بھولے بیٹھے ہیں اور کھیلتے ہیں، سستی کرتے ہیں۔ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے کہا نماز کو اپنے وقت سے مؤخر کرتے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔ یہ لوگ منافق ہیں جو خفیۃً نماز ترک کر دیتے ہیں جبکہ لوگوں سے اوجھل ہوں اور ان کے سامنے نماز پڑھ لیتے ہیں۔ قتادہ نے کہا نماز کی پرواہ نہیں کرتے پڑھیں یا نہ پڑھیں۔

قولہ اَلْمَاعُوْن ،، سے اس آیت کریمہ ،، وَیَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْن ،، کی طرف اشارہ کیا اور اس کی تفسیر میں تین اقوال ذکر کئے ہر معروف شئی جو لوگ آپس میں لیتے دیتے ہیں جیسے ڈول، تیشہ، ہنڈی، چمچہ وغیرہ۔

سعید بن مسیب، زہری اور مقاتل نے کہا لغتِ قریش میں ماعون پانی ہے۔ تیسرا قول عکرمہ کا ہے کہ اس کا اعلیٰ درجہ زکوٰۃ مفروضہ اور ادنیٰ مرتبہ سامان کا عاریۃً دینا ہے یعنی ماعون جامع نام ہے جو گھریلو ہر سامان کو شامل ہے۔ بعض نے کہا ماعون وہ ہے جس کا منع کرنا جائز نہیں جیسے پانی اور نمک وغیرہ "

سُورَۃُ اِنَّا اَعْطَیْنٰكَ الْكَوْثَرَ

اس کو سورۃ کوثر بھی کہتے ہیں یہ سورت مکی ہے۔ ان کی تین آیات ہیں۔ بعض نے کہا یہ سورت مدنی

۴۶۴۶ـ حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ اَنَسٍ قَالَ لَمَّا عُرِجَ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى السَّمَاءِ قَالَ اَتَيْتُ عَلٰى نَهَرٍ حَافَتَاهُ قِبَابُ اللُّؤْلُؤِ مُجَوَّفٌ فَقُلْتُ مَا هٰذَا يَا جِبْرِيْلُ قَالَ هٰذَا الْكَوْثَرُ ۴۶۴۷ـ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ يَزِيْدَ الْكَاهِلِيُّ قَالَ

ہے لیکن صحیح تر یہ ہے کہ مکی ہے۔

قولہ شَانِئَكَ " سے آیت کریمہ : اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ "، کی طرف اشارہ کیا اور عدو سے اس کی تفسیر کی۔ کفار قریش ابوجہل وغیرہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ابتر کہتے تھے کیونکہ اس وقت آپ کی اولاد نہ تھی۔ ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی کہ یہی لوگ ابتر ہیں۔ حق یہی ہے کہ آج سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد شرق و غرب میں پھیلی ہوئی ہے اور ابوجہل لعین اور اس جیسے دوسرے کافروں کا نشان تک باقی نہیں رہا۔ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کیا خوب فرمایا ؎

مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے اعدا تیرے ✽ نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا، "صلی اللہ علیہ وآلہ و بارک وسلم"

۴۶۴۶ــــ ترجمہ : انس رضی اللہ عنہ نے کہا جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو آسمانوں پر لے جایا گیا۔ آپ نے فرمایا میں ایک نہر پر آیا جس کے دونوں کنارے موتیوں کے قبے تھے جو اندر سے خالی تھے۔ میں نے کہا اے جبرائیل یہ کیا ہے انہوں نے کہا یہ کوثر ہے

۴۶۴۶ــــ شرح : کوثر بروزن فوعل ہے۔ ہر وہ شئی جس کی تعداد اور مقدار بکثرت ہو عرب اس کو کوثر کہتے ہیں۔ جمہور نے کہا کوثر حوض ہے۔ بعض نے کہا کوثر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حوض ہے۔ قاضی عیاض نے کہا حوض کے بارے میں تمام احادیث صحیح ہیں۔ اس پر ایمان رکھنا فرض ہے اور اس کی تصدیق کرنا ایمان ہے۔ اہل سنت و جماعت کے نزدیک اس میں کوئی تاویل نہیں۔ یہ اپنے ظاہر پر ہے۔ جبکہ اس کی حدیث تواتر سے منقول ہے۔

قولہ قباب اللؤلؤ "، مجوف "، مجوف مرفوع مبتدا محذوف کی خبر ہے۔

حافتاہ "، اس کے دونوں کنارے۔

۴۶۴۷ــــ ترجمہ : ابو عبیدہ عامر بن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت انہوں نے ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہوئے کہا کہ میں نے

حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَ سَأَلْتُهَا عَنْ قَوْلِهِ تَعَالَى إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ قَالَتْ نَهَرٌ أُعْطِيَهُ نَبِيُّكُمْ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَاطِئَاهُ عَلَيْهِ دُرٌّ مُجَوَّفٌ آنِيَتُهُ كَعَدَدِ النُّجُومِ وَرَوَاهُ زَكَرِيَّا وَأَبُو الْأَحْوَصِ وَمُطَرِّفٌ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ

۴۶۴۸ — حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُو بِشْرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ قَالَ فِي الْكَوْثَرِ هُوَ الْخَيْرُ الَّذِي أَعْطَاهُ اللهُ إِيَّاهُ قَالَ أَبُو بِشْرٍ قُلْتُ لِسَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ فَإِنَّ نَاسًا يَزْعُمُونَ أَنَّهُ نَهَرٌ فِي الْجَنَّةِ فَقَالَ سَعِيدٌ النَّهَرُ الَّذِي فِي الْجَنَّةِ مِنَ الْخَيْرِ الَّذِي أَعْطَاهُ اللهُ إِيَّاهُ

اُن سے اللہ تعالیٰ کے قول : اِنَّا اَعْطَیْنَاکَ الْکَوْثَرَ ،، کے معنی پوچھے تو اُنھوں نے فرمایا وہ نہر ہے جو تمہارے نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کی گئی ہے اس کے دو کنارے ہیں ہر ایک پہ موتی ہیں جو اندر سے خالی ہیں۔ اس کے کوزوں کی تعداد ستاروں کی تعداد جیسی ہے۔ اس کی زکریا بن ابی زائد، ابوالاحوص سلام بن سلیم اور مطرف بن طریف نے ابواسحاق سے روایت کی ہے۔

۴۶۴۸ — شرح : سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کے قول سے ام المؤمنین عائشہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہم کے اقوال جامع ہیں۔ الحاصل ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول اُن سب اقوال کو شامل ہے جو کوثر کی تفسیر میں مذکور ہیں کیونکہ یہ تمام وہی خیر ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عطا کی ہے۔ اس تفسیر سے ظاہر ہے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو خیر کثیر عطا کی۔ نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کی تصریح کے مطابق حکمت کے معلم ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ” وَیُعَلِّمُ الْحِکْمَۃَ ،، حکمت کا معلم وہی ہوتا ہے جو منبع حکمت ہو اور جسے حکمت دی جائے اس کو خیر کثیر مل جاتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے : وَمَنْ یُّؤْتَ الْحِکْمَۃَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا ،، نصوص قرآن سے یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ سید عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیر کثیر جمع کی ہے۔ اس تقریر سے قرآن کریم کی اس آیت کریمہ لَوْ کُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ لَاسْتَکْثَرْتُ مِنَ الْخَیْرِ ،، اگر میں غیب

سُورَۂ قُلْ یٰاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یُقَالُ لَکُمْ دِیْنُکُمْ اَلْکُفْرُ وَلِیَ دِیْنِ الْاِسْلَامُ وَلَمْ یَقُلْ دِیْنِیْ لِاَنَّ الْاٰیَاتِ بِالنُّوْنِ فَحُذِفَتِ الْیَآءُ کَمَا قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی فَھُوَ یَھْدِیْنِ وَیَسْقِیْنِ وَقَالَ غَیْرُہٗ لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ الْاٰنَ وَلَآ اُجِیْبُکُمْ فِیْمَا بَقِیَ مِنْ عُمْرِیْ وَلَآ اَنْتُمْ عَابِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ وَھُمُ الَّذِیْنَ قَالَ وَلَیَزِیْدَنَّ کَثِیْرًا مِّنْھُمْ مَّا اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ طُغْیَانًا وَّکُفْرًا

غیب جانتا تو خیر کثیر جمع کر لیتا،، کا مفہوم واضح ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب کا علم عطاء کیا ہے، کیونکہ قضیہ شرطیہ میں تالی کے رفع سے مقدم کا رفع ہوتا ہے۔ چونکہ اس میں با قتضاء حرف لو مقدم اور تالی دونوں منفی ہیں۔ لہٰذا نتیجہ اثبات میں ہوگا اور" لَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ ،، کہ اللہ رسول کو غیب پر مطلع کرتا ہے،، سے اس نتیجہ کو تقویت پہنچتی ہے لہٰذا قرآن کی اس آیت کریمہ: "لَا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰهُ،، کا مفہوم واضح ہو گیا کہ زمین و آسمان میں بذاتِ خود غیب جاننے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے اور حضرات انبیاء کرام اور رسل عظام علیہم التحیۃ والسلام اللہ کے بتانے سے جانتے ہیں۔ واللہ و رسولہ اعلم!

سُورَۂ قُلْ یَا اَیُّھَا الْکَافِرُوْن

اس کو سورۂ کافرون بھی کہتے ہیں۔ یہ سورت مکی ہے۔ اس کی چھ آیات ہیں اس میں مکہ والوں کو خطاب ہے جبکہ اہل مکہ ولید بن مغیرہ، عاص بن وائل، حارث بن قیس سہمی، اسود بن یغوث، اسود بن عبد المطلب اور امیۃ بن خلف نے کہا اے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ہمارا دین تسلیم کریں ہم تمہارا دین تسلیم کر لیں گے اور آپ کو

اپنے امور میں شریک کرلیں گے۔ آپ ایک سال ہمارے بتوں کی پوجا کریں۔ ہم ایک سال تمہارے رب کی عبادت کریں گے۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا معاذ اللہ! میں اللہ کا شریک کیسے کرسکتا ہوں تو اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل فرمائی۔

قولہٗ لَکُمْ دِیْنُکُمْ " سے اس آیت کریمہ " لَکُمْ دِیْنُکُمْ وَلِیَ دِیْنِ " نازل فرمائی۔ تمہارے لئے تمہارا دین کفر ہے اور میرے لئے میرا دین اسلام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دِیْنِیْ " نہیں فرمایا، کیونکہ آیات کے آخر میں نُون ہے۔ اس لئے اس کی رعایت کے لئے یاء کو حذف کر دیا ہے۔ تاکہ آیات کے اواخر نون پر موافق ہوں۔ جیسے یَہْدِیْنِ اور یَشْفِیْنِ " اصل میں یہدینی اور یشفینی تھے یاء کو حذف کرکے نون پر کسرہ کر دیا تاکہ حذفِ یاء پر دلالت کرے یا بدیع کی قسم ہے۔

قولہ قَالَ غَیْرُہٗ " ظاہر یہی ہے کہ غیرہ کو حذف کیا جاتا کیونکہ فراء سے پہلے اور کسی کا تذکرہ نہیں جو فراء کا غیر ہو جبکہ مذکور تفسیر فراء نے کی ہے " یعنی اب کا فرو! جس کی تم اب عبادت کرتے ہو میں اس کی عبادت نہیں کروں گا اور نہ ہی اپنی بقیہ زندگی میں تمہاری دعوت قبول کروں گا اور جس کی میں عبادت کرتا ہوں اس کی تم عبادت نہیں کرتے ہو یہ وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ جو تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل ہوا ہے وہ ان کافروں میں سے بہتوں کی سرکشی اور کفر کو زیادہ کرے گا۔

قولہ لَا اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ " اللہ تعالیٰ نے مَنْ اَعْبُدُ نہیں فرمایا، کیونکہ کلمہ مَا مَنْ سے عام ہے اور یہاں عموم کا اعتبار ہے یا صفت مراد ہے گویا کہ فرمایا لَا اَعْبُدُ الْبَاطِلَ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْبُدُوْنَ الْحَقَّ " میں باطل کی عبادت نہیں کرتا، حالانکہ تم حق کی عبادت نہیں کرتے ہو یا مَا مصدریہ ہے یعنی لَا اَعْبُدُ عِبَادَتَکُمْ وَلَا تَعْبُدُوْنَ عِبَادَتِیْ " پھر اس میں تکرار تاکید کے لئے کیونکہ عرب تاکید اور افہام کے لئے تکرار کرتے رہتے ہیں۔ جیسے تخفیف و ایجاز کے لئے اختصار کرتے ہیں۔

علامہ کرمانی نے کہا جس کی تم عبادت کرتے ہو میں حال اور استقبال میں اس کی عبادت نہیں کرتا اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ لَا اَعْبُدُ حال کے لئے حقیقت اور استقبال کے لئے مجاز ہے یا بالعکس یا یہ مشترک ہے یہ دونوں جمع کیسے ہوسکتے ہیں اس کا جواب یہ ہے۔ شافعی اس کو مطلق جائز کہتے ہیں اور احناف عمومِ مجاز مراد لیتے ہیں۔ اس میں حقیقت اور مجاز دونوں کا ارادہ جائز ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم!

علامہ قسطلانی نے کہا اس سورت میں " مَا " بمعنی الذی ہے۔ اگر اس سے بت مراد ہیں جیسے پہلی اور تیسری آیت کریمہ میں ہے۔ تو بات واضح ہے کیونکہ بت ذی عقل نہیں اور مَا دراصل غیر عقلا کے لئے استعمال ہوتا ہے اور اگر اس سے باری تعالیٰ مراد ہے جیسے دوسری اور چوتھی آیات میں ہے تو یہ مصدریہ ہے یعنی لَا اَعْبُدُ عِبَادَتَکُمْ وَلَا اَنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ عِبَادَتِیْ یعنی میں تمہاری عبادت کی مثل عبادت نہیں کرتا اور تم میری عبادت کی مثل عبادت نہیں کرتے ہو۔ ابو مسلم نے کہا پہلی دو میں مَا بمعنی اَلَّذِیْ ہے اور مقصود معبود ہے

سُوْرَةُ اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

۴۶۴۹ — حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ رَبِيعٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوالْاَحْوَصِ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِي الضُّحٰى عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةً بَعْدَ اَنْ نَزَلَتْ عَلَيْهِ اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ اِلَّا يَقُوْلُ فِيْهَا سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ يَتَاَوَّلُ الْقُرْاٰنَ —

اور دُوسری دو میں" مَا " مصدریہ ہے یعنی تمہاری عبادت جیسی عبادت نہیں کرتا ہوں جو شک پر مبنی ہے اور نہ تم میری عبادت جیسی عبادت کرتے ہو جو یقین پر مبنی ہے ۔ الحاصل لفظ مَا بمعنی الذی ہے یا مصدریہ ہے اور پہلے دو بمعنی الذی ہیں اور دوسرے دو مصدری ہیں۔ واللہ ورسولہ اعلم!

سُوْرَهٔ اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ

اس کو سورۂ نصر بھی کہتے ہیں۔ ابوالعباس نے کہا بلاخوف یہ سورت مدنی ہے۔ اس کی تین آیات ہیں ۔ ابن نقیب نے کہا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا یہ آخری سورت ہے جو قرآن میں نازل ہوئی ہے۔ واحدی نے کہا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوہ حنین سے واپسی میں یہ سورت نازل ہوئی۔ اس کے نزول کے بعد آپ دو سال حیات رہے ۔ مقاتل نے کہا جب یہ سورت نازل ہوئی اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے سامنے پڑھا تو وہ بہت خوش ہوئے جب ابن عباس رضی اللہ عنہما نے سُنا تو وہ رونے لگے ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہیں کس نے رولایا ہے ۔ عرض کیا حضور اس میں آپ کی وفات کی خبر دی گئی ہے۔ فرمایا تم نے سچ کہا ہے۔ اس کے بعد آپ اسی روز حیات رہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے سر کو مسح کیا اور فرمایا اے اللہ اس کو دین میں سمجھ اور تاویل کا علم عطاء فرما (عینی)

باب قَولُ اللهِ وَرَاَیتَ النَّاسَ یَدخُلُونَ فِی دِینِ اللهِ اَفوَاجًا

۴۶۵۱ - حَدَّثَنَا عَبدُ اللهِ بنُ اَبِی شَیبَۃَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبدُ الرَّحمٰنِ عَن سُفیَانَ عَن حَبِیبِ بنِ اَبِی ثَابِتٍ عَن سَعِیدِ بنِ جُبَیرٍ عَنِ ابنِ عَبَّاسٍ اَنَّ عُمَرَ سَاَلَھُم عَن قَولِہٖ تَعَالٰی اِذَا جَآءَ نَصرُ اللهِ وَالفَتحُ قَالُوا فَتحُ المَدَائِنِ وَالقُصُورِ قَالَ مَا تَقُولُ یَا ابنَ عَبَّاسٍ قَالَ اَجَلٌ اَومَثَلٌ ضُرِبَ لِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللهُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ نُعِیَت لَہٗ نَفسُہٗ

بِسمِ اللهِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ ط

۴۶۴۹ ترجمہ: ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر سورۂ "اِذَا جَآءَ نَصرُ اللهِ" کے نازل ہونے کے بعد آپ نے کوئی نماز نہ پڑھی مگر اس میں یہ کہتے تھے: "سُبحَانَکَ رَبَّنَا وَبِحَمدِکَ اَللّٰھُمَّ اغفِرلِی" اے اللہ تو پاک ہے اے اللہ میں تیری حمد و ثنا کرتا ہوں میرے لئے مغفرت فرما۔ قرآن کے مامور بہ پر عمل کرتے تھے۔

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد! تم لوگوں کو دیکھو گے کہ وہ فوجوں کی فوجیں اللہ کے دین میں داخل ہوں گے

۴۶۵۱ ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کریمہ: "اِذَا جَآءَ نَصرُ اللهِ وَالفَتحُ" کے متعلق پوچھا تو اُنھوں نے کہا اس میں شہروں اور محلات کی فتح کی خوشخبری ہے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابن عباس (رضی اللہ عنہما) تم کیا کہتے ہو۔ اُنھوں نے کہا مدت ہے یا مثال ہے جو محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بیان کی گئی ہے۔ اور آپ کی وفات کی خبر دی گئی ہے۔

باب قوله فسبح بحمد ربك واستغفره انه كان توابا
تواب على العباد والتواب من الناس التائب من الذنب

۴۶۵۲ — حدثنا موسى ابن اسمعيل قال حدثنا ابو عوانة عن ابي بشر عن سعيد بن جبير عن ابن عباس قال كان عمر يدخلني مع اشياخ بدر فكان بعضهم وجد في نفسه فقال لم تدخل هذا معنا ولنا ابناء مثله فقال عمر انه من علمتم فدعاه ذات يوم فادخله معهم فما رئيت انه دعاني يومئذ الا ليريهم قال ما تقولون في قول الله تعالى اذا جاء نصر الله والفتح فذلك علامة اجلك فسبح بحمد ربك واستغفره انه كان توابا فقال عمر ما اعلم منها الا ما تقول

باب — اللہ تعالیٰ کا ارشاد! تو اپنے رب کی ثنا کرتے ہوئے اس کی پاکیزگی بیان کرو اور اس سے بخشش چاہو بے شک وہ بہت توبہ قبول کرنیوالا ہے“

اپنے بندوں کو توبہ کی توفیق دینے والا ہے۔ تواب آدمیوں کی صفت ہو تو اس کے معنی ہیں اپنے گناہ سے رجوع کرنے والا۔

۴۶۵۲ — ترجمہ : ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا عمر فاروق رضی اللہ عنہ مجھے مشائخ

بدر میں بٹھایا کرتے تھے۔ ان میں سے بعض نے اپنے دل میں بہت غصّہ کیا اور کہا آپ اس کو ہمارے پاس بٹھاتے ہیں۔ ہمارے بھی تو اِس جیسے بیٹے ہیں۔ عمر فاروق نے فرمایا اس وجہ سے کہ تم جانتے ہو پس ایک دن ابن عباس کو بُلایا اور ان کو مشائخ بدر میں بٹھایا۔ میں نہیں جانتا کہ انھوں نے اس روز مجھے بلایا مگر اس لئے کہ ان سے میری فضیلت ظاہر کریں۔

عمر فاروق نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے اس قول اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ،، کے متعلق آپ حضرات کیا کہتے ہیں؟ بعض نے کہا ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم اللہ کی حمد کریں اور اس سے بخشش چاہیں جس وقت ہماری مدد کی جائے اور ہمارے لئے شہر فتح ہوں اور بعض حضرات خاموش رہے۔ اُنھوں نے کچھ نہ کہا۔ عمر فاروق نے مجھے فرمایا اے ابن عباس تم بھی یہی کہتے ہو۔ میں نے کہا میں ایسے نہیں کہتا ہوں فرمایا پھر تم کیا کہتے ہو؟ میں نے کہا اس میں سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف کی مدّت کی طرف اشارہ ہے جس کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جس وقت اللہ کی مدد اور فتح آئے۔ یہ آپ کی وفات کی علامت ہے۔ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا ،، عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ابن عباس کو فرمایا اس سورت سے میں نہیں جانتا مگر جو تم کہتے ہو۔

۴۶۵۲ ــــ شرح : اس مجلس شریف میں وہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم تھے جو بدر کی جنگ میں شامل تھے۔ ان شیوخ میں سے جس نے کہا تھا کہ ہمارے بیٹے بھی ابن عباس جیسے ہیں وہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف تھے رضی اللہ عنہ ،، وہ اُن دس حضرات میں سے ہیں جنہیں ایک مجلس میں جنت کی خوشخبری دی گئی تھی۔ وہ عشرہ مبشرہ کے نام سے موسوم ہیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انہیں یہ کہہ کر کہ وہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی ہیں اور وفورِ علم میں یکتائے زمان ہیں۔ اُن پر یہ سورت بطورِ امتحان پیش کی جس کی معرفتِ کنہہ سے وہ دُور تھے اور ابن عباس رضی اللہ عنہ نے برجستہ صحیح اور واقعی امر کی وضاحت کر دی کہ اس سورت میں سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی مدّت کی طرف اشارہ ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو یہ علم اس وقت سورت کی سماعت سے حاصل نہ تھا بلکہ اس میں فکر و تامّل سے حاصل ہُوا تھا یا اُنھوں نے سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہُوا تھا۔ جبکہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ ہر اُمّت میں مُحدّث ہُوئے ہیں عمر فاروق میری اُمّت کے مُحدّث ہیں۔ اگر میرے بعد نبوّت جاری رہتی تو عمر فاروق نبی ہوتے ،،

سُورۃ تَبَّت یَدَا اَبِی لَہَب

بِسمِ اللہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ

تَبَابٌ خُسرَانٌ تَتبِیبٌ تَدمِیرٌ

سُورۃ تَبَّت یَدَا اَبِی لَہَبٍ وَّتَبَّ

یہ سُورت مکیّہ ہے۔ اس کی پانچ آیتیں ہیں

ابولہب بن عبدالمطلب سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا چچا ہے اس کا نام عبدالعزیٰ تھا جبکہ اس کی ماں خزاعیہ ہے۔ اس کے بیٹے کا نام لہب تھا اس کی نسبت سے یہ کنیت ہے۔ بعض نے کہا ابولہب کے رخسارے بہت سرخ تھے اور اس کی خوبصورتی کی وجہ سے اس کا چہرہ چمکتا تھا اس کی عاقبت بھی اس کے موافق ہے کہ اس کا انجام یہ ہوا کہ وہ شعلوں والی آگ میں داخل ہوا ،، یہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا سخت دشمن تھا اور آپ کی عداوت میں ہی جنگ بدر کے چند روز بعد مرگیا۔ خود بدر میں نہیں گیا تھا بلکہ اپنی طرف سے بُدیل کو بھیج دیا تھا اور قریش کی شکست فاش اور رُسواء زمان ہزیمت کے غم سے مرگیا۔

بِسمِ اللہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ

قولہ وتب ،، سے اس آیت کریمہ ،، وَتَبَّ مَا اَغنٰی عَنہُ مَالُہٗ ،، کی طرف اشارہ کیا۔ اور "تبّ" کی تفسیر خسر سے کی جبکہ تَبَاب کی تفسیر خسران سے کی۔ اور اس آیت کریمہ : وَمَا کَیدُ فِرعَونَ اِلَّا فِی تَبَابٍ ،، کی طرف اشارہ کیا پھر تتبیب کی تفسیر تدمیر بمعنی ھلاک سے کی اور اس آیت کریمہ : وَمَا زَادُوھُم غَیرَ تَتبِیبٍ ،، کی طرف اشارہ کیا۔ وَتَبَّ کی واؤ عاطفہ ہے اس کا معطوف علیہ تَبَّت یَدَا ہے جو دعاء کے معنیٰ میں ہے جبکہ معطوف خبر ہے۔

امام بخاری کی عادت ہے کہ لفظ کی مناسبت سے کسی دوسری آیت میں مذکور لفظ کی تفسیر کر دیتے ہیں لفظ یدا ،، سے مراد مُلک اور مال ہے ؛ چنانچہ کہا جاتا ہے۔ فلان قلیل ذات الید اور مراد یہ ہوتی ہے کہ اس کے پاس

۴۶۵۳ — حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ مُوسَى قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو ابْنُ مُرَّةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ وَرَهْطَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى صَعِدَ الصَّفَا فَهَتَفَ يَا صَبَاحَاهُ فَقَالُوا مَنْ هَذَا فَاجْتَمَعُوا إِلَيْهِ فَقَالَ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَخْبَرْتُكُمْ أَنَّ خَيْلًا تَخْرُجُ مِنْ سَفْحِ هَذَا الْجَبَلِ أَكُنْتُمْ مُصَدِّقِيَّ قَالُوا مَا جَرَّبْنَا عَلَيْكَ كَذِبًا فَقَالَ إِنِّي نَذِيرٌ لَكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيدٍ قَالَ أَبُو لَهَبٍ تَبًّا لَكَ مَا جَمَعْتَنَا إِلَّا لِهَذَا ثُمَّ قَامَ فَنَزَلَتْ تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَقَدْ تَبَّ هَكَذَا قَرَأَهَا الْأَعْمَشُ يَوْمَئِذٍ

۴۶۵۳ — ترجمہ : ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا جب یہ آیت کریمہ : وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ ،، نازل ہوئی کہ اپنے قریبی رشتہ داروں اور اُن میں سے اپنے خاص لوگوں کو ڈر سنائیں تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لے گئے حتی کہ صفا پہاڑ پر چڑھ گئے اور بلند آواز سے فرمایا ،، یا صَبَاحَاہ ،، لوگوں نے کہا یہ کون ہے اور آپ کے پاس سب جمع ہوگئے ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا مجھے بتاؤ کہ اگر میں تمہیں خبر دوں کہ اس پہاڑ کے دامن سے ایک لشکر نکل کر تم پر حملہ کرنے والا ہے ۔ کیا تم میری تصدیق کرو گے ؟ لوگوں نے کہا ہم نے آپ پر جھوٹ کا تجربہ نہیں کیا فرمایا میں تم کو سخت عذاب سے ڈراتا ہوں ۔ ابولہب نے کہا تیری ہلاکت ہو اسی لئے ہمیں اکٹھا کیا تھا پھر اُٹھ کر چلا گیا تو یہ آیت کریمہ : تَبَّتْ یَدَا اَبِیْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ،، نازل ہوئی ۔ ابولہب نے اپنے آپ کو ہلاک کیا اور ہلاک ہو گیا ۔ سلیمان اعمش نے اس دن اسی طرح پڑھا تھا ۔

۴۶۵۳ — شرح : اس سورت کے نزول کا سبب یہی ہے جو حدیث میں مذکور ہے ۔ قولہ وَرَهْطَکَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِیْنَ ،، عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ کی تفسیر ہے یا شاذ قرآءت ہے ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس طرح پڑھا ہے ۔ امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی قراءت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قرآن ہے پھر اس کی تلاوت منسوخ ہوگئی ۔ اسی طرح قد تب قرآن میں مال کم ہے ۔

بَابُ قَوْلِهٖ وَتَبَّ مَآ اَغْنٰی عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ

۴۶۵۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْمُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ اِلَى الْبَطْحَآءِ فَصَعِدَ اِلَى الْجَبَلِ فَنَادٰى يَا صَبَاحَاهُ فَاجْتَمَعَتْ اِلَيْهِ قُرَيْشٌ فَقَالَ اَرَاَيْتُمْ اِنْ حَدَّثْتُكُمْ اَنَّ الْعَدُوَّ مُصَبِّحُكُمْ اَوْ مُمَسِّيْكُمْ اَكُنْتُمْ تُصَدِّقُوْنِيْ قَالُوْا نَعَمْ قَالَ فَاِنِّيْ نَذِيْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ فَقَالَ اَبُوْ لَهَبٍ اَلِهٰذَا جَمَعْتَنَا تَبًّا لَّكَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ اِلٰى اٰخِرِهَا

نہیں اعمش نے روایت کرتے وقت یہ پڑھا ہے۔

قولہ یا صباہ ” فریاد کرنے والا یہ کلمہ کہتا ہے۔ دراصل لوگ حملہ کے وقت بلند آواز سے یہ کہتے ہیں کیونکہ بکثرت صبح کے وقت حملہ کرتے ہیں اور اس کو یوم الصباح کہتے ہیں۔ گویا قائل کہتا ہے۔ یا صباہ ہم کو دشمن نے گھیرے میں لے لیا ہے۔ ہماری فریاد کو پہنچو،،

باب۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد! وہ ہلاک ہُوا اس کے مال اور جو کچھ اُس نے کسب کیا تھا نے عذاب اور ہلاکت سے بے نیاز نہ کیا۔

۴۶۵۴۔ ترجمہ : ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بطحاً کی طرف تشریف لے گئے اور پہاڑ پر چڑھ گئے اور بلند آواز سے فرمایا ” یا صباہ ،، تو قریش آپ کے پاس جمع ہو گئے۔ آپ نے فرمایا مجھے بتاؤ اگر میں تمہیں خبر دوں کہ دشمن تم پر صبح کو یا شام کو حملہ کرنے والا ہے۔ کیا تم میری تصدیق کرو گے؟ لوگوں نے کہا جی ہاں! فرمایا میں تمہیں سخت عذاب سے ڈراتا ہوں۔ ابولہب نے کہا کیا ہمیں اس لئے اکٹھا کیا تھا تیری ہلاکت ہو تو اللہ تعالیٰ نے تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَھَبٍ الخ نازل فرمائی۔

قولہ تعالیٰ ،، یہ قائل ابوعبیدہ ہیں۔ اُنھوں نے کہا وصل کے وقت تنوین کو حذف کیا جاتا ہے اور یہ اَحَدُ اللّٰہُ الصَّمَدُ پڑھا جاتا ہے۔ اِلْتِقَاءِ سَاکِنَیْن کے باعث تنوین کو حذف کیا جاتا ہے۔

قولہ ای واحد ،، یعنی احد اور واحد ہم معنیٰ ہیں۔ اَحَد دراصل وَحَدٌ تھا واؤ کو ہمزہ سے بدل کیا۔ اکثر واؤ مضموم یا مکسور ہمزہ سے بدل ہوتی ہے۔ جیسے وُجُوہٌ و وِسَادَۃٌ ،، میں ہے اور مفتوح میں شاذ ہے جیسے اَنَاۃ دراصل وَنَاۃ تھا ،، بعض نے کہا اَحَدٌ اور وَحَدٌ مترادف نہیں۔ شرح مشکوٰۃ میں لفظ کے اعتبار سے ان میں فرق کی کئی وجوہ بیان کی ہیں۔

" اَحَدٌ اور وَحَدٌ میں فرق "

ع۱ لفظ اَحَدٌ مثبت کلام میں صرف لفظ اللہ پر محمول ہوتا ہے غیر کے لئے استعمال نہیں ہوتا، چنانچہ اللہ اَحَدٌ ،، کہا جاتا ہے۔ زَیْدٌ اَحَدٌ نہیں کہا جاتا۔ البتہ زَیْدٌ وَاحِدٌ کہا جاتا ہے۔ دُوسرا فرق یہ ہے کہ احد کی نفی عام ہے اور واحد کی نفی کبھی عام نہیں ہوتی؛ چنانچہ یہ کہنا صحیح ہے لَیْسَ فی الدار واحد ،، جبکہ اس میں دو ہوں، لیکن اس وقت لَیْسَ فِیْہِ اَحَدٌ ،، کہنا صحیح نہیں؛ کیونکہ اس نفی میں عموم ہے گویا کہ اس کے ساتھ مذکور عدد کی نفی ہوتی ہے جبکہ واحد میں یہ نہیں۔ تیسرے یہ کہ واحد سے عدد کی ابتداء ہوتی ہے۔ اَحَد سے نہیں ہوتی چوتھے یہ کہ واحد پر تا آسکتی ہے۔ اَحَد پر نہیں آتی؛ چنانچہ وَاحِدۃ کہا جاتا ہے۔ اَحَدَۃٌ نہیں کہا جاتا۔ معنی کے اعتبار سے بھی ان میں کئی وجہ سے فرق ہے۔ اوّل یہ کہ اَحَد بناء کے اعتبار سے واحد سے زیادہ بلیغ ہے۔ گویا یہ صفت مشبہ ہے دوسرے یہ کہ اَحَد بول کر تثنیہ یا نظیر کی نفی مراد لی جاتی ہے جیسے احد شمس ،، اس میں نظیر مراد نہیں لی جاتی۔ اور اکثر واحد کا اطلاق عدم مثنی پر ہوتا ہے۔ اور احد کا استعمال دوسرے معنی کے اعتبار سے بکثرت ہے۔ اس لئے اس کی جمع نہیں آتی۔ ازہری نے کہا احمد بن یحیٰی سے پوچھا گیا کہ معاذ اللہ احد کی جمع نہیں اور واحد کی جمع کہنا بعید نہیں۔ جیسے اَشْہَاد شاہِدٌ کی جمع ہے اور اَحَد سے عدد کی ابتداء نہیں ہوتی۔ تیسرے یہ کہ اللہ کی ذات کے اعتبار سے احد ہے جبکہ صفات کے اعتبار سے واحد ہے۔ کامل انسان کا مقام یہ ہے کہ توحید کے سمندر میں غوطہ زن ہو اور اس میں مستغرق ہو جائے حتیٰ کہ اَزَل سے اَبَد تک واحد بے نیاز کے سوا کسی کو نہ دیکھے۔ شیخ ابوبکر فورک نے کہا اللہ تعالیٰ کی وصف میں واحد کے تین معانی ہیں۔ ایک یہ کہ لذاتہ اس کی تقسیم نہیں ہوتی نہ اس کا جز ہے اور نہ حیز ہے یعنی مکان نہیں ہے۔ دوسرے یہ کہ اس کا کوئی شبیہ نہیں چنانچہ عرب کہتے ہیں فُلَانٌ وَاحِدٌ فی عَصْرِہ یعنی اس کا کوئی شبیہ نہیں۔ تیسرے یہ کہ واحد اس معنی میں استعمال ہوتا ہے کہ افعال میں اس کا کوئی شریک نہیں چنانچہ کہا جاتا ہے۔ فلان متوحد فی ہٰذا الامر ،، فلاں اس کام میں یکتا ہے کوئی اس کا شریک نہیں۔

قولہ قُلْ ہُوَ اللّٰہُ ،، میں ضمیر غائب کا مرجع سیاق سے معلوم ہوتا ہے؛ کیونکہ اس کے نزول کا

۴۶۵۶ — حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَنَا شُعَيْبٌ قَالَ اَنَا اَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ اللهُ كَذَّبَنِیْ ابْنُ اٰدَمَ وَلَمْ يَكُنْ لَهٗ ذٰلِكَ وَشَتَمَنِیْ وَلَمْ يَكُنْ لَهٗ ذٰلِكَ فَاَمَّا تَكْذِيْبُهٗ اِيَّایَ فَقَوْلُهٗ لَنْ يُّعِيْدَنِیْ كَمَا بَدَاَنِیْ وَلَيْسَ اَوَّلُ الْخَلْقِ بِاَهْوَنَ عَلَیَّ مِنْ اِعَادَتِهٖ وَاَمَّا شَتْمُهٗ اِيَّایَ فَقَوْلُهٗ اتَّخَذَ اللهُ وَلَدًا وَّاَنَا الْاَحَدُ الصَّمَدُ لَمْ اَلِدْ وَلَمْ اُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لِّیْ كُفُوًا اَحَدٌ —

سبب یہ ہے کہ ابی بن کعب نے کہا مشرکوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا ہمارے سامنے اپنے رب کا نسب بیان کریں تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

اللہ اَحَدٌ کی ترکیب نحوی

لفظ اللہ مبتداء احد خبر اور جملہ ھُوَ کی خبر ہے دوسرے یہ کہ اللہ ھو سے بدل اور اَحَد اس کی خبر ہے۔ تیسرے یہ کہ لفظ اَللہُ ھُوَ کی خبر اول اور اَحَد خبر ثانی ہے۔ چوتھے یہ کہ اَحَدٌ مبتداء محذوف کی خبر ہے یعنی ھُوَ اَحَدٌ، پانچویں یہ کہ ھُوَ ضمیر شان ہے کیونکہ یہ تعظیم کا مقام ہے۔ اس کے بعد اَللہُ اَحَدٌ جملہ اس کی تفسیر ہے۔

۴۶۵۶ — ترجمہ : ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابنِ آدم میری تکذیب کرتا ہے۔ حالانکہ یہ اس کے لائق نہیں اور مجھے گالی دیتا ہے، حالانکہ یہ اس کے لائق نہیں۔ اس کا مجھے جھٹلانا یہ ہے کہ وہ کہتا ہے اللہ مجھے ہرگز نہیں لوٹائے گا جیسے مجھے پہلی بار پیدا کیا حالانکہ میرے لئے پہلی بار پیدا کرنا اس کے لوٹانے سے آسان نہیں اور اس کا مجھے گالی دینا اس کا یہ کہنا ہے کہ اللہ نے بیٹا بنا لیا ہے حالانکہ میں ایک ہوں بے نیاز ہوں نہ تو میں نے کسی کو جنا ہے اور نہ میں جنا گیا ہوں اور نہ ہی میرا کوئی ہمسر ہے۔"

(حدیث ۴۱۷۰ کی شرح دیکھیں)

بَابٌ قَوْلُهُ اَللّٰهُ الصَّمَدُ وَالْعَرَبُ تُسَمِّيْ اَشْرَافَهَا الصَّمَدَ

وَقَالَ اَبُوْوَائِلٍ هُوَالسَّيِّدُ الَّذِيْ اِنْتَهٰى سُوْدُدُهٗ

۴۶۵۷ـــ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ قَالَ اَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُ كَذَّبَنِيْ ابْنُ اٰدَمَ وَلَمْ يَكُنْ لَهٗ ذٰلِكَ وَشَتَمَنِيْ وَلَمْ يَكُنْ لَهٗ ذٰلِكَ وَاَمَّا تَكْذِيْبُهٗ اِيَّايَ اَنْ يَقُوْلَ اِنِّيْ لَنْ اُعِيْدَهٗ كَمَا بَدَاْتُهٗ وَاَمَّا شَتْمُهٗ اِيَّايَ اَنْ يَقُوْلَ اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا وَاَنَا الصَّمَدُ الَّذِيْ لَمْ اَلِدْ وَلَمْ اُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَهٗ كُفُوًا اَحَدٌ كُفُوًا وَكُفِيًا وَكِفَاءً وَاحِدٌ

باب۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد! اللہ بے نیاز ہے!،،

عرب اپنے سردار کو ”صمد،، کہتے ہیں۔ ابو وائل نے کہا۔ صمد وہ سردار ہے جس پہ سرداری ختم ہو۔ (اس جیسا کوئی نہ ہو) ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ”صمد،، وہ شخص ہے کہ لوگ اپنے مسائل اور حاجات میں اس کی طرف رجوع کریں۔ یہ صمد بمعنی قصد سے مشتق ہے چنانچہ عرب کہتے ہیں ”صَمَدْتُ فُلَانًا،، میں نے اس کا قصد کیا۔ بَيْتٌ مَصْمُوْدٌ،، کہا جاتا ہے جبکہ لوگ اپنی حاجات میں اس کا قصد کریں۔ اور بے نیاز ہے وہ کسی طرف قصد نہیں کرتا مخلوق اس کی محتاج ہے۔ ”كُفُوًا، كُفِيًا وَكِفَاءً،، ہم معنی ہیں۔

۴۶۵۷ـــ ترجمہ: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابن آدم مجھے جھٹلاتا ہے۔ حالانکہ یہ اس کے لائق نہیں وہ مجھے گالی دیتا ہے حالانکہ یہ اس کے لائق نہیں اس کا مجھے جھٹلانا اس طرح ہے کہ وہ کہتا ہے میں اس کو مارنے کے بعد نہیں لوٹا سکتا جیسا کہ میں نے اس کو پیدا کیا ہے اور اس کا مجھے گالی دینا اس طرح ہے کہ وہ کہتا ہے میں نے بیٹا بنا لیا ہے حالانکہ میں بے نیاز ہوں نہ میں نے کسی کو جنا اور نہ جنا گیا ہوں اور نہ ہی کوئی میرا ہمسر ہے۔

۴۶۵۷ـــ شرح: اللہ تعالیٰ کو جھٹلانے والے بعض بنی آدم ہیں اور وہ عرب کے مشرک ہیں جو بعثت کے منکر تھے اور ان کے علاوہ نصاریٰ اور بت پرست ہیں کفو کے معنی نظیر اور مثل ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا کوئی ہمسر مثل اور شبیہ نہیں۔

سُورَۃُ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شرح : قولہ ای واحد،، اس میں یہ اشارہ ہے کہ اَحَد اور واحد بیک معنی ہیں۔ اَحَدٌ دراصل وَحَدٌ تھا۔ واؤ کو ہمزہ سے بدل کیا ہے اگرچہ یہ ابدال واؤ کے مضموم اور مکسور ہونے کی صورت میں ہے جیسے وُجُوہ اور وِسَادہ میں یہاں واؤ مفتوح کو بدل کیا ہے اور یہ بہت کم استعمال ہوتا ہے جبکہ مضموم اور مکسور بکثرت استعمال ہوتا ہے۔

بعض نے کہا احد و حد بیک معنی نہیں ہیں۔ مشکوٰۃ کی شرح میں ذکر کیا ہے کہ احد اور واحد میں فرق ہے یہ فرق لفظ اور معنی کے اعتبار سے ہے۔ لفظ کے اعتبار سے فرق یہ ہے کہ کلام مثبت میں اَحَد کو غیر اللہ میں استعمال نہیں کرتے چنانچہ زَیْدٌ اَحَدٌ،، نہیں کہتے ہیں۔ اور زَیْدٌ وَاحِدٌ کہتے ہیں یعنی واحد زید پر محمول ہے۔ دُوسرا فرق یہ ہے کہ اَحَد کی نفی عام ہے اور واحد کی نفی کبھی عام نہیں ہوتی چنانچہ کہا جاتا ہے : لَا اَحَدٌ فِی الدَّار،، عام ہے یعنی گھر میں کوئی نہیں اور لَا وَاحِدٌ فِی الدَّار،، اس معنی کے اعتبار سے بھی کہتے ہیں۔ جب گھر میں دو یا زیادہ ہوں۔

تیسرا فرق یہ ہے کہ تعداد کی ابتداء واحد سے کرتے ہیں اَحد سے نہیں کرتے۔

چوتھا فرق یہ ہے کہ واحد پر تاء تانیث داخل ہوتی ہے اَحَد پر نہیں آتی ؛ چنانچہ واحدۃ کہا جاتا ہے اَحَدۃ نہیں کہا جاتا۔ معنی کے اعتبار سے بھی فرق ہے کہ اَحَدٌ بناء کے اعتبار سے واحد سے زیادہ بلیغ ہے۔ دوسرا فرق یہ ہے کہ اَحَد بول کر عدم مثنیٰ اور اس کی عدم نظیر مراد لیتے ہیں اور واحدًا کا اطلاق اکثر عدمِ مثنیٰ پر ہوتا ہے۔ اس اعتبار سے اس کی جمع نہیں ہے۔ ہوسکتا ہے کہ واحد کی جمع ہو جیسے اشہاد شاہد کی جمع ہے۔ تیسرا فرق جیسا کہ متکلمین کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ذات کے اعتبار سے احد ہے اور صفات کے لحاظ سے واحد ہے۔ بندے کا نصیب یہ ہے کہ وہ دریائے توحید میں غوطہ زن ہو تاکہ ازل سے ابد تک واحد کے غیر کو نہ دیکھے۔

علامہ قسطلانی نے شیخ ابو بکر بن فورک سے نقل کیا کہ اللہ تعالیٰ کی وصف میں واحد کے تین معانی ہیں۔ اوّل یہ کہ اس کی ذات منقسم نہیں اور نہ ہی اس کے اجزا ہیں۔ متحیز نہیں یعنی کسی مکان میں نہیں دوم یہ کہ اس کا کوئی شبیہ نہیں ؛ چنانچہ عرب کہتے ہیں فُلَانٌ وَاحِدٌ فِیْ عَصْرِہٖ ،، یعنی اس کا کوئی شبیہ نہیں۔ سوم یہ کہ وہ اس معنی کے اعتبار سے واحد ہے کہ افعال میں اس کا کوئی شریک نہیں چنانچہ کہا جاتا ہے فُلَانٌ مُتَوَحِّدٌ فِیْ ھٰذَا الْاَمْرِ،، یعنی اس میں اس کا کوئی شریک نہیں۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ غَاسِقٍ اللَّيْلُ إِذَا وَقَبَ غُرُوبُ الشَّمْسِ يُقَالُ هُوَ أَبْيَنُ مِنْ فَرَقِ الصُّبْحِ وَفَلَقِ الصُّبْحِ وَقَبَ إِذَا دَخَلَ فِي كُلِّ شَيْءٍ وَأَظْلَمَ

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد! اس نے کسی کو جنا نہیں اور نہ ہی وہ جنا گیا ہے!

اس باب میں اس بات کی وضاحت کی ہے کہ کُفُوًا، میں کاف اور فا دونوں مضموم ہمزہ کے بغیر ہیں اور کِفْئًا بر وزن فِعْل اور کِفَاءٌ بر وزن فِعَال تینوں ہم معنیٰ ہیں۔ کفوٌ کے معنی مثل اور نظیر ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا کوئی مثل، نظیر اور شبیہ نہیں ہے۔

سُوْرَۃُ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ

اس کو سورۂ فلق بھی کہتے ہیں۔ یہ سُورت مکی ہے۔ اس کے نزول میں اتفاق ہے کہ یہ اس وقت نازل ہوئی جبکہ کسی بدبخت شقی نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کر دیا تھا۔ اس کی پانچ آیات ہیں۔ فلق بمعنی صبح ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ "فَلَق" دوزخ میں جیلخانہ ہے سُدی نے کہا یہ جیل کا کنواں ہے۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہ دوزخ میں کنواں ہے جس کو ڈھانکا گیا ہے۔ کعب نے کہا جب اس کو کھولا جائے تو اس کی گرمی سے دوزخی چلاتے ہیں۔ واللہ اعلم!

قولہ قال مجاہد، مجاہد نے کہا غاسق رات ہے، اِذَا وَقَبَ، جس وقت سورج کا غروب ہوتا ہے کہا جاتا ہے۔ هُوَ أَبْيَنُ مِنْ فَلَقِ الصُّبْحِ وَفَرَقِ الصُّبْحِ، وہ صبح کھلنے سے زیادہ واضح ہے۔ یعنی فلق و فرق ہم معنیٰ ہیں۔ وَقَبَ، وقوب سے ہے۔ اس کے معنی ہیں سورج کا غروب ہونا اور اپنے مقام میں داخل ہونا

۴۶۵۸ — ترجمہ: زر بن حبیش رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مُعوّذتین کے متعلق پوچھا تو اُنھوں نے کہا میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال عرض کیا تو آپ نے فرمایا مجھے کہا گیا (یعنی جبرائیل نے کہا) میں بھی کہتا ہوں کہ یہ قرآن ہے) پس ہم وہی کہتے ہیں جو

۴۶۵۸ــ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيٰنُ عَنْ عَاصِمٍ وَعَبْدَةَ عَنْ زِرٍّ قَالَ سَأَلْتُ أُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ عَنِ الْمُعَوِّذَتَيْنِ فَقَالَ سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ قِيْلَ لِيْ فَقُلْتُ فَنَحْنُ نَقُوْلُ كَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

سُوْرَةُ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَيُذْكَرُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَلْوَسْوَاسُ اِذَا وُلِدَ خَنَسَهُ الشَّيْطَانُ فَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ ذَهَبَ وَاِذَا لَمْ يُذْكَرِ اللّٰهُ ثَبَتَ عَلٰى قَلْبِهٖ

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

۴۶۵۸ــ شرح : ان دونوں سورتوں کے بارے میں سوال کرنے کا مقصد یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا یہ دونوں سورتیں قرآن نہیں ہیں بلکہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا گیا تھا۔ اس کے دفع کرنے کے لئے یہ دونوں سورتیں نازل ہوئی ہیں۔ اس لئے زر بن حبیش نے اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے یہ دریافت کیا تو اُنھوں نے کہا میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال عرض کیا تو آپ نے فرمایا مجھے کہا گیا : "قُلْ اَعُوْذُ" یعنی مجھے جبرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ دونوں پڑھائی ہیں۔ یعنی یہ دونوں قرآن سے ہیں۔

سُوْرَةُ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ

اس کو سورۂ ناس بھی کہتے ہیں۔ اس کی چھ آیات ہیں!

قولہ "یُذْکَرُ" یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا گیا کہ وسواس وہ ہے کہ جب بچہ پیدا ہوا تو شیطان اس کو مس کرتا ہے۔ جب اللہ کا ذکر کیا جائے تو شیطان بھاگ جاتا ہے اور جب اللہ

۴۶۵۹ - حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْیٰنُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ اَبِیْ لُبَابَةَ عَنْ زِرِّ بْنِ حُبَیْشٍ ح قَالَ وَثَنَا عَاصِمٌ عَنْ زِرٍّ قَالَ سَأَلْتُ اُبَیَّ بْنَ کَعْبٍ قُلْتُ یَا اَبَا الْمُنْذِرِ اِنَّ اَخَاکَ ابْنَ مَسْعُوْدٍ یَقُوْلُ کَذَا وَکَذَا فَقَالَ اُبَیٌّ سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِیْ قِیْلَ لِیْ قُلْ فَقُلْتُ فَنَحْنُ نَقُوْلُ کَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

کا ذکر کیا جائے تو شیطان بھاگ جاتا ہے اور جب اللہ کا ذکر نہ کیا جائے تو مولود کے دل پر ثابت رہتا ہے یعنی شیطان بچے کی پسلی میں چھوتا ہے اور اس کو شدت مس کے باعث اس کی جگہ سے زائل کرتا ہے تو بچہ رونے لگتا ہے۔

۴۶۵۹ ترجمہ : زر بن حبیش رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے پوچھا میں نے کہا اے آبا المنذر آپ کے بھائی (عبداللہ بن مسعود) ایسا ایسا کہتے ہیں (یہ دونوں سورتیں قرآن سے نہیں ہیں) اُبی بن کعب نے کہا میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال عرض کیا تھا تو آپ نے مجھے فرمایا مجھ سے یہ کہی گئی ہیں تو میں نے کہا۔ اُبی نے کہا ہم وہی کہتے ہیں جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

امام رازی نے تفسیر کبیر میں ذکر کیا کہ اگر ہم کہیں کہ یہ دونوں سورتیں قرآن سے ہیں تو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں متواتر ہوں گی پس ان کے انکار سے کفر لازم آئے گا اور اگر کہا جائے کہ یہ متواتر نہ تھیں تو لازم آئے گا کہ بعض قرآن متواتر نہ ہو اور یہ عقیدہ بہت مشکل ہے۔ اس کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ یہ احتمال ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں متواتر تھا، لیکن عبداللہ بن مسعود کے نزدیک متواتر نہ تھا۔ لہٰذا قرآن متواتر بھی ہے اور کفر بھی لازم نہیں آتا"۔ فَانْحَلَّتِ الْعُقْدَةُ بِعَوْنِهٖ تَعَالٰی؛

تَمَّ کِتَابُ التَّفْسِیْرِ بِعَوْنِهٖ تَعَالٰی

فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ

عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَاِمَامِ الْمُرْسَلِیْنَ وَاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِیْنَ

كِتَابُ اَبْوَابِ فَضَائِلِ الْقُرْاٰنِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بَابٌ كَيْفَ نَزَلَ الْوَحْىُ

وَاَوَّلُ مَا نَزَلَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَلْمُهَيْمِنُ الْاَمِيْنُ اَلْقُرْاٰنُ اَمِيْنٌ عَلٰى كُلِّ كِتَابٍ قَبْلَهٗ

لَمْ يُوْلَدْ ،، اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ کا وجود انسان کے وجود جیسا نہیں جو عدم کے بعد حاصل ہوتا ہے اور دائمی باقی رہے گا یا وہ جنت عالیہ میں کبھی فنا نہ ہوگا یا دوزخ ہاویہ میں منقطع نہ ہوگا لَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ،، اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حقیقی وجود ہی غیر کے وجود کا مفید ہے اور وہ خود سے مستفید نہیں۔ پس اللہ تعالیٰ کا ارشاد ،، اللّٰهُ اَحَدٌ ،، اللہ تعالیٰ کی ذاتِ مقدسہ منزہہ کے اثبات کی دلیل ہے اور صمدیت کا مقتضیٰ یہ ہے کہ وہ محتاج نہیں غیر اس کا محتاج ہے اور لَمْ يَلِدْ سے آخر تک ان صفات کا سلب ہے جن سے اس کا غیر موصوف ہوتا ہے۔

فتوح الغیب میں امام غزالی سے منقول ہے۔ انھوں نے کہا واحد وہ ایک اس میں شرکت نہیں اور اَحَد وہ ہے جس میں ترکیب نہیں۔ پس واحد میں شریک کی نفی ہے جبکہ اَحَد میں اس کی ذات میں کثرت کی نفی ہے۔ صَمَد ،، غنی محتاج الیہ ہے وہ اَحَدیّ الذات اور واحدیّ الصفات ہے۔ کیونکہ اس کی ملکیت میں اگر اس کا کوئی شریک ہو تو وہ غنی محتاج الیہ نہ ہوگا بلکہ وہ اپنے قوام و وجود میں اجزائے ترکیبیہ کا محتاج ہوگا۔ پس صمد واحدانیت اور اَحَدیت کی دلیل ہے۔

لَمْ يَلِدْ ،، اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ کا مستمرّ وجود انسان کے وجود جیسا نہیں جس کا نوع توالد اور تناسل کے ذریعہ باقی ہے بلکہ وہ وجود مستمرّ ازلی ابدی ہے نہ اس کی ابتدا ہے اور نہ انتہا۔

۴۶۶۰ ـ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى عَنْ شَيْبَانَ عَنْ يَحْيٰى عَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ قَالَ اَخْبَرَتْنِىْ عَائِشَةُ وَابْنُ عَبَّاسٍ قَالَا لَبِثَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ عَشْرَ سِنِيْنَ يُنْزَلُ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ وَبِالْمَدِيْنَةِ عَشْرًا

کتاب فضائل قرآن

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط

باب وحی کا نزول کیسے ہُوا اور جو سب سے پہلے نازل ہُوا ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا : اَلْمُهَيْمِنُ بمعنی امین ہے ۔ قرآن کریم پہلی ہر کتاب پر امین اور نگہداشت کرنے والا ہے ۔ یعنی قرآن اس کے ساتھ موصوف ہے جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔ ہم نے قرآن حق کے ساتھ نازل کیا اور اپنے سے پہلے کتابوں کی تصدیق اور ان کی نگہداشت کرتا ہے ،،

۴۶۶۰ ـــ ترجمہ : ابوسلمہ نے کہا مجھے ابن عباس اور ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہم نے خبر دی ۔ انھوں نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں دس برس رہے کہ آپ پر قرآن نازل ہوتا رہا پھر دس سال مدینہ منورہ شرفہا اللہ تعالیٰ میں رہے ۔

۴۶۶۱ ـــ شرح : یعنی سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم بعثت کے بعد مکہ مکرمہ میں دس برس رہے اور آپ پر قرآن نازل ہوتا رہا یا مراد یہ ہے کہ اِقْرَءْ بِاسْمِ رَبِّكَ ،، کے نزول کے بعد تین سال وحی رُک گئی تھی ۔ اس کے بعد دس برس متواتر وحی نازل ہوتی رہی اور جبرائیل علیہ السلام قرآن لاتے رہے ۔ لہٰذا یہ روایت اس روایت کے متضاد نہیں جس میں بعثت کے بعد مکہ مکرمہ میں تیرہ برس اقامت کا ذکر ہے

(حدیث ۴۶۳۶ کی شرح دیکھیں)

۴۶۶۱ ـ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمٰعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي عَنْ أَبِي عُثْمٰنَ قَالَ أُنْبِئْتُ أَنَّ جِبْرِيلَ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدَهُ أُمُّ سَلَمَةَ فَجَعَلَ يَتَحَدَّثُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأُمِّ سَلَمَةَ مَنْ هٰذَا أَوْ كَمَا قَالَ قَالَتْ هٰذَا دِحْيَةُ فَلَمَّا قَامَ قَالَتْ وَاللّٰهِ مَا حَسِبْتُهُ إِلَّا إِيَّاهُ حَتّٰى سَمِعْتُ خُطْبَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِخَبَرِ جِبْرِيلَ أَوْ كَمَا قَالَ قَالَ أَبِي فَقُلْتُ لِأَبِي عُثْمٰنَ مِمَّنْ سَمِعْتَ هٰذَا قَالَ مِنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ

۴۶۶۱ ـ ترجمہ : ابو عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے خبر دی گئی کہ جبرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ جبکہ آپ کے حضور ام المؤمنین اُم سلمہ رضی اللہ عنہا تشریف فرما تھیں۔ جبرائیل علیہ السلام آپ سے کلام کرتے رہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُم سلمہ سے فرمایا یہ کون ہے؟ یا جو بھی فرمایا ام المؤمنین نے فرمایا میں نے عرض کیا یہ دحیہ کلبی ہے جب وہ چلے گئے تو ام المؤمنین نے فرمایا بخدا! میں نے اسے دحیہ ہی خیال کیا تھا حتیٰ کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ سُنا کہ آپ جبرائیل علیہ السلام کی خبر ذکر فرما رہے تھے یا جو بھی فرمایا۔ معتمر نے کہا میرے والد نے ابو عثمان سے کہا تم نے یہ کس سے سُنا ہے؟ اُنھوں نے کہا میں نے یہ اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے سُنا ہے۔

۴۶۶۱ ـ شرح : دحیہ کلبی جلیل القدر صحابی ہیں۔ وہ حسن وجمال میں ضرب المثل تھے۔ اسی لئے وہ اپنا چہرہ چھپا کر رکھتے تھے۔ جب جبرائیل علیہ السلام صورتِ بشریہ میں تجلی فرماتے تو اچھی صورت اختیار کرتے، چنانچہ دحیہ کلبی کی صورت میں نزول کرتے تھے۔ ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا یہ واقعہ بنی قریظہ کے قصّہ کے متعلق نہیں کہ وہ دحیہ کی صورت میں آئے اور بنو قریظہ کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے فرمایا؛ کیونکہ وہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ انہوں نے اس کو گھر کے باہر دیکھا تھا اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے گھر میں انہیں دیکھا تھا جبکہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے باتیں کر رہے تھے اور ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا آپ کے حضور تشریف فرما تھیں۔ واللہ ورسولہ اعلم!

۴۶۶۲ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ یُوْسُفَ قَالَ ثَنَا اللَّیْثُ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِیْدُ الْمَقْبُرِیُّ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا مِنَ الْاَنْبِیَاءِ نَبِیٌّ اِلَّا اُعْطِیَ مَا مِثْلُہٗ اٰمَنَ عَلَیْہِ الْبَشَرُ وَاِنَّمَا کَانَ الَّذِیْ اُوْتِیْتُ وَحْیًا اَوْحَاہُ اللّٰہُ اِلَیَّ وَاَرْجُوْا اَنْ اَکُوْنَ اَکْثَرَھُمْ تَابِعًا یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ

۴۶۶۲ ـــ **ترجمہ** : ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ نبیوں میں سے کوئی نبی نہیں۔ مگر انہیں وہ معجزہ عطاء کیا گیا کہ اس کے سبب اُس کی مانند لوگ اس پر ایمان لائے اور جو مجھے عطاء کیا گیا ہے وہ وحی ہے جو اللہ نے میری طرف بھیجی ہے۔ مجھے اُمید ہے کہ قیامت کے دن میرے پیروکار سب نبیوں کے پیروکاروں سے زیادہ ہوں گے۔

۴۶۶۲ ـــ **شرح** : اس عبارت کی ترکیب اس طرح ہے کہ کلمہ ما موصولہ ہے، "مثلہ" مُبتدا اور "اٰمَنَ عَلَیْہِ الْبَشَرُ" جملہ فعلیہ اس کی خبر ہے اور جملہ اسمیہ موصول کا صلہ ہے موصول صلہ سے مل کر اُعْطِیَ کا مفعول ثانی ہے۔ علی، بمعنی لام ہے کیونکہ یہ غلبہ کے معنی کو متضمن ہے۔ ورنہ اٰمَنَ کا صلہ باء چاہئیے تھا، کیونکہ ایمان باء یا لام کے ساتھ استعمال ہوتا ہے۔ علیٰ کے ساتھ استعمال نہیں ہوتا۔ معنیٰ یہ ہیں کہ معجزہ دیکھ کر لوگ مغلوب ہوجاتے اور ایمان لے آتے اور اپنی طرف سے اس کی مدافعت نہیں کرسکتے تھے۔ علامہ طیبی نے کہا لفظ "علیٰ" ہے۔ ای مغلوبا علیہ فی التحدی والمبارات، یعنی کوئی نبی نہیں مگر اللہ تعالیٰ نے انہیں ایسے معجزے عطاء کئے کہ جب ان کا مشاہدہ کیا جائے تو دیکھنے والا اس پر ایمان لانے میں مجبور ہوتا تھا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ ہر نبی کو اُن کے زمانہ کے اعتبار سے معجزے دیئے جاتے تھے جو نبی کے دعویٰ کو ثابت کرتے تھے جیسے لاٹھی کا اژدھا بن جانا، کیونکہ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں جادو کا بہت غلبہ تھا تو موسیٰ علیہ السلام ان کے پاس وہ لائے جو جادو کے موافق تھا۔ اُس نے جادوگروں کو ایمان لانے پر مجبور کردیا، کیونکہ وہ موسیٰ علیہ السلام کے اس معجزہ کی مدافعت نہیں کرسکتے تھے۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں طب کا بہت غلبہ تھا۔ تو عیسیٰ علیہ السلام ان کے پاس وہ لائے جو طب سے اعلیٰ تھا اور وہ مُردوں کو زندہ کرنا تھا۔ اور شہنشاہِ کون ومکان سرورِ کائنات محبوبِ خالقِ زمین و زمان علیہ التحیات والتسلیمات کے پاک زمانہ میں بلاغت کا بہت غلبہ تھا۔ اس کے سبب لوگ آپس میں ایک دوسرے پر فخر کیا کرتے تھے حتیٰ کہ اُنھوں نے سات قصیدے کعبہ کے دروازہ پر مقابلتاً لٹکا رکھے تھے۔ سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس

قرآن پاک لائے جس کی تالیف انہی حروف سے ہے جن سے وہ اپنا کلام تالیف کرتے تھے۔ حتیٰ کہ آپ کے زمانہ کے تمام فصحاء اور بلغاء کاملین کو عاجز کر دیا اور وہ یہ کہنے پر مجبور ہو گئے۔ وَاللّٰہِ مَا ھٰذَا کَلَامُ الْبَشَرِ ،، بخدا! یہ انسان کا کلام نہیں۔ نیز احتمال ہے کہ معنیٰ یہ ہوں کہ قرآن کی حقیقۃً اور صورۃً مثل نہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ،، فَأْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ،، اس کی مثل کوئی سورت لاؤ اور اس کے سوا جو دوسرے معجزات ہیں اگرچہ ان کی حقیقۃً مثل نہیں، لیکن ہو سکتا ہے کہ ان کی مثل صوری ہو۔ (قسطلانی)

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے شرح میں ذکر کیا اس حدیث کے معنیٰ میں مختلف اقوال ہیں ایک یہ کہ ہر نبی کو معجزہ دیا گیا ہے جس کی مثل اُن سے پہلے نبی کا معجزہ تھا تو لوگ اس پر ایمان لائے اور میرا عظیم معجزہ قرآن کریم ہے۔ جس کی مثل کسی نبی کو نہیں دیا گیا۔ اس لئے میرے پیروکار دوسرے نبیوں کے پیروکاروں سے زیادہ ہیں۔

دوسرا قول یہ ہے کہ جو معجزہ مجھے دیا گیا ہے۔ اس میں جادو یا شبہہ کا تخیل نہیں ہو سکتا ہے اور میرے علاوہ دوسرے نبیوں کے معجزوں میں یہ صورت نہیں؛ کیونکہ کبھی جادوگر کسی شئی کا تخیل کرتا ہے جو معجزہ کی صورت کے قریب ہوتی ہے۔ جیسے جادوگروں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی کی صورت میں تخیل کی تھی۔ اور وہ کبھی خیال بعض عامی لوگوں پر غلبہ پاتا ہے اور وہ معجزہ اور جادو میں فرق معلوم نہیں کر پاتے جبکہ معجزہ اور تخیل کے درمیان فرق کرنے میں نظر و فکر کے محتاج ہوتے ہیں اور کبھی دیکھنے والا خطا کر پاتا ہے اور دونوں کو برابر اعتقاد کرتا ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ پہلے انبیاء کرام علیہم السلام کے معجزات اُن کے دُنیا سے تشریف لے جانے سے ختم ہو گئے۔ اور ان کا مشاہدہ وہی لوگ کرتے تھے جو ان کی محفل میں موجود ہوتے تھے اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ قرآن کریم قیامت تک باقی ہے اور اُس نے ہر زمانہ کے بلغاء کو عاجز کر دیا ہے۔ اس لئے قیامت تک لوگ اس پر ایمان لاتے رہیں گے اور آپ کی امت دُوسرے نبیوں کی امت سے زیادہ ہوتی رہے گی۔

قولہ إِنَّمَا كَانَ الَّذِي أُوتِيتُ الخ إنما کلمۂ حصر ہے۔ اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ صرف قرآن ہی نہیں بلکہ آپ کے معجزات حدِ شمار سے باہر ہیں؛ لیکن ان میں سے عظیم تر معجزہ قرآن کریم ہے جو قیامت تک مستمر اور باقی ہے اور یہ مفید تر معجزہ ہے جبکہ یہ دعوتِ ایمان اور حجت و دلیل پر مشتمل ہے قیامت تک حاضر اور غائب اس پر ایمان لاتے رہیں گے۔ اس لئے ارشاد فرمایا مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن میری امت سب نبیوں کی اُمم سے زیادہ ہوگی۔

۴۶۶۳ — حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ إِنَّ اللّٰهَ تَابَعَ عَلَى رَسُولِهِ قَبْلَ وَفَاتِهِ حَتَّى تَوَفَّاهُ أَكْثَرَ مَا كَانَ الْوَحْيُ ثُمَّ تُوُفِّيَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدُ

۴۶۶۴ — حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَسْوَدِ ابْنِ قَيْسٍ قَالَ سَمِعْتُ جُنْدَبًا يَقُولُ اشْتَكَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَقُمْ لَيْلَةً أَوْ لَيْلَتَيْنِ فَأَتَتْهُ امْرَأَةٌ فَقَالَتْ يَا مُحَمَّدُ مَا أُرَى شَيْطَانَكَ إِلَّا قَدْ تَرَكَكَ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ وَالضُّحَى وَاللَّيْلِ إِذَا سَجَى مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلَى

۴۶۶۳ — ترجمہ : انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے پہلے پے در پے آپ پر وحی بھیجی۔ یہاں تک کہ وفات کے زمانہ کے قریب آپ پر وحی بکثرت نازل ہوئی پھر اس کے بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے،،

۴۶۶۳ — شرح : یعنی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے قریب زمانہ میں وحی متواتر بھیجی جو پہلے زمانہ کی نسبت اکثر تھی ؛ کیونکہ ابتداء بعثت میں وحی منقطع ہوجاتی تھی۔ پھر متواتر نازل ہونے لگی اور مکہ مکرمہ میں بہت تھوڑی طویل سورتیں نازل ہوئیں پھر حیوٰۃ نبویہ کے آخر زمانہ میں نزول وحی بکثرت ہُوا کیونکہ فتح مکہ کے بعد مختلف ممالک سے وفود بکثرت آنے لگے اور احکام سے متعلق سوالات بھی بکثرت ہونے لگے تھے۔ اس لئے وحی کے نزول میں کثرت ہوئی۔

علامہ قسطلانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا یہ حدیث بیان کرنے کا سبب یہ تھا کہ اُن سے زُہری نے پُوچھا کیا سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے پہلے وحی منقطع ہوگئی تھی؟ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے جواب دیا بلکہ آپ کی وفات سے قبل نزولِ وحی زیادہ تھا۔ واللہ اعلم!

۴۶۶۴ — ترجمہ : اسود بن قیس نے کہا میں نے جُندُب کو یہ کہتے ہوئے سُنا کہ نبی کریم

بَابٌ نَزَلَ الْقُرْاٰنُ
بِلِسَانِ قُرَيْشٍ وَّالْعَرَبِ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ

صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوگئے اور دو تین قیام تہجد نہ کیا تو ایک عورت آکر کہنے لگی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! میں تمہارے شیطان کو نہیں دیکھتی مگر وہ تمہیں چھوڑ گیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ: وَالضُّحٰی وَاللَّیْلِ اِذَا سَجٰی مَا وَدَّعَکَ رَبُّکَ وَمَا قَلٰی " نازل کی۔

۴۶۶۴ — شرح: یہ وہی ناپاک عورت ہے جو ابولہب کی بیوی تھی اور کھجور کی رسی سے پھانسی دی گئی تھی۔ اس حدیث کو فضائل قرآن میں ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ قرآن کے نزول میں تاخیر ہونا اس لئے نہ تھا کہ آپ کو چھوڑ دیا گیا تھا بلکہ اس میں بڑی حکمتیں تھیں جو یکبارگی نزول میں سرانجام نہ پاسکتی تھیں، کیونکہ عرب اکثر بے پڑھے لکھے تھے اور وہ لکھنا نہ جانتے تھے۔ ان کے لئے قرآن کے پڑھنے سیکھنے میں بہت مشقت اور دشواری تھی، کیونکہ اس میں بہت غور و خوض کرنا ہوتا تھا اور شارع علیہ السلام کی وضاحت کرنے کے بغیر ان کے لئے مفہوم تک پہنچنا بہت دشوار تھا اس لئے بحسبِ ضرورت گاہے بگاہے آیات نازل ہوتی رہیں۔

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد قرآن مجید قریش اور عرب کی زبان میں نازل ہوا

اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد! قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا " سے یہی مُراد ہے کہ قرآن واضح عربی زبان میں نازل ہوا ہے "

شرح: قریش خاص اور عرب عام ہے۔ عام کا خاص پر عطف ہے۔ اس میں یہ اشارہ ہے کہ سارا قرآن قریش کی زبان میں نہیں۔ بلکہ غیر قریش کی لغت میں بھی نازل ہوا ہے اور " اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا " بظاہر یہی واضح ہوتا ہے کہ قرآن کریم مخصوص زبان میں نازل نہیں ہوا کیونکہ لفظ عرب سب عرب زبانوں کو شامل ہے۔ علامہ قسطلانی نے ابوشامہ سے نقل کیا کہ قرآن کریم کے نزول کی ابتداء قریش کی لغت میں تھی پھر غیر قریش کی لغت میں پڑھنا مباح رہا۔ علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا قریش پر عرب کا عطف اس لئے ہے کہ قریش عرب ہیں اور قریش کے عرب میں داخل ہونے کے باوجود انہیں علیحدہ ذکر کرنے

۴۶۶۵ — حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ وَأَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ فَأَمَرَ عُثْمٰنُ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ وَسَعِيدَ بْنَ الْعَاصِ وَعَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الزُّبَيْرِ وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ أَنْ يَنْسَخُوهَا فِي الْمَصَاحِفِ وَقَالَ لَهُمْ إِذَا اخْتَلَفْتُمْ أَنْتُمْ وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ فِي عَرَبِيَّةٍ مِنْ عَرَبِيَّةِ الْقُرْاٰنِ فَاكْتُبُوهَا بِلِسَانِ قُرَيْشٍ فَإِنَّ الْقُرْاٰنَ أُنْزِلَ بِلِسَانِهِمْ فَفَعَلُوا

کا فائدہ یہ ہے کہ دوسرے عربوں پر قریش کی فضیلت ظاہر ہو۔ حکیم ترمذی نے اپنی کتاب "علمُ الأولیاء" میں ذکر کیا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہر وحی عربی میں اُتاری اور جبرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہر رسول پر اس کی قومی زبان کے مطابق ترجمہ کیا اور صاحبِ وحی رسُول اپنی قوم کی زبان میں ترجمانی کرتے تھے۔ بہر کیف وحی عربی زبان میں نازل ہوتی تھی! شیخ دہلوی نے شرح بخاری میں ذکر کیا کہ یہ بات صحیح ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جو قرآن باتفاقِ صحابہ جمع کیا۔ اس وقت تمام قرآن جمع عثمانی کے مطابق تھا

۴۶۶۵ — ترجمہ: انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے زید بن ثابت، سعید بن عاص، عبد اللہ بن زبیر اور عبد الرحمٰن بن حارث بن ہشام کو حکم دیا کہ وہ سورتوں اور آیات کو مصاحف میں لکھیں اور اُن سے فرمایا جب تم اور زید بن ثابت قرآن کریم کی عربی میں اختلاف پاؤ تو اس کو قریش کی زبان میں لکھو، کیونکہ قرآن کریم قریش کی زبان میں نازل ہُوا ہے۔ پس اُنھوں نے وہی کیا (جو عثمان غنی نے فرمایا تھا)

۴۶۶۵ — شرح: یعنی ام المؤمنین حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں سورتیں اور آیات موجود تھیں انہیں مصاحف میں لکھیں اور جو کسی عربی لفظ میں تمہارا اختلاف ہو جائے تو اس کو قریش کی زبان میں لکھو۔ اُنھوں نے حکم کی تعمیل کی۔ ابن شہاب نے کہا اس روز اُنھوں نے تابوت میں اختلاف کیا۔ زید بن ثابت نے کہا یہ لفظ "تابُوہٗ" ہے۔ اور عبد اللہ بن زبیر اور اُن کے ساتھیوں نے کہا یہ لفظ "تابوت" ہے وہ یہ قضیہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس لے گئے تو اُنھوں نے فرمایا اس کو تابوت لکھو، کیونکہ قریش کی لُغت میں تابُوت ہے اور قرآن قریش کی لُغت میں نازل ہُوا ہے

۴۶۶۶ــــ حَدَّثَنَا اَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَطَاءٌ وَقَالَ مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِي عَطَاءٌ قَالَ اَخْبَرَنِي صَفْوَانُ بْنُ يَعْلَى بْنِ اُمَيَّةَ اَنَّ يَعْلَى كَانَ يَقُولُ لَيْتَنِي اَرَى رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ يُنْزَلُ عَلَيْهِ الْوَحْيُ فَلَمَّا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْجِعْرَانَةِ وَعَلَيْهِ ثَوْبٌ قَدْ اُظِلَّ عَلَيْهِ وَمَعَهُ نَاسٌ مِنْ اَصْحَابِهِ اِذْ جَاءَهُ رَجُلٌ مُتَضَمِّخٌ بِطِيبٍ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ كَيْفَ تَرَى فِي رَجُلٍ اَحْرَمَ فِي جُبَّةٍ بَعْدَ مَا تَضَمَّخَ بِطِيبٍ فَنَظَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاعَةً فَجَاءَهُ الْوَحْيُ فَاَشَارَ عُمَرُ اِلَى يَعْلَى اَنْ تَعَالَ فَجَاءَ يَعْلَى فَاَدْخَلَ رَاْسَهُ فَاِذَا هُوَ مُحْمَرُّ الْوَجْهِ يَغِطُّ كَذٰلِكَ سَاعَةً ثُمَّ سُرِّيَ عَنْهُ فَقَالَ اَيْنَ الَّذِي يَسْاَلُنِي عَنِ الْعُمْرَةِ اٰنِفًا فَالْتُمِسَ الرَّجُلُ فَجِيءَ بِهِ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَمَّا الطِّيبُ الَّذِي بِكَ فَاغْسِلْهُ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ وَاَمَّا الْجُبَّةُ فَانْزِعْهَا ثُمَّ اصْنَعْ فِي عُمْرَتِكَ كَمَا تَصْنَعُ فِي حَجِّكَ

۴۶۶۶ــــ ترجمہ: عطاء نے کہا مجھے صفوان بن یعلیٰ بن اُمیّہ نے خبر دی کہ یعلیٰ کہتے تھے کاش میں سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت دیکھوں جبکہ آپ پر وحی نازل ہو رہی ہو۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم جِعرانہ میں تھے۔ اور آپ پر کپڑے سے سایہ کیا گیا تھا۔ جبکہ آپ کے ساتھ آپ کے صحابہ کرام کی ایک جماعت تھی اچانک ایک شخص آیا جو خوشبو سے لتھڑا ہُوا تھا۔ اس نے عرض کیا یا رسُولَ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس شخص کے بارے میں آپ کیا حکم دیتے ہیں جس نے جُبّہ میں احرام باندھا ہو بعد اس کے کہ وہ خوشبو میں لتھڑا ہُوا ہو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس کے جواب میں) کچھ دیر انتظار کیا

بَابُ جَمْعِ الْقُرْاٰنِ

۴۶۶۷ـــ حَدَّثَنَا مُوْسٰى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ سَعْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ السَّبَّاقِ اَنَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ قَالَ اَرْسَلَ اِلَيَّ اَبُوْبَكْرٍ مَقْتَلَ اَهْلِ الْيَمَامَةِ فَاِذَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ عِنْدَهٗ قَالَ اَبُوْبَكْرٍ اِنَّ عُمَرَ اَتَانِيْ فَقَالَ اِنَّ الْقَتْلَ قَدِ اسْتَحَرَّ يَوْمَ الْيَمَامَةِ بِقُرَّآءِ الْقُرْاٰنِ وَاِنِّيْ اَخْشٰى اِنِ اسْتَحَرَّ الْقَتْلُ بِالْقُرَّآءِ بِالْمَوَاطِنِ فَيَذْهَبَ كَثِيْرٌ مِّنَ الْقُرْاٰنِ وَاِنِّيْ اَرٰى اَنْ تَاْمُرَ بِجَمْعِ الْقُرْاٰنِ قُلْتُ لِعُمَرَ كَيْفَ تَفْعَلُ شَيْئًا لَمْ يَفْعَلْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عُمَرُ هٰذَا وَاللّٰهِ

پھر آپ کے پاس وحی آیا تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے یعلی کو اشارہ کیا وہ آئے اپنا سر پردہ میں داخل کیا تو کیا دیکھتے ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ انور سرخ ہوگیا ہے اور آپ سے خراٹے کی آواز نکل رہی ہے۔ پھر آپ سے یہ حالت دور ہوئی تو فرمایا وہ شخص کہاں ہے جو مجھ سے ابھی ابھی عمرہ کے متعلق پوچھ رہا تھا۔ اس شخص کو تلاش کیا گیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو تجھ پر خوشبو لگی ہوئی ہے اس کو تین بار دھو ڈال اور جبہ اتار دو پھر اپنے عمرہ میں وہی کرو جو حج میں کرتے ہو۔

۴۶۶۶ـــ شرح : یعنی جو حج میں طواف، سعی اور حلق وغیرہ کرتے ہو اور محظورات احرام سے بچتے ہو وہی عمرہ میں کرو۔ اس حدیث کو اس باب میں ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ قرآن اور سنت ایک ہی وحی اور ایک ہی زبان میں ہیں اور یہ دونوں ایک ہی نہج پر ہیں؛ لیکن اس وقت یہ ضروری ہے کہ عربی عبارت جو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان شریف سے ظاہر ہوئی ہے۔ بعینہ حضرت جبرائیل علیہ السلام سے ایسی ہی سنی ہو۔ جعرانہ یہ مکہ مکرمہ کے قریب ایک مقام ہے یہ حل میں احرام باندھنے کا مقام ہے یتضمخ خوشبو سے لتھڑا ہونا غطیط خراٹے کی آواز ''

باب قرآن کا جمع کیا جانا

۴۶۶۷ـــ ترجمہ : زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا اہل یمامہ کی جنگ کے بعد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

خَيْرٌ فَلَمْ يَزَلْ عُمَرُ يُرَاجِعُنِي حَتّٰى شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرِي لِذٰلِكَ وَرَأَيْتُ
فِي ذٰلِكَ الَّذِي رَأَى عُمَرُ قَالَ زَيْدٌ قَالَ أَبُوْ بَكْرٍ إِنَّكَ رَجُلٌ شَابٌّ
عَاقِلٌ لَا نَتَّهِمُكَ وَقَدْ كُنْتَ تَكْتُبُ الْوَحْيَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَتَتَبَّعِ الْقُرْاٰنَ فَاجْمَعْهُ فَوَاللّٰهِ لَوْ كَلَّفُوْنِي نَقْلَ جَبَلٍ مِّنَ الْجِبَالِ مَا
كَانَ أَثْقَلَ عَلَيَّ مِمَّا أَمَرَنِي بِهٖ مِنْ جَمْعِ الْقُرْاٰنِ قُلْتُ كَيْفَ تَفْعَلُوْنَ
شَيْئًا لَمْ يَفْعَلْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هُوَ وَاللّٰهِ خَيْرٌ فَلَمْ
يَزَلْ أَبُوْ بَكْرٍ يُرَاجِعُنِي حَتّٰى شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرِي لِلَّذِي شَرَحَ لَهٗ صَدْرَ
أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ فَتَتَبَّعْتُ الْقُرْاٰنَ أَجْمَعُهٗ مِنَ الْعُسُبِ وَاللِّخَافِ وَصُدُوْرِ
الرِّجَالِ حَتّٰى وَجَدْتُ اٰخِرَ سُوْرَةِ التَّوْبَةِ مَعَ أَبِي خُزَيْمَةَ الْأَنْصَارِيِّ
لَمْ أَجِدْهَا مَعَ أَحَدٍ غَيْرِهٖ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ
عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَتّٰى خَاتِمَةِ بَرَآءَةَ فَكَانَتِ الصُّحُفُ عِنْدَ أَبِي بَكْرٍ حَتّٰى
تَوَفَّاهُ اللّٰهُ ثُمَّ عِنْدَ عُمَرَ حَيَاتَهٗ ثُمَّ عِنْدَ حَفْصَةَ بِنْتِ عُمَرَ

نے مجھے بلایا۔ جبکہ ان کے پاس عمر فاروق بھی بیٹھے تھے۔ ابوبکر صدیق نے کہا میرے پاس عمر بن خطاب آئے ہیں انھوں نے کہا ہے کہ یمامہ کی جنگ میں بہت سے قاری شہید ہو گئے ہیں۔ مجھے ڈر ہے کہ اگر جنگوں میں قاریوں کا قتل سخت رہا تو انہیں ختم کر دے گا اور بہت سا قرآن جاتا رہے گا۔ میری رائے ہے کہ قرآن جمع کرنے کا حکم دیں۔ میں نے عمر سے کہا ہے جو کام جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا وہ تم کیسے کرو گے۔ عمر نے کہا بخدا! یہ کام اچھا ہے وہ میرے ساتھ تکرار کرتے رہے۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے میرا سینہ کھول دیا اور اس کے متعلق میں نے بھی وہی دیکھا ہے جو عمر نے دیکھا ہے۔ زید بن ثابت نے کہا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا تم نوجوان مرد عاقل ہو ہم تمہیں متہم بھی نہیں کرتے ہیں حالانکہ تم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی لکھا کرتے تھے۔ پس قرآن تلاش کرو اور اس کو جمع کرو اللہ کی قسم! اگر مجھے کسی پہاڑ اٹھانے کی تکلیف دیتے تو قرآن

جمع کرنے سے جس کا انھوں نے مجھے حکم دیا تھا۔ زیادہ بھاری نہ ہوتا۔ میں نے کہا وہ کام تم کیسے کرو گے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ کی قسم یہ اچھا کام ہے۔ ابوبکر صدیق میرے ساتھ تکرار کرتے رہے حتیٰ کہ اللہ نے اس کے لئے میرا سینہ کھول دیا جس کے لئے ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کا سینہ کھولا تھا۔ میں نے قرآن تلاش کرنا شروع کیا۔ اس حال میں کہ میں اس کو کھجور کے پٹھوں، سفید باریک پتھروں اور لوگوں کے سینوں سے جمع کرتا تھا حتیٰ کہ میں نے سورۂ توبہ کا آخر ابوخزیمہ انصاری کے پاس پایا۔ اُن کے سوا اور کسی کے پاس وہ نہ پایا۔ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ الآیۃ سورۂ برآت کے خاتمہ تک پھر یہ صحیفے ابوبکر صدیق کے پاس رہے حتیٰ کہ انھوں نے وفات پائی پھر عمر فاروق کے پاس ان کی زندگی تک رہے۔ پھر ام المؤمنین حفصہ بنت عمر فاروق رضی اللہ عنہا کے پاس رہے۔

۴۶۶۷ — شرح : اس باب میں قرآن کا اوراق میں جمع کرنے کا ذکر ہے جن کو سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مصحف میں جمع کیا گیا۔ سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مصحف میں اس لئے جمع نہ کیا تھا کہ بعض آیات منسوخ ہوتی تھیں۔ اگر ان کو ایک مصحف میں جمع کرتے پھر نسخ کے باعث بعض آیات کی تلاوت اُٹھائی جاتی تو اختلاف پیدا ہو جاتا اور منسوخ کا ناسخ کے ساتھ اختلاط رہتا۔ پس اللہ تعالیٰ نے نسخ کے زمانہ تک قرآن کریم قلوب میں محفوظ رکھا اور زمانۂ نبوت میں اس کی تالیف رہی اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جمع کیا گیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں منسوخ آیات کو خارج کر دیا گیا۔ سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ پاک میں سارا قرآن مکتوب تھا لیکن ایک جگہ جمع نہ تھا اور نہ سورتیں مرتب تھیں۔

مسیلمہ کذاب نے سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد نبوت کا دعویٰ کیا اور اکثر عربوں کے مرتد ہونے کے سبب اس کو بہت قوت حاصل ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے اس کو رسوائے زمان کیا اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لشکر نے اس کو قتل کیا۔ اس جنگ میں تقریباً سات سو یا اس سے زیادہ صحابہ کرام شہید ہوئے اس جنگ کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق کو قرآن جمع کرنے کا مشورہ دیا، کیونکہ شہید ہونے والوں میں حفاظِ قرآن بکثرت تھے اس لئے عمر فاروق نے فرمایا کہ ان حضرات کے قتل کے سبب قرآن کا اکثر حصہ جاتا رہے گا چونکہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کاتب وحی رہے تھے۔ اس لئے انہیں اس پر مامور کیا گیا تھا۔ وہ مکتوب قرآن سینوں میں محفوظ قرآن کے موافق لکھتے تھے۔ ابوداؤد میں روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے لوگوں میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا جس کسی نے سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن کی کوئی آیت سنی ہے وہ آکر بتائے وہ اسے صحائف تختیوں اور پٹھوں میں لکھتے جاتے تھے۔ اور جب تک دو شاہد گواہی نہ دیتے اسے قبول نہ کرتے تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ زید بن ثابت محض مکتوب کے پانے پر اکتفاء نہ کرتے تھے حتیٰ کہ سننے والا اس پر گواہ پیش کرتا بایں ہمہ خود زید کو وہ یاد ہوتی تھی۔ انھوں نے یہ طریق کار

۴۶۶۸ــــ حَدَّثَنَا مُوسٰى قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ اَنَّ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ حَدَّثَهٗ اَنَّ حُذَيْفَةَ بْنَ الْيَمَانِ قَدِمَ عَلٰى عُثْمٰنَ وَ كَانَ يُغَازِيْ اَهْلَ الشَّامِ فِيْ فَتْحِ اِرْمِيْنِيَّةَ وَاذْرِبِيْجَانَ مَعَ اَهْلِ الْعِرَاقِ فَاَفْزَعَ حُذَيْفَةَ اخْتِلَافُهُمْ فِي الْقِرَاءَةِ فَقَالَ حُذَيْفَةُ لِعُثْمٰنَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَدْرِكْ هٰذِهِ الْاُمَّةَ قَبْلَ اَنْ يَّخْتَلِفُوْا فِي الْكِتَابِ اِخْتِلَافَ الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى فَاَرْسَلَ عُثْمٰنُ اِلٰى حَفْصَةَ

محض احتیاط میں مبالغہ کے لئے اختیار کر رکھا تھا۔ نیز ابوداؤد نے ہشام بن عروہ کے طریق سے روائت کی کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عمر فاروق اور زید بن ثابت سے فرمایا تھا کہ تم مسجد کے دروازہ پہ بیٹھ جاؤ جو کوئی تمہارے پاس قرآنی آئت پہ دو شاہد لائے اس کو لکھ لو۔ دو شاہدوں سے مراد حفظ اور کتابت ہے یا وہ دو گواہ مراد ہیں جو یہ شہادت دیں کہ یہ مکتوب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لکھا گیا تھا مقصد یہ ہے کہ وہی آیات لکھی جائیں جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لکھی گئی ہیں محض لفظ مراد نہیں اور صدورِ رجال سے وہ لوگ مراد ہیں جنہوں نے قرآن کریم کو جمع کیا اور اپنے سینوں میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں کامل محفوظ رکھا جیسے اُبی بن کعب اور معاذ بن جبل نے محفوظ رکھا تھا زید بن ثابت نے کہا میں نے سورۂ توبہ کی آخری آئت ابوخزیمہ بن اوس بن یزید بن حرام کے پاس پائی۔ ان کا نام معروف نہیں وہ جنگ بدر میں شریک تھے۔ اگر کوئی یہ سوال پوچھے اس سے یہ لازم آئے گا کہ یہ دو آئتیں متواتر نہیں لہٰذا یہ قرآن میں داخل نہیں؛ کیونکہ قرآن تواتر سے منقول ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس وقت یہ دو آئتیں ابوخزیمہ کے سوا اور کسی کے پاس مکتوب نہ تھیں لہٰذا یہ تواتر کے منافی نہیں۔ یہ صحیفے جنہیں زید بن ثابت نے جمع کیا تھا۔ ابوبکر صدیق کی زندگی تک ان کے پاس رہے پھر عمر فاروق کی حفاظت میں رہے۔ اُنھوں نے ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا کو وصیت کی تھی کہ ان کو محفوظ رکھیں حتیٰ کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے انہیں کتاب کی شکل میں مؤلف کر کے ملک کے اطراف و اٰفاق میں پھیلا دیا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ابوبکر پر رحمت کرے وہ پہلا شخص ہے جس نے اللہ کی کتاب کو جمع کیا۔ ابن ابی داؤد نے مصاحف میں ابن سیرین کے طریق سے ذکر کیا کہ جب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم وفات فرما گئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے قسم کھائی ہے کہ جب تک میں قرآن جمع نہ کر لوں گا اپنے پر

أَنْ أَرْسِلِي إِلَيْنَا بِالصُّحُفِ نَنْسَخُهَا فِي الْمَصَاحِفِ ثُمَّ نَرُدُّهَا إِلَيْكِ فَأَرْسَلَتْ بِهَا حَفْصَةُ إِلَى عُثْمٰنَ فَأَمَرَ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ وَعَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الزُّبَيْرِ وَسَعِيدَ بْنَ الْعَاصِ وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ الْحَارِثِ ابْنِ هِشَامٍ فَنَسَخُوهَا فِي الْمَصَاحِفِ وَقَالَ عُثْمٰنُ لِلرَّهْطِ الْقُرَشِيِّينَ الثَّلٰثَةِ إِذَا اخْتَلَفْتُمْ وَزَيْدُ ابْنُ ثَابِتٍ فِي شَيْءٍ مِّنَ الْقُرْاٰنِ فَاكْتُبُوهُ بِلِسَانِ قُرَيْشٍ فَإِنَّمَا نَزَلَ بِلِسَانِهِمْ فَفَعَلُوا حَتّٰى إِذَا نَسَخُوا الصُّحُفَ فِي الْمَصَاحِفِ رَدَّ عُثْمٰنُ الصُّحُفَ إِلَى حَفْصَةَ وَأَرْسَلَ إِلَى كُلِّ أُفُقٍ بِمُصْحَفٍ مِّمَّا نَسَخُوا وَأَمَرَ بِمَا سِوَاهُ مِنَ الْقُرْاٰنِ فِي كُلِّ صَحِيفَةٍ أَوْ مُصْحَفٍ أَنْ يُّحْرَقَ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَأَخْبَرَنِي خَارِجَةُ بْنُ زَيْدِ ابْنِ ثَابِتٍ سَمِعَ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ قَالَ فَقَدْتُ اٰيَةً مِّنَ الْأَحْزَابِ حِينَ نَسَخْنَا الْمُصْحَفَ قَدْ كُنْتُ أَسْمَعُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ بِهَا فَالْتَمَسْنَاهَا فَوَجَدْنَاهَا مَعَ خُزَيْمَةَ بْنِ ثَابِتٍ

جادر نہیں اوڑھوں گا پھر اس کو جمع کیا۔ اس روایت سے واضح ہوتا ہے کہ قرآن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جمع کیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اس روایت کا اسناد ضعیف ہے۔ اگر اس کو تسلیم بھی کر لیں کہ یہ محفوظ ہے تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی جمع کرنے سے مراد یہ ہے کہ قرآن کریم کو اپنے سینہ میں محفوظ کر لیں گے

۴۶۶۸ ترجمہ : انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے ابن شہاب سے بیان کیا کہ حذیفہ بن یمان حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے جبکہ وہ اہل شام اور اہل عراق کو ارمینیہ اور آذربیجان کے ساتھ جنگ کرنے اور ان کو فتح کرنے کے لیے لشکر تیار کر رہے تھے۔ حذیفہ کو اہل شام اور اہل عراق کے قرآن پڑھنے کے اختلاف نے گھبراہٹ میں ڈال دیا تو انہوں نے حضرت عثمان غنی سے کہا اے امیر المؤمنین! اس امت کو یہود و نصاریٰ کی طرح کتاب اللہ میں

الْاَنْصَارِیِّ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَیْهِ
فَاَلْحَقْنَاهَا فِیْ سُوْرَتِهَا فِی الْمُصْحَفِ

اختلاف کرنے سے روکیں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے کسی کو ام المؤمنین حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا کہ وہ صحیفے ہمارے پاس بھیج دیں۔ ہم ان کو مصحف میں لکھ لیں پھر وہ آپ کو واپس کر دیں گے۔ ام المؤمنین حفصہ رضی اللہ عنہا نے قرآنی صحیفے حضرت عثمان کو پہنچا دیئے تو اُنھوں نے زید بن ثابت، عبداللہ بن زبیر، سعید بن عاص اور عبدالرحمن بن حارث بن ہشام کو حکم دیا اُنھوں نے اس کو مصاحف میں لکھ دیا۔ حضرت عثمان نے تین قریشیوں سے فرمایا کہ جب تم اور زید بن ثابت قرآن کے کسی کلمہ میں اختلاف کرو تو اس کو قریش کی لغت میں لکھو۔ قرآن صرف قریش کی لغت میں نازل ہوا ہے۔ اُنھوں نے عثمان کے حکم کی تعمیل کی حتی کہ جب صحیفوں کو مصاحف میں لکھ دیا تو عثمان نے وہ صحیفے ام المؤمنین حفصہ کو واپس کر دیئے اور ملک کے ہر کونے میں ایک ایک مصحف بھیج دیا جو اُنھوں نے لکھا تھا اور حکم دیا کہ اس کے سوائے جو قرآن، صحیفہ یا مصاحف میں ہے اس کو جلا دیا جائے ابن شہاب زہری نے کہا مجھے خارجہ بن زید بن ثابت نے خبر دی کہ زید بن ثابت نے اپنے والد سے سماعت کی ہے۔ زید بن ثابت نے کہا جس وقت ہم نے مصحف لکھا تو میں نے سورۂ احزاب کی آیت گم پائی، حالانکہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ کو وہ آیت پڑھتے سُنا تھا۔ ہم نے اس کی تلاش کی تو خزیمہ بن ثابت کے پاس ملی وہ یہ ہے «مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَیْهِ»، تو ہم نے اس کو مصحف کی اس سورت میں ملا دیا۔

۷۶۶۸ — شرح : اَرْمِیْنِیَہ، روم کے ملک میں بہت بڑا شہر ہے۔ ابن سمعانی نے کہا اس کی خوبصورتی بہترین آب و ہوا خوشگوار اور پانی اور درختوں کی کثرت کے سبب اس کو ضرب المثل کہا جاتا ہے۔ یہ شہر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں سلمان بن ربیعہ باہلی نے چوبیس ہجری میں فتح کیا تھا۔ اَذْرَبِیْجَان یا آذَرْبِیْجَان دونوں طرح پڑھا جاتا ہے یہ بہت بڑی ریاست ہے۔ اس میں تبریز بہت مشہور شہر ہے۔ اس عظیم مملکت میں ہر شئی کی بہتات ہے۔ اس میں مُسافر کو پانی ساتھ لینے کی ضرورت نہیں ہوتی کیونکہ وہاں پانی کی فراوانی ہے۔ جدھر جائیں پانی قدموں میں ہوتا ہے وہاں کے لوگ خوبصورت اور سُرخ چہروں والے ہیں ان کی ایک زبان ہے جسے اَذْرِیہ کہا جاتا ہے اسے اُن کے سوا کوئی نہیں سمجھتا ہے۔ وہاں کے لوگ نرم مزاج خوش خلق ہیں اور معاملات میں بہت اچھے ہیں مگر ان کی طبع میں بخل بہت ہے۔ یہ فتنہ و فساد کی آماجگاہ رہا ہے۔ وہاں اکثر لڑائیاں ہوتی رہی ہیں۔ اس لئے اس کے اکثر شہر کھنڈرات ہو چکے ہیں۔ پہلے یہ شہر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت

میں فتح ہوا تھا۔ انہوں نے مغیرہ بن شعبہ ثقفی کو کوفہ کا حاکم مقرر کیا تھا اور ان کو حذیفہ بن یمان کی طرف آذربیجان کی حکومت کے لئے خط دیا جو انہیں نہاوند میں ملا تو وہ وہاں سے ایک لشکر جرار لے کر آذربیجان گئے۔ مسلمانوں نے سخت جنگ کی پھر مرزبان نے آٹھ لاکھ درہم پر حذیفہ سے اس شرط پہ صلح کرلی کہ اُن میں سے کسی کو قتل نہیں کریں گے اور نہ قید کریں گے اور نہ ہی ان کا آتش کدہ برباد کریں گے۔ پھر عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت حذیفہ کو معزول کرکے عتبہ بن فرقد کو آذربیجان کا حاکم مقرر کیا جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ولید بن عتبہ کو کوفہ کا حاکم مقرر کیا تو عتبہ بن فرقد کو آذربیجان سے معزول کردیا تو ان لوگوں نے عہد توڑ دیا۔ ولید بن عتبہ نے پچیس ہجری میں ان پر حملہ کیا جبکہ حذیفہ بن یمان اُن کے لشکر میں تھے"

قولہ اختلاف الیہود والنصاریٰ " یعنی حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ امت محمدیہ کی ان کے قرآن کی قرأت میں اختلاف کرنے سے پہلے حفاظت کریں کہیں ایسا نہ ہو کہ یہود ونصاریٰ کے تورات وانجیل میں اختلاف کی طرح وہ بھی قرآن میں اختلاف کرنے لگیں۔ عمارہ بن غزیہ کی روایت میں ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا یا امیرالمؤمنین اس امت کی حفاظت کریں اُنہوں نے فرمایا کیا تشویش ہوئی ہے؟ حذیفہ نے کہا میں نے ارمینیہ کے علاقہ میں غزوہ کیا ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ اہلِ شام اُبی بن کعب کی قرأت کے مطابق پڑھتے ہیں اور حال یہ ہے کہ اہلِ عراق نے یہ قرأت کبھی نہیں سُنی جبکہ اہلِ عراق عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرادت کے مطابق پڑھتے ہیں جو اہلِ شام نے کبھی نہیں سُنی اور وہ ایک دُوسرے کی قرادت کا انکار کرتے ہیں۔ ابن ابی داؤد نے صحیح اسناد کے ساتھ سوید بن غفلہ کے طریق سے روائت کی ہے کہ حضرت علی کرّمَ اللہ وَجْہَہُ الکریم نے فرمایا عثمان کے متعلق اچھی بات کیا کرو۔ بخدا! اُنھوں نے قرآن کریم کے بارے میں جو کچھ کیا ہے وہ ہماری موجودگی میں کیا ہے۔ اور کہا اِس قرآءۃ کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے؟ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ بعض لوگ کہتے ہیں میری قرأت تمہاری قرأت سے اچھی ہے اور قریب ہے کہ یہ قرأت کفر ہو ہم نے کہا آپ کی رائے کیا ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا میری رائے یہ ہے کہ لوگوں کو ایک مصحف پہ جمع کریں۔ تاکہ ان میں فرقہ بندی اور اختلاف نہ ہو ہم نے کہا یہ رائے بہت اچھی ہے۔ علامہ سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے توشیح میں ذکر کیا وہ صحیفے یا اوراق جن میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں قرآن جمع کیا گیا تھا اور وہ جُدا جُدا سورتیں تھیں اور ہر سُورت میں اس کی آیات مرتبہ تھیں، لیکن ان کی ترتیب ایک دُوسرے کے بعد ترتیبی صورت نہ تھی جب بعض آیات منسوخ ہوگئیں اور ان کو مرتب کیا گیا تو مجموعہ مصحف ہوگیا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضرات صحابہ کرام کی جماعت کے مشورہ سے یہ کیا تھا۔ مصعب بن سعد کی روائت میں اس طرح ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا لوگوں میں اچھا کاتب کون ہے؟ لوگوں نے کہا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کا کاتب زید بن ثابت بہترین کاتب ہے۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا زیادہ فصیح کون ہے؟ لوگوں نے کہا سعید بن عاص بہترین فصیح ہے۔ حضرت عثمان نے فرمایا سعید لکھوائے اور زید لکھتا جائے۔ ابن ابی داؤد نے ان لوگوں کے

کے نام ذکر کئے ہیں جنہوں نے قرآن لکھا تھا۔ ان میں سے مالک بن ابی عامر ہیں جو حضرت انس بن مالک کے دادا ہیں نیز کثیر بن افلح، ابی بن کعب، انس بن مالک اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم ہیں۔ صحیح بخاری کی روایت کے مطابق حضرت عثمان نے قریش سے تعلق رکھنے والوں سعید بن عاص، عبداللہ اور عبدالرحمٰن سے فرمایا جب تم اور زید بن ثابت قرآن کی عربیت میں اختلاف کرو تو اسے قریش کی لغت میں لکھو۔ کیونکہ بیشتر قرآن قریش کی لغت میں نازل ہوا ہے انھوں نے ایسا ہی کیا اور قرآن کریم کی مکمل کتابت کے بعد صحیفے ام المومنین حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا کو واپس کر دیئے گئے۔ مشہور روایت کے مطابق پانچ قرآن لکھے ان میں سے ایک تو حضرت عثمان نے اپنے پاس رکھا اور باقی چار مختلف اطراف پہنچا دیئے۔ دانی نے مقنع میں ذکر کیا کہ اکثر علماء کہتے ہیں کہ چار عدد لکھے تھے۔ ان میں سے ایک کوفہ دوسرا بصرہ اور تیسرا شام بھیج دیا جبکہ ایک نسخہ اپنے پاس رکھ لیا۔ ابوحاتم نے کہا ابن ابی داؤد کی روایت میں ہے کہ سات مصاحف لکھے تھے اور وہ مکہ مکرمہ، شام، یمن، بحرین بصرہ اور کوفہ بھیج دیئے جبکہ ایک مصحف اپنے پاس مدینہ منورہ رکھ لیا۔ اور یہ مصحف جو حضرت عثمان نے لکھوایا تھا اور جو اطراف و اکناف کے ممالک میں بھیج دیا گیا اس کے سوا جو شاذ، منسوخ اور مفسر تھا اس کو پانی سے دھو کر صاف کاغذوں کو جلا دیا گیا تاکہ ان پر مطلع ہونے والا ان کو قرآن نہ سمجھے۔

قاضی عیاض و قسطلانی، علامہ کرمانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا اگر کوئی سوال پوچھے کہ قرآن کریم کو جلانا کیسے جائز تھا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جو جلایا گیا تھا وہ قرآن نہ تھا بلکہ منسوخ آیات کا مجموعہ اور غیر قرآن سے مخلوط تفسیر اور غیر قریش کی لغات اور شاذ قراءات تھیں جن کے قرآن نہ ہونے کا یقین تھا۔

ابن بطال نے کہا اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ان رسالوں اور کتابوں کو جلا دینے میں کوئی حرج نہیں جن میں اللہ کا نام مکتوب ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نام کی تکریم و تعظیم ہے تاکہ پاؤں کے نیچے نہ آئے بعض نے کہا اگر ضرورت پڑے تو دھو ڈالنا ہی بہتر ہے۔ احناف کا اس مسئلہ میں موقف یہ ہے کہ اگر قرآن کریم کہنہ اور بوسیدہ ہو جائے تو اس کو ایسی جگہ دفن کر دینا چاہیئے جہاں لوگوں کی گزرگاہ نہ ہو اور اس پر لوگوں کے پاؤں نہ آئیں۔

قولہ فقدتُ آیۃً، یعنی زید بن ثابت نے کہا میں نے جب مصحف لکھا تو سورۂ احزاب کی ایک آیت گم پائی۔ اس آیت کریمہ کے متعلق اختلاف ہے کہ اس آیت کا فقدان حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں تھا یا اس زمانہ میں تھا جبکہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے لکھنے کا حکم کیا تھا۔ زہری سے روایت ہے کہ یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق کے زمانِ خلافت میں گم پائی گئی۔ بعض نے کہا یہ زہری کا اپنا وہم ہے۔ بعض نے کہا یہ فقدان حضرت عثمان غنی کے زمانہ میں تھا ابوبکر کے زمانہ میں نہ تھا۔ اس وقت کہا گیا تھا کہ سورۂ توبہ کا آخر ہم نے گم پایا تھا۔ اس حدیث میں نَسَخْنَا، یعنی ہم نے لکھا کے صیغہ جمع متکلم سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ عثمان کے عہدِ خلافت میں فقد آیت ہوا تھا، لیکن اس دلیل میں نظر ہے کیونکہ اگر ابوبکر صدیق کے زمانہ میں فقد آیت نہ پایا گیا تھا اور یہ معلوم تھی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں آیت کے گم ہونے کا

بَابُ کَاتِبُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

۴۶۶۸۔ حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ بُکَیْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّیْثُ عَنْ یُونُسَ عَنِ ابْنِ شِہَابٍ عَنِ ابْنِ السَّبَّاقِ قَالَ اِنَّ زَیْدَ بْنَ ثَابِتٍ

کوئی معنی نہیں ہے۔ (تیسیر القاری) زید بن ثابت نے کہا وہ آیت کریمہ جو گم پائی گئی۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پڑھتے ہوئے میں سنا کرتا تھا تو ہم نے وہ خزیمہ بن ثابت انصاری کے پاس پائی۔ وہ آیت کریمہ یہ ہے مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاھَدُوا اللّٰہَ عَلَیْہِ، تو ہم نے اسے سورت احزاب میں لاحق کر دیا۔ سورۂ توبہ کی آخری آیت جس سے ملی تھی ابو خزیمہ تھے رضی اللہ عنہ۔ خزیمہ بن ثابت انصاری جن کے پاس سورۂ احزاب کی آیت پائی گئی تھی وہ ہیں جن کی گواہی دو گواہوں کے مساوی تھی، اس سے الحاق کے متعلق مذکور خلجان بھی مندفع ہو گیا۔ واللہ ورسولہ اعلم! اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ قرآن کریم میں یہ شرط ہے کہ تواتر سے منقول ہو تو اس آیت کو لاحق کرنا کیسے صحیح ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ آیت کریمہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے دہن مبارک سے سُنی ہوئی تھی۔ اس کی سورت اور مقام انہیں معلوم تھا۔ صرف اس کی کتابت نہ پائی گئی تھی اور فقد کتابت عدم تواتر کو مستلزم نہیں؛ البتہ یہ سوال پوچھا جا سکتا ہے کہ اگر قرآن متواتر ہے تو اس قدر تلاش اور جستجو کا کیا مقصد ہے جبکہ سفید پتھروں اور کھجوروں کے پتوں پر لکھا ہوا تلاش کرنا پڑا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ لوگوں پر ظاہر کرنے کے لئے یہ کیا گیا حالانکہ قرآن سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لکھا گیا تھا۔ واللہ ورسولہ اعلم!

باب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب کا ذکر

اس باب میں اس شخص کا ذکر ہے جو وحی لکھتا تھا بعض روایات میں جمع کا صیغہ مذکور ہے یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کتاب کا ذکر، حدیث میں صرف زید بن ثابت کو ہی ذکر کیا ہے کیونکہ اُن کے سوا باقی بخاری کی شرط کے مطابق نہ ہوں گے۔ زید بن ثابت کے علاوہ اور بھی کاتب وحی تھے۔ کیونکہ زید ہجرت کے بعد مسلمان ہوئے ہیں حالانکہ مکہ مکرمہ میں بھی آپ کے کاتب تھے۔ زید بن ثابت کے علاوہ اور بھی کاتب وحی بہت تھے کیونکہ زید ہجرت کے بعد مسلمان ہوئے ہیں حالانکہ مکہ مکرمہ میں بھی آپ کے کاتب تھے، چنانچہ سب سے پہلا مکہ مکرمہ میں عبداللہ بن ابی سرح وحی لکھا کرتا تھا پھر وہ مرتد ہو گیا اور فتح مکہ میں اُس نے دوبارہ

قَالَ اَرْسَلَ اِلَیَّ اَبُوْ بَكْرٍ فَقَالَ اَنَّكَ كُنْتَ تَكْتُبُ الْوَحْیَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاتَّبِعِ الْقُرْاٰنَ فَتَتَبَّعْتُ حَتّٰی وَجَدْتُ اٰخِرَ سُوْرَةِ التَّوْبَةِ اٰیَتَیْنِ مَعَ اَبِیْ خُزَیْمَةَ الْاَنْصَارِیِّ لَمْ اَجِدْهُمَا مَعَ اَحَدٍ غَیْرِهٖ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ اِلٰی اٰخِرِهٖ

۴۶۷۰ ـ حَدَّثَنَا عُبَیْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰی عَنْ اِسْرَائِیْلَ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَآءِ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ لَا یَسْتَوِی الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اُدْعُ لِیْ زَیْدًا وَلْیَجِیْٓءْ بِاللَّوْحِ وَالدَّوَاةِ وَالْكَتِفِ اَوِ الْكَتِفِ وَالدَّوَاةِ ثُمَّ قَالَ

اسلام قبول کیا تھا۔ خلفاء راشدین، زبیر بن عوام، سعید بن عاص کے دو بیٹوں خالد اور ابان، حنظلہ بن ربیع اسدی معیقیب بن ابی فاطمہ، عبداللہ بن ارقم زہری، شرحبیل بن حسنہ اور عبداللہ بن رواحہ نے بھی وحی لکھی ہے۔ مدینہ منورہ میں سب سے پہلے اُبی بن کعب نے وحی لکھی ہے جبکہ زید بن ثابت ان کے بعد مقرر ہوئے تھے

۴۶۶۹ ـ ترجمہ: ابن شہاب سے روایت ہے کہ ابن سباق نے کہا کہ زید بن ثابت نے کہا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے میرے پاس کسی کو بھیجا اُنھوں نے مجھے فرمایا تم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وحی لکھا کرتے تھے۔ لہٰذا قرآن کریم تلاش کرو میں نے جستجو شروع کر دی حتیٰ کہ سورۂ توبہ کی آخری دو آیتیں ابوخزیمہ انصاری کے پاس پائیں ان کے سوا کسی کے پاس وہ نہ پائیں (وہ یہ ہیں) لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ الاٰیۃ

(اس سے پہلے باب میں تفصیل مذکور ہے)

۴۶۷۰ ـ ترجمہ: براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے کہا جب یہ آیت کریمہ لَا یَسْتَوِی الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ الاٰیۃ نازل ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زید بن ثابت کو میرے پاس بلاؤ! اور وہ تختی اور دوات

اُكْتُبْ لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُوْنَ وَخَلْفَ ظَهْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَمْرُو بْنُ اُمِّ مَكْتُوْمِ الْاَعْمٰى قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَمَا تَأْمُرُنِيْ فَاِنِّيْ رَجُلٌ ضَرِيْرُ الْبَصَرِ فَنَزَلَتْ مَكَانَهَا لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

بَابٌ اُنْزِلَ الْقُرْاٰنُ عَلٰى سَبْعَةِ اَحْرُفٍ

۴۶۷۱ — حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُفَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِيْ عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ حَدَّثَهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَقْرَاَنِيْ جِبْرِيْلُ عَلٰى حَرْفٍ فَرَاجَعْتُهُ فَلَمْ اَزَلْ اَسْتَزِيْدُهُ وَيَزِيْدُنِيْ حَتّٰى انْتَهٰى اِلٰى سَبْعَةِ اَحْرُفٍ

اور شانہ کی ہڈی لیتا آئے یا شانہ کی ہڈی اور دوات فرمایا۔ پھر فرمایا یہ آیت کریمہ: لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الآیۃ لکھو جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے عمرو بن اُم مکتوم نابینا تھے۔ اُس نے کہا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم میرے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں۔ میں نابینا ہوں تو اسی مقام میں یہ آیت کریمہ: "لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ" نازل ہوئی۔

۴۶۷۰ — شرح: یعنی اہلِ ضرر اور بیمار لوگوں کے ماسوا گھروں میں بیٹھنے والے مسلمان اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے برابر نہیں ہیں۔ (حدیث ۴۶۶۸ اور ۲۶۳۶ کی شرح دیکھیں) ابن مکتوم کے نام میں مختلف اقوال ہیں۔ حافظ ابو نعیم نے کہا اُن کا نام عبداللہ ابن زایدہ ہے۔ محی السنۃ نے کہا عبداللہ بن شریح بن مالک ہے۔ بعض نے عمرو کہا ہے امام بخاری کے نزدیک یہی نام مختار ہے جو بعض نے کہا ہے اس حدیث میں لفظ "اُولِي الضَّرَرِ" فی سبیل اللہ کے بعد مذکور ہے، حالانکہ قرآن کریم میں "المؤمنین" کے بعد واقع ہے۔ شیخ ابن حجر نے کہا یہاں بطور تفسیر مذکور ہے بطریق تلاوت نہیں۔

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد! قرآن کریم سات حروف پر نازل ہُوا

علامہ عینی رحمہ اللہ نے کہا سات حرفوں سے مراد سات وجوہ یعنی سات لغات ہیں۔ اُن میں سے ہر لغت میں قرآن پڑھنا جائز ہے۔ یہ مراد نہیں کہ قرآن کا ہر کلمہ سات وجہ سے پڑھا جاتا ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ کبھی بعض کلمات سات سے اکثر وجہ سے پڑھے جاتے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے غالبًا یہ زیادتی ادار کی کیفیت میں ہے جیسے مدّ اور امالہ وغیرہ میں ہے۔ بعض نے کہا سبعہ سے مُراد حقیقۃً عدد نہیں ہے۔ بلکہ مراد تیسیر و تسہیل ہے اور سبعہ کا لفظ احاد میں کثرت پر بھی بولا جاتا ہے؛ چنانچہ سبعون کا اطلاق عشرات میں کثرت پر اور سبعماۃ سے مراد مات میں کثرت ہے۔ ان سے معین عدد مراد نہیں۔ قاضی عیاض اور ان کے ساتھیوں کا یہی مختار ہے

۴۶۷۱ — **ترجمہ** : عُبیداللہ بن عبداللہ نے بیان کیا کہ ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے جبرائیل نے ایک حرف پر قرآن پڑھایا۔ میں نے اس سے مراجعت کی (کہ اور وجہ پر پڑھائیں) اور میں زیادہ کرواتا رہا اور وہ زیادہ کرتے رہے حتی کہ سات حروف تک پہنچے۔

۴۶۷۱ — **شرح** : مسلم کی روایت میں ہے کہ میں نے جبرائیل کی طرف یہ ردّ کیا کہ میری امت پر آسانی کی جائے۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ میری اُمت کو اس کی طاقت نہیں۔ اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ آئت میں مراد یہی سات لغات ہیں سفیان بن عُیینہ نے کہا اس سے مراد سات وجوہ ہیں جو معنی میں متفق اور الفاظ مختلف ہیں جیسے اَقبل، تعالیٰ، ہلمّ، عجّل، اسرع وغیرہ یہ الفاظ مختلف ہیں۔ لیکن ان کے معانی متفق ہیں،،

عام لوگوں کا خیال ہے کہ اس سے مراد سات قرأتیں ہیں۔ یہ جہالت ہے کیونکہ قرآت سبعہ سب ایک حرف ہی میں۔ اور یہ قریش کی لغت ہے۔ توشیح میں ذکر کیا اس میں چالیس اقوال ہیں ان میں سے قریب تر دو قول ہیں جو ہم نے ذکر کیے ہیں۔

مجمع میں ذکر کیا کہ مراد سات حروف ادغام اور اس کا ترک، تفخیم، ترقیق، اِمالہ، مدّ اور لین وغیرہ ہیں کیونکہ ان میں لغتِ عرب مختلف ہے۔ اللہ نے اس میں آسانی کر دی تاکہ ہر ایک اپنے موافق لغت میں پڑھ لے اور یہ لغتِ قریش میں لکھنے کے منافی نہیں؛ کیونکہ کتابت قرآءت کے منافی نہیں۔ اس طرح ہو سکتا ہے کہ

۴۶۷۲ — حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قَالَ
حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ الْمِسْوَرَ
ابْنَ مَخْرَمَةَ وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَبْدِ الْقَارِيِّ حَدَّثَاهُ أَنَّهُمَا سَمِعَا
عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ يَقُولُ سَمِعْتُ هِشَامَ ابْنَ حَكِيمٍ يَقْرَأُ سُورَةَ الْفُرْقَانِ
فِي حَيٰوةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَمَعْتُ لِقِرَاءَتِهِ فَإِذَا
يَقْرَأُ عَلَى حُرُوفٍ كَثِيرَةٍ لَمْ يُقْرِئْنِيهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَكِدْتُ أُسَاوِرُهُ فِي الصَّلٰوةِ فَتَصَبَّرْتُ حَتّٰى سَلَّمَ فَلَبَّبْتُهُ بِرِدَائِهِ
فَقُلْتُ مَنْ أَقْرَأَكَ هٰذِهِ السُّورَةَ الَّتِي سَمِعْتُكَ تَقْرَأُ قَالَ أَقْرَأَنِيهَا
رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ كَذَبْتَ فَإِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أَقْرَأَنِيهَا عَلٰى غَيْرِ مَا قَرَأْتَ فَانْطَلَقْتُ بِهِ أَقُودُهُ إِلٰى
رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ إِنِّي سَمِعْتُ هٰذَا يَقْرَأُ سُورَةَ
الْفُرْقَانِ عَلٰى حُرُوفٍ لَمْ تُقْرِئْنِيهَا فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَرْسِلْهُ اقْرَأْ يَا هِشَامُ فَقَرَأَ عَلَيْهِ الْقِرَاءَةَ الَّتِي سَمِعْتُهُ يَقْرَأُ فَقَالَ رَسُولُ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَذٰلِكَ أُنْزِلَتْ ثُمَّ قَالَ اقْرَأْ يَا عُمَرُ فَقَرَأْتُ

کتابت قریش کی لغت میں ہو اور قرات اِن لغات میں ہو۔ اللہ تعالیٰ نے لوگوں پر تخفیف کی اور مختلف لغات میں
پڑھنے کی اجازت دی اگرچہ اس کا اول نزول لغتِ قریش میں ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم!

۴۶۷۲ — ترجمہ: عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ مسور بن مخرمہ اور عبدالرحمٰن بن
عبدالقاری نے ان کو خبر دی کہ اُنھوں نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو یہ
کہتے سُنا کہ ہشام بن حکیم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں سورۂ فرقان پڑھ رہے تھے۔ میں نے

الْقِرَاءَةَ الَّتِیْ اَقْرَأَنِیْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَذٰلِكَ اُنْزِلَتْ اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ اُنْزِلَ عَلٰی سَبْعَةِ اَحْرُفٍ فَاقْرَءُوْا مَا تَیَسَّرَ مِنْهُ

ان کی قرآءت سُنی تو وہ کئی حروف میں پڑھتے تھے جو رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے مجھے نہیں پڑھائے تھے قریب تھا کہ میں نماز میں اُن سے جھگڑا کرتا، لیکن میں نے صبر کیا حتیٰ کہ اُنھوں نے سلام پھیرا تو میں نے ان کی چادر ان کے گلے میں ڈال کر کھینچا اور کہا یہ سورت جو میں نے تجھے پڑھتے ہوئے سُنا ہے تجھے کس نے پڑھائی ہے؟ ہشام نے کہا یہ مجھے جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے پڑھائی ہے۔ میں نے کہا تم غلط کہتے ہو۔ جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے مجھے تمہاری اس قرأت کے بغیر یہ سُورت پڑھائی ہے۔ میں انھیں کھینچتا ہُوا جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں لے آیا اور عرض کیا یارسُولَ اللہ! صلی اللہ علیہ وسلّم! میں نے انھیں سورۂ فرقان ایسے حروف میں پڑھتے ہوئے سُنا ہے جو آپ نے مجھے اِن حروف میں نہیں پڑھایا ہے۔ جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا انہیں چھوڑ دو اور فرمایا اے ہشام پڑھو! اُنھوں نے وہی پڑھا جو میں نے انہیں پڑھتے ہوئے سُنا تھا آپ نے فرمایا اسی طرح نازل ہُوئی ہے۔ پھر رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا اے عمر تم پڑھو تو میں نے اسی قراءت کے مطابق پڑھی جو آپ نے مجھے پڑھائی تھی۔ پھر جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا اسی طرح یہ نازل ہُوئی ہے۔ قرآن کریم سات لغات پر نازل ہُوا ہے ان سے جو لغت آسان ہو وہی پڑھو"۔

۴۶۷۲ — شرح : حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ہشام بن حکیم کی قرأت سُن کر فرمایا کہ تم نے جو کہا ہے کہ مجھے جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے یہ پڑھایا ہے اس میں تم نے غلط کہا ہے؛ کیونکہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلّم کی زبان شریف سے اس کے خلاف سُنا تھا اور یہ حدیث "اُنْزِلَ الْقُرْاٰنُ عَلٰی سَبْعَةِ اَحْرُفٍ" انہیں نہیں پہنچی تھی۔ حدیث شریف میں "كَذَبْتَ" بمعنی "اَخْطَاْتَ" ہے یعنی تم غلط کہتے ہو؛ کیونکہ اہلِ حجاز خطاء کی جگہ لفظ کذب کا اطلاق کرتے ہیں۔ سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلّم نے عمر فاروق سے دونوں قراءتوں کے متعلق فرمایا کہ اسی طرح یہ آیت نازل ہوئی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلّم نے عمر فاروق کی تسلی و اطمینان کے لئے فرمایا تاکہ وہ دو مختلف اشیاء کی تصویب کا انکار نہ کریں۔ پھر آپ نے فرمایا جو قرآءت آسان جانو وہی پڑھو۔ اس میں یہ اشارہ ہے کہ قراءت میں تعدد قاری کی آسانی کے لئے ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ "احرف" سے مراد یہ ہے کہ مرادف لفظ سے معنیٰ ادا کیا جائے۔ اگرچہ دونوں لفظ ایک ہی لغت کے ہوں؛ کیونکہ حضرت عمر فاروق اور ہشام رضی اللہ عنہما کی زبان ایک ہی لغت میں ہے اور وہ لغتِ قریش ہے۔ بایں ہمہ ان کی قراءت مختلف ہے۔ اکثر اہلِ علم نے کہا ہے کہ احرف سبعہ سے یہی مراد ہے (حدیث ۲۲۵۸ ج ۳: کی شرح دیکھیں)

بَابُ تَالِيفُ الْقُرْاٰنِ

۴۶۷۳ — حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسٰى قَالَ اَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ اَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ اَخْبَرَهُمْ قَالَ وَاَخْبَرَنِي يُوسُفُ بْنُ مَاهَكٍ قَالَ اِنِّي عِنْدَ عَائِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِينَ اِذْ جَاءَهَا عِرَاقِيٌّ فَقَالَ اَيُّ الْكَفَنِ خَيْرٌ قَالَتْ وَيْحَكَ وَمَا يَضُرُّكَ قَالَ يَا اُمَّ الْمُؤْمِنِينَ اَرِينِي مُصْحَفَكِ قَالَتْ لِمَ قَالَ لَعَلِّي اُؤَلِّفُ الْقُرْاٰنَ عَلَيْهِ فَاِنَّهُ يُقْرَاُ غَيْرَ مُؤَلَّفٍ قَالَتْ وَمَا يَضُرُّكَ اَيَّهُ قَرَاْتَ قَبْلُ اِنَّمَا نَزَلَ اَوَّلَ مَا نَزَلَ مِنْهُ سُورَةٌ مِنَ الْمُفَصَّلِ فِيهَا ذِكْرُ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ حَتّٰى اِذَا ثَابَ النَّاسُ اِلَى الْاِسْلَامِ ثُمَّ نَزَلَ الْحَلَالُ وَالْحَرَامُ وَلَوْ نَزَلَ اَوَّلَ شَيْءٍ لَا تَشْرَبُوا الْخَمْرَ لَقَالُوا لَا نَدَعُ الْخَمْرَ اَبَدًا وَلَوْ نَزَلَ لَا تَزْنُوا لَقَالُوا لَا نَدَعُ الزِّنَا اَبَدًا لَقَدْ نَزَلَ بِمَكَّةَ عَلٰى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاِنِّي لَجَارِيَةٌ اَلْعَبُ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ وَمَا

باب قرآن کی تالیف

۴۶۷۳ — ترجمہ ، ہشام بن یوسف نے کہا ابن جُریج نے انہیں خبر دی کہ مجھے یوسف بن ماہک نے خبر دی کہ میں ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھا۔ اتنے میں آپ کے پاس ایک عراقی آیا اور کہا کونسا کفن بہتر ہے ؟ فرمایا تیری خرابی ہو تجھے کیا چیز تکلیف دیتی ہے۔ اُس نے کہا اے امّ المؤمنین مجھے اپنا مصحف دکھائیں۔ ام المؤمنین نے فرمایا کیوں ؟ اُس نے کہا میں اس کے مطابق قرآن کی تالیف کرنا چاہتا ہوں ، کیونکہ قرآن غیر مؤلّف پڑھا جاتا ہے۔ ام المؤمنین نے فرمایا تجھے کیا چیز تکلیف دیتی ہے جو بھی آیت چاہو دوسری سورت سے پہلے پڑھ لو۔ سب سے پہلے جو نازل ہوا اس میں سے سورۃ مفصل سے

نَزَلَتْ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ وَالنِّسَآءِ اِلَّا وَاَنَا عِنْدَهٗ قَالَ فَاَخْرَجَتْ لَهٗ الْمُصْحَفَ فَاَمْلَتْ عَلَيْهِ اٰىَ السُّوَرِ

جس میں جنت و دوزخ کا ذکر ہے حتی کہ جب لوگ اسلام کی طرف مائل ہوئے تو حلال و حرام نازل ہوئے اگر پہلے ہی یہ نازل ہوتا کہ شراب نہ پیئو تو لوگ کہتے ہم شراب کبھی نہ ترک کریں گے اور اگر پہلے یہ نازل ہوتا کہ زنا نہ کرو تو وہ کہتے ہم زنا کبھی نہ چھوڑیں گے یقیناً مکہ مکرمہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پہ نازل ہوا جبکہ میں کمسن لڑکی تھی اور کھیلا کرتی تھی۔ بَلِ السَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ ، اور سورۃ بقرہ اور سورۃ نساء نازل نہ ہوئی مگر اس وقت کہ میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھی۔ یوسف بن ماہک نے کہا ام المؤمنین رضی اللہ عنہا اس عراقی مرد کے لئے قرآن نکال لائیں اور اس کو سورتوں کی آیات لکھا دیں۔

۴۶۷۳ شرح : قولہ مایضرک ، یعنی ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے عراقی مرد سے فرمایا : تیری موت کے بعد تجھے کیا شئی تکلیف دے سکی جبکہ تو مکلف ہی نہ رہا تجھے نرم یا سخت جو بھی کفن دیا جائے اس میں کچھ مضائقہ نہیں کیونکہ تیری حس ختم ہو چکی ہو گی ہو سکتا ہے کہ اس شخص کا سوال کفن کی مقدار سے ہو کہ ایک یا زیادہ کپڑے ہوں یا اس کی کیفیت سے ہو کہ سفید ہو یا کوئی رنگ دار ہو نرم ہو یا سخت ہو۔ سوتی ہو یا کوئی اور قسم کا ہو۔ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کا جواب باصواب سب صورتوں کو شامل ہے۔ یعنی جو بھی میسر ہو وہی کافی ہے۔

قولہ اَرِینِی الخ عراقی نے ام المؤمنین سے کہا جو مصحف آپ پڑھتی ہیں وہ مجھے دکھائیں ام المؤمنین نے فرمایا میرے مصحف سے تو کیا دیکھے گا جس طرح بھی پڑھو صحیح ہے۔ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ جواب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قرآن جمع کرنے سے پہلے تھا بعض نے کہا اس کے بعد تھا اور مذکور عراقی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ترتیب کے مطابق پڑھتا تھا جو مصحف عثمان کی ترتیب کے خلاف تھا۔ اس نے ام المؤمنین کے مصحف پر مطلع ہو کر اس پہ اعتماد کرنا تھا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے جب مصحف عثمانی کوفہ میں دیکھا تو اپنی قراءت اور ترتیب سے رجوع نہ کیا جو مصحف عثمانی کی ترتیب کے خلاف تھا لیکن یہ امر مخفی نہیں کہ مصحف عثمانی پہ جمہور امت نے اتفاق کیا ہے۔ اس لئے عراقی اس کے خلاف عمل کرنے پہ راضی نہ تھا

قولہ انما نزل ، سب سے پہلے جو سورت نازل ہوئی وہ اِقْرَءْ بِاسْمِ رَبِّكَ ، ہے یا کچھ مدت وحی رکنے کے بعد پہلے سورۃ مدثر نازل ہوئی اس میں جنت اور دوزخ کا صراحتہً ذکر ہے ، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے مَا اَدْرٰكَ مَا سَقَرُ اور فرمایا فِیْ جَنّٰتٍ یَّتَسَآءَلُوْنَ ، اور سورت اِقْرَءْ میں بھی

جنت و دوزخ کا ذکر لزومی طور پر ہے ؛ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کَذَّبَ وَتَوَلّٰی وَسَنَدْعُ الزَّبَانِیَۃَ ، وَاِنْ کَانَ عَلَی الْھُدٰی " میں ذکر لزومی ہے۔ لہٰذا یہ کہنا درست نہیں کہ سورۂ اقرء میں جنت و دوزخ کا ذکر نہیں۔

قولہ نَزَلَ الْحَلَالُ وَالْحَرَامُ ، ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے اس سے قرآن کریم کی ترتیب میں حکمت الٰہیہ کی طرف اشارہ کیا ہے کہ قرآن کریم میں سب سے پہلے دعوت توحید تابعداروں اور مومنوں کو جنت کی خوشخبری اور کافروں کو دوزخ کی آگ سے تخویف اور انذار کی آیات نازل ہوئیں۔ جب لوگ اس پر مطمئن ہوگئے تو احکام نازل ہوئے اس لئے ام المؤمنین نے فرمایا اگر پہلے شراب وغیرہ کی ممانعت و حرمت نازل ہوتی تو لوگ اس میں تامل کرتے، کیونکہ طبع انسانی اپنی مالوف شی کے ترک سے نفرت کرتی ہے۔ اس لئے سورۂ بقرہ اور نساء جو کثیر احکام پر مشتمل ہیں سے پہلے سورۂ قمر نازل ہوئی جس میں کوئی حکم مذکور نہیں۔ پھر ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے عراقی مصحف لکھایا۔ اِملاء اور اِملال دونوں طرح مذکور ہے اور دونوں بمعنی واحد ہیں۔

اس مقام میں ایک بات معلوم کرنا ضروری ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مصحف کی ترتیب میں دو قول ہیں جمہور اس طرف گئے ہیں کہ یہ ترتیب حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے اجتہاد پر مبنی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جو روایت منقول ہے کہ قرآن کا نزول اس ترتیب پر ہے کہ سب سے پہلے سورۂ اِقْرَءْ بِاسْمِ رَبِّکَ ، نازل ہوئی ، اس کے بعد سُوْرَۂ مُدَّثِّر پھر ن وَالْقَلَم پھر مُزَّمِّل پھر تَبَّتْ یَدَا پھر سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ آخر تک تمام مکی سورتیں نازل ہوئیں پھر مدنی سورتیں نازل ہوئیں۔ وہ جمہور کے قول کے مطابق ہے ؛ کیونکہ ترتیب عثمانی اگر توقیفی ہوتی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس کا خلاف کبھی متصور نہ ہوتا کہ قرآن کو اس ترتیب پر جمع کرتے بعض علماء نے کہا عثمانی ترتیب توقیفی ہے اور وحی کے موافق ہے۔ جس سے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خبردار کیا ہے۔ اس مسئلہ میں تحقیق یہ ہے کہ اس مسئلہ میں اختلاف اور نزاع لفظی ہے جو علماء کہتے ہیں کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجتہاد سے قرآن مرتب ہے اس سے مراد یہ ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سورتوں کے نزول کے اسباب جانتے تھے۔ انھوں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے سور کی ترتیب معلوم کی تھی انھوں نے کوشش کی کہ اسی ترتیب پر مصحف مرتب ہو یہ نہیں کہ انہوں نے اپنی طرف سے مرتب کر لیا تھا۔ اسی لئے امام مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم اسی ترتیب سے قرآن پڑھتے ہیں جو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ کرام نے سُنا تھا۔ اور آپ نے اسی ترتیب کے مطابق جبرائیل علیہ السلام سے دَور کیا تھا اور صحابہ نے سُنا تھا۔ البتہ آیات کی ترتیب میں کوئی اختلاف نہیں یہ بالاتفاق توقیفی ہے اور حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ہر آیت کریمہ کا تعین کر دیا تھا (تیسیر القاری)

۴۶۷۴ ـ حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ یَزِیْدَ سَمِعْتُ ابْنَ مَسْعُوْدٍ یَقُوْلُ فِیْ بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ وَالْکَهْفِ وَمَرْیَمَ وَطٰهٰ وَالْاَنْبِیَاءِ اِنَّهُنَّ مِنَ الْعِتَاقِ الْاُوَلِ وَهُنَّ مِنْ تِلَادِیْ

۴۶۷۵ ـ حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِیْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ اَنْبَاَنَا اَبُوْ اِسْحٰقَ سَمِعَ الْبَرَآءَ قَالَ تَعَلَّمْتُ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ قَبْلَ اَنْ یَقْدَمَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ۴۶۷۶ ـ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ عَنْ اَبِیْ حَمْزَةَ

۴۶۷۴ ـ ترجمہ : عبدالرحمٰن بن یزید کہتے ہیں کہ میں نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو سورت بنی اسرائیل کہف ۔ مریم ۔ طٰہٰ اور انبیاء کے متعلق یہ کہتے ہوئے سنا کہ یہ پانچوں سورتیں نہایت ہی بلیغ ہیں اور قدیم سے نازل ہیں ۔

۴۶۷۴ ـ شرح : عِتاق بکسر العین عتیق کی جمع ہے ۔ عرب جو شئ جودت اور عمدگی کی انتہاء کو پہنچی ہو اس کو عِتاق کہتے ہیں ۔ اُوَل ،، کا ہمزہ مضموم واوٌ مفتوح مخفف ہے ۔ نزول کی اولیت کے اعتبار سے انہیں اُوَل کہا گیا ہے

قولہ من تلادی ،، بکسر التاء اور لام مخفف ہے ۔ یعنی یہ سورتیں اگرچہ مصحف عثمانی کی ترتیب میں مؤخر ہیں لیکن نزول میں قدیم ہیں ۔ حدیث کا مقصد یہ ہے کہ یہ سورتیں افضل ہیں ، کیونکہ ان میں سے ہر ایک کا شروع عجیب شئ کا متضمن ہے جیسے معراج کا واقعہ ، اصحاب کہف ، مریم علیہا السلام کا قصہ اور عظیم انبیاء اور اُن کی اُمتوں کے حالات ۔

۴۶۷۵ ـ ترجمہ : ابواسحاق نے کہا میں نے براء رضی اللہ عنہ سے سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ ،، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ منورہ میں تشریف لانے سے پہلے سیکھ لی تھی (یہ سورت بھی مصحف عثمانی کی ترتیب میں مؤخر اور نزول میں مقدم ہے)

۴۶۷۶ ـ ترجمہ : شقیق سے روایت ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا میں اُن ہم مثل (معنی میں) سورتوں کو جانتا ہوں ۔ جنہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر رکعت میں دو دو پڑھتے تھے ۔ پھر عبداللہ مجلس سے اُٹھ گئے اور اُن کے ساتھ علقمہ اُن کے گھر میں داخل ہو گئے پھر علقمہ

عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ شَقِيْقٍ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ قَدْ عَلِمْتُ النَّظَائِرَ الَّتِیْ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُهُنَّ اثْنَيْنِ اثْنَيْنِ فِیْ رَكْعَةٍ فَقَامَ عَبْدُ اللّٰهِ وَ دَخَلَ مَعَهٗ عَلْقَمَةُ وَخَرَجَ عَلْقَمَةُ فَسَأَلْنَاهُ فَقَالَ عِشْرُوْنَ سُوْرَةً مِّنْ اَوَّلِ الْمُفَصَّلِ عَلٰى تَاْلِيْفِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اٰخِرُهُنَّ مِنَ الْحَوَامِيْمِ حٰمٓ الدُّخَانُ وَعَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ

بَابٌ كَانَ جِبْرِيْلُ يَعْرِضُ الْقُرْاٰنَ عَلَى النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

وَقَالَ مَسْرُوْقٌ عَنْ عَائِشَةَ عَنْ فَاطِمَةَ اَسَرَّ اِلَیَّ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ جِبْرِيْلَ يُعَارِضُنِیْ بِالْقُرْاٰنِ كُلَّ سَنَةٍ وَاِنَّهٗ عَارَضَنِی الْعَامَ مَرَّتَيْنِ وَلَا اُرَاهُ اِلَّا حَضَرَ اَجَلِیْ

باہر آئے تو ہم نے پوچھا وہ کونسی سورتیں ہیں؟ انھوں نے کہا وہ بیس سورتیں ہیں جو ابن مسعود کی تالیف کے مطابق سورۂ مفصّل "ق" سے شروع ہوتی ہیں اور ان کی آخری سورتیں حٰم دخان اور عَمَّ یتساءلون ہیں۔

۴۶۷۶ — شرح: یہ سورتیں قصص مواعظ اور احکام میں ہم مثل ہیں اور رکعت سے مراد پوری نماز ہے، چنانچہ راوی سے منقول ہے کہ صبح کی نماز مراد ہے۔ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلّم پہلی رکعت میں سورۂ جاثیہ اور دوسری میں عَمَّ یَتَسَآءَلُوْنَ "پڑھتے تھے اور دوسرے روز پہلی رکعت میں احقاف اور دوسری میں مرسلات پڑھتے تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مصحف کی ترتیب مصحف عثمانی کی ترتیب جیسی نہیں۔ نیز معلوم ہُوا کہ سورتوں کی ترتیب توقیفی نہیں

اسماء رجال ع۱ عبدان عبداللہ بن عثمان مروزی کا لقب ہے ع۲ ابوحمزہ کا نام محمد بن میمون سکری مروزی ہے ع۳ اعمش کا نام سلیمان ہے۔

باب جبرائیل علیہ السّلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم پر قرآن کریم پیش کرتے تھے "

۴۶۷۷ ـــ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ ابْنُ سَعْدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ ابْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَجْوَدَ النَّاسِ بِالْخَيْرِ وَأَجْوَدُ مَا يَكُونُ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ لِأَنَّ جِبْرِيلَ كَانَ يَلْقَاهُ فِي كُلِّ لَيْلَةٍ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ حَتَّى يَنْسَلِخَ يَعْرِضُ عَلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقُرْآنَ فَإِذَا لَقِيَهُ جِبْرِيلُ كَانَ أَجْوَدَ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيحِ الْمُرْسَلَةِ

مسروق نے ام المؤمنین عائشہ سے اُنھوں نے سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا سے روایت کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے آہستہ بات کی کہ جبرائیل ہر سال مجھ پر ایک بار قرآن پیش کرتے تھے۔ اور اُنھوں نے اس سال دو بار پیش کیا ہے میں اسے نہیں دیکھتا مگر یہ کہ اس سال میری موت قریب ہو چکی ہے (معارضہ کے معنی قرآن کا دور کرنا ہے)

۴۶۷۷ ـــ ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خیر کی سخاوت کرنے میں تمام لوگوں سے زیادہ سخی تھے۔ رمضان مبارک کے مہینہ میں تو بہت زیادہ سخی ہوتے تھے، کیونکہ رمضان مبارک کی ہر رات میں جبرائیل علیہ السلام آپ سے ملاقات کرتے تھے حتی کہ رمضان گزر جاتا وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن پیش کیا کرتے تھے (قرآن کا دور کرتے تھے) پس جس وقت جبرائیل علیہ السلام آپ سے ملاقات کرتے تو آپ کھلی ہوا سے زیادہ سخی ہوتے تھے۔

۴۶۷۷ ـــ شرح: یعنی ہوا خیر کی خوشخبری دیتی ہے اور اس کا فائدہ لوگوں کو پہنچتا ہے۔ بعض ہوائیں عقیم ہوتی ہیں کہ اُن سے خیر حاصل نہیں ہوتی اس لئے فرمایا کھلی ہوا سے آپ زیادہ سخی ہوتے تھے۔ کہ آپ کی خیر ہر ایک کو پہنچتی ہے۔ اور اس سے کوئی شئ محروم نہیں رہتی۔ یہ معنوی کی محسوس کے ساتھ تشبیہ ہے تاکہ سامع خوب سمجھ لے۔ ریح کی صفت

۴۶۷۸ — حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ يَزِيدَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ عَنْ أَبِي حَصِينٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ يَعْرِضُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقُرْآنَ كُلَّ عَامٍ مَرَّةً فَعَرَضَ عَلَيْهِ مَرَّتَيْنِ فِي الْعَامِ الَّذِي قُبِضَ وَكَانَ يَعْتَكِفُ كُلَّ عَامٍ عَشْرًا فَاعْتَكَفَ عِشْرِينَ فِي الْعَامِ الَّذِي قُبِضَ

بَابُ الْقُرَّاءِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۴۶۷۹ — حَدَّثَنَا حَفْصُ ابْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ مَسْرُوقٍ ذَكَرَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو عَبْدَ اللّٰهِ ابْنَ مَسْعُودٍ فَقَالَ لَا أَزَالُ أُحِبُّهُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ خُذُوا الْقُرْآنَ مِنْ أَرْبَعَةٍ مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ وَسَالِمٍ وَمُعَاذٍ وَأُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ

مُرسلہ ذکر کی یہ وہ ہوا ہے جو خیر کی بشارت دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا: هُوَ الَّذِي يُرْسِلُ الرِّيَاحَ مُبَشِّرَاتٍ اللہ وہ ہے جو ہواؤں کو خوشخبری دینے بھیجتا ہے اس وصف کا فائدہ یہ ہے کہ بعض ہوائیں عقیمہ ہوتی ہیں اُن سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا (حدیث ۵ ج: ۱ کی شرح دیکھیں)

۴۶۷۸ — ترجمہ: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن کریم ہر سال ایک بار پیش کیا جاتا تھا اور جس سال آپ نے وفات پائی دو بار قرآن پیش کیا گیا۔ آپ ہر سال دس دن اعتکاف کرتے تھے اور جس سال وفات پائی بیس (۲۰) دن اعتکاف کیا (حدیث ۱۹۱۸ ج: ۳ کی شرح دیکھیں)

باب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام میں سے قاری حضرات

۴۶۸۰ — حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبِیْ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنَا شَقِیْقُ بْنُ سَلَمَۃَ قَالَ خَطَبَنَا عَبْدُ اللّٰہِ فَقَالَ وَاللّٰہِ لَقَدْ اَخَذْتُ مِنْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِضْعًا وَّسَبْعِیْنَ سُوْرَۃً وَاللّٰہِ لَقَدْ عَلِمَ اَصْحَابُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنِّیْ مِنْ اَعْلَمِہِمْ بِکِتَابِ اللّٰہِ وَمَا اَنَا بِخَیْرِہِمْ قَالَ شَقِیْقٌ فَجَلَسْتُ فِی الْحِلَقِ اَسْمَعُ مَا یَقُوْلُوْنَ فَمَا سَمِعْتُ رَادًّا یَقُوْلُ غَیْرَ ذٰلِکَ

۴۶۷۹ — ترجمہ : عبداللہ بن عمرو نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو ذکر کیا اور کہا میں اُن سے ہمیشہ محبت کرتا ہوں جبکہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سُنا کہ قرآن چار آدمیوں سے حاصل کرو وہ عبداللہ بن مسعود، سالم، معاذ بن جبل اور اُبی بن کعب ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم

۴۶۷۹ — شرح : کیونکہ یہ چاروں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سارے قرآن کریم کے حافظ اور اس کو ضبط کرنے والے تھے۔ اُنھوں نے پُوری طرح قرآن سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھا تھا۔ علامہ کرمانی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ان چاروں کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی کہ آپ کی وفات کے بعد یہ چاروں باقی رہیں گے اور اس وصف میں متفرد اور یگانۂ زماں ہوں گے۔ علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کرمانی کا تعاقب کرتے ہوئے کہا کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک زمانہ کے بعد یہی حضرات اس وصف (حفظِ قرآن) میں منفرد نہ تھے بلکہ اور کئی حضرات تجوید قرآن میں ماہر تھے، حالانکہ سالم بن معقل مولیٰ ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ یمامہ کی جنگ میں شہید ہوگئے تھے، معاذ بن جبل حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں وفات پاگئے تھے اور اُبی بن کعب اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں انتقال کر گئے تھے۔ البتہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ باقی رہے تھے اور اُن کے بعد طویل زمانہ بقیدِ حیات رہے تھے اور وہی قرآن کریم کی قراءت میں ملجاءِ عوام تھے۔ وہ پینتالیس ہجری یا ایک قول کے مطابق اکتالیس یا بیالیس ہجری میں فوت ہُوئے مروان نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھی۔

۴۶۸۱ — حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ کَثِیْرٍ قَالَ اَخْبَرَنَا سُفْیٰنُ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاھِیْمَ عَنْ عَلْقَمَۃَ قَالَ کُنَّا بِحِمْصَ فَقَرَأَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ سُوْرَۃَ یُوْسُفَ فَقَالَ رَجُلٌ مَا ھٰکَذَا اُنْزِلَتْ قَالَ قَرَأْتُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَحْسَنْتَ وَوَجَدَ مِنْہُ رِیْحَ الْخَمْرِ فَقَالَ اَتَجْمَعُ اَنْ تُکَذِّبَ بِکِتَابِ اللّٰہِ وَتَشْرَبَ الْخَمْرَ فَضَرَبَہُ الْحَدَّ

۴۶۸۰ — **ترجمہ** : شقیق بن سلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا اور فرمایا اللہ کی قسم! میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ مبارک سے چند اور ستر سورتیں حاصل کی ہیں بخدا! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام جانتے تھے کہ میں اُن سب سے اللہ کی کتاب کو زیادہ جانتا ہوں حالانکہ میں اُن سے بہتر نہ تھا شقیق نے کہا میں لوگوں کے مجمع میں بیٹھتا تاکہ لوگوں کی باتیں سنوں (کہ وہ اِن کے متعلق کیا کہتے ہیں) تو میں نے کسی کو اس کا رد کرتے نہیں سُنا ہے جو اس کے سوا کچھ کہتا ہو۔

۴۶۸۰ — **شرح** : حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا میں اُن سے بہتر نہ تھا کیونکہ بالاتفاق حضرات صحابہ کرام سے عشرہ مبشرہ افضل ہیں جبکہ عبد اللہ بن مسعود عشرہ مبشرہ سے نہیں ہیں۔ لیکن یہ امر پوشیدہ نہیں کہ علم میں زیادتی افضلیت کی مُوجب نہیں، کیونکہ کثرتِ ثواب کے متعدد اسباب ہیں چنانچہ تقویٰ، اخلاص اور اللہ تعالیٰ کے دین کو بلند کرنا بھی اسباب ثواب ہیں۔ علاوہ ازیں کتاب اللہ کو زیادہ جاننا مطلق اعلمیت کو مستلزم نہیں کیونکہ ہو سکتا ہے کوئی اور شخص سنت کو زیادہ جانتا ہو۔

قولہ قَالَ شَقِیْقٌ سے مقصد یہ ہے کہ کسی عالم دین نے اس کلام کو مسترد نہیں کیا بلکہ اسے تسلیم کیا۔

۴۶۸۱ — **ترجمہ** : علقمہ سے روایت ہے کہ ہم حمص میں تھے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے سورۂ یوسف پڑھی تو ایک شخص نے کہا یہ سورت اس طرح نازل نہیں ہوئی۔ عبد اللہ بن مسعود نے کہا میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ پڑھی تو آپ نے فرمایا: بہت اچھا پڑھا ہے۔ عبد اللہ نے اس شخص سے شراب کی بُو پائی تو کہا تو یہ جرأت کرتا ہے کہ اللہ کی کتاب جھٹلاتا ہے اور شراب پیتا ہے پھر اس کو حد لگائی۔

۴۶۸۲ — حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ وَاللّٰهِ الَّذِي لَا إِلٰهَ غَيْرُهُ مَا أُنْزِلَتْ سُورَةٌ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ إِلَّا أَنَا أَعْلَمُ أَيْنَ أُنْزِلَتْ وَلَا أُنْزِلَتْ آيَةٌ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ إِلَّا أَنَا أَعْلَمُ فِيمَ أُنْزِلَتْ وَلَوْ أَعْلَمُ أَحَدًا أَعْلَمَ مِنِّي بِكِتَابِ اللّٰهِ تَبْلُغُهُ الْإِبِلُ لَرَكِبْتُ إِلَيْهِ

۴۶۸۱ — شرح : امام نووی رحمہ اللہ نے کہا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود کو حدود قائم کرنے کا حق تھا کیونکہ وہ عموماً یا خصوصاً امامِ وقت کے نائب تھے۔ نیز اس شخص نے شربِ خمر کا اقرار کر لیا تھا، ورنہ صرف شراب کی بو آنے سے حد قائم نہیں کی جاسکتی نیز اس شخص کی تکذیب جہالت کے باعث تھی، کیونکہ اگر وہ حقیقۃً جھٹلاتا تو کافر ہو جاتا جبکہ امت کا اس پر اتفاق ہے کہ اگر کوئی قرآن کریم کے ایک حرف کا بھی انکار کرے تو وہ کافر ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف ضربِ حد کی نسبت مجازاً ہے، کیونکہ وہ حد مارنے کے سبب تھے اور انھوں نے اس شخص کے فعل کو حکومت تک پہنچایا تھا۔ قرطبی نے کہا یہ حدیث حنفیہ اور مالکیہ پر حجت ہے کیونکہ وہ منہ سے شراب کی بو آنے سے حدِ شراب قائم نہیں کرتے ہیں۔ علامہ عینی نے کہا یہ حدیث احناف پر حجت نہیں، کیونکہ حضرت عبداللہ بن مسعود نے محض بو آنے سے حد نہیں لگائی تھی بلکہ اس شخص کے اعتراف کرنے سے حد قائم کی تھی۔ کیونکہ نفسِ بو شربِ خمر کی قطعی دلیل نہیں ہے، کیونکہ اس میں شبہ ہو سکتا ہے اور حد شبہ سے ساقط ہو جاتی ہے

۴۶۸۲ — ترجمہ : مسروق نے کہا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی حق معبود نہیں۔ اللہ کی کتاب میں کوئی سورت نازل نہیں ہوئی مگر میں جانتا ہوں کہ کہاں نازل ہوئی اور اللہ کی کتاب میں کوئی آیت نازل نہیں ہوئی مگر میں جانتا ہوں کہ کس کے متعلق نازل ہوئی اگر میں کسی کو جانتا کہ وہ قرآن مجھ سے زیادہ جانتا ہے اور اس کے پاس اونٹ پہنچاتے ہیں تب سوار ہو کر اس کے پاس جاتا۔

۴۶۸۲ — شرح : اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بقدرِ حاجت اور ضرورت کے وقت انسان اپنی فضیلت بیان کر سکتا ہے۔ البتہ فخر و غرور سے بیان کرنا مذموم ہے۔ علامہ کرمانی نے کہا "مسلم" اسم فاعل کا صیغہ ہے۔ اس مقام میں یہ جاننا ضروری ہے کہ ایک مسلم بطین

۴۶۸۳ ـ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ قَالَ سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ مَنْ جَمَعَ الْقُرْآنَ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَرْبَعَةٌ كُلُّهُمْ مِنَ الْأَنْصَارِ أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ وَمُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ وَأَبُو زَيْدٍ تَابَعَهُ الْفَضْلُ عَنْ حُسَيْنِ بْنِ وَاقِدٍ عَنْ ثُمَامَةَ عَنْ أَنَسٍ ۴۶۸۴ حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا

اور دُوسرا مُسلم صُبیح ابوالضُحیٰ ہے۔ یہ دونوں مسروق سے حدیث روایت کرتے ہیں اور اِن دونوں سے سلیمان اعمش روایت کرتے ہیں۔ اس حدیث کے اسناد میں دونوں مُسلم ہو سکتے ہیں لیکن اسناد میں یہ التباس قادح نہیں کیونکہ دونوں مسلم بخاری کی شرط کے مطابق ہیں۔

قولہ تُبلِغُہُ الاِبلُ سے جبرائیل سے احتراز کیا ہے کیونکہ وہ آسمان میں رہتے ہیں۔

۴۶۸۳ ــ ترجمہ: قتادہ نے کہا میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں قرآن کس نے جمع کیا تھا؟ اُنھوں نے کہا چار آدمیوں نے جمع کیا تھا اور وہ سب انصار تھے اور وہ اُبی بن کعب، مُعاذ بن جبل زید بن ثابت اور ابوزید سعد بن عُبید اوسی ہیں۔ فضل نے حسین بن واقد لیثی سے روایت کرنے میں حفص بن عمر کی متابعت کی۔

۴۶۸۳ ــ شرح: قرآن کریم کو جمع کرنا اِن چار صحابہ میں منحصر نہیں، کیونکہ اِن کے علاوہ صحابہ کرام کی جماعت نے بھی جمع کیا ہے۔ اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں صرف اِن چاروں نے قرآن جمع کیا تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ عدد میں مفہوم مخالف نہیں لیا جاتا کیونکہ ایک عدد دوسرے کے منافی نہیں ہوتا یا مراد یہ ہے کہ انصار میں سے صرف اِن چار نے جمع کیا ہے ان کے علاوہ مہاجرین کی نفی نہیں ہے، چنانچہ حدیث "مِنَ الْاَنصَار" سے صراحتہً معلوم ہوتا ہے کہ انصار سے ان چاروں نے جمع کیا تھا۔ واللہ ورسولہ اعلم!

۴۶۸۴ ــ ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات فرمائی جبکہ صرف چار صحابہ نے قرآن جمع کیا تھا اور وہ ابوالدرداء، معاذ بن جبل، زید بن ثابت اور ابوزید ہیں

عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنِىْ ثَابِتُ الْبُنَانِىُّ وَثُمَامَةُ عَنْ اَنَسٍ قَالَ مَاتَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَجْمَعِ الْقُرْاٰنَ غَيْرُ اَرْبَعَةٍ اَبُو الدَّرْدَاءِ وَمُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ وَّزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ وَّاَبُوْ زَيْدٍ قَالَ وَنَحْنُ وَرِثْنَاهُ

۴۶۸۵ — حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ قَالَ اَخْبَرَنَا يَحْيٰى عَنْ سُفْيٰنَ عَنْ حَبِيْبِ بْنِ اَبِىْ ثَابِتٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ عُمَرُ عَلِىٌّ اَقْضَانَا وَاُبَىٌّ اَقْرَأُنَا وَاِنَّا لَنَدَعُ مِنْ لَحْنِ اُبَىٍّ وَاُبَىٌّ يَقُوْلُ اَخَذْتُهُ مِنْ فِىْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا اَتْرُكُهُ لِشَىْءٍ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَا اَوْ مِثْلِهَا

اور ہم ابو زید کے وارث ہوئے ہیں۔

۴۶۸۴ — شرح: یہ حدیث انس سے قتادہ کی روایت کے دو طرح مخالف ہے ایک یہ کہ اس میں چار حضرات میں بصیغۂ حصر تصریح کی ہے جبکہ قتادہ کی روایت میں لفظِ حصر مذکور نہیں اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حصر انصار کے لحاظ سے ہے کہ ان میں سے صرف ان چاروں نے قرآن جمع کیا مہاجرین اور دیگر حضرات کے اعتبار سے نہیں۔ ابن کثیر نے کہا یہ یقینی بات ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قرآن پڑھا اور یہ صحیح ہے کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں کی امامت قرآن کریم کا سب سے بڑا قاری کرے اور اسے سب سے زیادہ قرآن یاد ہو اور تواتر سے ثابت ہے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ہی امامت کے لئے منتخب فرمایا تھا اور یہ غیر ممکن ہے کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ایک حکم فرمائیں پھر کسی سبب کے بغیر اس کی مخالفت کریں۔ اگر یہ بات نہ ہوتی کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سارے صحابہ کرام سے زیادہ قرآن کے عالم نہ ہوتے اور امامت کے منصب کے اوصاف سے متصف نہ ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں اپنے مصلیٰ پر کھڑے نہ کرتے۔ لہٰذا بلا دلیل اُن سے حفظِ قرآن کی نفی جائز نہیں۔ ابو عبید قراء نے مہاجرین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے خلفاء راشدین طلحہ، سعد، ابن مسعود، حذیفہ، سالم، ابوہریرہ، عبد اللہ بن سائب اور عبادلہ خواتین میں سے ام المؤمنین عائشہ، ام المؤمنین حفصہ، ام المؤمنین ام سلمہ قرآن کے حافظ ہیں لیکن ان میں سے بعض نے سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے

بعد کامل کیا ہے (قسطلانی) دوسری وجہ یہ ہے کہ قتادہ کی روایت میں ابی بن کعب مذکور ہے جبکہ اس حدیث میں ان کی جگہ ابوالدرداء ذکر کیا گیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اسماعیلی نے کہا یہ دونوں حدیثیں مختلف ہیں۔ ان میں تباین ہوتے ہوئے صحیح میں ان کا ہونا جائز نہیں بلکہ ان میں سے ایک صحیح ہے۔ علامہ بیہقی نے جزم کے ساتھ ذکر کیا کہ ابوالدرداء کو اس حدیث میں ذکر کرنا وہم پر مبنی ہے۔ درست اُبیّ بن کعب ہی ہے داؤدی نے کہا ابوالدرداء کا ذکر محفوظ نہیں ہے (عینی)

علامہ کرمانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا کہ ابوالدرداء کا نام عُوَیمر انصاری ہے۔ اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ قرآن کریم کے لئے متواتر منقول ہونا شرط ہے۔ لہٰذا اس کو نقل کرنے والے اتنے لوگ ہونے ضروری ہیں کہ ان کا جھوٹ پر اتفاق کرنا محال ہو۔ اس کا جواب یہ ہے کہ تواتر کی جامع شرط یہ ہے کہ ان کی خبر یقینی علم کی مفید ہو۔ اور یہ ان چاروں کی خبر سے حاصل ہے نیز تواتر میں یہ شرط نہیں کہ تمام لوگ پورا قرآن نقل کریں بلکہ اس کا ہر جز تواتر کا عدد یاد کرے تو کل متواتر ہوگا۔ اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ حدیث میں ان چار صحابہ کے علاوہ دوسروں کی نفی کیسے درست ہے حالانکہ خلفاء راشدین اور ان کے علاوہ دوسرے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حفظِ قرآن میں نظر انداز اور مہمل نہیں کیا جاسکتا ہے؛ چنانچہ یمن میں یمامہ کی جنگ میں ستر قاری شہید ہوئے تھے جنہوں نے قرآن حفظ کیا تھا اور یمامہ کی جنگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے تھوڑا عرصہ بعد ہوئی تھی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ چار کو ذکر کرنا راوی کے گمان کے اعتبار سے ہے راوی کو ان کے عدمِ علم سے یہ لازم نہیں کہ دوسروں کو بھی علم نہیں یا مراد یہ ہے کہ انصار میں سے جمع کرنے والے صرف چار تھے جیسا کہ ہم ذکر کرچکے ہیں۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ اعلم!

۴۶۸۵ ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ عمر فاروق نے فرمایا کہ علی ہم میں سب سے بڑے قاضی ہیں اور اُبی بن کعب ہم میں سب سے بڑے قاری ہیں اور ہم اُبیّ کی قرات کو چھوڑتے ہیں کیونکہ اُبیّ کہتے تھے۔ میں نے یہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک منہ سے سنا ہے لہٰذا میں اس سے کچھ بھی ترک نہیں کروں گا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا ،، ہم کوئی آئت منسوخ نہیں کرتے یا اس کو نہیں بھلاتے مگر اس سے بہتر یا اس جیسی لے آتے ہیں۔

۴۶۸۵ شرح: حضرت اُبیّ رضی اللہ عنہ بعض قرآن کے نسخ کو تسلیم نہیں کرتے تھے اور کہتے تھے جو قرآن میں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس منہ سے سنا ہے کسی اور شئی یعنی ناسخ کے سبب میں اسے ترک نہیں کروں گا۔ حضرت عمر فاروق نے آئت قرآن سے استدلال کیا کہ بعض قرآن کا نسخ قرآن سے ثابت ہے اُبیّ کی قرات میں منسوخ آیات بھی ہیں جنہیں وہ قرآن میں شامل کرتے ہیں۔ اس لئے ہم اُبیّ کی قرآءت ترک کرتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

أَلْجُزْءُ الْحَادِی وَالْعِشْرُوْنَ

بَابُ فَضْلِ فَاتِحَةِ الْكِتَابِ

۴۶۸۶ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنِي خُبَيْبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ حَفْصِ ابْنِ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي سَعِيدِ بْنِ الْمُعَلَّى قَالَ كُنْتُ أُصَلِّي فَدَعَانِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ أُجِبْهُ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنِّي كُنْتُ أُصَلِّي قَالَ أَلَمْ يَقُلِ اللّٰهُ اسْتَجِيبُوا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ ثُمَّ قَالَ أَلَا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اکیسواں پارہ

باب — سورہ فاتحہ کی فضیلت

۴۶۸۶ — ترجمہ : ابوسعید بن معلّٰی رضی اللہ عنہ نے کہا میں نماز پڑھ رہا تھا تو مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلایا میں حاضر نہ ہوا (نماز پڑھنے کے بعد حاضر ہوا) اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں (بلانے کے وقت) نماز پڑھ رہا تھا۔ آپ

أُعَلِّمُكَ أَعْظَمَ سُوْرَةٍ فِي الْقُرْاٰنِ قَبْلَ اَنْ تَخْرُجَ مِنَ الْمَسْجِدِ فَاَخَذَ بِيَدِيْ فَلَمَّا اَرَدْنَا اَنْ نَّخْرُجَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّكَ قُلْتَ لَاُعَلِّمَنَّكَ اَعْظَمَ سُوْرَةٍ مِّنَ الْقُرْاٰنِ قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ هِيَ السَّبْعُ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنُ الْعَظِيْمُ الَّذِيْ اُوْتِيْتُهٗ

فرمایا کیا اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمایا؟ جب اللہ اور اس کا رسول بلائے تو فوراً حاضر ہو جاؤ۔ پھر فرمایا کیا میں تجھے قرآن کریم کی عظیم تر سورت نہ پڑھاؤں؟ پہلے اس کے کہ تو مسجد سے باہر جائے۔ آپ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور جب ہم نے مسجد سے باہر جانے کا ارادہ کیا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا تھا میں تجھے قرآن کریم کی عظیم ترین سورت پڑھاؤں گا۔ فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ یہ سبع مثانی اور قرآن عظیم ہے۔

۴۶۸۶ — **شرح**: اس حدیث کو امام ترمذی، نسائی اور ابن خزیمہ نے اپنے اسناد کے ذریعہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابی بن کعب کو بلایا جو مسجد نبوی میں نماز پڑھ رہے تھے۔ حاکم نے بھی اپنے اسناد کے ساتھ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابی بن کعب کو بلایا جبکہ وہ نماز پڑھ رہے تھے۔

اس حدیث میں ابوسعید بن معلّٰی کا واقعہ ذکر کیا ہے۔ امام بیہقی نے کہا دونوں حدیثوں کے مخرج مختلف ہیں اور ان کے سیاق بھی مختلف ہیں لہٰذا یہ واقعہ متعدد ہے جو ابوسعید بن معلّٰی اور اُبی بن کعب کے لئے ظہور پذیر ہوا۔ ابوسعید نے کہا میں مسجد نبوی میں نماز پڑھ رہا تھا۔ مجھے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے بلایا میں نماز میں مشغول رہا اور حاضر نہ ہوا۔

تفسیر انفال میں شعبہ سے روایت کی کہ ابوسعید نے کہا میں حاضر خدمت نہ ہوا اور نماز پڑھ کر حاضر ہوا۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا حاضر نہ ہوئے۔ پھر نماز میں تخفیف کر کے حاضر خدمت ہوئے اور کہا "سلامٌ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ"، آپ نے فرمایا جب میں نے بلایا تھا اس وقت آنے سے تمہیں کس نے منع کیا تھا کیا اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمایا؟ اللہ اور اس کے رسول کی اجابت کرو ابی بن کعب کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئندہ ایسا نہ ہوگا! علامہ کرمانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اجابت سے نماز باطل نہیں ہوتی۔ (اس حدیث کی مکمل تفصیل حدیث ۴۱۶۲ ج ۵ کی شرح میں)

۴۶۸۷ ـ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنَا وَهْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ مَعْبَدٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ كُنَّا فِي مَسِيرٍ لَنَا فَنَزَلْنَا فَجَاءَتْ جَارِيَةٌ فَقَالَتْ إِنَّ سَيِّدَ الْحَيِّ سَلِيمٌ وَإِنَّ نَفَرَنَا غَيْبٌ فَهَلْ مِنْكُمْ رَاقٍ فَقَامَ رَجُلٌ مَا كُنَّا نَأْبُنُهُ بِرُقْيَةٍ فَرَقَاهُ فَبَرَأَ فَأَمَرَ لَهُ بِثَلَاثِينَ شَاةً وَسَقَانَا لَبَنًا فَلَمَّا رَجَعَ قُلْنَا لَهُ أَكُنْتَ تُحْسِنُ رُقْيَةً أَوْ كُنْتَ تَرْقِي قَالَ لَا مَا رَقَيْتُ إِلَّا بِأُمِّ الْكِتَابِ قُلْنَا لَا تُحْدِثُوا شَيْئًا حَتَّى نَأْتِيَ أَوْ نَسْأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِينَةَ ذَكَرْنَاهُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ وَمَا كَانَ يُدْرِيهِ أَنَّهَا رُقْيَةٌ اقْسِمُوا وَاضْرِبُوا لِي بِسَهْمٍ وَقَالَ أَبُو مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِيرِينَ حَدَّثَنِي مَعْبَدُ بْنُ سِيرِينَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ بِهٰذَا

۴۶۸۷ ـ ترجمہ : ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا ہم ایک سفر میں تھے۔ ایک جگہ ہم نے اقامت کی تو ایک لڑکی آئی اُس نے کہا اس قبیلے کا سردار ڈسا گیا ہے اور ہمارے قبیلہ کے لوگ غائب ہیں کیا تم میں کوئی دم کرنے والا ہے۔ ایک شخص اس کے ساتھ اُٹھ کر گیا ہم اسے دم کرنے والا نہیں گمان کرتے تھے۔ اس نے اسے دم کیا تو وہ تندرست ہوگیا اور اس کو تیس بکریاں دینے کو کہا اور ہمیں دودھ پلایا جب وہ واپس آیا تو ہم نے اسے کہا کیا تو دم کرنا جانتا ہے؟ یا تو دم کیا کرتا ہے؟ اُس نے کہا میں نے صرف فاتحہ پڑھ کر دم پھونکا ہے۔ ہم نے کہا اس میں کوئی عمل نہ کرو حتیٰ کہ ہم آئیں یا کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھیں جب ہم مدینہ منورہ آئے تو ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا اس کو کیسے معلوم ہوا کہ یہ دم ہے۔ بکریاں تقسیم کرلو اور میرا حصہ بھی رکھ لو۔ ابو معمر نے کہا ہمیں عبدالوارث، ہشام، محمد بن سیرین اور معبد بن سیرین نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی

۴۶۸۷ ـ شرح : ابوسعید خدری کا نام سعد بن مالک ہے۔ ان کی کنیت اور نام دونوں

بَابُ فَضْلِ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ

۴۶۸۸ ـــ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِيْ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَرَأَ بِالْاٰيَتَيْنِ

۴۶۸۹ ـــ وَحَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيٰنُ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ أَبِيْ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ بِالْاٰيَتَيْنِ مِنْ اٰخِرِ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ فِيْ لَيْلَةٍ كَفَتَاهُ وَقَالَ عُثْمٰنُ بْنُ الْهَيْثَمِ حَدَّثَنَا عَوْفٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ وَكَّلَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحِفْظِ زَكٰوةِ رَمَضَانَ فَاَتَانِيْ اٰتٍ فَجَعَلَ يَحْثُوْ مِنَ الطَّعَامِ فَاَخَذْتُهٗ فَقُلْتُ لَاَرْفَعَنَّكَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَصَّ الْحَدِيْثَ فَقَالَ اِذَا اَوَيْتَ اِلٰى فِرَاشِكَ فَاقْرَأْ اٰيَةَ الْكُرْسِيِّ لَنْ يَّزَالَ مِنَ اللّٰهِ حَافِظًا وَلَا يَقْرَبُكَ شَيْطَانٌ حَتّٰى تُصْبِحَ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدَقَكَ وَهُوَ كَذُوْبٌ ذَاكَ شَيْطَانٌ ـــ

مشہور ہیں لیکن کنیت زیادہ مشہور ہے ۔ یہ حدیث کتاب الاجارہ میں بھی ابوسعید خدری سے مروی ہے ۔ دونوں کے اسناد اور متن میں فرق ہے ۔ جو شخص دم کرنے والا تھا وہ ابوسعید خدری ہی ہیں (اس حدیث کی مکمل شرح حدیث ع ۲۱۳۲ جلد : ج : ۳ اور ع ۲۱۳۳ ج کی شرح میں دیکھیں)
غُیَّب غائب کی جمع ہے ۔ رُقیتہ بمعنی دم پھونکنا "

بَابُ فَضْلِ سُوْرَةِ الْكَهْفِ

۴۶۹۰ــــ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ قَالَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ كَانَ رَجُلٌ يَقْرَأُ سُوْرَةَ الْكَهْفِ وَاِلٰى جَانِبِهٖ حِصَانٌ مَرْبُوْطٌ بِشَطَنَيْنِ فَتَغَشَّتْهُ سَحَابَةٌ فَجَعَلَتْ تَدْنُوْا وَتَدْنُوْا وَجَعَلَ فَرَسُهٗ يَنْفِرُ فَلَمَّا اَصْبَحَ اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب ــ سورۂ بقرہ کی فضیلت

۴۶۸۸ ــ ترجمہ : ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے دو آیتیں پڑھیں۔

۴۶۸۹ ــ ترجمہ : ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے رات سورۂ بقرہ کی آخری دو آیتیں پڑھیں وہ اسے کافی ہیں۔ عثمان بن ہیثم نے کہا ہم سے عوف نے محمد بن سیرین کے ذریعہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ انھوں نے کہا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فطرانہ کی نگہداشت پر مقرر کیا رات کوئی شخص آیا اور دونوں ہاتھوں سے کھجوریں اٹھانے لگا تو میں نے اس کو پکڑ لیا اور کہا میں تجھے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے جاؤں گا اور پوری حدیث بیان کی اور کہا جب تو اپنے بستر پر سونے لگے تو آیت الکرسی پڑھ لیا کرو اللہ کی طرف سے کوئی تمہارا محافظ ہو جائے گا اور صبح تک شیطان تمہارے قریب نہیں جائے گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس نے تم سے سچ کہا ہے؛ حالانکہ وہ جھوٹا ہے اور وہ شیطان تھا۔

۴۶۸۹ــ شرح : قولہ کفتاہ ،، یہ دو آیتیں یہیں : اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ الخ چونکہ یہ اللہ کی ثنا اور صحابہ کرام کی بہترین تابعداری اور ان کا تمام امور میں اللہ کی طرف رجوع کے باعث ان کی ثنا کو متضمن ہیں۔ اس لئے ان کی یہ خصوصیت ہے کہ یہ انسان کے لئے کافی ہیں۔ اور ان میں صحابہ کرام کے دعویٰ کے حصول کی اجابت ہے۔ بعض نے کہا یہ رات کے قیام سے کفایت کرتی ہیں اور شیطان کی شر سے محفوظ کرتی

فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهٗ فَقَالَ تِلْكَ السَّكِيْنَةُ تَنَزَّلَتْ بِالْقُرْاٰنِ

بَابُ فَضْلِ سُوْرَةِ الْفَتْحِ

۴۶۹۱ — حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ عَنْ زَيْدِ ابْنِ اَسْلَمَ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَسِيْرُ فِيْ بَعْضِ اَسْفَارِهٖ وَعُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يَسِيْرُ مَعَهٗ لَيْلًا فَسَاَلَهٗ عُمَرُ عَنْ شَيْءٍ فَلَمْ يُجِبْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ

ہیں۔ بعض نے کہا اگر کوئی انسان رات میں کوئی وظیفہ کرتا ہو اور وہ پورا نہ کر سکے تو یہ دو آیتیں رات کو پڑھ لیں تو اس سے کفایت کرتی ہیں۔

قولہ قَالَ عُثْمَانُ ،، یہ حدیث کتاب الوکالہ کی حدیث کا کچھ حصہ ہے۔ وہاں یہ حدیث پوری مذکور ہے۔ صفحہ ۴۸ ج ۳ پر اس کی مکمل شرح دیکھیں،،

علامہ قسطلانی نے ذکر کیا سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صَدَقَكَ وَهُوَ كَذُوْبٌ،، یہ بلیغ تتمیم ہے، کیونکہ جب اس کی وصف صدق سے مدح کی اور اس سے اس کی سچائی کا وہم ہوا تو مبالغہ کے صیغہ سے اس سے صدق کی نفی کی یعنی اُس نے یہ بات تم سے سچ کہی حالانکہ اس کی عادت ہمیشہ جھوٹ بولنا ہے۔

قولہ ذَاكَ شَيْطَانٌ ،، یعنی وہ شیطانوں میں سے ایک شیطان ہے۔

باب — سورۂ کہف کی فضیلت

۴۶۹۰ — ترجمہ: براء رضی اللہ عنہ نے کہا ایک آدمی سورۂ کہف پڑھتا تھا اور اس کے قریب ایک طرف دو رسیوں سے گھوڑا بندھا ہوا تھا۔ اس کو بادل نے ڈھانپ لیا اور وہ قریب ہوتا گیا اور گھوڑا اُچھلنے لگا۔ جب صبح ہوئی تو اُس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ واقعہ آپ سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا یہ رحمت ہے جو قرآن پڑھنے کے باعث نازل ہوئی۔

شرح: سورہ کہف کی تلاوت کرنے والا یہ آدمی حضرت اُسید بن حضیر اوسی ہیں

۴۶۹۰ رضی اللہ عنہ ،، حِصَان بہترین گھوڑا ہے، سکینۃ بمعنی رحمت اور وقار ہے (حدیث ۴۲۵۲ ج ۳ کی شرح دیکھیں)

سَأَلَهُ فَلَمْ يُجِبْهُ ثُمَّ سَأَلَهُ فَلَمْ يُجِبْهُ فَقَالَ عُمَرُ ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ
نَزَرْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ كُلُّ ذٰلِكَ
لَا يُجِيْبُكَ قَالَ عُمَرُ فَحَرَّكْتُ بَعِيْرِيْ حَتّٰى كُنْتُ أَمَامَ النَّاسِ
وَخَشِيْتُ أَنْ يُنْزَلَ فِيَّ قُرْاٰنٌ فَمَا نَشِبْتُ أَنْ سَمِعْتُ صَارِخًا
يَصْرُخُ قَالَ فَقُلْتُ لَقَدْ خَشِيْتُ أَنْ يَكُوْنَ نَزَلَ فِيَّ قُرْاٰنٌ قَالَ
فَجِئْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَقَالَ لَقَدْ
أُنْزِلَتْ عَلَيَّ اللَّيْلَةَ سُوْرَةٌ لَهِيَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ
ثُمَّ قَرَأَ إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا

باب سُورۂ فتح کی تفسیر

۴۶۹۱ ـــ ترجمہ : زید بن اسلم سے روائت ہے کہ انہوں نے اپنے والد اسلم سے روائت کی کہ جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر میں جا رہے تھے اور عمر فاروق آپ کے ہمراہ رات آپ کے ساتھ جا رہے تھے ۔ عمر فاروق نے آپ سے کچھ پوچھا تو جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں جواب نہ دیا ۔ انھوں نے پھر پُوچھا تو آپ نے جواب نہ دیا پھر سوال عرض کیا تو آپ نے انہیں جواب نہ دیا ۔ عمر فاروق نے (اپنے آپ کو) کہا اے عمر تیری ماں تجھے گم پائے تو نے جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تین بار سوال کیا ہے ۔ ہر بار تجھے جواب نہیں دیتے ہیں ۔ عمر فاروق نے کہا میں نے اپنے اونٹ کو دوڑایا حتی کہ میں سب لوگوں سے آگے چلا گیا اور مجھے ڈر ہُوا کہ میرے بارے میں قرآن نازل ہو جائے گا میں تھوڑا ہی ٹھہرا تھا کہ پکارنے والے کی آواز سُنی ۔ وہ بلند آواز سے مجھے پکار رہا تھا ۔ میں ڈر گیا کہ میرے متعلق قرآن نازل ہو گیا ہے ۔ میں فوراً جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہُوا اور سلام عرض کیا ۔ آپ نے فرمایا آج رات مجھ پر ایک سُورت نازل ہُوئی ہے وہ مجھے ہر اس شئ سے زیادہ محبوب ہے جس پر سُورج طلوع ہوتا ہے ۔ پھر آپ نے یہ تلاوت فرمائی : اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا ،، ہم نے تمہارے لئے واضح فتح

بَابُ فَضْلِ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ

۴۶۹۲ — حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِىْ صَعْصَعَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِىْ سَعِيْدِ الْخُدْرِىِّ اَنَّ رَجُلًا سَمِعَ رَجُلًا يَقْرَاُ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ يُرَدِّدُهَا فَلَمَّا اَصْبَحَ جَاءَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهٗ وَكَانَ الرَّجُلُ يَتَقَالُّهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهٖ اِنَّهَا لَتَعْدِلُ ثُلُثَ الْقُرْاٰنِ وَزَادَ اَبُوْمَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ ابْنُ جَعْفَرٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِىْ صَعْصَعَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِىْ سَعِيْدِ الْخُدْرِىِّ اَخْبَرَنِىْ اَخِىْ قَتَادَةُ بْنُ النُّعْمَانِ اَنَّ رَجُلًا قَامَ فِىْ زَمَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَاُ مِنَ السَّحَرِ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ لَا يَزِيْدُ عَلَيْهَا فَلَمَّا اَصْبَحْنَا اَتَى رَجُلٌ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهٗ

فرمادی ہے (یہ سفر حدیبیہ کا سفر ہے حدیث ۱۴۰۵ کی تشریح دیکھیں اَلثَّقْلُ عورت کا اپنے بچے کو گم پانا۔ نزر سوال میں مبالغہ کرنا)

باب قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ کی فضیلت

۴۶۹۲ — ترجمہ : ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کسی نے ایک آدمی کو سنا کہ وہ "قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ" بار بار پڑھتا ہے جب صبح ہوئی تو وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہ واقعہ آپ سے عرض کیا۔ گویا کہ اس شخص نے

اسے قلیل خیال کیا تھا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے۔ یہ سورت تہائی قرآن کے برابر ہے۔ ابو معمر نے کچھ اضافہ کیا انہوں نے کہا ہمیں اسماعیل بن جعفر، مالک بن انس اور عبد الرحمٰن بن عبد اللہ بن عبد الرحمٰن بن ابی صعصعہ نے اپنے باپ انہوں نے ابو سعید خدری سے روایت کی کہ انہوں نے کہا مجھے میرے بھائی قتادہ بن نعمان نے خبر دی کہ ایک آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ساری رات کھڑا رہا اور صبح تک "قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ" پڑھتا رہا۔ اس پر کچھ زیادہ نہ کرتا تھا جب صبح ہوئی تو ایک آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور پہلی حدیث کے مثل ذکر کیا۔

۴۶۹۲ — **شرح** : ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے قتادہ بن نعمان کو سورۂ اخلاص پڑھتے ہوئے سنا وہ اسے بار بار اس لئے پڑھتے تھے کہ وہ اس کو قلیل شمار کرتے تھے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ قلیل نہیں اس کا ثواب قرآن کے تہائی ثواب کے برابر ہے۔ مازری نے کہا قرآن میں تین امور قصص، احکام اور اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں اور یہ سورت صرف صفات پر مشتمل ہے۔ لہٰذا تین کا جزء قرآن کی تہائی ہے۔ بعض نے کہا اس کا ثواب تضعیف کے بغیر ثلثِ قرآن کے ثواب کی مقدار ہے۔ بعض علماء نے کہا قرآن کریم تین اقسام سے متجاوز نہیں یہ اللہ تعالیٰ کی ذات کی معرفت اس کے اسماء اور صفات کی معرفت اور اس کے افعال اور سُنن کی معرفت کی راہنمائی کرتا ہے چونکہ یہ سورت تقدیس پر مشتمل ہے (یعنی اللہ تعالیٰ ہر عیب سے مقدس اور پاک ہے) اس لئے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ثُلُث قرآن (تہائی) کے برابر قرار دیا ہے۔ بعض علماء نے کہا یہ سورت اقرار بالتوحید اور خالقِ کائنات کی ذات ستودہ صفات کے اذعان کو متضمن ہے اس لئے اس پر عمل کرنے والا ایسا ہے جیسے اس نے ایک تہائی قرآن پڑھا ہو۔ بعض نے کہا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد خصوصاً اس شخص کے لئے ہے جس کا آپ نے قصد کیا تھا۔ ابو عمرو نے کہا ہم وہی بات کرتے ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اس سے تجاوز ہرگز نہیں کرتے جس کے مفہوم و معنی سے ہم ناواقف ہیں اس کا انکار کرتے ہیں اور اس کا علم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کرتے ہیں۔ اور ہم نہیں جانتے کہ یہ ثُلُث قرآن (تہائی) کے برابر کس طرح ہے۔ ابن راہویہ نے کہا ثُلُثِ قرآن کا معنیٰ یہ نہیں کہ جو کوئی "قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ"، سورت تین بار پڑھ لے وہ سارے قرآن کی قرأت کے برابر ہے۔ اگرچہ دو سو بار یہ سورت پڑھے سارے قرآن کی قرأت کی مثل نہیں۔ ابو الحسن قابسی نے کہا شائد وہ آدمی جو بار بار سورۂ اخلاص پڑھتا تھا اس کو صرف یہی یاد تھی اس نے اپنے اس عمل کو قلیل تصور کیا تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نیک عمل اگرچہ قلیل ہو، کی ترغیب دلانے کے لئے فرمایا یہ تہائی قرآن کے برابر ہے۔ اللہ تعالیٰ قادر مطلق اور مختار مستقل ہے کہ اپنے بندے کے قلیل عمل

۴۶۹۳ — حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبِیْ قَالَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِیْمُ وَالضَّحَّاكُ الْمَشْرِقِیُّ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِاَصْحَابِهٖ اَیَعْجِزُ اَحَدُكُمْ اَنْ یَّقْرَاَ ثُلُثَ الْقُرْاٰنِ فِیْ لَیْلَةٍ فَشَقَّ ذٰلِكَ عَلَیْهِمْ وَقَالُوْا اَیُّنَا یُطِیْقُ ذٰلِكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ اَللّٰهُ الْوَاحِدُ الصَّمَدُ ثُلُثُ الْقُرْاٰنِ قَالَ الْفِرَبْرِیُّ سَمِعْتُ اَبَا جَعْفَرٍ مُحَمَّدَ بْنَ اَبِیْ حَاتِمٍ وَرَّاقَ اَبِیْ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ اَبُوْعَبْدِاللّٰهِ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ مُرْسَلٌ وَعَنِ الضَّحَّاكِ الْمَشْرِقِیِّ مُسْنَدٌ

برکثیر ثواب عطاء فرمائے۔ اَصیلی نے کہا اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ اس کا ثواب قرآن کی تہائی ثواب کے برابر ہے جبکہ اس میں قُلْ ھُوَاللّٰہ نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کا کلام بعض کلام پر افضل نہیں، کیونکہ یہ اللہ کی صفت ہے یہ قول اس تقدیر پر مسلّم ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ قرآن کی آیات میں تفضیل نہیں ہے جیسا کہ اہلسنت علماء کی ایک جماعت نے ذکر کیا ہے۔ اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ مسند ابن وھب میں ابن لھیعہ کے طریق سے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ قتادہ رات بھر صبح تک سورۃ قُلْ ھُوَاللّٰہُ اَحَدٌ پڑھتے رہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم سے اس کا ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا یہ سورت تہائی قرآن یا نصف قرآن کے برابر ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ابوعمر نے کہا یہ شک راوی کا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کا شک نہیں۔ علاوہ ازیں حدیث میں لفظ "او" محفوظ نہیں اس حدیث اور اس کے علاوہ دیگر حدیث میں صحیح اور ثابت یہ ہے کہ یہ تہائی قرآن کے برابر ہے۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بہت بڑی جماعت نے یہ روایت کی ہے (عینی)

اَبُومعمر" ابن عساکر اور مزی نے کہا ابومعمر کا نام اسماعیل بن ابراہیم بن معمر بن حسن ہذلی ہروی ہیں اُن کی سکونت بغداد میں تھی۔ ایک ابومعمر عبداللہ بن عمرو بن ابی الحجاج منقری ہیں جیسا کہ دمیاطی نے ذکر کیا ہے۔ یہ دونوں امام بخاری کے شیخ ہیں۔ نسائی نے یہ تعلیق موصول ذکر کی ہے (عینی)

۴۶۹۳ — ترجمہ : ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے صحابہ کرام سے فرمایا کیا تم میں سے کوئی اس سے عاجز ہے کہ وہ ایک رات میں تہائی قرآن پڑھے۔ صحابہ کرام پر یہ حکم سخت اور گراں بار ہُوا تو انھوں نے کہا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلّم!

بَابُ فَضْلِ الْمُعَوِّذَاتِ

۴۶۹۴۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا اشْتَكٰى يَقْرَأُ عَلٰى نَفْسِهٖ بِالْمُعَوِّذَاتِ وَيَنْفُثُ فَلَمَّا اشْتَدَّ وَجَعُهٗ كُنْتُ اَقْرَأُ عَلَيْهِ وَاَمْسَحُ بِيَدِهٖ رَجَاءَ بَرَكَتِهَا

۴۶۹۵۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا الْمُفَضَّلُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا اَوٰى اِلٰى فِرَاشِهٖ كُلَّ لَيْلَةٍ

ہم میں کون یہ طاقت رکھتا ہے ؟ آپ نے فرمایا : اللّٰہ الواحد الصمد ثلث قرآن ہے۔ فربری نے کہا میں نے ابوجعفر محمد بن ابی حاتم وراق ابوعبداللہ سے سُنا وہ کہتے تھے ابوعبداللہ بخاری نے کہا یہ حدیث ابراہیم سے مُرسَل اور ضحاک مشرقی سے مسند ہے۔

باب معوّذات کی فضیلت

مُعوّذات مُعوّذہ کی جمع ہے اس سے مراد تین سُورتیں اخلاص، فلق اور سورۂ ناس ہیں چنانچہ اصحاب سنن ثلاثہ، احمد، ابن خزیمہ اور ابن حبان نے عقبہ بن عامر کی حدیث روایت کی کہ اُنہوں نے کہا مجھے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قُل ھُوَاللّٰہُ اَحَدٌ ،، قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ، قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ کے ذریعہ ہم پناہ چاہتے ہیں۔ اس میں ان کی مثل کوئی نہیں۔ ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں۔ ہر نماز کے بعد مُعوّذات سے پناہ چاہو اور ان تینوں کو ذکر کیا سورۂ اخلاص اللہ تعالیٰ کی صفت پر مشتمل ہے۔ اس لئے اس پر مُعوّذ کا اطلاق کیا ہے اگرچہ اس میں بظاہر کوئی ایسا لفظ نہیں جس میں مُعوّذ کی تصریح ہو۔

۴۶۹۴۔ ترجمہ : اُمّ المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ

جَمَعَ كَفَّيْهِ ثُمَّ نَفَثَ فِيْهِمَا فَقَرَأَ فِيْهِمَا قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ وَقُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ وَقُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ثُمَّ يَمْسَحُ بِهِمَا مَا اسْتَطَاعَ مِنْ جَسَدِهٖ يَبْدَأُ بِهِمَا عَلٰى رَاْسِهٖ وَوَجْهِهٖ وَمَا اَقْبَلَ مِنْ جَسَدِهٖ يَفْعَلُ ذٰلِكَ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ

بَابُ نُزُوْلِ السَّكِيْنَةِ وَالْمَلٰئِكَةِ عِنْدَ قِرَاءَةِ الْقُرْاٰنِ

وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِيْ يَزِيْدُ بْنُ الْهَادِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ اُسَيْدِ بْنِ حُضَيْرٍ قَالَ بَيْنَمَا هُوَ يَقْرَأُ مِنَ اللَّيْلِ سُوْرَةَ الْبَقَرَةِ وَفَرَسُهٗ مَرْبُوْطٌ عِنْدَهٗ اِذْ جَالَتِ الْفَرَسُ فَسَكَتَ فَسَكَنَتْ فَقَرَءَ فَجَالَتِ

صلی اللہ علیہ وسلم جب بیمار ہوتے تو مُعَوِّذَتین پڑھ کر اپنے اوپر دم کرتے جب آپ کا درد زیادہ سخت ہوگیا تو میں آپ پر یہ پڑھتی اور آپ کے دستِ اقدس کی برکت کی اُمید سے اس کے ساتھ حضور کو مسح کرتی۔

۴۶۹۵ — ترجمہ : ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر رات اپنے بستر پر تشریف لاتے تو دونوں ہاتھوں کو ملا کر ان پر قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ، قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ پڑھ کر پھونکتے اور جہاں تک ممکن ہوتا سارے جسم پر مسح کرتے پہلے سر مبارک اور چہرے مبارک پر ہاتھ پھیرتے پھر باقی جسم شریف پر اسی طرح تین بار ہاتھ پھیرتے تھے۔

۴۶۹۵ — شرح : مظہری نے شرح مصابیح میں ذکر کیا کہ بظاہر حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دستِ اقدس پر پہلے دم پھونکتے پھر یہ سورتیں پڑھتے تھے، حالانکہ یہ کسی نے نہیں کہا اور نہ ہی اس میں فائدہ ہے۔ شائد یہ راوی سے سہو ہوا ہے دم پھونکنا تلاوت کے بعد ہونا چاہیے تاکہ قرآن کی برکت قاری کے جسم کے بشرہ کو پہنچے۔ علامہ طیبی نے اس کا تعاقب کرتے ہوئے ذکر کیا۔ صحیح روایت میں طعن جائز نہیں کیونکہ "فَقَرَءَ فِيْهِمَا" میں فاء قرآن کریم کی اس آیت کریمہ : "فَاِذَا قَرَءْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ" فاء جیسی ہے یعنی جب قرآن پڑھنے کا ارادہ کرے تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ استعاذہ کر، اسی طرح یہاں ہے کہ جب پڑھنے کا ارادہ فرماتے تو

الْفَرَسُ فَسَكَتَ وَسَكَنَتِ الْفَرَسُ ثُمَّ قَرَأَ فَجَالَتِ الْفَرَسُ فَانْصَرَفَ وَكَانَ ابْنُهُ يَحْيٰى قَرِيبًا مِنْهَا فَاَشْفَقَ اَنْ تُصِيبَهُ فَلَمَّا اجْتَرَّهُ رَفَعَ رَاْسَهُ اِلَى السَّمَاءِ حَتّٰى مَا يَرَاهَا فَلَمَّا اَصْبَحَ حَدَّثَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ اقْرَأْ يَا ابْنَ حُضَيْرٍ قَالَ فَاَشْفَقْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ اَنْ تَطَاَ يَحْيٰى وَكَانَ مِنْهَا قَرِيبًا فَرَفَعْتُ رَاْسِي فَانْصَرَفْتُ اِلَيْهِ فَرَفَعْتُ رَاْسِي اِلَى السَّمَاءِ فَاِذَا مِثْلُ الظُّلَّةِ فِيهَا اَمْثَالُ الْمَصَابِيحِ فَخَرَجَتْ حَتّٰى لَا اَرَاهَا قَالَ وَتَدْرِي وَمَا ذَاكَ قَالَ لَا قَالَ تِلْكَ الْمَلَائِكَةُ دَنَتْ لِصَوْتِكَ وَلَوْ قَرَاْتَ لَاَصْبَحَتْ يَنْظُرُ النَّاسُ اِلَيْهَا لَا تَتَوَارٰى مِنْهُمْ قَالَ ابْنُ الْهَادِ وَحَدَّثَنِي هٰذَا الْحَدِيثَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ خَبَّابٍ عَنْ اَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنْ اُسَيْدِ بْنِ حُضَيْرٍ

ہاتھوں پر پھونک مارتے پھر معوذات پڑھتے۔ اس میں راز یہ ہے کہ جادوگروں کی مخالفت ہو کیونکہ جادوگر پہلے پڑھ کر پھونکتا ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم!

باب قرآن مجید کی قرآءت کے وقت فرشتوں اور رحمت کا نازل ہونا،،

۴۶۹۵ — ترجمہ: اُسید بن حُضیر نے کہا ایک دفعہ وہ رات کے وقت سورۂ بقرہ پڑھتے تھے اور اُن کے قریب اُن کا گھوڑا بندھا ہُوا تھا۔ اچانک گھوڑے نے اُچھلنا شروع کیا وہ خاموش ہو گئے تو گھوڑا بھی ٹھہر گیا پھر وہ پڑھنے لگے تو گھوڑے نے اُچھلنا شروع کر دیا۔ وہ خاموش ہُوا تو گھوڑا بھی ٹھہر گیا۔ پھر پڑھنے لگا تو گھوڑا بھی بدکنے لگا۔ پھر پڑھنے سے رُک گئے اور اُن کا بیٹا یحییٰ گھوڑے کے قریب تھا۔ اُسید بن حُضیر ڈرے کہ کہیں گھوڑا یحییٰ کو روند نہ ڈالے جب اُنھوں نے یحییٰ

کو اُٹھالیا اور آسمان کی طرف سر اُٹھایا تو وہ نظر نہ آیا جب صبح ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی تو آپ نے فرمایا اے ابن حُضیر پڑھو اے ابن حضیر پڑھو۔ عرض کیا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ڈر ہے کہ کہیں یحییٰ کو نہ کچل ڈالے جبکہ وہ گھوڑے کے قریب سو رہا تھا۔ میں نے اپنا سر اُٹھایا اور یحییٰ کی طرف گیا پھر۔ میں نے اپنا سر آسمان کی طرف اُٹھایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک چھتری جیسی شئے ہے جس میں بہت سے چراغ ہیں۔ میں باہر نکلا تو اس کو نہ دیکھا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جانتے ہو وہ کیا تھا؟ عرض کیا نہیں فرمایا وہ فرشتے ہیں جو تمہاری آواز کے قریب آتے تھے۔ اگر تم پڑھتے رہتے اور صبح ہوتی تو لوگ انہیں دیکھتے وہ اُن سے نہ چھپتے "، ابنِ ہاد نے کہا عبداللہ بن خباب نے یہ حدیث ابوسعید خدری کے ذریعہ اُسید بن حُضیر سے بیان کی۔

شرح : اُسید بن حُضیر رضی اللہ عنہ بہت خوش آواز تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسید سے فرمایا اے اُسید پڑھو! تمہیں آلِ داؤد کی مزامیر سے مزمار دی گئی ہے۔ ان کی خوش آواز تلاوت کے باعث آسمان سے فرشتے نازل ہوتے تھے جن کی حدیث میں امثالِ مصابیح سے تعبیر کی ہے۔

قولہ اِقْرَءْ یَاحُضَیْرُ اِقْرَءْ یَاحُضَیْرُ "، امام نووی نے کہا حدیث بیان کرنے کی حالت میں قرأت کا حکم نہیں دیا بلکہ معنیٰ یہ ہے اے حُضیر تیرے لئے مناسب یہ تھا کہ قرآن پڑھتے رہتے اور سکینت اور ملائکہ کے نزول کو غنیمت سمجھتے اور قراءت قرآن کرتے رہتے، کیونکہ یہ نزولِ ملائکہ کی بقاء کا سبب تھا جو دوام قراءت کا مقتضی ہے اس کی دلیل حضرت اُسید کا جواب ہے کہ مجھے ڈر لاحق ہوا کہ اگر میں پڑھتا رہا تو گھوڑا میرے بچے کو کچل دے گا۔

اگر یہ سوال پوچھا جائے سورۂ کہف کی فضیلت کے باب میں ہے کہ کوئی آدمی سورۂ کہف پڑھتا تھا اور اس کے قریب گھوڑا بندھا ہوا تھا اور کہا گیا کہ وہ آدمی اُسید بن حُضیر تھے اور وہ سورۂ کہف پڑھتے تھے اس کا جواب یہ ہے کہ شائد اُسید نے دونوں سورتیں پڑھی ہیں یا وہ آدمی کوئی اور تھا۔ اُسید نہیں تھے۔ ظاہر بھی یہی ہے (کرمانی)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان فرشتوں کو دیکھ سکتے ہیں۔ مومن ان کو بطور رحمت اور کافر بطورِ عذاب دیکھتے ہیں، لیکن صلاحیت اور حسنِ صوت (خوش آواز) شرط ہے اور جو اس حدیث میں مذکور ہے اس کا منشا خاص قرآءت ہے جو خاص سورت سے خاص صفت کے ساتھ پڑھی تھی اگر مطلق قرآءت ہوتی تو یہ ہر قاری کے لئے حاصل ہوتا۔ اس حدیث میں حضرت اُسید کی منقبت و فضیلت ہے اور رات کو سورۂ بقرہ پڑھنے کی بھی فضیلت ہے (عینی)

بَابُ مَنْ قَالَ لَمْ يَتْرُكِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا مَا بَيْنَ الدَّفَّتَيْنِ ۴۶۹۶ — حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيٰنُ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ رُفَيْعٍ قَالَ دَخَلْتُ اَنَا وَشَدَّادُ بْنُ مَعْقِلٍ عَلَى ابْنِ عَبَّاسٍ فَقَالَ لَهٗ شَدَّادُ بْنُ مَعْقِلٍ اَتَرَكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ شَيْءٍ قَالَ مَا تَرَكَ اِلَّا مَا بَيْنَ الدَّفَّتَيْنِ قَالَ وَدَخَلْنَا عَلٰى مُحَمَّدِ بْنِ الْحَنَفِيَّةِ فَسَاَلْنَاهُ فَقَالَ مَا تَرَكَ اِلَّا مَا بَيْنَ الدَّفَّتَيْنِ —

باب جس نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی چھوڑا ہے جو قرآن کے دونوں جلدوں کے درمیان ہے "

اس میں روافض کا ردّ ہے جن کا دعویٰ ہے کہ قرآن کے حافظوں کے چلے جانے سے کثیر قرآن بھی ان کے ساتھ ہی چلا گیا ہے اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امامت اور ان کا خلافت کا مستحق ہونا قرآن میں ثابت تھا۔ صحابہ کرام نے اس کو چھپا دیا ہے۔ یہ دعویٰ باطل اور مردود ہے۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے یہ ہرگز متصور نہیں ہو سکتا۔ دُفّ کا معنی کنارہ اور جانب ہے یہاں اس سے مراد جلد ہے۔ دفتان دو جلدیں ہیں جو قرآن کریم کے دونوں طرف ہیں۔ تلویح میں ذکر کیا کہ " اِلَّا مَا بَيْنَ الدَّفَّتَيْنِ " کے معنی یہ ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دُنیا کی کوئی چیز نہیں چھوڑی مگر وہ جو قرآن کریم کی دو جلدوں کے درمیان ہے۔ اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ باب کتابۃ العلم میں شعبی کی حدیث میں ہے کہ ابو جحیفہ نے کہا میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کیا تمہارے پاس کوئی کتاب ہے انھوں نے کہا ہمارے پاس صرف قرآن کریم ہے یا فہم و فراست ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو عطا کرتا ہے یا جو کچھ میرے اس صحیفہ میں ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس قرآن کے علاوہ بھی کچھ تھا۔ علامہ کرمانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب یہ دیا کہ بعض لوگ گمان کرتے تھے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو خاص وصیت کی ہے۔ لہٰذا یہ سوال اس شیٔ سے تھا جس چیز کا تعلق امامت و خلافت سے ہو مگر وہ جو قرآن کی دونوں جلدوں کے درمیان ہے۔ یعنی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم

[illegible] امامت و خلافت سے تعلق ہو۔ حضرت علی [illegible] ۹۱۶

باب فَضْلُ الْقُرْاٰنِ عَلٰی سَائِرِ الْکَلَامِ (ب)

۴۶۹۶ — حَدَّثَنَا هُدْبَةُ بْنُ خَالِدٍ اَبُوْخَالِدٍ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَثَلُ الَّذِیْ یَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ کَالْاُتْرُجَّةِ طَعْمُهَا

نے امامت و خلافت کے متعلق کوئی وصیت نہیں فرمائی ،،

۴۶۹۶ — ترجمہ : عبدالعزیز بن رُفیع نے کہا میں اور شداد بن معقل ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس گئے تو انھوں نے شداد سے کہا کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی چیز چھوڑی ہے۔ شداد بن معقل نے کہا آپ نے صرف وہی چھوڑا ہے جو قرآن کریم کے دونوں جلدوں کے درمیان ہے ابن رفیع نے کہا ہم محمد بن حنفیہ کے پاس گئے اور اُن سے پوچھا تو انھوں نے بھی یہی کہا کہ کوئی چیز نہ چھوڑی مگر جو دو جلدوں کے درمیان ہے۔

۴۶۹۶ — شرح : محمد بن حنفیہ حضرت علی کے صاحبزادے ہیں ان کی والدہ خولہ بنت جعفر ہے جو قبیلہ بنی حنیفہ سے تعلق رکھتی ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یمامہ کی جنگ میں جو قید کئے تھے اُن میں سے خولہ بنت جعفر بھی تھیں۔ اس لئے اس کو حنفیہ کہا جاتا ہے اس حدیث میں حضرت عبداللہ بن عباس اور محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہما کے اقوال سے روافض کا رد کیا ہے۔ علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا۔ امام بخاری نے لطیف نکتہ ذکر کیا ہے کہ روافض کے مذہب کے بطلان میں محمد بن حنفیہ کا قول ذکر کیا جس کی امامت کا رافضی دعویٰ کرتے ہیں۔ اگر امامت کے متعلق کوئی شئ ان کے پاس ہوتی تو وہ اس کو ہرگز نہ چھپاتے کیونکہ وہ جلیل القدر عظیم المرتبت اور دین میں قوی اور متصلّب تھے۔ اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول سے [illegible] استدلال کیا جبکہ ابن عباس ہر وقت حضرت علی کے پاس رہتے تھے اور اُن کے حال سے بہت واقف تھے۔ اگر امامت و خلافت کے متعلق اُن کے پاس علم ہوتا تو علمی تبحر اور حبر امت ہوتے ہوئے یہ کبھی نہ چھپاتے۔ عبدالعزیز ابن رفیع اسدی مکی کوفہ سکونت پذیر تھے۔ ایک سو تیس ہجری کے بعد فوت ہوئے۔

شداد بن معقل اسدی کوفی تابعی ہیں اور حضرت عبداللہ بن مسعود اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما کے شاگرد ہیں۔ بخاری میں اس جگہ کے سوا کہیں ان کا ذکر نہیں۔

طَيِّبٌ وَرِيحُهَا طَيِّبٌ وَالَّذِي لَا يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَالتَّمْرَةِ طَعْمُهَا طَيِّبٌ وَلَا رِيحَ لَهَا وَمَثَلُ الْفَاجِرِ الَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَمَثَلِ الْحَنْظَلَةِ طَعْمُهَا مُرٌّ وَلَا رِيحَ لَهَا

نے امامت و خلافت کے متعلق کوئی وصیت نہیں فرمائی۔"

باب ہر کلام پر قرآن کریم کی فضیلت

۴۶۹۷ ــــ ترجمہ : ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے کہ ہر کلام پر قرآن کی فضیلت ایسی ہے جیسے اللہ کی مخلوق پر فضیلت ہے۔ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس مومن شخص کی مثال جو قرآن پڑھتا ہے۔ سنگترہ جیسی ہے اس کا مزہ بھی اچھا ہے اور خوشبو بھی اچھی ہے اور جو مومن شخص قرآن نہیں پڑھتا کھجور جیسی ہے جس کا مزہ اچھا ہے اور خوشبو نہیں اور فاجر کی مثال جو قرآن پڑھتا ہے۔ گل ریحان جیسی ہے اس کی خوشبو تو اچھی ہے اور مزہ کڑوا ہے اور فاجر کی مثال جو قرآن نہیں پڑھتا تمہ جیسی ہے جس کا نہ تو مزہ ہے اور نہ ہی خوشبو ہے۔

۴۶۹۷ ــــ شرح : بظاہر حدیث سے قرآن کی فضیلت معلوم نہیں ہوتی بلکہ قرآن کے قاری کی فضیلت ظاہر ہے لیکن بنظر غائر دیکھا جائے تو یہ در اصل قرآن کی فضیلت ہے، کیونکہ قرآن پڑھنے کے باعث قاری کو فضیلت حاصل ہوتی ہے۔ لہٰذا یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مومن قاری کو سنگترہ سے تشبیہ دی ہے کیونکہ سنگترہ دیکھنے میں خوشنما اور چھونے میں نرم معلوم ہوتا ہے۔ اس کا رنگ شوخ دیکھنے والے کو خوش کرتا ہے۔ اور کھانے سے پہلے ہی اس کو طبیعت چاہتی ہے یہ معدہ کو قوی اور صاف کرتا ہے۔ ہضم میں طاقت دیتا ہے۔ اس کے بیجوں سے تیل نکالا جاتا ہے جو بہت مفید ہے ترش سنگترہ خواتین کی تیزی اور شدت کو نرم کرتا ہے اور رنگ شوخ کرتا ہے۔ اس کا چھلکا کپڑوں میں رکھنے سے جراثیم کو دور کرتا ہے یہ دوائی کے کام بھی آتا ہے جس گھر میں سنگترہ ہو اس کے قریب جن نہیں آتے۔ اس لئے مناسب یہی تھا کہ اس کے ساتھ مومن قاری کو تشبیہ دی جائے۔ جس کے قریب شیطان نہیں آتا۔ سنگترہ کے اندر غلاف سفید ہوتا ہے۔ اس لئے یہ مومن کے قلب کے مناسب ہے۔ شارح مشکوٰۃ المصابیح نے ذکر کیا کہ یہ تشبیہ و تمثیل

۴۶۹۸ — حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ يَحْيَى عَنْ سُفْيَانَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دِينَارٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّمَا أَجَلُكُمْ فِي أَجَلِ مَنْ خَلَا مِنَ الْأُمَمِ كَمَا بَيْنَ صَلٰوةِ الْعَصْرِ وَمَغْرِبِ الشَّمْسِ وَمَثَلُكُمْ وَمَثَلُ الْيَهُودِ وَالنَّصَارٰى كَمَثَلِ رَجُلٍ اسْتَعْمَلَ عُمَّالًا فَقَالَ مَنْ يَعْمَلُ لِي إِلَى نِصْفِ النَّهَارِ عَلَى قِيرَاطٍ فَعَمِلَتِ الْيَهُودُ فَقَالَ مَنْ يَعْمَلُ لِي مِنْ نِصْفِ النَّهَارِ إِلَى الْعَصْرِ فَعَمِلَتِ النَّصَارٰى ثُمَّ أَنْتُمْ تَعْمَلُونَ مِنَ الْعَصْرِ إِلَى الْمَغْرِبِ بِقِيرَاطَيْنِ قِيرَاطَيْنِ قَالُوا نَحْنُ أَكْثَرُ عَمَلًا وَأَقَلُّ عَطَاءً قَالَ هَلْ ظَلَمْتُكُمْ مِنْ حَقِّكُمْ قَالُوا لَا قَالَ فَذَاكَ فَضْلِي أُوتِيهِ مَنْ شِئْتُ

درحقیقت موصوف کی وصف ہے جو خالص معقول معنیٰ پر مشتمل ہے۔ محسوس مشاہد کے ساتھ تشبیہ ہی اس کی پوشیدگی کو ظاہر کرسکتی تھی۔ انسان کے ظاہر و باطن میں اللہ کے کلام کی تاثیر ہے۔ اس میں لوگ مختلف ہیں بعض میں یہ تاثیر پوری ہوتی ہے اور وہ پوری طرح متاثر ہوتے ہیں اور وہ مومن قاری ہیں بعض میں یہ تاثیر قطعاً نہیں ہوتی وہ حقیقی منافق ہیں۔ بعض کا ظاہر تو متاثر ہوتا ہے اور باطن متاثر نہیں۔ وہ ریاکار ہیں اور بعض کا صرف باطن متاثر ہوتا ہے ظاہر نہیں وہ مومن ہیں جو قرآن نہیں پڑھتا محسوسات میں ان معانی کو ظاہر کرنا جیسا کہ حدیث میں مذکور ہے۔ اس سے زیادہ مناسب اور کوئی صورت ممکن نہیں اور مذکور تشبیہ کی وجہ مرکب ہے جو دو محسوس اشیاء طعم اور ریح (مزہ اور بو) سے منتزع ہے۔ اس حدیث میں قرآن پڑھنے والے کی فضیلت واضح ہوتی ہے۔

۴۶۹۸ — ترجمہ : عبداللہ بن دینار نے کہا میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہاری عمر تم سے پہلے گزرنے والی امتوں کی عمر نسبت وہ ہے جو نماز عصر اور نماز مغرب کے درمیان کا وقت ہے اور تمہاری مثال اور یہود و نصاریٰ کی مثال اس آدمی جیسی ہے جو اجرت پر مزدور رکھے اور کہا وہ کون ہے جو ایک ایک قیراط پہ آدھا دن کام کرے تو یہود نے کام کیا پھر کہا وہ کون ہے جو دوپہر سے عصر تک ایک قیراط پہ

بَابُ الوَصَاةِ بِكِتَابِ اللّٰهِ تعالیٰ

۴۶۹۹ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا مٰلِكُ بْنُ مِغْوَلٍ قَالَ حَدَّثَنَا طَلْحَةُ قَالَ سَأَلْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ أَبِي أَوْفٰى أَوْصَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا فَقُلْتُ كَيْفَ كُتِبَ عَلَى النَّاسِ الْوَصِيَّةُ أُمِرُوا بِهَا وَلَمْ يُوصِ قَالَ أَوْصٰى بِكِتَابِ اللّٰهِ

میرا کام کرے تو نصاریٰ نے کام کیا پھر تم نے عصر سے مغرب تک دو ۔ دو قیراط پر کام کیا تو یہود و نصاریٰ نے کہا ہم نے کام زیادہ کیا ہے اور اُجرت کم ملی ہے فرمایا کیا میں نے تمہیں تمہاری مستحق اُجرت سے کم دیا ہے ؟ اُنہوں نے کہا نہیں ۔ فرمایا یہ میرا فضل ہے جسے چاہوں عطاء کروں ۔

۴۶۹۸ ـ شرح : اس حدیث کی باب کے ترجمہ سے مناسب اس طرح ہے کہ اس امت مرحومہ کی فضیلت پہلی اُمتوں پر قرآن کے سبب ہے جس پر عمل کرنے کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ لیا ہے ۔ جب قرآن کے سبب لوگوں کو فضیلت حاصل ہے تو اس میں قرآن کی بھی فضیلت ہے اس سے بڑھ کر کوئی فضیلت نہیں ۔ اسی اعتبار سے یہ حدیث عنوان کے مطابق ہے ۔ اس قصہ کو پہلی امتوں کے حال پر منطبق کرنا تکلف سے خالی نہیں ۔ بظاہر اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہود و نصاریٰ قیامت میں اس طرح کہیں گے اور ربّ العزت کی طرف سے یہ جواب دیا جائے گا ۔ یہ حدیث وقتِ عصر تک تاخیرِ ظہر پر دلالت کرتی ہے حتیٰ کہ ہر شئ کا سایہ دو مثل ہو جائے جیسا کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا مذہب ہے کیونکہ نصاریٰ کا یہ کہنا ہمارا عمل زیادہ ہے ۔ اسی طرح صحیح ہو سکتا ہے ، کیونکہ اگر ایک مثل پر وقتِ ظہر ختم ہو جائے تو ظہر کا وقت عصر کے وقت سے کم رہ جاتا ہے یا برابر ہوتا ہے ۔ لہٰذا النصاریٰ کا یہ کہنا " نَحْنُ أَكْثَرُ عَمَلًا " کسی صورت صحیح نہ ہوگا ۔ (حدیث ۵۳۴ ج : ا کی شرح دیکھیں)

باب اللہ تعالیٰ کی کتاب کی وصیّت

وصَایہ کی واؤ مفتوح و مکسور پڑھی جاتی ہے ۔ ابوذر کی روایت میں باب الوَصِیَّۃِ بدونِ الف ہے یا مشدّدہ اس کا بدل ہے ۔ اس سے مراد اللہ کی کتاب حسًا اور معنًا محفوظ رکھنا اور اس کا اکرام و احترام کرنا اور اسے دشمن کی زمین میں نہ لے جانا جہاں اس کی بے ادبی ہونے کا احتمال ہو

بَابُ مَنْ لَمْ يَتَغَنَّ بِالْقُرْاٰنِ

وَقَوْلُهٗ تَعَالٰى اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ

۴۷۰۰ — حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَاْذَنِ اللّٰهُ لِنَبِيٍّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَغَنّٰى بِالْقُرْاٰنِ وَقَالَ صَاحِبٌ لَّهٗ يُرِيْدُ يَجْهَرُ بِهٖ

اور اس کے اوامر اور نواہی پر عمل کرنا اس کی تلاوت اور تعلیم و تعلّم ہمیشہ جاری رکھنا "۔

۴۶۹۹ — ترجمہ : طلحہ نے کہا میں نے عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی ہے (خلافت و امارت اور مال وغیرہ کی وصیت) انہوں نے کہا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی کوئی وصیت نہیں کی۔ میں نے کہا لوگوں پر وصیت کیوں ضروری فرمائی اور انہیں اس کا حکم کیا گیا حالانکہ آپ نے وصیت نہیں فرمائی۔ ابن ابی اوفیٰ نے کہا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی کتاب کی وصیت کی (کہ اس کو مضبوط پکڑا جائے اور اس کے مقتضیٰ کے مطابق عمل کیا جائے)

۴۶۹۹ — شرح : سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مال اور خلافت و امارت کے متعلق وصیت نہیں فرمائی اور قرآن کے اوامر و نواہی کی وصیت فرمائی۔ لہٰذا دونوں جملوں میں منافات نہیں۔ اس کی تفصیل حدیث ع ۱۵۵۳ ج کی شرح دیکھیں "۔

باب جو قرآن کے سبب بے نیاز نہ ہُوا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ! کیا انہیں یہ کافی نہیں کہ ہم نے تم پر کتاب اُتاری جو اُن پر پڑھی جاتی ہے "

یعنی قرآن کریم معجزہ ہے جو انبیاء کرام علیہم السلام کے معجزات سے اتم و اکمل ہے۔ اور تمام نشانیوں سے طالبِ حق کو بے نیاز کرنے والا ہے ؛ کیونکہ جب تک زمانہ ہے قرآن کریم باقی و ثابت

رہے گا اور دوسرے معجزات کی طرح ختم نہ ہوگا ،، فتح الباری میں ذکر کیا کہ مسلمانوں کی ایک جماعت تورات سے ایک کتاب لکھ کر لائے تو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہی گمراہی کافی ہے کہ پیغمبر خدا جو کتاب اُن کے پاس لائے ہیں اس سے اعراض کر کے دوسرے پیغمبروں کے لائے ہوئے احکام کی طرف رجوع کرے تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ اس باب میں یہ آیت ذکر کرنے سے یہ اشارہ کیا کہ ،، یتغنیٰ،، اِستغنا سے ہے۔ غناء بمعنی گانا نہیں یعنی خوش آواز سے پڑھے اس پڑھنے میں لذت و سرور ہوتا ہے۔

۴۷۰۰ — ترجمہ : ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے تھے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے کسی چیز کا اذن نہیں دیا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اِذن دیا ہے کہ آپ قرآن کے ساتھ استغناء کرتے ہیں۔ ابوہریرہ کے صاحب نے کہا بلند آواز سے قرآن پڑھتے ہیں۔

۴۷۰۰ — شرح : بعض شروح سے یہ سمجھ آتا ہے کہ ،، لم یاذن بمعنی لم یستمع ہے ۔ اور ،، لِلشیءٍ کی جگہ لِنَبیٍّ ،، ہے۔ اس تقدیر پر معنیٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کے لئے کان نہیں لگایا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کان لگایا کہ آپ قرآن بلند آواز سے پڑھتے ہیں۔ یہ معنی اللہ تعالیٰ کی نسبت ظاہر پر محمول نہیں بلکہ اس سے مراد قاری کا اکرام کرے اور ثواب جزیل عطا کرے۔ الحاصل لفظ اَذِنَ یَاذَنُ اطلاق اور استماع میں مشترک ہے ۔ اگر اطلاق مراد ہو تو مصدر بکسر الہمزہ وسکون الذال ہے۔ اگر استماع مراد ہو تو مصدر اَذَنٌ ہے۔ قرطبی نے کہا ،، اَذن کا اصل یہ ہے کہ سُننے والا جس کو سُنتا ہے اس کی طرف کان لگا کر متوجہ ہوتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے حق میں محال ہے۔ جیسا کہ ہم نے اُوپر ذکر کیا ہے۔

قولہ اَنْ یَّتَغَنّٰی ،، امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا تَغَنِّی کے معنی خوبصورت آواز میں قرآن پڑھنا جیسا کہ ابوداؤد شریف میں ہے کہ اگر خوش آواز نہ ہو تو جس قدر ممکن ہو۔ آواز کو خوبصورت بنانے کی کوشش کرے۔ بعض نے کہا اس کے معنی ہیں قرآن کے ساتھ استغناء کرے۔ یعنی پہلی امتوں کی خبروں اور کتابوں سے مستغنی ہو۔ اس کی تاویل میں واضح ترین وجہ یہ ہے کہ جس کو قرآن مستغنی نہ کرے اور اس کے ایمان میں نفع نہ دے اور قرآن کے وعدے وعیدوں کی تصدیق نہ کرے وہ ہم سے نہیں۔ اس تاویل کے مطابق قرآن کریم کو اِلحان اور ترجیع سے پڑھنا مکروہ ہے۔ جیسا کہ ابن ابی شیبہ نے کتاب الثواب میں بعض صحابہ کرام اور تابعین عظام سے نقل کیا ہے۔ البتہ امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ تغنی سے مراد تحسین صوت اور قراءت میں خوبصورتی لیتے ہیں۔

قولہ قَالَ صَاحِبٌ لَّہٗ ،، ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھی نے کہا ابوہریرہ کی یتغنیٰ سے مراد یہ ہے کہ قرآن خوبصورت بلند آواز سے پڑھتے تھے یہ یتغنیٰ کی ایک تفسیر ہے اس کی اور بھی تفاسیر ہیں۔ بعض نے

۴۷۰۱ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيٰنُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَذِنَ اللّٰهُ لِشَيْءٍ مَا اَذِنَ لِلنَّبِيِّ اَنْ يَّتَغَنّٰى بِالْقُرْاٰنِ قَالَ سُفْيٰنُ تَفْسِيْرُهٗ يَسْتَغْنِيْ بِهٖ

بَابُ اغْتِبَاطِ صَاحِبِ الْقُرْاٰنِ

۴۷۰۲ـ حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِيْ سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا حَسَدَ اِلَّا عَلَى اثْنَيْنِ رَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ الْكِتَابَ وَقَامَ بِهٖ اٰنَاءَ اللَّيْلِ وَرَجُلٌ اَعْطَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَهُوَ يَتَصَدَّقُ بِهٖ اٰنَاءَ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ

یہ تفسیر کی " یَتَحَزَّنُ بِہٖ "، قسطلانی نے کہا تحزین رقّتِ آواز ہے۔ بعض نے تشاغل سے تفسیر کی ہے چنانچہ کہا جاتا ہے " تغنّیٰ بالمکان "، اس زمین میں اقامت کی۔ بعض نے تلذّذ سے تفسیر کی ہے یعنی اس سے لذّت حاصل کرتے تھے جیسے اس سے اہلِ طرب لذت لیتے ہیں (تیسیر القاری)

۴۷۰۱ـ ترجمہ : ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی شئ کا اذن نہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اذن دیا ہے۔ سفیان نے کہا اس کی تفسیر " یَسْتَغْنِیْ بِہٖ " ہے۔ قرآن کے ساتھ استغناء کرتے تھے یعنی قرآن کے ساتھ بے نیاز ہوتے تھے۔ (اس کی تفسیر پہلی حدیث میں گزری ہے)

باب قرآن پڑھنے والے پر رشک کرنا

۴۷۰۲ـ ترجمہ : عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ حسد صرف دو پر ہے ایک وہ آدمی جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کا علم دیا

۴۷۰۳ ـــ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا رَوْحٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سُلَيْمَانَ سَمِعْتُ ذَكْوَانَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا حَسَدَ اِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ رَجُلٌ عَلَّمَهُ اللّٰهُ الْقُرْاٰنَ فَهُوَ يَتْلُوْهُ اٰنَاءَ اللَّيْلِ وَاٰنَاءَ النَّهَارِ فَسَمِعَهُ جَارٌ لَّهُ فَقَالَ لَيْتَنِيْ اُوْتِيْتُ مِثْلَ مَا اُوْتِيَ فُلَانٌ فَعَمِلْتُ مِثْلَ مَا يَعْمَلُ

بَابُ خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَهُ

۴۷۰۴ ـــ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَلْقَمَةُ بْنُ مَرْثَدٍ سَمِعْتُ سَعْدَ بْنَ عُبَيْدَةَ عَنْ اَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِيِّ عَنْ عُثْمٰنَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَيْرُكُمْ مَنْ

وہ رات بھر اس کے ساتھ کھڑا رہتا ہے (رات پڑھتا رہتا ہے) دوسرا وہ آدمی جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا وہ رات دن اس کو صدقہ کرتا ہے۔

۴۷۰۲ ـــ **شرح** : حدیث میں حسد یعنی رشک ہے۔ حسد اور رشک میں فرق یہ ہے کہ حسد میں یہ خواہش ہوتی ہے کہ محسود سے وہ شئی زائل ہو جائے اور حاسد کو حاصل ہو جائے اور غبطہ یعنی رشک میں محسود سے زوال کی خواہش نہیں ہوتی بلکہ یہ خواہش ہوتی ہے کہ اس میں بھی وہ وصف آجائے،، حدیث میں حسد سے مراد خاص حسد ہے اور وہ غبطہ ہے

۴۷۰۳ ـــ **ترجمہ** : ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حسد صرف دو پر ہے۔ ایک وہ آدمی جس کو اللہ نے قرآن کا علم دیا وہ اسے رات اور دن کی گھڑیوں میں تلاوت کرتا ہے۔ اس کا ہمسایہ سن کر کہتا ہے۔ کاش مجھے بھی وہ دیا جاتا جو فلاں کو دیا گیا ہے تو میں بھی اس کی طرح عمل کرتا دوسرا وہ آدمی جس کو اللہ نے مال دیا وہ اس کو حق یعنی اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہے تو وہ کہتا ہے۔ کاش مجھے بھی مال دیا جاتا جیسے فلاں دیا گیا ہے تو میں اس کی طرح عمل کرتا اور اللہ کی راہ میں مال خرچ کرتا۔ (حدیث ع۱۷ ج : اکی شرح دیکھیں)

تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَهٗ قَالَ وَاَقْرَاَنِیْ اَبُوْعَبْدِ الرَّحْمٰنِ فِیْ اِمْرَةِ عُثْمٰنَ حَتّٰی کَانَ الْحَجَّاجُ قَالَ وَذَاكَ الَّذِیْ اَقْعَدَنِیْ مَقْعَدِیْ ھٰذَا

۴۷۰۵ ـ حَدَّثَنَا اَبُوْنُعَیْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْیٰنُ عَنْ عَلْقَمَةَ ابْنِ مَرْثَدٍ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِیِّ عَنْ عُثْمٰنَ بْنِ عَفَّانَ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَفْضَلَكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ اَوْعَلَّمَهٗ

باب تم میں بہترین وہ شخص ہے جو قرآن سیکھے اور اس کی تعلیم دے

۴۷۰۴ ـ ترجمہ : حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا تم میں بہترین وہ ہے جو قرآن پڑھے اور پڑھائے ، ابو عبیدہ نے کہا مجھے عبدالرحمن نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی امارت میں قرآن پڑھایا حتی کہ حجاج عراق کا امیر بنا ابو عبدالرحمن نے کہا اسی حدیث نے مجھے اس جگہ برائے تعلیم قرآن بٹھایا ہے ۔

۴۷۰۴ ـ شرح : اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم کا پڑھنا تمام نیک اعمال سے افضل ہے چونکہ جو شخص قرآن سیکھے اور پڑھائے ۔ وہ تمام لوگوں سے بہترین شخص ہے تو قرآن پڑھنا لازمی طور پر سب نیک اعمال سے افضل ہوگا ۔ اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ قرآن پڑھنا اور سیکھنا افضل ہے یا فقہ سیکھنا افضل ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ابن جوزی نے کہا ان دونوں میں سے جو لازم اور ضروری ہے وہ ہر انسان پر فرض ہے سارا قرآن اور ساری فقہ سیکھنا فرض کفایہ ہے جب بعض لوگ سیکھ لیں تو باقی لوگوں سے اس کی فرضیت ساقط ہو جاتی ہے ۔ اگر لوگوں کے حق میں قدر فلاح پہ ان دونوں میں سے زیادہ میں کلام کریں تو فقہ میں مشغول ہونے والا افضل ہے کیونکہ دینی مسائل جاننے اور اسلام کی راہ ہدایت معلوم کرنے کے لوگ محتاج ہیں اس سے یہ گمان نہ کرنا کہ فقہ قرآن سے افضل ہے ، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ میں قرآن کریم کا قاری بہت بڑا فقیہ ہوتا تھا اس لئے نماز میں قاری کو مقدم کیا گیا ہے ، کیونکہ وہ فقیہہ ہونے کے علاوہ وہ قاری بھی ہے ۔

قولہ اَقْرَاَنِیْ اَبُوْعَبْدِ الرَّحْمٰنِ الخ یعنی ابو عبیدہ نے کہا ابو عبدالرحمن نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

۴۷۰۶ ـــ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ أَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ امْرَأَةٌ فَقَالَتْ إِنَّهَا قَدْ وَهَبَتْ نَفْسَهَا لِلَّهِ وَلِرَسُولِهِ فَقَالَ مَا لِي فِي النِّسَاءِ مِنْ حَاجَةٍ فَقَالَ رَجُلٌ زَوِّجْنِيهَا قَالَ أَعْطِهَا ثَوْبًا قَالَ لَا أَجِدُ قَالَ أَعْطِهَا وَلَوْ خَاتَمًا مِنْ حَدِيدٍ فَاعْتَلَّ لَهُ فَقَالَ مَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ قَالَ كَذَا وَكَذَا قَالَ فَقَدْ زَوَّجْتُكَهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ

کی ابتداءِ خلافت میں مجھے قرآن پڑھایا حتی کہ وہ حجاج کے عراق کا امیر بننے تک تعلیم دیتے رہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی ابتداءِ خلافت سے حجاج کی امارت کے انتہا تک تقریبًا بہتر (۷۲) سال کی مدت ہے! لیکن یہ معلوم نہیں کہ انہوں نے کب پڑھانا شروع کیا اور کب اس کی انتہا ہوئی واللہ ورسولہ اعلم!

۴۷۰۵ ـــ ترجمہ: حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے افضل وہ ہے جو قرآن سیکھے یا سکھائے۔

۴۷۰۵ ـــ شرح: اس حدیث میں لفظ اَوْ شک کے لئے نہیں تنویع وتقسیم کے لئے ہے۔ یہ حدیث کا دوسرا طریق ہے۔ اس میں لفظ افضل ہے جبکہ اس سے پہلی حدیث میں لفظ خیر مذکور ہے۔ لیکن معنی میں اِن دونوں میں فرق نہیں کیونکہ "خَیْرُکُمْ" دراصل "اَخْیَرُکُمْ" تھا اور وہ بمعنی افضل ہے"۔

۴۷۰۶ ـــ ترجمہ: سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک عورت آئی اور کہا اس نے اپنے آپ کو اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہبہ کر دیا ہے۔ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اور عورتوں کی حاجت نہیں۔ ایک آدمی نے کہا اس کا میرے ساتھ نکاح فرمادیں۔ آپ نے فرمایا اس کو کوئی کپڑا دو اُس نے کہا میں کپڑا نہیں پاتا فرمایا اسے کچھ دو اگرچہ لوہے کی انگوٹھی دو وہ شخص غمناک ہوگیا سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیرے پاس کتنا قرآن ہے۔ (کتنا قرآن یاد ہے) اُس نے کہا مجھے یہ یہ سُورت یاد ہے۔ فرمایا میں نے اس کا تجھ سے قرآن پڑھنے کے سبب نکاح کر دیا۔

۴۷۰۶ ـــ شرح: اس حدیث سے علماء مجتہدین نے چند احکام استنباط کئے ہیں۔ اوّل یہ کہ

لفظ ہبہ سے نکاح منعقد ہو جاتا ہے۔ یہ امام ابوحنیفہ، ابو یوسف، محمد، سفیان ثوری اور حسن بن حی رحمہم اللہ تعالیٰ کا مذہب ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ کوئی آدمی کہے میں نے اپنی بیٹی تجھے ہبہ کر دی، دوسرا کہے میں نے قبول کی یا کہے میں نے نکاح کر لیا اس میں مہر ذکر کریں یا نہ ذکر کریں ـــــ البتہ اگر مہر ذکر کریں تو وہی دینا پڑے گا جو مقرر کیا ہے۔ ورنہ مہر مثل ادا کرنا ہوگا۔ امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا لفظ ہبہ سے نکاح منعقد نہیں ہوتا۔ ابو ثور کا مذہب بھی یہی ہے۔ امام مالک رضی اللہ عنہ سے دو روایتیں ہیں ایک روایت میں ہے کہ لفظ ہبہ سے نکاح منعقد ہو جاتا ہے۔ دوسری روایت میں نہیں ہوتا۔

ہوتا۔ اس بات میں اتفاق ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح لفظ ہبہ سے ہوا تھا۔ چنانچہ قرآن کریم میں ہے: وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ ”کوئی مومنہ عورت اگر اپنے آپ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہبہ کر دے۔ علماء نے کہا یہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے۔ دوسرا حکم یہ ہے کہ جس شئی پر زوجان (بیوی خاوند) راضی ہو جائیں وہ مہر ہو سکتی ہے جیسے کوڑا وغیرہ اگرچہ اس کی قیمت ایک درہم سے کم ہو یہ امام شافعی، ربیعہ، ابو زناد، ابن ابی ذئب، یحیی بن سعید، لیث بن سعید، امام احمد اسحاق ثوری اور اوزاعی کا مذہب ہے۔ ان حضرات کی دلیل یہ ہے کہ اس حدیث میں ”وَلَوْ خَاتَمٌ مِّنْ حَدِيْدٍ“ مذکور ہے۔ یعنی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص سے فرمایا جاؤ کچھ لے آؤ اگرچہ لوہے کی انگوٹھی لے آؤ“ امام ابوحنیفہ اور آپ کے تلامذہ کا مسلک یہ ہے کہ دس درہم سے کم مہر جائز نہیں۔ شعبی نے کہا تین اوقیہ سے کم مہر مکروہ ہے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی دلیل حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جو ابن ابی شیبہ نے مصنف میں شریک داؤد زعافری کے ذریعہ شعبی سے روایت کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا لَا مَهْرَ اَقَلُّ مِنْ عَشَرَةِ دَرَاهِمَ ”دس درہم سے کم مہر نہیں۔ ظاہر یہی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کیونکہ یہ اجتہاد سے معلوم نہیں ہو سکتا۔ اور نہ ہی اس میں قیاس کو دخل ہے۔ لہذا حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول توقیف پر مبنی ہے اور یہ حدیث مرفوع ہے۔ حنفیہ نے امام شافعی رحمہ اللہ کے استدلال کا جواب یہ دیا ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد: وَلَوْ بِخَاتَمٍ مِّنْ حَدِيْدٍ“ مبالغہ پر مبنی ہے۔ جیسے حدیث شریف میں ہے تَصَدَّقُوْا وَلَوْ بِظِلْفٍ مُّحْرَقٍ“ صدقہ کرو۔ اگرچہ جلا ہوا پایا ہو۔ حالانکہ جلا ہوا پایا صدقہ نہیں کیا جاتا اور نہ ہی اس سے نفع حاصل کیا جاتا ہے۔ نیز حدیث میں یہ تصریح نہیں کہ لوہے کی انگوٹھی پورا مہر بھی ہو سکتا ہے کہ یہ مہر معجل ہو اور باقی مہر مؤجل ہو۔ اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ ابن حزم نے کہا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت باطل ہے کیونکہ اس کو داؤد زعافری نے روایت کیا ہے اور وہ غایت سقوط میں ہے۔ علاوہ ازیں یہ حدیث مرسل ہے کیونکہ شعبی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کوئی حدیث نہیں سنی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ

ابن عدی نے کہا میں نے داؤد زعافری کی کوئی حدیث منکر نہیں دیکھی جو حد سے متجاوز ہو جبکہ اس سے ثقہ نے روایت کی ہو۔ اگرچہ وہ حدیث میں قوی نہیں۔ کیونکہ جب داؤد سے ثقہ روایت کرے تو وہ مقبول ہے۔ نیز مزی نے ذکر کیا کہ شعبی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سماعت کی ہے۔ اگر تسلیم بھی کرلیں کہ شعبی کی روایت مرسل ہے۔ لیکن عجلی نے کہا شعبی کی مرسل صحیح ہے وہ ہمیشہ صحیح حدیث ارسال کرتے ہیں۔ تیسرا حکم یہ ہے کہ لوہے کی انگوٹھی پہننا جائز ہے، لیکن اس کے پہننے میں مختلف اقوال ہیں ابوداؤد میں صریح روایت ہے کہ خاتم حدید ممنوع ہے اور یہ بنفس خود بیماری ہے۔

چوتھا حکم یہ ہے کہ اس حدیث سے امام شافعی، ایک روایت کے مطابق امام احمد اور ظاہریہ نے استدلال کیا کہ قرآن کریم کی کسی سورت کی تعلیم مہر ہو سکتی ہے لیکن امام ابوحنیفہ اور آپ کے صاحب، امام مالک اور صحیح روایت کے مطابق امام احمد، لیث اور اسحاق بن راہویہ نے کہا تعلیم قرآن پر نکاح جائز نہیں اور اگر اس طرح نکاح کرلیا تو نکاح صحیح ہے مہر مثل ادا کرنا لازم ہے۔ یہ اس شخص کی مانند ہے جو کسی عورت سے نکاح کرے اور اس کا مہر مقرر نہ کرے تو اس پر مہر مثل واجب ہے۔

امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مذکور حدیث کے جواب میں کہا کہ حدیث کے یہ الفاظ: زَوَّجْتُكَ بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ ،، اگر ظاہر پر محمول ہوں تو ان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سورت پر نکاح ہے اس کی تعلیم پر نہیں اس وقت سورت کی حرمت پر نکاح ہے اس میں مہر وغیرہ کا کوئی ذکر نہیں جیسے اُمِّ سلیم کا اسلام پر تھا اور اسلام درحقیقت مہر نہ تھا لہٰذا قرآن کی سورت بالاتفاق مہر نہیں لہٰذا حدیث کا معنیٰ یہ ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تجھے جو قرآن یاد ہے اس کی حرمت اور برکت کے سبب میں نے اس عورت کا نکاح تجھ سے کر دیا۔ اور "بِمَا مَعَكَ" میں باء سببیہ ہے۔ جیسے قرآن کریم میں ہے فَكُلًّا أَخَذْنَا بِذَنْبِهِ ،، ہم نے ہر ایک کو اس کے گناہ کے سبب پکڑا،، اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ ابن ماجہ کی روایت میں " زَوَّجْتُكَهَا عَلَىٰ مَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ ،، ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ کلمہ "علیٰ" بھی سببیت کے لئے مستعمل ہے۔

چنانچہ قرآن کریم میں ہے وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلَىٰ مَا هَدَاكُمْ ،، تم اللہ کی ہدایت کے سبب اس کی بڑھائی بیان کرو۔ لہٰذا معنیٰ یہ ہے میں نے اس عورت سے تیرا نکاح اس لئے کیا کہ تجھے قرآن یاد ہے اور یہ مال ذکر کرنے کے منافی نہیں۔ اگر یہ سوال پوچھا جائے۔ دراصل باء مقابلہ کے لئے ہے جیسے بِعْتُكَ ثَوْبِي بِدِينَارٍ ،، میں نے تیرے پاس اپنا کپڑا ایک دینار کے بدل بیچا۔ اسی طرح اس حدیث میں ہے اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث میں مقابلہ کا معنیٰ صحیح نہیں، کیونکہ اس کو یہ لازم ہے کہ عورت موہوبہ ہو؛ حالانکہ یہ صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جائز ہے۔ لہٰذا یہ کلام ظاہر پر محمول نہیں۔ اور ہو سکتا ہے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص پر قرآن کی تعلیم لازم کی ہو اور مہر سے سکوت

بَابُ الْقِرَاءَةِ عَنْ ظَهْرِ الْقَلْبِ

۴۷۰۷ ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِیْ حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ اَنَّ امْرَاَةً جَاءَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ جِئْتُ لِاَهَبَ لَكَ نَفْسِیْ فَنَظَرَ اِلَيْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَعَّدَ النَّظَرَ اِلَيْهَا وَصَوَّبَهُ ثُمَّ طَاْطَاَ رَاْسَهُ فَلَمَّا رَاَتِ الْمَرْاَةُ اَنَّهُ لَمْ يَقْضِ فِيْهَا شَيْئًا جَلَسَتْ فَقَامَ رَجُلٌ مِّنْ اَصْحَابِهِ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَكَ بِهَا حَاجَةٌ فَزَوِّجْنِيْهَا فَقَالَ هَلْ عِنْدَكَ مِنْ شَیْءٍ فَقَالَ لَا وَاللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اذْهَبْ اِلٰى اَهْلِكَ فَانْظُرْ هَلْ تَجِدُ شَيْئًا فَذَهَبَ ثُمَّ رَجَعَ فَقَالَ لَا وَاللّٰهِ

کیا ہو اور وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طرف سے ادا کر دیا ہو جیسے رمضان مبارک میں بیوی سے جماع کرنے والا کا کفارہ حضور نے اپنی طرف سے ادا کر دیا تھا جبکہ اس کے پاس کوئی شئی نہ تھی یا اس کی آسانی تک مہر اس کے ذمہ کر دیا تھا کہ جب مہر مثل میسر ہوگا ادا کر دے گا۔

باب دیکھے بغیر دل سے قرآن پڑھنا

۴۷۰۷ ترجمہ: سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے آپ کو اپنا آپ ہبہ کیا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف نظر فرمائی اور اس کی طرف نظر اوپر نیچے کی پھر سر مبارک جھکا لیا جب اس عورت نے دیکھا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق کوئی فیصلہ نہیں کیا تو وہ بیٹھ گئی۔ آپ کے صحابہ کرام سے ایک شخص کھڑا ہو گیا اور عرض کیا یا رسول اللہ

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا وَجَدْتُ شَيْئًا قَالَ انْظُرْ وَلَوْ خَاتَمًا مِّنْ حَدِيْدٍ فَذَهَبَ ثُمَّ رَجَعَ فَقَالَ لَا وَاللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَا خَاتَمٌ مِّنْ حَدِيْدٍ وَلٰكِنْ هٰذَا اِزَارِيْ قَالَ سَهْلٌ مَا لَهٗ رِدَاءٌ فَلَهَا نِصْفُهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا تَصْنَعُ بِاِزَارِكَ اِنْ لَبِسْتَهٗ لَمْ يَكُنْ عَلَيْهَا مِنْهُ شَيْءٌ وَاِنْ لَبِسَتْهُ لَمْ يَكُنْ عَلَيْكَ مِنْهُ شَيْءٌ فَجَلَسَ الرَّجُلُ حَتّٰى طَالَ مَجْلِسُهٗ ثُمَّ قَامَ فَرَاٰهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُوَلِّيًا فَاَمَرَ بِهٖ فَدُعِيَ فَلَمَّا جَاءَ قَالَ مَاذَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْاٰنِ قَالَ مَعِيْ سُوْرَةُ كَذَا وَسُوْرَةُ كَذَا وَسُوْرَةُ كَذَا وَعَدَّهَا قَالَ اَتَقْرَؤُهُنَّ عَنْ ظَهْرِ قَلْبِكَ قَالَ نَعَمْ قَالَ اذْهَبْ فَقَدْ مَلَّكْتُكَهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْاٰنِ

صلی اللہ علیہ وسلم! اگر آپ کو اس کی حاجت نہیں تو اس کا مجھ سے نکاح فرما دیں آپ نے فرمایا کیا تیرے پاس کچھ سامان ہے۔ اُس نے کہا بخدا! یا رسولَ اللہ! میرے پاس کچھ سامان نہیں۔ آپ نے فرمایا اپنے گھر جا اور دیکھ شائد کچھ پالے وہ گیا اور واپس آکر عرض کیا بخدا یا رسولَ اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے کچھ نہیں پایا فرمایا دیکھ اگر لوہے کی انگوٹھی پائے تو وہی لے آ وہ شخص گیا اور واپس آیا اور کہا لوہے کی انگوٹھی بھی نہیں، البتہ یہ تہبند ہے۔ سہل نے کہا اس کے پاس دوسری چادر بھی نہ تھی۔ اور کہا آدھی اسے دے دیجئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ تیرے تہبند کو کیا کرے گی۔ اگر تو پہنے گا تو اس پر کوئی شئے نہ ہوگی اور اگر وہ پہن لے گی تو تجھ پر کچھ نہ ہوگا۔ پس وہ آدمی بیٹھ گیا اور دیر تک بیٹھا رہا پھر کھڑا ہوگیا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دیکھا کہ وہ پشت پھیر کر جانے لگا ہے تو اس کو بلایا گیا جب وہ آیا تو فرمایا تجھے کتنا قرآن یاد ہے۔ اُس نے کہا فلاں فلاں سورت یاد ہے۔ اور سورتیں شمار کیں۔ سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جا میں نے قرآن حفظ کرنے کے سبب تجھے اس کا مالک بنا دیا۔

(حدیث ۲۷۰۶ کی شرح دیکھیں)

بَابُ اِسْتِذْكَارِ الْقُرْاٰنِ وَتَعَاهُدِهٖ

۴۷۰۸ — حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّمَا مَثَلُ صَاحِبِ الْقُرْاٰنِ كَمَثَلِ صَاحِبِ الْاِبِلِ الْمُعَقَّلَةِ اِنْ عَاهَدَ عَلَيْهَا اَمْسَكَهَا وَاِنْ اَطْلَقَهَا ذَهَبَتْ

۴۷۰۹ — حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ عَرْعَرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ اَبِيْ وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِئْسَ مَا لِاَحَدِهِمْ اَنْ يَقُوْلَ نَسِيْتُ اٰيَةَ كَيْتَ وَكَيْتَ بَلْ نُسِّيَ فَاسْتَذْكِرُوا الْقُرْاٰنَ فَاِنَّهٗ اَشَدُّ تَفَصِّيًا مِنْ صُدُوْرِ الرِّجَالِ مِنَ النَّعَمِ

باب قرآن کریم حفظ کرنا اور اس کو پڑھتے رہنا

ترجمہ : ۴۷۰۸ — عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قرآن پڑھنے والے کا حال اونٹ والے کی مثل ہے جس نے اس کے پاؤں کو بندھا ہو اگر اس کی حفاظت کرے گا تو اسے روک سکے گا اگر اسے رہا کر دے گا تو وہ اس کے ہاتھ سے چلا جائے گا۔

شرح : ۴۷۰۸ — المُعَقَّلَة ،، جو رسی سے بندھا گیا ہو۔ قرآن پاک کی تلاوت جاری رکھنے اور اسے ہمیشہ پڑھتے رہنے کو رسی سے بندھے ہوئے اونٹ سے تشبیہ دی جس کے بھاگ جانے کا خوف ہو جب تک اس کی حفاظت رہے اور اس کا دور ہونا رہے یاد رہے گا جیسے رسیوں سے بندھا ہوا اونٹ بھاگ نہیں سکتا اونٹ سے تشبیہ اس لئے دی ہے کہ وہ دوسرے گھریلو حیوانوں کی نسبت زیادہ بھاگتا ہے اور اس کے بھاگ نکلنے کے بعد اس کو پکڑنا بہت مشکل ہوتا ہے۔

۴۷۱۰ — حَدَّثَنَا عُثْمَانُ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ مِثْلَهٗ تَابَعَهٗ بِشْرٌ عَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ عَنْ شُعْبَةَ وَتَابَعَهٗ ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ عَبْدَةَ عَنْ شَقِيْقٍ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۴۷۰۹ — **ترجمہ** : عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روائت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کسی کا یہ کہنا بہت بُرا ہے کہ وہ کہے میں فلاں فلاں آئت بھول گیا ہوں بلکہ وہ بھلایا گیا ہے تم قرآن پڑھتے رہو کیونکہ قرآن وحشی جانوروں کی نسبت بہت جلد لوگوں کے سینوں سے نکل جاتا ہے۔

۴۷۰۹ — **شرح** نُسِّيَ بخاری کی تمام روایات میں مُشدّد ہے اسی طرح بخاری کے علاوہ اکثر روایات میں مشدد ہے۔ قرطبی نے کہا مسلم کی بعض روایات میں مخفف ہے۔ مشدد پڑھنے کی تقدیر پر نسیان کی نسبت کسی طرف ہے اور تخفیف کی صورت میں ناسی کی طرف ہے۔ اگر "نُسِّيَ" مشدد پڑھیں تو معنی یہ ہے کہ اللہ نے اس کو بھلا دیا اور اگر مخفف پڑھیں تو معنی یہ ہے کہ وہ بھول گیا اور خیر سے محروم رہا اور نسیان کی نسبت اپنی طرف کرنا مکروہ ہے؛ کیونکہ اس کو اللہ تعالیٰ نے بھلایا ہے اور وہی ہر شئی کی تقدیر بناتا ہے نیز دراصل نسیان ترک ہے اس لئے یہ کہنا کہ میں نے ترک کیا اور نسیان کا قصد کیا۔ مکروہ ہے نیز نسیان انسان کے اختیار میں نہیں لہذا یہ کہنا مکروہ ہے کہ میں بھول گیا۔ علامہ کرمانی رحمہ اللہ نے کہا نسیت" کہنے سے اس لئے منع کیا کہ اس میں تساہل اور تغافل پایا جاتا ہے۔ قاضی عیاض نے کہا کہ اس میں حال کی مذمت ہے۔ کلام کی مذمت نہیں۔ یعنی اس شخص کا بُرا حال ہے جو قرآن حفظ کرے پھر اس سے غافل ہو جائے اور بھول جائے بلکہ وہ بھلایا گیا ہے۔ توشیح میں ذکر کیا مذمت کی وجہ یہ ہے کہ اُس نے فعل کی نسبت اپنی طرف کی ہے حالانکہ یہ اللہ کا فعل ہے۔ علامہ خطابی رحمہ اللہ نے کہا بئس یعنی نسیان کے سبب گناہ پر اس کو عذاب دیا جائے گا جبکہ اس نے قرآن کے حفظ میں غفلت کی اور بھول گیا۔ الحاصل بعض نے نسیان کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی؛ کیونکہ اللہ تمام افعال کا خالق ہے۔ بعض نے انسان کی طرف کی؛ کیونکہ نسیان اس کا فعل ہے اور وہ اس کا سبب ہے تو اکتساب کے اعتبار سے ناسی کی طرف نسبت کی اور بعض نے اس کی نسبت شیطان کی طرف کی جیسے یوشع علیہ السلام نے فرمایا تھا: "وَمَا اَنْسَانِيْهُ اِلَّا الشَّيْطَانُ"، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے شیطان کو وسوسہ دینے پر قادر کیا ہے جس کے باعث نسیان ہوتا ہے۔ بہرحال ہر نسبت کی کوئی نہ کوئی وجہ ضرور ہے۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم قرآن کریم کی تلاوت میں مداومت کرو اور اپنی طرف سے اس کا

۴۷۱۱ــ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدٍ عَنْ اَبِیْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ تَعَاهَدُوْا الْقُرْاٰنَ فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَهُوَ اَشَدُّ تَفَصِّیًا مِنَ الْاِبِلِ فِیْ عُقُلِهَا بَابُ الْقِرَاءَةِ عَلَی الدَّآبَّةِ ۴۷۱۲ـ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ ابْنُ مِنْهَالٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ اَخْبَرَنِیْ اَبُوْ اِیَاسٍ قَالَ سَمِعْتُ

مذاکرہ اور دَور کرتے رہو۔ تفصّی کے معنی انفصال اور بھاگ جانا ہے۔ اس کا اسم تفصّہ ہے

۴۷۱۰ــ ترجمہ: عثمان نے ہمیں خبر دی اُنھوں نے کہا مجھے جریر نے منصور سے مذکور حدیث جیسی خبر دی۔ بشر نے ابن مبارک کے ذریعہ شعبہ سے روایت کرنے میں محمد بن عرعرہ کی متابعت کی۔ اور ابن جریج نے عبدہ کے ذریعہ شقیق سے روایت کرنے میں محمد کی متابعت کی اُنہوں نے کہا میں نے نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم سے سُنا شقیق کی کنیت ابو وائل ہے۔

۴۷۱۱ــ ترجمہ: ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا قرآن کریم ہمیشہ پڑھتے رہو اور دَور کرتے رہو۔ اس ذات کی قسم جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے۔ قرآن کریم سینوں سے بندھے ہُوئے اونٹوں سے جلدی نکلنے والا ہے۔

۴۷۱۱ــ شرح: عُقُل عقال کی جمع ہے۔ اس کے معنی ہیں " رسی "، غُلُلھا بھی پڑھا گیا ہے۔ یہ غُلّ بمعنی قید کی جمع ہے۔ مذکور حدیث میں فِیْ عُقُلِهَا " ہے۔ اس میں لفظ فی ہے۔ نیز در من عُقُلِهَا بھی روایت کیا گیا ہے یہ دراصل تعدیہ تفصّی ہے۔ ہوسکتا ہے کہ فی بمعنی " من " ہو۔ حروف جرّ ایک دوسرے کے معنی میں آتے رہتے ہیں حرف فی تو خصوصی طور پر اشعار میں من کے معنی میں آتی رہتی ہے۔ واللہ و رسولہ اعلم!

باب سواری پر قرآن کریم پڑھنا

۴۷۱۲ــ ترجمہ: عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے فتح مکہ کے روز جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو دیکھا کہ آپ اپنی سواری پر سورۂ فتح تلاوت فرما رہے

عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ مُغَفَّلٍ قَالَ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمَ فَتْحِ مَکَّۃَ وَھُوَ یَقْرَأُ عَلٰی رَاحِلَتِہٖ سُوْرَۃَ الْفَتْحِ

بَابُ تَعْلِیْمِ الصِّبْیَانِ الْقُرْاٰنَ

۴۷۱۳ــ حَدَّثَنَا مُوْسَی بْنُ اِسْمٰعِیْلَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْعَوَانَۃَ عَنْ اَبِیْ بِشْرٍ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ قَالَ اِنَّ الَّذِیْ تَدْعُوْنَہُ الْمُفَصَّلَ ھُوَ الْمُحْکَمُ قَالَ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ تُوُفِّیَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَنَا ابْنُ عَشْرِ سِنِیْنَ وَقَرَأْتُ الْمُحْکَمَ

تھے ۔ اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِیْنًا "

باب بچّوں کو قرآن پڑھانا

اس سے امام نے اس شخص کے کلام کا ردّ کیا ہے جو کہے کہ بچّوں کو قرآن پڑھانا مکروہ ہے۔ ابن ابو داؤد نے سعید بن جُبیر اور ابراہیم نخعی سے روائت کی کہ نابالغ بچّوں کو قرآن پڑھانا مکروہ ہے (عینی)

۴۷۱۳ــ ترجمہ : سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے کہا جس سورت کو تم مفصل کہتے ہو وہ محکم ہے "، سعید نے کہا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی جبکہ میں صرف دس برس کا تھا حالانکہ میں محکم سورتیں پڑھ چکا تھا۔

۴۷۱۳ــ شرح : یہاں محکم سے مراد وہ سورتیں ہیں جو منسوخ نہیں ہوئیں یہ محکم تشابہ کے مقابل نہیں ۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بچہ نابالغ قرآن پڑھ سکتا ہے، لیکن علامہ قسطلانی نے ذکر کیا کہ یہ صحیح ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی عمر پندرہ برس تھی ۔ شیخ ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا سید عالم

۴۷۱۴۔ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ أَخْبَرَنَا أَبُو بِشْرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ جَمَعْتُ الْمُحْكَمَ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ لَهُ وَمَا الْمُحْكَمُ قَالَ الْمُفَصَّلُ

بَابُ نِسْيَانِ الْقُرْاٰنِ وَهَلْ يَقُولُ نَسِيتُ

آيَةَ كَذَا وَكَذَا وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰى إِلَّا مَا شَاءَ اللّٰهُ

۴۷۱۵۔ حَدَّثَنَا رَبِيعُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا زَائِدَةُ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَمِعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا يَقْرَأُ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ يَرْحَمُهُ اللّٰهُ لَقَدْ أَذْكَرَنِي كَذَا وَكَذَا آيَةً مِنْ سُورَةِ كَذَا

صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت ابن عباس تیرہ برس کے تھے، لیکن یہ پندرہ برس کے منافی نہیں کیونکہ سال کی کسر کو شامل کرنے سے پندرہ برس ہی ہو جاتے ہیں۔ قاضی عیاض رحمۃ اللہ نے کہا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا فرمانا کہ میں دس برس کا تھا یہ حفظ قرآن کے اعتبار سے تھا۔ سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے اعتبار سے نہیں اور عبارت میں تقدیم و تاخیر ہے۔ دراصل عبارت اس طرح ہے "تُوُفِّيَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم وَ قَدْ جَمَعْتُ الْمُحْكَمَ وَأَنَا ابْنُ عَشْرِ سِنِينَ"، علامہ عینی نے تعاقب کرتے ہوئے کہا کہ یہ دونوں جملے یعنی وانا ابن عشر سنین اور وقد قرءت المحکم، حال واقع ہیں اور حال قید ہوتا ہے لہٰذا یہ کہنا صحیح نہیں کہ یہاں تقدیم و تاخیر ہے۔

۴۷۱۴۔ ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد حیات مبارک میں محکم سورتیں یاد کر چکا تھا۔ سعید بن جبیر نے کہا میں نے ابن عباس سے کہا "محکم سورتیں" کونسی ہیں انھوں نے کہا محکم مفصل ہیں (یعنی سورہ حجرات سے آخر تک صحیح تر قول یہی ہے)

۴۷۱۶ـــ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ بْنِ مَيْمُونٍ قَالَ حَدَّثَنَا عِيسَى عَنْ هِشَامٍ وَقَالَ أَسْقَطْتُهُنَّ مِنْ سُورَةِ كَذَا تَابَعَهُ عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ وَعَبْدَةُ عَنْ هِشَامٍ

۴۷۱۷ـــ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي رَجَاءٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَمِعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا يَقْرَأُ فِي سُورَةٍ بِاللَّيْلِ فَقَالَ يَرْحَمُهُ اللَّهُ لَقَدْ أَذْكَرَنِي كَذَا وَكَذَا آيَةً كُنْتُ أُنْسِيتُهَا مِنْ سُورَةِ كَذَا وَكَذَا ـــ

باب قرآن بھول جانا

کیا یہ کہنا جائز ہے کہ میں فلاں فلاں آیات بھول گیا ہوں ؟ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد! ہم تجھے پڑھائیں گے پھر تم نہ بھولو گے مگر جو اللہ نے چاہا ،،

۴۷۱۵ـــ ترجمہ : ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو مسجد میں قرآن پڑھتے ہوئے سنا تو فرمایا اللہ تعالیٰ اس پر رحم کرے اس نے مجھے فلاں سورت سے فلاں فلاں آیت یاد دلا دی ۔

۴۷۱۵ـــ شرح : مسجد میں قرآن کریم پڑھنے والا شخص عبداللہ بن یزید انصاری تھے اور فلاں سورت سے مراد سورۂ یونس ہے ۔ اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نسیان طاری ہونا کیسے جائز ہے ؟ اس کا جواب یہ ہے کہ بھلایا جانا آپ کے اختیار میں نہ تھا ۔ شرعی قانون کے اجراء کے لئے آپ کو بھلایا جاتا تھا ۔ اس کے بعد نسیان زائل ہوجاتا تھا ۔ جمہور علماء نے کہا امور ابلاغیہ اور تعلیمیہ میں نسیان جائز نہیں اور جن کا طریق ابلاغ اور تعلیم نہ ہو وہاں نسیان جائز ہے لیکن اس پر قرار نہ ہوتا تھا بلکہ دوسرے

۴۷۱۸ — حَدَّثَنَا اَبُوْنُعَیْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا لِاَحَدِهِمْ یَقُوْلُ نَسِیْتُ اٰیَةَ کَیْتَ وَکَیْتَ بَلْ هُوَ نُسِّیَ

بَابٌ مَنْ لَمْ یَرَ بَاْسًا اَنْ یَّقُوْلَ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ وَسُوْرَةُ کَذَا

وقت میں نسیان زائل ہوجاتا تھا۔

۴۷۱۶ — ترجمہ : ہشام سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا میں فلاں فلاں سورت سے بھلایا گیا تھا۔ ہشام سے روایت کرنے میں علی بن مُسہر اور عبدہ نے محمد بن عُبید کی متابعت کی۔،،

۴۷۱۶ — شرح : یعنی ہشام نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام شریف میں اس کلمہ اُسْقِطْھُنَّ مِنْ سُوْرَۃِ کَذَا اَوْ کَذَا ،، کا اضافہ کیا یعنی فلاں فلاں سورت سے میں بھول گیا تھا۔ چنانچہ اس کے بعد کی حدیث میں سورت کی تفسیر کی ہے۔ کشمیہنی کی روایت میں تَابَعَہٗ عَلِیُّ بْنُ مُسْھِرٍ عَنْ عَبْدَۃَ ، ہے۔ شیخ ابن حجر نے کہا یہ غلط ہے کیونکہ عبدہ علی کا ساتھی ہے استاذ نہیں۔

۴۷۱۷ — ترجمہ : ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو سُنا کہ وہ رات کے وقت ایک سورت پڑھ رہا تھا تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس پر رحم کرے اُس نے مجھے فلاں فلاں آیت یاد کرادی ہے جو میں فلاں فلاں سورت سے بھول گیا تھا۔

۴۷۱۸ — ترجمہ : عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی کے لئے یہ بُری بات ہے کہ وہ کہے میں فلاں فلاں آیت بھول گیا ہوں بلکہ وہ بُھلایا گیا ہے۔

۴۷۱۸ — شرح : اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم بھولتے نہیں تھے بلکہ بھلائے جاتے تھے ، کیونکہ اللہ تعالیٰ شرعی حکم کے اجراء اور تشریع کے لئے آپ کو بُھلا دیتا تھا اور جب حکم مشروع ہوجاتا تو نسیان زائل ہوجاتا تھا آپ

۴۷۱۹ — حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ ثَنَا اَبِيْ قَالَ ثَنَا الْاَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنِيْ اِبْرَاهِيْمُ عَنْ عَلْقَمَةَ وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ اَبِيْ مَسْعُوْدٍ الْاَنْصَارِيِّ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْاٰيَتَانِ مِنْ اٰخِرِ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ مَنْ قَرَاَهُمَا فِيْ لَيْلَةٍ كَفَتَاهُ

۴۷۲۰ — حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ عَنْ حَدِيْثِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ

اس پر مستقر نہ رہتے تھے علماء نے کہا کہ نسیتُ کا فاعل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں گویا کہ آپ نے فرمایا کوئی شخص مجھے یہ نہ کہے کہ میں فلاں آیت بھول گیا ہوں، کیونکہ اللہ تعالیٰ حکمت نسخ کے لئے مجھے بھلاتا ہے اور اس آیت کی تلاوت منسوخ ہوجاتی ہے۔ لہٰذا دو اُنْسِیْتُ اور نُسِّیْتُ مجہول کے صیغے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھے بھلایا ہے۔ افعال کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرنی چاہیئے کیونکہ وہ اِن کا خالق ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کے لئے عبودیت کا اقرار اور قدرتِ ربوبیت کی تابعداری ہے۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم!

باب جس شخص نے یہ کہنے میں حرج نہ سمجھا کہ وہ کہے سورۂ بقرہ اور فلاں سورت"

۴۷۱۹ — ترجمہ : ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سورۂ بقرہ کی آخری دو آئتیں ہیں جو کوئی وہ رات پڑھے وہ اسے کافی ہیں۔

۴۷۱۹ — شرح : اس میں اس شخص کا ردّ ہے جو کہتا ہے۔ سورۂ بقرہ نہیں کہنا چاہیئے بلکہ یہ کہنا چاہیئے۔ وہ سُورت جس میں بقرہ کا ذکر ہے اس نے طرانی کی مرفوع حدیث سے استدلال کیا کہ آپ نے فرمایا: سورۂ بقرہ نہ کہو اور نہ سورۂ آل عمران اور نہ سورۂ نساء کہو اسی طرح قرآن کریم کی تمام سورتیں ہیں، لیکن یہ کہو وہ سورت جس میں بقرہ کا ذکر ہے اُس نے

ابْنِ عَبْدٍ الْقَارِيِّ اَنَّهُمَا سَمِعَا عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ يَقُوْلُ سَمِعْتُ هِشَامَ
ابْنَ حَكِيْمِ ابْنِ حِزَامٍ يَقْرَأُ هَا عَلٰى حُرُوْفٍ كَثِيْرَةٍ لَمْ يُقْرِئْنِيْهَا
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكِدْتُ اُسَاوِرُهُ فِي الصَّلٰوةِ
فَانْتَظَرْتُهُ حَتّٰى سَلَّمَ فَلَبَّبْتُهُ فَقُلْتُ مَنْ اَقْرَاَكَ هٰذِهِ السُّوْرَةَ
الَّتِيْ سَمِعْتُكَ تَقْرَأُ قَالَ اَقْرَاَنِيْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَقُلْتُ لَهُ كَذَبْتَ فَوَاللّٰهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
لَهُوَ اَقْرَاَنِيْ هٰذِهِ السُّوْرَةَ الَّتِيْ سَمِعْتُكَ فَانْطَلَقْتُ بِهٖ اِلٰى
رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقُوْدُهُ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ
سَمِعْتُ هٰذَا يَقْرَأُ سُوْرَةَ الْفُرْقَانِ عَلٰى حُرُوْفٍ لَمْ تُقْرِئْنِيْهَا

طبرانی کی مرفوع حدیث سے استدلال کیا کہ آپ نے فرمایا ” سورۂ بقرہ نہ کہو اور نہ سورہ آلِ عمران اور نہ سورۂ نساء کہو اسی طرح قرآن کریم کی تمام سورتیں ہیں لیکن یہ کہو وہ سورت جس میں بقرہ کا ذکر ہے لیکن ابن جوزی نے اس حدیث کو موضوعات میں ذکر کیا ہے۔ بعض محدثین نے اسے ضعیف کہا ہے۔

۴۷۲۰ — **ترجمہ** : زُہری نے کہا مجھے عروہ بن زبیر نے مسور بن مخرمہ اور عبدالرحمٰن ابن عبدالقاری سے خبر دی کہ اُن دونوں نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے سُنا کہ وہ فرماتے تھے میں نے ہشام بن حکیم بن حزام کو سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں سورۂ فرقان پڑھتے ہُوئے سُنا میں نے اُس کی قرأت غور سے سُنی وہ اس کو کئی طرح پڑھ رہے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس طرح نہیں پڑھایا تھا اور قریب تھا کہ میں اُس سے نماز ہی میں جھگڑا کرتا۔ پس میں نے انتظار کیا حتیٰ کہ اس نے سلام پھیرا تو میں نے اُن کے گلے میں کپڑا ڈال کر اسے کھینچا اور کہا تجھے یہ سُورت کس نے پڑھائی ہے جو میں نے تمہیں پڑھتے سُنا ہے۔ ہشام بن حکیم بن حزام نے کہا اس طرح مجھے جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھائی ہے۔ میں نے اسے کہا جھوٹ بولتے ہو۔ بخدا! جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی مجھے یہ سورت پڑھائی ہے جو میں نے تجھ سے سُنی ہے۔ میں انہیں

وَاِنَّكَ اَقْرَأْتَنِيْ سُوْرَةَ الْفُرْقَانِ فَقَالَ يَا هِشَامُ اِقْرَأْهَا فَقَرَأَهَا الْقِرَاءَةَ الَّتِيْ سَمِعْتُهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰكَذَا اُنْزِلَتْ ثُمَّ قَالَ اِقْرَأْ يَا عُمَرُ فَقَرَأْتُهَا الَّتِيْ اَقْرَأَنِيْهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰكَذَا اُنْزِلَتْ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰكَذَا اُنْزِلَتْ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْقُرْاٰنَ اُنْزِلَ عَلٰى سَبْعَةِ اَحْرُفٍ فَاقْرَؤُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ

۴۷۲۱ — حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ اٰدَمَ قَالَ اَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَمِعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَارِئًا يَقْرَأُ مِنَ اللَّيْلِ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ يَرْحَمُهُ اللّٰهُ لَقَدْ اَذْكَرَنِيْ كَذَا وَكَذَا اٰيَةً اَسْقَطْتُهَا مِنْ سُوْرَةِ كَذَا وَكَذَا

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آیا اس حال میں کہ میں اسے کھینچ رہا تھا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے اسے سنا ہے کہ یہ سورۂ فرقان کئی طریقوں سے پڑھتے ہیں جو آپ نے مجھے اس طرح نہیں پڑھائی ہے آپ نے خود مجھے سورۂ فرقان پڑھائی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ہشام پڑھو تو اس نے اسی طرح پڑھی جو میں نے اس سے سنی تھی۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ اسی طرح نازل ہوئی ہے پھر مجھے فرمایا تم پڑھو میں نے اسی طرح پڑھی جو آپ نے خود مجھے پڑھائی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسی طرح نازل ہوئی ہے۔ پھر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک قرآن کریم سات حروف پر نازل ہوا ہے تم جس طرح آسان ہو پڑھو۔

(حدیث ۴۶۷۲ ج : ۸ کی شرح دیکھیں)

۴۷۲۱ ترجمہ : ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قاری کو سنا وہ رات مسجد میں پڑھ رہا تھا۔ تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس پر رحم کرے اس نے مجھے فلاں فلاں آیت یاد دلادی جو میں فلاں فلاں سورت سے چھوڑ گیا تھا۔

بَابُ التَّرْتِيْلِ فِي الْقِرَاءَةِ

وَ قَوْلُهٗ تَعَالٰى وَ رَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا وَ قَوْلُهٗ وَ قُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَأَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَمَا يُكْرَهُ اَنْ يُهَذَّ كَهَذِّ الشِّعْرِ يُفْرَقُ يُفَصَّلُ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَرَقْنٰهُ فَصَّلْنٰهُ

۴۷۲۲ حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا مَهْدِيُّ بْنُ مَيْمُوْنٍ

باب قرآن کریم خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد! قرآن کریم ٹھہر ٹھہر کر پڑھو اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد! اور قرآن ہم نے جدا جدا کر کے اتارا کہ تم اسے لوگوں پر ٹھہر ٹھہر کر پڑھو! اور مکروہ ہے کہ شعر جلدی پڑھنے کی طرح قرآن جلدی جلدی پڑھا جائے یُفْرَقُ بمعنی یُفَصَّلُ ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا فَرَقْنٰہُ بمعنی فَصَّلْنٰہُ ہے

شرح : ترتیل کے معنی ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا اور ان کے ادا کرنے میں آہستگی کرنا کہ اُن کے معانی سمجھنے میں آسانی ہو،، اور اس کے پڑھنے میں تیزی اور جلدی نہ کرنا۔

قولہ قرآناً فَرَقْنٰہُ،، یعنی ہم نے قرآن آہستہ آہستہ اُتارا سارا ایک ہی بار نہیں اُتارا بخلاف دیگر کتب سماویہ کے کہ وہ یکبارہ نازل ہوئیں"

قولہ وَمَا یُکْرَہُ،، یہ باب الترتیل پر معطوف ہے۔ یعنی باب فی بیان الترتیل و فی بیان ما یکرہ اَنْ یُھَذَّ کَھَذِّ الشِّعْرِ ھَذّ کے معنی ہیں سوچنے کے بغیر جلدی پڑھنا جیسے شعر پڑھے جاتے ہیں

قرآن کریم کی اس آیت کریمہ فِیْھَا یُفْرَقُ کُلُّ اَمْرٍ حَکِیْمٍ،، میں یُفْرَقُ کی تفسیر یُفَصَّلُ سے کی،، ابن عباس رضی اللہ عنہما نے وَ قُرْآنًا فَرَقْنٰہُ،، کے معنی یہ بیان فرمائے کہ قرآن کریم کو ہم نے مفصل بیان کیا۔

۴۷۲۲ — ترجمہ : وائل نے کہا میں صبح کو عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس گیا ایک آدمی نے کہا میں نے گذشتہ رات مفصل سورتیں پڑھی ہیں

قَالَ حَدَّثَنَا وَاصِلٌ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ غَدَوْنَا عَلَى عَبْدِ اللهِ فَقَالَ رَجُلٌ قَرَأْتُ الْمُفَصَّلَ الْبَارِحَةَ فَقَالَ هَذًّا كَهَذِّ الشِّعْرِ إِنَّا قَدْ سَمِعْنَا الْقِرَاءَةَ وَإِنِّي لَأَحْفَظُ الْقُرَنَاءَ الَّتِي كَانَ يَقْرَأُ بِهِنَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَمَانَ عَشْرَةَ سُورَةً مِنَ الْمُفَصَّلِ وَسُورَتَيْنِ مِنْ آلِ حم

۴۷۲۳ — حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مُوسَى بْنِ أَبِي عَائِشَةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا نَزَلَ جِبْرِيلُ بِالْوَحْيِ وَكَانَ مِمَّا يُحَرِّكُ بِهِ لِسَانَهُ وَشَفَتَيْهِ فَيَشْتَدُّ عَلَيْهِ وَكَانَ يُعْرَفُ مِنْهُ

عبداللہ نے کہا یہ تیزی ہے۔ شعر کی تیزی جیسی ہے۔ ہم نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پڑھتے سنا میں اُن ہم مثل سورتوں کو یاد کرتا ہوں جنھیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے تھے۔ وہ مفصل کی اٹھارہ سورتیں ہیں اور دو سورتیں جو آل حٰم سے ہیں۔

۴۷۲۲ — شرح: ایک رات میں مفصل سورتیں پڑھنے والا شخص نہیک بن سنان ہے قرناء کے معنی طول اور قصر میں ہم مثل سورتیں ہیں۔ اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ کتاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے باب میں ذکر کیا کہ مفصل سورتیں بیس ہیں اور وہاں حٰم دخان اور عمّ یتساءلون کو مفصل میں شمار کیا ہے جبکہ یہاں اُن کو نکال دیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ وہاں ان کی مراد بڑی بڑی سورتیں ہیں۔

قولہ من آل حٰم "یعنی وہ سورتیں جن کے اوّل حٰم ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے۔ فلاں من آل فلاں سے ہے۔ بعض نے کہا لفظ آل زائد ہے اور مراد نفس حٰم ہے جیسے آل داؤد سے مراد حضرت داؤد علیہ السلام ہیں

۴۷۲۳ — ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کریمہ لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ

فَاَنْزَلَ اللّٰهُ الْاٰيَةَ الَّتِیْ فِیْ لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ فَاِذَا اَنْزَلْنَاهُ فَاسْتَمِعْ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ قَالَ اِنَّ عَلَيْنَا اَنْ نُبَيِّنَهٗ بِلِسَانِكَ قَالَ فَكَانَ اِذَا اَتَاهُ جِبْرِيْلُ اَطْرَقَ فَاِذَا ذَهَبَ قَرَاَهٗ كَمَا وَعَدَهُ اللّٰهُ

بَابُ مَدِّ الْقِرَاءَةِ

یاد کرنے کی جلدی میں قرآن کے ساتھ اپنی زبان شریف کو حرکت نہ دیں،، کی تفسیر میں کہا۔ جب جبرائیل علیہ السلام وحی کے ساتھ نزول کرتے (وحی لے کر آتے) اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے ساتھ اپنی زبان شریف اور مبارک دونوں ہونٹوں کو حرکت دیتے تھے اور آپ پر یہ دشوار تھا۔ آپ سے دشواری کی حرکت پہچانی جاتی تھی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت جو سورۂ لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيَامَةِ،، میں ہے نازل فرمائی لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ الْاٰيَة،، یاد کرنے کی جلدی میں قرآن کے ساتھ اپنی زبان شریف کو حرکت نہ دیں بے شک اس کا محفوظ کرنا اور پڑھنا ہمارے ذمّہ ہے تو جب ہم اسے پڑھ چکیں اس وقت اس پڑھے ہوئے کی اتباع کریں۔ اور جب ہم نازل کریں تو سنتے رہیں پھر ہمارے ذمّہ اس کا بیان ہے۔
ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا (اس کے بعد) جبرائیل علیہ السلام آپ کے پاس آتے تو آپ گردن جھکا لیتے (سماعت فرماتے) جب وہ چلے جاتے تو قرآن پڑھتے جیسا کہ اللہ نے آپ سے وعدہ فرمایا ہے۔
(حدیث ۴۶۰۷ کی شرح دیکھیں)

باب قرآن کے الفاظ ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا

قرآء کے نزدیک مد دو قسم ہے۔ ایک اصلی ہے جس حرف کے بعد الف یا واؤ یا یاء ہو اس کو لمبا کھینچنا۔ دوسری غیر اصلی ہے وہ یہ ہے کہ جب اس قسم کے حرف کے بعد ہمزہ آجائے اور وہ متصل و منفصل ہے۔ متصل وہ ہے جو نفس کلمہ میں ہو اور منفصل وہ ہے جو دوسرے کلمہ میں ہو (فتح)

۴۷۲۴ ــ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ الْأَزْدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ قَالَ سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ عَنْ قِرَاءَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ كَانَ يَمُدُّ مَدًّا

۴۷۲۵ ــ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَاصِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سُئِلَ أَنَسٌ كَيْفَ كَانَتْ قِرَاءَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ كَانَتْ مَدًّا ثُمَّ قَرَأَ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

يَمُدُّ بِبِسْمِ اللّٰهِ وَيَمُدُّ بِالرَّحْمٰنِ وَيَمُدُّ بِالرَّحِيمِ

۴۷۲۴ ــ ترجمہ : قتادہ نے کہا میں نے انس بن مالک سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قراءت کی کیفیت پوچھی تو انھوں نے کہا سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم (جہاں مدہوتی) اسے خوب کھینچ کر پڑھتے تھے۔
(یعنی جو لفظ مد کا مستحق ہوتا تھا اس کو مد سے پڑھتے تھے روانگی نہیں کرتے تھے)

۴۷۲۵ ــ ترجمہ : انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قراءت کیسی تھی انہوں نے کہا مد والی تھی۔ پھر پڑھا :

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

بسم اللہ کو کھینچ کر پڑھتے تھے۔ رحمٰن کی میم پر مد پڑھتے اور رحیم کی یاء کھینچ کر پڑھتے تھے

۴۷۲۵ ــ شرح : علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے عمرو بن عاصم شیخ بخاری سے باء کے بغیر ذکر کیا، چنانچہ انھوں نے کہا یمد بسم اللہ ویمد الرحمٰن ویمد الرحیم بعض نے کہا باء کو باء پر اس لئے داخل کیا کہ اسم اللہ کو بطور حکایت ذکر کیا ہے یا اس کو بصورت علم ایک کلمہ کیا ہے

بَابُ التَّرْجِيعِ

۴۷۲۶ — حَدَّثَنَا اٰدَمُ بْنُ اَبِیْ اِیَاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اِیَاسٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مُغَفَّلٍ قَالَ رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقْرَاُ وَهُوَ عَلٰی نَاقَتِهٖ اَوْ جَمَلِهٖ وَهِیَ تَسِیْرُ بِهٖ وَهُوَ یَقْرَاُ سُوْرَةَ الْفَتْحِ اَوْ مِنْ سُوْرَةِ الْفَتْحِ قِرَاءَةً لَیِّنَةً یَقْرَاُ وَهُوَ یُرَجِّعُ

بَابُ الترجیع

ترجیع کے معنی تردید کے ہیں ترجیع صوت آواز کو حلق میں پھیرنا ہے جیسے خوش الحان لوگ پڑھتے ہیں اسی سے اذان میں ترجیع ہے۔ یہاں ترجیع کی تفسیر قراءت میں حرکات کی ضربوں کو ایک دوسرے کے قریب کرنا ہے۔ صاحب خیر الجاری نے کہا۔ ترجیع تدبّر اور خشوع کے ساتھ خوبصورت تلاوت کرنا ہے گانے کی ترجیع مراد نہیں ؛ کیونکہ یہ شریعت مطہرہ کے منافی ہے۔ آج کل بعض قاریوں نے قرآن کریم کی تلاوت میں گانوں کی طرز اختیار کر رکھی ہے۔ اللہ تعالیٰ محفوظ فرمائے۔ (قسطلانی)

۴۷۲۶ — ترجمہ : ابو ایاس معاویہ بن قُرّہ بصری نے کہا میں نے عبداللہ بن مغفل کو یہ کہتے ہوئے سُنا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ قرآن کی تلاوت فرماتے تھے ، حالانکہ آپ اپنی اونٹنی یا اونٹ پر سوار تھے۔ اونٹنی چل رہی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سورۂ فتح یا سورۂ فتح سے آیات نرم آواز سے ترجیع کے ساتھ پڑھ رہے تھے۔

۴۷۲۶ — شرح : سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ترجیع کرنے میں دو احتمال ہیں۔ ایک یہ کہ آپ اونٹنی پر سوار تھے اور وہ تیز رفتار تھی اس لئے آپ کی آواز شریف میں ترجیع معلوم ہوتی تھی۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ آپ نے مد کے مقام میں مد کی کیفیت میں بڑا تو اس سے ترجیع ظاہر ہوئی تھی۔ بعض نے کہا ترجیع کے معنی خوش الحانی سے پڑھنا ہے۔ گویوں کی طرح خوش الحانی شریعت میں ممنوع ہے ؛ کیونکہ یہ خشوع کے منافی ہے جو تلاوت میں مقصود ہے (عینی)

بَابُ حُسْنِ الصَّوْتِ بِالْقِرَاءَةِ

۴۷۲۷ — حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَلَفٍ أَبُو بَكْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو يَحْيَى الْحِمَّانِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا بُرَيْدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ جَدِّهِ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ يَا أَبَا مُوسَى لَقَدْ أُوتِيتَ مِزْمَارًا مِنْ مَزَامِيرِ آلِ دَاوُدَ

باب — قرآن کریم خوبصورت آواز سے پڑھنا

۴۷۲۷ — ترجمہ : ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا : اے ابوموسیٰ تم آواز کی خوبصورتی میں داؤد علیہ السلام کی آواز جیسی خوبصورتی دیئے گئے ہو "

۴۷۲۷ — شرح : زمر کے لغوی معنی غنا ہیں۔ یہاں اس سے حسن صوت مراد ہے۔ اور آل داؤد میں لفظ آل زائد ہے، کیونکہ حسن صوت میں وہ منفرد تھے؛ کیونکہ داؤد علیہ السلام کی آل میں سے کسی کو ان کی آواز جیسی خوبصورت آواز نہیں دی گئی مزامیر مزمار کی جمع ہے۔ اور وہ معروف آلہ ہے۔ حسن صوت پر اس کا اطلاق کیا گیا ہے، کیونکہ یہ ایک دوسرے کے مشابہ ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام زبور شریف ستر آوازوں میں پڑھتے تھے۔ بعض اوقات اُن کی قرآءت سے بیمار آدمی جھومنے لگتے تھے۔ جب وہ رونے کا ارادہ کرتے تھے تو خشکی اور سمندر کے تمام جانور خاموشی سے سُنتے اور رونے لگتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی مجلس سے کئی جنازے اُٹھائے جاتے تھے۔

علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے نقل کیا ہے کہ خوش الحان شخص سے قرآن کریم سُننا مستحب ہے۔ ابن ابی داؤد نے ابن مسجعہ کے طریق سے روایت کی کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خوش الحان نوجوان کو اس کی خوبصورت آواز کے سبب لوگوں سے آگے بٹھاتے تھے"

اسماء الرجال : محمد بن خلف ابوبکر بغدادی حدادی ہیں۔ امام بخاری کے شیوخ میں سے

بَابُ مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَسْمَعُ الْقُرْاٰنَ مِنْ غَيْرِهٖ

۴۷۲۸ــ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي عَنِ الْأَعْمَشِ قَالَ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ عَنْ عَبِيدَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ لِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اقْرَأْ عَلَيَّ الْقُرْاٰنَ قُلْتُ اٰقْرَأُ عَلَيْكَ وَعَلَيْكَ أُنْزِلَ قَالَ إِنِّي أُحِبُّ أَنْ أَسْمَعَهُ مِنْ غَيْرِي

بَابُ قَوْلِ الْمُقْرِئِ لِلْقَارِئِ حَسْبُكَ

ان کے کمسن شیخ ہیں۔ وہ امام بخاری کی وفات کے بعد پانچ سال بقیدِ حیات رہے۔

ع۲ ابو یحییٰ کا نام عبدالحمید بن عبدالرحمٰن ہے۔ ان کا لقب بشمین معنی صوفی ہے۔ حمان بنی تیم کا ایک قبیلہ ہے۔ حمانی میں یاء نسبت کی ہے۔ وہ دو سو دو ہجری میں فوت ہوئے۔

ع۳ بُرَید بن عبداللہ بن ابی بُردہ۔ ابو بُردہ کا نام عامر ہے۔ ابو موسیٰ کا نام عبداللہ بن قیس ہے۔

باب۔ جس نے اپنے غیر سے قرآن کریم سُننے کو پسند کیا

۴۷۲۸ــ ترجمہ: عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عبداللہ! میرے سامنے قرآن پڑھو! میں نے کہا: یارسُولَ اللہ! میں آپ کے سامنے قرآن پڑھوں، حالانکہ آپ پر قرآن نازل ہُوا ہے۔ آپ نے فرمایا میں یہ پسند کرتا ہوں کہ اپنے غیر سے قرآن سنوں!

۴۷۲۸ــ شرح: غیر سے سُننے میں لُطف یہ ہے کہ سُننے والا تدبّر زیادہ کرتا ہے اور اس کا دِل سماعت کے لئے متوجہ اور خالی ہوتا ہے اور وہ قاری کی نسبت قرأت کی طرف زیادہ راغب ہوتا ہے کیونکہ قاری قرأت اور اس کے احکام میں مشغول ہوتا ہے۔

۴۷۲۹ — حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيٰنُ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَبِيْدَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِقْرَأْ عَلَيَّ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ آقْرَأُ عَلَيْكَ وَعَلَيْكَ اُنْزِلَ قَالَ نَعَمْ فَقَرَأْتُ سُوْرَةَ النِّسَاءِ حَتّٰى اَتَيْتُ اِلٰى هٰذِهِ الْاٰيَةِ فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰؤُلَاۗءِ شَهِيْدًا قَالَ حَسْبُكَ الْاٰنَ فَالْتَفَتُّ اِلَيْهِ فَاِذَا عَيْنَاهُ تَذْرِفَانِ

بَابٌ فِيْ كَمْ يُقْرَأُ الْقُرْاٰنُ وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ

باب سُننے والے کا قاری سے کہنا "حَسْبُکَ"

۴۷۲۹ — ترجمہ: عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عبد اللہ! مجھے قرآن سناؤ! میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا میں آپ کو سناؤں، حالانکہ آپ پر قرآن نازل ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا: ہاں! میں نے سورۂ نساء پڑھنی شروع کی۔ حتیٰ کہ اس آیت کریمہ "فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰؤُلَاۗءِ شَهِيْدًا" تک پہنچا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بس اب کافی ہے۔ میں آپ کی طرف متوجہ ہوا تو دیکھا کہ آپ کی آنکھیں آنسو بہا رہی ہیں (حدیث ۴۲۰۴۸ کی شرح دیکھیں)

باب کتنی مدّت میں تمام قرآن پڑھا جائے

۴۷۳۰ ـ حَدَّثَنَا عَلِيٌّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيٰنُ قَالَ لِي ابْنُ شُبْرُمَةَ نَظَرْتُ كَمْ يَكْفِي الرَّجُلَ مِنَ الْقُرْاٰنِ فَلَمْ اَجِدْ سُوْرَةً اَقَلَّ مِنْ ثَلٰثِ اٰيَاتٍ فَقُلْتُ لَا يَنْبَغِي لِاَحَدٍ اَنْ يَقْرَاَ اَقَلَّ مِنْ ثَلٰثِ اٰيَاتٍ قَالَ سُفْيٰنُ اَخْبَرَنَا مَنْصُوْرٌ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ يَزِيْدَ اَخْبَرَهُ عَلْقَمَةُ عَنْ اَبِي مَسْعُوْدٍ وَلَقِيْتُهُ وَهُوَ يَطُوْفُ بِالْبَيْتِ فَذَكَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ مَنْ قَرَاَ بِالْاٰيَتَيْنِ مِنْ اٰخِرِ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ فِي لَيْلَةٍ كَفَتَاهُ ٭

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد! قرآن سے جو آسان ہو پڑھو!

شرح الباب: اس میں مدت ذکر نہیں کی، کیونکہ اس کے متعلق کوئی حد معین مذکور نہیں لیکن مراد یہ ہے کہ اس میں اس شخص کا رد ہے۔ جو کہتا ہے کہ ایک رات (اور) دن میں کم از کم قرآن کریم کے چالیس اجزاء سے ایک جزء پڑھنا چاہیئے۔

قرآن پڑھنے کی عدم تحدید کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جس قدر آسانی سے پڑھ سکو پڑھو! یہ عام ہے۔ قرآن کریم کے جزء سے اقل اور اکثر کو شامل ہے۔ اس کا مقتضیٰ کوئی جزء معین محدود نہیں اور نہ ہی اس کا وقت معین ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم!

۴۷۳۰ ـ ترجمہ: سفیان نے کہا مجھے ابن شبرمہ نے کہا: میں نے دیکھا اور تامل کیا کہ (نماز میں) آدمی کو کتنی آئتیں کافی ہیں۔ پس میں نے تین آیات سے کم کوئی سورت نہ پائی تو میں نے کہا کسی کو یہ مناسب نہیں کہ (نماز میں) تین آیات سے کم پڑھے سفیان نے کہا ہمیں منصور نے ابراہیم، عبدالرحمٰن بن یزید اور علقمہ کے ذریعہ ابو مسعود انصاری سے خبر دی عبدالرحمٰن نے کہا میں نے علقمہ سے اس حال میں ملاقات کی جبکہ وہ بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے۔ انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ذکر کیا کہ آپ نے فرمایا جو سورۂ بقرہ کے آخر کی دو آئتیں رات کو پڑھ لے وہ سارا قرآن پڑھنے سے کفائت کرتی ہیں۔

۴۷۳۱ـ حَدَّثَنَا مُوسٰى قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ مُغِيْرَةَ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ أَنْكَحَنِي أَبِي امْرَأَةً ذَاتَ حَسَبٍ فَكَانَ يَتَعَاهَدُ كَنَّتَهُ فَيَسْأَلُهَا عَنْ بَعْلِهَا فَتَقُوْلُ نِعْمَ الرَّجُلُ مِنْ رَجُلٍ لَمْ يَطَأْ لَنَا فِرَاشًا وَلَمْ يُفَتِّشْ لَنَا كَنَفًا مُذْ أَتَيْنَاهُ فَلَمَّا طَالَ ذٰلِكَ عَلَيْهِ ذَكَرَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ الْقَنِي بِهِ فَلَقِيْتُهُ بَعْدُ فَقَالَ كَيْفَ تَصُوْمُ قَالَ كُلَّ يَوْمٍ قَالَ وَكَيْفَ تَخْتِمُ قَالَ كُلَّ لَيْلَةٍ قَالَ صُمْ فِي كُلِّ شَهْرٍ ثَلٰثَةً وَاقْرَأِ الْقُرْاٰنَ فِي كُلِّ شَهْرٍ قَالَ قُلْتُ إِنِّي أُطِيْقُ أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ قَالَ صُمْ ثَلٰثَةَ أَيَّامٍ فِي الْجُمُعَةِ

۴۷۳۰ـ شرح : اس حدیث کی عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ اس میں تین آیات مقدار ذکر کی ہے۔ لیکن یہ تحدید واجب اور مسنون نہیں۔ قولہ کم یکفی ،، اس میں دو احتمال ہیں۔ ایک یہ کہ نماز میں کتنی آیتیں کفایت کرتی ہیں۔ دوسرے یہ کہ ایک دن رات میں مطلقاً کتنا قرآن پڑھ لینا کافی ہے۔ ظاہر یہی ہے جیسا کہ سورۂ بقرہ کی تفسیر میں مذکور ہے۔

اسماء رجال : ابن شُبْرُمَہ بضم الشین وبضم الراء اور باء ساکن ہے جبکہ میم مفتوح ہے۔ ان کا نام عبد اللہ ہے۔ وہ کوفی قاضی اور اہل کوفہ میں بہت بڑے فقیہ تھے، ان کا تابعین میں شمار ہوتا ہے۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔ عفیف، عاقل اور حدیث میں ثقہ تھے۔ شاعر، خوش خلق اور سخی تھے۔ کوفہ کے علاقہ میں ابوجعفر کے قاضی تھے۔ ایک سو چالیس ہجری میں وفات پائی ع۲ علی بن مدینی ع۳ سفیان بن عُیَیْنَہ ع۴ منصور بن معتمر ع۵ ابراہیم نخعی ع۶ عبد الرحمٰن بن یزید ع۷ علقمہ بن قیس اور ابو مسعود انصاری ہیں رضی اللہ عنہم ،، قولہ قَالَ عَلِیٌّ یہ مذکور حدیث کا تتمہ ہے۔

۴۷۳۱ـ ترجمہ : عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے کہا میرے والد نے میرا نکاح خاندانی عورت سے کیا اور وہ اپنی بہو سے اس کے شوہر کا حال دریافت کرتے رہتے تھے وہ کہتی تھی وہ اچھا آدمی ہے۔ جب سے میں آئی ہوں میرے بستر پہ قدم نہیں رکھا۔ اور نہ ہی میرے لئے

قُلْتُ أُطِيقُ أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ قَالَ أَفْطِرْ يَوْمَيْنِ وَصُمْ يَوْمًا قَالَ
أُطِيقُ أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ قَالَ صُمْ أَفْضَلَ الصَّوْمِ صَوْمَ دَاوُدَ
صِيَامُ يَوْمٍ وَّإِفْطَارُ يَوْمٍ وَّاقْرَأْ فِي كُلِّ سَبْعِ لَيَالٍ مَرَّةً فَلَيْتَنِي
قَبِلْتُ رُخْصَةَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذَاكَ أَنِّي كَبِرْتُ
وَضَعُفْتُ فَكَانَ يَقْرَأُ عَلٰى بَعْضِ أَهْلِهِ السُّبُعَ مِنَ الْقُرْاٰنِ بِالنَّهَارِ
وَالَّذِي يَقْرَؤُهُ يَعْرِضُهُ مِنَ النَّهَارِ لِيَكُونَ أَخَفَّ عَلَيْهِ بِاللَّيْلِ
وَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَّتَقَوّٰى أَفْطَرَ أَيَّامًا وَّأَحْصٰى وَصَامَ مِثْلَهُنَّ كَرَاهِيَةَ
أَنْ يَّتْرُكَ شَيْئًا فَارَقَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهِ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ
وَقَالَ بَعْضُهُمْ فِي ثَلٰثٍ وَّفِي خَمْسٍ وَّأَكْثَرُهُنَّ عَلٰى سَبْعٍ

قضاء حاجت کی تفحص کی۔ جب عمرو بن عاص پر یہ بات لمبی ہوئی تو انھوں نے یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا اس کو میرے پاس لاؤ۔ (عبداللہ نے کہا) میں نے اس کے بعد جناب رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی تو آپ نے فرمایا تم روزے کیسے رکھتے ہو۔ میں نے کہا ہر روز روزہ سے
ہوتا ہوں۔ فرمایا قرآن کتنے دنوں میں ختم کرتے ہو۔ عرض کیا ہر رات قرآن ختم کرتا ہوں۔ سید عالم صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ہر مہینہ میں تین روزے رکھا کرو اور ہر مہینہ میں ایک بار قرآن ختم کیا کرو۔ عبداللہ نے
کہا میں نے عرض کیا میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ فرمایا: ہر جمعہ میں تین روزے رکھا کرو!
میں نے عرض کیا: میں اس سے زیادہ طاقت رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: دو روز افطار کرو اور ایک دن
روزہ رکھا کرو! میں نے عرض کیا: میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: افضل روزے
رکھو جو داؤد علیہ السلام کے روزے ہیں۔ ایک دن روزہ اور ایک دن افطار کرو اور سات دن میں ایک
بار قرآن ختم کرو۔ کاش کہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رخصت قبول کرلیتا! کیونکہ میں بوڑھا
ہوگیا ہوں اور کمزور ہوگیا ہوں۔ عبداللہ بن عمرو اپنے بعض اہل کو قرآن کا ساتواں حصہ سنا لیا کرتے تھے۔ اور
جو وہ پڑھتے تھے دن میں اس کا دور کرلیتے تھے تاکہ رات کو پڑھنے میں آسانی رہے۔ اور جب قوت حاصل

کرنا چاہتے تھے تو چند روز افطار کرتے تھے اور افطار کے دن شمار کر لیتے تھے اور افطار کے دنوں کی مثل روزے رکھتے تھے، کیونکہ اس بات کو مکروہ سمجھتے تھے کہ وہ ایسی شئ ترک کر دیں جس پہ پابندی کرتے ہوئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مفارقت کی تھی۔ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا بعض نے کہا کہ تین رات میں ایک بار قرآن ختم کرے یا پانچ میں یا سات میں ختم کرے۔ ان روایات میں سے بیشتر روایات سات رات کی ہیں۔

۴۷۳۱ — شرح: قولہ کَنَّتَہ بفتح الکاف اور نون مشدد بمعنی بہو ہے۔ قولہ لَمْ یُفَتِّشْ لَنَا کَنَفًا، کنف بمعنی پردہ اور کنارہ ہے۔ عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کی بیوی کی مراد یہ ہے کہ وہ اُن سے جماع نہیں کرتے۔ اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ ان دو جملوں: لَمْ یَطَأْ لَنَا فِرَاشًا وَّلَمْ یُفَتِّشْ لَنَا کَنَفًا کا مقصد کیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ عبد اللہ کی بیوی کی مراد یہ ہے کہ وہ ہم سے جماع نہیں کرتے تاکہ ہمارے بستر پہ قدم رکھے اور نہ ہی ہمارے پاس کھانا کھاتے ہیں تاکہ قضاءِ حاجت کی جگہ تلاش کریں۔

الحاصل اس عورت نے پہلے عبد اللہ کا شکریہ ادا کیا کہ وہ رات بھر نماز میں کھڑے رہتے ہیں اور دن کو روزے سے ہوتے ہیں۔ پھر ان کی شکایت کی کہ وہ اس سے جماع نہیں کرتے ہیں اور نہ ہی اُن کے پاس کھانا کھاتے ہیں۔ یہ سن کر عبد اللہ کے والد عمرو رضی اللہ عنہ عبد اللہ کی طرف متوجہ ہوئے اور انہیں ملامت کرنا شروع کی اور کہا میں نے قریش کی خاندانی خاتون کے ساتھ تمہارا نکاح کیا، لیکن تم اس سے علیحدہ رہتے ہو۔ پھر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مذکور شکوی عرض کیا تو آپ عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے ملے اور اُن سے فرمایا جو بھی فرمایا جیسا کہ حدیث میں مذکور ہے۔ علماء نے ذکر کیا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم عبد اللہ کے پاس تشریف لے گئے۔ بعض نے کہا آپ کی عبد اللہ سے اتفاقاً ملاقات ہو گئی تھی۔

قولہ: اُطِیْقُ اَکْثَرَ مِنْ ذٰلِکَ، اس میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی مخالفت نہیں؛ کیونکہ عبد اللہ کو معلوم تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُس پر آسانی کرنا چاہتے ہیں اور اس پہ تخفیف کا ارادہ فرماتے ہیں۔ آپ کا یہ حکم وجوبی نہ تھا بلکہ استحبابی تھا۔

قولہ صُمْ اَفْضَلَ الصَّوْمِ الخ یعنی افضل روزے رکھو جو داؤد علیہ السلام کے روزے ہیں ایک دن روزہ اور ایک دن افطار۔

امام قسطلانی نے کہا: داؤدی نے اس مقام میں اشکال ذکر کیا ہے کہ ہفتہ میں تین روزے ایک دن افطار اور ایک دن روزہ سے زیادہ ہیں جبکہ عبد اللہ بن عمرو کا مقصود روزہ میں ترقی تھا اور ہر ہفتہ میں تین روزے داؤد علیہ السلام کے روزوں سے زیادہ ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے

۴۷۳۲ — **حَدَّثَنَا** سَعْدُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيَى عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَمْرٍو قَالَ لِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ كَمْ تَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ ح

وَحَدَّثَنِيْ اِسْحٰقُ قَالَ اَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ شَيْبَانَ عَنْ يَحْيَى عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ مَوْلٰى بَنِيْ زُهْرَةَ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ قَالَ ۴۷۳۳ وَاَحْسِبُنِيْ قَالَ سَمِعْتُ اَنَا مِنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِقْرَأِ الْقُرْاٰنَ فِيْ شَهْرٍ قُلْتُ اِنِّيْ اَجِدُ قُوَّةً حَتّٰى قَالَ فَاقْرَأْهُ فِيْ سَبْعٍ وَلَا تَزِدْ عَلٰى ذٰلِكَ

کہ اس کلام میں تقدیم وتاخیر واقع ہو (فتح الباری) یہ بات ظاہر ہے کہ اگر ہفتہ میں تین روزے رکھیں تو چار دن یقیناً افطار ہوگا اور حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے ہفتہ میں چار دن ہوتے ہیں۔ نیز ہفتہ میں متواتر تین روزے رکھنا ایک دن روزہ اور ایک دن افطار سے آسان ہیں (تیسیر القاری) اس مقام میں یہ بات معلوم کرنا ضروری ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کو روزوں یا قراءتِ قرآن میں حکم وجوب کے لئے نہیں اسی طرح زیادتی سے نہی تحریم کے لئے نہیں بلکہ امر استحباب پر محمول ہے،، اور نہی تنزیہی کے لئے ہے۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم!

۴۷۳۲ — ترجمہ : عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے کہا۔ مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قرآن کتنے دنوں میں پڑھتے ہو۔

۴۷۳۳ — ترجمہ : یحییٰ نے محمد بن عبدالرحمٰن مولیٰ بن زہرہ سے روایت کی۔ اُنھوں نے ابوسلمہ سے روایت کی۔ یحییٰ نے کہا میرا گمان ہے کہ میں نے ابوسلمہ سے سُنا اُنھوں نے عبداللہ بن عمرو سے روایت کی کہ اُنھوں نے کہا مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قرآن ایک مہینہ میں پڑھا کرو! میں نے عرض کیا: مجھ میں اس سے زیادہ کی قوت ہے۔ حتیٰ کہ آپ نے فرمایا: سات دن میں قرآن ختم کیا کرو اس پر زیادہ نہ کرو!

۳۲ - ۴۷۳۳ — شرح : علامہ کرمانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا : لَاتَزِدْ،، کا مقتضیٰ یہ ہے

بَابُ الْبُكَآءِ عِنْدَ قِرَاءَةِ الْقُرْاٰنِ

۴۷۳۴ — حَدَّثَنَا صَدَقَةُ قَالَ اَخْبَرَنَا يَحْيٰى عَنْ سُفْيٰنَ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَبِيْدَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ يَحْيٰى بَعْضُ الْحَدِيْثِ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ قَالَ لِىَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ يَحْيٰى عَنْ سُفْيٰنَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَبِيْدَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ الْاَعْمَشُ وَبَعْضُ الْحَدِيْثِ

کہ اس پر زیادتی جائز نہیں، لیکن یہ حکم خصوصاً مخاطب کے ضعف اور عجز کے لحاظ سے ہے یا نہی تحریم کے لئے نہیں، حالانکہ ابی بن کعب قرآن کریم آٹھ دن میں ختم کر لیا کرتے تھے۔ جبکہ اسود چھ دن میں اور علقمہ پانچ دن میں ختم کرتے تھے۔ حضرت معاذ بن جبل اور دیگر بعض حضرات کے متعلق مروی ہے کہ وہ ایک دن میں ختم کرتے تھے، ایک رکعت میں سارا قرآن ختم کرتے تھے۔ حضرت عثمان غنی اور تمیم الداری ایک رکعت میں قرآن ختم کرتے تھے۔ ابو عبیدہ نے ذکر کیا کہ سلیم ایک رات میں تین بار قرآن ختم کرتے تھے۔ صاحب توضیح نے کہا ہمیں بکثرت یہ خبر پہنچی ہے کہ ایک دن اور رات میں آٹھ بار ختم کرتے تھے سلمی نے کہا میں نے شیخ ابو عثمان مغربی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ابن کاتب قرآن کریم دن میں چار بار اور رات میں بھی چار بار ختم کرتے تھے (عینی)

قولہ وَاَحْسَبُنِیْ " اس کا قائل یحیی بن ابی کثیر ہے۔ یعنی میرا گمان ہے کہ میں نے ابو سلمہ سے سنا ہے یحیی ابو سلمہ سے یہ حدیث بیان کرتے تھے۔ پھر اس میں توقف کیا اور غور کیا کہ انہوں نے یہ محمد بن عبد الرحمن کے واسطہ سے سنا ہے۔ یہ کلام انہیں مضر نہیں کیونکہ یحیی ان راویوں میں سے ہیں جنہوں نے ابو سلمہ سے روایت کی ہے اور باب الصیام میں اوزاعی کے طریق سے گزرا ہے کہ یحیی نے ابو سلمہ سے سماعت کی تصریح کی ہے اور توقف نہیں کیا واللہ ورسولہ اعلم!

باب قرآن پڑھتے وقت رونا

یہ عارفین کی صفت اور کاملین کا طریقہ اور صالحین کی عادت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اِنَّ الَّذِیْنَ

حَدَّثَنِیْ عَمْرُو بْنُ مُرَّةَ عَنْ اِبْرَاھِیْمَ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ اَبِی الضُّحٰی عَنْ عَبْدِاللّٰہِ
قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِقْرَأْ عَلَیَّ قَالَ قُلْتُ اَقْرَأُ عَلَیْکَ
وَعَلَیْکَ اُنْزِلَ قَالَ اِنِّیْ اَشْتَھِیْ اَنْ اَسْمَعَہٗ مِنْ غَیْرِیْ قَالَ فَقَرَأْتُ النِّسَاءَ
حَتّٰی اِذَا بَلَغْتُ فَکَیْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ کُلِّ اُمَّۃٍ بِشَھِیْدٍ وَّجِئْنَا بِکَ عَلٰی
ھٰؤُلَآءِ شَھِیْدًا قَالَ لِیْ کُفَّ اَوْ اَمْسِکْ فَرَأَیْتُ عَیْنَیْہِ تَذْرِفَانِ یَعْنِیْ
تَسْفَحَانِ ۔

اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِہٖٓ اِذَا یُتْلٰی عَلَیْھِمْ یَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا ‘‘ بے شک جنہیں اس کے اُترنے کا علم ملا جب اُن پر پڑھا جاتا ہے۔ ٹھوڑی کے بل سجدہ میں گر پڑتے ہیں۔ یعنی روتے ہوئے سجدہ میں گر پڑتے ہیں۔

۴۷۳۴ ـــ ترجمہ : یحییٰ نے کہا بعض حدیث عمرو بن مرّہ سے مذکور ہے۔ عبداللہ نے کہا مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

۴۷۳۵ ـــ ترجمہ : عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا : مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے قرآن سناؤ! میں نے عرض کیا : میں کیسے آپ کو قرآن سناؤں ؛ حالانکہ آپ پر تو قرآن نازل ہُوا ہے۔ فرمایا : میں چاہتا ہوں کہ اپنے غیر سے قرآن سنو! عبداللہ نے کہا میں نے سورۂ نساء پڑھی حتیٰ کہ جب اس آیت کریمہ : فَکَیْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ کُلِّ اُمَّۃٍ بِشَھِیْدٍ وَّجِئْنَا بِکَ عَلٰی ھٰؤُلَآءِ شَھِیْدًا تک پہنچا تو مجھے فرمایا : رُک جاؤ اور میں نے آپ کی آنکھیں آنسو بہاتی دیکھیں ‘‘

۴۷۳۵ ـــ شرح : ابن ابی حاتم اور طبرانی وغیرہ نے یونس بن محمد بن فضالہ کے طریق سے روایت کی کہ محمد بن فضالہ نے کہا : نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بنی ظفر قبیلہ میں ان کے پاس تشریف لے گئے جبکہ آپ کے سامنے عبداللہ بن مسعود اور چند صحابہ کرام تھے۔ آپ نے ایک قاری کو حکم دیا تو اُس نے پڑھا : جب اس آیت کریمہ فَکَیْفَ اِذَا جِئْنَا الآیہ تک پہنچا تو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم رونے لگے حتیٰ داڑھی شریف کے دونوں کناروں اور رخساروں پر ہاتھ رکھ لئے اور فرمایا اے میرے پروردگار میں لوگوں پر یہ گواہی دوں گا جن میں موجود ہوں۔ پھر ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جن کو میں نے بظاہر نہیں دیکھا۔ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ نے زُہد میں سعید بن مسیّب کے طریق سے روایت ذکر کی کہ ہر روز سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر آپ کی اُمت صبح و شام پیش کی جاتی ہے۔ پس

۴۷۳۶۔ حَدَّثَنَا قَيْسُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَبِيدَةَ السَّلْمَانِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ لِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اقْرَأْ عَلَيَّ قُلْتُ أَقْرَأُ عَلَيْكَ وَعَلَيْكَ أُنْزِلَ قَالَ إِنِّي أُحِبُّ أَنْ أَسْمَعَهُ مِنْ غَيْرِي

بَابُ مَنْ رَايَا بِقِرَاءَةِ الْقُرْاٰنِ أَوْ تَأَكَّلَ بِهٖ أَوْ فَخَرَ بِهٖ

۴۷۳۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا سُفْيٰنُ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ خَيْثَمَةَ عَنْ سُوَيْدِ بْنِ غَفَلَةَ قَالَ عَلِيٌّ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ يَأْتِي فِي آخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ حُدَثَاءُ الْأَسْنَانِ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی علامتوں اور ان کے اعمال کے باعث انہیں پہچانتے ہیں۔ اس لئے اُن پر گواہی دیں گے۔ (عینی) (حدیث : ۴۲۶۸ جلد : ۶ کی شرح دیکھیں)

۴۷۳۶۔ ترجمہ: عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا: میرے سامنے قرآن پڑھو! میں نے عرض کیا یارسول اللہ میں آپ کے سامنے قرآن پڑھوں، حالانکہ آپ پر قرآن نازل ہوا ہے۔ فرمایا میں چاہتا ہوں کہ اپنے غیر سے قرآن پاک سنوں"
(قیس بن حفص امام بخاری کے شیخ ہیں۔ ۲۲۹ھ ہجری میں فوت ہوئے ان کا اسناد یہی ہے جو اس حدیث کا اسناد ہے)

باب جس نے ریاکاری یا دُنیا حاصل کرنے یا فخر کے طور پر قرآن پڑھا"

سُفَهَاءُ الْاَحْلَامِ يَقُوْلُوْنَ مِنْ خَيْرِ قَوْلِ الْبَرِيَّةِ يَمْرُقُوْنَ مِنَ الْاِسْلَامِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ لَا يُجَاوِزُ اِيْمَانُهُمْ حَنَاجِرَهُمْ فَاَيْنَمَا لَقِيْتُمُوْهُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ فَاِنَّ قَتْلَهُمْ اَجْرٌ لِمَنْ قَتَلَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

۴۷۳۸ — حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ الْحَارِثِ التَّيْمِيِّ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِنِ الْخُدْرِيِّ اَنَّهٗ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ يَخْرُجُ فِيْكُمْ قَوْمٌ تَحْقِرُوْنَ صَلَاتَكُمْ

ایک روایت میں " اَوْ فَجَرَ بِہٖ " جیم سے مذکور ہے۔ یعنی قرآن کریم کو مایۂ فسق و فجور کرنا اور موسیقی کے نغمات سے پڑھنا اور کلمات اور اعراب کا حق ادا نہ کرنا بھی فجور میں داخل ہے۔

۴۷۳۷ — ترجمہ : حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سُنا۔ آخر زمانہ میں نوجوان بے وقوف لوگ ظاہر ہوں گے۔ مخلوق سے بہترین ذات کا قول ذکر کریں گے وہ اسلام سے اس طرح باہر نکل جائیں گے۔ جیسے تیر شکار سے گزر جاتا ہے۔ ایمان اُن کے حلقوں (گلوں) سے نیچے نہ اُترے گا۔ تم جہاں بھی ان کو پاؤ انہیں قتل کر دو۔ کیونکہ ان کو قتل کرنے میں قیامت میں اجر ملے گا۔ (حدیث ۴۲۷۹ ج : ۵ کی شرح دیکھیں)

حدیث کی عبارت میں تقدیم و تاخیر ہے۔ دراصل عبارت اس طرح ہے "یَقُوْلُوْنَ مِنْ قَوْلِ خَیْرِ الْبَرِیَّۃِ" جبکہ حدیث میں خیر کو قول سے مقدم ذکر کیا ہے۔ یعنی آخر زمانہ میں ظاہر ہونے والے نوجوان کم عقل جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام سے استدلال کریں گے یا معنی یہ ہے کہ وہ بہترین چیز سے اخذ کریں گے جو لوگ کلام کرتے ہیں اور وہ اللہ کا کلام ہے۔ یہ معنی ترجمہ کے زیادہ مناسب ہے۔

۴۷۳۸ — ترجمہ : ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا تم میں ایک قوم ظاہر ہوگی تم اپنی نمازیں ان کی نمازوں کی نسبت حقیر سمجھو گے اور ان کے روزوں کی نسبت اپنے روزوں کو اور ان کے عملوں کی نسبت اپنے عملوں کو حقیر جانو گے وہ قرآن پڑھیں گے جو ان کے حلقوں سے نیچے نہ اُترے گا وہ دین

مَعَ صَلَاتِهِمْ وَصِيَامَكُمْ مَعَ صِيَامِهِمْ وَعَمَلَكُمْ مَعَ عَمَلِهِمْ وَيَقْرَؤُنَ الْقُرْاٰنَ لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ يَنْظُرُ فِي النَّصْلِ فَلَا يَرٰى شَيْئًا فِي الْقِدْحِ فَلَا يَرٰى شَيْئًا وَيَنْظُرُ فِي الرِّيْشِ فَلَا يَرٰى شَيْئًا وَيَتَمَارٰى فِي الْفُوْقِ

سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے پار کر جاتا ہے۔ شکاری اس کے پیکان کو دیکھتا ہے اس میں کچھ نہیں دیکھتا وہ تیر کی لکڑی پر نظر کرتا ہے تو کچھ نہیں دیکھتا وہ تیر کے پر کو دیکھتا ہے تو کوئی چیز دکھائی نہیں دیتی۔ سوفار میں شک کرتا ہے کہ اس میں کوئی شئی ہو۔

۴۷۳۸ — **شرح** : یہ نوجوان کم عقل لوگ ظاہر ہوں گے جبکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں میں اختلاف ہوگا۔ تو ان میں ایک گروہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں سے نکل جائے گا۔ یہ لوگ اپنے آپ کو سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقوں پر پابند رہنے کے دعویدار ہوں گے اور مسلمانوں کی تکفیر کریں گے۔ ان کو خارجی کہا جاتا ہے۔ امام قسطلانی نے خطابی سے نقل کیا، مسلمان علماء کا اس بات پر اتفاق اور اجماع ہے کہ خارجی مسلمان فرقوں میں سے ایک فرقہ ہے۔ ان کی عورتوں سے نکاح وغیرہ کرنا اور ان کے ذبائح کھانا جائز ہے۔ ان کی شہادت بھی قابلِ قبول ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کیا یہ لوگ منافق ہیں؟ منافق اللہ کا ذکر بہت کم کرتے ہیں۔ یہ لوگ صبح و شام نمازیں پڑھتے ہیں۔ پھر پوچھا گیا یہ لوگ کون ہیں فرمایا یہ مفتون ہیں اور فتنہ میں اندھے اور بہرے ہو گئے ہیں۔ مجمع البحار میں ذکر کیا کہ یہ لوگ دینِ اسلام میں ایسے داخل پھر خارج ہوں گے اور ان کو اسلام سے کچھ حاصل نہ ہوگا جیسے تیر شکار میں داخل ہو کر باہر نکلتا ہے تو وہ خون اور غلاظت میں سے تیزی سے گزر جاتا ہے اور ان میں سے کوئی شئی تیر کو نہیں لگتی۔ اسی طرح یہ لوگ دینِ اسلام سے تیزی سے نکل جائیں گے اور انہیں کچھ حاصل نہ ہوگا۔ اس سے ابن عربی نے خوارج کے کفر پر استدلال کیا ہے۔

در مختار میں ذکر کیا کہ خوارج وہ لوگ ہیں جنہوں نے سیاسی قوت حاصل کی اور عسکری نظام مرتب کیا اور تاویلاتِ فاسدہ سے امام کے خلاف علمِ بغاوت بلند کیا جبکہ وہ امامِ وقت کو عاصی اور کافر کہتے تھے اور اس سے جنگ کرنا جائز سمجھتے تھے۔ وہ اہلسنت و جماعت مسلمانوں کو قتل کرنا جائز سمجھتے ہیں اور ان کے مال اپنے لئے مباح جانتے ہیں اور ہماری عورتوں کو قید کرنا مناسب خیال کرتے ہیں اور نبی کریم

۴۷۳۹ ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ شُعْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ اَبِىْ مُوْسٰى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْمُؤْمِنُ الَّذِىْ يَقْرَءُ الْقُرْاٰنَ وَيَعْمَلُ بِهٖ كَالْاُتْرُجَّةِ طَعْمُهَا طَيِّبٌ وَّرِيْحُهَا طَيِّبٌ وَالْمُؤْمِنُ الَّذِىْ لَا يَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ وَيَعْمَلُ بِهٖ كَالتَّمْرَةِ طَعْمُهَا طَيِّبٌ وَّلَا رِيْحَ لَهَا وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِىْ يَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ كَالرَّيْحَانَةِ رِيْحُهَا طَيِّبٌ وَّطَعْمُهَا مُرٌّ وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِىْ لَا يَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ كَالْحَنْظَلَةِ طَعْمُهَا مُرٌّ وَّخَبِيْثٌ وَّرِيْحُهَا مُرٌّ

صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی تکفیر کرتے ہیں جیسے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو انھوں نے کہا تھا۔ تمام فقہا کا ان کے باغی ہونے پر اجماع ہے ۔ علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے باب البغاہ میں ذکر کیا جیسے ہمارے زمانہ میں محمد بن عبدالوہاب کے پیرو کار ہیں۔ یہ نجد سے نکلے اور حرمین شریفین پر غلبہ پا لیا وہ اپنے آپ کو حنبلی کہتے ہیں اور ان کا اعتقاد یہ ہے کہ وہی مسلمان ہیں اور جس کا عقیدہ ان کے اعتقاد کے خلاف ہے وہ کافر اور مشرک ہے۔ اس لئے وہ اہل سنت عوام اور ان کے علماء کا قتل مباح جانتے ہیں ۔ (اعاذنا اللہ منھم)

قولہ بیماری فی الفوق ،، یعنی سومار پر شائد کچھ ہوگا۔ بعض نے کہا یہ راوی کا شک ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فوق کو ذکر کیا یا نہیں (اس حدیث کی مکمل تفصیل حدیث ۲۲۷۹ جلد ۵ میں گزری ہے۔

۴۷۳۹ ـ ترجمہ : انس بن مالک اور ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما نے کہا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مؤمن قرآن پڑھتا ہے اور اس پر عمل کرتا ہے وہ سنگترے کی مانند ہے کہ اس کا مزہ اچھا اور بو بھی اچھی ہے اور جو مومن قرآن نہیں پڑھتا اور اس پر عمل کرتا ہے۔ وہ کھجور کی مانند ہے ۔ اس کا مزہ اچھا بو نہیں ہے اور منافق کی مثال جو قرآن پڑھتا ہے۔ ریحان کے پھول کی طرح ہے اس کی بو اچھی ہے لذت نہیں ہے اور اس منافق کی مثال جو قرآن نہیں پڑھتا تمہ کی مانند ہے ۔ اس کا مزہ کڑوہ اور بو بھی اچھی نہیں ۔ (حدیث ۴۶۹۷ کی شرح دیکھیں)

بَابٌ اِقْرَءُوا الْقُرْاٰنَ مَا ائْتَلَفَتْ قُلُوْبُكُمْ

۴۷۴۰ — حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمٰنِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ اَبِیْ عِمْرَانَ الْجَوْنِیِّ عَنْ جُنْدُبِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اقْرَءُوا الْقُرْاٰنَ مَا ائْتَلَفَتْ قُلُوْبُکُمْ فَاِذَا اخْتَلَفْتُمْ فَقُوْمُوْا عَنْهُ

۴۷۴۱ — حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِیٍّ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ ابْنُ مَهْدِیٍّ قَالَ حَدَّثَنَا سَلَّامُ بْنُ اَبِیْ مُطِیْعٍ عَنْ اَبِیْ عِمْرَانَ الْجَوْنِیِّ عَنْ جُنْدُبٍ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِقْرَءُوا الْقُرْاٰنَ

باب — قرآن کی تلاوت کرو جب تک تمہارے دل الفت کریں"

۴۷۴۰ — ترجمہ : جُندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قرآن پڑھو جب تک تمہارے دل الفت کریں اور جب قرآن کے معانی میں اختلاف کرو تو اٹھ جاؤ"

۴۷۴۰ — شرح : یعنی جب تک قرآن کی قراءت سے دل لگا رہے تو قرآن پڑھتے رہو۔ جب دل اچاٹ ہو جائے تو چھوڑ دو کیونکہ حضورِ قلب کے بغیر قرآن پڑھنا نہایت ہی غیر موزوں ہے (طیبی)

علامہ کرمانی نے کہا بظاہر مراد یہ ہے کہ جب تک پڑھنے والوں میں انس و اُلفت رہے اور اختلاف نہ ہو تو قرآن پڑھو اور جب اختلاف ہونے لگے تو اٹھ جاؤ۔ ابن جوزی نے کہا حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اختلاف قراءت اور لغت میں تھا اس لئے انہیں حکم دیا گیا کہ اختلاف قراءت کے وقت اٹھ جاؤ تاکہ ایک دوسرے کی قراءت کا اختلاف نہ ہونے پائے، ورنہ ایک دوسرے کی قراءت

مَا ائْتَلَفَتْ عَلَيْهِ قُلُوْبُكُمْ فَإِذَا اخْتَلَفْتُمْ فَقُوْمُوْا عَنْهُ تَابَعَهُ الْحَارِثُ بْنُ عُبَيْدٍ وَّسَعِيْدُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَبِي عِمْرَانَ وَلَمْ يَرْفَعْهُ حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ وَأَبَانُ وَّقَالَ غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ أَبِي عِمْرَانَ سَمِعْتُ جُنْدَبًا قَوْلَهُ وَقَالَ ابْنُ عَوْنٍ عَنْ أَبِي عِمْرَانَ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ عَنْ عُمَرَ قَوْلَهُ وَجُنْدَبٌ أَصَحُّ وَأَكْثَرُ

کا انکار لازم آئے گا۔

۱۴۷۰ — ترجمہ: جندب سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تمہارے دل جمے رہیں قرآن پڑھتے رہو۔ جب اختلاف کرنے لگو تو اُٹھ جاؤ! حارث بن عُبید اور سعید بن زید نے ابو عمران سے روایت کرنے میں سلام بن ابی مطیع کی متابعت کی اور مذکور حدیث کو حماد بن سلمہ اور ابان نے مرفوع ذکر نہیں کیا۔ غندر نے شعبہ کے ذریعہ ابو عمران سے روایت کی کہ میں نے جندب سے ان کا قول سُنا۔ اور ابن عون نے ابو عمران، عبداللہ ابن صامت کے ذریعہ عمر فاروق کا قول ذکر کیا ہے۔ اور جندب کی روایت اصح اور اکثر ہے۔

۱۴۷۰ — شرح: یہ مذکور حدیث کا دوسرا طریق ہے۔ اس کو عمرو بن علی نے ذکر کیا ہے۔ اور حارث بن عبید اور سعید بن زید نے سلام بن ابی مطیع کی مطابعت کی ہے اور حماد بن سلمہ اور ابان بن یزید عطار نے مذکور حدیث کو جندب پہ موقوف ذکر کیا ہے۔ لیکن مسلم نے ابان کی حدیث مرفوع ذکر کی ہے، چنانچہ انھوں نے اپنے اسناد سے ذکر کیا کہ ابو عمران نے کہا ہم سے جندب نے بیان کیا کہ ہم کوفہ میں کمسن لڑکے تھے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تک تمہارے دل قرآن سے الفت اور انس کریں تو پڑھو! جب مختلف ہو جائیں تو اُٹھ جاؤ! شاید بخاری کو ابان کی روایت موقوف ملی ہے اسی لئے کہا کہ حماد اور ابان نے مرفوع نہیں کیا۔

قولہ قال غندر، محمد بن جعفر کا لقب غندر ہے۔ یعنی غندر نے مذکور حدیث شعبہ، ابی عمران جونی کے ذریعہ موقوف ذکر کی ہے۔ مرفوع نہیں کی۔ قولہ قال ابن عون، عبداللہ بن عون مشہور امام ہیں اور ابو عمران کے ہم عصر ہیں یعنی عبداللہ بن عون نے یہ حدیث ابو عمران اور عبادہ بن صامت کے ذریعہ عمر فاروق سے روایت کی ہے اور جندب کی حدیث کا اسناد صحیح تر اور اکثر ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم!

۴۷۲۲ — حَدَّثَنَا سُلَيْمٰنُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ مَيْسَرَةَ عَنِ النَّزَّالِ بْنِ سَبْرَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّهٗ سَمِعَ رَجُلًا يَقْرَأُ اٰيَةً سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خِلَافَهَا فَاَخَذْتُ بِيَدِهٖ فَانْطَلَقْتُ بِهٖ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ كِلَاكُمَا مُحْسِنٌ فَاقْرَأَا اَكْبَرُ عِلْمِيْ قَالَ فَاِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمُ اخْتَلَفُوْا فَاَهْلَكَهُمْ

۴۷۲۲ — ترجمہ: عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روائت ہے کہ انھوں نے ایک آدمی سے سُنا کہ وہ ایک آئت کریمہ پڑھتا تھا جو انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے خلاف سُنی تھی۔ میں نے اس کا ہاتھ پکڑا اور جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گیا تو آپ نے فرمایا تم دونوں اچھا پڑھتے ہو۔ تم دونوں پڑھو۔ میرا خیال ہے کہ آپ نے فرمایا تم سے پہلے لوگوں نے اختلاف کیا اور وہ ہلاک ہو گئے۔

۴۷۲۲ — شرح: یعنی قراءت میں تم دونوں اچھے ہو اسی طرح پڑھا کرو! اختلاف اچھا نہیں۔ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا میرا غالب گمان ہے کہ جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم سے پہلے لوگوں نے اختلاف کیا تو وہ اسی وجہ سے ہلاک ہو گئے۔ بعض روایات میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ہلاک کر دیا۔ اس مقام میں یہ جاننا ضروری ہے کہ اختلاف سے مراد لغات سبعہ کا اختلاف ہے یا وہ جو متواتر نہیں ہے۔ اس کے علاوہ اختلاف رحمت ہے جیسے واو کی زیادتی یا کمی میں اختلاف ہو جائے جیسے قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا، بعض وَقَالُوا پڑھتے ہیں یا جمع، افراد میں اختلاف ہو جیسے كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ بعض الکتاب پڑھتے ہیں یا صرف میں اختلاف ہو كذّبوا یا كذَبوا یا فتح کسر میں ہو جیسے: وَمَنْ يَّقْنَطُ بعض مَنْ يَّقْنِطُ پڑھتے ہیں ..... یا نحوی اختلاف ہو جیسے ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيْدِ" کو مرفوع و مجرور پڑھتے ہیں یا لغات میں اختلاف ہو جیسے امالہ اور تفخیم وغیرہ وغیرہ بعض نے سبعہ حروف کی تفسیر میں کہا کہ وہ یہ وجوہِ اختلاف ہیں۔ واللہ و رسولہ اعلم!

عظیم فائدہ

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بالاتفاق قرآن جمع کیا جو متواتر منقول ہے۔ اس میں کچھ زیادتی یا نقصان نہیں اور جیسے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا وہی لکھا۔ اس میں ذرّہ بھر تقدیم و تاخیر نہیں کی۔ جبکہ سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کو ترتیب بتلاتے تھے جواب قرآن میں ترتیب ہے۔ یہ ترتیب حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ذکر کرنے سے آپ نے فرمائی ہے، چنانچہ حضرت جبرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام جب کوئی آیت لے کر نازل ہوتے تو دربار رسالت میں عرض کرتے یہ فلاں آیت کے بعد یا پہلے پڑھی جائے یا لکھی جائے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَاِمَامِ الْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۔

غُلام رَسُول رضوی

۲۸۔ ربیع الثانی ۱۴۰۵ھ ہجری

۲۲/۱/۸۵

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست

تفہیم البخاری

حصہ ہفتم

اکیسواں پارہ

وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ